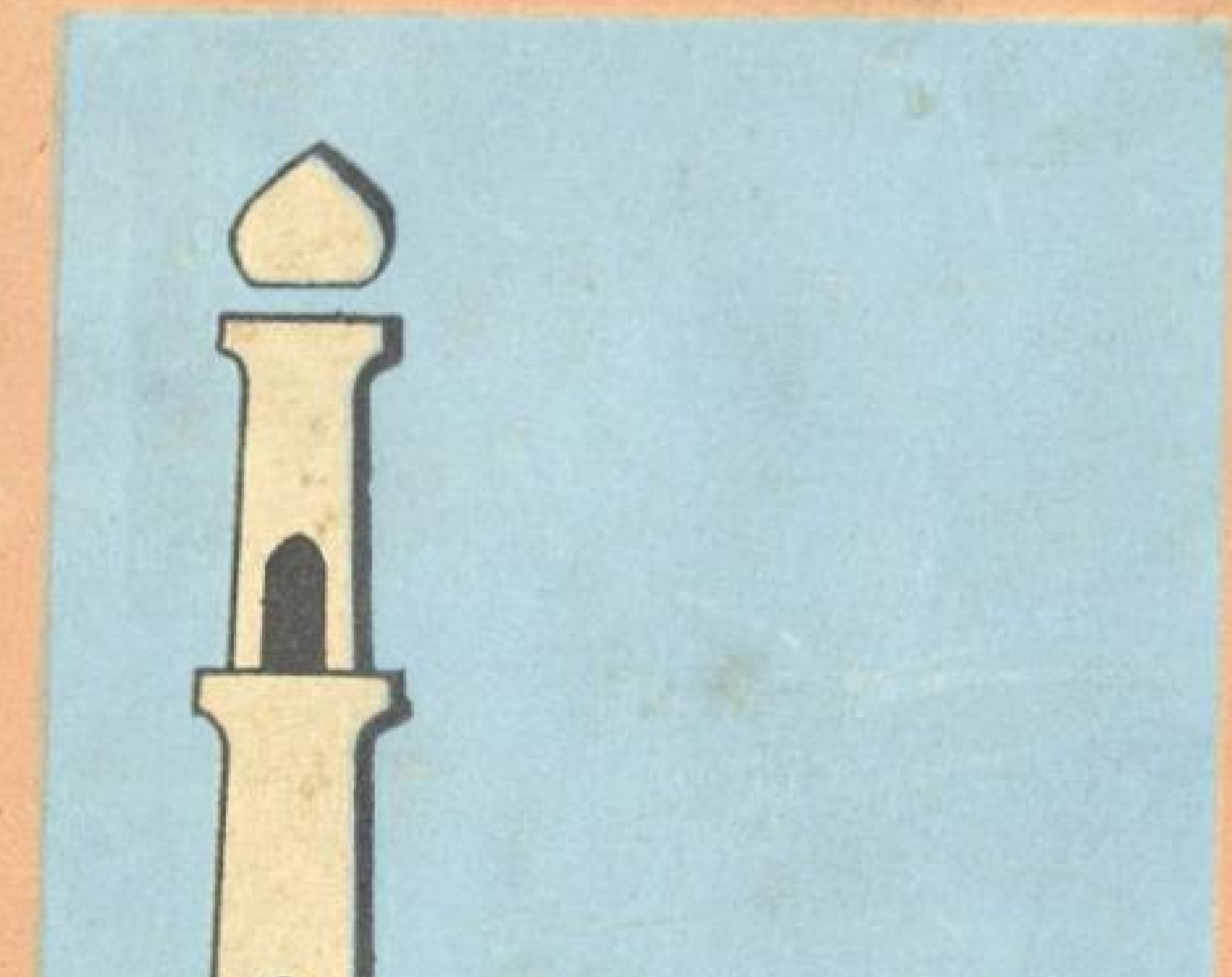
الطبقات الکبریٰ

مصنفہ علامہ عبدالوہاب الشعرانی

کا اردو ترجمہ



طبقات الاولیاء

از سید عبدالغنی وارثی مرحوم

اولیائے کرام وصوفیائے عظام کا مست

کامل ترین تذکرہ، ایک صاحبِ عرفا

بزرگ کے قلم صداقت رقم

الطبقات الکبریٰ

مصنفہ علامہ عبدالوہاب الشعرانی

کا

اردو ترجمہ

طبقات الاولیاء

از

سید عبدالغنی وارثی مرحوم

اولیائے کرام وصوفیائے عظام کا مستند اور کامل ترین تذکرہ،

ایک صاحبِ عرفان حقیقت بزرگ کے قلم صداقت رقم سے،

نفیس اکیڈیمی

بلاسس اسٹریٹ ـــــــ کراچی نمبر ۱

قیمت :- سولہ روپے ۱۶

شائع کردہ

چوہدری محمد اقبال سلیم گاہندری

مالک

نفیس اکیڈیمی و مسعود پبلشنگ ہاؤس، کراچی

فون نمبر ۳۲۹۵۶

طبع اول: ——— نفیس اکیڈیمی کراچی
فروری ۱۹۶۵ء

بہ اہتمام: ——— خالد اقبال گاہندری

طباعت: ——— انٹرنیشنل پریس کراچی

فہرست

بہ ترتیب حروف تہجّی

ابو الدردا
ابو ذر غفاری
ابو العالیہ
ابو عبید بسری
ابو عبیدہ بن الجراح
ابو عبیدہ خواص
ابو عثمان حیری
ابو عمرو دمشقی
ابو مسلم خولانی
ابو المہاجرین عمرو
ابو نعیم اصفہانی
ابو ہریرہ
ابو یزید بسطامی
ابی بن کعب
احمد بن ابی الحواری
احمد ابن ابی الورد
احمد بن حضرویہ بلخی
احمد بن حنبل (امام)
احمد بن عاصم انطاکی
احمد بن مسروق
اسود بن زید نخعی
اعمش
امۃ الجلیل
ام ہارون
اوزاعی
اویس خولانی
اویس قرنی
ابراہیم دسوقی
ابراہیم جعبری

ابن العربی
ابو اسحٰق ابراہیم بن احمد مولد
ابو اسحٰق ابراہیم داؤد قصار
ابو اسحٰق ابراہیم بن شیبان قرمیسینی
ابو الحجاج اقصری
ابو جعفر احمد بن حمدان
ابو حمزہ خراسانی
ابو سعید احمد بن محمد زیاد
ابو سعید قلوری
ابو النجیب عبدالقادر سہروردی
ابو الحسن بن احمد بن سہل بوشنجی
ابو الحسن بن صائغ سکندری
ابو الحسن خیر نساج
ابو الحسن علی بن ابراہیم جعبری
ابو الحسن علی بندار بن حسین صوفی
ابو الحسن علی بن سہیل صائغ دینوری
ابو الحسن محمد بن سعید وراق
ابو الحسین بن حبان جمال
ابو الحسین بندار ابن حسین شیرازی
ابو الحسین علی بن بند قرشی فارسی
ابو الخیر اقطع
ابو السعود ابی العشائر
ابو العباس احمد بدوی رح
ابو العباس احمد بن محمد دینوری
ابو العباس احمد ملثم
ابو العباس بن قاسم بن مہدی
ابو فتح واسطی
ابو القاسم ابراہیم بن محمد بن محمومہ نصر آبادی

ابو القاسم بن احمد بن محمد مری
ابو بکر بن احمد بن محمد بن سعدان
ابو بکر بن داؤد دینوری رقی
ابو بکر بن محمد بن علی بن جعفر کتانی
ابو بکر بن ہوار بطائحی
ابو بکر حسین بن علی بن یزدان یار
ابو بکر طمستانی
ابو بکر عبداللہ بن طاہر ابہری
ابو بکر محمد بن احمد بن جعفر نیشاپوری
ابو عبداللہ احمد بن عطا بن احمد روذباری
ابو عبداللہ حسین حنکی
ابو عبداللہ قرشی
ابو عبداللہ محمد بن احمد بن حمدون قراد
ابو عبداللہ محمد بن احمد بن سالم بصری
ابو عبداللہ محمد بن عبدالخالق دینوری
ابو عبداللہ محمد بن خفیف
ابو عبداللہ محمد بن محمد بن حسن رودغندی
ابو عبداللہ محمد بن منازل
ابو عثمان سعید بن سلام مغربی
ابو علی حسین بن احمد کاتب
ابو علی رودباری
ابو علی محمد بن عبدالوہاب ثقفی
ابو عمرو اسمٰعیل بن نجید
ابو عمرو عثمان بن مرزوق قرشی
ابو عمرو محمد بن ابراہیم زجاجی
ابو محمد شنبکی
ابو محمد عبدالرحیم مغربی قناوی
ابو محمد عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن رازی

سعید بن المسیب
سفیان بن عیینہ
سفیان ثوری
سلمان فارسی
سلیمان بن مہران اعمش
سلیمان تیمی
سمنون ابوالحسن بن حمزہ خواص
سہل بن عبداللہ
سوید سنجاری

ش

شافعی (امام)
شاہ شجاع کرمانی
شجری ابوعبداللہ
شعبہ ابن الحجاج
شعبی عامر بن شراجیل
شعوانہ
شقیق بلخی
شقیق بن سلمہ
شبلی
شرف الدین کردی

ص

صالح مری
صفوان بن سلیم
صلا بن اشیم

ط

طاؤس بن کیسان یمانی
طاہر مقدسی
طلحہ صحابی
طلحہ بن مصرف

ع

عامر بن شراجیل (شعبی)
عامر بن عبداللہ بن قیس
عائشہ بنت جعفر صادق
عبدالرحمٰن بن عوف
عبدالرحمٰن بن مہدی
عبدالرحمٰن دارانی
عبدالعزیز بن ابی رواد
عبداللہ (سعید)
عبداللہ صوری
عبداللہ بن خفیف انطاکی
عبداللہ ابن الزبیر
عبداللہ بن عباس
عبداللہ بن عبدالعزیز
عبداللہ بن عمر
عبداللہ بن عون
عبداللہ ابن المبارک
عبداللہ بن مسعود
عبدالواحد بن زید
عبیدہ بنت ابی کلاب
عبیدہ بن عمیر
عتبہ بن ابان الغلام
عثمان بن عفان
عروہ بن زبیر بن عوام
عطا بن ابی رباح
عطا سلمی
عفیرہ
عکرمہ
علاء ابن الشخیر
علاء بن زیاد
علقمہ بن قیس
علی بن ابی طالب (امام)
علی بن سہل اصفہانی
علی بن صالح بن حی
عمر بن الخطاب
عمر بن سالم حداد
عمر بن عبدالعزیز
عمرو بن عثمان مکی
عمرہ زوجہ حبیب
عون بن عبداللہ بن عتبہ
عبدالحق بن سبعین مرسی
عبدالرحمٰن طفسونجی
عبدالغفار قوصی
عبدالقادر جیلانی غوث الاعظم
عبداللہ بن ابی جمرہ اندلسی
عبداللہ بن محمدؐ قرشی مرجانی
عدی بن مسافر اموی
عقیل منبجی
علی بن محمد مزین
علی بن وہب سنجاری
علی بن الہیتی
عبداللہ منوفی بالکی
علی بن محمد وفا
علی سدار
عمر کردی

ف

فاطمہ نیشاپوری
فتح بن محمد موصلی

فرقہ سنجی
فضیل بن عیاض

ق

قطب الدین قسطلانی

ک

کعب احبار
کمال الدین ابن عبدالظاہر

م

ماجدہ
مالک (امام)
مالک بن دینار
ماہان بن قیس
مجاہد بن جنین
محفوظ بن محمود نیشاپوری
محمد بن ابراہیم ابوحمزہ بغدادی
محمد بن ابی الورد
محمد بن اسلم
محمد بن اسمٰعیل مغربی
محمد بن الحنفیہ
محمد بن سیرین
محمد بن فضیل بلخی
محمد بن کعب قرظی
محمد بن المنکدر
محمد بن موسٰی واسطی
محمد بن واسع
محمد بن یحییٰ

محمد بن یوسف اصفہانی
مُرّی
مسروق
مسعوق
مسعر بن کدام
مسلم بن میمون خواص
مطرف بن عبداللہ شخیر
معاذہ عدویہ
معروف کرخی
مکحول دمشقی
منصور بن عمار
منصور بن المعمر
منفوسہ
موسٰی کاظم (امام)
میمون بن مہران
محمد بن عبدالجبار نفری
محمد بن علیان نسوی
محمد عبدری
محمد قولونی صوفی
مطر بادرانی
ممشاد دینوری
منصور بطائحی
منصور حلاج
موسٰی بن ماہین زولی
محمد ابوالمواہب شاذلی
محمد بن ہارون
محمد غمری

محمد وفا
موسٰی المکنی بہ ابوعمران

ن

نخشبی (ابوتراب)
نخشبی۔ حسین بن یحییٰ
نفیسہ۔ سیدہ
نوری احمد بن محمد

و

وراق۔ حکیم
وکیع بن الجراح
وہب بن منبہ

ہ

ہرم بن حیان

ی

یحییٰ بن معاذ
یزید بن میسرہ
یزید بن ہارون
یمان ابن معاویہ
یوسف ابن اسباط
یوسف بن حسین رازی
یونس بن عبید
یونس بن حبیب

ی

یاقوت عرشی
یحییٰ ضافیری
یوسف عجمی کورانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عالِم ربّانی علّامہ شعرانی

محمد اقبال سلیم گاہندری

امام شعرانی، جن کا پورا نام ابوالمواہب عبدالوہاب بن احمد شعرانی ہے۔ دسویں صدی ہجری کے اکابر علما اور اعاظم صوفیا میں بلند مقام کے مالک تھے۔ ان کا انتقال ۹۷۳ھ میں بمقام قاہرہ ہوا۔ جہاں وہ ایک بڑی مدت سے مقیم تھے۔ امام شعرانی کا مرتبہ اہل علم اور اہل عرفان کی نظر میں یکساں بلند ہے۔ یہ حضرت ابوالحسن الشاذلی کے سلسلۂ شاذلیہ میں منسلک تھے۔ لیکن خود اپنی جگہ پر اس قدر مرجع خلائق تھے کہ ان سے تصوف کا نیا سلسلہ شعرادیہ وجود میں آیا۔ یہ بہت بڑے اور مقبول مصنف تھے۔ انھوں نے فنون طب، نحو، فقہ اور تصوف میں متعدد کتابیں لکھی ہیں اور ان کی تمام کتابیں اہل علم کے نزدیک مقبول ہیں۔

ان کی مصنفہ کتابوں میں ایک اہم کتاب "الطبقات الکبریٰ" صوفیائے کرام کا تذکرہ ہے۔ یہ کتاب جو اس وقت آپ کے سامنے ہے یہ اسی مقبول و معروف کتاب طبقات کبریٰ کا اردو ترجمہ ہے۔ ترجمہ کرنے والے بزرگ خود بڑے صاحب علم و عرفان اور نامی گرامی صاحب قلم تھے، مولوی عبدالغنی صاحب موضع اتھانواں ضلع پٹنہ صوبہ بہار کے مشہور خانوادہ سیادت کے رکن رکین تھے۔ علاوہ علوم متداولہ کے تصوف و عرفان میں بھی بڑا درجہ رکھتے تھے۔ اور فن حساب اور جدید علم معیشت میں بھی بڑی ماہرانہ نظر کے مالک تھے، یہ دولت آصفیہ حیدرآباد دکن میں محکمہ حساب کے بڑے سے بڑے عہدوں پر اور بالآخر صدر محاسب (اکاؤنٹنٹ جنرل) کے عہدے پر فائز رہے اور اسی عہدہ سے وظیفۂ حسن خدمت پر علیحدہ ہوئے، انھوں نے متعدد کتابوں کے ترجمے کیے۔ اور بعض کتابیں خود تصنیف بھی کی ہیں۔

مولوی عبدالغنی صاحب مرحوم کے دو نامی گرامی فرزند مولوی سید محی الدین صاحب بیرسٹرایٹ لا، اور مولوی سید تقی الدین صاحب ڈپٹی سکریٹری نے ابھی حال ہی میں بمقام کراچی و لاہور انتقال کیا ہے۔ اور ان کے فاضل نواسے سید آفتاب حسن صاحب سابق پرنسپل اردو کالج و حال ناظم دارالترجمہ کراچی یونیورسٹی الحمدللہ کہ علمی و تعلیمی خدمات میں انہماک کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ یہ کتاب ۱۹۱۰ء میں بمقام آگرہ چھپی تھی اور اب کمیاب ہی نہیں، بلکہ نایاب ہو چکی تھی۔ بڑی تلاش اور جستجو کے بعد جناب صوفی عبدالرحیم صاحب مالک دکن دارالاشاعت حیدرآباد کالونی کراچی نے یہ گرانمایہ کتاب مجھے فراہم کر کے دی۔ میں صوفی صاحب کا تہِ دل سے شکر گذار ہوں وہ اگر کرم نہ فرماتے تو یہ علم و عرفان کا بیش بہا شاہکار شائع کرنے کی سعادت سے محروم رہتا۔

ہم امید کرتے ہیں کہ اس کتاب کو وہی حسن قبول حاصل ہوگا جس کی یہ مستحق ہے۔

دیباچہ مُترجم

سُبحانَکَ لَا عِلمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمتَنَا اِنَّکَ اَنتَ العَلِیمُ الحَکِیمُ ○
مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا حَولَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ العَلِیِّ العَظِیمِ ○

حمد و مناجات

الٰہی! تیری حمد و ثنا معصوموں اور عارفوں سے تو بن نہیں پڑتی اس آلودۂ عصیاں وتیرہ دروں سے کیونکر ممکن ہے۔ جناب باری! جن پر تیرا انعام وفضل ہوا ہے اور جن کو تو نے نور ایمان وبصیرت ایقان عطا فرمائی ہے۔ وہ تو محوِ حیرت ہیں۔ پھر یہ حرمان نصیب جو تیرے کوچہ سے بالکل نابلد اور ایمان وایقان سے محض ناآشنا ہے۔ کیونکر تیری حمد و ثنا میں لب کھولنے کی جرأت کر سکتا ہے۔ سُنی سُنائی باتوں اور سیکھی سکھائی عبارتوں کا استعمال کرنا ایک طرح کا دھوکا دینا اور لوگوں کو غلط وہم وگمان میں ڈالنا ہے۔ میں اتنا ہی جانتا ہوں کہ تو ہی ساری ہستی کا موجد اور کل موجودات کا خالق ومالک ہے۔ اس قدر بچپن سے دیکھتا آیا ہوں کہ تیری نعمتیں ہم کو سر سے پاؤں تک گھیرے ہوئے ہیں۔ اور اگر تیری صرف اُنھیں نعمتوں کے شمار کرنے کا ارادہ کیا جائے جو مجھ جیسے ہیچ میرز وکس مپرس بندہ پر مبذول ہوتی ہیں تو عمریں گذر جائیں اور اُن کا احصار نہ ہو سکے۔ ہر کام اور ہر آغاز وانجام میں تیرے ہی وجود کا جلوہ نظر آتا ہے۔ اور ہر گام و ہر قدم پر تیری ہی قدرت کاملہ کا ثبوت ملتا ہے۔ مگر ہائے غفلت اور وائے ضلالت!! کہ ہم تیری طرف نہیں جھکتے۔ تو متنبہ کرتا۔ چونکاتا۔ جگاتا۔ جھنجوڑ جھنجوڑ کر اُٹھاتا اور چھینٹوں پر چھینٹے دیتا ہے۔ مگر ہم ہیں کہ نہ کروٹ لیتے ہیں نہ جاگتے ہیں اور نہ جگانے والے کو خاطر میں لاتے ہیں۔ واہ رے تیرا حلم وکرم کہ تو ہمیشہ درگذر ہی فرماتا اور مہلتوں پر مہلتیں ہی دیئے جاتا اور نہیں اُکتاتا پر نہیں اُکتاتا ہے۔ خداوندا! صدقہ اپنے راز و نیاز اپنے عاشقانِ جاں باز اپنے محبوبان دل نواز وعارفان پاک باز کا اس کور باطن کو چشم بصیرت ونور معرفت عطا فرما۔ اور اپنا پاک ومقدس نام لینے اور اپنی حمد و ثنا کرنے کے قابل بنا۔

نعت

جس طرح بجا آوری حکم وامتثال امر سے خداوند جل وعلیٰ کی حمد کا قصد کیا گیا۔ اُسی طرح صرف اظہار اسلام وادعائے ایمان کے لئے نعت لکھنے کا بھی ارادہ کیا جاتا ہے۔ ورنہ کہاں بارگاہ نبوت ورسالت اور کہاں یہ غرق دریائے معصیت وضلالت! کس منہ سے اُس رحمۃ للعالمین۔ شفیع المذنبین مقصود ایجاد اولین وآخرین کا مطہر ومقدس نام زبان پر لاؤں۔ کثرت غیبت وسخنان لایعنی سے وہ اس قابل

کہاں ہے کہ اس کی طرف توجہ کی جائے ؎

ہزار بار بشویم زبان بمشک و گلاب — ہنوز نام تو بردن کمال بے ادبی است

صرف اُس عالی جناب گردوں رکاب کے رؤف الرحیم ہونے پر تکیہ کر کے اُس نام نامی سے اس دیباچہ کو مشرف کرتا ہوں ؎

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِیْ — لٰکِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدٍ

(ترجمہ) کب میں نے کی ہے مدح محمد کلام سے — عزت ہوئی کلام کی اُس پاک نام سے

بار الٰہی! جس طرح تیرے جان و دل، حواس و عقل، فہم و نطق اور زبان و بیان عطا فرمانے کا شکر ادا کرنا محالات میں سے ہے۔ کیونکہ وہ انھیں آلات سے ادا کیا جائے گا اور یہ سب مع توفیق و ارادہ کے تیرے ہی ہیں۔ اُسی طرح ایسے ہادیٔ برحق رسول مطلق، مومنوں کی بھلائی پر حریص اور اُن پر سارے جہان سے زیادہ رافت و رحمت کرنے والے کے بھیجنے کا شکر ادا کرنا انسان کے امکان سے خارج ہے۔ اس لئے کہ انھیں کی بے مثل تعلیم سے ہم نے تجھکو جانا اور ان کو ہادی و پیشوا مانا۔ انسان ضعیف البنیان نہ اُن کے اوصاف کو کما حقہ سمجھ سکتا ہے اور نہ تیرے غیر متناہی احسان پر حاوی ہو سکتا ہے۔ صرف ایسا ہی جامع کمال بنی تیری عظمت و جبروت و قدرت کو کچھ سمجھ سکتا ہے۔ اور محض تیری ہی قدرت مطلق اور تیرا ہی علم کامل و محیط اُن کمالات کا احاطہ کر سکتا ہے جو تو نے اُن میں ودیعت رکھے ہیں ؎

محمد سے صفت پوچھو خدا کی — خدا سے پوچھئے شانِ محمد

صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وسلم۔

عرض حال اللہ تعالیٰ نے اس ناچیز کو لڑکپن سے کتب بینی کا شوق دیا اور کتابوں ہی کا والہ و شیدا بنایا اور ہر طرح کے اس کے موقعے دیئے۔ لیکن اُردو فارسی عربی اور انگریزی کی بے شمار کتابوں کے دیکھنے کے بعد اس پر یہ عقدہ حل ہوا کہ جو کتابیں کہ روح کو غذا پہنچاتی - اخلاق و عادات کو درست کرتی اور غیر محسوس لیکن یقینی طور پر بد اخلاقی و بد دینی سے نکال کر حسن اخلاق و خدا پرستی کے دل کشا چمنستان کی طرف لے جاتی ہیں وہ تصوف اور صرف تصوف ہی کی کتابیں ہیں۔ اور جن گلدستوں سے مشام جان معطر و معنبر ہوتا ہے۔ وہ صرف اولیاء اللہ کی سوانح عمری اور اُن کی خلوص بھری زندگی کی بامذاق داستانیں ہیں۔ انھیں کے اوراق سے باغ رضوان کی ہوائیں آتی ہیں۔ اور انھیں کی شمیم جانفزا سے دل کی کلیاں کھل جاتی ہیں۔

سبب ترجمہ و اشاعت اسی لئے جب میں نے مصر کے مشہور مصنف و محدث و فقیہ و فقیر غوث الصمدانی قطب ربانی سیدی امام عبدالوہاب جو دو ضخیم جلدوں میں ہے بالاستیعاب مطالعہ کی تو بے اختیار و بے ساختہ اُس کو اُردو میں ترجمہ کرنے کا ارادہ میرے دل میں پیدا ہوا اور اس ارادہ کے اصلی باعث اور قوی اسباب مجھے دو امور نظر آتے (۱) ایک یہ کہ گو اس بے بہا کتاب کے رُبع اوّل میں لاجواب مقدمۃ الکتاب کے سوا جن بندگان دین و ہادیان طریقت کے حالات و مقالات

درج نہیں اُن کے تذکرے تمام کتابوں میں بھرے پڑے ہیں۔ لیکن تقریباً دوثلث کتاب میں جن اولیاء اللہ کا ذکر خیر ہے۔ اُن میں سے اکثر کو اس ملک کے اہل طریقت جانتے بھی نہیں ہیں اور اولیاء اللہ کے جتنے چھوٹے یا بڑے تذکرے اس ملک میں متداول ہیں اُن میں ان بزرگوں کا مطلق ذکر نہیں ہے۔ اس لیے اس کے ترجمہ سے اولیاء اللہ کے تذکروں میں ایک لائق اعتداد قابل قدر اضافہ ہو جائے گا۔ اور جن ابنائے زماں کی روحانی غذا خاصانِ خدا کا ذکر خیر ہے۔ اُن کو ایک نیا خوانِ نعمت مل جائے گا۔ اور جو لوگ کہ کوتاہ نظری کم علمی وقلت وسائل واقفیت کے باعث غیر مانوس روش وغیر معتاد طرز کے فقراء کو دیکھکر اعتراض وانکار سے پیش آتے ہیں۔ اُن کے لئے بہت وسیع معلومات کا میدان پیش نظر ہو جائے گا۔ اور اُن کو سوءظن وسوء عاقبت سے بچائے گا۔ (۲) اور دوسرا امر یہ کہ اس کتاب کے پڑھنے میں جو لطف ومزہ مجھے آیا اور جو ناقابلِ بیان اثر میرے دل پر پڑا اُس نے مجھے مجبور کیا کہ میں اپنے ایسے ہم خیال ہم وطنوں اور ہم مشرب بھائیوں کو بھی جو عربی زبان نہیں جانتے اس روحانی لذت میں شریک کروں اور اس خوان نعمت تک پہنچادوں تاکہ بے شمار ناظرین کتاب میں سے کسی کے تہ دل سے اس گنہگار کے حق میں سچی دعا نکلے اور اس خاکسار کے حق میں کیمیا کا کام کر جائے۔

اگر یہ خیالات غالب نہ ہوتے تو میں تصوف جیسے اعلیٰ وشرف فن کی کتاب کو ہرگز ہاتھ نہ لگاتا۔ اور کبھی اس کوچہ کی طرف جس سے میں محض ناآشنا ہوں قدم بڑھانے پر اقدام نہ کرنا اس لئے کہ کجا میں منہمک دنیائے دوں اور کجا یہ خدائی علم والہٰی فن جس کا مقصود جاننا نہیں بلکہ عمل کرنا ہے۔ اور جو لوگ مجھ سے واقف ہیں وہ میرے اس بیان کی پوری تصدیق کریں گے کہ ؎

دورم از زہد و ورع صد فرسنگ　　　رندیٔ من عیان زسرتا پاست

اور جو مجھے نہیں جانتے اُن سے امید ہے کہ مجھ پر سچائی کا گمان کریں گے۔ اور دروغ گوئی کا الزام نہ دھریں گے۔ البتہ میرا عمل حضرت عمر بن الفارض رعلیہ الرحمۃ کے اس قول پر ہے ؎

فَاِن لَّمْ تَكُنْ مِنْهُمْ فَفِي حُبِّهِمْ بِهِمْ　　　تَشَبَّهْ وَدَادَ الْقَوْمَ كُلَّ الْمَوَدَّةِ

ترجمہ اگر تو انھیں سے نہیں ہو تو اُن کی محبت میں اُن کا بھیس بنا اور اس قوم کو جان ودل سے عزیز رکھ اور جو کچھ میرا سرمایہ ہے وہ یہ ہے کہ ؎

وَاِنَّا لَنَرْجُوْ كُلَّ خَيْرٍ بِحُبِّهِمْ　　　وَاِدْخَالَنَا فِيْهِمْ بِتِلْكَ الْمَحَبَّةِ

(ترجمہ) اور ہم کو اُن کی محبت سے ہر طرح کی بھلائی کی اور یہ امید ہے کہ اسی محبت کے باعث ہم بھی اُن میں داخل کر لئے جاتیں۔ فقط

بالجملہ ایسے ہی خیالات نے جن کا اظہار میں نے کیا مجھے اس پر آمادہ کیا کہ کتاب 'طبقات الکبریٰ' کا جس کا اوپر ذکر ہوا اُردو ترجمہ شائع کروں۔

چنانچہ الحمد للہ کہ چند سال کا عرصہ ہوا کہ پوری کتاب کا ترجمہ اختتام کو پہنچا۔ اگر خداوند تعالیٰ نے اس ترجمہ کو قبولیت کے تاج سے سرفراز فرمایا اور قدر دانوں نے میری اس محنت شاقہ کی قدر کی اور میری

جاں کاہی کی داد دی تو انشاءاللہ تعالیٰ تھوڑے عرصہ میں چاروں حصے یکے بعد دیگرے شائع ہوجائیں گے۔ اور اخیر میں بشرط حیات مستعار امام عبدالوہاب شعرانی کے مبسوط و مفصل حالات زندگی اور پوری کتاب کی ایک جامع فہرست (انڈکس) ہدیہ ناظرین کروں گا۔ کیونکہ مصنف علیہ الرحمہ نے اولیاء اللہ کے تذکروں میں کوئی ترتیب نہیں رکھی ہے نہ ناموں کے حروف تہجی کی اور نہ ولادت یا وفات کے سنوں کی۔ اور میں نے بھی ادباً اُن کی ترتیب کو علیٰ حالہ رہنے دیا ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ اس سے کسی خاص بزرگ کا تذکرہ تلاش کرنے میں کس قدر دشواری و پریشانی ہوگی۔ اس لئے میں ہر ایک حصہ کے ناموں کی ایک فہرست بہ ترتیب حروف تہجی اُسی حصہ کے شروع میں دے رہا ہوں۔

ناظرین ترجمہ سے میں اپنی واقعی ہیچ مدانی و کج مج زبان کا اعتراف کرکے اس کی توقع کرتا ہوں کہ اس آلودہ عصیاں کے حق میں دعائے خیر کریں اور اس کی غلطیوں خطاؤں اور لغزشوں کو جو اس ترجمہ میں ہوئی ہوں معاف کردیں۔

عبدالغنی وارثی

جولائی ۱۹۰۸ء

حیدرآباد۔ دکن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچۂ مصنّف

امام ابوالمواہب عبدالوہاب بن احمد شعرانی حمد و نعت کے بعد کہتے ہیں کہ اس کتاب میں میں نے ایسے اولیاء اللہ کے طبقات کا خلاصہ کیا ہے جن کی پیروی خدائے عزوجل کے طریق میں کی جاتی ہے یعنی صحابہ و تابعین وغیرہم جو نویں صدی ہجری کے آخر تک اور دسویں صدی کے اوائل میں گذرے ہیں اس کی تالیف سے میرا مقصود صرف اس قدر ہے کہ تصوف کے مقامات و احوال کے متعلق اس فرقہ کا طریق سمجھ میں آجائے۔ ان بزرگوں کی جتنی باتیں کہ پیشوایان دین کی کتابوں میں درج ہیں اُن میں سے میں نے صرف وہی منتخب کی ہیں جو حاصل کلام اور جان سخن ہیں اور جن میں یہ اپنی نظیر آپ ہی ہیں۔ اور علیٰ ہذا میں نے اُن کی ابتدا کے وہی حالات بیان کئے ہیں جو مریدوں کے نشاط کا باعث ہوں۔ جیسے بھوک کی شدت۔ بیداری کی کثرت، گم نامی کی محبت اور شہرت سے نفرت وغیرہا۔ یا جن سے شریعت کی تعظیم ثابت ہوتی ہے تاکہ اُن لوگوں کا وہم دفع ہو جو ان بزرگوں کی نسبت یہ خیال رکھتے ہیں کہ جب یہ تصوف پر چلتے ہیں تو شریعت میں سے کچھ ترک کر دیتے ہیں جیسا کہ ابن الجوزی نے امام غزالی بلکہ حضرت جنیدؒ اور حضرت شبلیؓ کی نسبت علانیہ لکھا ہے کہ میں بقسم کہتا ہوں کہ ان بزرگوں نے شریعت کو بالکل ترک کر رکھ دیا ہے۔ اے کاش یہ لوگ صوفی نہ ہوئے ہوتے۔ میں کہتا ہوں کہ جب میں فقیروں سے ملا اور اُن کے طریقہ میں مشغول ہوا تو میرے ہم عصروں نے مجھے بھی ایسا ہی کہا۔

اور میرا گمان یہ ہے کہ اس جماعت کی باتوں کا صرف لُبِّ لباب ہی چھانٹ لینے کا جو التزام میں نے کیا ہے اس کا میرے سوا اور کسی نے اپنے طبقات میں خیال ہی نہیں رکھا ہے۔ دوسرے لوگوں کو صوفیوں کی جو باتیں اور حالتیں ہاتھ آئیں اُن سب کو انھوں نے حوالۂ قلم کر دیا اور کوئی فرق نہیں کیا کہ اُن کی کونسی باتیں اور حالتیں بدایت کی ہیں اور کون سی درمیانی اور انتہائی زمانہ کی۔ حالانکہ ان لوگوں کی چُنی ہوئی باتیں لکھنے میں فائدہ یہ ہے کہ جس کو ان لوگوں پر سچا عقیدہ ہوگا اور اُن کی باتوں کو دل سے مانے گا وہ اُن کے راستہ سے قریب ہو جائے گا۔ اس لئے کہ سچا مرید وہی ہے جو اپنے پیر سے کسی بات کو سُن کر جب اُس پر جزم و یقین کے ساتھ عمل کرے۔ تو اُس امر میں پیر کے برابر ہو جاتے اور پیر کو مرید پر اس کے سوا اور کوئی فوقیت نہ رہے کہ یہ نعمت اس کے ذریعہ سے اُسے ملی۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں نے کہا ہے کہ مرید کا آغاز اُس کے پیر کا انجام ہے۔ کیونکہ پیر اپنی آخر عمر میں جو کچھ کہتا اور کرتا ہے وہ اُس کی ساری عمر کی

ریاضتوں کا نتیجہ اور ثمرہ ہوتا ہے۔

میں نے اس کتاب کے لکھنے میں محدثین کا طرز اختیار کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جو حکایتیں اور باتیں کہ مستند کتابوں میں جیسے امام قشیری کے رسالہ اور ابونعیم کی حلیہ میں مذکور ہیں اور انھوں نے اُن کی سند کے صحیح ہونے کی تصریح کردی ہے۔ اُن کو میں یقین کے الفاظ سے شروع کرتا ہوں اور علیٰ ہذا جن باتوں کو پیرانِ متکلمین میں سے کسی نے احکام طریقت کے استدلال میں پیش کیا ہے۔ اُن کو بھی میں یقینی الفاظ سے لکھتا ہوں۔ اس لئے کہ اُن کا دلیل میں پیش کرنا خود اُس کی سند کے اُن کے نزدیک صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ اور جو امور کہ ان دو طریقوں کے سوا اور طرز پر معلوم ہوئے ہیں اُن کو میں ایسی عبارت سے شروع کرتا ہوں جس سے اُس کا ضعیف ہونا پایا جائے جیسے "نقل ہے" یا "روایت ہے" وغیرہا۔ اور مخفی نہ رہے کہ جو امور کہ اس فرقہ کی کتابوں جیسے عوارف المعارف وغیرہا میں مذکور ہیں وہ صحیح السند کے حکم میں ہیں اس لئے میں اُن کو یقین کے الفاظ سے ذکر کروں گا جیسے علماء کہتے ہیں کہ شرح المھذب میں یوں لکھا ہے اور شرح الروضہ میں اس طرح پر ہے۔

واضح رہے کہ اس کتاب کو میں نے اُن پیران طریقت کے معتدبہ تذکرہ پر ختم کیا ہے۔ جن سے میں دسویں صدی میں ملا اور ایک زمانہ تک اُن کی خدمت کی یا کوئی ادب حاصل کیا۔ میں نے ان لوگوں کی بھی ایسی باتیں اُسی طرح سے زیب خامہ کی ہیں جس طرح بزرگان دین سلف کی اور یہ سب پیرانِ طریقت مصر اور اُس کے علاقہ کے تھے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

بھائیو سُنو! جو کوئی اِس کتاب کو اعتقاد کے ساتھ پڑھے گا اور اس کے مضامین کو سنے گا وہ گویا اُن کل اولیاء اللہ کا زمانہ پائے گا اور اُن کا کلام سُنے گا جن کا تذکرہ اس میں ہے۔ اس لئے کہ پیر سے نہ ملنا اُس کی محبت اور صحبت کا مانع نہیں ہے۔ کیونکہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین کے ساتھ محبت ہے۔ حالانکہ نہ ہم نے اُن کو دیکھا اور نہ اُن کا زمانہ پایا ہے۔ مگر ہم نے اُن کے اقوال سے فائدہ اٹھایا ہے اور اُن کے افعال کی پیروی کی ہے۔ جیسا کہ مشاہدہ بتلا رہا ہے بات یہ ہے کہ جب معتقدات کی صورتیں دل میں نقش ہو جاتی ہیں اور صاف نظر آنے لگتی ہیں تو اشخاص کی صورتوں کے مشاہدہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ ایک اور بات جتلا دینے کی یہ بھی ہے کہ جو شخص اس قسم کی کتابیں دیکھے اور اُس کے دل میں خدائے عزوجل کے طریق کا میلان و شوق نہ پیدا ہو تو وہ مُردوں کے شمار میں ہے۔ والسلام۔

اور میں نے اس کتاب کا نام **لواقح الانوار فی طبقات الاخیار** رکھا ہے۔ اور اس کو ایک مقدمہ سے شروع کیا ہے۔ جس سے اس فرقہ کی نسبت ناظرین کا اعتقاد اور بھی زیادہ ہو جائے گا اور وہ منکروں کو ترچھی نظروں سے دیکھنے لگیں گے۔ کیونکہ اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ہر زمانہ میں اس فرقہ سے انکار ہوتا چلا آیا ہے۔ جس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ ان کا ذوق اس قدر بلند ہے کہ بہت سی عقلیں وہاں تک پہنچ نہیں سکتیں۔ مگر اس سے اُن کے کمالات میں کچھ فرق نہیں آ سکتا جیسا

کہ ناقوس کی آواز سے پہاڑ میں کچھ تغیر نہیں آتا۔ اس کتاب کی فضیلت کے لئے کیا یہ کچھ کم ہے۔ کہ باوجود اس قدر قلیل ضخامت کے اہل طریقت کی فقہ کا بڑا حصہ اس میں موجود ہے۔ درحقیقت اہل طریقت اور اُن کے پیرووں کے تمام نصوص اس میں اُسی طرح درج ہیں جس طرح کتاب الروضہ میں مذہب شافعی رضی اللہ عنہ کے نصوص۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو خالصًا اپنے ہی لئے قبول فرمائے اور اس سے مؤلف دکاتب اور سننے والوں اور دیکھنے والوں کو فائدہ پہنچائے وہی قریب ومجیب ہے۔

مقدمۂ مُصنّف

صوفیوں کا طریق کتاب وسنت سے متحکم اور اخلاقِ انبیا واصفیا کے سلوک پر مبنی ہے ۔ اور جب تک کہ صرف صریح قرآن یا سنّت یا اجماع کے مخالف نہ ہو بُرا نہیں ہو سکتا ۔ اور جب اِن چیزوں کے مخالف نہیں ہے تو زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک خاص قسم کی سمجھ ہے جو ایک مسلمان کو عطا ہوئی ہے جس کا جی چاہے اُس پر عمل کرے اور جس کا جی چاہے اُس کو ترک کرے اور اس صورت میں انکار کا باعث بدظنی اور اُن پر الزام ریا لگانے کے سوا اور کچھ نہیں رہتا ۔ اور شرع کی روسے یہ جائز نہیں ۔

علم تصوف کی تعریف علم تصوف اُس علم کا نام ہے جو ولیوں کے دلوں میں اُس وقت ظہور پذیر ہوتا ہے جب کتاب وسنت پر عمل کرنے سے وہ مُنور ہو جاتے ہیں ۔ پس جو کوئی اِن دونوں پر عمل کرے گا اُس پر اِس سے ایسے علوم ادب واسرار وحقائق منکشف ہو جائیں گے ۔ جن کے بیان سے زبان عاجز ہے ۔ اِس کی مثال ویسی ہی ہے کہ جب علماء شریعت اپنے علم پر جو اُن کو شریعت کے احکام کا ہے عمل کرتے ہیں تو اُن پر اُس کے احکام روشن ہو جاتے ہیں ۔ اس لئے تصوف اِس کے سوا اور کچھ نہیں کہ احکام شریعت پر بندہ کے عمل کرنے کا ماحصل ہے ۔ بشرطیکہ اُس کا عمل علتوں اور نفس کی لذتوں سے پاک ہو جیسا کہ علم معانی و بیان علم نحو کا لبّ لُباب ہے ۔ اس بنا پر جس نے تصوف کو مستقل علم قرار دیا ہے وہ بھی سچا ہے ۔ اور جس نے اِس کو خود احکام شریعت ہی کہا ہے وہ بھی سچا ہے ۔ جیسا کہ علم معانی و بیان کو جداگانہ علم کہنے والے اور علم نحو میں داخل کرنے والے دونوں راستی پر ہیں ۔ البتہ اُس کا پتہ کہ تصوف کی نہر شریعت ہی کے چشمہ سے نکلی ہے صرف اُسی کو لگ سکتا ہے ۔ جس کو شریعت کے علم میں ایسا تبحر ہو کہ اُس کی تہ کو پہنچ گیا ہو ۔

طریقت شریعت سے باہر نہیں ہے پھر جب بندہ صوفیوں کے طریق میں داخل ہوتا اور شریعت کے علم میں اُس کو تبحر ہو جاتا ہے تو اُس وقت اُس کو اللہ تعالیٰ احکام ظاہری کے مشابہ احکام ٹھیک حد پر استنباط کرنے کی قوت عطا فرماتا ہے تب وہ طریقت میں واجبات مستحبات آداب محرمات مکروہات اور خلاف اولیٰ اُسی کے مشابہ استنباط کرتا ہے ۔ جس طرح کہ مجتہدوں نے کیا ہے ۔ اور مجتہد کا اپنے اجتہاد سے کسی ایسی چیز کو واجب قرار دینا جس کے واجب ہونے کی صراحت شریعت میں نہیں ہے اُس سے زیادہ رتبہ نہیں رکھتا جو طریقت کے کسی ایسے حکم کو جس کے وجوب کی تصریح شرع میں نہیں ہے

ولی اللہ کا واجب قرار دینا رکھتا ہے ۔ جیسا کہ امام یافعی وغیرہ نے صاف لکھا ہے ۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ وہ سب کے سب شرع میں قابل اعتماد نہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے لئے چُن لیا ہے ۔ اس لئے جو کوئی باریک بینی سے کام لے گا اُس کو معلوم ہو جائے گا کہ اہل اللہ کے علوم میں سے کوئی شے شریعت کے باہر نہیں ہے ۔ اور جب شریعت ہی اُن کو ہر لحظہ خدا تک پہنچاتی ہے تو اُن کا علم شریعت کے باہر کیونکر ہو سکتا ہے ۔ لیکن جس کو اہل طریقت کی طرف میلان نہیں ہے اُس کا اس امر کو عجیب و غریب سمجھنا کہ تصوف کا علم عین شریعت ہے ۔ اس وجہ سے ہے کہ اُس کو شریعت میں تبحّر نہیں ہے ۔ اسی لئے جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی تردید میں جن کو اُس زمانہ میں یا اُس کے بعد یہ وہم ہو کہ یہ علم شریعت سے باہر ہے کہا ہے کہ ہمارا یہ علم کتاب و سنت سے مستحکم ہے ۔ اور اس فرقہ کا اس پر اتفاق ہے کہ خدائے عزوجل کی راہ میں صدر نشینی کی صلاحیت اُسی کو ہوتی ہے جس کو شریعت اور اُس کے معنی و مفہوم ۔ خاص و عام ۔ ناسخ و منسوخ کے علم میں تبحر ہو اور لغت عرب میں بھی اس قدر مہارت ہو کہ اُس کے مجازات و استعارات وغیرہا کو پہچانتا ہو ۔ لہٰذا ہر صوفی فقیہ ہے اور ہر فقیہ صوفی نہیں ہے ۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ صوفیوں کے احوال کو وہی بُرا سمجھے گا جو اُن کا حال نہیں جانتا ۔

صوفیوں کا مرتبہ

امام قُشیری کہتے ہیں کہ دورِ اسلام میں کوئی زمانہ ایسا نہیں گذرا ہے کہ اُس میں اس فرقہ کا شیخ موجود ہو اور اُس زمانہ کے علماء کے اماموں نے اُس شیخ کے آگے گردن نہ جھکائی ہو اور اُس سے بہ عاجزی پیش نہ آئے ہوں اور برکت حاصل نہ کی ہو ۔ اور اگر ان کو یہ فضیلت و خصوصیت حاصل نہ ہوتی تو معاملہ اس کے برعکس ہوتا ۔

میں کہتا ہوں کہ اس فرقہ کی فضیلت کے لئے ہم کو یہی کافی ہے کہ جس وقت امام احمد حنبل نے امام شافعی سے یہ پوچھنا چاہا کہ اُس شخص کا کیا حکم ہے جو نماز میں یہ بھول جائے کہ وہ کونسی نماز پڑھ رہا ہے تو امام شافعی نے حضرت شیبان راعی کے قول کو مان لیا ۔ اور علیٰ ہذا امام احمد حنبل نے حضرت شیبان کے سامنے اُس وقت سر جُھکا دیا جب اُنھوں نے کہا کہ ایسا شخص خدائے عزوجل سے غافل ہے ۔ اس لئے اس کی پاداش یہ ہے کہ اس کی تادیب کی جائے ۔ اور اسی طرح امام احمد حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ابو حمزہ بغدادی صوفی پر اعتقاد لانا اور اُن کے پاس دقیق مسائل کا بھیجنا اور یہ کہنا کہ اے صوفی تم اِس مسئلہ میں کیا کہتے ہو (جیسا کہ عنقریب ابو حمزہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے حال میں آئے گا) ہمارے لئے کافی ہے ۔ اس لئے کہ فرقۂ صوفیہ کی اس سے غایت درجہ کی تعریف نکلتی ہے کہ جو چیز امام احمد کی سمجھ میں نہ آتے اُس کو ابو حمزہ سمجھ جائیں ۔ اور ایسا ہی ابو العباس بن شریح کا حضرت جنیدؒ پر اعتقاد لانا ۔ یعنی جب وہ ان کے پاس حاضر ہوتے تو کہنے لگے کہ جو کچھ جنیدؒ کہتے ہیں اُس کو تو میں جانتا نہیں ۔ لیکن اُن کے کلام میں ایک رُعب پایا جاتا ہے جو اہل باطل کا رعب نہیں ہے ۔ ہمارے لئے بس کرتا ہے ۔ اور علیٰ ہذا جس وقت امام ابو عمران نے حیض کے مسائل میں حضرت شبلیؒ کا امتحان لیا اور اُنھوں نے ساٹھ باتیں ایسی بتائیں جو ابو عمران کو معلوم نہ تھیں ۔ ابو عمران کا حضرت شبلیؒ کے آگے سپر ڈال دینا ہمارے لئے کفایت کرتا ہے ۔ اور شیخ قطب الدین ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نقل

کی ہے کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بیٹے کو رغبت دلایا کرتے تھے کہ اپنے زمانہ کے صوفیوں کے پاس جایا کرو اور کہا کرتے تھے کہ یہ لوگ خلوص میں جس درجہ تک پہنچے ہیں وہاں تک تم نہیں پہنچے۔ امام قشیری نے اپنے رسالہ میں اور امام عبداللہ بن اسعد یافعی نے اپنی کتاب روض الریاحین میں اور دوسرے اہل طریقت نے اس فرقہ کی مدح اور ان کے طریق پر بڑی شرح وبسط سے تقریریں کی ہیں اور ان کی کتابیں ایسے مضامین سے بھری پڑی ہیں۔

اولیاء اللہ کو بُرا کہنا

امام ابوتراب نخشبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس میدان کے ایک مرد تھے کہا کرتے تھے کہ بندہ جب خدا سے روگردانی کا خوگر ہوجاتا ہے تو اولیاء اللہ کی بدگوئی اُس کی مونس بن جاتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے اپنے پیرومرشد شیخ الاسلام حضرت ابو یحییٰ زکریا انصاری کو کہتے سُنا کہ جب فقیہ کو اس فرقہ کے احوال اور اُن کی اصطلاحات سے واقفیت نہ ہو تو وہ برہنہ پا فقیہ ہے۔ اور اُن کو اکثر یہ کہتے بھی سُنا ہے کہ خوش اعتقادی سعادت اور بداعتقادی شقاوت ہے۔ اور ہمارے شیخ شیخ محمد مغربی شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے کہ اپنے بزرگوں کا راستہ صوفیوں سے پوچھو گو وہ تھوڑے ہوں اور جو لوگ اُن کے طریق سے ناواقف ہیں اُن سے بچے رہو گو وہ بہت ہوں اور علم تصوف کے شرف کو موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضرؑ سے یہ درخواست کرنا بس کرتا ہے کہ "آپ اجازت دیں تو میں آپ کے ساتھ رہوں بشرطیکہ جو علم (لدنی منجانب اللہ) آپ کو سکھایا گیا ہے اُس میں سے کچھ آپ مجھکو بھی سکھادیں" اور علم حقیقت کی طلب کے واجب ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ آیت ہے۔ جیسا کہ علم شریعت کی جستجو واجب ہے اور ہر شخص اپنے مقام کی بات کرتا ہے۔ انتہیٰ۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے ایک رسالہ دیکھا ہے جو حضرت محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ نے امام فخرالدین رازی صاحب تفسیر کبیر کو لکھکر بھیجا تھا۔ اس میں اُنھوں نے امام صاحب کے درجہ کا علم میں کمتر ہونا بیان کیا ہے۔ حالانکہ امام فخرالدین رازی کا شمار اُن علماء میں ہے جن پر علوم (اسلامیہ) کی ریاست ختم ہوتی ہے۔ اس رسالہ میں لکھا ہے کہ:۔

علوم باطنیہ وظاہریہ کا فرق

میرے بھائی خدا ہم کو تم کو توفیق عطا فرمائے سنو! کوئی شخص ہمارے نزدیک علم کے مقام میں کامل نہیں ہوتا جب تک کہ اُس کا علم بغیر واسطہ نقل یا اُستاد کے خدائے عزوجل کی طرف سے نہ ہو۔ کیونکہ جس کا علم نقل یا اُستاد سے حاصل ہوتا ہے وہ برابر نوپیدا چیزوں سے لیتا ہے اور اللہ والے لوگ اُس کو خالی از علت نہیں سمجھتے۔ اور جس نے نوپیدا چیزوں اور اُن کی شناخت میں عمر گنوائی اس نے اپنا حصہ خدائے عزوجل کے پاس کا کھودیا۔ اس لئے کہ آدمی اُن علوم میں جو نوپیدا چیزوں سے علاقہ رکھتے ہیں اپنی عمر کو فنا کرتا ہے اور اُن کی حقیقت کو نہیں پہنچتا۔ بھائی جان! اگر

لہ یہ سورہ کہف (پارہ ۱۵۔ رکوع ۲۱) کی چھیاسٹھویں آیت کا ترجمہ ہے۔ مصنف کا استدلال اس بنا پر ہے کہ صوفیوں کے نزدیک اور مذہب محقق کے مطابق خضر علیہ السلام ولی ہیں نبی نہیں۔ اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام انبیاء اولوالعزم میں سے اور رسول تھے ۱۲ مترجم۔

تم اہل اللہ میں سے کسی شیخ کے ہاتھ پر بیعت کرکے سلوک اختیار کرتے تو وہ تم کو حق تعالیٰ کی درگاہ شہود تک پہنچا دیتا۔ اور وہاں سے تم اشیاء کا صحیح علم الہام کے طریقہ سے حاصل کرتے۔ جس میں نہ مشقت ہے نہ ماندگی ہے نہ بے خوابی ہے جیسا کہ خضر علیہ السلام نے حاصل کیا ہے۔ اور علم ہے تو وہی ہے جو کشف وشہود سے حاصل ہو نہ کہ وہ جو نظر وفکر اور گمان وقیاس سے اور شیخ کامل حضرت ابویزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانہ کے علماء کو کہا کرتے تھے کہ تم نے اپنے علوم رسمی عالموں سے یعنی مُردوں نے مُردوں سے حاصل کئے ہیں اور ہم نے اپنے علوم اُس زندۂ جاوید سے اخذ کئے ہیں جو مرنے والا نہیں ہے۔ اور اے بھائی تم کو چاہیئے کہ علوم میں سے اُسی علم کی جستجو میں رہو جس سے تمھاری ذات کامل ہو اور جہاں تم جاؤ تمھارے ساتھ رہے۔ اور ایسا علم صرف وہی ہے جو اللہ تعالیٰ سے علاقہ رکھتا اور وہب ومشاہدہ کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ مثلاً علم طب ہے کہ اس کی ضرورت اُسی عالم میں ہے جہاں رُوگ اور دُکھ ہے اور جب تم اُس عالم میں انتقال کروگے۔ جہاں دُکھ درد ہی نہیں ہے تو وہاں اس علم کے ذریعہ سے کس کا علاج کروگے۔ اس سے اے بھائی تم کو معلوم ہو گیا کہ عقل والے کو صرف وہی علم حاصل کرنا چاہیئے جو اُس کے ساتھ عالم برزخ تک جائے نہ کہ وہ جو عالم آخرت کے سفر کے وقت ساتھ چھوڑ دے۔ اور آدمی کے ساتھ جانے والے صرف دوہی علم ہیں۔ ایک تو خدائے عزوجل کا علم۔ اور دوسرا معاملات آخرت کا علم۔ تاکہ اُس عالم میں جو تجلیات واقع ہوں اُن کا انکار نہ کر بیٹھے اور جب حق کی تجلی اُس پر ہو تو نعوذ باللہ منک (تجھ سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں) نہ کہدے جیسا کہ وارد ہوا ہے۔ اس لئے اے بھائی یہ ضرور ہے کہ اسی عالم میں یہ دونوں علم تم پر کھُل جائیں تاکہ ان کا پھل تم کو اُس عالم میں ملے۔ اور اس عالم کے اُنھیں علوم کو لو۔ جن کی ضرورت اہل اللہ کی اصطلاح کے مطابق خدا کی طرف جانے کے راستہ میں پیش آئے۔ اور اُن دونوں علموں کا انکشاف صرف خلوت ریاضت مشاہدہ اور جذب الٰہی کے ذریعہ سے ہوسکتا ہے۔ اے بھائی میں چاہتا تھا کہ تمھارے لئے خلوت اور اُس کے شرائط اور اُن تجلیات کا جو تم کو خلوت میں نظر آئیں ترتیب وار تھوڑا تھوڑا کرکے ذکر کروں۔ لیکن مخالفت زمانہ نے مجھے اس ارادہ سے باز رکھا۔ مخالفت زمانہ سے میری مراد وہ اشخاص ہیں جن کو اسرار شریعت کی سمجھ نہیں ہے اور جن کا طریقہ لڑنا جھگڑنا ہے۔ یہاں تک کہ ایسے لوگ جتنی چیزوں سے ناواقف ہوتے ہیں سب سے انکار کرتے ہیں۔ اور تعصب اور نام ونمود سردار بننے اور دین کے ذریعہ سے دنیا حاصل کرنے کی محبت نے اُن کو اہل اللہ پر اعتقاد لانے اور اِن کی بزرگی کو ماننے سے روک رکھا ہے انتہیٰ (رسالہ کی عبارت ختم ہوئی)

صوفیوں کے علوم تک پہنچنے کا راستہ

حضرت محی الدین ابن العربی نے فتوحات اور اپنی دوسری کتابوں میں لکھا ہے کہ صوفیوں کے علم تک پہنچنے کا راستہ ایمان وتقویٰ ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔[1] اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو ہم آسمان

---

[1] دیکھو سورہ اعراف کی آیت ۹۱ پارہ ۹۔ رکوع ۲۔

اور زمین کی برکتوں کو ان پر کھول دیتے" یعنی ہم اُن کو اُن علوم پر مطلع کر دیتے جو علویات سفلیات اور جبروت کے اسرار اور مُلک و ملکوت کے انوار سے علاقہ رکھتے ہیں۔ اور اللہ نے فرمایا ہے "اور جو شخص[۱] خدا سے ڈرتا ہے گا خدا اُس کے لئے نجات کی شکل نکال دے گا اور اُس کو وہاں سے رزق پہنچائے گا جدھر سے اُس کو گمان بھی نہ تھا" اور رزق کی دو قسمیں ہیں روحانی و جسمانی۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اور اللہ[۲] سے ڈرو اور اللہ تم کو سکھاتا ہے" یعنی تم کو وہ باتیں بتلائے گا جن کو تم وسائط کے ذریعہ سے نہیں جانتے اور وہ علوم الٰہیہ ہیں اور اسی لئے تعلیم کی نسبت اسم اللہ کی طرف ہے جو ذات پر دلالت کرتا اور اسمار و افعال و صفات کا جامع ہے۔ پھر حضرت موصوف لکھتے ہیں کہ اے بھائی اس لئے تم پر لازم ہے کہ اِس گروہ کی تصدیق اور اِن کے آگے سرِ تسلیم خم کرو۔

کتاب و سنت کے معنی جو صوفیہ بیان کرتے ہیں

اور یہ لوگ کتاب و سنت کے جو معنی و مطلب بیان کرتے ہیں اُس کی نسبت یہ وہم نہ کرو کہ یہ اُن کو ظاہر سے پھیر دیتے ہیں۔ بلکہ بات یہ ہے کہ ظاہر آیت و حدیث کے معنی و مطلب لوگوں کی سمجھ اور اُس کے تفاوت کے اعتبار سے ہوا کرتے ہیں۔ پس بعض معنی ایسے ہیں جن کے لئے آیت و حدیث آئی ہے اور زبان کی عام بول چال کی رو سے اُس پر دلالت بھی کرتی ہے اور اُس میں دوسرے باطنی معانی و مطالب بھی ہیں جو اس آیت و حدیث کو پڑھتے وقت اُس شخص پر منکشف ہوتے ہیں جس پر اللہ اُن کو منکشف فرماتا ہے۔ کیونکہ حدیث نبوی میں آیا ہے کہ ہر آیت کا ظاہر باطن حد اور مطلع ساٹھ بطن اور نشتر تک ہے۔ لہٰذا ظاہر تو وہ ہے جو بے تکلف سمجھ میں آتا فوراً قبول کر لیا جاتا اور اُن مفید علوم میں سے ہے جن کے ذریعہ سے اعمال صالحہ کیے جاتے ہیں۔ اور باطن معارف الٰہیہ ہیں۔ اور مطلع وہ مفہوم ہے جس میں ظاہر و باطن ایک ہو جاتے ہیں۔ اور وہ شہود کلی ذاتی کا راستہ ہوتا ہے۔ جان برادر! اس کو سمجھو اور ایسے معنوں کو جو عوام کی سمجھ سے باہر ہیں اس شریف گروہ سے حاصل کرنے میں کج بحث لوگوں کے معارضہ کے سبب سے نہ رُکو ان کا یہ معارضہ صحیح نہیں ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا احالہ یعنی پھیر کر دوسری طرف لے جانا ہے۔ کیونکہ یہ احالہ نہیں ہے۔ احالہ تو اُس صورت میں ہوتا جب وہ کہتے کہ اُس آیت و حدیث کے اُس کے سوا جو ہم کہتے ہیں کوئی اور معنی ہی نہیں ہیں۔ حالانکہ وہ یہ نہیں کہتے۔ بلکہ ظاہر کو ظاہر پر رہنے دیتے اور اُن کے موضوعات کو اُن سے مراد لیتے ہیں اور جو معنی و مطلب کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحم و احسان سے اُن کے دلوں میں ڈال دیتا اور اُن کی فہموں پر کھول دیتا ہے اُس کو بھی سمجھ لیتے ہیں۔ اور یہ فرقہ جہاں کہیں کھول دینے کا لفظ اس طور سے استعمال کرتا ہے وہاں اُس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کتاب عزیز و احادیث شریف لائے ہیں اُس کے بھید کے متعلق نفس یا قلب یا روح کو پردہ دور جائے۔ اس لئے کہ ولی کبھی نئی شریعت نہیں لاتا

---

۱ دیکھو سورۂ طلاق (پارہ ۲۸ - رکوع ۱۷) کی دوسری اور تیسری آیتیں ۱۲

۲ دیکھو سورۂ بقرہ (پارہ ۳ - رکوع ۷) کی آیت ۲۸۲ ۱۲

وہ تو کتاب و سنت کے متعلق ایسی نئی سمجھ لاتا ہے جو اس سے پہلے کسی کو حاصل نہ ہوئی تھی اور اسی لئے جس کو اہل طریقت پر ایمان نہیں ہوتا وہ اُس کو نہایت ہی عجیب و غریب سمجھتا اور مذمت کی راہ سے کہتا ہے کہ یہ تو ایسی بات ہے جو کسی نے نہیں کہی تھی۔ حالانکہ مناسب یہ تھا کہ اُس کو اعتقاد کی راہ سے قبول کر اُس کے کہنے والے سے فائدہ حاصل کرتا۔ اور جس شخص کی شان انکار کی ہوتی ہے وہ اپنے زمانہ کے اولیاء میں سے کسی سے فائدہ نہیں اُٹھاتا اُس کے حق میں یہ کُھلا ہوا گھاٹا کیا کم ہے۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ سننے والا کہنے والے کی مراد کی ضد سمجھ لیتا ہے۔ جیسا کہ علماء بغداد میں سے ایک شخص پر یہ واقعہ گذرا کہ وہ ایک روز جامع مسجد کو جا رہا تھا کہ ایک شرابی نے اس مضمون کے دو شعر پڑھے ؎

شبِ برات کے جب بیس دن گذر جائیں   شبینہ جام کا دن تک نہ تار ٹوٹنے پائے

جو چھوٹے جام ہوں اُن سے نہ لینا ہرگز کام   کہ وقت تنگ ہے ایسا نہ ہو کہ ضائع جائے

اِن کو سُن کر وہ دیوانہ وار میدانوں میں بھاگتا ہوا مکہ تک چلا گیا اور جب تک اُس کو موت نہ آئی برابر اسی حال میں رہا۔ اسی لئے اشعار و غزل کے سُننے سے وہی لوگ منع کئے گئے ہیں جو ایسے محجوب ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں کی آنکھیں نہیں کھولی ہیں کیونکہ اگر اُن کی یہ آنکھیں کُھلی ہوں تو صفائے ہمت سے دیکھیں اور چمکتی ہوئی فہم و معرفت کی روشنی کے ساتھ سُنیں اور غیب کے معانی کا اشارہ پائیں اور جس قدر راز پر پہلے سے مطلع ہوں اُس کے مطابق عمدہ ترین پیرایہ کی پیروی کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "ہمارے اُن بندوں کو خوش خبری سُنا دو جو بات کو کان لگا کر سُنتے اور اُس میں سے اچھی باتوں پر چلتے ہیں، یہی تو وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے ہدایت دی ہے اور یہی تو عقل رکھتے ہیں"۔[1]

اولیاء اللہ کے منکرین شیخ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس شریف گروہ کو عوام الناس اور خاص کر جھگڑنے والوں کے ساتھ مبتلا کیا ہے اس لئے بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ ان میں سے کسی کا دل کسی خاص ولی کی تصدیق کی طرف رجوع ہوتا ہو۔ بلکہ وہ تم سے یہی کہے گا کہ ہاں میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء و برگزیدہ موجود ہیں لیکن یہ نہیں معلوم کہ کہاں ہیں پس کوئی ایسا نہ ہوگا جس کا تم ذکر کرو اور وہ اُس کا عیب نکال کر نہ دھر دے اور اُس کے ولی اللہ نہ ہونے پر حجتیں قائم نہ کرے۔ حالانکہ اُس کو یہ نہیں سوجھتا کہ اولیاء اللہ کے صفات اولیاء اللہ ہی پہچان سکتے ہیں۔ پھر جو شخص ولی نہیں ہے وہ کسی شخص کی ولایت کی نفی کہاں سے کرتا ہے۔ یہ تو محض تعصب کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ جیسا کہ ہم اپنے زمانہ میں ابن تیمیہ کا انکار اپنے اور اپنے اُن بھائیوں کی نسبت دیکھ رہے ہیں جو عارفین میں سے ہیں۔ بھائیو جس میں یہ صفت پائی جائے اُس سے پرہیز کرو اور جس طرح خونخوار درندہ سے بھاگتے ہو اُسی طرح اُس کی صحبت سے بھاگو۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم و منت سے ہم کو اور تم کو اولیاء کا سچا سمجھنے والا اور اُن کی کرامات پر ایمان لانے والا بنائے انتہیٰ (شیخ ابوالحسن شاذلی کا قول ختم ہوا) اور موصلی نے کتاب

---

[1] دیکھو سورۂ زمر پارہ ۲۳۔ رکوع ۱۶ کی سترہویں و اٹھارہویں آیتیں۔ ۱۲۔

مناقب الابرار میں فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ دیکھو مُولیوں کی صحبت سے بچتے رہو اس لئے کہ اگر وہ تم کو دوست رکھیں گے تو تمھاری تعریف میں ایسی باتیں بیان کریں گے جو تم میں نہیں ہیں اور اس طور پر تمھارے عیبوں کو تم سے پوشیدہ رکھیں گے اور اگر تم سے عداوت رکھیں گے تو تمھاری مذمت میں ایسے امور ظاہر کریں گے جن سے تم پاک ہو اور لوگ اُن کا کہنا سمجھ لیں گے۔ شیخ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اپنے انبیا و اصفیا کے بارہ میں یہ روش چلی آتی ہے کہ اُن کی ابتدائی حالت میں برابر اور انتہائی حالت میں جب کبھی اُن کا دل اللہ تعالیٰ کے سوا اور کی طرف مائل ہو تو اُن پر مخلوق کو مسلط فرماتا ہے مگر آخر میں جب وہ پورے خدا ہی کے ہو رہتے ہیں تو انھیں کی جیت ہوتی اور میدان اُنھیں کے ہاتھ رہتا ہے (انتہیٰ)۔

اولیاء اللہ کے ابتلا کا سبب

میں کہتا ہوں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مرید سالک پر مخلوق کی طرف رجحان اور اپنی نسبت انکی خوش اعتقادی کے میلان کے ساتھ خلوص اور بارگاہ خداوندی کی طرف جانا سخت دشوار ہوتا ہے۔ اس لئے جب آدمی اُس کو اذیت پہنچاتے اور اُس کی بُرائیاں کرتے اور جھوٹ اور تہمت سے اُس کی ہیٹی کرتے ہیں تو اُس کا نفس اُن سے بھاگتا اور خواہی نخواہی اُس کا میلان اُن کی طرف باقی نہیں رہتا۔ اور تب اُس کا معاملہ اپنے رب کے ساتھ صاف ہو جاتا اور اُس کی توجہ اُس کی طرف ٹھیک ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اُس کے سوا کسی کی طرف اُس کا خیال ہی نہیں جاتا ہے۔ اور پھر اپنی انتہائی سیر کے بعد جب وہ خلق کی رہنمائی کی طرف لوٹتے ہیں تو بُردباری درگذر و عیب پوشی کے خلعت سے سرفراز ہو کر آتے ہیں۔ اس لئے خلق اللہ کی اذیت کو برداشت کرتے اور خدا کے بندوں سے جو کچھ اُس کی نسبت سرزد ہوتا ہے سب پر وہ خدا سے راضی رہتے ہیں۔ اور اس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان اُس کا رُتبہ بلند کرتا ہے۔ اور اُن کے انوار کامل ہوتے ہیں۔ اور جو کچھ تکلیف اُن کو خلق اللہ سے پہنچتی ہے اُس کی برداشت سے رسولوں کی میراث کے سچے مستحق ٹھیرتے ہیں اور اسی سے اُن کے مراتب کا تفاوت ظاہر ہوتا ہے۔ اس لئے کہ آدمی اپنے دین کی مقدار کے مطابق آزمایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "اور ہم نے[1] اِن میں سے امام بنائے تھے کہ ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے اور (یہ منصب امامت اُن کو اُس وقت ملا جب کہ وہ صبر کئے رہے" اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے" اور تم[2] سے پہلے بھی رسول جھٹلائے جا چکے ہیں تو اُنھوں نے لوگوں کے جھٹلانے پر اور اُن کی ایذا دہی پر صبر کیا۔ یہاں تک کہ ہماری مدد اُن کے پاس آ پہنچی" اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کاملین میں سے کوئی دو شہودوں سے خالی نہ ہوگا۔ یا اُس کے قلب میں حق تعالیٰ کا شہود ہوگا پس وہ حق کے ساتھ ہوگا بندوں کی طرف اُس کو التفات ہی نہ ہوگا۔ یا خلق کا شہود ہوگا اور اس صورت میں وہ اُنھیں اللہ تعالیٰ کے بندے پائے گا اور اُن کے آقا کی وجہ سے اُن کی خاطر و مدارات

---

[1] دیکھو سورۂ سجدہ (پارہ ۲۱ - رکوع ۱۶) کی چوبیسویں آیت ۱۲

[2] دیکھو سورۂ انعام (پارہ ۷ - رکوع ۱۰) کی چونتیسویں آیت ۱۲

کرے گا اور اگر وہ فنا فی اللہ کے درجہ میں ہوگا تو ہم کو اس سے بحث نہیں ہے۔ اس لئے کہ فنا کی حالت میں اس سے تکلیف اُٹھ جاتی ہے۔ اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ اولیاء و علماء میں سے جو شخص انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قدم بقدم چلتا ہے اُس کے لئے ضرور ہے کہ ستایا جائے جیسے وہ ستائے گئے تھے۔ اور اس پر طوفان باندھے جائیں جیسے اُن پر باندھے گئے تھے تاکہ جس طرح اُنھوں نے صبر کیا تھا یہ بھی کرے۔ اور خلق اللہ پر رحم کرنے کی عادت کرے۔

ولی کی ولایت پر خلق اللہ کے اختلاف کا سبب

اور سیدی علی خواص کو میں نے کہتے سُنا کہ اگر اللہ کی طرف بُلانے والوں کا کمال اس پر موقوف ہوتا کہ خلق اللہ کا اُس کی تصدیق پر اتفاق ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے پیشتر کے انبیاء سب سے زیادہ اس کے مستحق تھے۔ حالانکہ ایک گروہ نے اُن کی تصدیق کی اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اُن کو سیدھی راہ پر لایا۔ اور باقی اس نعمت سے محروم رہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے انصاف سے اُن کو شقی بنایا۔ اور چونکہ اولیاء و علماء لوگوں کی غم خواری کے مقام میں رسولوں کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ اس لئے اُن کے بارہ میں بھی لوگوں کی دو ٹولیاں ہو جاتی ہیں ایک تو معتقد اور سچا جاننے والی۔ اور دوسری منکر جھٹلانے والی۔ جیسا کہ رسولوں علیہم الصلوٰۃ والسلام کو پیش آتا رہا ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اس سے ان کو اُن کی میراث کا حق دار بنائے۔ پس اُن کی تصدیق اور اُن کے علوم و اسرار کا اعتقاد وہی کریں گے جن کو اللہ تعالیٰ اُن میں شامل کرنا چاہے گا۔ گو وہ ایک زمانہ کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔ اب رہے اُن کے جھٹلانے والے اور انکار کرنے والے تو وہ اُن کی بارگاہ کے نکالے ہوئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اُنھیں اُن کی اس حرکت کے باعث اور بھی دور پھینکتا جاتا ہے۔ اور اولیاء و علماء کے ماننے والے جن پر اللہ تعالیٰ کی عنایت ہوتی ہے لوگوں میں سے تھوڑے ہی اس سبب سے ہوتے ہیں کہ اُن کے طریق سے ناواقفیت کا غلبہ اور غفلت کا زور ہوتا ہے۔ اور اکثر آدمیوں کو اپنے نفس کے رشک و حسد کے باعث کسی شخص کی بزرگی و عظمت بُری لگتی ہے۔ چنانچہ کتاب مجید نے نوح علیہ السلام کی قوم کے بارہ میں اس کو ظاہر کیا ہے۔ "اور جو لوگ[1] ایمان لا چکے ہیں ان سب کو کشتی میں لا دلو) اور اُن کے ساتھ ایمان بھی بس تھوڑے ہی سے لوگ لائے تھے" اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے "مگر اکثر[2] آدمی ایمان نہیں لاتے۔ ولیکن اکثر آدمی نہیں جانتے"۔ اور جناب باری عز اسمہ نے فرمایا ہے۔ "یا[3] تم ایسا خیال کرتے ہو کہ ان میں اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں۔ یہ تو بس چوپایوں کی طرح کے ہیں۔ بلکہ یہ (اُن سے بھی) گئے گذرے ہیں" اور اُن کے سوا اور بھی آیتیں ہیں۔

اولیاء اللہ کے چھپے رہنے کا سبب اور چھپنے کی صورتیں

اور شیخ محی الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ

---

[1] دیکھو سورۂ ھود (پارہ ۱۲۔ رکوع ۴) کی چالیسویں آیت ۱۲۔

[2] قرآن مجید میں بیسیوں جگہ واقع ہے ۱۲

[3] دیکھو سورۂ فرقان (پارہ ۱۹۔ رکوع ۴ کی) چوالیسویں آیت ۱۲۔

عوام الناس کو کہاں نصیب کہ حق تعالیٰ کے اُن اسرار کو سمجھ سکیں جو خاص بندوں یعنی اولیاء و انبیاء کے ساتھ ہوتے ہیں اور اُس نور کا تصور کر سکیں جو اُن کے دلوں میں چمکتا ہے۔ اور اسی لئے اللہ تعالیٰ اُن کو اپنی اکثر مخلوق سے پردہ ہی میں رکھتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُن کا بہت بڑا رتبہ ہے۔ اور اگر لوگوں میں ظاہر و عیاں رہتے اور یہ انھیں اذیت دیتے تو یہ اللہ تعالیٰ سے علانیہ جنگ کرتے اور اللہ اُن کو ہلاک کر دیتا۔ اس لئے مخلوق سے اُن کا چھپا کے رکھنا مخلوق کے حق میں رحمت ہے۔ اور اولیاء میں سے جو لوگ کہ خلق پر ظاہر ہوتے ہیں تو ظاہری علم اور اُس کی دلالت کے پائے جانے کی حیثیت سے ظاہر ہوتے ہیں۔ ورنہ رازِ ولایت کی حیثیت سے تو وہ ہمیشہ چھپے ہی رہتے ہیں۔ اور شیخ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ ہر ولی کے لئے ایک یا چند پردے اُس کے مشابہ ہوتے ہیں جو اللہ تعالےٰ کی نسبت منقول ہیں۔ کہ اُس کے ستر حجاب ہیں اور اُس کی معرفت نہیں ہوتی مگر اُن کے باہر سے یہی حال ولیوں کا بھی ہے۔ بعض تو اسباب کے پردہ میں ہوتے ہیں۔ اور بعض ظاہری عزت و رعب و قہر کے پردوں میں۔ یعنی جس کے قلب پر حق تعالیٰ کی جیسی تجلی ہوتی ہے اُسی کے مطابق اُس پر پردہ پڑا رہتا ہے اس سبب سے لوگ کہتے ہیں کہ اِس نفس کے ساتھ ہرگز یہ شخص ولی اللہ نہیں ہو سکتا۔ اور اُس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جب حق تعالیٰ بندہ کے قلب پر قہر کی صفت کے ساتھ تجلی فرماتا ہے تو وہ بندہ قہار ہوتا ہے اور انتقام کی صفت کے ساتھ تو منتقم۔ اور رحمت و شفقت کی صفتوں کے ساتھ تو مشفق و رحیم۔ اور علیٰ ہذا پھر جو ولی کہ عزت و رعب قہر و انتقام کا مظہر ہو کر ظاہر ہوتا ہے اُس کی ہمراہی مریدوں میں سے وہی اختیار کرتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نفس و ہوا سے پاک کر دیا ہے۔ اور ہر زمانہ اور ہر دور میں ایسے اولیاء و علماء ہوتے ہیں جن کے آگے اُس زمانہ کے بادشاہ سر جھکاتے اور جن کی فرماں برداری و اطاعت کرتے ہیں۔ اور ان میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں جو ظاہری علم کے مشغلوں اور ظاہری نقلوں کی گم نامی میں اپنے آپ کو چھپاتے ہیں یہاں تک کہ تم اُن میں اور کم علم طالب علموں میں بمشکل تمیز کر سکتے ہو۔ اور ان میں سے بعض دنیا کی کشاکش میں پڑنے اور حُبِ ریاست جتلانے اور لباس فاخرہ زیب بدن کرنے کے ذریعہ سے اپنے اوپر پردہ ڈالے رہتے ہیں۔ حالانکہ باطن میں بہت ہی بڑے پایہ کے ہوتے ہیں۔ اور بعض کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ بادشاہوں۔ امیروں اور مال داروں کے پاس کثرت سے آمد و رفت رکھتے ہیں اور اُن سے دنیاوی چیزوں کا سوال کرتے ہیں اور مدرس خطیب امام وغیرہ کی نوکریاں ڈھونڈھتے ہیں اور پھر اُس میں ایسا عدل اور ایسی نیک چلنی اور نیکو کاری برتتے ہیں کہ اُن کے سوا کسی حاکم یا عملہ یا مولوی سے ہو نہیں سکتی ہے۔ اور وہ اپنی ماہوار میں سے خود کچھ بھی نہیں کھاتے۔ یا کھاتے بھی ہیں تو سدِ رمق سے زیادہ نہیں۔ پس جو لوگ کم فہم اور کم عقل ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ شخص ولی اللہ ہوتا تو ان امیروں کے پاس ہرگز آمد و رفت نہ رکھتا بلکہ اپنی گوشۂ تنہائی یا گھر کے اندر علم میں مشغول رہتا اور اللہ اللہ کیا کرتا اولیاء اللہ بس اگلے زمانہ میں ہو گئے۔ خدا اُن پر رحمت بھیجے۔ اور اسی قسم کی دل دکھانے اور ستانے کی اور باتیں کہتے ہیں۔ لیکن ایسا کہنے والے اگر اُس کی دین داری و پرہیزگاری کی کامل تحقیقات کریں تو ایسے اولیاء و علماء کو برا کہنے سے احتراز کریں۔

اس لئے کہ یہ لوگ اکثر بادشاہوں وغیرہم کے پاس کسی بُرائی کو دُور کرنے یا کسی مظلوم کو قید سے چھڑانے یا ایسے بندگانِ خدا کے کام نکالنے کے لئے آتے جاتے ہیں جن کی رسائی وہاں تک ممکن نہیں اور وہ ایسے ولیوں اور عالموں سے درخواست کرتے ہیں جن پر اُن کا اعتقاد ہے اور اس لئے ان لوگوں پر اُن کی ضرورتوں کے لئے حاکموں کے پاس جانا واجب اور پہلو تہی کرنا حرام ہوجاتا ہے۔ ایسے علماء و اولیاء کی بدگوئی میں ہمیشہ احتیاط کرنی چاہیئے۔ خصوصاً جب ہم دیکھیں کہ ایسی آمد و رفت رکھنے والے علماء و اولیاء اپنے قبضہ کی چیزوں میں زہد برتتے ہیں۔ اور جب امیروں اور حاکموں کے ساتھ بیٹھتے ہیں تو ایمان کی عزت و حرمت کو ہاتھ سے نہیں دیتے اُن کو نیک کاموں کا حکم دیتے اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہیں۔ اور جن کی سفارش حاکموں کے ساتھ بیٹھتے ہیں تو ایمان کی عزت و حرمت کو ہاتھ سے نہیں دیتے۔ اُن کو نیک کاموں کا حکم دیتے اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہیں۔ اور جن کی سفارش حاکموں سے کرتے ہیں اُن کا ہدیہ قبول نہیں کرتے۔ ایسا شخص محسنین میں سے ہے اور کسی کو جائز نہیں ہے کہ اُس پر مذکورہ بالا سبب سے اعتراض کرے۔ اور میں نے سیدی علیؒ الخواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے سُنا کہ جب فقیر کو دنیادار امیروں کی نسبت معلوم ہو کہ اُس کی نصیحت کو سُنتے اور اُس کی سفارش کو مانتے ہیں۔ تو اُس فقیر پر اُن کی صحبت اور اُن کے پاس آمد و رفت واجب ہو جاتی ہے۔ اور جن کو اللہ تعالیٰ نے نور عطا فرمایا ہے اُس کو اس کی تمیز ہو جاتی ہے کہ کیا کرنا اور کیا ترک کرنا چاہیئے۔ انتہیٰ (علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول تمام ہوا)

میں کہتا ہوں کہ بعض اولیاء کا پردہ یہ ہوتا ہے کہ خلق اللہ جو کچھ ہدیہ و صدقات اُن کو دیتی ہے اُن کو وہ قبول کر لیتے ہیں اور اُن میں اپنا مال ملا دیتے ہیں اور اس سے لوگوں پر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ کل غیروں کی خیرات میں سے ہے اور جو لوگ دیتے ہیں اُن کی سخاوت کی تعریف کرتے اور لوگوں کو اس وہم میں ڈالتے ہیں کہ خیرات کے مال میں سے اپنی ذات اور اپنے بال بچوں کے لئے کچھ رکھ لیا اور محتاجوں کو نہیں دیا ہے۔ حالانکہ اُس میں اپنا مال بھی ملا دیا ہے اور لوگوں کا ایسا وہم پختہ کرنے کے لئے اس طرح کی باتیں کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں بھلا کس سے یہ ہو سکتا ہے کہ لوگوں سے خیرات لے اور فقیروں کو دیدے اور اُس کے دل میں اُس میں سے کچھ رکھ چھوڑنے کا خیال نہ آئے۔ مگر ایسا کھانا تو بُرا ہے اللہ ہی معاف کرے۔ اور یہ اُن مردانِ خدا کے بہت بڑے اخلاق میں سے ہے جنھوں نے اپنا معاملہ خدا کے ساتھ خلوص پر رکھا ہے کیونکہ جب لوگوں کی آنکھوں میں اُس کی ایسی ظاہر و بیّن حقارت ذلت و رسوائی ہو گی تو کسی کی آنکھ اُس کے باطنی کمال پر نہ پڑے گی۔ اس لئے کہ جہاں آدمی نے مخلوق کا ہدیہ قبول کیا یقیناً اُن کی آنکھوں سے گرا۔ جیسا کہ جس نے اُس کو واپس کیا وہ اُن کے نزدیک معزز ہوا۔ حالانکہ ممکن ہے کہ واپس کرنے والے نے ریا و زور سے لوگوں کے دل اپنی طرف پھیرنے کے لئے ایسا کیا ہوتا کہ لوگ اُس کی تعظیم و تکریم کریں اور اُس کی مدح و ثنا میں خوب تر زبان ہوں فضیلؒ بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جو شخص لوگوں سے لینا ترک کر کے اُن سے تعریف کا طلب گار ہے۔ وہ تو اپنے نفس اور نفسانی خواہش ہی کی پرستش کرتا ہے اُس کو اللہ تعالیٰ سے کیا سرو کار؟

میں کہتا ہوں کہ پرستش سے اطاعت مراد ہے۔ اور یہ بھی اُنھیں کا قول ہے کہ جس شخص کو اپنے نفس سے واپس کردینے کے فتنہ کا اندیشہ ہو اُس کو چاہیئے کہ لے اور بعد کو چُپ چاپ مستحق کو دیدے اور خود اپنے لئے اُس میں سے کچھ بھی نہ لے۔ انشاء اللہ اس تدبیر سے وہ فتنہ سے امن میں رہے گا۔ شیخ محی الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ اولیاء اللہ کی طرف سے جتنی چیزیں کہ بد اعتقاد کرتی ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ کسی شخص سے جس نے اُن کا لباس پہنا ہو اور اُن کے جیسے طریق کی طرف منسوب ہو کوئی لغزش واقع ہو جائے۔ اور ایسی بد اعتقادی پر جما ہوا رہنا خدا سے بہت بڑا الگ کرنے والا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اور خدا کے (جتنے) کام (ہیں ایک امر) تقدیری (ہیں جو روز ازل سے) ٹھیرے ہوئے ہیں"۔ اور "کوئی دوسرے کے بار کو اپنے اوپر نہیں لے گا"۔ پھر ایک شخص کے بُرا کرنے سے کہاں سے لازم آیا کہ اُس کے کل ہم رنگ وہم طریق بُرے ہو جائیں۔ یہ تو محض عداوت اور باطل کا تعصب ہے اور کچھ بھی نہیں قطعہ

حجابِ سوءِ ظن میں اولیاء اللہ کا چھپنا ۔۔۔ دلیل صاف و روشن ہے کہ کامل ہے فروغ ان کا
شبِ تاریک میں گر ابر تیرہ چاند کو ڈھانکے ۔۔۔ ضیاء و حسن میں اُس کے تو فرق آتا نہیں اصلا

میں کہتا ہوں کہ اولیاء اللہ کی شناخت سے سب سے بڑھکر باز رکھنے والا مماثلت و مشابہت کا خیال ہے۔ یہ خیال بہت بڑا حجاب ہے جس نے بہت سے اولین و آخرین کی راہ ماری ہے۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ ایک قوم کے حال میں فرماتا ہے "اور کہتے ہیں کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا اور بازاروں میں پڑا پھرتا ہے"۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے کسی بندہ کو اپنے کسی ولی سے ملائے تاکہ اُس سے ادب سیکھے اور اخلاق میں اُس کی پیروی کرے تو اس کی بشریت کا رُخ اُس کی طرف سے پھیر دیتا اور اس کی خصوصیت کا پہلو اُس کی آنکھوں کے سامنے ظاہر کر دیتا ہے۔ اس لئے وہ بغیر کسی شک کے اس کا معتقد ہو جاتا اور اُس کو نہایت دوست رکھتا ہے۔ اور اکثر آدمی جو اولیاء اللہ کی صحبت میں رہتے ہیں وہ اُن کی بشریت ہی کے رُخ کو دیکھتے ہیں۔ اسی لئے وہ بہت تھوڑا فائدہ حاصل کرتے ہیں اور اپنی پوری عمر اُن کے ساتھ بسر کرتے ہیں اور اُن سے کچھ نفع نہیں اُٹھاتے اور خدائی حکمت کا اقتضاء یہ ہے کہ کسی ایک شخص کے اعتقاد پر ساری خلق اللہ کا اتفاق نہ ہو۔ اور اس میں ایک چھپا ہوا راز ہے اور وہ یہ کہ اگر کُل مخلوق اُس کو سچا جانے تو وہ جھٹلانے والوں کے جھٹلانے پر صبر کرنے کے اجر سے محروم رہے۔ اور اگر ساری مخلوق اُس کو جھوٹا ہی کہے تو سچا سمجھنے والوں کی تصدیق اور پیرووں کی تبعیت کے شکر کا اجر اُس کے ہاتھ سے جاتا رہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حسن اختیار سے چاہا کہ اُس کے اولیاء کے بارہ میں لوگوں کی دو قسمیں ہوں جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔ ایک قسم معتقد و مُصدّق۔ اور دوسری منکر و مُکذّب۔ تاکہ وہ پہلی قسم کے اعتبار سے شکر کے ساتھ۔

۱؎ دیکھو سورۃ الاحزاب (پارہ ۲۲۔ رکوع ۲) کی اڑتیسویں آیت ۱۲

۲؎ دیکھو سورہ بنی اسرائیل (پارہ ۱۵۔ رکوع ۲) کی پندرھویں آیت ۱۲

۳؎ دیکھو سورۃ فرقان (پارہ ۱۸۔ رکوع ۱۶) کی ساتویں آیت ۱۲

اور دوسری کے اعتبار سے صبر کے ساتھ ۔ خدا کی عبادت کریں ۔ کیونکہ ایمان کے دو حصے ہیں آدھا صبر ہے اور آدھا شکر۔

اور میں نے سیدی علی الخواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہتے سُنا کہ نفس تعریف سے میلا ہو جاتا ہے اور مذمت سے صاف وستھرا۔ اور وہ کہا کرتے تھے کہ دیکھو اس شخص کے قول کی طرف ہرگز کان نہ دھرنا جو علماء و فقرا کے کسی گروہ کا منکر ہو ورنہ اللہ تعالیٰ کی رعایت کی آنکھ سے گر جاؤ گے اور اُس کی ناراضی کے مستوجب ٹھیرو گے اور جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ جو شخص اِس گروہ کے ساتھ بیٹھے اور جو باتیں اُن کے نزدیک متحقق ہیں اُن میں سے کسی میں اُن کی مخالفت کرے اُس کا نورِ ایمان اللہ تعالیٰ چھین لیتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اُن کی مراد اس نورِ ایمان سے ہے جو اُس امر کے متعلق تھا جس میں اُس نے مخالفت کی نہ کہ ہر قسم کے ایمان کا نور جیسا کہ اللہ اور ملائکہ اور اُس کی کتابوں اور رسولوں اور روزِ قیامت وغیرہ پر ایمان رکھنے کا نور۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ زانی جس وقت زنا کرتا ہے اُس وقت اُس میں ایمان نہیں ہوتا یعنی اِس مسئلہ پر ایمان نہیں ہوتا کہ زنا کی حالت میں اللہ تعالیٰ اُس کو دیکھ رہا ہے۔ اور قوم صوفیہ نے جھگڑا کرنے سے صرف اس وجہ سے منع کیا ہے کہ اُن کے علوم دل کی یافت ہیں نقل کے ذریعہ سے نہیں آئے ہیں اور جو شخص مشاہدہ اور معائنہ سے خبر دیتا ہو اُس سے سننے والے کو نزاع کرنی جائز نہیں ہے بلکہ اگر وہ مرید ہو تو تصدیق واجب ہے اور بیگانہ ہو تو تسلیم ۔ کیونکہ اس فرقہ کے علم میں منازعت کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ یہ علوم تو نبی کی میراث ہیں۔ اور حدیث میں ہے کہ نبی کے پاس تنازعہ نہ کرنا چاہیے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدال سے منع کیا اور مجادلہ کرنے والے کے حق میں فرمایا ہے کہ اُس کو چاہیے کہ دوزخ میں اپنے بیٹھنے کی جگہ بنائے۔ اور شیخ محی الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ معارف الٰہیہ و اشارات ربانیہ میں لوگوں کا اصل اعتراض یہ ہے کہ عقل کی روش سے خارج ہیں اور بغیر نقل کے اوپر سے آئے ہیں۔ یعنی ان میں عقل و نقل اور نظر و فکر کو دخل نہیں ہے۔ اس لئے وہ اُن کے طریقہ سے بیگانہ و ناواقف ہیں۔ اور ناواقفیت کے باعث اُن سے انکار کرتے ہیں۔ اور جو شخص کسی طریقہ کا منکر ہوتا ہے۔ وہ خواہی نخواہی اُس طریقہ والوں سے عداوت رکھتا ہے۔ اس لئے کہ اُس کے اعتقاد میں وہ طریقہ فاسد اور اُس کے ماننے والوں کے عقائد باطل ہیں لیکن وہ یہ نہیں خیال کرتے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار لازم آتا ہے اور عاقل پر واجب ہے کہ جس چیز سے ناواقف ہو اُس کا انکار نہ کرے تاکہ منکرین میں داخل نہ ہو۔ اس لئے کہ اولیاء و علماء باعمل حقیقی تصدیق و صدق و تسلیم و اخلاص و وفاء عہود کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر اور مراقبۂ انفاس کے سبب اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہیں۔ یہاں تک کہ انھوں نے اپنی باگیں اُس کے ہاتھ میں دے رکھی ہیں اور اپنی جانیں بے چون وچرا اُس کے سپرد کردی ہیں۔ اور اپنے پروردگار کی ربوبیت سے شرما کر اور اپنے بارہ میں اُس کی قیومیت کو کافی سمجھ کر کسی وقت بھی اپنی جانوں کی پروا نہیں کرتے۔ اس لئے جو کچھ وہ خود اپنے لئے کرتے اُس کو اللہ تعالیٰ ہی انجام فرماتا بلکہ اُس سے کہیں زیادہ کرتا ہے۔ اور جو شخص اُن سے لڑتا ہے اُن سے اللہ ہی لڑتا ہے۔ اور جو اُن پر غالب آنا چاہتا ہے اللہ ہی اُس پر غالب آتا ہے۔

انکار خلائق کے بارہ میں اولیاء اللہ کی تعلیم

سیدی ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے علم قدیم کے ذریعہ سے معلوم تھا کہ اس گروہ کے حق میں لوگ ایسا ایسا کہیں گے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی ہی ذات پاک سے ہدایت فرمائی۔ چنانچہ ایک قوم پر جس سے اُس نے منہ پھیر لیا بدبختی کا حکم جاری فرمایا۔ پس اُس قوم نے جناب باری تعالیٰ پر جورو بچے رکھنے اور مفلس و تنگ دست ہونے کے عیب لگائے۔ پھر جب لوگوں کے کافر۔ زندیق۔ ساحر مجنون وغیرہ کہنے سے کسی ولی وصدیق کے دل میں انقباض پیدا ہوتا ہے تو خدائی صدائیں اُس کے گوش دل میں چپکے سے کہتی ہیں کہ اگر ہمارا فضل تجھ پر نہ ہوتا تو یہی تیرے واقعی صفات ہوتے۔ کیا تو اپنے بھائیوں کو بنی آدم میں سے نہیں دیکھتا کہ کیونکر انھوں نے ہم سے گستاخیاں کیں اور جو باتیں ہماری شان کے شایاں نہیں ہیں وہ ہماری طرف منسوب کیں۔ اگر اس پہ بھی اُس کا انقباض نہ گیا تو پھر وہی حقانی صدائیں کہتی ہیں کہ کیا تو ہمیں اپنا نمونہ نہیں بناتا دیکھ کہ ہماری نسبت وہ باتیں کہی گئی ہیں جو ہماری عظمت و جلال کے سزاوار نہ تھیں اور ہمارے حبیب محمد اور اُن کے بھائیوں انبیاورسل کی طرف اُن کے رتبوں کے خلاف جادو و جنون کی تہمتیں لگائی گئیں اور اُن کو لوگوں نے کہا کہ خدا کی طرف بُلانے سے ان کی غرض ریاست اور دوسروں پر اظہار فضیلت کے سوا کچھ نہیں ہے اب اے بھائی اُس علاج کی طرف نظر دوڑاؤ جو حق تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس وقت فرمایا جب وہ کفار کے قول سے دل تنگ ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۙ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ؁ پس اے ولی تجھ پر اس بارہ میں آپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی واجب ہے۔ اس لئے کہ یہ خدائی طبیب اور ربانی علاج ہے اور جو دل تنگی کہ اغیار اہل انکار صاحب غرور کی باتوں سے پیدا ہو اُس کا ازالہ اسی سے ہوگا۔ اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ "تسبیح" کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اُن چیزوں سے پاک و منزہ قرار دینا چاہیے جو اُس کے کمال کی شایاں نہیں ہیں۔ اس طور پر کہ اللہ تعالیٰ کی تنزیہ امور سلبیہ کے ساتھ کی جائے اور جناب الٰہی سے نقائص کی جیسے تشبیہ و تحدید ہے نفی کی جائے۔ اور "تحمید" سے مراد یہ ہے کہ جو امور کہ اُس کے جمال و جلال کے سزاوار ہیں اُن کے ساتھ اُس کی ستائش کی جائے۔ اور یہ دونوں چیزیں (یعنی تسبیح و تحمید) اُس دل تنگی کے مرض کی دوا کرنے والی ہیں جو انکار و مضحکہ کرنے والوں کے قول سے پیدا ہوتی ہے۔ اب رہا "سجدہ" سو یہ اس امر کا کنایہ ہے کہ بندہ بلندی و رفعت کی طلب سے اپنے آپ کو پاک کرے۔ اس لئے کہ سجدہ کرنے والا اپنے سجدہ کی حالت میں بلندی کی صفت سے خالی ہو جاتا ہے۔ اسی واسطے بندہ کو شرع میں حکم دیا گیا ہے کہ سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ کہے۔ اور اُس "عبودیت" سے جس کی طرف واعبد ربك حتی یاتیك الیقین میں اشارہ

لہ اس کے قبل کی آیت یہ ہے ولقد نعلم انك یضیق صدرك بما یقولون ؁ اور تینوں مسلسل آیتوں کا ترجمہ یہ ہے۔ اور ہم کو معلوم ہے کہ یہ کافر جیسی جیسی باتیں کہتے ہیں ان کی وجہ سے تم دل تنگ ہوتے ہو تو تم اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ تسبیح کرو اور سجدہ کرو اور اپنے پروردگار کی عبادت میں لگے رہو یہاں تک کہ تم کو امر یقینی پیش آئے۔ ۱۲

سے مراد یہ ہے کہ اپنی ذلت اور عزت کی طلب سے اپنی بیزاری کا اظہار کرے اور یہ اس بات کا اشارہ ہے کہ بندہ اپنے آپ کو ذات و وصف کے اعتبار سے فنا کر دے۔ تب اُس کو نزدیکی برگزیدگی و عزت کے خلعت عطا ہوں گے۔ جن کی طرف خداوند تعالیٰ کے قول وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ[1] اور لا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت لہ سمعا و بصرا الحدیث[2] حدیث قدسی میں آیا ہے۔ اور اہل طریقت کے نزدیک "نوافل" اس سے عبارت ہے کہ بندہ اپنے رب عزوجل کے شہود کے وقت اپنے نفس کے شہود میں فانی ہو جائے۔ اور "یقین" یقن الماء فی الحوض سے ماخوذ ہے جو اُس وقت بولتے ہیں جب پانی ٹھہر جاتا ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ تردد شک وہم ظن کے دور ہو جانے کی وجہ سے سکون قرار و اطمینان حاصل ہو جائے۔ شیخ محی الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اِس "سکون قرار و اطمینان" کی اضافت جب عقل و نفس کی طرف ہوتی ہے تو اُس کو علم الیقین کہتے ہیں اور جب روح روحانی کی طرف ہوتی ہے تو عین الیقین کہتے ہیں اور جب قلب حقیقی کی طرف ہو تو حق الیقین کہتے ہیں اور جب سِرِّ وجودی کی طرف تو اُس کو حق الیقین کی حقیقت کہتے ہیں اور یہ مراتب سب کے سب صرف اُسی شخص میں جمع ہوتے ہیں جو مردانِ خدا میں سے کامل ہوتا ہے انتہیٰ۔ اور جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ شبلی علیہ الرحمۃ سے اکثر کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا راز محجوبوں کے درمیان افشا نہ کرنا۔ اور یہ بھی کہتے تھے کہ فقیر کو نہ چاہیے کہ توحیدِ خاص کی کتابیں پڑھے مگر مصدقین اہل طریقت کے سامنے یا اُن کے ماننے والوں کے سامنے ورنہ جھٹلانے والوں کے لئے وبال کا اندیشہ ہے۔ اور ابو تراب نخشبی رضی اللہ عنہ کا قول اوپر گذر چکا ہے کہ وہ اہل انکار میں سے محجوبین کی نسبت کہا کرتے تھے کہ جب قلب اللہ تعالیٰ کی روگردانی کا مانوس ہو جاتا ہے تو اولیاء اللہ کی عیب چینی اُس کی مصاحب ہو جاتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ قلب سے بارگاہ الٰہی کی طرف رجوع کرنے والوں میں سے ہوتا تو ضرور حاضرین بارگاہ کی خوشبو اُس کو پہنچتی اور وہ اُن کے ساتھ ادب کا برتاؤ اور اُن کی مدح کرتا اُن سے محبت رکھتا اور اُن کی جوتیاں اُٹھاتا تاکہ یہ اُسے اُس بارگاہ کے قریب پہنچا دیتے اور وہ بھی ان کا سا ہو جاتا جیسا کہ دنیادی بادشاہوں کا تقرب ڈھونڈنے والے کیا کرتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ یہیں سے اس کی وجہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ کیوں کاملین اہل طریقت مقاماتِ توحیدِ خاص کے کلام کو مخفی رکھتے ہیں۔ اِس کی وجہ عامہ مسلمین پر شفقت اور جھگڑالو محجوبین کے ساتھ نرمی اور ایسے کلام کرنے والے بڑے بڑے عارفین کے ساتھ پاس ادب ہے۔ اور جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہ توحید میں کبھی تقریر نہیں کرتے تھے مگر اپنے گھر کے اندر اور وہ بھی اُس کے دروازوں پر قفل ڈلوا دینے اور اُن کی کنجیاں اپنے زانو کے نیچے دبا لینے کے بعد اور کہتے تھے کہ کیا تم کو یہ پسند آتا ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے دوستوں اور خاص لوگوں کو جھٹلائیں

---

[1] اور سجدہ کرو اور قرب حاصل کرو ۱۲

[2] ہمیشہ بندہ نوافل کے ذریعہ سے میری نزدیکی ڈھونڈھتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اُس کو دوست رکھتا ہوں اور جب میں اُس کو دوست رکھتا ہوں تو اُس کے کان آنکھ ہو جاتا ہوں۔ ۱۲

اور اُن پر کافر و زندیق ہونے کی تہمتیں لگائیں ۔ اور اُن کے اس فعل کی علت بزرگوں کے وہ کلام تھے جو اس مقدمہ کے آخر میں بیان کیے جائیں گے ۔ اور اس کے بعد وہ اپنے مرتے دم تک فقہ کے ذریعہ سے پردہ ڈالتے تھے ۔ اور شیخ محی الدین رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جس کے دل میں تصدیق نے جگہ نہیں پائی ہے وہ ہرگز اس گروہ کی باتیں نہ سُنے گا اُس کے ساتھ بیٹھنا نہ چاہیے کیونکہ بغیر تصدیق کے مجالست زہر قاتل ہے ۔

اور سیدی افضل الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ کہا کرتے تھے کہ صوفیوں کے ۔ بہت سے کلاموں کا ظاہری پہلو صرف معتزلہ و فلاسفہ ہی کے اصول پر چسپاں ہوتا ہے ۔ اس لئے عاقل کو چاہیے کہ صرف اُس کلام کے صوفیہ کی طرف منسوب ہونے سے اُن کے انکار پر آمادہ نہ ہو جائے بلکہ اُن کی دلیلوں کو غور و تامل سے دیکھے جن سے انھوں نے استناد کیا ہے ۔ اس لئے کہ فلسفیوں اور معتزلیوں نے جو کچھ اپنی کتابوں میں لکھا ہے سب ہی تو باطل نہیں ہیں ۔ اور بعضوں نے جو اُن کی کتابوں کے دیکھنے سے منع کیا ہے تو اس خوف سے کہ کہیں دیکھنے والے کے دل میں شبہ نہ آجائے خصوصًا جو لوگ کہ انکار و دعوے والے ہیں ۔ اور میں نے سیدی محمد مغربی شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک رسالہ دیکھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جاننا چاہیے کہ گروہ صوفیہ کا طریق شہود و اثبات اور ایسے عقائد پر مبنی ہے جو بعض حالات میں معتزلیوں کے طریقہ سے قریب ہو جاتا ہے اور وہ حالت یہ ہے کہ جمال ذات کی وحدت کے شہود میں غیبت صفات کے شہود کی حالت ہے ۔ یہاں تک کہ گویا صفات ہیں ہی نہیں ۔ اور اگرچہ اور حالت اِس سے بلند تر بھی ہے ۔ لیکن یہ حالت عزیز المرام سخت مبہم اور مذہب معتزلہ کی مشابہت کے باعث جلیل القدر بزرگوں کی نسبت سوء ظن میں مبتلا کرنے والی ہے ۔ اور اس حالت میں کوئی شبہ نہیں ہے ۔ اس سبب سے سالک کو اس سے آگاہ رہنا اور گروہ صوفیہ کی نسبت بدگمانی سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ یہ بڑے مہلکات میں سے ہے انتہٰی ۔

میں کہتا ہوں کہ بعض اولیاء اللہ نے فرقہ صوفیہ کے دقیق کلاموں کی نسبت گفتگو کرنے کا دروازہ بند کر دیا تھا ۔ یہاں تک کہ اُنھوں نے وفات پائی اور اُس کو سلوک کے حوالہ کیا اور کہا کہ جو شخص اُن کے طریقہ پر چلے گا وہ اِن باتوں پر مطلع ہوگا جن پر وہ مطلع ہوئے تھے ۔ اور ویسا ہی ذائقہ پائے گا جیسا اُنھوں نے پایا تھا ۔ اور عوام الناس کے چون وچرا سے بے پروا رہے گا اور عنقریب حضرت ابو عبد اللہ قرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حال میں آئے گا کہ اُن کے یاروں نے اُن سے درخواست کی کہ اُن کو علم حقائق کی کچھ کیفیت سنائیں ۔ اس پر انھوں نے پوچھا کہ آج میرے کس قدر اصحاب ہیں ۔ لوگوں نے کہا کہ چھ سو ۔ حضرت نے کہا کہ ان میں سے سَو کو تم اپنی طرف سے منتخب کر لو ۔ اور پھر کہا کہ اُن سَو میں سے بیس کو چھانٹ لو ۔ اور بیس میں سے چار کو چن لو ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ۔

میں کہتا ہوں کہ یہ چاروں اہل مکاشفہ و اصحاب معرفت میں سے تھے اور جب یہ انتخاب در انتخاب ہو چکا تو حضرت نے کہا کہ اگر میں تمھارے سامنے علم حقایق و اسرار میں لب کھولوں ۔ تو سب سے پہلے جو لوگ میرے کفر کا فتویٰ دیں گے وہ یہی چار ہوں گے ۔ انتہٰی ۔

میں کہتا ہوں کہ ان بزرگوں کی نسبت یہ اعتقاد رکھنا جائز نہیں ہے کہ یہ لوگ باطن میں اس

لئے زندیق تھے کہ جو بات ان کے نزدیک باطن میں متحقق تھی اُس کو علماء و عوام سے مخفی رکھتے تھے بلکہ ہم کو اُس کا عمدہ پہلو اختیار کرنا چاہیئے۔ اور وہ یہ کہ ہم اُن کی اصطلاحات سے ناواقف ہیں اور جو اُن کی بارگاہ میں داخل نہیں ہوتا وہ اُن کے حالات سے واقف نہیں ہو سکتا اور وہ اپنے علم کی تقریر کرنے کے وقت جو دروازے بند کر دیا کرتے تھے تو صرف اِس سبب سے کہ اس علم کی تہ اکثر علماء کے لئے بہت ہی گہری ہے۔ چہ جائیکہ غیر علماء جیسا کہ امام احمد حنبل کی نسبت اوپر بیان کیا گیا کہ جب اُن کے پاس فرقۂ صوفیہ کے متعلق کوئی سوال آتا تھا تو وہ اُس کو ابو حمزۃ بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دیا کرتے اور کہتے تھے کہ اس بارہ میں اے صوفی تم کیا کہتے ہو۔ اور عارف کی دسترس میں نہیں ہے کہ وہ ایک ہی بات ایسی کہے کہ مختلف درجہ کے لوگوں کے مناسب حال ہو۔ کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیتوں میں سے ہے اور اس میں بھی نزاع ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے حکم ہے کہ میں لوگوں سے اُن کی عقلوں کے مطابق باتیں کروں۔ اس کو سمجھنا اور سوچنا چاہیئے۔ اس لئے کہ جس شخص کو طریقت کا علم نہیں ہے وہ جب کسی فقیر کی زبان سے سُنے گا کہ توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ وہ توبہ سے توبہ ہے۔ تو وہ کہے گا کہ اس کے معنی و مقصود غلط ہیں کیونکہ توبہ سے توبہ تو گناہ پر اصرار ہوا۔ لیکن جب فقیر اُس کے معنی اپنی اصطلاح کے مطابق بیان کرے گا اور کہے گا کہ میری مراد یہ ہے کہ اپنے نفس کو پاک صاف نہ سمجھے اور خدا کی رحمت کے سوا توبہ پر اعتماد نہ کرے نیز کہ گناہ پر اصرار کرے تو وہ شخص کہہ اٹھے گا کہ یہ تو مزے کی بات ہے۔ حالانکہ اُس نے پہلے اس کلام کو بُرا ٹھیرایا تھا۔ اور یہ قول صوفیوں کے اِس اصول پر مبنی ہے کہ اُن کی روش یہ ہے کہ وہ اپنے اعمال کو ریا و دعوے سے دور رکھنا چاہتے ہیں اور اپنے اخلاص کو شمار میں نہیں لیتے۔ اور اسی سے بعض بزرگوں کا یہ قول صحیح ثابت ہوتا ہے کہ تقویٰ کی حقیقت تقویٰ کا ترک ہے۔ اور نیز اس کی نظیر حضرت عمر بن الفارض کا یہ قول ہے ؎

وَقُلْتُ لِزُهْدِیْ وَالتَّنَسُّكِ وَالتُّقٰی
تَخَلَّوْا وَمَا بَیْنِیْ وَ بَیْنَ الْهَوٰی خَلُّوْا

میں نے اپنے زہد و تقویٰ اور عبادت سے کہا مجھکو چھوڑو۔ عشق اور مجھ میں نہ ڈالو تم خلل

اور علی بن ادہم کا یہ شعر ؎

تَمَسَّكْ بِاَذْیَالِ الْهَوٰی وَاخْلَعِ الْحَیَا
وَخَلِّ سَبِیْلَ النَّاسِكِیْنَ وَاِنْ جَلُّوْا

عشق کا دامن پکڑ شرم و حیا کو ترک کر گو زیادہ ہوں مگر تو زاہدوں سے بچ کے چل

پس جس شخص کو اہل طریقت کے مصطلحات میں دخل نہ ہوگا وہ اس قسم کے قولوں کو بُرا سمجھے گا اور کہے گا کہ زہد و تقویٰ و عبادت کا ترک کہاں صحیح ہے۔ بلکہ اس سے تو آدمی کا دین ہی جاتا رہتا ہے۔ پھر ان کے قائل کی نسبت اعتقاد کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ حالانکہ اگر اُس کو طریقت میں دخل ہوتا تو وہ جانتا کہ حضرت عمر بن الفارض کی مراد یہ ہے کہ خدائے عزوجل کے مقابلہ میں اعمال پر بھروسہ نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ عمر بن الفارض زہد و تقویٰ و عبادت میں سلف صالح رضی اللہ عنہم کی طرح ممتاز تھے۔ اور ایسا ہی حضرت محی الدین بن العربی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کے امثال کی نسبت اور فرقۂ صوفیہ کے کسی ایک شخص کے بارہ میں بھی کبھی ہم کو یہ خبر نہ پہنچی کہ انھوں نے کسی شخص کو نماز روزہ حج زکوٰۃ سے منع کیا ہو یا شریعت کی کسی بات کا معارضہ کیا ہو۔ اور دتی اُس شے کو کیونکر چھوڑ سکتا ہے جو بارگاہِ خداوندی میں اُس کے پہنچنے کا سبب ہوئی ہے۔ لوگ تو پہنچنے کے اسباب کی زیادتی میں کوششیں کرتے ہیں۔ اب صوفیہ کو بُرا سمجھنے کی وجہ اُن کے وجد و حال اور اُن کی خاص طور کی فہم کے سوا اور کوئی نہ رہی۔ اور یہ ایسے امور ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی صریح سنت کے معارض نہیں ہے اور اس کا تصفیہ آسان ہے۔ جس کے دل میں آئے وہ ان کی تصدیق اور مذاہب کے مقلدوں کی طرح پیروی کرے۔ اور جس کا دل نہ چاہے وہ چُپکا ہو رہے اور انکار نہ کرے۔ اس لئے کہ یہ لوگ طریقت کے مجتہد ہیں۔ اور ایک مجتہد کے حق میں دوسرے مجتہد کا انکار کچھ اثر نہیں رکھتا۔ قزوینی نے اپنی کتاب سراج العقول میں امام الحرمین سے نقل کی ہے کہ اُن سے جب صوفیانِ صاحب غلو کے کلام کی نسبت پوچھا جاتا تھا تو وہ کہتے تھے کہ اگر مجھ سے کہا جائے کہ ان کے ایسے قولوں میں جو کفر کے مقتضی ہیں اور جو مقتضی نہیں ہیں تفریق و تمیز کرو تو میں کہوں گا کہ یہ آرزوے محال ہے کیونکہ ان کے کلام لعبید الفہم دشوار و دقیق ہوتے ہیں توحید کے موج زن سمندر سے نکل کر آتے ہیں اور جس شخص کا علم حقائق کی نہایات پر محیط نہیں ہے اُس کو تکفیر کے دلائل پر وثوق نہیں ہو سکتا جیسا کہ کسی نے اسی معنی میں کہا ہے ؂

کس کو معلوم کہ مشتاق ہیں کس سیر کے ہم — بحرِ زخار سے آتے ہیں ابھی تیر کے ہم

صوفیہ کی تکفیر

شیخ الاسلام تقی الدین سُبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے بدعت میں غلو رکھنے والوں اور نفس پرستوں اور ذات مقدس کے بارہ میں کلام کرنے والوں کی تکفیر کے بارہ میں سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ اے سائل سُن۔ جو شخص اللہ جل شانہ سے ڈرے گا وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والے کے کافر قرار دینے کو ایک امرِ عظیم سمجھے گا۔ کیونکہ تکفیر ایک ہولناک اور بڑے جوکھوں کا کام ہے اس لئے کہ جس نے کسی شخص مومن کو کافر قرار دیا اُس نے یہ خبر دی کہ وہ عاقبت میں ابداً لآباد جہنم میں رہے گا اور دنیا میں اُس کی جان و مال مباح ہوں گے اُس کو مسلمان عورت سے نکاح کرنے نہیں دیا جائے گا اور مسلمانوں کے احکام اُس پر جاری نہ ہوں گے نہ حیات میں اور نہ مرنے کے بعد۔ اور ہزار کافروں کے ترک میں خطا کرنا اس سے بہتر ہے کہ کسی مردِ مسلمان کا ایک چلو خون بھی خطا سے بہایا جائے۔ اور حدیث میں ہے کہ امام کا معاف کر دینے میں خطا کرنا سزا دینے میں خطا کرنے سے مجھے بہت زیادہ پسند ہے۔ پھر وہ مسائل جن کی وجہ سے ایسے لوگوں کی تکفیر کا فتویٰ دیا جاتا ہے نہایت دقیق و غامض ہیں۔ کیونکہ اُن کے مشابہات اور قرائن کے اختلافات اور نیتوں کا تفاوت بہت ہے۔ اور اُن کے سارے قسموں کے پہلوؤں میں سے خطا کا پہچاننا اور حقائق تاویل پر مطلع ہونا اور اُن کے مواقع کی شرطوں کا جاننا اور جن الفاظ میں تاویل کی گنجائش ہے اور جن میں نہیں ہے اُن سے آگاہ ہونا نہایت ہی مشکل ہے۔ اس کے لئے کل قبائل عرب میں سے اہل زبان کے سارے طرق حقائق مجازات و استعارات کا جاننا ضروری ہے۔ اور توحید کے دقائق و غوامض سے باخبر ہونا واجبات میں سے ہے اور علیٰ ہذا اور بہت سی باتیں ہیں جو ہمارے زمانہ کے بڑے بڑے علماء کے لئے ناممکن الحصول ہیں

اور دوسروں کا تو کیا ذکر ہے۔ اور جب انسان خود اپنے عقیدہ کو ٹھیک طور سے ضبطِ عبارت میں لانے سے عاجز ہے تو کیونکر وہ غیر کے عقیدہ کو بے کم و کاست احاطہ تحریر میں لا سکتا ہے۔ ابھی سبب سے صرف ایسے شخص کی نسبت تکفیر کا حکم باقی رہا جو صراحۃً کفر بکے اور اُسی کو اپنا دین بنائے اور دونوں شہادتوں کا منکر ہو اور دین اسلام سے بالکل ہی نکل جائے۔ اور ایسا شاذ و نادر وقوع میں آتا ہے۔ ان وجوہ سے اولیٰ یہ ہے کہ نفس پرستوں اور بدعتیوں کی تکفیر سے باز رہنا چاہیئے اور قوم صوفیہ نے جتنی باتیں ایسی کہی ہیں کہ نصوص صریحہ کی مخالف نہیں ہیں اُن کو تسلیم کرنا چاہیئے۔ انتہیٰ (سبکی کا قول ختم ہوا)۔

میں کہتا ہوں کہ ہمارے شیخ، شیخ امین الدین جامع غمری واقع مصر کے امام نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک شخص نے ایسی عبارت لکھی جس سے تکفیر کا ایہام پایا جاتا تھا اس پر مصر کے علمائے اُس کی تکفیر کا فتویٰ دیا اور جب اُس کو قتل کرنا چاہا تو سلطان جقمق نے پوچھا کہ علماء میں سے کوئی ایسا بھی رہ گیا ہے، جو اس وقت حاضر نہ ہو۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں شیخ جلال الدین محلّی منہاج کے شارح نہیں آئے ہیں۔ سلطان نے اُن کو بلوا بھیجا۔ چنانچہ وہ آئے اور انھوں نے ایک شخص کو زنجیروں میں جکڑا ہوا سلطان کے سامنے حاضر دیکھا۔ شیخ نے پوچھا کہ اس شخص کی کیا حقیقت ہے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ کافر قرار دیا گیا ہے۔ شیخ نے کہا کہ جس نے اس کی تکفیر کا فتویٰ دیا ہے اُس کے پاس کیا سند ہے۔ یہ سن کر شیخ صالح بلقینی نے بڑھ کر کہا کہ میرے والد شیخ الاسلام شیخ سراج الدین نے اسی قسم کے ایک موقع پر تکفیر کا فتویٰ دیا تھا۔ شیخ جلال الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ صاحبزادے! کیا تم چاہتے ہو کہ ایک مرد مسلمان مُوَحِّد کو جو خدا و رسول کو دوست رکھتا ہے اپنے والد کے فتوے سے قتل کرا دو۔ کھول دو اس کی زنجیریں۔ چنانچہ زنجیریں کھول گئیں اور شیخ جلال الدین نے اُس کا ہاتھ پکڑا اور باہر چلے آئے اور سلطان دیکھتا رہ گیا۔ اور کسی شخص کی جرأت نہ ہوئی کہ اُن کا پیچھا کرے۔ اور شیخ محی الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے کہ عارفوں کے دلوں پر نفحات الٰہیہ کی نسیم اکثر چلا کرتی ہے۔ پس اگر اُن کو وہ زبان پر لائیں تو عارفان کامل اُن کو جہل کی طرف منسوب کریں اور دلیل والے اہل ظاہر اُن کی تردید کرنے لگیں حالانکہ یہ سب خیال نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنے اولیاء کو کرامت عطا فرمائی ہے۔ جو معجزات کی فرع ہے اُسی طرح کیا اُن کی زبانیں ایسے کلام نہیں نکال سکتی ہیں جن کے سمجھنے سے علماء عاجز ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ جس کو اس قول میں شک ہو اُس کو لازم ہے کہ شیخ محی الدین کی کتاب المشاھد یا سید محمد وفی کی کتاب الشعائر یا ابن قسی کی کتاب خلع النعلین یا ابن العربی کی کتاب عنقاء مغرب پر نظر ڈالے کہ بڑے بڑے علماء ان کے اُن معنوں کو جو قائل کے مقصود ہیں ہرگز سمجھ نہیں سکتے ان کا سمجھنا انھیں لوگوں کے ساتھ مخصوص ہے جو اُس متکلم کے ساتھ بارگاہِ قدس میں داخل ہوں۔ اس لئے کہ یہ تو لسان قدسی ہے اس کو فرشتے جانتے ہیں یا وہ شخص جو ہیکل بشریت سے مجرد ہے یا جن کو صحیح کشف حاصل ہے اور شیخ عزالدین بن عبدالسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیخ ابوالحسن شاذلی کی صحبت میں آنے اور فرقہ صوفیہ کو مان لینے کے بعد کہا کرتے تھے کہ سب سے بڑی دلیل اس امر کی کہ صوفیہ کا گروہ دین کی سب سے بڑی بنیاد پر

بیٹھا ہوا ہے وہ کرامات وخارق عادات ہیں جو اِن سے واقع ہوتے ہیں۔ حالانکہ ان میں سے کوئی کبھی کبھی کسی فقیہہ (مولوی) سے سرزد نہیں ہوتے مگر اسی سے جو اُن کے مسلک پر چلتا ہے جیسا کہ مشاہدہ ہوتا ہے۔ اور شیخ عزالدین رضی اللہ عنہ اس کے قبل فرقۂ صوفیہ کو بُرا سمجھتے اور کہا کرتے تھے کہ کتاب و سنت کے سوا ہمارے لئے اور کوئی طریق بھی ہے!! مگر جب چند ورق صوفیہ کرام کی تصانیف کے انھوں نے پڑھے اور اُن کی آنکھوں کے پردے اُٹھے اور اُن کے مذاق سے واقف ہوئے تو خوب اُن کی مدح سرائیاں کرنے لگے۔ اور جب فرنگیوں کے واقعہ میں اولیاء و علماء منصورہ کے مقام میں، جو دمیاط کی سرحد کے قریب ہے جمع ہوئے تھے تو شیخ عزالدین شیخ کمین الدین اسمر شیخ تقی الدین ابن دقیق العید اور ان کے پایہ کے لوگوں نے ایک مجلس ترتیب دی تھی جس کے سامنے رسالہ قشیریہ پڑھا جاتا اور ہر شخص اُس پر کلام کرتا تھا کہ اتنے میں حضرت ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ آئے۔ لوگوں نے اِن سے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ آپ اس کلام کے کچھ معنی ہم کو سنائیں۔ شیخ نے کہا کہ آپ اسلام کے مشائخ اور اس زمانہ کے بڑے آدمی ہیں اور آپ اس میں تقریریں کر چکے ہیں تو مجھ جیسے شخص کے گفتگو کرنے کا اب کیا موقع ہے۔ لوگوں نے کہا کہ نہیں آپ کچھ ضرور بیان کریں۔ اس پر انھوں نے خدا کی حمد و ثنا کی اور پھر گفتگو کرنی شروع ہی کی تھی کہ شیخ عزالدین خیمہ کے اندر سے چیخ اُٹھے اور بلند آواز سے یہ نعرہ لگاتے ہوئے نکلے کہ اس کلام کی طرف آؤ جو اللہ تعالیٰ سے قریب العہد ہے اور اس کو سنو۔

اولیاء اللہ کی کرامات

امام یافعی رضی اللہ عنہ اپنی کتاب روض الریاحین میں کہتے ہیں کہ مجھے اُن لوگوں پر سخت تعجب آتا ہے جو اولیاء کی کرامات کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ اُن کا ذکر آیتوں صحیح حدیثوں مشہور آثار اور حکایات قابل اعتبار میں اس کثرت سے موجود ہے کہ احاطۂ حصر سے باہر ہے۔ اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ انکارِ کرامات کے اعتبار سے لوگوں کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ جو مطلقاً منکر ہیں اور یہ مشہور اہل مذہب اور پرہیزگاری سے منحرف ہیں بعض کہتے ہیں کہ وہ مجسمہ ہیں۔ اور دوسرے وہ ہیں جو اگلے لوگوں کی کرامات کے قائل مگر اپنے زمانہ کے کرامات کے منکر ہیں۔ یہ لوگ بقول سیدی ابوالحسن شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بنی اسرائیل کے مشابہ ہیں جنھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُس وقت تصدیق کی جب اُن کو نہیں دیکھا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم موسیٰ علیہ السلام سے رتبہ میں بڑے تھے اور اس کا باعث اُن کے حسد وعداوت وشقاوت کے سوا کچھ نہ تھا۔ اور تیسرے وہ ہیں جو اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ اُن کے زمانہ کے لوگوں میں بھی خدا کے اولیاء ہیں۔ لیکن کسی ایک معین شخص کی تصدیق نہیں کرتے۔ ایسے لوگ اولیاء اللہ کی امداد سے محروم ہیں۔ کیونکہ جو شخص کسی ایک شخص معین کو تسلیم نہ کرے گا وہ کبھی کسی سے فائدہ نہ اُٹھائے گا۔ ایسوں سے خدا بچائے۔ امام یافعی کہتے ہیں کہ اگر کہا جائے کہ یہ کرامتیں جادو کے مشابہ ہیں اس لئے کہ انسان کا ہوا سے ہاتف کی آوازوں کا سننا اور اپنے بطن میں صدا کا سماعت کرنا اور اس کے لئے زمین کا سمٹ جانا اور اعیان کا بدل جانا اور اسی قسم کی دوسری باتوں کا حس سے صحیح ہونا ثابت نہیں ہے ایسے امور تو اہل سیمیا و نیرنجات سے بھی ظہور میں آتے ہیں۔ اس کا جواب وہی ہے جو مشائخ عارفین و علماء محققین نے

کرامت و جادو کے فرق کی نسبت دیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جادو تو بدکاروں زندیقوں و کافروں سے ظہور میں آتا ہے جو شریعت کے خلاف بر ہیں۔ اور کرامت اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جو اس رتبہ تک اپنے کثرت مجاہدہ و اتباع سُنّت کی وجہ سے پہنچے ہیں اور اس سے بھی اعلیٰ درجہ پر پہنچ جاتے ہیں۔ اس لئے دونوں میں بیّن فرق ہے۔ امام موصوف کہتے ہیں کہ پھر بہتیرے منکرین اگر اولیاء و صالحین میں سے کسی کو ہوا میں اُڑتے ہوئے دیکھیں تو ضرور کہیں کہ یہ جادو جن و شیطان سے کام لیتا ہے۔ بے شک جو شخص توفیق سے محروم رہا ہے وہ عیان و محسوس حق کو جھٹلاتا ہے۔ اور جب اُس کا یہ حال ہے تو اکثر غیب کی باتوں کی جن پر ایمان لانے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے وہ تصدیق کیونکر کر سکتا ہے۔ اسی لئے اکثر قدم پھسل جاتے اور ایسے خیالات دونوں جہان کے خسران میں پہنچاتے ہیں۔ کیونکہ جب اُس نے محسوسات کا انکار کیا تو غیب کی باتوں کا بطریق اولیٰ انکار کرے گا۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ انکار نفاق کی شاخ ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر منافقین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر نہ ہوتے تو ضرور اُن پر ظاہراً و باطناً ایمان لاتے۔ امام یافعی کہتے ہیں کہ نہایت تعجب ہے کہ لوگ کیونکر جادو و شیاطین کے فعل کو ایسے اولیاء مقربین و ابرار صالحین کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ تو صفات مذمومہ سے بالکل پاک اور صفات محمودہ سے آراستہ اور اُن تمام چیزوں سے منہ پھیرے ہوئے ہیں جو اُن کو خدائے عزوجل سے باز رکھیں۔

اولیاء اللہ کا انکار اُن کی آزمائش ہے

بالجملہ اے بھائی! جو کچھ میں نے تمہارے لئے اس مقدمہ میں بیان کیا ہے۔ یعنی اہل اللہ کی شان کا بلند ہونا خواہ وہ اہل اللہ تمہارے زمانہ کے ہوں یا اور زمانہ کے اُس پر مطلع ہو جانے کے بعد حسد کی بیماری سے بہت بچتے رہو اور اُن کو ماننے سے نہ رُکو۔ اور اُن کے بارہ میں اُن کے منکروں کے قول پر ہرگز کان نہ دھرنا ورنہ بہت سی بھلائیوں سے محروم رہ جاؤ گے جیسا کہ اُن لوگوں کے کلام کو نہ جاننے کی وجہ سے تم بہت سی نیکیوں سے بے بہرہ رہے۔ حالانکہ جب تم اُن کے کلام کو صحیح عقل کی ترازو میں تولو گے تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ سرتاپا نصیحتیں ہیں اور اس گروہ کی نسبت حضرت ذوالنون مصری و ابو یزید بسطامی کے زمانہ سے لے کر ہمارے وقت تک برابر لوگ گفتگو کرتے آئے ہیں۔ بلکہ سیدی ابراہیم دسوقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نقل کی ہے کہ لوگوں نے صحابہ کی ایک جماعت کی شان میں گفتگو کی اور اُن سے ریا و نفاق منسوب کیا تھا جن میں سے ایک زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے کہ وہ نماز میں بہت خشوع کرتے تھے اور بعض لوگ کہتے تھے کہ یہ ریا کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سجدہ میں تھے لوگوں نے اُن کے چہرہ اور سر پر گرم پانی ڈال دیا جس سے اُن کے چہرہ کی کھال اُتر گئی مگر اُن کو خبر نہ ہوئی۔ بالآخر وہ نماز سے فارغ ہوئے اور ہوش میں آئے تو انھوں نے پوچھا کہ یہ کیا ہوا ہے؟ تب لوگوں نے ماجرا بیان کیا تو کہا کہ جنھوں نے ایسا کیا خدا اُن کی مغفرت کرے۔ اُن کو ایک زمانہ تک اس کی تکلیف رہی۔

میں کہتا ہوں کہ ان سب باتوں کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے "اور ہم[1] نے تم میں ایک کو ایک

---

[1] سورۂ فرقان (پارہ ۱۸ - رکوع ۱۶) کی بیسویں آیت۔

کے لئے آزمائش قرار دیا ہے ۔ تو تم صبر کرو گے ؟ اور تمھارا پروردگار دیکھ رہا ہے " اور ہر ولی کو اس آزمائش میں سے پورا پورا حصہ ملا ہے ۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ ابتلا جب شرف ٹھیرا تو اللہ تعالیٰ نے اس امت کے خواص کے لئے اُن تمام بلاؤں اور رنجوں کو جمع فرمایا جو سابق کی امتوں میں الگ الگ ظاہر ہوئے تھے ۔ کیونکہ ان کے مدارج اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑے ہیں ۔ اور معتبروں نے ابویزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت نقل کی ہے کہ لوگوں نے اُن کو سات مرتبہ ان کے شہر سے نکال دیا اور وہ جب سفر سے بسطام واپس آئے اور ایسے علوم میں انھوں نے گفتگو کی جن سے اُس شہر کے لوگ ناآشنا محض تھے یعنی انبیا روا ولیا ۔ کے مقامات تو حسین بن عیسیٰ بسطامی جو اُس لواح کا امام اور علوم ظاہری کا مدرس تھا انکار آمادہ ہوا اور اُس نے ابویزید کو بسطام سے نکال دینے کا حکم دیا ۔ چنانچہ لوگوں نے اُن کو نکال دیا ۔ اور جب تک حسین بن عیسیٰ نے وفات نہ پائی وہ واپس نہ آئے ۔ اس کے بعد لوگ اِن سے مانوس ہوئے اور ان کی تعظیم کرنے اور ان سے برکت حاصل کرنے لگے ۔ اور اس کے بعد بھی ایک منکر کی جگہ دوسرا قائم ہوتا اور یہ شہر سے نکالے جاتے رہے ۔ آخرالامر لوگوں کا عقیدہ اُن کی نسبت جما اور اُس وقت تک لوگ اُن کی تعظیم کرتے اور اُن کو متبرک سمجھتے ہیں ۔ اور ایسا ہی واقعہ حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیش آیا کہ لوگوں نے بعض حکام سے اُن کی شکایت کی اور وہ مصر سے بیڑیاں اور ہتکڑیاں ڈال کر بغداد بھیجے گئے ۔ اور خلیفہ نے اُن سے باتیں کیں تو تعجب میں آکر کہنے لگا کہ اگر یہ شخص زندیق ہے تو روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں ہے ۔ جیسا کہ عنقریب اُن کے حالات میں آئے گا ۔ اور علیٰ ہذا سمنون محب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سخت مصیبت آئی کہ ایک عورت نے جو اُن پر عاشق تھی اور یہ اس سے بھاگتے تھے ان پر دعویٰ کیا کہ انھوں نے اور صوفیہ کی ایک جماعت نے اُس کے ساتھ حرام کاری کی ہے سارے مدینہ میں یہ خبر پھیل گئی ۔ اور خلیفہ نے حکم دیا کہ سمنون اور اُن کے ساتھیوں کی گردنیں ماری جائیں اس پر کچھ لوگ تو بھاگ گئے اور کچھ برسوں روپوش رہے ۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اُن سے اس بلا کو دور کیا ۔ اور اسی طرح لوگوں نے حضرت ابوسعید خراز پر تہمت لگائی اور عالموں نے اُن کی تکفیر کا فتویٰ دیا جس کا باعث اُن کی کتابوں کی بعض عبارتیں تھیں جن میں سے ایک یہ تھی کہ " اگر تم پوچھو کہ کہاں سے آئے اور کہاں جاؤ گے تو میرا جواب اللہ کے سوا کچھ نہ ہوگا " اور اسی قسم کی اور عبارتیں اور ۔ ایک مرتبہ اخیم کے مولویوں نے ذوالنون سے تعصب کیا اور سلطان کے حضور میں اس غرض سے مصر جانے کے لئے ایک ڈونگی میں سوار ہوئے کہ اُن کے کفر پر اُس کے حضور میں گواہی دیں گے ۔ لوگوں نے حضرت ذوالنون کو خبر دی ۔ اُنھوں نے کہا کہ خدایا اگر جھوٹے ہیں تو ان کو ڈبو دے ۔ چنانچہ لوگوں کی نظروں کے سامنے ڈونگی الٹ گئی اور سب ڈوب گئے ۔ یہاں تک کہ کشتیبان بھی نہ بچا ۔ حضرت ذوالنون سے کہا گیا کہ بھلا کشتیبان کی کیا خطا تھی ؟ انھوں نے کہا کہ بدکاروں کو اُس نے سوار کرایا تھا ۔ اور سہل بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں نے اُن کے شہر سے بصرہ نکال دیا اور برائیاں اُن کی طرف منسوب ہوئیں اور کافر بنے اور وہ برابر بصرہ ہی میں رہے یہاں تک کہ وہیں اُنھوں نے موت کو لبیک کہا ۔ علمیت معرفت و اجتہاد پر اُن کا یہ

حال ہوا۔ اور اس کا سبب یہ تھا کہ یہ کہا کرتے تھے کہ ہر سانس میں بندہ پر توبہ فرض ہے بس کچھ اور نہیں۔ صرف اتنی ہی بات پر نفتہا ان کے دشمن ہوگئے۔ اور حسین حلاج (منصور) عمرو بن عثمان مکی کی بد دعا کے باعث قتل ہوئے۔ اور اس کا واقعہ اس طور پر ہے کہ ان کے پاس ایک جزء بن خواص صوفیہ کے علوم تھے۔ اُس کو حسین نے لے لیا۔ عمرو نے کہا کہ جس نے وہ کتاب لی ہے اُس کے ہاتھ پاؤں قلم ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور تکفیر کا قول تو عمرو کی دعا کا پردہ تھا جیسا کہ آئندہ ابن خلکان کی روایت سے لکھا جائے گا۔ اور جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف میں علم توحید کی تقریر کرنے کے زمانہ میں لوگوں نے گواہیاں دیں تب انھوں نے فقہ کو اپنا پردہ بنایا اور باوجود علمیت و جلالت کے چھپے ہوئے رہے۔ اور محمد بن الفضل بلخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مذہب کے سبب سے لوگوں نے نکال دیا۔ جیسا کہ عنقریب اُن کے حالات میں آئے گا۔ اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ ان کا مذہب اہل حدیث کا مذہب تھا۔ اس پر لوگوں نے ان سے کہا کہ ہمارے شہر میں تمھارا رہنا جائز نہیں ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں تو نہیں نکلوں گا جب تک کہ تم میرے گلے میں رسی ڈال کر شہر کے بازاروں میں گھسیٹتے اور یہ کہتے ہوئے نہ لے جاؤ گے کہ یہ بدعتی ہے ہم اس کو نکالنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ لوگوں نے اُن کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا اور باہر نکال دیا۔ تب انھوں نے لوگوں کی طرف رُخ کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے دلوں سے اپنی معرفت نکال لی۔ اور ایسا ہی ہوا کہ اُن کے بعد پھر بلخ میں کوئی صوفی نہ ہوا۔ حالانکہ اُس کے قبل تمام شہروں سے زیادہ تر وہیں کی خاک سے صوفی اُٹھے تھے۔ اور جب شیخ عبداللہ بن ابی حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حالت بیداری میں ملا کرتا ہوں تو اُن کی تردید کے لئے ایک مجلس منعقد ہوئی۔ آخر انھوں نے جمعہ کے سوا گھر سے باہر نکلنا چھوڑ دیا یہاں تک کہ عالم بالا کا سفر اختیار کیا۔ اور حکیم ترمذی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب کتاب علل الشریعہ اور کتاب ختم الاولیا تصنیف کی تو لوگ ان کتابوں کی وجہ سے اِن سے بگڑ گئے اور کہنے لگے کہ تم نے ولیوں کو نبیوں پر فضیلت دی ہے۔ اور اُن کی شان میں لوگوں نے سخت کلامیاں کیں اور اُن کو بلخ سے نکلوا دیا۔ اس پر انھوں نے اپنی سب کتابوں کو جمع کرکے دریا میں ڈبو دیا اور مچھلی اُن کو نگل گئی اور چند برس کے بعد مچھلی نے اُن کو اُگلا اور خلق اللہ نے اُن سے فائدہ اٹھایا۔ اور رَے کے صوفیوں اور زاہدوں نے یوسف بن الحسین سے دشمنی کی اور ان پر خدائی کا دعویٰ کرنے کی تہمت لگی اور اُن کے ساتھ لوگوں کا یہ برتاؤ اُن کے مرتے دم تک رہا مگر انھوں نے کچھ پروا نہ کی۔ اس لئے کہ وہ صاحب تمکین تھے۔ اور اُس زمانہ کے لوگ ابوالحسن بوشنجی کے سر ہوگئے اور اُن کو نیشا پور سے نکال کر رہے۔ چنانچہ وہ تا دم مرگ یہیں رہے۔ اور ابو عثمان مغربی کو باوجود اُن کے مجاہدات علمی کمالات و کاملانہ حالات کے مکہ معظمہ سے نکالا گیا۔ اور علویوں نے اُن کے سر اور مونڈھوں پر تازیانے لگوائے اور پھر اونٹ پر سوار کرکے مکہ کے بازاروں میں پھرایا۔ چنانچہ انھوں نے بغداد میں سکونت اختیار کی اور تا دم واپسیں یہیں رہے۔ اور شبلی کے کفر پر کئی مرتبہ گواہیاں گذریں حالانکہ وہ سخت مجاہدہ اور سنت کا اتباع کرنے والے تھے اور مرتے دم تک لوگوں کا یہی برتاؤ ان کے ساتھ رہا۔ یہاں تک کہ جو اُن کے دوست تھے انھوں نے اُن کو چھپانے کے لئے اُن کے مجنون ہونے کی شہادت دی اور تب وہ بیمارستان میں داخل کیے گئے۔ اور حضرت ابوالحسن خوارزمی نے جو بغداد کے مشائخ میں سے تھے کہا کہ

بارہ میں کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے یہاں جہنم نہ ہوتا تو وہ سبکی کی وجہ سے ایک جہنم پیدا کرتا۔ یعنی اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے لئے جنھوں نے اُن کو ستایا اور اُن کا انکار کیا اور جھوٹوں اُن کو کافر بنایا تھا جہنم پیدا کرتا۔ حضرت ابوالحسن کے قول کے یہی معنی ہیں جس کی دلیل خود اُن کا بعد کا یہ جملہ ہے کہ "اگر سبکی جنت میں داخل نہ ہوگا تو پھر کون اُس میں داخل ہوگا" اور اہل مغرب نے امام ابوبکر نابلسی کو کیا کچھ نہ کہا حالانکہ اُن میں علم وفضل۔ زہد و استقامت طریقت۔ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی سرداری موجود تھی۔ مگر با وجود ان سب باتوں کے بیڑیاں ڈال کر لوگ اُنھیں مصر لائے اور سلطان کے حضور میں اُن کے خلاف شہادت پیش ہوئی اور وہ اس پر بھی اپنے قول سے نہ پھرے تب اُن کی زندہ ہی کھال کھینچی گئی۔ اور کہا گیا ہے کہ جس وقت اُن کی کھال کھینچی جاتی تھی اُن کا سر نیچے اور ٹانگیں اوپر تھیں اور وہ قرآن پڑھتے تھے۔ اِس سبب سے قریب تھا کہ لوگوں میں شورش برپا ہوجائے اس لئے سلطان کو واقعہ کی اطلاع دی گئی اور اُس نے حکم دیا کہ پہلے اُن کو قتل کر ڈالو تب کھال کھینچو۔ اور شیخ ابومدین. بجایہ سے باہر کئے گئے جیسا کہ اُن کے حالات میں آئے گا۔ اور ابوالقاسم نصرآبادی باوجود نیکوکاری زہد و پرہیزگاری واتباع سنت کے بصرہ سے نکالے گئے اور اُن کے کلام اور اُن کے حال پر حرف گیریاں ہوئیں اس وجہ سے وہ برابر حرم میں رہے اور وہیں فوت ہوئے اور ابوعبداللہ شجری کو جو ابوحفص حداد کے رفیق تھے لوگوں نے نکال دیا اور جب لوگ ابوعثمان سے ان کی قدر و منزلت زیادہ سمجھنے لگے تو ابوعثمان جیری اُن کے خلاف اُٹھ کھڑا ہوا اور اُن کی شان میں خود بھی بدگوئیاں کرنے اور دوسروں سے بھی کرانے لگا۔ اور ابوالحسن حصری رضی اللہ عنہ کے کفر پر گواہیاں پیش ہوئیں اور کچھ الفاظ جو ایک پرچہ پر لکھے ہوئے تھے لوگوں نے اُن کی طرف منسوب کئے اور ابوالحسن قاضی القضاۃ کے پاس پہنچائے۔ اس پر قاضی نے اُن کو بلوایا اور اُن سے مناظرہ کیا اور جامع مسجد میں بیٹھنے سے اُن کو منع کر دیا۔ یہاں تک کہ اسی حال میں اُنھوں نے عالم بالا کا سفر کیا۔ اور ابن سمنون وغیرہ کی شان میں بُری باتیں کہی گئیں یہاں تک کہ جب وہ مرے تو باوجود اُن کے علم و بزرگی کے لوگ اُن کے جنازہ پر نہ آئے۔ اور امام ابوالقاسم بن جمیل پر اُن کے دم واپسیں تک خدائی کے دعوے کی تہمت قائم رہی اور وہ اپنے اشتغال سے۔ جو علم وحدیث کے متعلق تھے اور اعمال یعنی صیام دہر. قیام لیل اور ترک دنیا سے (جو اس درجہ کی تھی کہ بوریہ پہنتے تھے)، ذرا بھی متزلزل نہ ہوئے۔ اور ابوبکر تلمسانی کہتے تھے کہ ابودانیال حضرت جنیدؒ سمنون و ابن عطا۔ اور عراق کے دوسرے بزرگوں پر طنز کیا کرتے تھے اور جب کسی کو ان بزرگوں کا ذکر نیکی کے ساتھ کرتے سنتے تھے تو غیظ میں آتے تھے اور اُن کی حالت متغیر ہوجاتی تھی۔ اور منصور حلاج بھی صوفیہ میں سے تھے اور یہی صحیح ہے اور ان پر جو مصیبت آئی وہ پوشیدہ نہیں ہے۔ اور اگر وہ اِس گروہ میں سے نہ تھے تو ہم کو اُن سے بحث نہیں ہے۔ لوگوں نے اِن کی نسبت بہت اختلاف کیا ہے۔ ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ان کا لقب حلاج (دھنیا) اس سبب سے ہوا کہ یہ ایک دھنیے کی دوکان میں بیٹھے ہوئے تھے جہاں بے دھنکی روئی کا ڈھیر پڑا تھا۔ دوکان والا کسی ضرورت سے اٹھکر باہر گیا۔ اور جب واپس آیا تو اُس نے ساری روئی دھنکی ہوئی پائی۔ اُسی وقت سے اُن کا لقب حلاج ہوگیا۔ حلاج رضی اللہ تعالیٰ عنہ گرمیوں کے میوے جاڑوں میں اور جاڑوں کے گرمیوں میں لاکر دیتے تھے۔ اور ہوا میں اپنا ہاتھ پھیلاتے تھے اور درہموں سے بھرا ہوا لوٹا لاتے تھے۔

اور ان درہموں کو وہ قدرتی درہم کہا کرتے تھے۔ ابن خلکان کہتے ہیں کہ ان کے قتل کے متعلق حقیقت یہ ہے کہ وہ کسی ایسے امر کی وجہ سے واقع نہ ہوا جو قتل کا موجب ہو۔ وزیر نے یہ کارروائی اُس وقت کی جب وہ کئی بار مجلس میں لائے گئے اور اُن سے کوئی بات شریعت کے مخالف نہ ظاہر ہوئی ہو تو اُس نے لوگوں سے پوچھا کہ آیا ان کی تصنیفات بھی ہیں لوگوں نے کہا کہ ہاں۔ اس پر لوگوں نے بیان کیا کہ ہم نے ان کی ایک کتاب دیکھی ہے جس میں اُنھوں نے لکھا ہے کہ انسان جب حج کرنے سے مجبور ہو تو وہ ان کے گھر کے ایک دریچہ کی طرف آئے اور اُس کو پاک وصاف کر کے اُس کا طواف کرے تو وہ اُس شخص کا سا ہے جس نے بیت اللہ کا حج کیا (اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ آیا واقع میں اُن کا یہ قول ہے) اس پر قاضی نے اُن کو بلوایا اور پوچھا کہ کیا یہ کتاب تمھاری تصنیف ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہاں۔ قاضی نے پوچھا کہ اس کے مضامین کو تم نے کس سے حاصل کیا؟ انھوں نے کہا کہ حضرت حسن بصری سے۔ مگر حلاج کو اُس دغا وفریب کی خبر نہ تھی جو لوگوں نے اُس کے لئے کہا تھا...
بہر حال قاضی نے اُن سے کہا کہ اے "خون ریختہ" حسن بصری کی کتابوں میں تو ان مضامین میں سے کچھ بھی نہیں ہے۔ اور جب قاضی نے اُن کو "خون ریختہ" کہا تو وزیر نے اس لفظ کو پکڑ لیا اور کہا کہ اس کے تکفیر کی نسبت تمھارے حکم کی یہ فرع ہے اور وزیر نے قاضی کو حکم دیا کہ تم اپنے قلم سے اس کی تکفیر کا حکم لکھو۔ قاضی رُکا تو وزیر نے اُس کو مجبور کیا۔ آخر اُس نے لکھ دیا۔ اس پر عوام نے وزیر پر یورش کی۔ تو اُس کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے اور اُس نے خلیفہ سے اس معاملہ کا ذکر کیا۔ خلیفہ نے حلاج کو بلوا کر ہزار کوڑے لگوائے۔ مگر اُنھوں نے اُف نہ کی۔ اور ان کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں قلم کئے گئے اور سولی دی گئی اور ان کی لاش جلائی گئی۔ اور لوگوں میں ان کے متعلق یہ اختلاف ہوا کہ آیا اُن کو سولی دی گئی یا وہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرح اُٹھائے گئے۔ اور امام غزالی رضی اللہ عنہ کی تکفیر کا فتویٰ ہوا اور اُن کی کتاب احیاء العلوم کو لوگوں نے جلایا اس کے بعد منکروں کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے اُن کی مدد کی اور لوگوں نے اُس کو آب زر سے لکھا۔ اور جنھوں نے امام غزالی کا انکار کیا اور اُن کی کتاب کے جلانے کا فتویٰ دیا تھا اُن میں سے قاضی عیاض وابن رُشد بھی تھے۔ امام غزالی کو جب یہ خبر پہنچی تو اُنھوں نے قاضی عیاض کے لئے بددعا کی۔ چنانچہ جس دن بددعا کی گئی اُسی دن وہ مرگ مفاجات سے حمام میں مر گئے۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ خلیفہ مہدی نے قاضی صاحب کے قتل کا حکم دیا کیونکہ اُن کے شہر کے لوگوں نے اُن کی نسبت یہ الزام لگایا تھا کہ وہ یہودی ہیں اس لئے کہ وہ سبت (یعنی ہفتہ) کے دن اس سبب سے کہ کتاب الشفاء کی تصنیف میں مشغول رہتے تھے باہر نہیں نکلا کرتے تھے پس مہدی نے امام غزالی کی بددعا کے باعث اُن کو قتل کرا دیا۔ اور لوگوں نے امام ابوالحسن شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملک مغرب سے مع ایک جماعت کے نکال دیا اور اسکندریہ لکھ بھیجا کہ عنقریب وہاں ایک مغربی زندیق پہنچے گا جس کو ہم نے اپنے ملک سے نکال دیا ہے۔ اس لئے اُس کے ملنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ چنانچہ جب امام موصوف اسکندریہ پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ وہاں کے سب لوگ اُن کو گالیاں دیتے ہیں۔ پھر لوگوں نے سلطان سے ان کی برائیاں کیں۔ اور وہ برابر مصیبتیں جھیلتے رہے۔ یہاں تک کہ اُنھوں نے ایسے زمانہ میں کہ رہزنوں کی کثرت کے باعث حج بند تھا۔ بہت سے لوگوں کے ساتھ حج کیا تب لوگ اُن کے معتقد ہوئے۔ اور لوگوں نے شیخ احمد بن رفاعی پر

زندقہ الحاد اور محرمات کو حلال قرار دینے کی تہمتیں لگائیں جیسا کہ اُن کے حالات میں بیان ہوگا۔ اور امام ابوالقاسم بن قسی وابن برجان وخولی ومرجانی کو لوگوں نے قتل کیا۔ حالانکہ ان میں کا ہر ایک ایسا امام تھا جس کا اقتدا کیا جاتا ہے۔ حاسدین ان کے خلاف میں اُٹھ کھڑے ہوئے اور ان کے کفر کی گواہیاں دیں۔ اس پر بھی یہ قتل نہ ہوئے تو چالیس چلی گئیں اور سلطان سے کہا گیا کہ تخمیناً ایک سو تیس شہروں میں ابن برجان کے نام کا خطبہ پڑھا گیا ہے۔ تب سلطان نے آدمی بھیج کر ابن برجان اور ان کی جماعت کو قتل کرایا۔ اور شیخ محی الدین ابن العربی و سیدی عمر بن الفارض رضی اللہ عنہما کی نسبت تو منکرین آج تک انکار کرتے چلے آتے ہیں۔ اور شیخ عزالدین بن عبدالسلام کے خلاف میں ایک لفظ کی وجہ سے جو اُنھوں نے عقائد کے متعلق کہا تھا ایک مجلس منعقد ہوئی اور لوگوں نے سلطان کو ان کے خلاف میں اُبھارا مگر بعد کو سلطان نرم ہوگیا۔ اور شیخ الاسلام تقی الدین ابن بنت الاعزہ سے لوگوں نے حسد کیا اور سلطان کی نسبت اُن کی طرف سے ایک بات بنائی چنانچہ سلطان نے اُن کی سزا کا فرمان لکھا۔ لیکن بعد کو اُن پر مہربان ہوگیا۔ اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ ملک ظاہر بیبرس ان کا پورا مطیع و فرماں بردار ہوگیا تھا یہاں تک کہ کوئی کام بغیر اُن کے مشورہ کے نہیں کرتا تھا۔ اس لئے حاسدوں نے ان دونوں کے درمیان لگائی بجھائی شروع کی اور ایک مسئلہ میں لوگوں نے سلطان کے ذہن نشین یہ کردیا کہ حنفیہ برسر صواب ہیں اور شافعیہ برسر خطا شیخ تقی الدین نے کہا کہ ایسا نہیں ہے۔ جس پر شیخ کے مقابلہ میں اُن کے بعض حاسدوں نے سلطان کی طرف داری کی۔ اس زمانہ میں ملک مصر میں صرف امام شافعی کے قول پر حکم دیا جاتا تھا۔ مگر اس واقعہ کے بعد سے سلطان بیبرس نے چاروں مذہب کے قاضی مقرر کئے جو برابر ہمارے زمانہ تک چلے آتے ہیں۔ اور شیخ عبدالحق بن سبعین کو لوگوں نے بُرا کہا اور ملک مغرب سے اُن کو اس طور پر نکلوایا کہ نقیبوں کو اُن سے پہلے اس مضمون کی تحریر دے کر بھیجا کہ اہل مصر ان سے احتراز کریں کیونکہ یہ کہتے ہیں کہ "اَنَا ھُوَ وَ ھُوَا نا" (میں وہ ہوں اور وہ میں) اور اماماں مذہب جیسے ابوحنیفہ شافعی و احمد رحمہم اللہ تعالیٰ اور ان کی امثال کی مصیبتیں ان کے مناقب کی کتابوں میں تفصیل سے درج ہیں۔

بھائیو! دیکھو کہ ان اگلے اور پچھلے اماموں اور پیشواؤں پر کیا گذری۔ اور تم کو چاہیئے کہ جو کچھ تم کو پیش آئے اُس میں اُن بزرگوں کو اپنا نمونہ ٹھہراؤ۔ واللہ اعلم۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا نام و نسب یہ ہے عبداللہ بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب۔ قرشی تیمی۔ ان کا نسب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے مرہ بن کعب پر پہنچ کر مل جاتا ہے۔ ان کے مناقب احاطۂ تحریر سے باہر ہیں ان کا قول ہے کہ دانائیوں میں بڑی دانائی تقوٰی ہے۔ اور حماقتوں میں بڑی حماقت بدکاری۔ سچائیوں میں بڑی سچائی امانت ہے۔ اور جھوٹ میں بدترین جھوٹ خیانت اور جب وہ کوئی ایسا کھانا کھا لیتے تھے جس میں شبہ ہوتا تھا اور بعد کو انھیں معلوم ہوتا تھا تو وہ قے کر ڈالتے اور کہتے تھے کہ خداوندا جو کچھ رگوں اور آنتوں میں سرایت کر گیا اُس پر مواخذہ نہ فرما۔ اور کہا کرتے تھے کہ اس[1] کام کا آخر درست نہ ہوگا مگر اُسی سے جس سے اُس کا اول درست ہوا اور اس کا بار وہی شخص اُٹھائے گا جو قدر میں سب سے افضل اور اپنے نفس پر سب سے زیادہ قادر ہوگا۔ اور جس کو وہ نصیحت کرتے تھے اُس سے کہتے تھے کہ بھائی اگر تم میری نصیحت مانو تو کسی ایسی چیز کو جو آنکھ سے اوجھل ہو موت سے بڑھ کر دوست نہ رکھو کیونکہ وہ تو آ کر رہے گی۔ اور ان کا قول ہے کہ بندہ میں جب دنیا کی کسی زینت[2] سے غرور آ جاتا ہے تو جب تک اس زینت سے جدائی اختیار نہ کرے اللہ تعالیٰ اُس کو دشمن رکھتا ہے۔ اور کہا کرتے تھے کہ اے گروہ مسلمانان! اللہ سے حیا کرو قسم ہے اُس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ جب میں قضائے حاجت کے لئے کھلے میدان میں جاتا ہوں تو میں اپنے پروردگار سے حیا کے مارے دوپٹہ سے پردہ کر لیتا ہوں۔ اور اکثر کہتے تھے کہ اے کاش میں کوئی پودا ہی ہوتا کہ لوگ کاٹتے اور کھا جاتے۔ اور اپنی زبان کی نوک کو ہاتھ سے پکڑتے اور کہتے تھے کہ اسی نے مجھے بہت سی بلاؤں میں پھنسایا ہے اور جب کبھی اُن کے ہاتھ سے اونٹنی کی نکیل چھوٹ جاتی تھی تو وہ اونٹنی کو بٹھلا کر اس کو پکڑ لیتے تھے اور اگر کوئی شخص کہتا تھا کہ آپ نے مجھ سے کیوں نہ کہا تو کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی سے سوال کرنے کو منع فرمایا ہے۔ اور وہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہتے تھے کہ میں نے تمھارا کام اپنے ذمہ لیا ہے حالانکہ میں تم سے بہترین شخص نہیں ہوں تم کو میری مدد کرنی چاہئے اور جب مجھے سیدھی چال پر دیکھو تو میری پیروی کرو اور جب کبھی

---

[1] غالباً اصلاح حال امت مراد ہے ۱۲ مترجم

[2] زینت سے اولاد و مال مقصود ہے جیسا کہ آیہ کریمہ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (مال اور اولاد دنیا کی زندگی کے بناؤ سنگار ہیں) اس پر دلالت کرتی ہے ۱۲ مترجم

پر دیکھو تو مجھے راہِ راست پر لاؤ۔ اُن پر اس قدر غم و خوف غالب تھا کہ اُن کے منہ سے جگر بریان کی بو آتی تھی۔ بائیسویں جمادی الثانی ۱۳ھ کو تریسٹھ سال کی عمر میں مغرب و عشا کے درمیان اُنھوں نے رحلت کی۔

۲۔ امام عمر بن الخطّاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب کعب پر مل جاتا ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ سب سے پہلے "امیر المومنین" یہی کہلائے۔ اور ان کے کثرتِ علم و فور دانش و فہم و زہد و تواضع اور مسلمانوں پر مہربانی۔ اور انصاف۔ اور حق پر رُک جانے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثا کی تعظیم۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت پیروی کرنے پر اجماع ہے۔ ان کی خوبیاں شمار میں نہیں آسکتیں۔ ان کے دسترخوان پر ایک وقت میں دو سالن نہیں ہوتے تھے۔ اور حفصہ رضی اللہ عنہا نے ان کی طرف ٹھنڈا شوربا بڑھایا اور اُس کے اوپر سے روغن زیتون ڈال دیا تو کہنے لگے کہ گو ایک برتن میں ہیں مگر دو سالن تو ہیں میں نہیں کھاتا۔ اور ان کے کرتہ میں دونوں مونڈھوں کے بیچ چار پیوند تھے اور ان کی تہ بند میں چمڑے کے ٹکڑے کا ایک پیوند تھا۔ ایک مرتبہ لوگوں نے ان کے کرتہ میں چودہ پیوند گنے تھے جن میں سے ایک سرخ چمڑے کا تھا۔ ان کی دعا یہ تھی کہ خدایا اپنی راہ میں مجھے شہادت عطا فرمائیو اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں مجھے موت دیجیو۔ ایک مرتبہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کی اجازت چاہی۔ جناب رسالت مآبؐ نے اجازت عطا کی اور فرمایا کہ بھائی مجھے اپنی دعا میں نہ بھولنا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ اپنی دعا میں مجھے شریک کرلینا۔ اور جب مسلمانوں کو کوئی واقعہ پیش آتا تو اُس کے اہتمام میں یہ جان پر کھیل جاتے تھے۔ اور قصابوں کی منڈی میں دُرّہ لئے ہوئے جایا کرتے اور جس کو متواتر دو دن گوشت خریدتے دیکھتے اُس کو دُرّہ مارتے اور کہتے تھے کہ اپنے ہمسایوں و عزیزوں کے لئے اپنے پیٹ کو تھوڑی تکلیف کیوں نہیں دیتا۔ ایک دن نماز جمعہ میں دیر سے آئے اور لوگوں سے معذرت کی اور کہنے لگے کہ مجھے میرے اس کپڑے نے تمھارے پاس آنے نہ دیا یہ دھلتا تھا اور میرے پاس اس کے سوا اور کوئی کپڑا تھا نہیں۔ ایک مرتبہ کہنے لگے کہ اگر مجھے حساب کا خوف نہ ہوتا تو میں حکم دیتا کہ میرے لئے تنور میں دنبہ بھونا جائے۔ اور اگر کبھی اُن کا جی کسی ایسی چیز کو چاہتا جس کی قیمت چار پانچ آنے ہوتی تو پورے سال بھر تک اُس کو ٹالتے تھے۔ ان کا قول تھا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا خوف کرے گا وہ اپنے غیظ و غضب کا خیال نہ کرے گا اور جو شخص خدا سے ڈرے گا وہ اُس کی مرضی کے خلاف نہ کرے گا۔ ایک روز منبر پر تشریف لے گئے اور اُنھوں نے کہا کہ اُس خدا کا شکر ہے جس نے مجھے ایسا بنادیا کہ میرے اوپر کوئی نہیں ہے۔ اس پر لوگوں نے پوچھا کہ آپ کے اس کہنے کا کیا باعث ہوا۔ آپ نے کہا کہ اظہار شکر۔ اور منبر سے اُتر آئے۔ خلافت کے زمانہ میں مدینۂ طیبہ سے مکۂ معظمہ حج کو گئے مگر آتے جاتے اثنار راہ میں نہ کہیں خیمہ نصب ہوا اور نہ راوٹی۔ جب اُترتے تھے تو ان کے لئے کمبل بچھایا جاتا تھا یا کسی درخت پر کوئی کمبل یا بچھانے کا چمڑا ڈال دیا جاتا تھا اور اُس کے سایہ میں وقت گذار دیتے تھے۔ یہ خلقۃً سرخ سفید

تھے مگر عام الرماد[1] میں جو قحط کا سال تھا۔ اس سبب سے کہ اپنا پیٹ کاٹ کر لوگوں کو فائدہ پہنچانا چاہتے تھے۔ برابر زیتون کا تیل کھاتے کھاتے ان کا رنگ گندمی ہوگیا تھا انھوں نے گوشت گھی اور دودھ کھانا چھوڑ دیا اور قسم کھالی کہ جب تک مسلمانوں میں سستا سامان نہ ہوگا روغن زیتون کے سوا کوئی سالن نہ کھاؤں گا۔ یہ قحط چھ مہینے رہا۔ زمین کی رنگت سیاہ ہوگئی تھی۔ اور یہ گھروں کا چکر لگاتے اور یہ کہتے پھرتے تھے کہ جو محتاج ہو وہ ہمارے پاس آئے۔ اور کہا کرتے تھے کہ خدایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو میرے عہد میں ہلاک نہ فرما۔ کثرت گریہ سے اُن کے چہرہ پر دو کالی دھاریاں پڑ گئی تھیں۔ اور جو آیت ان کے وظیفہ میں تھی اُس کے پڑھنے میں روتے روتے ان کی گھگھی بندھ جاتی تھی اور یہ حالت گریہ میں گر پڑتے تھے اور جب ایسا واقعہ گذرتا تھا تو گھر سے باہر نہیں آتے تھے اور لوگ بیمار سمجھ کر ان کی عیادت کو جاتے تھے اور ان کی آہ وزاری کی آواز تین صفوں کے پرے تک سنائی دیتی تھی۔ یہ کہا کرتے تھے کہ اے کاش میں دنبہ ہوتا کہ لوگ جس قدر چاہتے مجھے تیار کرتے پھر کاٹ کر کھا جاتے اور فضلہ ہو کر نکل جاتا۔ مگر آدمی نہ بنایا جاتا۔ جب بیمار ہوئے تو ان کا سر ان کے بیٹے عبداللہ کی گود میں تھا اُن سے کہا کہ بیٹے میرے سر کو زمین پر رکھ دو۔ حضرت عبداللہ نے کہا کہ جیسا زمین پر رہا ویسا میرے زانو پر آپ اس میں تکلف کیوں فرماتے ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ تم زمین پر رکھ دو چنانچہ حضرت عبداللہ نے ان کے سر کو زمین پر رکھ دیا۔ اور یہ کہنے لگے کہ اگر میرے پروردگار نے مجھ پر رحم نہ فرمایا تو ہائے میں اور ہائے میری ماں۔ پھر کہا کہ میں اس پر راضی ہوں کہ جیسا آیا تھا ویسا ہی دنیا سے چلا جاؤں۔ نہ کچھ جزا ملے نہ سزا۔ اس کے بعد کہا کہ خدایا میری عمر زیادہ ہوگئی میری ناتوانی بڑھ گئی اور میری رعیت دور دور پھیل گئی ہے اپنے پاس ایسا بلا کہ نہ ضائع کرنے والا ثابت ہوں اور نہ حد سے گذر جانے والا۔ مرنے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اُن کو خواب میں دیکھا اور اُن سے پوچھا کہ کہئے امیر المومنین کیا معاملہ پیش آیا۔ اُنھوں نے کہا کہ اگر میں اپنے پروردگار کو رحم کرنے والا نہ پاتا تو کیا عجب تھا کہ میرا جنازہ زمین میں دھنس جاتا۔ اور جب کوڑے کے پاس سے گذرتے تھے تو کھڑے ہو جاتے اور کہتے تھے کہ یہی تمھاری وہ دنیا ہے جس کی حرص کرتے ہو۔ اور کہا کرتے تھے کہ فانی کا نقصان کرنا باقی یعنی آخرت کے نقصان کرنے سے تمھارے لئے بہتر ہے۔ اور کبھی ایک تنکا زمین سے اُٹھا لیتے اور کہتے تھے کہ کیا اچھا ہوتا کہ میں یہ تنکا ہوتا۔ اے کاش میں پیدا نہ ہوتا۔ کاش میری ماں مجھے نہ جنتی۔ کاش میں کچھ بھی نہ ہوتا۔ کاش میں بھولا بسرا ہوتا۔ وسطِ شب میں نماز پڑھنی ان کو بہت مرغوب تھی۔ اور جب مبتلائے غم ہوتے تھے تو اپنے کپڑے اُتار ڈالتے اور مختصر سا کپڑا جو بمشکل زانو سے نیچے پہنچتا تھا پہن لیتے اور دہاڑیں مار مار کر روتے اور استغفار کرتے اور دونوں آنکھیں ڈبڈبائی ہوتی تھیں یہاں تک کہ ان کو غش آجاتا تھا اور آٹے کے بورے اپنی پیٹھ پر لاد کر بیواؤں اور یتیموں کو پہنچاتے تھے۔ اور جب کوئی شخص کہتا کہ لائیے میں لے چلوں تو کہتے کہ قیامت کے دن میرے گناہ کون اٹھائے گا ان کے حالات بہت زیادہ اور مشہور ہیں۔

---

[1] ۱۸ھ میں نہایت سخت کال اور خشک سالی واقع ہوئی تھی اور ہوا باریک خاک اُڑا کر لاتی تھی جو رماد یعنی راکھ کے مشابہ ہوتی تھی اسی لئے اس سال کو عام الرماد یعنی سال خاکستر کہتے ہیں ۱۲ مترجم

(۳) امام عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا نسب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عبد مناف پر جا کر ملتا ہے۔ ان کا لقب "ذوالنورین" اس سبب سے ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو لخت جگر یعنی حضرت رقیہؓ اور حضرت کلثومؓ یکے بعد دیگرے ان سے منسوب ہوئیں۔ انتالیس دن یہ محصور رہے بعدہٗ محاصرہ کی حالت میں جبکہ یہ قرآن تلاوت کر رہے تھے اور مصحف مجید سامنے رکھا تھا شہید ہوئے۔ ان میں نہایت درجہ کی حیا تھی۔ یہاں تک کہ اگر یہ گھر کے اندر ہوتے اور دروازے بھی بند رہتے تو بھی غسل کے وقت بدن پر پانی بہانے کو کپڑے نہیں اتارتے تھے۔ ان کی حیا اجازت نہ دیتی تھی کہ ان کی ریڑھ کی ہڈی اٹھی ہوئی نظر آئے۔ اور دن کو روزے رکھا کرتے اور رات کو کھڑے ہوئے عبادت کرتے تھے۔ صرف اول شب میں ایک نیند سو لیتے تھے۔ اور اکثر ایک رکعت میں قرآن ختم کرتے تھے۔ اور خلافت کے زمانہ میں جب خطبہ کہتے تھے تو موٹا عدن کا بنا ہوا تہ بند پہنے رہتے تھے جس کی قیمت چار پانچ درہم (سوا روپیہ ڈیڑھ روپیہ) ہوتی ہوگی۔ اور دوسروں کو امیرانہ کھانا کھلاتے اور خود گھر جا کر سرکہ اور روغن زیتون سے روٹی کھا لیتے تھے۔ اور اپنی خلافت کے زمانہ میں اونٹ پر اپنے پیچھے اپنے غلام کو بٹھا لیتے اور اس کو معیوب نہیں سمجھتے تھے۔ اور جب قبرستان کے پاس سے گذرتے تھے تو اس قدر روتے تھے کہ ان کی داڑھی بھیگ جاتی تھی۔ ان کے اوصاف حمیدہ بھی کثرت سے اور مشہور ہیں۔

(۴) امام علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا نسب مشہور ہے۔ آپ کہا کرتے تھے کہ دنیا مردار ہے۔ اس لئے جو کوئی اس میں سے کچھ چاہے گا اس کو کتوں کی مخالفت پر صبر کرنا پڑے گا۔

میں کہتا ہوں کہ دنیا سے مراد وہ ہے جو شرعی احتیاج سے زیادہ ہو نہ کہ جو ضروری ہو۔ کیونکہ دنیا کی فضولیات داخل شہوات ہیں اور شہوات والے بہت ہیں اور اسی لئے کبھی کوئی زاہد ایسے مقام میں نہیں دیکھا جہاں دنیا کے لئے باہم کشاکش ہوتی ہو جس کا شاہد مشاہدہ ہے۔ اور فضولیات کے طالب کا نام "کتا" اسی لئے رکھا گیا ہے کہ اس کا دل اس میں اٹکا رہتا ہے کیونکہ عربی زبان میں کتے کو کلب کہتے ہیں اور کلب "کلب" سے ماخوذ ہے جس کے معنی اٹکنے کے ہیں اور جس شخص کے واسطے اپنی کسی خواہش سے جدا ہونا دشوار ہو وہ اس خواہش کا کتا ہے۔ اور جو آدمی خورش و پوشش میں زیادہ فراخی برتتے ہیں وہ صرف اپنی کمی زہد سے ایسا ہیں اور شارع نے ہم کو شبہات میں وسعت سے کام لینے کا حکم نہیں دیا ہے واللہ اعلم۔

ابو عبیدہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ امام علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے رجز میں اپنے نو جملے کہے کہ ان میں سے ایک تک بھی پہنچنے کی امیدیں منقطع ہو گئیں۔ تین جملے مناجات میں ہیں، تین علم میں اور تین

اخلاق میں۔ مناجات میں تو یہ ہیں۔

(۱) یہی عزت میرے لئے کافی ہے کہ تو میرا پروردگار ہے۔

(۲) میرے لئے یہی فخر کافی ہے کہ میں تیرا بندہ ہوں۔

(۳) جیسا میں دوست رکھتا ہوں ویسا ہی تو میرے لئے ہے اس لئے جس چیز کو تو دوست رکھتا ہے اُس کی توفیق مجھے دے۔

اور علم میں یہ ہیں۔

(۱) آدمی اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔

(۲) باتیں کرو پہچان لئے جاؤ گے۔

(۳) جس آدمی نے اپنی قدر پہچانی وہ ضائع نہ ہوا۔

اور اخلاق میں یہ جملے ہیں۔

(۱) جس پر چاہو احسان کرو تم اُس کے امیر (حاکم) ہو جاؤ گے۔

(۲) جس سے چاہو استغنا ظاہر کرو تم اُس کی نظیر (ہم رتبہ) ہو جاؤ گے۔

(۳) چاہو جس کے تم محتاج ہو اُس کے اسیر ہو جاؤ گے۔

آپ کا قول ہے کہ واللہ ایمان والا ہی مجھے دوست رکھے گا اور نفاق والا ہی مجھے دشمن سمجھے گا۔ انتقال کے قبل آپ کا آخری کلام کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تھا۔ آپ کا مقولہ ہے کہ آدمی کا بوڑھا ہو کر اور اپنے پروردگار کو پہچان کر مرنا اس سے بہتر ہے کہ لڑکپن میں مرے، گو بغیر حساب کے ہی جنت میں کیوں نہ جائے۔

میں کہتا ہوں کہ اس میں ادنیٰ بات تو یہ ہے کہ بندہ جنت میں اپنے رب کی اُسی قدر قربت پائے گا جس قدر اُس نے عبادت کی ہو گی واللہ اعلم۔ آپ کہا کرتے تھے کہ جو آدمی بہت زیادہ اللہ تعالیٰ کو جانے گا وہ لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں کو بہت زیادہ دوست رکھے گا اور بہت زیادہ اُن کی تعظیم کرے گا۔ ایک مرتبہ آپ سے کسی نے کہا کہ یا امیر المومنین کیوں نہ میں آپ کی حفاظت کروں۔ تو آپ نے کہا کہ ہر شخص کی محافظ اُس کی اجل ہے۔ آپ کا قول ہے کہ اعمال سے زیادہ ان کے مقبول ہونے کا اہتمام کرو کیونکہ خوف خدا کے ساتھ کوئی عمل تھوڑا نہیں ہے۔ اور جس کا رُخ خدا کی طرف ہے اُس کا عمل تھوڑا کیونکر ہو سکتا ہے۔ آپ کا قول ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو دنیا بڑے بناؤ سنگار کے ساتھ آئے گی، عرض کرے گی کہ میرے پروردگار مجھے اپنے دوستوں میں سے کسی کو عطا فرما۔ لیکن اللہ عزوجل اُس سے ارشاد فرمائے گا کہ چلی جا تو کوئی ایسی کائنات نہیں کہ میں اپنے کسی دوست کو دوں۔ پھر وہ پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر جہنم میں ڈال دی جائے گی۔ آپ کا قول ہے کہ بندہ کو اپنے مالک کے سوا کسی سے امید نہ رکھنی چاہیے اور اپنے گناہ کے سوا کسی سے ڈرنا نہ چاہیے۔ آپ ہی کا قول ہے کہ کسی جاہل کو اس سے شرم نہیں کرنی کہ اُس سے ایسی چیز پوچھی جائے جس کو وہ نہیں جانتا اور کسی عالم کو اس سے شرم نہیں آتی کہ جب اُس سے ایسی بات پوچھی جائے جس کو وہ

نہیں جانتا تو کہدے کہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ آپ کہا کرتے تھے کہ تمھاری نسبت مجھے سب سے زیادہ پیروی حرص اور طول امل کا اندیشہ ہے۔ پیروی حرص تو حق سے بے راہ کر دیتی ہے اور طول امل آخرت کو بھلا دیتا ہے۔ آپ ہی کے اقوال میں سے ہے کہ پورا فقیہہ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے ناامید نہ کرے اور نہ اُن کو عذاب سے بے پروا ہونے دے اور نہ خدا کے گناہوں کی اجازت دے اور نہ قرآن کو دوسری چیز کی رغبت کے باعث چھوڑ دے۔ جس عبادت میں علم نہ ہو اُس میں کوئی نیکی نہیں۔ اور جس علم میں سمجھ نہ ہو اُس میں کوئی خوبی نہیں۔ اور جس پڑھنے میں سوچ نہ ہو اُس میں کوئی بھلائی نہیں۔ تم کو علم کے سرچشمے، رات کے چراغ، کہنہ لباس اور تازہ دل ہونا چاہیئے اسی سے آسمان کے ملکوت میں پہچانے جاؤ گے اور اسی کے ساتھ تمھارا ذکر زمین پر ہوگا۔ اگر تم اُس ماںتا بھری ماں کا رونا رو و جو بچہ کے جاتے رہنے پر روتی ہے۔ اور مصیبت میں پھنسے ہوئے رہبان کا سا نالہ کرو۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے قرب کی طلب اور اُس کی خوشنودی اور اُس کے پاس رتبہ کی بلندی یا کسی گناہ کی بخشایش کی جستجو میں اپنے مال و اولاد سے باہر نکل جاؤ تو بھی تمھاری مراد کے مقابلہ میں تھوڑا ہے۔ دل ظروف ہیں اور بہترین ظرف وہ ہے جس میں چیزیں زیادہ تر حفاظت سے رہیں پھر ہائے ہائے کرتے اور اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے کہتے تھے کہ اس میں ایسا علم ہے کہ کاش میں اس کو تمام شائع کر دیتا۔

ایک مرتبہ کوئی شخص آپ کے لئے فالودہ لایا جب وہ سامنے رکھا گیا تو آپ نے کہا کہ تو خوشبودار خوش رنگ، و خوش مزہ تو ہے۔ لیکن مجھے پسند نہیں کہ اپنے نفس کو ایسی چیز کا خوگر بناؤں جس کی اُس کو عادت نہیں ہے۔ آخر آپ نے اُس کو نوش جان نہ کیا اور آپ نے عراق کے کھانوں میں سے بہت ہی تھوڑا کھایا تھا۔ آپ نے اپنے کرتہ میں پیوند لگایا اور کہا کرتے تھے کہ پیوند لگے ہوئے کپڑے پہننے سے دل میں خوف خدا پیدا ہوتا ہے اور ایمان والے کو اُس کی پیروی کرنی چاہیئے۔ اور آپ کی آستینوں میں سے جس قدر حصہ انگلیوں سے باہر نکلا رہتا اُس کو کاٹ ڈالتے تھے۔ اور یہی عادت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی تھی۔ اور جاڑوں میں سردی سے آپ کے اعضا کپکپاتے تھے اس پر کسی نے کہا کہ آپ بیت المال سے کوئی کمبل کیوں نہیں لے لیتے اُس میں تو بڑی گنجائش ہے۔ لیکن آپ نے کہا کہ میں اپنی ذات کے لئے کوئی چیز لے کر مسلمانوں کے بیت المال کی کمی کا باعث نہ ہوں گا۔ آپ کا قول ہے کہ پرہیزگاری تو معصیت پر اصرار سے اور اطاعت پر فخر و ناز سے باز آنے کا نام ہے۔ آپ کو دنیا اور اُس کی رونق سے وحشت اور رات اور اُس کی تاریکی سے دل بستگی ہوتی تھی۔ اور ہر چیز پر اپنے نفس کا محاسبہ کرتے تھے۔ لباسوں میں سے وہ لباس جس میں فضولی کم ہو اور کھانوں میں سے وہ کھانا جو تکلف سے بری ہو آپ کو بہت اچھا معلوم ہوتا تھا۔ آپ دین داروں اور مسکینوں کی عظمت کرتے تھے۔ رات بھر نمازیں پڑھا کرتے اور بہت ہی تھوڑا آرام لیتے تھے اور اپنی ریش مبارک کو پکڑ کر مرغ بسمل کی طرح تڑپتے اور غم زدوں کی طرح رو کر صبح کر دیتے تھے۔ آپ دنیا کی طرف خطاب کر کے کہا کرتے تھے کہ تو کسی اور کو فریفتہ کر میں تو تجھے تیری عمر بھر کے لئے تین طلاقیں دے چکا ہوں۔ تیری عمر کوتاہ تیری مجلس ذلیل اور تیری جوکھوں بڑی ہے آہ آہ توشہ کی کمی، منزل کی دوری۔ اور راستہ کی وحشت!!

آپ کا قول ہے کہ سب سے کٹھن کام تین ہیں۔ اپنے نفس سے حق کا دلوانا۔ ہر حال میں اللہ کا یاد کرنا۔ اور

مال سے بھائی کی غم خواری کرنا۔ اور کہا کرتے تھے کہ تم کو جو کچھ دنیا میں سے ملے اُس پر بہت خوشی نہ کرو اور جو کچھ تم کو نہ ملے اُس سے مایوس ہو کر غم نہ کرو۔ اور اپنی ہمت کو موت کے بعد کے معاملات میں مصروف رکھو۔ اور آپ ہی کا قول ہے کہ ہر آدمی کے ساتھ دو فرشتے ہیں جو غیر مقدر سے اُس کی حفاظت کرتے ہیں اور جب امر مقدر آجاتا ہے تو وہ اپنی حفاظت اُٹھا لیتے ہیں۔ اور میعاد مقرر قلعہ بند باغ ہے۔ زبان مبارک پر اکثر جو اشعار جاری رہتے تھے اُن کا ترجمہ یہ ہے ؂

او مرنے والے! ہے تجھے لازم فروتنی — مال و متاع دہر سے کافی ہے صرف توت
ہے دیو فکر و غم کا تو پابند کس لئے — سر پر ہے حرص و آز کا پھر کیوں سوار بھوت
در پیش تجھکو شہر خموشاں کا ہے سفر — چرچا جہاں نہیں ہے کوئی بھی بجز سکوت

قضاعی رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کے چودہ بیٹے تھے جن میں سے صرف پانچ کی نسلیں جاری ہوئیں یعنی حسنؓ حسینؓ۔ محمد بن الحنفیہؒ۔ عمرؓ۔ و عباسؓ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ آپ کے مناقب بہت زیادہ اور مشہور ہیں۔

(۵) امام طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا نسب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے مُرہ پر جاکر ملتا ہے۔ یہ اُن لوگوں میں سے ہیں جو جنگ اُحد کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے اور اپنے ہاتھ سے اور اپنی جان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچایا۔ ان کا ہاتھ شل ہوگیا اور انہوں نے چودہ زخم کھائے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام طلحۃ الخیر رکھا تھا ان کا یومیہ ایک ہزار درہم تھا۔ اور ایک دن انھوں نے ایک لاکھ درہم خیرات کئے حالانکہ اُس وقت ان کو مسجد جانے کے لئے کرتہ کی ضرورت تھی مگر نہ خریدا۔ اور ان کا قول تھا کہ جو شخص ایسی حالت میں رات بسر کرتا ہے کہ اُس کے گود میں روپے رکھے ہوتے ہیں اور وہ نہیں جانتا کہ رات کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کو کیا پیش آنے والا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے غافل ہے۔ اس لئے جب رات کو ان کے گھر میں روپے رہتے تھے تو اس رات کو وہ صبح تک نہ سوتے تھے جب تک کہ اُس کو خرچ نہ کرلیں ۳۶ھ میں عام الجمل میں مارے گئے اور ان کا مزار بصرہ میں مشہور ہے لوگ اُس کی زیارت کرتے ہیں۔

(۶) امام زبیر ابن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نبی صلی اللہ سے ان کا نسب قصیّ میں ملتا ہے۔ جنگ بدر میں یہ خوب لڑے تھے اور انھوں نے اتنے زخم کھائے تھے کہ ان کی پیٹھ اور گردن کے زخم میں آدمی ہاتھ ڈال سکتا تھا۔ ان کی وفات کے وقت ان پر

بہت سا قرض تھا اور مال کچھ بھی نہیں لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ اپنے قرض کے بارہ میں کیا کریں گے۔ اس پر انھوں نے اپنی اولاد سے کہا کہ تم کہو کہ اے زبیر کے آقا اس کا دین ادا کردے چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب کا سب ادا ہوگیا جس کی مقدار بائیس لاکھ تھی حضرت زبیر کا ایک بچہ تھا جو اُن کو بوریہ میں لپیٹ کر لٹکا دیتا اور آگ کا دھواں پہنچاتا اور کہتا تھا کہ کفر پر لوٹ آ مگر حضرت زبیرؓ کہتے تھے کہ میں کبھی کافر نہ ہوں گا۔ ان کے ایک ہزار غلام تھے جو روزانہ ان کو خراج دیتے تھے اور یہ اُسی وقت اُس کو خیرات کرکے اٹھتے تھے یہاں تک کہ ایک درہم بھی باقی نہ رہنے دیتے تھے۔

(۷) امام سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدِ چہارم میں جا کر ملتا ہے۔ یہ بیمار ہوئے۔ تو کہنے لگے کہ یا پروردگار میرے بچے چھوٹے چھوٹے ہیں ان کے بالغ ہونے تک میری موت کو ملتوی فرما۔ چنانچہ وہ بیس سال اور زندہ رہے ان کے اور حضرت خالد کے درمیان کچھ نزاع تھی۔ ایک شخص حضرت خالد کی شکایت لے کر ان کے پاس آیا۔ تو اس سے انھوں نے کہا کہ ہمارے آپس میں جو نزاع ہے اُس کا اثر ہمارے دین پر نہیں ہے تم یہ باتیں رہنے دو۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فساد واقع ہوا تو انھوں نے لوگوں سے ملنا جلنا اور اپنے گھر سے باہر نکلنا چھوڑ دیا۔ جنگ اُحد میں انھوں نے ایک ہزار تیر چلائے تھے۔ اور ان کی وصیت تھی کہ جنگ بدر میں جو جبہ پہنے ہوئے میں مشرکوں سے لڑا تھا اُسی میں مجھے کفنانا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

(۸) امام سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا نسب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب سے کعب بن لوئی میں جا کر ملتا ہے۔ یہ مستجاب الدعوۃ تھے اروی بنت انس نے مروان سے فریاد کی کہ انھوں نے میری کچھ زمین دبالی ہے۔ اس پر حضرت سعید نے کہا کہ خدایا اگر یہ جھوٹ کہتی ہے تو اس کی بینائی جاتی رہے اور اس [illegible] ت آجائے۔ چنانچہ مرنے سے پہلے اُس کی آنکھیں ختم ہوگئیں۔ اور وہ اپنی اُسی زمین میں ایک دن جا رہی تھی کہ گڑھے میں گری اور مرگئی۔

حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عقیق[1] میں قضا کی اور ان کی لاش مدینہ طیبہ آئی اور وہیں ۵۵ھ میں دفن ہوئی۔

---

[1] مدینہ طیبہ میں ایک موضع ہے جس میں چشمے اور نخلستان ہیں جس کی نسبت حدیث میں آیا ہے کہ وہ مبارک وادی ہے ۱۲ مترجم

(۹) امام ابو محمد عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کا نسب کلاب بن مُرّہ میں جا کر ملتا ہے۔ انھوں نے محتاجوں اور مسکینوں کو سات سو سے زیادہ سواری کے اونٹ مع اُن کے پالانوں اور کل سامانوں کے عطا کئے تھے۔ اور جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ عبد الرحمٰن بن عوف بے مزدومنت جنت میں داخل ہوں گے یہ ہمیشہ خائف رہا کرتے تھے۔ اور جب اُن کو یہ خبر پہنچی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے رسولؐ اللہ نے اِن سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دیا کرو اس سے تمہارے دونوں پاؤں کھُل جائیں گے اِس کے بعد حضرت جبرئیل آئے اور کہنے لگے کہ عوف کے بیٹے کو حکم دیجئے کہ مہمانوں کی ضیافت کیا کرے اور مسکینوں کو کھانا کھلایا اور سائلوں کو خیرات دیا کرے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو جس حال میں وہ ہے اُس کا کفارہ ہو جائے گا۔ اور روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے اُن کو عمامہ باندھ دیا اور دونوں مونڈھوں کے بیچ میں اُس کا شملہ لٹکا دیا تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن کے پیچھے نماز پڑھی اور فرمایا کہ یہ نیکوکار بندہ ہے۔ اور وہ شدت خوف و تواضع سے اپنے غلاموں کو ایک دوسرے سے تمیز نہ کر سکتے تھے۔ ۳۲ھ میں اُنھوں نے وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئے۔

(۱۰) امام ابو عبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے چھٹی پیڑی میں جا کر ملتا ہے یہ ھود بیسان[۱] میں ایک گاؤں کے قریب جس کا نام عماد ہے ۱۸ھ میں مدفون ہوئے۔ ان کا قول ہے کہ سُن رکھو! بہت سے اپنے کپڑوں کو اجلا رکھنے والے اپنے دین کو میلا رکھتے ہیں۔ سُن رکھو! بہت سے اپنے نفس کو معزز بنانے والے اُس کو ذلیل بناتے ہیں۔ اس لئے اے لوگو خدا تم پر رحم کرے پُرانے گناہوں کے بدلے نئی نیکیوں کی طرف دوڑو کیونکہ اگر تم میں سے کسی نے اس قدر گناہ کئے ہوں کہ زمین و آسمان کے درمیانی فضا اُس سے بھر جاتے بعد اُس کے ایک کام بھی اچھا کرے تو یہ نیکی اُس کی بُرائیوں پر غالب آجائے گی۔ یہاں تک کہ ان کو بدل کر چھوڑے گی ان کا قول ہے کہ مومن کی مثال چڑیے کی ہے جو ہر روز کتنے ہی بار پلٹے کھاتا ہے۔

---

[۱] عفر بالفتح منع ہر چیزے وزمین پست۔ بیسان بالفتح دہی ست بشام ز منتہی الارب ۱۲

(۱۱) امام عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدار تھے اور جناب رسالت مآبؐ کا تکیہ مسواک نعلین اور طہارت کا سامان سفر میں انھیں کے سپرد رہتا تھا۔ اور چال ڈھال وخوبو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔ یہ نہایت ہی عمدہ لباس پہنتے تھے اور ان کے جسم سے خوشبو آتی تھی جس کی وجہ یہ تھی کہ جب نعلین مبارک کو اٹھاتے تو ان کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ یہی جناب سرور کائنات کو نعلین پہنایا کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے عصا لئے ہوئے چلتے تھے۔ یہاں تک کہ حجرہ کے اندر پہلے پہنچ جاتے تھے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بیٹھنے کی جگہ میں تشریف لاتے تھے تو یہ نعلین مبارک کو اتار کر اپنے بازوؤں میں رکھ لیتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عصا دیدیتے تھے۔ ان کی پنڈلیاں باریک تھیں اس لئے بعض صحابی ان کی باریکی پر ہنستے تھے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ یہ دونوں پنڈلیاں اعمال کی ترازو میں اُحد پہاڑ سے زیادہ بھاری ہیں۔ اور جناب رسالت مآبؐ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو ان کی قرأت کو سماعت فرمایا کرتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ جس کی خوشی اس میں ہو کہ قرآن کو ویسا ہی تروتازہ پڑھے جیسا وہ اترا ہے تو اس کو عبداللہ بن مسعود کی قرأت پڑھنا چاہیئے۔ یہ روزے کم رکھتے اور نمازیں زیادہ پڑھا کرتے تھے۔ اور جب بعضوں نے اس پر اعتراض کیا تو انھوں نے کہا کہ میں جب روزے رکھتا ہوں تو کمزوری کے باعث نماز نہیں پڑھ سکتا اور میرے نزدیک نماز زیادہ ضروری ہے۔ انھوں نے ایک شخص کو یہ کہتے سنا کہ خدایا میں چاہتا ہوں کہ مقربین میں سے ہوں اور نہیں چاہتا کہ اصحاب یمین میں سے ہوں تو کہا کہ یہاں ایک شخص ہے جو چاہتا ہے کہ جب وہ مرے تو قیامت میں اُٹھایا ہی نہ جائے۔ یعنی وہ خود۔ اور وہ رویا کرتے تھے اور اُن کے آنسو دونوں کف دست تک پہنچتے تھے تو اُن آنسوؤں کی نسبت کہتے تھے کہ اسی طرح ان سے زمین کا چھڑکاؤ ہونا چاہیئے۔ ایک مرتبہ یہ باہر جاتے تھے تو بہت سے آدمی ان کی مشایعت میں چلے۔ انھوں نے اُن لوگوں سے کہا کہ کیا آپ کو مجھ سے کوئی ضرورت ہے۔ لوگوں نے کہا کہ نہیں۔ تب انھوں نے کہا کہ آپ لوٹ جائیں کہ اس میں ساتھ چلنے والوں کے لئے ذلت اور جس کے ساتھ چلیں اس کے لئے فتنہ ہے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ جو کچھ میں اپنی ذات کی نسبت جانتا ہوں اگر تم کو معلوم ہو تو تم میرے سر پر خاک ڈالو۔ اور انھیں کا قول ہے کہ کیا خوب دو ناپسندیدہ چیزیں ہیں موت و محتاجی۔ اور ان کا قول تھا کہ کبھی ایسا نہ ہوا کہ جس حال میں مجھے صبح ہوئی اُس کی نسبت میں نے آرزو کی ہو کہ اس کے سوا میں اور حال میں ہوتا۔ آدمی جب کسی بادشاہ کے حضور میں جاتا ہے اور اُس کے ساتھ اُس کا دین وایمان ہوتا ہے تو وہاں سے جب باہر آتا ہے تو اُس کے ساتھ اُس کا دین وایمان نہیں ہوتا اس لئے کہ اُس نے اپنے آپ کو ایسے موقع میں پہنچایا ہے کہ اپنے فعل یا سکوت یا اعتقاد سے خدا کی نافرمانی کرے۔ اور اگر کوئی شخص خانۂ کعبہ میں رکن و مقام کے درمیان ستر برس تک عبادت کرتا رہے اور وہ کسی ظالم کو دوست رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اُس کو قیامت کے

ان اسی کے ساتھ اٹھائے گا جس کو وہ دوست رکھتا ہے۔ جب یہ بیمار ہوئے تو حضرت عثمان بن عفان ان کی مزاج پرسی کو گئے اور پوچھنے لگے کہ تم کو کس چیز کی شکایت ہے انھوں نے کہا کہ اپنے گناہوں کی۔ پھر حضرت عثمان نے پوچھا کہ کس چیز کو تمھارا جی چاہتا ہے انھوں نے کہا کہ اپنے رب کی رحمت کو۔ پھر حضرت عثمان نے کہا کہ کسی طبیب کو بلواؤں؟ انھوں نے کہا کہ طبیب ہی نے تو مجھے بیمار ڈالا ہے۔ حضرت عثمان نے کہا کہ آپ کے لئے کچھ عطیہ کا حکم دوں؟ انھوں نے کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت عثمان نے کہا کہ تمھاری بیٹیوں کے کام آئے گا۔ انھوں نے کہا کہ تم کو میری بیٹیوں کے محتاج ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ حالانکہ میں نے اُن کو حکم دیا ہے کہ ہر رات سورۂ واقعہ پڑھا کریں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ جو شخص ہر شب کو سورہ واقعہ پڑھے گا اس کو کبھی فاقہ نہ ہوگا۔ ان کی دعاؤں میں سے ایک یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا لَا یَرْتَدُّ وَ نَعِیْمًا لَا یَنْفَدُ وَ قُرَّۃَ عَیْنٍ لَا یَنْقَطِعُ وَ مُرَافَقَۃَ نَبِیِّکَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اَعْلٰی جِنَانِ الْخُلْدِ ۝ (ترجمہ۔ خدایا میں تجھ سے ایسا ایمان چاہتا ہوں جو پھر نہ جائے اور ایسی نعمت جو ختم نہ جائے اور آنکھ کی ایسی ٹھنڈک جو موقوف نہ ہو اور بہشت کے اعلیٰ باغوں میں تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت) ان کا قول ہے کہ علم کثرت روایت سے نہیں ہے۔ علم تو خوف خدا سے ہوتا ہے۔ اور یہ کہتے تھے کہ خرابی ہے اُس کے لئے جو نہیں جانتا۔ حالانکہ اگر خدا چاہتا تو اُس کو علم دیتا اور خرابی ہی اُس کے لئے ہے جو جانتا ہے اور عمل نہیں کرتا۔ اس کو سات بار کہتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ دنیا کی صفائی چلی گئی اور اُس کی کدورت رہ گئی اور آج ہر مسلمان کے لئے موت ہی تحفہ ہے۔ اور کہا کرتے تھے کہ کوئی بندہ ایمان کی حقیقت تک نہیں پہنچتا تاوقتیکہ اُس کی چوٹی تک نہ پہنچے اور اُس کی چوٹی تک نہیں پہنچتا تاوقتیکہ اُس کے نزدیک مالداری سے نقیری زیادہ تر محبوب نہ ہو اور عزت سے ذلت زیادہ تر مرغوب نہ ہو اور تاوقتیکہ اُس کی تعریف کرنے والا اور اُس کی مذمت کرنے والا دونوں اُس کے نزدیک برابر نہ ہوں۔ اور اُن کے اصحاب نے اس جملہ کی تشریح کی اور کہا ہے کہ تاوقتیکہ اُس کے نزدیک حرام کی مالداری سے حلال کی فقیری زیادہ تر محبوب نہ ہو اور خدا کی نافرمانی میں جو شرف ہو اس سے خدا کی طاعت کی فروتنی تاوقتیکہ زیادہ تر مرغوب نہ ہو اور تاوقتیکہ حق بات میں اُس کی تعریف و مذمت کرنے والے دونوں اُس کے نزدیک برابر نہ ہوں یعنی تعریف کرنے والوں کی طرف مذمت کرنے والوں سے زیادہ مائل نہ ہو۔ اور کہا کرتے تھے کہ کسی شخص کا انگارے کو اُس وقت تک دانتوں سے پکڑے رہنا کہ وہ بجھ جائے اس سے بہتر ہے کہ کسی امر کی نسبت جس کو اللہ تعالیٰ نے مقدر کر دیا ہے یہ کہے کہ کاش یہ نہ ہوتا۔ اور اپنے اصحاب سے کہا کرتے تھے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے بھی زیادہ نمازیں پڑھتے اور زیادہ مجاہدہ کرتے ہو حالانکہ وہ تم سے کہیں زیادہ دنیا سے بچنے والے اور آخرت کے چاہنے والے تھے۔ اور کہتے تھے کہ جو شخص حاکموں کے گھر میں رہتا ہے وہ ممنوعات سے الگ نہیں رہتا اور اُس پر بھی ویسا ہی گناہ ہوتا ہے جیسا ممنوعات کے پاس حاضر رہنے والے پر اس لئے کہ جب اُس کو ممنوعات کی خبر پہنچتی ہے تو اُس سے رضامند ہوتا اور اُس پر سکوت اختیار کرتا ہے۔

(۱۲) امام خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کو دین اسلام سے پھیرنے کے لئے آگ سے سزا دی جاتی تھی مگر نہ پھرے ۔ یہ رویا کرتے اور کہتے تھے کہ ہمارے بھائی چلے گئے اور اپنے ثواب اخروی میں سے انھوں نے کچھ کم نہ کیا اور نہ اپنی دنیا میں سے کچھ گھٹایا اور اب ہم اُن کے بعد باقی رہ گئے ہیں اور ہم کو ایسا مال ملا ہے کہ خاک کے سوا ہم اُس کے لئے کوئی جگہ ہی نہیں پاتے اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو موت مانگنے سے منع نہ فرمائے ہوتے تو ہم ضرور موت مانگتے ۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا کہ اے خباب تم کو مشرکوں سے کیا اذیت پہنچی ۔ انھوں نے کہا کہ مشرکوں نے آگ جلائی اور اُس کو میری پیٹھ کی چربی کے سوا کسی چیز نے نہ بجھایا انھوں نے کوفہ میں رحلت[۱] کی اور حضرت علیؓ بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی ۔

(۱۳) اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قاریوں میں سے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لم یکن الذین کفروا من اهل الکتاب آخر تک ان کو خدا کے حکم سے جو اس بارہ میں نازل ہوا تھا پڑھکر سنایا ۔ ان کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ اور طریقہ پر جمے رہو اس لئے کہ وہ بندہ راہ اور طریقہ پر نہیں ہے جس کے سامنے خدا کا ذکر ہو اور اُس کی آنکھیں خدا کے خوف سے ڈبڈبا نہ آئیں اور پھر آگ اُس کو مس کرے ۔ اور اس راہ و طریقہ کی میانہ روی اس کے خلاف میں سخت مجاہدہ سے بہتر ہے ۔ اور یہ بھی ان کا قول ہے کہ کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ وہ کسی چیز کو خدا کے لئے ترک کرے اور اللہ ہمیشہ کے لئے اُس کے واسطے ایسی جگہ سے جو اُس کے گمان میں نہ ہو ایسی چیز نہ مقرر کردے جو اُس سے بہتر ہو ۔

(۱۴) سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا وظیفہ پانچ ہزار درہم تھا اور تقریباً تیس ہزار مسلمانوں کے سردار تھے ۔ اور ایک عبا پہنے جس سے فرش کا کام بھی لیا جاتا تھا لوگوں کے سامنے خطبہ کہتے تھے اور جب اُن کا وظیفہ آتا تھا تو اُس کو کھڑے کھڑے خیرات کردیتے تھے اور خود مزدوری کرکے کھاتے تھے ۔ اور دیوار کے سایہ میں دن بسر کرتے تھے اور جیسے جیسے وہ گھٹتا بڑھتا جاتا تھا یہ بھی اُس کے ساتھ حرکت کرتے تھے ان کا کوئی گھر نہ تھا ۔ اور جب خادم کو کسی کام کے

---

[۱] ۳۷ھ میں وفات پائی ۔ اور تریسٹھ سال زندہ رہے ۔ ۱۲ مترجم اصابہ

لئے بھیجتے تھے تو اُس کے بدلے خود ہی آٹا گوندھ لیتے اور کہتے تھے کہ اُس پر دو کاموں کا بار نہ ڈالوں گا اور کھجور کے پتوں سے صنعتی چیزیں بناتے اور کہتے تھے کہ میں ایک درہم (پانچ آنہ) کے پتے خریدتا ہوں اور اُن کی چیزیں بناکر تین درہم کو بیچتا ہوں جن میں سے ایک درہم پتوں کے لئے رکھ چھوڑتا ایک درہم بال بچوں پر خرچ کرتا اور ایک درہم خیرات کر دیتا ہوں۔ اور یہ لوگوں کی خیرات میں سے نہیں کھاتے تھے۔ اور ان کے پھٹے حال میں رہنے کی وجہ سے لوگ اپنے اسباب اٹھانے کے لئے ان کو بیگار میں پکڑتے اور اکثر ایسا ہوتا کہ بعد کو انھیں پہچان کر ان سے بوجھ اُتار لینا چاہتے تو یہ کہتے تھے کہ نہیں ایسا نہیں ہونے کا میں اس کو منزل تک پہنچا کر رہوں گا اور یہ واقعات اُس زمانہ کے ہیں جب یہ مدائن کے امیر (گورنر) تھے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ ایمان والے کی مثال دنیا میں تو بس اُس بیمار کی سی ہے۔ جس کے ساتھ اُس کا وہ طبیب ہو جو اُس کی دوا و درد دونوں سے واقف ہو اور جب اُس چیز کی خواہش کرے جو اُس کے لئے مضر ہے تو منع کرے اور کہے کہ اگر تو اسے کھائے گا تو جان سے جائے گا۔ یہی حال صاحب ایمان کا بھی ہے کہ خواہش تو وہ بہت سی چیزوں کی کرتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ اُس کو اُن چیزوں سے روکتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ مرتا اور جنت میں داخل ہوتا ہے۔ اور یہ کہا کرتے تھے کہ تعجب ہے دنیا کی امید رکھنے والوں پر حالانکہ موت اُن کو ڈھونڈھ رہی ہے اور اُس غافل پر جس سے غفلت نہیں کی گئی ہے اور اُس ہنسنے والے پر جس کو اس کی خبر نہیں کہ اُس کا پروردگار اُس سے خوش ہے یا ناخوش۔ اور کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے عہد لیا اور فرمایا ہے کہ تم میں سے کسی کا آذوقہ سوار کے زاد راہ سے زیادہ نہ ہونا چاہیئے۔ اُنھوں نے ڈھائی سو ۲۵۰ برس کی عمر پائی اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں قضا کی۔

(۱۵) تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بہت تہجد پڑھنے والے تھے۔ ایک شب نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے تو ایک ہی آیت میں اُنھوں نے صبح کردی۔ رکوع و سجدہ کرتے اور روتے جاتے تھے۔ وہ آیت یہ ہے اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ الآیۃ۔[1] یہ شکیل و حسین تھے اور عمدہ لباس پہنتے تھے۔ اور یہی پہلے شخص ہیں جنھوں نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اجازت سے لوگوں میں بیٹھکر داستان کہی ہے۔ ان کے پاس ایک حُلّہ[2] تھا جس کو اُنھوں

---

[1] چھبیسویں پارہ سورہ جاثیہ کے دوسرے رکوع میں یہ آیت ہے ام حسب الذین اجترحوا السیات ان نجعلھم کالذین امنوا وعملوا الصلحت سواء محیاھم ومماتھم ساء ما یحکمون ؁ جو لوگ کہ بدکرداریوں کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں کیا انھوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ ہم اُن کو اُنھیں جیسا کردیں گے جو ایمان لائے اور اُنھوں نے نیک عمل کئے کہ اُن کا مرنا اور اُن کا جینا ایک ہی طرح کا ہو یہ (لوگ کیا ہی) بُرے حکم لگایا کرتے ہیں۔ ۱۲۔ مترجم

[2] حُلّہ بالضم تہہ بند اور چادر۔ اور بعض کے نزدیک رداء اور کرتہ اور عمامہ کے مجموعہ پر اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے اور یہ دو کپڑوں سے کم کا نہیں ہوتا۔ ۱۲۔ مترجم

نے ایک ہزار درہم میں خریدا تھا اور اُس رات کو پہنا کرتے تھے جس کی نسبت شبِ قدر ہونے کی امید ہوتی تھی واللہ اعلم

(۱۶) ابوالدرداء عویمر بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ کہا کرتے تھے کہ قسم ہے اُس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو اپنے ایمان کی نسبت بے غم ہوا ہو اور اُس کا ایمان نہ جاتا رہا ہو۔ اور کہتے تھے کہ میں تم کو ایسے کام کا حکم دیتا ہوں جس کو میں خود نہیں کرتا لیکن میں امید کرتا ہوں کہ تمھاری وجہ سے مجھے اُس کا اجر مل جائے گا۔ وہ کہتے تھے کہ ایک گھڑی کا تفکر چالیس راتوں کے قیام سے بہتر ہے۔ اور اُن کا قول ہے کہ تقویٰ و یقین کے ساتھ ذرہ برابر نیکی پہاڑوں کے برابر۔ مقربین کی عبادت سے افضل بڑی اور وزن دار ہے۔ اور اُن کا مقولہ ہے کہ اپنی زندگی میں نرمی اختیار کرنا آدمی کی دانشمندی کی دلیل ہے۔ اور یہ بھی اُنھیں کا قول ہے کہ بھائی کا خفا ہونا اُس کو کھو بیٹھنے سے بہتر ہے۔ اور کہا کرتے تھے کہ اگر تم لوگوں سے مناقشہ کرو گے تو وہ بھی تم سے مناقشہ کریں گے اور اگر تم اُن کو چھوڑ دوگے تو وہ تم کو نہ چھوڑیں گے اور اگر تم اُن سے بھاگو گے تو وہ تم کو جالیں گے۔ اس لئے اپنی محتاجی کے دن کے لئے اسباب مہیا کرو۔ اور کہتے تھے کہ جو کچھ تم موت کے بعد دیکھو گے اگر اُس کو تم جان لو تم نہ خواہش سے کھانا کھاؤ اور نہ پانی پیو۔ اور میں تو چاہتا ہوں کہ میں کوئی پودا ہوتا جو کاٹ کر کھا لیا جاتا۔ اور کہا کرتے تھے کہ میں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو بغیر کانٹوں کے پتے تھے اور اب لوگ کانٹے ہو گئے جن میں پتے نہیں ہیں۔ اور کہتے تھے کہ جن لوگوں کی زبانیں خدائے عزوجل کے ذکر سے تر و تازہ ہیں اُن میں کا ہر شخص ہنستا ہوا بہشت میں داخل ہوگا۔

میں کہتا ہوں کہ "تر و تازہ" سے غفلت کا نہ ہونا مراد ہے اس لئے کہ جب قلب غافل ہوتا ہے تو زبان خشک ہو جاتی اور تر و تازہ نہیں رہتی ہے۔ اور کہتے تھے کہ جب تمھارا مسلمان بھائی گناہ کرے تو صرف اُس کے فعل سے عداوت رکھو اور جب وہ اُس کو چھوڑ دے تو وہ تمھارا بھائی ہے۔ اور ان کا مقولہ ہے کہ مرد مسلمان کی عمدہ خانقاہ اُس کا گھر ہے جہاں وہ اپنی زبان شرم گاہ اور نظر کو محفوظ رکھے۔ ان کی بیوی نے ان سے پوچھا کہ تمھارے بعد اگر میں محتاج ہو گئی تو زکوٰۃ خیرات کماؤں گی یا نہیں۔ انھوں نے کہا کہ نہیں مزدوری کر کے کھانا اور جب کمزوری کے باعث تم سے مزدوری نہ ہو سکے تو سنبل[1] چنا کرنا، مگر خیرات نہ کھانا۔ اور حضرت معاویہؓ نے ان کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا تو انھوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں ابوالدرداء کو رشک نہ دلواؤں گی اور ابوالدرداء ہمیشہ دونوں ہاتھوں سے دنیا کو ہنکاتے اور کہتے تھے کہ دور ہو میرے پاس سے۔ ان کا قول ہے کہ آدمی پورا دانشمند نہیں ہوتا۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں اپنے نفس سے سخت عداوت نہ رکھے۔ اور صاحب ایمان کا کوئی جزو اللہ کے نزدیک اُس کی زبان سے زیادہ محبوب نہیں ہے۔ اس لئے اُس کی حفاظت کرنی چاہیے تاکہ اُسے دوزخ میں نہ لے جائے۔ اور ہم بعض لوگوں کے منہ پر ہنستے ہیں حالانکہ ہمارے دل اُن پر

---

[1] ایک قسم کی خوشبودار گھاس جس کی کئی قسمیں ہیں اور جو دوا میں کام آتی ہے ۱۲۔

لعنت بھیجتے ہیں۔ اور انھیں کا قول ہے کہ جب تمہارا بھائی برگشتہ اور کج راہ ہو جائے تو اس سبب سے اُس کو چھوڑ نہ دو کیونکہ بھائی کبھی ٹیڑھا اور کبھی سیدھا ہوتا ہی ہے اور یہی حضرت عمر بن الخطاب نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ایک جماعت کا مذہب تھا کہ گناہ سرزد ہونے سے جدائی اختیار نہ کرتے اور کہتے تھے کہ عالم کی لغزش کا چرچا نہ کرو کیونکہ اُس سے لغزش ہوتی ہے تو پھر وہ اُس کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور ان کی بیوی ام الدرداء کہا کرتی تھیں کہ میں نے ہر چیز میں عبادت کی جستجو کی مگر میں نے کسی چیز کو ذکر کی مجلسوں سے افضل اور میرے سینہ کو سب سے زیادہ تسفاد دینے والی نہ پایا، چنانچہ لوگ اُن کے پاس حاضر ہو کر ذکر کیا کرتے اور یہ بھی اُن کے ساتھ ذکر کیا کرتی تھیں نوف[۱] بکالی کو جو لوگوں میں وعظ کہا کرتے تھے اُنھوں نے کہلا بھیجا تھا کہ تم کو چاہیئے کہ اپنے نفس کو نصیحت کیا کرو۔

(۱۷) عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ بڑے عابد و زاہد صحابیوں میں سے تھے، جب سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی اُنھوں نے کبھی ایک اینٹ پر دوسری اینٹ نہ رکھی (یعنی پختہ عمارت نہ بنوائی) اور نہ کوئی درخت لگایا۔ یہ کہا کرتے تھے کہ اے فرزند آدم اپنے جسم سے دنیا کے ساتھ رہ اور اپنے قلب اور اپنی ہمت سے اُس کو جدا کئے رہ۔ اور کہتے تھے کہ آدمی اُس وقت تک اہل علم میں سے نہیں ہوتا جب تک کہ اُس میں یہ صفت نہ پیدا ہو جائے کہ اپنے سے اوپر والوں پر حسد نہ کرے اور اپنے سے نیچے والوں کو حقیر نہ سمجھے اور علم سے زرطلبی نہ کرے۔ واللہ اعلم۔

(۱۸) ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ سارے کا سارا دن اس سوچ میں گذار دیتے تھے کہ مجھے کہاں جانا ہے اور کہتے تھے کہ اگر مالک مکان ہم کو اس میں چھوڑ دیتا تو ضرور ہم اس کو اسباب سے بھر دیتے۔ لیکن وہ تو چاہتا ہے کہ ہم اس سے اُٹھ جائیں۔ اور یہ روز کی آمدنی روز خرچ کر دیا کرتے تھے اور اس میں سے کچھ اٹھا رکھنا حرام جانتے تھے۔ اور اگر کوئی شخص ان کے پاس جاتا اور ان کے گھر پر نظر دوڑاتا تھا تو دنیا کے سامانوں میں سے کوئی چیز دیکھنے میں نہ آتی تھی۔

---

[۱] نوف بن فضالہ بکالی تابعی اور دمشق کے امام بنو بکال میں سے تھے۔ جو قبیلہ حمیر کا ایک خاندان تھا۔ ان کی کنیت ابو یزید تھی۔ ۱۲ مترجم

(۱۹) حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دار تھے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ میرے لئے سب سے پیارا دن وہ ہوتا ہے جب میرے گھر کے لوگ آکر کہتے ہیں کہ ہمارے پاس تھوڑا یا بہت کچھ بھی کھانے کو نہیں ہے۔ ایک دن یہ نماز میں روئے اور بعد کو انھوں نے مڑ کر دیکھا تو ایک شخص ان کے پیچھے موجود تھا اُس سے کہنے لگے کہ اس کو کسی سے بیان نہ کرنا۔ ان کا قول ہے کہ عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ اُس میں ایک شخص کو دوسرا کہے گا کہ وہ کیا زیرک اور کیسا عقلمند ہے۔ حالانکہ اُس کے قلب میں ذرہ بھر بھی ایمان نہ ہوگا۔ اور تم میں سے بہترین آدمی وہ نہیں ہیں جو آخرت کے لئے دنیا کو چھوڑ دیتے ہیں بلکہ وہ ہیں جو دونوں میں سے حصہ لیتے ہیں۔

(۲۰) ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی ایک چھوٹی سی بلی تھی اس لئے اس کے اعتبار سے ان کی یہ کینت ہوئی۔ یہ کہتے تھے کہ اگر خداوند تعالیٰ کی یہ آیت نہ ہوتی تو میں کبھی تم سے حدیثیں بیان نہ کرتا[1] اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْھُدٰی الخ۔ یہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت میں آنے سے پہلے جان مار کر لوگوں کے کام کیا کرتے اور کچھ نہیں مانگتے تھے۔ یہ ہر روز بارہ ہزار تسبیح پڑھا کرتے اور کہتے تھے کہ اپنے گناہ کی مقدار سے تسبیح پڑھتا ہوں۔ ایک دن انھوں نے اپنی لونڈی پر تازیانہ اٹھایا۔ اس کے بعد کہا کہ اگر قصاص کا خوف نہ ہوتا تو میں تجھے ضرور مارتا لیکن میں عنقریب تجھے اُس کے ہاتھ بیچ ڈالتا ہوں جو تیرے دام مجھے بھر دے گا۔ جا تو خدا کے لئے آزاد ہے۔ اُنھوں نے ان کی بیوی نے اور ان کی لونڈی نے رات کو آپس میں ایک ایک تہائی بانٹ لیا تھا۔ ان میں سے ایک نماز پڑھ چکتا تو دوسرے کو جگا دیتا اور دوسرا تیسرے کو۔ یہ کہا کرتے تھے کہ دکھ درد میں سے سب سے زیادہ مجھے تپ محبوب ہے کیونکہ یہ ہر جوڑ کو اُس کے حصہ کا اجر پہنچاتی ہے۔ عام اعضا کے لئے درد بھی عام ہے۔ اور کہتے تھے کہ بیماری میں ریا، و سُمعہ[2] کو دخل نہیں ہوتا یہ تو

---

[1] سورہ بقرہ کی آیت (۱۵۹) رکوع (۱۸) ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینت والھدی من بعد ما بینٰہ للناس فی الکتب اولٰئک یلعنھم اللہ و یلعنھم اللعنون ۔ وہ جو ہم نے کھلی ہوئی نشانیاں اور ہدایت کی باتیں اُتاریں اور کتاب میں ہم نے لوگوں کو صاف بتادیں اس کے بعد بھی جو ان کو چھپائیں تو یہی لوگ ہیں جن پر خدا لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔ ۱۲ مترجم

[2] دوسروں کو دکھانے کے لئے جو کام کیا جائے اُس کی نسبت کہتے ہیں کہ "ریا" یعنی دکھاوے کے لئے کیا گیا۔ اور جو اوروں کے سنانے کے ارادہ سے کیا جائے اُس کی نسبت عربی میں کہتے ہیں کہ "سمعۃ" کے قصد سے کیا گیا لیکن "دکھاوے" کی طرح اس کے لئے اردو میں کوئی خاص لفظ نہیں ہے۔ ۱۲ مترجم۔

خالص اجر ہی اجر ہے۔
شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیماریوں کو تین قسموں پر تقسیم کیا تھا۔ عذاب کفارہ اور درجہ بڑھانے والی۔ عذاب وہ جس کے ساتھ ناراضی ہو۔ کفارہ وہ جس کے ساتھ خوشنودی وصبر ہو اور درجہ بڑھانے والی وہ جس کے ساتھ خوشی و دل شگفتگی ہو۔ جس زمانہ میں یہ مروان کے نائب تھے اپنے سر پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھا کر لاتے تھے۔ اور کہتے جاتے تھے کہ اپنے امیر (گورنر) کو رستہ دو۔ جب ان کی وفات کا وقت آیا تو یہ رونے لگے اور اس کا سبب دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ سفر کی دوری اور زادراہ کی کمی پر اور اس کو خیال کرکے روتا ہوں کہ وہاں جارہا ہوں جہاں جنت وجہنم دونوں موجود ہیں اور خبر نہیں کہ ان میں سے کس کے حصہ میں پڑوں گا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں جب ان کی عمر اٹھتر سال کی تھی مدینہ طیبہ میں انھوں نے وفات پائی۔

(۲۱) عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا قول ہے کہ اے گناہ کرنے والے اپنے گناہ کے آخری شر سے بے غم نہ ہو اس لئے کہ جب تو یہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ کیا کرنے والا ہے تو تیرا ہنسنا گناہ سے بڑھکر ہے۔ اور گناہ پر تیرا اس لئے خوش ہونا کہ تو اس کے کرنے پر قادر رہا گناہ پر گناہ ہے۔ اور گناہ پر تیرا غم کرنا اس لئے کہ تو اس کے کرنے پر قادر نہ ہوسکا بدتر از گناہ ہے۔ اور دوران ارتکاب گناہ میں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر تیری طرف ہے تیرے قلب کا بے چین نہ ہونا گناہ در گناہ ہے۔ ان کے چہرہ پر آنسوؤں کے بہنے سے پرانے ڈورے کا سا نشان پڑ گیا تھا۔ ان کا مقولہ ہے کہ اگر ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کے مقابلہ میں بغاوت کرے تو بھی باغی کا سر کچلا جائے گا۔ اور ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگوں کی عقلیں جاتی رہیں گی۔ یہاں تک کہ ان میں ایک بھی عقل والا نہ ملے گا۔ اور یہ ایک ایک دن تفسیر و فقہ و مغازی و شعر و ایام عرب کے متعلق جلسہ عام میں بیٹھکر تقریر کیا کرتے تھے۔
(میں کہتا ہوں، کہ یہاں شعر سے مقصود یہ ہے کہ لغت عرب کے ثبوت میں شعر کا ذکر کرتے تھے۔ ان کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جو حرام مال کھاتا ہے۔ اور کہا کرتے تھے کہ مریض کی عیادت تو سنت ہے اور جو اس سے زیادہ ہو وہ نفل ہے۔ واللہ اعلم۔

(۲۲) عبداللہ ابن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ بہت عبادت کرنے والے صحابیوں میں سے تھے۔ اور جب نماز میں کھڑے ہوتے تھے تو خوف خدا سے ایسے بے حس و حرکت ہوجاتے تھے کہ گویا ایک ستون کھڑا ہے۔ اور جب سجدہ کرتے تھے تو اس قدر اس میں دیر کرتے تھے کہ چڑیاں ان کی پیٹھ پر آبیٹھتی اور ان کو احاطہ کی دیوار سمجھتی تھیں۔ اور ہمیشہ ساری کی ساری رات

عبادت میں گذارتے تھے۔ ایک رات صبح تک قیام میں رہتے تھے۔ ایک رات صبح تک رکوع میں۔ اور ایک رات صبح تک سجود میں۔ لوگوں نے ان کا نام مسجد کا کبوتر رکھا تھا۔ سنہ ۷۳ھ میں جبکہ ان کی عمر ۷۲ بہتر سال کی تھی شہید ہوئے اور ان کی نعش خانہ کعبہ کے دروازہ پر لٹکائی گئی۔ ان کے چہرہ پر ڈاڑھی نہ تھی۔ چونکہ لوگوں نے ان کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی تھی اور اہل حجاز اور نیز یمن عراق و خراسان والوں نے ان کی اطاعت قبول کی تھی اسی سبب سے حجاج نے انھیں قتل کیا۔ نو سال تک انھوں نے خلافت کی اس کے بعد حجاج نے مکہ میں ان کا محاصرہ کیا۔

(۲۲۳) حسنؑ بن علیؓ بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وسط رمضان سنہ ۳ھ میں پیدا ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کانوں میں اذان کہی اور حسن نام رکھا۔ آپ بردبار، سخی و پرہیزگار تھے۔ آپ کی پرہیزگاری و بردباری نے خدائے عزوجل کے لئے آپ سے دنیا و خلافت چھڑائی۔ اور آپ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد میں سبقت کرنے والوں میں سے تھے۔ آپ اپنے والد ماجد کی شہادت کے بعد خلیفہ ہوئے اور جن لوگوں نے آپ کے پدر بزرگوار کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اُن میں سے چالیس ہزار نے آپ کی بیعت کی اور تقریباً سات مہینے حجاز، یمن عراق خراسان وغیرہ کے خلیفہ رہے، بعدہٗ معاویہؓ نے شام سے آپ کی طرف کوچ کیا اور آپ نے معاویہؓ کی طرف۔ اور جب دونوں ایک دوسرے کے قریب آگئے تو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوچا کہ جب تک کہ بہت سی جانیں ضائع نہ ہوں گی ایک گروہ دوسرے پر غالب نہ آئے گا۔ اس لئے معاویہ کو یہ کہلا بھیجا کہ میں اس امر کو تسلیم پر آمادہ ہوں کہ میرے بعد تم خلیفہ ہو بشرطیکہ باشندگان مدینہ حجاز و عراق سے اُن امور میں سے کسی کا تم مواخذہ نہ کرو جو میرے پدر محترم کے زمانہ میں واقع ہوئے تھے اور اسی قسم کی اور بھی چند شرطیں قرار دیں۔ معاویہؓ نے آپ کی سب شرطوں کو قبول کر کے صلح کر لی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ظاہر ہوا جو آپ کے اس ارشاد مبارک میں تھا کہ "میرا یہ بیٹا سید (سردار) ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا"۔ یہ واقعہ سنہ ۴۱ھ کا ہے۔ آپ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت ہی ہم شکل تھے۔ قضاعی کہتے ہیں کہ جب تک امام علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل عبدالرحمٰن ابن ملجم قتل نہ ہو لیا انھوں نے وفات نہ پائی۔ آپ نے ایک شخص کو اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہوئے سُنا کہ اُس کو دس ہزار درہم مل جائیں آپ نے اُسی وقت مراجعت کی اور اُس قدر درہم اُس کو بھیج دیئے۔ آپ کہتے تھے کہ مجھے اپنے پروردگار عزوجل سے شرم آتی ہے کہ میں اُس سے ایسی حالت میں ملوں کہ اُس کے گھر کی طرف میں پیادہ پا نہ گیا ہوں۔ چنانچہ بیس مرتبہ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ پیادہ پا تشریف لے گئے اور عمدہ عمدہ عربی گھوڑے ہمراہ کوتل رہے۔ اور آپ نے دو مرتبہ اپنا سارا مال خدا کی راہ میں دیدیا اور تین مرتبہ ٹھیک آدھوں آدھ بانٹ کر یہاں تک کہ ایک پاؤں کا جوتہ دیدیا اور دوسرا رکھ لیا۔ اور آپ نے ایک ایک آدمی

کو لاکھ لاکھ درہم عطا کئے گئے تھے۔ اور جب کسی شخص سے کھجوروں کا باغ خریدتے تھے اور بائع محتاج ہو جاتا تھا تو اُس کو باغ واپس دیدیتے تھے اور اُس کے ساتھ اُس کی قیمت بھی واپس دیدیتے تھے۔ آپ نے کبھی کسی سائل کو "نہیں" نہ کہا اور جب کسی شخص کو کوئی عطیہ عنایت کرتے تھے تو اُس کے لئے اوروں سے اُسی قدر کی سفارش بھی کر دیتے تھے۔ آپ اپنے بیٹوں اور بھتیجوں سے کہا کرتے تھے کہ علم سیکھو اور اگر اس کو زبانی یاد نہ رکھ سکو تو لکھ لیا اور اپنے گھروں میں رکھ لیا کرو۔ جب آپ نے زہر پیا تو آپ کے جگر کے ٹکڑے ہو گئے۔ اس پر آپ نے کہا کہ میں نے تو کئی مرتبہ زہر پیا تھا مگر اس مرتبہ کا سا کبھی نہیں پیا تھا۔ حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ بھائی جان آپ کو کس پر گمان ہے۔ آپ نے کہا کہ کیوں پوچھتے ہو حسین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس لئے کہ ہم اُس کو قتل کریں گے۔ آپ نے کہا کہ اگر واقع میں وہی شخص ہے جس کی نسبت میرا گمان ہے تو "اللہ کا زور زیادہ قوی اور اللہ کی سزا زیادہ سخت ہے" اور اگر وہ نہ ہوا تو میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کوئی بے گناہ قتل کیا جائے۔ اور جب آپ کا وقت آخر قریب آیا تو آپ نے کہا کہ میرا بچھونا نکال کر مکان کے صحن میں لے چلو۔ چنانچہ اس کی تعمیل ہوئی۔ اور آپ نے کہا کہ خداوندا میں اپنے نفس کو تیرے سامنے قصوروار ٹھیراتا ہوں کیونکہ ایسے نفس کے ساتھ مجھ سے درست کام نہ ہوئے ہوں گے۔ اس کے بعد روح کو خدا کے سپرد کیا اور بقیع میں دفن ہوئے۔ یہ حادثۂ جانکاہ ۵۰ھ میں واقع ہوا۔

(۲۴) حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۴ھ میں ماہ شعبان میں پیدا ہوئے آپ کی پانچ اولاد تھیں حضرت علی اکبرؓ۔ حضرت علی اصغرؓ ان کی نسل چلی اور اب جو سادات ہیں وہ انھیں کی اولاد ہیں۔ حضرت جعفرؓ۔ حضرت فاطمہؓ اور حضرت سکینہؓ جو مراغہ میں سیدہ نفیسہ کے قریب مدفون ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے پچیس حج پاپیادہ کئے تھے حالانکہ عمدہ نسل کے گھوڑے کوتل ہمراہ تھے۔ آپ کہا کرتے تھے کہ سن لو! لوگوں کی ضرورتوں کا تم سے وابستہ ہونا تم پر خدا کی عنایت ہے اس لئے نعمت سے ملول نہ ہو مبادا وہ عداوت سے بدل جائے۔ آپ کا مقولہ ہے کہ جس نے سخاوت کی سیادت کی جس نے بخالت کی ذلت اُٹھائی۔ جو اپنے بھائی کے لئے بہتری میں جلدی کرتا ہے وہ صبح ہو کر جب اُس کے پاس جاتا ہے تو وہی نیکی اُس کے آگے آتی ہے۔ آپ نے جمعہ کے دن یوم عاشورا کو محرم ۶۱ھ میں جب سن شریف چھپن ۵۶ سال تھا شہادت پائی۔ اہل سیر کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے سبب سے ستر ہزار کو ہلاک فرمایا تھا اور یہیں پر ہر نبی کا خون بہا ہے مگر روایت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی بھیجی کہ میں نے یحییٰ بن زکریا کے بدلے ستر ہزار نفوس کو مار ڈالا تھا مگر تمھارے نواسہ حسین کے بدلے میں اس کے دوگنے کو ہلاک کروں گا۔ اور روایت ہے کہ جب حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ان کے سر مبارک کو تن سے جدا کر کے لے چلے اور پہلی منزل میں پانی پینے کو ٹھیرے تھے کہ لوگوں کے سامنے ایک لوہے کا قلم دیوار سے نمودار ہوا اور اُس نے ایک سطر میں یہ لکھ دیا۔ شعر

اَتَرْجُوْا اُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَيْنًا   شَفَاعَةَ جَدِّهٖ يَوْمَ الْحِسَابِ

(جس گروہ نے حسینؓ کو قتل کیا۔ کیا وہ قیامت کے دن اُن کے نانا سے شفاعت کی امید رکھتا ہے) اور آپ کی ہمشیر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جن کا مزار پر انوار مصر کے قناطر السباع میں ہے خیمہ سے سر نکال کر بآواز بلند چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔ قطعہ

پوچھیں گے جب رسول اے امت	میری عترت سے کیا سلوک کیا
دوگے کیا اُن کو تم جواب یہی	ہاتھ سے میرے ایک بھی نہ بچا
قید کوئی۔ کوئی ہوا مقتول	خون میں سر بسر کوئی لتھڑا
ہوگا ارشاد وائے گمراہی	رہنمائی کی کیا یہی تھی جزا

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک مصر لایا گیا اور اس روضہ میں جو آج تک مشہور ہے دفن کیا گیا۔ شہر غزا سے مصر تک لوگ ننگے پاؤں سر مبارک کے آگے آگے اس کی تعظیم کے خیال سے گئے تھے۔

تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین

بہت سے مردان خدا تابعین میں گذرے ہیں۔

(۲۵) انمیں سے اوّل اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں

یہ بہت بڑے زاہدوں میں سے تھے اور ٹوٹا پھوٹا گھر اور تھوڑا سا سامان رکھتے تھے۔ یہ میش چشم سرخ سپید۔ کشادہ سینہ۔ متوسط القامت گہرے گندمی رنگ کے آدمی تھے۔ یہ ٹھوڑی کو سینہ سے ملائے ہوئے نظر کو سجدہ کی جگہ جمائے ہوئے اور داہنے ہاتھ کو بائیں پر رکھے ہوئے رہتے تھے۔ کپڑوں میں سے ان کے پاس صرف دو پرانی چادریں تھیں۔ اور بالوں کا بنا ہوا تہہ بند باندھتے تھے۔ گمنامی و نابرسائی میں چھپے ہوئے تھے۔ جب شام ہوتی تھی تو کہتے تھے کہ خداوندا میں بھوکے پیٹ والوں کے بارہ میں تجھ سے معذرت کرتا ہوں تو جانتا ہے کہ میرے گھر میں بجز اس کے جو میرے پیٹ میں ہے کچھ کھانا نہیں ہے۔ ان کا قول ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر (بھلے کام کے حکم دینے اور برے سے روکنے) نے ایمان والے کے لئے کوئی دوست باقی نہ رکھا۔ کیونکہ جب ہم لوگوں کو بھلے کام کا حکم دیتے ہیں تو وہ گالیاں دیتے ہیں اور ہماری آبرو ریزی کرتے ہیں اور اُن کو بدکاروں میں سے پشت و پناہ مل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ ان لوگوں نے مجھ پر خدائی کے دعوؤں کا الزام لگایا بشر حافی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پرہیزگاری اس درجہ تک پہنچی تھی کہ عریانی کے سبب سے برگ خرما کی زنبیل میں بیٹھے رہتے تھے البتہ زہد اس کو کہتے ہیں۔

حضرت اویس قرنی کا قول تھا کہ آدمی کو یہ درجہ نہیں ملتا جب تک کہ وہ ایسا نہ ہو جائے کہ گویا اُس نے سب لوگوں کو مار ڈالا ہے۔ ایک شخص نے ان سے کہا کہ مجھے کچھ نصیحت کیجئے تو انھوں نے کہا کہ اپنے پروردگار کی طرف دوڑو۔ اُس نے کہا کہ قوت بسری کیوں کر ہوگی۔ انھوں نے کہا کہ دلوں میں بے شک مل جایا کرتا ہے۔ کیا تو اپنے دین کو لے کر خدا کی طرف دوڑے گا اور اپنی روزی کی نسبت اُس پر تہمت رکھے گا۔ یہ اپنی ماں کی خدمت کیا کرتے تھے اور اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں حاضر ہوئے اور آنحضرت کے ہمراہ جنگ اُحد میں موجود تھے اور انھوں نے کہا تھا کہ واللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید نہ ہوئے جب تک کہ میرا چہرہ مجروح نہ ہو گیا اور نہ آپ کی پشت مبارک کو کوئی صدمہ پہنچا جب تک کہ میری پیٹھ پامال نہ ہولی۔ میں نے بعض کتابوں میں اس ذکر کو اسی طرح لکھا ہوا پایا اور اصلی حال خدا بہتر جانتا ہے یہ کھجور کی گٹھلیوں پر بسر کرتے تھے جن کو چن لایا کرتے تھے۔ سال دو سال میں لوگوں کی نظر ان پر پڑتی تھی جس کی وجہ یہ تھی کہ جب لوگوں نے ان کو دیوانہ ٹھیرایا تو انھوں نے اپنے مکان کے دروازہ پر مرکنڈوں کا چھوٹا سا جھونپڑا بنا لیا جس سے بہت ہی کم باہر نکلتے دیکھے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے ان سے کہا کہ مجھے نصیحت کیجئے تو انھوں نے کہا کہ میری نصیحت تمھارے لئے اللہ تعالیٰ کی کتاب۔ رسولوں کی سنتیں اور نکوکار ایمان والوں کا وجود ہے۔ اور یہ کہ موت کی یاد کو لازمی سمجھو اور اُس کی یاد تمھارے قلب سے پلک جھپکنے بھر بھی جدا نہ ہو۔ اور ساری امت کو نصیحت کیا کر اور دیکھو جماعت کو کبھی ترک نہ کرنا ورنہ دین کو ترک کروگے اور تم کو خبر نہ ہوگی اور جہنم میں چلے جاؤ گے۔ اور ان سے ایک شخص نے کہا کہ میرے لئے دعا کیجئے تو انھوں نے کہا کہ اللہ تیرا نگہبان رہے جب تک تو زندہ رہے اور دنیا سے تجھکو تھوڑے پر خوشنود کرے اور جو کچھ تجھے عطا فرمائے اُس پر تجھے شکرگذار رکھے۔ ایک شخص نے ان کے پاس بیٹھنے کی درخواست کی۔ اس پر اس سے انھوں نے کہا کہ اے برادر! آج سے میں تم سے نہ ملوں گا کیونکہ میں شہرت کو ناپسند کرتا اور گم نامی تنہائی کو دوست رکھتا ہوں۔ میں جب تک لوگوں کے ساتھ اس دنیا میں رہتا ہوں مجھے بہت غم ہوتا ہے اس لئے تم رخصت ہونے کے بعد پھر مجھ سے درخواست نہ کرنا اور نہ مجھے تلاش کرنا۔ اے برادر! میں تم کو نہ بھولوں گا گو میں تم کو نہ دیکھوں اور تم مجھے نہ دیکھو۔ جب شام ہوتی تھی تو جو کچھ ان کے گھر میں ہوتا تھا سب کو لٹا دیتے تھے۔ اور ان کی امیری لباس یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ برگِ خرما کی زنبیل میں بیٹھے رہتے تھے۔ اور کوڑے کے ردی کے ٹکڑے چن کر لاتے اور اُن کو دھوتے تھے اور کچھ اُن میں سے خود کھاتے اور کچھ خیرات کرتے تھے۔ ہرمؓ بن حیان نے ان سے کہا کہ مجھے نصیحت کیجئے تو انھوں نے کہا کہ سوتے وقت موت کو تکیہ بناؤ اور اُٹھتے وقت اُس کو نظر کے سامنے رکھو۔ اور کہا کرتے تھے کہ ملنے جلنے سے پیٹھ پیچھے دعا کرنا بہتر ہے کیونکہ ملنے ملانے میں کبھی بناوٹ اور دکھاوا شریک ہو جاتا ہے اور جب لوگوں نے ان کو دفن کیا اور پھر ان کی قبر کو

ا۔ ہرم بروزن کتف بن حیان عبدی چھوٹے صحابیوں میں سے تھے اور ابن حبان نے کہا ہے کہ معتبر تابعین میں سے اور حسن بصری صاحب زہد تھے انھوں نے حضرت عمر کی خلافت کا زمانہ پایا اور اویس قرنی سے حدیثیں سنی تھیں۔ ۱۲ مترجم

جا کر دیکھا تو اس کا نام دفتنان تک نہ تھا۔

(۲۶) عامر بن عبداللہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کہتے تھے کہ اگر دنیا جزوکل مجھے مل جاتی اور پھر اللہ تعالیٰ مجھے اُس کے بالکل چھوڑ دینے کو فرماتا تو میں خوشی خاطر سے اُس کو چھوڑ دیتا۔ انھوں نے اپنی ذات پر ہر روز ایک ہزار رکعتیں اور ایک روایت میں ہے کہ آٹھ سو رکعتیں فرض کرلی تھیں اور ان کو موقوف نہیں کرتے تھے مگر اُس وقت جب کہ ان کے دونوں پاؤں اور پنڈلیاں سوج جاتی تھیں اور یہ اُس پر بھی اپنے نفس سے کہتے تھے کہ تو عبادت ہی کے لئے تو پیدا کیا گیا ہے واللہ میں تجھ سے اس قدر کام لوں گا کہ تو دم بھر لیٹنے کو ترسے گا۔ یہ کہا کرتے تھے کہ جب میں نے خدا کو محبوب بنایا ہے تو مجھے کچھ پرواہ نہیں ہے کہ کس حال میں صبح ہو اور کس حال میں شام۔ اور جب سے میں نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اس کے سوا کسی سے نہ ڈرا۔ یہ جب کسی شخص سے آشفتہ خاطر ہوتے اور اُس کے حق میں بددعا کرتے تو کہتے تھے کہ خدایا اس کو بہت مال دے۔ اس کو تندرست رکھ اور اس کی عمر دراز کر۔ ان کا قول ہے کہ بہت سی چیزوں کو میں اچھی سمجھتا تھا اور اب میں پسند کرتا ہوں کہ اُن کو اچھی نہ سمجھتا تو اچھا ہوتا اور جس نیکی کو میں اچھی جانتا ہوں اُس پر اگر میں عمل نہیں کرتا تو وہ میرے کس کام کی ہے۔ جب یہ سفر کرتے تھے تو ایک ہی مشکیزہ سے جب چاہتے تھے وضو کے لئے پانی انڈیلتے تھے اور جب چاہتے تھے پینے کے لئے دودھ۔ اور جب اُن کے پاس کچھ درہم آجاتے تھے تو جس قدر چاہتے تھے مسکینوں کو دیئے جاتے تھے اور وہ کم نہ ہوتے تھے۔ اور جب سائل کو روٹی دیتے تو کہتے تھے کہ مجھے شرم آتی ہے کہ میرے عمل کی ترازو میں ایک روٹی سے کم موجود ہو۔ ایک مرتبہ ان سے کسی نے پوچھا کہ تم سے بہتر کون شخص ہے انھوں نے کہا کہ جس شخص کا سکوت فکر کلام ذکر اور چلنا دریافی ہو وہ مجھ سے بہتر ہے۔ اور کہتے تھے کہ اللہ کا ذکر شفا اور اُس کے غیر کا ذکر بیماری ہے۔ ان کا قول ہے کہ بندہ کی جہالت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اوروں کی نسبت ان کے گناہوں کی وجہ سے اُس کو اندیشہ ہو اور اپنے نفس کے گناہوں سے بے خوف ہو۔ اور کہتے تھے کہ آج کل تمھارے سوا نیک نہیں ہے بلکہ جو بہت بُرے ہیں اُن سے وہ اچھے ہیں (شاید اپنے اصحاب سے) یہ دیوانوں کو کھانا کھلایا کرتے اور جب لوگ ان سے کہتے تھے کہ ان کو کھانے کی خبر نہیں ہوتی تو کہتے تھے کہ اگر ان کو خبر نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ کو تو خبر ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کی نسبت کہ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا[1] کہتے تھے کہ مراد یہ ہے کہ ہر چیز سے جو لوگوں پر کٹھن ہو اور کہا کرتے تھے کہ جب میں مرجاؤں تو کسی کو خبر نہ کرنا بلکہ مجھے ہر طرح سے میرے پروردگار کے سپرد کردینا۔

---

[1] اور جو شخص خدا سے ڈرتا رہے گا خدا اُس کے لئے نجات کی شکل نکال دے گا۔

(۲۷) مسروق بن عبدالرحیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ بچپنے میں چوری ہو کر پھر مل گئے تھے۔ اس لئے ان کا نام مسروق (وزدیدہ) ہوا یہ کہتے تھے کہ ایمان والے کا یہی علم بس کرتا ہے کہ وہ اللہ عزوجل سے ڈرتا ہے۔ اور کہتے تھے کہ جب تم میں سے کوئی چالیس برس کی عمر میں پہنچے تو اُس کو خدا سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ اور اس قدر نمازیں پڑھا کرتے تھے کہ ان کے دونوں پاؤں سوج جاتے تھے اپنے اور اپنے گھر والوں کے بیچ میں پردہ ڈال دیتے اور نماز میں مشغول ہو جاتے اور ان کو دنیا کے دھندوں میں چھوڑ دیتے تھے۔ یہ لوگوں کے قصے قضائے فیصل کرتے اور اُس کی کچھ اُجرت نہیں لیتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ آج کل ایمان والے کے لئے کوئی چیز پرچیرے بہتر نہیں ہے۔

(۲۸) علقمہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان سے کہا گیا کہ آپ بیٹھکر لوگوں کو قرآن کیوں نہیں پڑھاتے تو اُنھوں نے کہا کہ مجھے پسند نہیں کہ میری پشت کھندلی جائے اور کہا جائے کہ یہی علقمہ ہے۔ اور ان سے لوگوں نے کہا کہ آپ لوگوں کی سفارشیں کرنے کو بادشاہ کے پاس کیوں نہیں جاتے تو انھوں نے کہا کہ ان لوگوں کی دنیا میں سے مجھے جس قدر پہنچتا ہے اُسی قدر میرے دین میں سے ان کو ملتا ہے۔ اور کہا کرتے تھے کہ ہمارے ساتھ چلا کرو اس سے ہمارا ایمان یعنی تعقہ بڑھتا ہے اور فروتنی کی نیت سے محتاجوں کی لڑکیوں سے بیاہ کرتے تھے۔ اور جب انھوں نے انتقال کیا تو ایک ردا، ایک پرانی خط دار چادر اور ایک مصحف کے سوا کوئی دوسری چیز نہ چھوڑی۔

(۲۹) اسود بن زید نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

روزہ وعبادت میں اس قدر اپنی جان کھپاتے تھے کہ ان کا بدن سبز اور پیلا پڑ گیا تھا۔ اور جب لوگ ان کو سمجھاتے تھے کہ اس قدر عبادت سے اپنی جان کو کیوں مصیبت میں ڈال رکھا ہے تو کہتے تھے کہ جد وجہد ہی تو اصل کام ہے۔ روتے روتے ان کی ایک آنکھ جاتی رہی تھی۔ ۷۵ھ میں انھوں نے کوفہ میں وفات پائی۔ واللہ اعلم

(۳۰) ربیع بن خثیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ کہا کرتے تھے کہ برادر! اپنے نفس کے آپ ناصح بنو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ یہ فالج میں مبتلا ہوئے تو لوگوں نے ان سے کہا کہ علاج کرائیے۔ اس پر کہنے لگے کہ میں جانتا ہوں کہ علاج برحق ہے۔ لیکن عنقریب نہ طبیب باقی رہے گا اور نہ مریض۔ ان کے اعمال مخفی تھے گھر والوں کے سوا کسی کو ان کی خبر نہ تھی۔ یہ قرآن کی تلاوت کر رہے تھے کہ ایک آدمی ان کے پاس چلا گیا۔ انھوں نے اپنی آستین سے قرآن کو چھپا لیا اور کہا کہ جس چیز سے خدا مطلوب نہ ہو وہ مضمحل کرتی ہے۔ اور جب لوگوں کا دھیان سچا ہوا پاتے تو قبرستان کی طرف جا نکلتے اور کہتے کہ اے اہل قبور یہاں تو ہم ہیں یا تم اس کے بعد ساری رات بیداری میں بسر کرتے اور جب صبح ہوتی تو ایسے معلوم ہوتے گویا ابھی قبر سے اٹھے ہیں۔ اور وہ جماعت میں شریک ہونے کے لئے ایسی حالت میں کہ ضعف سے ان کے پاؤں ڈگمگاتے تھے مسجد میں آتے لوگ ان سے کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے تو تم کو اجازت دی ہے۔ اس کے جواب میں کہتے کہ اپنے پروردگار کی منادی کیا کروں جو حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة کہتا ہے۔ اور کہا کرتے تھے کہ اے ذلیل گوشت، اے ذلیل خون! جس وقت پہاڑ چلائے اور زمین کوٹ کوٹ کر برابر کی جائے گی اس روز تم کیا کرو گے۔ اور خود ہی اپنے گھر میں جھاڑو دیتے اور گھر والوں کو دینے نہیں دیتے اور کہتے تھے کہ مجھے پسند آتا ہے کہ اپنے نفس پر کچھ ذلت کا کام ڈالوں۔ یہ کہا کرتے تھے کہ ہم نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جن کے مقابلہ میں ہم اپنے آپ کو چوٹے سمجھتے تھے انھوں نے ۶۷ھ میں معاویہ کے زمانہ میں رحلت کی۔

(۳۱) ہرم بن حیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ کہا کرتے تھے کہ گفتگو کرنے والا یا خطا کرے گا یا اس میں مبالغہ کرے گا پہلی صورت میں لوگ اس سے جھگڑیں گے اور دوسری صورت میں گنہگار ہو گا اور ان کی دعا یہ تھی کہ خدایا مجھ کو اس زمانہ کے شر سے اپنی پناہ میں رکھ جبکہ چھوٹے سرکشی کریں اور بوڑھے حرص و ہوا میں مبتلا ہوں اور لوگوں کی عمریں کم ہوں اور وہ اپنے عزیز بھائیوں کو گناہ کرتے دیکھیں اور ان کو منع نہ کریں۔

(۳۲) ابو مسلم خولانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عبادت میں ان کو نہایت ہی توغل تھا یہاں تک کہ اگر ان سے کہا جاتا کہ دوزخ کی آگ سلگائی جا رہی ہے تو جس قدر عبادت یہ کرتے تھے اس میں ذرہ برابر بھی بڑھانے کی گنجائش نہ تھی۔ یہ کھانا ترک کر لیا کرتے اور

کہتے تھے کہ گھوڑا اُسی حالت میں خوب دوڑتا ہے جب دبلا ہوتا ہے انھیں کا یہ بھی قول ہے کہ جس نے اپنی ٹانگوں کو نماز پر قائم کیا اللہ تعالیٰ اُس کی ٹانگوں کو پل صراط پر جمائے رکھے گا۔ واللہ اعلم۔

(۳۳) ابو سعید حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کے والد میسان[1] کے رہنے والے تھے قید ہوئے اور انصار کے غلام بنے تھے۔ حضرت حسن بصری پر اس قدر خوف خدا غالب تھا کہ گویا دوزخ صرف انھیں کے لئے بنایا گیا ہے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ معرفتیں اُٹھ گئیں اور بُرائیاں رہ گئیں اور مسلمانوں سے جو باقی رہ گیا ہے وہ مغموم ہے اور اُن کا قول ہے کہ جو وسوسہ پیدا ہوتا ہے وہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اور جس میں کہ کسی کے سامنے گڑگڑانا پڑتا ہے وہ نفس کی طرف سے اس لئے روزے نماز اور ریاضت سے ان کے مقابلہ میں کمک لینی چاہیئے۔ اور جب اللہ دنیا میں کسی بندہ کے لئے بھلائی چاہتا ہے تو اُس کو بال بچوں میں منہمک نہیں فرماتا۔ اور عاجزی کرنے والے کی شان یہ ہے کہ گھر سے باہر نکلے تو جس شخص پر اُس کی نظر پڑے اُس کو اپنے آپ سے افضل سمجھے۔ اور جب بندہ نے گناہ کیا اور پھر توبہ کرلی تو اس توبہ سے اللہ تعالیٰ کا قرب ہی زیادہ ہوتا ہے اور جب دوسری مرتبہ گناہ کیا تو علیٰ ہذا قرب ہی بڑھتا ہے۔ ایک شخص نے ان سے کہا کہ میں اپنی تنگ دستی سے بہ تنگ ہوں تو اُنھوں نے کہا کہ ذکر کی مجلسوں میں جایا کرو۔ کہتے تھے کہ مردہ کے حق میں سب سے بُرے اُس کے وہ اہل وعیال ہیں جو اُس پہ روتے ہیں اور اُس پر سے قرض کے بوجھ کو ہلکا نہیں کرتے۔ اور ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو حلال چیزوں میں اُس سے زیادہ زہد برتتے تھے جس قدر کہ تم حرام چیزوں میں برتتے ہو۔ اور ہزار آدمی کی دوستی کو ایک شخص کی بھی عداوت کے بدلے نہ خریدو۔ اور جب اللہ کسی بندہ کے لئے بھلائی چاہتا ہے تو اُس کے بال بچوں کو مار ڈالتا اور اُس کو عبادت کے لئے خالی چھوڑ دیتا ہے۔ اور ان کا مقولہ ہے کہ لالچ عالم کو بدنما بنا دیتا ہے۔ اور آدمی کا علانیہ اپنے نفس کو بُرا کہنا اُس کو سراہنا ہے۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ بصرہ میں کوئی منافق بھی ہے تو انھوں نے کہا کہ اگر منافق نکل جائیں تو مجھے وحشت ہو۔ انھیں کا مقولہ ہے کہ تمھارے بھائیوں میں سے سب سے زیادہ قابل عزت وہ ہے جس کی دوستی تمھارے ساتھ ہمیشہ رہے۔ اور کہا کرتے تھے کہ اے فرزند آدم اگر تو اپنی موت کی چال پر نظر کرے تو اپنے فریب امید کا دشمن ہو جائے۔ یہ جب بیٹھتے تو قیدی کی طرح بیٹھتے تھے اور جب باتیں کرتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ ان کو دوزخ میں ڈالے جانے کا حکم ہو چکا ہے۔ اور کہتے تھے کہ جس نے خدا کے لئے فروتنی کرنے کو صوف پہنا خدا نے اُس کی بینائی وقلب میں نور بڑھایا اور جس نے نخوت وغرور کے لئے پہنا وہ سرکشوں کے ساتھ جہنم میں ڈالا گیا۔ وہ یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

---

[1] بصرہ وواسط کے درمیان ایک شہر میسان تھا ۱۲ مترجم

لَیْسَ مَنْ مَاتَ فَاسْتَرَاحَ بِمَیِّتٍ   اِنَّمَا الْمَیِّتُ مَیِّتُ الْاَحْیَاءِ

موت میں راحت ملی جس کو وہ مردہ کب ہوا   رہ کے زندوں میں جو مردہ تھا وہی مردہ رہا

کہا کرتے تھے کہ جب میں کچھ کھاتا ہوں تو میری یہ آرزو ہوتی ہے کہ یہ میرے پیٹ میں جاکر اینٹ بن جاتا کیونکہ میں نے سنا ہے کہ یہ تین سو برس تک پانی میں باقی رہتی ہے۔ ایک مرتبہ ان سے کسی نے کہا کہ فقہاء یہ کہتے ہیں تو انھوں نے کہا کہ تم نے کبھی اپنی آنکھوں سے فقیہ دیکھا بھی ہے۔ فقیہ تو وہی ہے جو دنیا سے پرہیز کرنے والا اپنے گناہوں کا دیکھنے والا اور اپنے پروردگار کی عبادت کا پورا پابند ہو۔ اور خدا کی قسم کھا کر کہتے تھے کہ جس شخص نے زر کی عزت کی اس کو اللہ تعالیٰ نے ذلت دی۔ اور ان کی عادت تھی کہ ان کے بھائیوں میں سے جب کوئی شخص اندر آنے کی اجازت چاہتا تو اگر ان کے پاس کچھ کھانا موجود رہتا تو اسے اندر بلا لیتے ورنہ خود باہر نکل آتے تھے اور جو کچھ موجود رہتا تھا اس میں تکلف نہیں کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ اگلے لوگوں کا قول ہے کہ حکیم کی زبان اس کے قلب کے پیچھے رہتی ہے۔ جب وہ کوئی بات کرنا چاہتا ہے تو اپنے قلب کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اگر قلب نے اجازت دی تو اس نے بات کی ورنہ زبان روک لی۔ اور جاہل کا قلب اس کی زبان کی نوک پر ہوتا ہے وہ دل کی طرف رجوع نہیں کرتا جو کچھ اس کی زبان پر آتا ہے۔ کہہ گذرتا ہے۔ ان کے اقوال میں سے ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کو قیامت کے دن جس طرح وہ چاہے گا بغیر احاطہ کے دیکھیں گے۔ دنیا تمھاری سواری ہے اگر تم اس پر سوار ہو گئے تو وہ تم کو لے چلی اور اگر وہ تم پر سوار ہو گئی تو تم کو مار کر رہی۔ علماء کی پرہیزگاری دنیا و مال میں ہوتی ہے۔

جب تم اپنی اولاد میں کوئی بری بات محسوس کرو تو انہیں متنبہ کر دو۔ ورنہ اللہ ان کو تمھارے حوالہ نہ کرے گا اور نہ تم کو اس پر دست درازی کا موقع دے گا اور اگر وہ نافرمان ہے تو تمھارا مطلب خود بخود حاصل ہے۔ کیوں اس سے دشمنی کر کے اپنی جان کو زحمت میں ڈالتے ہو۔ ہر ایسے شخص کی جو طاعت خدا کی پیروی کرتا ہے تم پر محبت لازم ہے اور جس شخص نے نیکوکار کو دوست رکھا گویا اس نے اللہ تعالیٰ کو دوست رکھا۔ میں نے کبھی کسی شخص کو نہ دیکھا کہ اس نے دنیا کی تلاش کی اور اس سے آخرت پائی۔ بخلاف اس کے عکس کے۔ اللہ تعالیٰ بہت سے گروہوں کو اٹھاتا ہے جو اس علم (یعنی علم تصوف) کی بامید ثواب جستجو کرتے ہیں اور اس میں ان کی اور کوئی نیت نہیں ہوتی۔ اس لئے ان کی جستجو میں خدا ان کے ساتھ رہتا ہے تاکہ یہ علم ضائع نہ ہو اور ان پر اس کا وبال نہ رہ جائے۔ اسلام یہ ہے کہ تو اپنے قلب کو اللہ کے سپرد کر دے پس ہر مسلمان تجھ سے بچا ہوا رہے۔ اور خدا کی محبت والا نشہ میں رہتا ہے اور اس کا نشہ نہیں اترتا مگر اپنے محبوب کے مشاہدہ کے وقت۔

---

(۳۴) سعید ابن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جب رات آتی تھی تو اپنے نفس سے کہتے تھے کہ او ساری برائیوں کے اڈے اٹھ واللہ میں تجھے تھکے ہوئے اونٹ کی طرح پاؤں گھسیٹتا ہوا چلنے کو چھوڑ نہ دوں گا۔ چنانچہ جب صبح ہوتی تھی تو اُن کے دونوں پاؤں سوجے ہوئے ہوتے تھے اور وہ اپنے نفس سے کہتے تھے کہ تجھے اسی کا حکم ہے اور اسی کے لئے تو پیدا ہوا ہے۔ ان کا قول ہے کہ اُس شخص میں کوئی نیکی نہیں ہے۔ جو اس قدر دنیا جمع نہ کرے جس سے اپنے دین وجسم کی حفاظت اور اپنے عزیزوں کے ساتھ سلوک کر سکے۔ یہ کہتے تھے کہ چالیس برس سے میرا کوئی فریضہ جماعت کے ساتھ ناغہ نہیں ہوا ہے اور تیس برس سے جب مؤذن نے اذان دی ہے تو میں مسجد ہی میں موجود تھا۔ انھوں نے پچاس برس تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی تھی۔ ان کی چوراسی سال کی عمر ہو چکی تھی تب کہتے تھے کہ میرے نزدیک عورتوں سے زیادہ کوئی چیز خوفناک نہیں ہے۔ اور کہتے تھے کہ سب آدمی خدا کی نگہبانی میں اپنے اپنے اعمال کرتے ہیں اور جب خدائے عزوجل کسی بندہ کو رسوا کرنا چاہتا ہے تو اُس کو اپنی حفاظت سے نکال دیتا ہے اور اس وقت لوگوں پر اس کے چھپے ہوئے عیب کھل جاتے ہیں۔ اور کہتے تھے کہ اپنی آنکھوں کو ظالموں کے معاونوں سے آلودہ نہ کرو (یعنی اُن کو نظر بھر کر نہ دیکھو) مگر دل میں انکار کے ساتھ تاکہ تمھارے نیک اعمال بیکار نہ ہو جائیں۔ جب عبد الملک بن مروان کی بیعت سے انھوں نے انکار کیا تو اس نے ان کو مار اٹاٹ پہنایا اور مدینہ طیبہ کے بازاروں میں گشت کرایا اور ممانعت کر دی کہ کوئی ان کے پاس نہ بیٹھے۔ چنانچہ یہ خود کہا کرتے کہ کوئی میرے پاس نہ بیٹھے کیونکہ مجھے کوڑے لگے ہیں اور لوگوں کو میرے پاس بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ سن کر لوگ واپس چلے آتے تھے۔ ان کا قول ہے کہ مسجد (مسجد یا) اور مصحف مصغیر کے ساتھ نہ کہو کیونکہ یہ چیزیں اللہ کی ہونے کے باعث عظمت وجلالت رکھتی ہیں۔ اور کہتے تھے کہ جو اللہ پر مستغنی ہوا لوگ اُس کے محتاج ہوئے۔ ان کی ہیبت کے سبب سے لوگ اُن کے پاس آنے کی اُسی طرح اجازت چاہتے تھے جس طرح امیر وقت سے۔ اور کہتے تھے کہ کوئی شریف عالم وفاضل ایسا نہیں ہے جس میں کوئی عیب نہ ہو لیکن بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں جن کے عیبوں کا ذکر نہیں کرنا چاہیے۔ اس لیے جس میں برائی سے بھلائی زیادہ ہے اُس کی برائی بھلائی کے سبب سے بخش دی جائیگی۔

(۳۵) عروہ بن زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

یہ کہا کرتے تھے کہ جب کسی شخص میں کوئی نیکی دیکھو تو اُس نیکی کی وجہ سے اُس سے محبت کرو اور سمجھ لو کہ اُس میں اسی طرح کی اور نیکیاں بھی ہوں گی اور علیٰ ہذا جب کسی میں کوئی برائی پاؤ تو اس برائی کے اعتبار سے اُس کو برا سمجھو اور جان لو کہ اُس میں اسی طرح کی اور برائیاں بھی ہوں گی۔ یہ کہتے تھے کہ حضرت

داؤد علیہ السلام منبر پر بیٹھے ہوئے کھجور کے پتوں کی ٹوکریاں بناتے اور ان کو بھیج کر بکواتے اور ان کی قیمت سے زندگی بسر کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ دنیا میں سب سے زیادہ زہد والے میرے گھر کے لوگ ہیں۔ جب انھوں نے اپنے محل میں جو عقیق میں تھا گوشہ نشینی اختیار کی مسجد نبوی میں آنا ترک کیا تو لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو کہا کہ میں نے دیکھا کہ چونکہ اب مسجدیں کھیل کود کے اکھاڑے نہرلیات کی منزلیں اور گندگار بے حیائیوں کے اڈے بن گئے ہیں۔ اس لئے مجھے یہیں عافیت معلوم ہوتی ہے۔ یہ اپنی اولاد سے کہا کرتے تھے کہ علم سیکھو اس لئے کہ اگرچہ تم اس وقت اپنی قوم کے چھوٹوں میں ہو مگر عنقریب دوسری قوموں کے بڑے ہو جاؤ گے۔ جہالت بہت ہی بری چیز ہے خصوصاً قوم کے سردار کے لئے۔ یہ ایک مرتبہ ولید بن عبدالملک کے پاس گئے تو ان کے ایک پاؤں میں بیماری ہو گئی جس سے وہ پاؤں سڑنے لگا چنانچہ وہ کاٹ ڈالا گیا اور لوگ سمجھتے تھے کہ ولید کے پاس جانے کی یہ سزا تھی۔ اس پر بھی یہ کہا کرتے تھے کہ اس خدا کا شکر ہے جس نے دوسرے پاؤں کو باقی رکھا۔ یہ پیاپے روزے رکھا کرتے تھے۔ چنانچہ جب ان کا پاؤں کاٹا گیا ہے تو ان کا روزہ تھا اور کاٹتے وقت کسی نے ان کو تھاما بھی نہ تھا۔ انھوں نے بحالت روزہ ۹۴ھ میں جنت کی راہ لی۔

(۲۳۶) محمد بن الحنفیہ ابن امام علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا قول تھا کہ جس کا نفس عیبوں سے پاک ہوا اس کے نزدیک دنیا کی کچھ قدر نہ رہی۔ یہ کہا کرتے تھے کہ جو شخص چھٹکارا حاصل ہونے تک اس آدمی کے ساتھ ہنسی خوشی بسر نہ کرے جس کی صحبت سے مفر نہ ہو وہ حلیم نہیں ہے۔ جب روم کے بادشاہ نے عبدالملک بن مروان کو حلف کے ساتھ یہ دھمکی لکھ بھیجی کہ اگر تم جزیہ قبول نہیں کرتے تو میں ایک لاکھ فوج خشکی کی اور ایک لاکھ تری کی تم پر بھیجتا ہوں عبدالملک نے حجاج کو لکھا کہ تو محمد بن الحنفیہ کو تخویف و تہدید لکھ بھیج اور جو کچھ جواب وہ دیں اس کو میرے پاس بھیج دے۔ چنانچہ حجاج نے ان کو لکھا اور انھوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کی تین سو لوے نگاہیں اپنی مخلوق پر ہوا کرتی ہیں اور مجھے امید ہے کہ میری طرف اللہ تعالیٰ کی ایک نگاہ ایسی ہو گی جس سے وہ مجھے تجھ سے محفوظ رکھے گا۔ حجاج نے یہ خط عبدالملک کے پاس بھیج دیا۔ اور عبدالملک نے یہی مضمون شاہ روم کو لکھ بھیجا۔ جس کو پڑھ کر اس نے کہا کہ یہ تمھارے دماغ سے نہیں نکلا ہے اور نہ تم نے یہ لکھا ہے یہ تو خاندان نبوت ہی کے دل سے نکل سکتا ہے۔

---

(۳۷) علی زین العابدین بن الحسین بن علی بن ابی طالب رحمہ اللہ تعالیٰ

یہی علی اصغر تھے اور علی اکبر حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے تھے اور عنقریب محمد الباقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حال میں آتا ہے کہ کل حسینی سید انہیں کی اولاد ہیں۔ ان کا قول ہے کہ جب بندہ اپنے باطن میں اللہ تعالیٰ کے لئے خالص ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کے برے اعمال پر مطلع کردیا اور وہ اپنے گناہوں میں مشغول ہو جانے کے باعث دوسروں کے عیوب سے بے پروا ہوگیا۔ یہ کہتے تھے کہ مصحف فروخت نہیں ہوا کرتا تھا اور ہوتا یہ تھا کہ ایک شخص ایک ورق کاغذ لئے ہوئے منبر کے قریب آتا تھا۔ (اس سے لوگ سمجھ جاتے تھے کہ اس کو مصحف مجید لکھوانا ہے) پس جس کو ثواب حاصل کرنا منظور ہوتا تھا وہ مستعد ہو جاتا تھا اور اس کے لئے سورہ بقرہ کے اول سے لکھنا شروع کرتا تھا۔ پھر دوسرے لوگ لکھتے یہاں تک کہ مصحف تمام ہو جاتا تھا۔ راویوں نے کہا ہے کہ جب ان کے بھائی شہید ہوئے ان کی عمر تیرہ برس کی تھی مگر بیمار ذی فراش تھے اس لئے شہید نہ کئے گئے۔ آپ جب وضو کرنے لگتے تھے تو آپ کا چہرہ پیلا پڑجاتا تھا اور اگر گھر کے لوگ پوچھتے تھے کہ وضو کے وقت کیوں آپ کی عادت ایسی ہے تو کہتے تھے کہ تم جانتے نہیں کہ کس کے حضور میں کھڑا ہونے کا ارادہ کرتا ہوں۔ اور جب آپ چلتے تھے تو آپ کا ہاتھ آپ کے زانو سے متجاوز نہ ہوتا تھا اور نہ متکبروں کی طرح آپ ہاتھ کو اٹھاتے اور گراتے تھے۔ اور جب آپ کو کسی شخص کی نسبت معلوم ہوتا تھا کہ آپ کی برائیاں اور شکایتیں کرتا ہے تو آپ اس کے گھر تشریف لے جاتے اور اس سے مہربانی کے ساتھ پیش آتے اور اس سے ارشاد کرتے تھے کہ سنو! جو کچھ تم نے میری نسبت کہا ہے اگر وہ سچ ہے تو اللہ مجھے بخش دے اور اگر جھوٹ ہے تو خدا تم کو بخش دے، السلام علیک و رحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ایک شخص نے مسجد میں آپ کے سرپر کھڑے ہوکر کوئی بات اٹھا نہ رکھی جو نہ کہی ہو مگر آپ نے بالکل سکوت کیا کچھ بھی جواب نہ دیا۔ جب آپ مسجد سے چلے تو وہ شخص آپ کے پیچھے ہولیا اور رونے لگا اس پر آپ نے کہا کہ میں کبھی تم کو کوئی ایسی بات نہ کہوں گا جو تم کو بری لگے گی ؎

وَمَا شَیْءٌ اَحَبُّ اِلَی اللَّئِیْمِ — اِذَا شَتَمَ الْکَرِیْمَ مِنَ الْجَوَابِ

شریف چپ ہی رہے دے جو گالیاں پاجی — جواب پانے سے بڑھتا ہے اور رائس کا جی

آپ کا مقولہ ہے کہ احباب کے اٹھ جانے سے وطن پردیس ہو جاتا ہے۔ آزادوں کی عبادت شکریہ کے لئے ہوتی ہے نہ دہشت و رغبت کے سبب سے۔ وہ شخص تمہارا یار کیونکر ہو سکتا ہے جس کی تھیلی کھول کر تم بقدر ضرورت لے لو اور وہ بشاش نہ ہو جائے۔ اور اپنے اصحاب سے کہا کرتے تھے کہ تم میرے ساتھ خدا کے لئے اسلام کی محبت رکھو کیونکہ تمہاری محبت کبھی ہم سے جدا نہ ہوئی یہاں تک کہ وہ ہماری ذلت کا باعث ہوئی۔ یہ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو آپ کو عبدالملک بن مروان کے ساتھ پیش آیا۔ اس نے آپ کے پاؤں، ہاتھوں اور گلے میں سونے کی زنجیریں ڈلوا کر مدینہ طیبہ سے شام بلوایا۔

اور جب زہریؒ عبد الملک کے پاس آئے تو انھوں نے عبد الملک سے کہا کہ علی بن الحسین کا خیال بھی خلافت کی طرف نہیں ہے وہ تو اپنے نفس اور اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول ہیں۔ عبد الملک نے کہا کہ بہت ہی اچھے کام میں انھوں نے اپنے آپ کو مشغول رکھا ہے۔ اور آپ کو رہا کر دیا۔ آپ دل سے چاہتے تھے کہ وضو کرنے میں کوئی شخص آپ کو مدد نہ دے۔ اور اپنی طہارت کے لئے خود ہی پانی بھرتے اور آرام کرنے سے پہلے لاکر رکھ لیتے تھے۔ آپ سفر یا حضر میں کبھی رات کا قیام ترک نہیں کرتے تھے۔ آپ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مومن گنہگار بہت توبہ کرنے والے کو دوست رکھتا ہے۔ آپ ابوبکر عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی توصیف کرتے اور ان پر رحمت بھیجا کرتے تھے۔ آپ ہر دن اور رات میں ایک ہزار رکعتیں پڑھا کرتے اور جب آندھی چلتی تو غش کھا کر گر پڑتے تھے۔ اور جب حج کو تشریف لے چلے تو لبیک آپ کی زبان سے نکلا اور آپ بیہوش ہو کر گر پڑے اور آپ کے اعضا زخمی ہو گئے۔ اور ایک شخص نے آپ سے زبان درازی کی اور آپ سن کر ٹال گئے تو اُس شخص نے کہا کہ میں تمھیں کو کہتا ہوں اس پر آپ نے کہا کہ میں تمھیں سے تو چشم پوشی کر رہا ہوں۔ ایک دن آپ مسجد سے باہر نکلے تھے کہ ایک شخص ملا اور اُس نے آپ کو گالیاں دیں اور بہت دیں اس پر آپ کے غلام اور خادم اُس کی طرف بڑھے مگر آپ نے سب کو رد کا اور کہا کہ ٹھہرو اس شخص پر ہاتھ نہ ڈالو اس کے بعد آپ نے اُس کی طرف رُخ کیا اور کہا کہ میرا جو حال تم سے پوشیدہ ہے وہ اس سے زیادہ ہے تم کو کوئی ضرورت ہو تو مجھ سے بیان کرو میں اُس میں تمھاری مدد کروں۔ اس سے وہ شرما گیا تو آپ نے اپنا سیاہ چوکور کمبل جو زیب تن تھا اتار کر اُس پر ڈال دیا اور اُس کے لئے ایک ہزار درہم سے زیادہ کے عطیہ کا حکم دیا۔ اُس شخص نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں ہیں۔ آپ نے ۹۹ھ میں جبکہ سن شریف اٹھاون سال کا تھا بقیع میں رحلت فرمائی۔ اور سر مبارک مصر گیا اور مصر کہنہ میں قلعہ کی طرف جو مجرائے آب ہے اُس کے قریب دفن کیا گیا۔

لہ زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام محمد بن مسلم تھا مشہور تابعی تھے رمضان ۱۲۴ھ ایک سو چوبیس ہجری میں راہی خلد ہوئے ۱۲ مترجم

(۲۰۸) ابو جعفر محمد باقر ابن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ "باقر" اس سبب سے کہلاتے کہ اس لفظ کے معنی شق کرنے والے کے ہیں اور آپ نے علم کو شق کیا اور اُس کی جڑ اور کنہہ کو پہچانا تھا۔ آپ کا قول ہے کہ بجلیاں مومن و غیر مومن سب پر گرتی ہیں اور نہیں گرتی ہیں تو اللہ عزوجل کا ذکر کرنے والے پر۔ اور کسی شخص کے دل میں جب تھوڑا سا بھی غرور داخل ہوتا ہے۔ تو جس قدر غرور داخل ہوتا ہے اُسی قدر یا اُس سے زیادہ اُس کی عقل میں کمی آجاتی ہے۔ آپ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوست رکھتے اُن کی مدح میں مبالغہ کرتے اور کہتے تھے کہ جس شخص نے ان کو صدیق نہ کہا اللہ تعالیٰ اُس کے کسی قول کو نہ دنیا میں سچا بنائے اور نہ دین میں۔ اہل عراق کے ایک گروہ کی نسبت آپ کو معلوم ہوا کہ وہ ابوبکرؓ و عمرؓ سے عداوت رکھتا اور اپنے نزدیک سمجھتا ہے کہ اہل بیت کو دوست رکھتا ہے۔ آپ نے ان کو لکھ بھیجا کہ جو شخص ابوبکرؓ و عمرؓ کو دشمن سمجھتا ہے۔ مجھے اُس سے کوئی واسطہ نہیں اور اگر میں حاکم ہوا تو جو لوگ ان دونوں کو بُرا سمجھتے ہیں اُن کے خون کو اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ بناؤں گا۔ آپ کا قول تھا کہ پیٹ اور شرمگاہ کی پارسائی سے کوئی عبادت افضل نہیں ہے۔ آپ جب ہنستے تو کہتے تھے کہ خدایا مجھے دشمن نہ رکھ۔ آپ کہتے تھے کہ دنیا میں بھائیوں کے ساتھ نیکی کرنے سے زیادہ معین کوئی شے نہیں ہے۔ اور آپ بھائیوں کے ساتھ بیٹھے رہنے سے کبھی گھبراتے نہ تھے۔ کہا کرتے تھے کہ بُرا ہے وہ بھائی جو خوش حالی میں تمھاری نگہداشت کرے اور بدحالی میں تم سے الگ ہو جائے۔ اور اس کا پتہ کہ تمھارے بھائی کے دل میں تمھاری کتنی محبت ہے اُس محبت سے لگا لو جو تمھارے دل میں اُس کی ہے۔ اصمعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حسینی سیدوں کی نسل بالکل زین العابدین رضی اللہ عنہ سے ہے اس لئے یہی تمام حسینی سیدوں کے پدر بزرگوار ہیں۔ آپ کی عمر جب ہتر سال کی ہوئی ۱۱۷ھ ایک سو سترہ ہجری میں راہی جنت ہوئے اور آپ نے وصیت کی کہ جس کرتہ کو پہنے ہوئے نماز میں پڑھا کرتے تھے وہی اُن کا کفن بنایا جائے۔ واللہ اعلم

(۳۹) ابو عبداللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابن محمد باقر بن زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ آپ کا قول ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں جن سے کسی شریف کو کراہت کرنی زیبا نہیں ہے۔ اپنے باپ کے لئے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہونا۔ اپنے مہمان کی خدمت کرنی۔ اپنی سواری کے جانور کی نگہداشت کرنی گو سو غلام اور نوکر کیوں نہ ہوں۔ اور جس سے تعلیم پاتا ہے اُس کی خدمت کرنی۔ آپ کا قول ہے کہ نیکی کامل نہیں ہوتی مگر تین باتوں سے۔ ایک یہ کہ جب اُس کو برتو تو اُس کو چھوٹی سمجھو دوسرے یہ کہ اُس کو پوشیدہ رکھو اور تیسرے یہ کہ اُس میں عجلت کرو۔ کیونکہ جب تم اُس کو حقیر سمجھو گے وہ بڑی ہو جائے گی اور جب اُس کو چھپاؤ گے کامل ہو جائے گی اور جب اُس میں جلدی کرو گے خوش گوار ہو جائے گی۔ آپ کا مقولہ ہے کہ جب کسی آدمی کی طرف دنیا رُخ کرتی ہے تو غیروں کی خوبیاں اُس کو دے دیتی ہے اور جب اُس سے منہ پھیرتی ہے تو اُس کی ذاتی خوبیاں بھی لے لیتی ہے۔ اور کہتے تھے کہ جب تم تک تمھارے بھائی کی کوئی ایسی بات پہنچے جو تم کو ناگوار ہو تو اُس کے لئے ایک سے لے کر ستر روز تک تلاش کرو اور اگر تم کو کوئی عذر نہ ملے تو کہو کہ شاید اُس کے پاس کوئی عذر ہو جس کو میں نہیں جانتا۔ ایک مرتبہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ آپ کے پاس آئے تو انھوں نے دیکھا کہ آپ خَسر کا جبّہ پہنے ہوتے ہیں اس لئے کہا کہ آپ خاندان نبوت سے ہیں اور یہ پہنتے ہیں۔ آپ نے کہا کہ تم نہیں جانتے اندر ہاتھ ڈال کر دیکھو۔ انھوں نے دیکھا تو کھرے بالوں کا ٹاٹ اندر تھا۔ پھر کہا کہ ثوری تم تو دکھلاؤ کہ تمھارے جبّہ کے نیچے کیا ہے۔ آپ نے دیکھا تو اس کے نیچے بہت ہی باریک کرتہ تھا۔ اس سے سفیان شرمندہ ہوئے۔ بعد، آپ نے کہا کہ ثوری! میرے پاس زیادہ نہ آیا کر۔ اس سے ہم کو بھی نقصان پہنچتا ہے اور تم کو بھی اور ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے تو آپ نے کہا کہ اے ابو حنیفہ میں نے سنا ہے کہ تم قیاس کرتے ہو۔ ایسا نہ کرو کیونکہ سب سے پہلے جس نے قیاس کیا تھا وہ ابلیس ہے۔ اور آپ کہا کرتے تھے کہ جب تم کسی مسلمان کے بارہ میں کوئی کلمہ سنو تو جہاں تک تمھارا دست رس ہو اُس کو عمدہ تر بن پہلو پر ڈھ یہاں تک کہ اگر کوئی عمدہ پہلو تم کو نہ ملے تو خود اپنے آپ کو ملامت کرو۔ اور آپ کا قول ہے کہ اُس ہاتھ کا نہ کھاؤ جو بھوکا ہونے کے بعد آسودہ ہوا ہو۔ ایک مرتبہ ایک قبیلہ کے ایک شخص سے آپ نے پوچھا کہ اس قبیلہ کا سردار کون ہے اُس شخص نے کہا کہ میں۔ اس پر آپ نے کہا کہ اگر تو اُس کا سردار ہوتا تو "میں" نہ کہتا۔ اور آپ کہا کرتے تھے کہ جب تم سے گناہ سرزد ہو استغفار کرو۔ کیونکہ پیدا ہونے کے پہلے ہی سے گناہ طوق بن کر لوگوں کے گلے پڑا ہوا تھا۔ بے شک ہلاکی اور پوری ہلاکی اُس پر اصرار کرنا ہے۔ جب آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو کہتے تھے کہ اے میرے پروردگار مجھ کو فلاں چیز کی ضرورت ہے اور دعا ، تمام بھی نہ ہونے پاتی تھی کہ وہ شئے آپ کے پہلو میں رکھی ہوتی تھی۔ آپ نے ۱۴۸ھ میں مدینہ منورہ سے خلد بریں کی راہ لی۔ آپ کا قول ہے کہ جس کی روزی میں دیر لگی اُس کو کثرت سے استغفار پڑھنا چاہیے

اور جس کسی کو اپنے کسی مال پر ناز ہو اور اُس کو باقی رکھنا چاہے اُس کو ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ کہنا چاہیئے۔ آپ نیچے اُون کا موٹا کم لانبا جُبّہ پہنتے تھے اور اُس کے اوپر ٹسر کا حلّہ اور کہتے تھے کہ ہم جبّہ خدا کے لئے پہنتے ہیں اور ٹسر تمھارے لئے جو اللہ کے لئے ہے اُس کو پوشیدہ رکھا اور جو تمھارے لئے ہے اُس کو ظاہر کر دیا ہے۔ اور کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو وحی بھیجی ہے کہ جو شخص میری خدمت کرے اُس کی تو خدمت کر اور جو شخص تیری خدمت کرے اُس کو تھکا ڈال۔ اور فقہاء رسولوں کے امانت دار ہیں مگر اُسی وقت تک کہ بادشاہ کے در پر نہ جائیں۔ اور کہا کرتے تھے کہ خدایا جس پر تو نے اپنی روزی تنگ فرمائی اُس کی غم خواری کو میرا رزق بنا اور میری کل چیزیں تیرے ہی فضل سے ملیں۔

(۴۰) عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کے عہد خلافت میں ان کے انصاف کے سبب سے بکریاں اور بھیڑیئے ایک ہی گھاٹ پانی پیتے تھے۔ اور ان کے پاس دنیا ہاتھ جوڑتی ہوئی آئی مگر انھوں نے اس کو چھاڑ دیا اور اس سے پرہیز کیا۔ یہاں تک نیار تھے کہ ان کے تہہ بند کی سلوٹیں ان کے بدن کے بٹوں میں چھپی رہتی تھیں مگر جب خلیفہ ہوئے تو ایسے دُبلے ہو گئے کہ جو کوئی چاہتا ان کی پسلی کی ہڈیاں بغیر ہاتھ لگائے شمار کر لیتا۔ ان کی آمدنی پچاس ہزار دینار تھی مگر جب خلیفہ ہوئے تو ہمہ دم اُس کو خرچ کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ان کے پاس ایک کرتہ کے سوا کچھ بھی نہ رہا۔ اس کو بھی اُسی وقت اتارتے تھے۔ جب میلا ہو جاتا تھا۔ اور جب وہ میلا ہو جاتا تھا تو اس کو دھوتے اور اُس کے خشک ہونے تک گھر میں ٹھیرے رہتے تھے۔ اسی طرح اُن کی بیوی عبدالملک کی بیٹی فاطمہ نے اپنا سارا مال بیت المال میں داخل کر دیا اور وہ عام لوگوں کی حیثیت کی ہو گئیں۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ یہ جب سے خلیفہ ہوئے کبھی مرتے دم تک انھوں نے غسلِ جنابت نہ کیا۔ کیونکہ جب یہ خلیفہ ہوئے تو اپنی لونڈیوں کو انھوں نے اختیار دیدیا اور اُن سے کہا کہ مجھ پر وہ بلا نازل ہوئی ہے جو مجھے روز قیامت تک اور جب تک کہ لوگ حساب و کتاب سے فارغ نہ ہو جائیں گے۔ تمھاری طرف متوجہ نہ ہونے دے گی۔ اس لئے تم میں سے جس کو آزادی پسند ہو اُس کو میں نے آزاد کر دیا اور جو میرے پاس رہنا چاہے اُس کو میں نے اپنے پاس رہنے دیا لیکن مجھ سے اور اس سے کوئی سروکار نہ رہے گا۔ سُن کر سب ڈھاڑیں مار کر روئیں کہ اُن سے کوئی امید نہ رہی۔ اور عبدالملک کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی اُنھوں نے اختیار دیا کہ چاہو میرے یہاں رہو اور چاہو اپنے باپ کے گھر چلی جاؤ۔ اس پر وہ اس قدر چیخیں مار کر روئیں کہ پڑوسیوں نے سُنا۔ فاطمہ کہتی ہیں کہ" میں نے کسی شخص کو عمر سے بڑھکر اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے نہ دیکھا۔ ان کا معمول تھا کہ جس وقت میرے پاس گھر آتے تھے اپنی عبادت گاہ میں جا رہتے اور برابر رویا کرتے تھے یہاں تک کہ نیند کا غلبہ ہوتا اور وہ گر پڑتے اور پھر اُٹھکر رونے لگتے اسی طرح سے ساری رات گذار دیتے تھے" ایک مرتبہ یہ ایسا کرتہ پہنے ہوئے جس کے دامن میں آگے اور پیچھے پیوند لگے ہوئے تھے۔ لوگوں کے سامنے خطبہ کہہ رہے تھے

کہ ایک شخص نے کہا کہ اے امیر المومنین خدا نے تو آپ کو دیا ہے پھر آپ کیوں نہیں پہنتے ۔ اس پر گھنٹہ بھر تک سر جھکائے رہے۔ پھر انھوں نے کہا کہ سب سے بہتر وہ میانہ روی ہے جو مقدرت کے وقت ہو اور سب سے عمدہ وہ درگذر ہے جو قدرت کے وقت ہو۔ ان کی لڑکیاں برابر ننگی رہتی تھیں چنانچہ ایک مرتبہ انھوں نے ایک کو بلایا تو اس نے جواب نہ دیا تب اپنے خادم کو بھیجا اور وہ اسے لے کر آیا تو اس سے پوچھا کہ تو نے مجھے جواب کیوں نہ دیا تھا اس نے کہا کہ میں ننگی تھی تب اس کے لئے موٹے جھوٹے کپڑے بنوانے کا حکم دیا اور وہ اس کو پہناتے گئے ۔ یہ خوب سویا کرتے تھے اور خضر علیہ السلام سے ملتے رہتے تھے۔ اور تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد قاصد کو اور کسی کام کے لئے نہیں بلکہ صرف رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر سلام پہنچانے کو مدینہ طیبہ بھیجا کرتے تھے ۔ انھوں نے ایک سرداب بنا رکھا تھا اور ہر شب اس میں اتر کر گلے میں لوہے کا طوق ڈال لیتے اور صبح تک نالہ وزاری کیا کرتے تھے ۔ ان کا قول ہے کہ کسی حاکم کے پاس نہ جایا کرو گو اس کو برے کاموں سے منع کرو اور اچھے کاموں کا حکم دو۔ اور یہ کہا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا کہ نافرمانی نہ ہو تو ابلیس کو پیدا نہ کرتا ۔ اور متقی کے منہ میں لگام ہوتی ہے ۔ اور یہ کہتے تھے کہ جو کچھ اپنی نسبت میں جانتا ہوں اگر تم جانتے ہوتے تو تم میرا منہ نہ دیکھتے اور پرہیزگاری حلال میں ہوتی ہے اور حرام تو دہکتی ہوئی آگ ہے جس میں مردے گلگشت کیا کرتے ہیں اور اگر یہ زندہ ہوتے تو مزہ ان کو آگ کی تکلیف محسوس ہوتی ۔ ان کے حالات مشہور اور ابو نعیمؒ کی کتاب حلیہ اور دوسری کتابوں میں مذکور ہیں ۔ انتالیس سال کی عمر پا کر سنہ ۱۰۱ھ کے ماہ رجب میں اس دار محن سے سدھارے اور علاقہ حمص کے مقام دیر سمعان میں دفن ہوئے ان کی خلافت دو سال اور چودہ دن رہی ۔ ان کو زہر دیا گیا تھا اسی سے انھوں نے قضا کی ۔ فاطمہ بنت عبدالملک رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ان کی اصلی بیماری خدا کا خوف تھی اور باعتبار زہر کے ان کی موت کا قوی تر سبب وہی تھا۔

(۱۴) مطرف بن عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ

کہا کرتے تھے کہ اگر میرے پروردگار کے پاس سے کوئی آنے والا آتے اور کہے کہ تجھکو اختیار دیا گیا ہے کہ چاہے بہشت و دوزخ کی راہ قبول کر یا چاہے خاک ہو جانا پسند کر تو میں خاک ہو جانے ہی کو پسند کروں ۔ ان کا ایک بیٹا تھا جب وہ مر گیا تو انھوں نے داڑھی میں کنگھی کی اور جو عمدہ ترین لباس ان کے پاس تھا اس کو زیب بدن کیا اور اس کی وجہ پوچھی گئی تو کہا کہ کیا تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں اس کو مصیبت قرار دوں واللہ اگر ساری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے میری ہوتی اور اللہ تعالیٰ اس کے لینے پر مجھ سے آخرت میں ایک گھونٹ پانی کا وعدہ کرتا تو میں ہزدراس ایک گھونٹ کو اس پر ترجیح دیتا۔ یہ کہا کرتے تھے کہ رات کو پڑے سوتے رہنا اور صبح کو شرمندہ اٹھنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ رات میں قیام گذاروں اور صبح کو مغرور اٹھوں اور ان کا قول ہے کہ جب بندہ کا باطن و ظاہر یکساں ہو جاتا ہے تو اللہ

عزوجل فرماتا ہے کہ واقعی یہ میرا بندہ ہے۔ جب یہ اپنے گھر میں تنہا ہوتے تھے تو ان کے ساتھ ان کے گھر کی اینٹیں بھی تسبیح کرتی تھیں۔ کسی نے ان پر ظلم کیا تو انھوں نے کہا کہ خدا تجھے جلد موت دے چنانچہ وہ فوراً مرگیا۔ لوگ ان کو زیاد کے پاس بصرہ پکڑ لے گئے زیاد نے پوچھا کہ انھوں نے اُس مرنے والے کو ہاتھ بھی لگایا تھا۔ لوگوں نے کہا کہ نہیں اُس نے کہا کہ تب تو یہ صرف ایک نیک مرد کی بد دعا تھی جو قضائے الٰہی کے مطابق پڑگئی۔ اور ان کو رہا کردیا۔ یہ کہا کرتے تھے کہ خدایا میں ہر ایسے عمل سے استغفار کرتا ہوں جس میں میں نے دعویٰ کیا ہو کہ میں اُس کو خلوص سے کرتا ہوں اور میں نے اس سے خدا ہی کو خوش کرنا چاہا ہے۔ اور کہا کرتے تھے کہ خداوندا مجھ سے راضی ہو اور اگر راضی نہیں ہوتا تو مجھے معاف کر دے کیونکہ آقا کبھی ایسی حالت میں بھی اپنے غلام سے درگذر کرتا ہے کہ اُس سے راضی نہیں ہوتا۔ اور ان کا قول ہے کہ خدا کی اتنی عظمت تو کرو کہ گدھوں اور کتوں کے سامنے اُس کا پاک نام نہ لیا کرو۔ کیونکہ لوگ اپنے کتے کو کہتے ہیں کہ خدا تجھے رسوا کرے یا تیرے ساتھ یہ کرے اور وہ کرے۔ اور متقی کے سامنے جب لوگوں کی خطائیں بیان کی جاتی ہیں تو وہ مشغول رہتا ہے۔ اور لوگوں میں سب سے زیادہ گناہ کرنے والے وہ ہیں جو سب سے زیادہ اللہ کے ذکر سے غافل ہوکر لوگوں کی خطاؤں میں مشغول ہیں۔ اور جو مار سے زیادہ نہ کرے وہ کمینہ ہے۔ اور کبھی کسی حاکم کے پاس ایسا نوشتہ نہ لے جا جس کی نسبت تجھے معلوم نہ ہو کہ اس میں کیا ہے۔ اور کہا کرتے تھے کہ علم جاتا رہا اور بڑے ظرفوں میں عبارتیں رہ گئیں۔ اور پرہیزگار اپنے اہل کے سوا کسی پر حکومت کرنا قبول نہیں کرتا۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ جو شخص جنازہ کے ساتھ میت کے اقربا کی خاطر سے جاتا ہے اُس کو ثواب ملے گا یا نہیں انھوں نے کہا کہ ابن سیرین کہتے ہیں کہ اُس کو دو اجر ملیں گے ایک تو اپنے بھائی پر نماز پڑھنے کا اور دوسرا زندوں کی خاطر سے جنازہ کے ساتھ چلنے کا۔ اور یہ بھی ان کا قول ہے کہ جس نے عورتوں اور کھانوں کو ترک کیا اُس سے کرامت کا ظاہر ہونا لابدی ہے اور جو شخص کھانے پینے اور عورتوں کو ترک کرتا تھا اُس کو سیاح سمجھتے تھے گو وہ اپنے شہر ہی میں مقیم کیوں نہ ہو۔ اور کہتے تھے کہ جب میں اپنے غلام کو کسی کام کا حکم دیتا ہوں اور وہ میرے دوست کے کام کو اُس پر مقدم رکھتا ہے تو میں اُس سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔ اور کہتے تھے کہ خداوندا اس سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ کوئی اور اُس چیز میں جو میں نے اُس کو سکھائی ہے مجھ سے زیادہ صاحب سعادت ہو جائے۔ یہ کہتے ہے کہ میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں مُردوں کے پاس جا اُترا اور اُن کو بیٹھا ہوا دیکھکر میں نے سلام کیا مگر کسی نے میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے اُن سے اس کا سبب پوچھا۔ تو انھوں نے کہا کہ سلام کا جواب دینا ایک نیکی ہے اور ہم میں یہ قدرت نہیں کہ اپنی نیکیوں میں کچھ بھی بڑھائیں۔ انھوں نے ایک مرتبہ کسی کو یہ کہتے سُنا کہ "خدایا ان لوگوں کو میری وجہ سے رد نہ کر" تو کہنے لگے کہ یہی وہ شخص ہے جو اپنے نفس کا عارف ہوتا ہے۔ اور کہتے تھے کہ کوئی شخص یہ نہ کہے کہ "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ "اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے" یہ بھی ان کے اقوال ہیں کہ جس نے صاحب کرامت کو جھٹلایا وہ بڑا جھوٹا ہے۔ شرافت کو ہاتھ سے نہ دو۔ اس لئے کہ تم کو ہمیشہ اپنے بھائیوں

پر شرف رہے گا جب تک کہ تم اُن کے محتاج نہ ہو گے۔ قیامت کے دن انسان کے بہت سے گروہ آرزو کریں گے کہ اُن کے قلم آگ کے ہوتے تاکہ جو کچھ اُنھوں نے ان سے لکھا تھا اُس کو نہ لکھے ہوتے۔ ہمارے زمانہ میں پڑھے لکھے باقی نہ رہے اور جو ہیں وہ دنیا طلب ہیں۔ جو شخص مجھ سے لوگوں کی غیبتیں کرے وہ میرا دوست نہیں ہے۔ صدیقوں کے قلوب میں اگر غفلت نہ ہوتی تو اُن کے دلوں پر جو تجلی ہوتی ہے اُس کی عظمت سے وہ ضرور مر جاتے۔ یہ اونچی ٹوپیاں اور نشر کے پھول بوٹے بنی ہوئی چادریں اوڑھا کرتے اور گھوڑوں پر سوار ہوا کرتے اور باوصف اس کے اپنی دعا میں کہتے تھے کہ خدایا میرے ساتھ سوال کرنے والوں کو میرے سبب سے نہ لوٹا طاعون جارف کے بعد اس زمانہ میں کہ حجاج عراق کا حاکم ہوا ۸۷ھ میں اُنھوں نے قضا کی۔

(۴۲) علاء ابن الشخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا قول تھا کہ صبر کے ساتھ جو مصیبت ہو اُس سے وہ عافیت زیادہ پسندیدہ ہے جو شکر کے ساتھ ہو۔ سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کی با وجود عافیت کے مدح کی اور فرمایا ہے کہ "نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ" کیا ہی اچھے بندے تھے کہ بات بات میں خدا کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اور ایوب علیہ السلام کی نسبت بھی باوجود ایسی سخت مصیبت کے جس میں وہ مبتلا تھے۔ یہی جملہ ارشاد ہوا ہے۔ پس دونوں صفتیں برابر ہو گئیں حالانکہ وہ آرام میں تھے اور یہ آلام میں اس سے ہم کو معلوم ہوا کہ صبر کا قائم مقام شکر ہے۔ اور جب دونوں برابر ہوئے تو شکر کے ساتھ آرام اُس مصیبت سے زیادہ پسندیدہ ہوا جو صبر کے ساتھ ہو۔

(۴۳) صفوان بن محرز مازنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ کہا کرتے تھے کہ جس نیک کام کو میں جانتا ہوں وہ میرے کس کام کا ہے جب میں اُس پر عمل نہیں کرتا اس سے اچھا ہوتا جو میں کسی چیز کو اچھی طرح جانتا ہی نہ ہوتا۔ اور کہتے تھے کہ جب ایک دن بعد ایک روٹی اور ایک کوزہ پانی مل جایا کرے تو دنیا پر خاک ڈالنی چاہیے۔ انھوں نے ایک تہ خانہ بنا رکھا تھا جس میں جھکر خدا کی جناب میں گریہ و زاری کیا کرتے تھے۔ ان کا ایک گھر تھا اُس کی چھت کی ایک کڑی ٹوٹ گئی تو کسی نے کہا کہ اس کو درست کیوں نہیں کرانے۔ انھوں نے کہا کہ میں کل مر جاؤں گا اگر مکان کا مالک مجھے اس میں رہنے دیتا تو میں اس کو درست کرا لیتا۔ یہ اپنے گھر سے کبھی باہر نہ نکلتے تھے مگر نماز کے لیے اور جلدی سے پلٹ آتے تھے۔

(۴۴) ابوالعالیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا قول تھا کہ جتنے لوگ ایسے ہیں کہ ان کے شر سے لوگ ڈرتے ہیں وہ سب قیامت کے دن لوہے میں جکڑے جائیں گے اور ان کی نسبت حکم ہوگا کہ ظالموں اور شیطانوں کے ساتھ جہنم میں ڈال دیئے جائیں۔ یہ رہبانوں رجوگیوں اور تارکین دنیا کی طرح موٹے بالوں کا کپڑا پہننے کو ناپسند کرتے اور کہتے تھے کہ عمدہ پوشاک پہننا مسلمانوں کی زینت ہے۔ یہ خلوت پسند تھے۔ اور جب ان کے پاس چار آدمی سے زیادہ جمع ہو جاتے تو یہ لغو باتوں کے خوف سے اُن کو چھوڑ کر اُٹھ جاتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ میں نے پچاس برس سے اپنے عضو خاص کو داہنا ہاتھ نہیں لگایا ہے اور کہا کرتے تھے کہ جو تارکِ نماز ہیں خدا سے نہ ڈرا وہ کب ڈرے گا۔ اور کہتے تھے کہ سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی قرآن سیکھے اور سو رہے اور اس کو تہجد میں نہ پڑھے۔ ۰۹ھ میں انہوں نے اس دار ناپائدار سے انتقال کیا۔

(۴۵) بکر بن عبداللہ مُزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ کہتے تھے کہ مجھے اپنے اعمال میں سے جس عمل پر سب سے زیادہ وثوق ہے وہ مرد صالح کی محبت ہے۔ یہ عرفات میں کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ اگر ان لوگوں میں میں نہ ہوتا تو مجھے امید ہوتی کہ اللہ تعالیٰ سب کے سب کو بخش دے گا۔ اور کہتے تھے کہ جب تک آدمی بطئی الطمع اور بطئی الغضب نہ ہو گا متقی نہیں ہو سکتا۔ اور کہا کرتے تھے کہ جس قدر میرے لباس اور مکان کے اسباب میں زیادتی ہوتی گئی اسی قدر اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی زیادہ ہوتی گئی اور مال کے خرچ کرنے میں جس قدر میں نے بخل کیا اُسی قدر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دور باش بڑھتی گئی۔ ان کا قول ہے کہ جب تم اپنے بھائیوں کی طرف سے جفا دیکھو تو سمجھو کہ یہ تمہارے ہی کسی گناہ کی وجہ سے ہے جو تم سے سرزد ہوا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو۔ اور جب اُن کی طرف سے مبرت کی زیادتی دیکھو تو سمجھو کہ یہ تمہاری ہی کسی طاعت کا نتیجہ ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا شکر کرو۔ اور جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ لوگوں کے عیبوں پر نگاہ اور اُن کی پوری خبر رکھتا ہے تو سمجھو کہ وہ اس مکر میں مبتلا ہے۔ انھوں نے ۱۰۸ھ میں ذات پائی۔

(۴۶) صلہ بن اشیم عدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جب یہ کسی ایسے گروہ کے پاس سے گذرتے تھے جو کھیل رہا ہوتو کہتے تھے کہ ذرا مجھے بتاؤ تو سہی کہ جو گروہ سفر کا ارادہ رکھتا ہو۔ اُس نے دن کو کھیل میں گنوا کر راستہ کھوٹا کیا ہو اور رات کو پڑا سوتا ہو

بھلا وہ منزل مقصود تک کب پہنچے گا۔ ان کے ایک بھائی نے کسی دور دست ملک میں وفات پائی اور ایک شخص عجلت کے ساتھ وہاں سے آیا اور اس نے ان کو خبر کی تو کہنے لگے کہ اس کی خبر تو اللہ تعالیٰ نے مجھے پہلی ہی سے دے رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ (کچھ شک نہیں کہ تم کو بھی مرنا ہے اور کچھ شک نہیں کہ ان کو بھی مرنا ہے) اور یہ اس قدر نمازیں پڑھتے تھے کہ پاؤں گھسیٹے ہوئے بچھونے کی طرف جاتے تھے۔

(۴۷) علاء بن زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انھوں نے تمام لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کی تھی صرف نماز جماعت یا کسی کار خیر میں لوگوں کے پاس بیٹھتے تھے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ ہائے افسوس نیکی پر۔ اور اس قدر روتے تھے کہ ان کی آنکھوں پر جھلی آگئی تھی۔ اور اکثر سات سات دن متواتر رویا کرتے اور اس عرصہ میں دانا پانی چھوتے تک نہ تھے۔ انھوں نے حجاج کے عہد حکومت میں وفات پائی۔ یہ کہا کرتے تھے کہ اگر لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ ان کو کیا پیش آنے والا ہے تو اس عالم میں ایک ساعت بھی ان کو اطمینان نہ ہو نہ کھیتی کریں نہ مکان بنائیں نہ کھائیں نہ پئیں اور نہ سوئیں۔ ایک شخص نے ان کے پاس آکر کہا کہ رات میں نے آپ کو بہشت میں دیکھا تھا تو کہنے لگے کہ میرے اور تمھارے سوا شیطان کو اور کوئی مسخراپن کرنے کو نہ ملتا تھا یہ لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ تم ایسے زمانہ میں ہو کہ تم میں سے تھوڑے آدمی ایسے ہیں جن کے دین کا دسواں حصہ جاتا رہا اور عنقریب تم پر ایسا زمانہ آئے گا کہ تم میں تھوڑے آدمی ایسے ہوں گے جن کے دین کا دسواں حصہ سلامت رہے گا۔

(۴۸) ابو حازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا قول تھا کہ جس دوستی میں ملنا ملانا زیادہ ہو وہ بری ہے۔ اور یہ کہا کرتے تھے کہ میں نے ایسے علماء دیکھے ہیں جن کے یہاں بادشاہ و حکام آتے تھے اور غلاموں کی طرح ان کے دروازوں پر کھڑے رہتے تھے اور آج وہ دن ہے کہ نیکوں اور عالموں و عابدوں ہی کو حاکموں و مال داروں کے پاس جاتے دیکھتا ہوں اور ان لوگوں نے جب یہ دیکھا تو ان کو برا اور ذلیل جاننے اور کہنے لگے کہ جو چیز ہمارے پاس ہے اگر ان کے پاس کی چیز سے بہتر نہ ہوتی تو یہ اس طرح ہمارے ساتھ پیش نہ آتے۔ اور کہتے تھے کہ جب تم ایسے زمانہ میں پہنچو کہ عمل کے بدلے لوگ پیر راضی رہیں تو تم اپنے آپ کو برے لوگوں اور برے زمانہ میں سمجھنا۔

(۴۹) محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کے سامنے جب لوگ کسی کا ذکر برائی کے ساتھ کرتے تو یہ اس کو بھلائی کے ساتھ یاد کرتے تھے۔ یہ خدا سے خائف اور نیک روش تھے۔ جب کہیں جاتے تو کسی شخص کو اپنے ساتھ چلنے نہیں دیتے اور اس سے کہتے تھے کہ اگر تم کو وہاں کوئی کام نہیں ہے تو لوٹ جاؤ۔ اور جب اپنی والدہ سے باتیں کرتے تھے تو ان کی بزرگی کی وجہ سے زبان دبا کے باتیں کرتے تھے۔ یہ جب مذہبی معاملہ میں قید ہوئے تو جیل خانہ کے داروغہ نے ان سے کہا کہ آپ رات کو اپنے گھر چلے جایا کریں اور صبح کو لوٹ آیا کریں۔ انھوں نے کہا کہ میں امانت میں خیانت کرنے میں تم کو مدد نہ دوں گا۔ یہ کہتے تھے کہ میری قید کا سبب یہ ہوا کہ میں نے ایک شخص کو عیب لگایا تھا کہ اس پر قرض ہے اس لئے مجھے یہ سزا ملی۔ ان کا قول ہے کہ تم اپنے بھائی پر صریح ظلم کرتے ہو اگر غصہ کی حالت میں تم اس کی برائی کو بیان کرتے ہو اور اس کی بھلائی کو چھپاتے ہو۔ اور کہا کرتے تھے کہ اگر گناہ میں بو ہوتی تو میرے گناہوں کی کثرت سے لوگ میرے قریب نہ آ سکتے۔ اور جب کوئی شخص ان سے خواب کے بارہ میں سوال کرتا تو سوال کرنے والے سے کہتے کہ بیداری میں خدا سے ڈرتے رہو گے تو جو کچھ تم خواب میں دیکھو گے تمھارے لئے مضر نہ ہوگا۔ ایک شخص نے ان سے کہا کہ آپ میرے لئے حلال کر دیجئے (عربی زبان کا محاورہ معاف کر دیجئے کی جگہ) میں نے آپ کی غیبت کی ہے۔ اس سے انھوں نے کہا کہ میں ناپسند کرتا ہوں کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اس کو میں حلال کر دوں یعنی مسلمانوں کی آبروریزی۔ لیکن خدا تم کو بخش دے۔ اور جب لوگ ان کے فتووں کی تعریف میں کہتے تھے کہ صحابہ بھی اس سے کچھ زیادہ بہتر فتوے نہیں دیتے تھے تو یہ کہتے تھے کہ واللہ اگر ہم ان کی جیسی سمجھ حاصل کرنا چاہیں تو ہماری عقلیں وہاں تک نہ پہنچیں گی۔ ان کی عمر جب کچھ اوپر اسی سال کی ہوئی تو انھوں نے ۱۱۰ھ میں عدم کے خواب شیریں سے دلچسپی ظاہر کی۔

(۵۰) ثابت بن اسد بنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی یہ حالت تھی کہ جب دوزخ کا ذکر ان کے سامنے ہوتا تو ان کے اعضاء اپنے جوڑوں سے الگ ہو جاتے تھے۔ ان کا قول ہے کہ ذکر کرنے والے جب ذکر کرنے کو بیٹھتے ہیں تو گو ان کے گناہ پہاڑوں جیسے کیوں نہ ہوں، جب ذکر کر کے اٹھتے ہیں تو ذرا بھی باقی نہیں رہتا۔ یہ پچاس برس تک رات کو قیام کرتے اور تڑکا ہوتے یہ دعا کرتے رہے کہ خداوندا اگر تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی نعمت عطا فرمائی ہے تو مجھے بھی عطا فرما۔ چنانچہ جب انھوں نے وفات پائی اور قبر کے اوپر اینٹیں چن دی گئیں تو ایک اینٹ گر پڑی اور لوگوں نے دیکھا کہ قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔ ان کا قول ہے کہ نماز زمین میں

خدا کی خدمت ہے اور اگر خدا کے نزدیک کوئی چیز نماز سے افضل ہوتی تو وہ ہرگز نہ فرماتا۔ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ۔ (اور ابھی زکریا محراب میں کھڑے نماز ہی پڑھ رہے تھے کہ فرشتوں نے اُن کو آواز دی) یہ کہا کرتے تھے کہ بیس برس تک میں نے نماز میں رنج و تکلیف اٹھائی اور بیس برس تک اُس سے لطف و مزہ اٹھایا۔ ان کی وفات کے بعد لوگوں کو ان کے قرآن تلاوت کرنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔

(۵۱) یونس بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ کہا کرتے تھے کہ اس امت میں نہ خالص ریا ہے اور نہ خالص تکبیر لوگوں نے اس کی علت دریافت کی تو انھوں نے کہا کہ سجدہ کے ساتھ تکبیر کہاں اور توحید کے ساتھ ریا کہاں۔ واللہ اعلم۔

(۵۲) فرقد سنجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کوفہ کے رہنے والے اور بصرہ کے حاکم تھے۔ یہ کہتے تھے کہ میں نے خواب دیکھا کہ ایک منادی آواز دے رہا ہے کہ اے یہودیوں کی شبیہ اللہ عزوجل سے شرم کرو کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے تم کو نعمتیں عطا فرمائیں تو تم نے شکر نہ کیا اور جب تمھاری آزمائش کی تو تم نے صبر نہ کیا۔ یہ کہتے تھے کہ بنی اسرائیل کا ایک عابد ریت کے ایک ٹیلہ کے پاس سے گذرا اور اُس زمانہ میں بنی اسرائیل قحط میں مبتلا تھے اس سبب سے اُس کے دل میں یہ آرزو ہوئی کہ یہ ریت اگر آٹا ہو جاتی تو بنی اسرائیل آسودہ ہو کر کھاتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اُن کے نبی کے پاس وحی بھیجی کہ فلاں عابد سے کہہ دو کہ میں نے تیرے لئے اُسی قدر ثواب واجب کر دیا جس قدر کہ اس ٹیلہ کے آٹا ہو جانے اور اُس کو تیرے خیرات کر دینے کی صورت میں ہوتا۔

(۵۳) محمد بن واسع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ صوف (موٹے بالوں کا کپڑا) پہنا کرتے تھے۔ ایک دن قتیبہ بن مسلم کے پاس گئے تو قتیبہ نے کہا کہ تمھارے صوف پہننے کا کیا باعث ہے۔ انھوں نے کچھ جواب نہ دیا تب قتیبہ نے کہا کہ میں تم سے پوچھتا ہوں تو تم جواب کیوں نہیں دیتے۔ انھوں نے کہا کہ میرا دل اس کو قبول نہیں کرتا کہ کیوں کہ میں زاہد ہوں اس لئے کہ تو تزکیہ نفس کا دعویٰ کرنا پڑتا ہے یہ کہوں کہ محتاج ہوں اس لئے کہ خدا کے آگے کی شکایت ہوتی ہے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ جس نے دنیا کے بارہ میں پرہیزگاری کی وہ دین و دنیا کا مالک ہے۔ اور کہتے تھے کہ جو شخص اپنے قلب سے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ بندوں کے قلوب کے ذریعہ سے اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اور کہا کرتے تھے کہ میں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ بیس برس تک

ایک بچھونے پر سوتے اور اس قدر روتے کہ آنسوؤں سے اُن کے بچھونے تر ہو جاتے تھے مگر اُن کی بیویوں کو کبھی خبر نہ ہوئی۔

(۵۴) سلیمان تیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انھوں نے چالیس برس شام کے وضو سے چاشت کی نماز پڑھی۔ یہ ننگے پاؤں پھرا کرتے اور بازاریوں وغیرہم پر ان کی ہیبت طاری تھی۔ اور حاکموں کے پاس جاتے اور اُن کو اچھے کاموں کا حکم دیتے اور بُرائیوں سے منع کرتے تھے۔

(۵۵) ابو یحییٰ مالک بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ کہا کرتے تھے کہ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ بدعت ہوگی تو ضرور میں حکم دیتا کہ جب میں مروں تو میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی جائیں تاکہ میں بیڑیاں پڑا ہوا اپنے مالک کے سپرد کیا جاؤں جیسا کہ بھگوڑا غلام اپنے آقا کے سپرد کیا جاتا ہے۔ اور کہتے تھے کہ حُبِ دنیا کی علامت یہ ہے کہ آدمی ہمیشہ شکم سیر کم غور کرنے والا ہو اُس کی ہمت اُس کے پیٹ اور شرم گاہ پر محدود ہو وہ کہتا ہو کہ کب صبح ہو کہ میں کھیلوں کودوں کھاؤں پیوں اور کب شام ہو کہ آرام کروں، خلاصہ یہ کہ رات کا مردار اور دن کا بیہودہ و بیکار ہو۔ ان سے صوف پہننے کے بارہ میں سوال ہوا تو انھوں نے کہا کہ میری جو پوچھو تو مجھ میں اُس کے پہننے کی صلاحیت نہیں ہے اس کے لئے "صفا" ضرور ہے۔ ان کا قول ہے کہ دنیا کی راحتوں میں سے صرف تین چیزیں باقی رہ گئی ہیں۔ بھائیوں کی ملاقات قرآن کے ساتھ تہجد۔ اور خالی گھر جس میں اللہ کا ذکر کیا جائے۔ ان کی عادت تھی کہ جب کوئی شخص ان سے کوئی سوال کرتا اور اُس وقت بادل کا کوئی ٹکڑا آسمان پر حرکت میں ہوتا تو یہ کہتے کہ کہ ٹھیر جاؤ اس ٹکڑے کو آگے بڑھ جانے دو کیونکہ مجھے خوف ہے کہ اس میں پتھر ہو اور وہ مجھ پر گرے۔ اور کہا کرتے تھے کہ کسی کا کوئی ایسا رفیق نہ رہا کہ آخرت کے کام میں اُس کی مدد کرے جو ہیں وہ آدمی کے قلب کو خراب ہی کرنے والے ہیں۔ اور کہتے تھے کہ میں اپنے بھائیوں میں سے کسی کا اپنے گھر میں آنا اس خوف سے ناپسند کرتا ہوں کہ شاید جیسا چاہیے میں اُس کا حق نہ ادا کرسکوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول پر وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ۝ وہ کہا کرتے تھے کہ آج ہر شہر میں کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو خرابیاں نہ ڈالتے تھے یہ کہا کرتے تھے کہ لوگ مینہ کو سمجھتے ہیں کہ دیر سے برستا ہے اور مجھکو اندیشہ رہتا ہے کہ کہیں پتھر نہ برسیں۔ اور انھوں نے اپنے ساتھ ایک پلا ہوا کتا رکھا تھا لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو انھوں نے کہا کہ بُرے ہم نشیں

---

۵۵ دیکھو پارہ ۱۹۔ رکوع ۱۹۔ سورہ نمل۔ ترجمہ اور شہر میں نو آدمی تھے جو فساد کیا کرتے اور اصلاح کے درپے نہ ہوتے تھے۔ ۱۲

سے بہتر ہے اور کہتے تھے کہ ہم نے صحابہ کو دیکھا کہ اعلیٰ والوں میں سے ایک دوسرے کی پوشاک پر اعتراض نہیں کرتا تھا چنانچہ نہ شتر پہنے والا صوف پہننے والے پر نکتہ چینی کرتا تھا اور نہ صوف پہننے والا کسی بھی شتر پہننے والے پر۔ اور کہتے تھے کہ بعض بھائی تم کو دوست رکھتا ہے مگر دور رہتا ہے اور جس شغل میں وہ ہوتا ہے وہ اس کو تم سے ملنے نہیں دیتا۔ اور کہا کرتے تھے کہ ہم نے سب لوگوں نے دنیا کی محبت پر صلح کر لی ہے اس لئے کوئی نیکوکار اور کوئی عالم ایک دوسرے پر خردہ گیری نہ کیا کرے۔ یہ دو پیسہ کا نمک خرید لیا کرتے اور سال بھر اسی سے روٹی کھاتے تھے۔ اور صرف قربانی کے دنوں میں اس سبب سے گوشت کھاتے تھے کہ قربانی میں سے کھانے کی فضیلت حدیثوں میں آئی ہے۔ اور اپنے گھر کے لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ جو شخص تھوڑے میں میرا ساتھ دے وہ میرے ساتھ رہے ورنہ الگ ہو جائے۔ کھجور کے پتوں سے دستکاری کی چیزیں بنا کر کے اوقات بسر کرتے تھے اور بعض اوقات قرآن لکھتے بھی ان کا گھر خالی تھا جس میں قرآن آفتابہ بوریہ کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ اور کہا کرتے تھے کہ بھاری بوجھ والے ہلاک ہوئے۔ اور ان کی دعا یہ تھی کہ خداوندا مالک بن دینار کے گھر میں دنیا کی کوئی چیز آنے نہ دے۔ اور کہا کرتے تھے کہ اگر لوگ یہ نہ کہتے کہ مالک مٹی ہو گیا ہے تو میں ٹاٹ پہنتا اور لوگوں کے سامنے سر پر خاک اڑاتا۔ ان کا قول ہے کہ جب بندہ عمل کرنے کے لئے علم سیکھتا ہے تو اس کا علم بڑھتا ہے۔ اور جب اس کو عمل کرنے کے لئے نہیں سیکھتا تو بدکاری تکبر اور عوام کو حقیر سمجھنے کی صفتیں بڑھتی ہیں۔ کسی حاکم نے ان سے کہا کہ میرے لئے دعا کیجئے تو انھوں نے کہا اچھا میں اکیلا کیونکر دعا کروں ہزاروں آدمی تو تیرے لئے بددعا کر رہے ہیں۔ اور کہتے تھے کہ جب سے مجھے معلوم ہوا کہ لوگ مذمت اور بھی تعریف کرتے ہیں اور تعریف میں بھی تو میں ان کی مذمت کو کیسے سمجھنے لگا۔ سنہ ۱۳۱ھ میں مالک دوجہان کی طرف سدھارے۔

(۵۶) محمد بن المنکدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کہتے تھے کہ میں نے چالیس برس تک اپنے نفس سے محنت لی تب سلف کے آثار کا پابند ہوا۔ یہ لڑکوں کے ساتھ حج کو جاتے اور کہتے تھے کہ ہم ان کو اس امید سے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ شاید ان کی طرف نگاہ فرمائے۔ ان کا قول ہے کہ فقیہ اللہ اور بندوں کے بیچ میں دخل دیتا ہے۔ اس لئے اس کو خیال رکھنا چاہئے کہ کیونکر دخل دیتا ہے۔ اور کہا کرتے تھے کہ مجھے خدائے عزوجل سے شرم آتی ہے کہ میں اس کی رحمت کی نسبت یہ اعتقاد رکھوں کہ کوئی مسلمان اس سے قطعی طور پر محروم ہے چاہے اس کے فعل کیسے ہی کیوں نہ ہوں۔ سنہ ۱۳۰ھ میں مدینہ طیبہ سے راہی ملک بقا ہوئے۔

(۵۷) صفوان بن سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

راتوں کو اس قدر نمازیں پڑھا کرتے تھے کہ ان کے پاؤں سوج جاتے تھے۔ اور جاڑوں میں چھت پر تہجد پڑھا کرتے تھے تاکہ نیند نہ آنے پائے۔ سلیمان بن عبدالملک مسجد میں آیا اور اس نے ان کو دیکھا ان کی خودی اس کو بہت بھلی معلوم ہوئی۔ اس نے ایک غلام کے ہاتھ ایک ہزار دینار ان کے پاس بھیجے۔ انھوں نے غلام سے کہا کہ تو نے غلطی کی وہ شخص میں نہیں ہوں جا ٹھیک دریافت

کرکے آ۔ اُدھر وہ غلام دریافت کرنے گیا اُدھر یہ بھاگ گئے اور جب تک سلیمان مدینہ طیبہ سے روانہ ہولیا یہ واپس نہ آئے۔ ۱۳۲ھ میں مدینہ منورہ میں ملک عدم کی راہ لی۔

(۵۸) موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ائمہ اثنا عشر میں سے ہیں۔ آپ حضرت جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین کے جگر گوشہ تھے۔ آپ کا قول ہے کہ جب تم کسی کی صحبت میں رہے ہو اور وہ تمھارے موافق رہا ہو اس کے بعد تم سے جدا ہوگیا ہو اور دوسری مرتبہ جب تم اُس سے ملے تو تمھارے دل میں اُس کے متعلق اضطراب پیدا ہو تو تم کو اپنے نفس کی طرف رجوع ہونا اور دیکھنا چاہیے۔ پس اگر تم میں کجی آگئی ہے تو تم کو توبہ کرنا چاہیے اور اگر تمھاری حالت درست ہے تو سمجھ لو کہ اُس نے اس راستہ کو چھوڑ دیا ہے اور اتنے ہی پر ٹھیر جاؤ اور اُس سے قطع تعلق نہ کرو جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر حقیقت حال کھل نہ جائے۔ یہ کثرتِ عبادت ریاضت و قیام شب کے باعث "عبد صالح" (بندۂ نیکوکار) کہلاتے تھے۔ ان کو جب کسی کی نسبت معلوم ہوتا تھا کہ وہ ان کو ایذا پہنچاتا ہے تو آپ اُس کے پاس مال بھیجتے تھے۔ حضرت موسیٰ کاظم بن جعفر رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت ۱۲۸ھ میں واقع ہوئی۔ ان کو مہدی نے عراق بلوایا اور پھر مدینہ طیبہ واپس بھیج دیا۔ چنانچہ رشید کے زمانہ تک یہیں رہے۔ اور جب رشید مدینہ طیبہ میں آیا تو ان کو ساتھ لیتا گیا اور بغداد میں قید رکھا۔ یہاں تک کہ انھوں نے ۱۸۳ھ میں زہر سے جان شیریں جان آفریں کے سپرد کی۔ آپ کا مزار پُرانوار بغداد میں مشہور ہے۔

(۵۹) محمد بن کعب قرظی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا قول تھا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کی بھلائی چاہتا ہے تو اُس کو تین باتیں عطا فرماتا ہے۔ دین کی فقاہت۔ دنیا کے متعلق زہد اور اپنے عیوب کی واقفیت۔ یہ کہتے تھے کہ اگر کسی شخص کو ذکر کرنے کی اجازت ہوتی تو زکریا علیہ السلام کو ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمْزًا وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِیْرًا (نشان جو تم مانگتے ہو یہ ہے کہ تین دن تک لوگوں سے بات نہ کروگے مگر اشارۃً اور کثرت سے اپنے پروردگار کا ذکر کرنا) ایک شخص نے ان سے سوال کیا کہ کیا تم کو یقین ہے کہ میں نے اللہ عزوجل سے عہد و پیمان کیا ہے۔ کہ کبھی اُس کی نافرمانی نہ کروں گا؟ اس کے جواب میں انھوں نے کہا کہ تب تو تم سے بڑھکر کون گنہگار ہوگا حالانکہ جب اللہ تعالیٰ اپنا حکم تمھاری نسبت نافذ کرتا ہے تو تم اُس پر اعتراض کرتے ہو انھوں نے ۱۱۷ھ میں عالم بالا کا سفر کیا۔ یہ مسجد میں بیٹھے ہوئے وعظ کہہ رہے تھے کہ مسجد گر گئی اور لوگوں کے ساتھ یہ بھی

دب گئے۔ ان کا قول ہے کہ دنیا کا تھوڑا آخرت کے بہت سے باز رکھتا ہے۔ اور جس دل میں معصیت کا ارادہ ہو اس میں حکمت نہیں آتی۔ یہ کہا کرتے تھے کہ دیکھو یاروں کی کثرت سے بچو کیونکہ تم سے اُن کے واجبی حقوق انجام نہ پائیں گے واللہ میں تو ایک یار کے واجبی حقوق بھی ادا کرنے سے عاجز ہوں۔ اور کہتے تھے کہ فرعون کے اس قول میں مَا عَلِمْتُ لَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرِیْ (مجھکو تو اپنے سوا تمہارا کوئی خدا معلوم نہیں) اور اس قول میں اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی (میں تمہارا بڑا پروردگار ہوں) چالیس سال کا فاصلہ تھا۔ ان کا مقولہ ہے کہ جب ضمائر درست ہوتے تو کبائر معاف ہوتے۔ یہ لنگڑے تھے اس لئے اپنے نفس کو ملامت کرتے اور کہتے تھے کہ قیامت کے دن آواز دی جائے گی کہ اے فلاں فلاں گناہ کرنے والو کھڑے ہو تو اُن کے ساتھ کھڑا ہونگا۔ اور پھر کہا جائے گا کہ فلاں فلاں گناہ کرنے والے کھڑے ہوں تو تو اُن کے ساتھ بھی کھڑا ہونگا۔ پس اے لنگڑے میں دیکھتا ہوں کہ تو ہر گناہ کے کرنے والوں کے ساتھ ہوگا۔ سنہ ہجری میں انھوں نے عالم جاودانی کا سفر کیا۔

(۶۰) عبیدہ بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا قول تھا کہ رات کی مکروہات میں تمام وکمال وضو کرنا اور حسین عورت پر تخلیہ میں توجہ نہ کرنا سچے ایمان کی دلیل ہے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ صاحب ایمان کے لئے دنیا میں کوئی چیز باقی نہیں رہی ہے۔ جس سے وہ لذت حاصل کرے سوا اس کے کہ ایک بچھونا ہو جس میں مرتے دم تک پڑا رہے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ اُس شخص کو شاباش ہے جو اپنی آنکھوں سے شہوات کو دیکھتا ہے اور دل سے گناہ کی خواہش نہیں کرتا۔ اور اخلاص کی علامت یہ ہے کہ آدمی سے تمہیں اٹھا دو اور ان کے سرانے کو دوست نہ رکھو۔ اور مہمان کے تین حق تم پر ہیں اُس کے لئے تکلف نہ کرو۔ اُس کو محض حلال سے کھلاؤ۔ اور اُس کے اوقات نماز کی نگہداشت کرو۔ اور دنیا سے کم سروکار رکھنے والے کی علامت یہ ہے کہ ایسی حد تک پہنچ جائے کہ کسی ملامت کرنے والے کا اُس پر اثر نہ ہو اور آدمی طالب علم نہیں ہوتا جب تک کہ نفسانی خواہش کو ترک نہ کرے۔ اور عالم نہیں ہوتا جب تک کہ لوگوں کو ایسی تعلیم نہ دے جس میں اُن کی نجات کی امید ہو۔ اور واللہ تم میں مجاہدہ کرنے والا ویسا ہی ہے جیسا اگلے زمانہ میں کھیل کرنے والا تھا۔

(۶۱) مجاہد بن حنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ کہتے تھے کہ بس کسی برے شخص کو کوئی برا کام کرتے دیکھتا ہوں تو اُس کو منع کرتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے گو میں اُسے منع تو کر دیتا ہوں۔ ان کا مقولہ ہے کہ ہر گناہ کبیرہ ہے۔ اور آدمی اللہ کا بہت ذکر کرنے والا نہیں ہوتا تاوقتیکہ کھڑے بیٹھے اور لیٹے اللہ کا ذکر نہ کرے۔ ان کا قول تھا کہ جس چیونٹی نے سلیمان علیہ السلام سے باتیں کی

تھیں بڑے بھیڑیے جیسی تھی۔ اور کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے جو اپنے قول کی وجہ سے پکڑا اور چھوڑا نہ جائے۔ اور بندہ کو جہنم میں لے جانے کا حکم ہوگا۔ تب وہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار تیری نسبت مجھے ایسا گمان نہ تھا اور تو اس کو خوب جانتا ہے۔ اس پر اللہ جل جلالہ پوچھے گا حالانکہ وہ بہتر جانتا ہے کہ تجھے میری نسبت کیا گمان تھا۔ وہ عرض کرے گا کہ یہی کہ تو مجھے بخش دے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ اسے چھوڑ دو۔ ان کی نصیحت تھی کہ سوتے وقت ہر شخص کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہونا چاہیئے کیونکہ یہ وفات[1] ہے کیا معلوم کہ موت ہو جائے۔ ۱۰۲ھ میں جب ان کی عمر تراسی سال کی تھی سجدہ کی حالت میں انھوں نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

(۶۲) عطاء بن ابی رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کے سامنے جب کوئی شخص ایسی حدیث بیان کرتا جو ان کو معلوم ہوتی تو اس کو یہ اس طرح کان دھر کر سنتے کہ گویا کبھی سنی ہی نہ تھی اور یہ اس لئے کہ وہ شخص شرمندہ نہ ہو۔ قیام شب کی نماز میں دو سو آیتیں یا زیادہ پڑھا کرتے تھے۔ ان کے پاس آنے کی جب کوئی شخص اجازت چاہتا تو اس سے کہا کرتے کہ جب تک تم مجھے یہ نہ بتاؤ گے کہ کس نیت سے تم میرے پاس آتے ہو میں دروازہ نہ کھولوں گا۔ پھر اگر وہ کہتا کہ آپ کی زیارت کو تو اس سے کہتے کہ مجھ جیسے کی زیارت نہیں کیا کرتے۔ بعدہ کہتے کہ زمانہ کی حالت بگڑ گئی اس میں مجھ جیسے کی زیارت کی جاتی ہے۔ اور کہا کرتے تھے کہ جو شخص ذکر کی مجلس میں بیٹھتا ہے اللہ تعالیٰ اس مجلس کے سبب سے باطل کی دس مجلسوں کے گناہ اس سے معاف فرماتا ہے۔ یہ ابو میسرہ فہری کے آزاد کئے ہوئے تھے۔ مکہ معظمہ میں انھوں نے نشوونما پایا تھا۔ امام احمد بن حنبل کہا کرتے تھے کہ "علم کے خزانے اللہ تعالیٰ انھیں کو تقسیم فرماتا ہے جن کو دوست رکھتا ہے اور اگر علم کے لئے کسی کو مخصوص فرماتا تو ضرور اہل نسب کو ترجیح ہوتی۔ عطاء حبشی غلام تھے۔ یزید بن ابی حبیب نوبہ کے رہنے والے حسن بصری بھی نوبہ ہی کے اور آزاد کئے ہوئے غلام تھے اور ابن سیرین انصار کے آزاد کئے ہوئے غلام ہی تھے۔" انتہیٰ۔

میں کہتا ہوں کہ مکحول طاؤس نخعی میمون بن مہران اور ضحاک بن مزاحم بھی غلام ہی تھے جیسا کہ زہری رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔ عطاء بڑے بڑے لوگوں کو علم سکھاتے تھے۔ سلیمان بن عبدالملک ان کے پاس آیا اور ان کے ساتھ بیٹھا اور انھوں نے اس کو ارکان حج سکھائے۔ سلیمان اس کے بعد اپنی اولاد کی طرف

---

[1] اس میں اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے۔ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا الاٰیۃ (دیکھو سورہ زمر آیت ۴۲) لوگوں کے مرتے وقت اللہ روحوں کو کھینچتا ہے اور جو لوگ مرے نہیں ان کے سوتے وقت ۱۲ مترجم۔

متوجہ ہوا اور اُن سے کہنے لگا کہ علم سیکھو کیونکہ میں اُس ذلت کو کبھی نہ بھولوں گا جو اس کالے غلام کے سامنے مجھے اٹھانی پڑی ہے۔ عطا رضی اللہ عنہ نے ستر حج کیے اور سو برس کی عمر پائی اور ۱۱۵ھ میں مکہ معظمہ میں قیدِ زندگی سے آزادی پائی۔

(۶۳) عکرمہ۔ ابنِ عباسؓ کے غلام آزاد رضی اللہ عنہم

اللہ تعالیٰ کے اس قول پر کہ اَلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ۔ (جو نادانی سے کوئی بُری حرکت کر بیٹھے پھر جلدی سے توبہ کرے) یہ کہا کرتے تھے کہ سب جلدی ہے اور سب نادانی ہے۔ اور ان کا قول ہے کہ جس نے کسی دن صبح کو یٰسٓ پڑھی وہ اُس دن شام تک خوشی میں رہا۔ انھوں نے رات کے تین حصے کر رکھے تھے۔ ایک تہائی میں سوتے ایک تہائی میں حدیثیں بیان کرتے اور ایک تہائی میں نمازیں پڑھتے تھے۔

(۶۴) طاؤس بن کیسان یمانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا قول تھا کہ اگر بندر بھی صاحب دولت ہو تو اُس کی تعظیم کو اُٹھنا چاہیے۔ اور کہا کرتے تھے کہ علم اپنے نفس کے لئے حاصل کرو کیونکہ لوگوں سے امانت اور علم پر عمل کرنے کی خصلت جاتی رہی۔ اور یہ کہتے تھے کہ سب سے عمدہ وہ عبادت ہے جو سب سے زیادہ چھپی ہوئی ہو۔ اور صاحب ایمان کی امید و بیم اگر تولے جائیں تو دونوں برابر نکلیں گے۔ ۱۰۵ھ میں باغ جنت کو سدھارے۔ انھوں نے چالیس حج کئے تھے۔ اور آگ کو دیکھ کر ان کے سارے اوسان خطا ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ انھوں نے سری بھوننے والے کو تنور سے سری نکالتے دیکھا تو ان کو غش آ گیا۔ یہ اپنے جانور کو اُس کنوئیں کا پانی نہیں پلاتے تھے جو کسی بادشاہ کا کھدوایا ہوا ہوتا تھا۔ چالیس سال تک انھوں نے شام کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی حاکموں وغیرہ کے سامنے بڑے حق بولنے والے تھے اور خدا کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی سرزنش کا ان پر اثر نہ ہوتا تھا۔

(۶۵) ابو عبداللہ وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ کہتے تھے کہ توریت میں مردِ صالح کی علامت یہ لکھی ہے کہ اُس سے اُس کی قوم کو خصومت ہو قریب کو زیادہ تر دعلیٰ ہٰذا درجہ بدرجہ۔ یہ کہا کرتے تھے کہ اگلے لوگ برگ بے خار تھے اور آج تم خار بے برگ ہو۔ ان کا غلام اگر ان کو چھوڑ کر بھاگ جاتا تھا تو اُس کا پیچھا کرتے تھے۔ شعر پڑھنے کو مکروہ سمجھتے اور کہتے تھے کہ

میں نہیں پسند کرتا کہ قیامت کے دن میرے نامۂ اعمال میں کوئی شعر پایا جائے ۔ دین میں قیاس کرنے کو مکروہ جانتے تھے ۔ اور کہتے تھے کہ عالم کی نسبت مجھے اندیشہ رہتا ہے کہ مبادا اُس کے پاؤں جم جانے کے بعد پھسل جائیں ۔ ان کا مقولہ ہے کہ شریف جب پڑھتا ہے تو فروتنی کرتا ہے اور کمینہ جب پڑھتا ہے تو سر اُٹھاتا ہے ۔ کہا کرتے تھے کہ جس نے اپنے دشمن کے ساتھ مال سے سلوک نہ کیا اُس کے لئے جنگ کرنے کے سوا اور کوئی رستہ نہ رہا ۔ اور جو محتاج ہو اُس کے دین میں سستی اور عمل میں کمزوری آئی ۔ مروت رخصت ہوئی اور لوگوں میں وقعت نہ رہی ۔ ان کا مقولہ ہے کہ مومن کے لئے ہاتھ ویسا ہی ہے جیسے جانور کے لئے اُس کے باندھنے کی رسّی ۔ مال کی طرح علم کے باعث بھی آدمی حد سے گذر جایا کرتا ہے ۔ فقیروں کا ہاتھ پکڑو کیونکہ قیامت کے دن ان کو غلبہ ہوگا ۔ فرزند آدم احمق پیدا ہوتے ہیں ۔ کیونکہ اگر ان میں حمق نہ ہوتا تو ان کو زندگی خوش گوار نہ ہوتی ۔ ایک شخص نے ان کے پاس آن کر کہا کہ میں فلاں شخص کے پاس سے گذرا وہ تم کو گالیاں دے رہا تھا یہ سُن کر غصہ ہوئے اور اُس سے اُنھوں نے کہا کہ شیطان کو تمھارے سوا اور کوئی پیامی نہ ملا بعدہٗ وہ گالیاں دینے والا ان کے پاس آیا تو اُس کو اُنھوں نے اپنے بازو میں بٹھا لیا یہ کہتے تھے کہ میں نے خدائے عزوجل کی کچھ اوپر سو کتابیں پڑھیں اور سب میں یہی دیکھا کہ جس شخص نے مشیت میں سے کسی چیز کو اپنی ذات سے منسوب کیا اُس نے کفر کیا ۔ اور کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض آسمانی کتابوں میں فرمایا ہے کہ اے فرزند آدم میرے کتنے احسان تجھ پر ہیں مگر میرا جو حق تجھ پر واجب ہے اُس کو تو نے انجام نہیں دیا ۔ میں تجھے یاد رکھتا ہوں اور تو مجھے بھول جاتا ہے ۔ میں تجھے بلاتا ہوں اور تو مجھ سے بھاگتا ہے ۔ میری بھلائیاں تجھ پر اُترا کرتی ہیں اور تیری بُرائیاں میرے پاس آیا کرتی ہیں ۔ اور کہا کرتے تھے کہ ہمارے علماء کا یہ حال ہو گیا ہے کہ اہل دنیا سے دنیا حاصل کرنے کے لئے اپنا علم اُن کو دیتے ہیں اس لئے وہ ان کی آنکھوں میں خوار ہو گئے ہیں اور یہ اُن کے علم کی وجہ سے زاہد بن گئے ہیں لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔ ان کا مقولہ ہے کہ جس شخص کا پیٹ جنگلوں میں کا ایک جنگل ہو وہ کیونکر زہد کے قابل ہو سکتا ہے ۔ اور کہا کرتے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری عزاسمہ سے کہا کہ خداوندا لوگوں کو میری بدگوئی سے باز رکھ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں اس کو کسی کے لئے کرنے والا ہوتا تو اپنے لئے کرتا ۔ اور اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ صراط پر سب سے جلد تر گزرنے والے وہ ہوں گے جو میرے حکم پر راضی رہتے اور اُن کی زبانیں میرے ذکر سے تازہ رہتی ہیں ۔ ان کا قول ہے کہ خدا کے ساتھ شرک کرنے کے بعد سب سے بڑا گناہ انسان سے مکر و فریب کرنا ہے ۔ اور جب آدمی روزہ رکھتا ہے تو اُس کی بصارت کم ہو جاتی ہے اور جب بیٹھی چیز سے افطار کرتا ہے تو بینائی اپنی حالت پر آجاتی ہے ۔ اور جس نے عبادت کی اُس کی قوت بڑھی اور جس نے کاہلی کی اُس کی سستی بڑھی ۔ اور عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے کہا کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو کی روٹی کھانا اور صاف پانی پینا اور ایسے کوڑے پر جہاں کتے لوٹتے ہوں سو رہنا اُس کے لئے بہت ہے جو مرنے والا ہے اور ان کا مقولہ ہے کہ ایمان برہنہ ہے اور پرہیزگاری اس کا لباس اور حیا اس کی زیبائش ہے انھوں نے بیس سال عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی ۔ سنہ ۳۷۱ھ میں شیراز میں دار عقبیٰ کی راہ لی ۔

(٦٦) میمون بن مہران رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا قول تھا کہ کسی شخص کا خدا کی معصیت کو بُرا سمجھنا اس سے بہتر ہے کہ طاعت کی کثرت کے ساتھ اُس میں گناہ کی طرف رجحان ہو۔ ایک مرتبہ حسن بصریؒ سے ملنے کو گئے۔ انھوں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو چھ برس کی لڑکی نکل کر آئی اور اُس نے پوچھا کہ تم کون ہو۔ انھوں نے کہا کہ میمون میں مہران۔ لڑکی نے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے کاتب؟ (پرائیویٹ سکرٹری) انھوں نے کہا کہ ہاں۔ لڑکی نے کہا کہ اے بدبخت اس بُرے زمانہ تک تو کیوں زندہ رہا۔ اس کو سُن کر یہ روتے اور مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگے۔ حسن بصریؒ ان کے رونے کی آواز سن کر باہر نکل آئے اور کہنے لگے کہ بھائی جان تم پر کوئی الزام نہیں ہے۔ آپ سے کسی نے کہا کہ یہاں کچھ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اپنے گھروں میں بیٹھے اور دروازے بند کر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہماری روزی ہمارے پاس آجاتی ہے۔ اس پر انھوں نے کہا کہ یہ بے وقوف لوگ ہیں اگر ان کو ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسا یقین ہو تو ایسا کرنا زیبا ہے۔ آپ کا قول ہے کہ انبیاء اولوالعزم نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ۔ عیسیٰؑ اور محمدؐ علیہم الصلوٰۃ والسلام تھے۔ یہ کہتے تھے کہ اے قرآن والو قرآن کو مال تجارت بنا کر اس کا نفع دنیا میں تلاش نہ کرو۔ دنیا کو دنیا سے تلاش کرو اور آخرت کو آخرت سے۔ یہ اپنے اصحاب سے کہتے تھے کہ میری جو بات ناپسندیدہ ہو اس کو میرے منہ پر کہہ دیا کرو اس لئے کہ آدمی جب تک کہ اپنے بھائی کے منہ پر نہ کہہ دیا کرے اُس کا ناصح نہیں ہوتا۔ یہ کہتے تھے کہ بزرگانِ سلف جب کسی شخص کو سوار اور اس کے پیچھے کسی کو دوڑتے دیکھتے تو کہتے تھے کہ خدا تجھے غارت کرے تو بڑا ظالم ہے۔ آپ کا قول ہے کہ دو بھائیوں میں جب دوستی مستحکم ہو گئی تو دونوں کے باہم ملنے میں زمانہ کی دوری سے کچھ ہرج نہیں آتا۔ اُن کی لونڈی کے ہاتھ سے ان کے سر پر شوربا گرا جس سے ان کا سر جل گیا۔ وہ لونڈی بہت ہی خوف زدہ ہوئی۔ مگر انھوں نے کہا کہ تو کچھ خوف نہ کر۔ تو خدا کے لئے آزاد ہے۔

(٦٧) ابووائل شقیق بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اپنے یاروں سے کہا کرتے تھے کہ جو پاؤں غیر حلال کی طرف چلے ہیں اُن سے مجھے کعبہ کے گرد پھرتے شرم آتی ہے چہ جائے کہ میں ان سے کعبہ کے اندر یا حجرِاسود کے قریب چلوں۔ ایک بار انھوں نے ایک شخص کو یہ کہتے سُنا کہ فلاں آدمی متقی ہے تو کہا کہ ہائے تو نے کبھی متقی کو دیکھا بھی ہے۔ متقی کی نشانی یہ ہے کہ جس وقت جہنم کا ذکر سُنے اُس کی روح نکل جائے۔ یہ رات کو جب نماز پڑھتے تھے تو اُن کے پڑوسی ان کی نماز کی تسبیح سنتے تھے۔ اور جب یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر سنتے تھے تو مرغ بسمل کی طرح تڑپتے تھے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ اُس کے سوا کسی اور شے سے ڈروں۔ ان کا قول ہے کہ اس زمانہ میں ایسے گھر

والے جو حلال کی ایک روٹی بھی اپنے دستر خوان پر رکھتے ہوں کمیاب ہیں ۔ اور جب تک آدمی کا قلب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہتا ہے وہ نماز میں ہے۔ گو وہ بازار میں کیوں نہ ہو اور اگر اُس کے دونوں ہونٹ بھی ہلتے ہوں تو وہ اور بھی اچھا ہے۔ اور کہتے تھے کہ تم سے اور اُن لوگوں سے کتنا فرق ہے جن کی طرف دنیا نے رُخ کیا اور وہ اُس سے بھاگے اور تم سے تو اُس نے پیٹھ پھیری ہے اور تم اُس کے پیچھے پڑے ہو اور تم میں سے کسی شخص کو ظاہر میں اللہ تعالیٰ کا دوست اور باطن میں اُس کا دشمن نہ ہونا چاہیئے۔

۶۸ ابراھیم تیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انھوں نے ۹۲ھ میں حجاج کی قید حیات سے رہائی پائی۔ اُن کے قید ہونے کا سبب یہ ہوا کہ حجاج نے ابراہیم نخعی کو طلب کیا۔ مگر بلانے والا اُن کے پاس آیا اور اُس نے کہا کہ میں ابراہیم کو بلانے آیا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ ابراہیم تو میں ہی ہوں لیکن بلانے والے کو یہ خبر نہ تھی کہ یہ ابراہیم تیمی ہیں۔ حجاج نے ان کو اپنے قید خانہ میں جس کا نام تاریکی کے باعث دَیماس[1] تھا قید رکھنے کا حکم دیا وہاں ان کے لئے نہ دھوپ سے آڑ تھی اور نہ سردی سے بچاؤ اور دو دو آدمی ایک ایک زنجیر میں بندھے ہوئے تھے۔ ان وجوہ سے ان کا مزاج بگڑا اور یہ مر گئے۔ اور حجاج نے خواب دیکھا کہ کوئی شخص کہتا ہے کہ آج شب کو تیری قید میں اہلِ جنت میں سے ایک شخص نے قضا کی ہے۔ چنانچہ اُس نے کہا کہ دیکھو تو کون مرا ہے۔؟ لوگوں نے دیکھا تو ابراہیم تھے۔ حجاج نے کہا کہ یہ شیطانی خواب ہے اور اُن کی لاش کو گھورے پر پھکوا دیا۔ اُن کا قول ہے کہ علم میں سے خوف خدا کافی ہے اور جہل میں سے اپنے عمل پر غرور بس ہے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ لالچ مجھے بدترین فعلوں کی طرف لے گئے۔ اِن سے کہا گیا کہ اگر آپ لوگوں کو پند ونصائح کریں تو آپ کو ثواب ہو۔ اس کے جواب میں اُنھوں نے کہا کہ ثواب کی اُمید میں کہیں اُلٹے وبال میں نہ پڑ جاؤں بس بغیر اس کے ہی نجات پا جاؤں تو غنیمت ہے۔ اعمش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم تیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ تم ایک مہینے تک بغیر کچھ کھائے ہوئے رہتے ہو تو کہا کہ ہاں دو مہینے تک۔ اور میں نے چالیس رات سے انگور کے ایک دانہ کے سوا جو میری بیوی نے مجھے دیا تھا اور جس کو میں نے کھا کر فوراً پھینک دیا تھا کچھ بھی نہیں کھایا ہے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ جب کسی شخص کو پہلی تکبیر میں سستی کرتے دیکھو تو اُس سے ہاتھ دھو بیٹھو۔

---

[1] دَیماس دکبیر خانہ زشت۔ تاریک۔ گلخن وحمام منتہی الارب ۱۲۔

(۶۹) ابراہیم بن یزید نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ کہتے تھے کہ ہم نے ایسے لوگوں کا زمانہ پایا ہے کہ جب وہ ایک جگہ جمع ہوتے تھے تو اس امر کو مکروہ سمجھتے تھے کہ کوئی شخص اپنے پاس کی عمدہ ترین چیز کا ذکر کرے اور کہتے تھے کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ بیمار سے جب پوچھا جائے کہ تمھارا مزاج کیسا ہے تو کہے کہ اچھا ہے اور پھر اپنی شکایت کو بیان کرے۔ ان کا قول تھا کہ ایمان کے بعد بندہ کو جو چیزیں ملتی ہیں اُن میں سب سے افضل ایذا پر صبر کرنا ہے۔ یہ اپنے اعمال کو چھپایا اور شہرت سے بچا کرتے تھے یہاں تک کہ کبھی ستون سے ٹیک لگا کر نہ بیٹھتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ ہم نے ایسے لوگوں کا زمانہ پایا ہے جو قرآن کی تفسیر کرتے ڈرتے تھے اور اب جو شخص چاہتا ہے تفسیر کرنے کو بیٹھ جاتا ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ میں کسی علم میں گفتگو کئے ہوتا۔ اور جس زمانہ میں میں فقیہ ہوا بے شک وہ بُرا زمانہ تھا۔ یہ اس بات کے قائل تھے کہ نصرانی کو سلام کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اگر تم کو اُس سے کوئی کام ہو یا تم سے اُس سے جان پہچان ہو۔

میں کہتا ہوں کہ سلام سے (واللہ اعلم) مراد یہ ہے کہ نصرانی سے مثلاً اس طرح کے جملے کہے کہ تمھارا مزاج کیسا ہے نہ کہ اُس کو السلام علیک کہے اس لئے کہ سلام اُسی شخص کو کیا جائے گا جس نے راہ راست کی پیروی کی ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ نخعی رضی اللہ عنہ کا یہ مسئلہ اس اصول پر مبنی ہو کہ جب دو خرابیاں ایک دوسرے کے خلاف ہوں تو خفیف تر کا ارتکاب کرنا جائز ہے یا دو بھلائیاں ایک دوسرے کی ضد ہوں تو بسبب اعلیٰ کی تعمیل ناممکن ہو تو ادنیٰ پر عمل کرنا چاہیے۔ اللہ اعلم۔ یہ کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی آدمی ایک کلمہ بھی اس نسبت سے کہتا ہے کہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے تو وہ جہنم میں بھیجا جاتا ہے۔ تو اس شخص کا کیا حال ہوگا جس کے وعظ کے لئے بیٹھنے کی ابتدا سے فارغ ہونے تک نیت ہی یہ ہو ان کی عادت تھی کہ جب کسی جانور کو کسی مقام تک سوار ہو کر جانے کے لئے کرایہ کرتے تھے اور دائیں یا بائیں جانب کوڑا گرتا تھا تو اُتر کر اُس کو اُٹھا لیتے تھے اور جانور کو پھیرتے نہ تھے اور کہتے تھے کہ جانور کو میں نے یوں جانے کے لئے کرایہ لیا ہے نہ وہ وں جانے کے لئے۔ اور کہا کرتے تھے کہ آدمی کے لئے یہی گناہ کافی ہے کہ دین یا دنیا کے متعلق اس کی طرف اُنگلیاں اُٹھیں مگر جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ یہ زعفران یا کسُم سے رنگا ہوا کپڑا پہنتے تھے تاکہ دیکھنے والا یہ نہ سمجھے کہ عالموں میں سے ہے یا بانکوں میں سے۔ ۹۵ھ میں راہی عالم جاودانی ہوئے۔

---

(۷۰) عون بن عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ کہا کرتے تھے کہ ہر شخص کے اعمال میں سے ایک عمل کچھ پانی ہوا کرتا ہے اور میرے اعمال کا کچھ پانی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ ان کا قول تھا کہ یہ غرور تیرے لئے کیا کم ہے کہ جو شخص تجھ سے کم ہے اُس سے تو اپنے آپ کو اچھا جانتا ہے۔ اور کہتے تھے کہ غرور سب سے پہلا گناہ ہے جس کے ذریعہ سے اللہ کی نافرمانی کی گئی ہے۔ ان کے یار و اصحاب ایک دن صحرا کی طرف گئے تو دیکھا کہ یہ گرمی کے زمانہ میں سوئے ہیں اور ابر ان پر سایہ کئے ہوئے ہے انھوں نے بیدار ہوکر ان سے قسمیں لیں کہ میرے مرنے تک کسی سے اس کو نہ کہنا۔ ان کا قول تھا کہ جو شخص لوگوں کو بُرے کام کرتے دیکھے اور اُن کو بدلنے کی قدرت نہ رکھے اُس کے لئے رہائی کی راہ ہے کہ لوگوں سے کنارہ کرے اور یہ اُن کی سرزمین سے بھاگ جانے سے آسان تر ہے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ ذکر کی مجلسیں دلوں کو صیقل کرنے والی اور شفا دینے والی ہیں۔ یہ کبھی ٹسر اور کبھی صوف پہنا کرتے تھے، اور لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو انھوں نے کہا کہ ٹسر تو اس لئے پہنتا ہوں کہ شان و شوکت والے میرے پاس بیٹھنے سے نہ شرمائیں اور صوف اس سبب سے کہ غربا میرے ساتھ بیٹھنے سے خوف نہ کھائیں اور کہتے تھے کہ جو شخص اپنے نفس پر نفاق کی تہمت دھرتا ہے اُس میں نفاق نہیں ہے۔ جب کبھی ان کا غلام یا خادم ان کی مخالفت کرتا تھا تو یہ کہتے تھے کہ تو ٹھیک ویسا ہی ہے۔ جیسا تیرا آقا اپنے آقا کے ساتھ ہے۔ ان کا قول ہے کہ تقویٰ کا کمال یہ ہے کہ بندہ علم کی زیادتی سے سیر نہ ہو اور ایک گروہ نے جو زیادہ علم کی جستجو چھوڑ رکھی ہے اُس کا سبب یہ ہے کہ جو علم اُن کو حاصل ہو چکا ہے اُس سے انھوں نے بہت کم فائدہ اٹھایا ہے۔ یہ کہتے کہ اگر تم موت اور اُس کی رفتار کو دیکھتے تو امید و عُجب و پندار کو دشمن سمجھتے۔ ان کا مقولہ تھا کہ جس نے اپنے پیٹ کو حفاظت میں رکھا اُس نے اپنے تمام اعمال صالحہ کی حفاظت کی۔

(۷۱) سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

روتے روتے ان کی آنکھیں چندھی ہوگئی تھیں۔ رمضان میں مغرب و عشا کے درمیان قرآن ختم کرتے تھے۔ اور کعبہ کے اندر جاکر ہر رکعت میں ایک ختم کرتے تھے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ ہر گناہ کبیرہ ہے۔ اور کہتے تھے کہ میں جب کسی کو گناہ کرتے دیکھتا ہوں تو اپنے نفس کو حقیر سمجھ کر اُس کو منع کرتے شرماتا ہوں۔ ان کے پاس ایک مرغ تھا جس کی بانگ پر یہ اٹھا کرتے تھے۔ ایک رات اُس نے بانگ نہ دی تو یہ سوتے رہ گئے اور وظیفہ کے لئے نہ اُٹھے۔ اس لئے اُس مرغ کے لئے بددعا کی اور وہ فوراً مر گیا اُس دن سے انھوں نے ارادہ کرلیا کہ اب سے کسی چیز کے لئے بددعا نہ کروں گا۔ ان کا قول تھا کہ دعا کی حلاوت اُس کی قبولیت کی علامت ہے۔ جب حجاج نے ان کو گرفتار کیا تو کہا کہ میں اپنے آپ کو مقتول ہی نظر آتا ہوں۔ قید خانہ میں

ان کی لڑکی آئی اور ان کے پاؤں میں بیڑیاں دیکھکر رونے لگی اور جس وقت یہ قتل ہونے کو بلائے گئے تو وہ لڑکی پھوٹ کر روئی اور ہائے آبا کہکر چلائی۔ انھوں نے کہا کہ میری پیاری بیٹی ستاون برس کے بعد تیرا باپ جی کر کیا کرتا۔ یہ کہا کرتے تھے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی وہی ذاکر ہے اور جس نے اس کی نافرمانی کی وہ ذاکر نہیں ہے گو کثرت سے تسبیح خوانی اور قرآن کی تلاوت کرے۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ سب سے بڑا عابد کون ہے انھوں نے کہا کہ وہ شخص جس نے گناہوں کا ارتکاب کیا اور پھر ان سے توبہ کرلی اور جب کبھی اپنے گناہوں کو یاد کیا تو اپنے عمل کو ہیچ سمجھا ان کا معمول تھا کہ صبح نمودار ہوتے ہی اللہ کے ذکر کے سوا کوئی بات نہ کرتے تھے۔ جب تک کہ فجر کی نماز نہ پڑھ لیں۔ حجاج نے جس وقت ان کا سر کاٹا دو مرتبہ لا اللہ الا اللہ کہا اور تیسری مرتبہ بھی کہنا شروع کیا تھا مگر اس کو پورا نہ کرسکے۔ جب یہ ٹھہر گیا کہ کل یہ قتل ہوں گے تو انھوں نے نگہبانوں سے کہا کہ مجھے اجازت دو کہ مرنے کا سامان کرکے کل آجاؤں اور نگہبانوں کی آپس میں اس سبب سے کہ مبادا یہ بھاگ جائیں جھگڑا ہوا مگر ان پر ان کی راست بازی غالب آئی اور ان لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا۔ چنانچہ یہ صبح کو آگئے اور قتل کے لئے حجاج کے سامنے لاتے گئے اور نطع بچھایا گیا اور جلاد آیا اور نطع پر یہ ذبح کئے گئے۔ انھوں نے مرنے سے پہلے کہا تھا کہ خدایا میرے بعد حجاج کو کسی پر دست رس نہ ہو۔ اور ہوا بھی یہی کہ ان کے بعد حجاج پندرہ برس زندہ رہا اس کا پیٹ سڑا جاتا تھا اور جب تک زندہ رہا چلا چلا کر یہی کہتا رہا کہ سعیدؓ بن جبیر میرا پیچھا نہیں چھوڑتا جب سونا چاہتا ہوں میری ٹانگ پکڑتا ہے۔ سعیدؓ بن جبیر نے ۹۵ھ میں زندگی جاوید حاصل کی۔

(۷۲) عامر بن شراحیل شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو ان کی غیبت کررہا تھا تو انھوں نے یہ شعر پڑھا ؎

عینا مریا غیر داء مخامر   لغرۃ من اعراضنا ما استحلت

کیا ہے ہاتھ اگر صاف آبرو پہ مری   خدایا اس بت ناداں کو نیگ لگ جائے

یہ کہا کرتے تھے کہ دیکھو دین میں قیاس کرنے سے حذر کرو کیونکہ جس نے قیاس کیا اس نے دین میں کچھ بڑھا دیا۔ ان کا قول تھا کہ مجھے مکہ میں قیام کرنے سے حمام میں قیام کرنا زیادہ پسند ہے۔ سفیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مکہ کی عظمت اور اس میں گناہ سرزد ہونے کی دہشت کے سبب سے ان کا ایسا خیال تھا۔ یہ کہا کرتے تھے کہ بدکار عالموں اور عبادت کرنے والے جاہلوں سے بچتے رہو کیونکہ ہر فساد میں پڑنے والے کے لئے دونوں فتنے ہیں۔ یہ کہتے تھے کہ جملؔ کی لڑائی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے صرف چار آدمی موجود تھے۔ علیؓ۔ عمارؓ۔ طلحہؓ۔ اور زبیرؓ۔ اور اگر کوئی پانچویں کو بتا دے تو میں جھوٹا ہوں ایک مرتبہ کسی نے ان کو فقیہ کہکر پکارا تو کہا کہ میں نہ فقیہ ہوں اور نہ عالم ہم تو ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے کوئی حدیث سنی ہے اس کو جیسا سنا ہے ویسا تم سے بیان کردیتے ہیں فقیہ وہ ہے جو خدا کے محارم سے پرہیز کرتا ہے اور عالم وہ ہے جو بے دیکھے خدا سے ڈرتا ہے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ زمانہ دراز تک لوگوں نے دین داری کے

ساتھ زندگی بسر کی یہاں تک کہ دین داری رخصت ہو گئی اس کے بعد بہت عرصہ تک لوگوں نے مروت کے ساتھ زندگی بسر کی یہاں تک کہ وہ بھی نہ رہی تب بہت دنوں تک لوگوں نے حیا کے ساتھ گزران کی اور وہ بھی نہ رہی تو خواہش و خوف میں دن کاٹے اور اس کے بعد عنقریب وہ زمانہ آئے گا جو اس سے زیادہ سخت ہوگا۔ کہتے تھے کہ کاش میں نے کوئی علم نہ سیکھا ہوتا اور میری آرزو یہ ہے کہ دنیا سے کورا جاؤں نہ لینا پڑے نہ دینا۔ ان کا قول تھا کہ ایک زمانہ سے جب میں رودیا تو اس رونے کے لئے مجھے رونا پڑا۔ یہ کہا کرتے تھے کہ میں نے ایسے لوگوں کا زمانہ پایا ہے جو عقل و زہد والوں کے سوا کسی کو علم نہ سکھاتے تھے اور آج ایسے ہی لوگوں کو علم سکھاتے ہیں جن میں نہ عقل ہے نہ زہد ستانوے ۹۷ سال کی عمر میں بمقام کوفہ ۱۰۳ھ میں جنت کی راہ لی۔

(۷۳) ماہان بن قیس رضی اللہ تعالےٰ عنہ

کہا کرتے تھے کہ کیا تم میں سے کسی کو شرم نہیں آتی کہ اُس کا جانور اُس سے زیادہ خدا کا ذکر کرنے والا ہو اور اللہ اکبر۔ سبحان اللہ۔ اور لا الٰہ الا اللہ کا ذکر کسی دم موتوف نہیں کرتے تھے۔ جب حجاج نے اپنے دروازہ پر ان کو سولی پر چڑھایا تو سولی پر چڑھے ہوئے تکبیر۔ تسبیح و تہلیل کہہ رہے تھے اور ہاتھ کی انگلیوں کو شمار کے لئے موڑتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ انیس ۱۹ تک پہنچے اور اس حالت میں ان کو نیزا مارا گیا۔ ایک مہینے تک یہ سولی پر چڑھے رہے۔ قوم صوفیہ کے اعمال کی نسبت ان سے کسی نے پوچھا تو کہا کہ اُن کے اعمال کھوڑے تھے مگر دل سلیم تھے۔

(۷۴) ربیع بن خراش رضی اللہ تعالےٰ عنہ

یہ کہا کرتے تھے کہ اپنے آپ کو آرام کا خوگر نہ بناؤ ورنہ کل بدبختی آجائے گی۔ یہ کہتے تھے کہ اگر تم سے ہو سکے کہ گمنام رہو۔ تو یہی کرو دنیا خراب ہو گئی ہے گوشہ نشینی کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ ان کا قول تھا کہ بھوک قلب کو صاف کرتی ہے اور مرض کو مارتی اور علم پیدا کرتی ہے۔ شدت کی گرمیوں میں نہایت کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے۔ انھوں نے عہد کر لیا تھا کہ کبھی نہ ہنسوں گا جب تک کہ یہ نہ معلوم ہو جائے گا کہ جنت کی طرف جاتا ہوں یا دوزخ کی طرف۔ چنانچہ جس شخص نے ان کو غسل دیا تھا اُس نے خبر دی کہ برابر تختہ پر مسکراتے اور یہ کہتے رہے کہ پروردگار کریم کے پاس آیا ہوں نا۔ ۱۰۱ھ میں ان کی بہار زندگی خزان موت کے ہاتھوں تاراج ہوئی۔ اُن کے پاس بہت کچھ مال تھا مگر انھوں نے سب اپنے دوستوں پر خرچ کر ڈالا تھا۔ ان کے ایک دوست کا بیان ہے کہ ایک دن میں ان کے پاس گیا تو دیکھا کہ مٹی کے بڑے پیالہ میں آٹا گوندھ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ جب میری دولت گھٹ گئی تو احباب نے جفا کی۔ واللہ اعلم۔

(۷۵) طلحہ بن مصرف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا قول تھا کہ مومن پر ربیعہؓ و مُضرؓ سے زیادہ تعداد میں شیطان جمع ہو کر حملہ کرتے ہیں اور یہ پرہیز گار اور زاہد تھے۔ ایک دن کسی کی لونڈی ان کے گھر آگ لینے آئی تو ان کی بیوی نے اُس سے کہا کہ تو اتنی دیر تک ٹھیر کہ تیری سیخ پر میاں کے افطار کے لئے سکھایا ہوا گوشت بھون لوں۔ یہ گوشت جب ان کے سامنے آیا تو انھوں نے اس کو ہاتھ نہ لگایا اور اپنی بیوی سے کہا کہ اُس لونڈی کے روک رکھنے اور اُس کی سیخ پر گوشت بھوننے کی اُس کی مالکہ سے اجازت حاصل کر لو تب میں اس کو کھاؤں گا۔ ان کی روش یہ تھی کہ جب لوگ ان کو ان کے کسی ہم عصر پر فوقیت دیتے تو یہ جا کر اُس سے سبق لیتے اور اُس کے روبرو مؤدب بیٹھتے تاکہ لوگوں کا یہ وہم کہ یہ اُس سے علم میں زیادہ ہیں دور ہو جائے۔ اور جب ان کے سامنے مسائل کے اختلاف کا ذکر ہوتا تو یہ کہتے کہ "اختلاف" نہ کہو بلکہ "وسعت و گنجائش" کہو۔ یہ کہا کرتے تھے کہ میں نے ایسے لوگوں کو ان کو پایا ہے کہ اگر تم اُن کو دیکھتے تو تمھارے جگر کباب ہو جاتے اور ہم اپنے آپ کو اُن کے مقابلہ میں بہت چھوٹے معلوم ہوتے تھے۔ ان کا قول تھا کہ عتاب باہمی دشمنی کا بیج ہے اور عتاب کینہ سے بہتر ہے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ اپنے سے کم عقلوں کی تعظیم کیا کرو کیونکہ اس میں ننگ و عار اور عذاب و نار دونوں سے بچاؤ ہے۔ اور کہتے تھے کہ جب کوئی شخص تم سے معذرت کرے تو خندہ روئی کے ساتھ اُس کو مان لو البتہ اس صورت میں کہ اُس سے قطع تعلق کرنا اللہ تعالیٰ کی قربت ہو۔ ۱۱۲ھ میں عالم باقی کا سفر اختیار کیا۔

(۷۶) زید الیامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ پرہیز گار زاہد و رعب دار تھے ان کو دیکھ کر ہیبت سے آدمی کا دل دہل جاتا تھا۔ انھوں نے رات کے تین حصے کر رکھے تھے ایک تہائی اپنے لئے اور دو تہائیاں اپنے دو بھائیوں کے لئے۔ چنانچہ یہ اپنا حصہ پورا کر کے آتے اور پاؤں سے بھائی کو ٹھکراتے تو دیکھتے کہ وہ کاہلی کرتا اور نہیں اٹھتا ہے تب اُس سے کہتے کہ تم سو رہو میں تمھارے بدلے جاگتا ہوں۔ اسی طرح دوسرے بھائی کے پاس آتے اور اُس سے اُٹھنے کو کہتے مگر اُس کو بھی سست پا کر اُس سے بھی کہتے کہ تم آرام کرو میں تمھارا کام کرتا ہوں۔ اس طرح پر وہ ساری رات قیام میں گذارتے تھے۔ ۱۲۲ھ میں قبر میں جا کر سو رہے۔

عہ عہ ربیعہ جس کو ربیعۃ الفرس بھی کہتے ہیں اور مُضر جس کو مضر الحمراء کہتے ہیں دونوں نزار بن معد بن عدنان کے بیٹے اور بڑے بڑے قبیلوں کے باپ تھے یہ دونوں قبیلے عرب میں کثرت تعداد کی وجہ سے ضرب المثل تھے۔ مترجم

(۷۷) منصور بن المعتمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس وقت منصور کھڑے ہوئے نماز پڑھا کرتے تھے اس وقت اگر تم اُن کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ اسی وقت مرجائیں گے ان کی ڈاڑھی ان کے سینہ سے چپکی ہوتی تھی۔ اور رات کو اپنے مکان کی چھت پر کھڑے ہوئے نماز پڑھا کرتے تھے۔ جب یہ مرگئے تو اُن کے پڑوسی کی لڑکی نے اپنے باپ سے پوچھا کہ ابا جان وہ ستون کیا ہو گیا۔ جو ہمارے پڑوسی کی چھت پر تھا۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ لڑکی رات ہی کو کوٹھے پر جایا کرتی تھی۔ ساٹھ برس تک انھوں نے دن کو روزے رکھے اور رات کو کھڑے عبادت کیا کیے۔ اور رات بھر اس قدر رویا کرتے تھے کہ ان کے گھر کے لوگوں کو ان پر رحم آتا تھا۔ مگر جب صبح ہوتی تو آنکھوں میں سرمہ لگا کر اور منہ پر تیل مل کر باہر نکلتے تاکہ لوگ سمجھیں کہ سو کر رات کاٹی ہے اور اس طور پر لوگوں سے اپنے عمل کو چھپاتے تھے۔ روتے روتے ان کی آنکھیں چندھی ہو گئی تھیں۔ ایک مہینے تک قید رکھے گئے کہ قاضی کا عہدہ قبول کریں مگر راضی نہ ہوئے۔ لوگوں نے کوفہ کے حاکم سے کہا کہ اگر تم ان کی بوٹی بوٹی بھی نوچ ڈالو گے تو یہ تمھارا قاضی ہونا قبول نہ کریں گے۔ مجبور ہو کر اُس نے ان کو رہا کر دیا اور بیڑیاں کٹوا دیں ان کی حالت یہ تھی کہ جو کوئی ان کو دیکھتا وہ یہی سمجھتا کہ آج کل ان پر کوئی سخت مصیبت آئی ہے نگاہیں جھکی ہوئیں آواز پست آنکھیں تر ذرا سر ہلاتے تو آنسوؤں سے آنکھیں ڈبڈبا جائیں ۱۳۲ھ میں دار فانی سے دار باقی کی طرف سدھارے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ اگر بالفرض دنیا کو دوست رکھنے کے سوا میرا اور کوئی بھی گناہ نہ ہو تو بھی میں جہنم ہی کا مستحق ہوں۔ عالموں سے کہا کرتے تھے کہ تم لذتیں اٹھاتے ہو علم کو سُن لیتے اور دوسروں سے نقل کر دیتے ہو حالانکہ علم سے مقصود عمل ہے اور اگر تم اپنے علم پر عمل کرتے ہو تو دنیا سے بھاگتے کیوں ہو کہ علم میں کوئی شے ایسی نہیں ہے جو دنیا کی محبت پر دلالت کرتی ہو۔ اور کہتے تھے کہ دنیا میں سب سے زاہد لوگوں سے ملنے میں پرہیز کرتا ہے۔ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ خدایا مجھے نہ مال دے نہ اولاد دے نہ گھر بار دے نہ خدمت گار دے اور جو چیز تو نے ایسی دی ہو جس کو تو ناپسند فرماتا ہے اُس کو مجھ سے لے لے۔

(۷۸) سلیمان بن مہران اعمش رضی اللہ تعالےٰ عنہ

بادشاہ و اُمرائے زمانہ ان کی مجلس میں سب حاضرین سے ذلیل تر تھے اور ان کی حالت یہ تھی کہ ایک روٹی کو محتاج تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ جس کا کوئی عہد نہ ہو اُس کا عہد کا توڑنا ہی عہد کا پورا کرنا ہے۔ یہ جب سوتے سے اٹھتے تھے اور پانی پاس میں نہ ہوتا تھا تو دیوار پر ہاتھ رکھ دیتے اور تیمم کر لیتے اور پانی ملنے پر وضو کرتے تھے تاکہ طہارت محفوظ رہے اور کہتے تھے کہ مجھے اندیشہ رہتا ہے کہ مبادا بے وضو مرجاؤں کیونکہ موت کا کوئی وقت مقرر تو ہے نہیں اور تقریباً ستر برس تک پہلی تکبیر ان کے ہاتھ سے نہ گئی۔

یہ کہا کرتے تھے کہ تم میں سے جو شخص اللہ تعالیٰ کا گناہ کرتا ہے کیا اُس کو یہ ڈر نہیں لگتا کہ مبادا اس گناہ سے دھواں اُٹھے اور لوگوں کے سامنے اُس کو روسیاہ کر دے اِن کا قول تھا کہ جب لوگوں میں برائیاں آجاتی ہیں

تو بُرے لوگ ان پر حاکم ہوتے ہیں اور یہ لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ جب میں مرجاؤں تو کسی کو خبر نہ کرنا اور مجھے میرے رب کی طرف لے جانا اور قبر میں ڈال دینا کیونکہ میں اس قابل نہیں ہوں کہ کوئی میرے جنازہ کے ساتھ چلے۔ اور کہا کرتے تھے کہ اگر میرا نفس میرے اختیار میں ہوتا تو میں اس کو جائے ضرور میں پھینک دیتا۔

(۷۹) اُویس خولانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ

ان کا قول تھا کہ جو شخص بغیر عمل کے حدیث بیان کرتا ہے وہ فقیہ نہیں ہے۔ اور جس بندہ کے دل میں ذرہ برابر بھی نیکی ہوتی ہے اللہ اُس کی پردہ دری نہیں فرماتا۔ اور زبان کی درستی سے آدمیوں میں مروعت قائم ہوتی ہے اور دل کی درستی سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت۔ اور کہا کرتے تھے کہ مجھے اتنے سال ہوئے ہیں کہ میں نے بیوی کے پاس اور جائے ضرور جانے کے سوا کوئی کام ایسا نہیں کیا ہے جس سے آدمی شرما ہے۔ یہ اپنا کوڑا مسجد میں لٹکائے رکھتے اور کہتے تھے کہ جانوروں سے زیادہ کوڑے کا سزاوار میں ہوں۔ اور جب ان میں سستی آنے لگتی تھی تو اپنی پنڈلیوں پر کوڑے مارتے تھے۔ یہ بغداد کے دجلہ میں پانی پر چلتے تھے۔

(۸۰) مکحول دمشقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا قول تھا کہ جس نے اللہ عزوجل کے ذکر میں شب زندہ داری کی وہ صبح کو اُسی دن جیسا ہوگا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ اور جب فضیلت جماعت میں ہے تو سلامتی گوشہ نشینی میں ہے۔ ا جب کسی امت میں پندرہ آدمی ایسے ہوں جو ہر روز پچیس مرتبہ اللہ عزوجل سے بخشایش چاہا کریں تو اللہ تعالیٰ اُس امت پر عام عذاب کے ذریعہ سے مواخذہ نہ فرمائے گا۔ اور جس سے خوشبو آئے گی اُس کی عقل زیادہ ہوگی اور جس کے کپڑے صاف ستھرے ہوں گے اُس کا رنج کم ہوگا۔

(۸۱) یزید بن میسرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی نصیحت تھی کہ جب کسی کلمات تم تک پہنچے اور وہ اُس سے انکار کرے تو تم اس انکار کو معـ جھو اور جو خبر تم کو پہنچی تھی اُس کو غلط جانو۔ یہ کہتے تھے کہ ہم ہنسے بھی تھے کھیلے بھی تھے دل لگی مذاق بھی کرتے تھے مگر جب اُس مقام پر پہنچے جہاں میری پیروی ہونے لگی تو ان باتوں کو چھوڑ دینے کے سو چارہ نہ رہا۔ یہ کہا کرتے تھے کہ جہاں فقیہ نے بناوٹ کے ساتھ گفتگو کی اُس کے دل سے خدا کا خوف رخصت ہوا۔ اور کہا کرتے تھے کہ خدا کے لئے جس کو بھائی بنایا ہے اُس کی محبت کامل نہیں ہوتی جب تک کہ و ماں اور سگے بھائی سے زیادہ پیارا نہ ہو۔ اور کہتے تھے کہ میرے نزدیک خائفین کے لئے پیاپے آنسو بہانے سے اندرونی غم بہتر ہے۔ اور کہتے تھے کہ جب عقل منتشر ہوجاتی ہے تو سوزش نہیں رہتی اور جب سوزش نہیں رہتی .... تو آنسو بہتے ہیں اور جب عقل ٹھیر جاتی ہے تو اپنے صاحب کو نصیحت کرنے کا قصد کرتی ہے۔ پس اُس کو جلاتی ہے۔ اس لئے وہ غمگین ہوتا اور روتا ہے۔ اور کہا کرتے تھے کہ

میں تجھکو ایسا نہیں سمجھتا کہ تیری توحید ہمارے دلوں میں ہو اور تو ہم پر عذاب کرے اگر تو نے ایسا کیا تو تو نے ہم کو اور اُس قوم کو جس سے ہم کو مدت سے تیرے ہی باعث عداوت ہے ایک ہی آنکھ دیکھا اور کہا کرتے تھے کہ علما جب علم سیکھتے تھے عمل کرتے تھے اور جب عمل کرتے تھے اپنے آپ میں مشغول رہتے تھے اور جب مشغول رہتے تھے لوگوں کے ہاتھ نہیں آتے تھے اور جب ہاتھ نہیں آتے تھے تلاش کئے جاتے تھے اور جب تلاش کئے جاتے تھے بھاگتے تھے ان کی نصیحت تھی کہ جو شخص تم سے علم کا خواہاں نہ ہو اُس کو کبھی علم عطا نہ کرو کہتے تھے کہ ہمارے پیران طریقت رضی اللہ عنہم نے دنیا کا نام "دنی" رکھا ہے اور اگر اُن کو اس سے بھی کوئی بدتر نام ملتا تو وہی رکھتے اور کہتے تھے کہ بنی اسرائیل کے چھوٹے بڑے سب علما اس خوف سے کہیں چال میں تبختر نہ آنے پائے ہاتھ میں عصا لے کر چلتے تھے۔

(۱۸۲) کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا قول تھا کہ کسی بندہ کی تعریف زمین میں جڑ نہیں پکڑتی جب تک کہ آسمان میں جڑ نہ پکڑے اور کہا کرتے تھے کہ اپنے گھروں کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روشن کیا کرو جیسا اپنے دلوں کو اُس سے منور کرتے ہو۔ اور کہا کرتے تھے کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جس میں پوچھا پاچھی کی کثرت ہوگی اور جو شخص اُس زمانہ میں مسئلے پوچھا کرے گا اُس کے لئے وہ سازوار نہ ہوں گے۔ اور کہتے تھے کہ جس شخص کو جہنم کی طرف لے جائیں گے اُس کا منہ سیاہ ہوگا پاؤں میں بیڑیاں ہوں گی اور گردن میں طوق مگر جو شخص اس اُمت کا ہوگا اُس کو جہنم کی طرف اُس کی اصلی رنگت کے ساتھ لے جائیں گے اُس کا منہ سیاہ نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ انھوں نے اس سے دنیا میں سجدہ کیا تھا۔ اور کہتے تھے کہ خلیل علیہ السلام "اوّاہ" اس وجہ سے کہلائے کہ جب دوزخ کا ذکر سنتے تو کہتے "آہ جہنم آہ جہنم" اور کہا کرتے تھے کہ عنقریب تم جاہلوں کو آپس میں علم پر گفتار اور اس کے ذریعہ سے امیروں کے نزدیک فوقیت حاصل کرنے میں باہم اسی طرح رشک کرتے دیکھو گے جس طرح عورتیں مردوں کے بارے میں کرتی ہیں بس اُن کو اپنے علم سے یہی حصہ ملے گا۔ اور کہا کرتے تھے کہ نماز کے بعد نماز جس کے بیچ میں کوئی بیکار بات نہ ہو۔ علیین میں ثبت ہوتی ہے ان کا قول تھا کہ جب تک وہ قبر میں رہتا ہے موت کی تکلیف نہیں جاتی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں عالم بقا کو سدھارے۔

(۱۸۳) عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی رضی اللہ عنہ

خشکی کے شکار کو اس موسم میں جس میں بچے ہوا کرتے ہیں ماں کی ممتا اور بچوں کی بے چارگی کے خیال سے انھوں نے مکروہ قرار دیا تھا۔ ان کا قول تھا کہ کیسا بزرگ و برتر ہے وہ جس نے تجھے پیدا کیا اور ایسا بنایا کہ تو چربی کے ذریعہ سے دیکھتا ہڈی کے ذریعہ سے سنتا اور گوشت کے ذریعہ سے باتیں کرتا ہے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ دنیا کی کوئی گھڑی ایسی نہیں ہے جو قیامت کے دن بندہ کے روبرو نہ لائی جائے گی بلکہ ایک ایک

دن اور ایک ایک ساعت اُس کے سامنے پیش کی جائے گی پس جس ساعت میں اُس نے اللہ کو یاد نہ کیا ہوگا اُس کو دیکھکر حسرت سے اُس کے پرخچے اُڑ جائیں گے ایسی صورت میں اُس کا کیا حال ہوگا جس کی گھڑیوں کے بعد گھڑیاں اور دنوں کے بعد دن یاد خدا کے بغیر گذرے ہوں گے۔ اور یہ کہا کرتے تھے کہ ہم نے ایسے لوگوں کا زمانہ پایا ہے جو بیدار ہونے اور صبح کی نماز پڑھنے کے بعد سب سے پہلے اپنی آخرت کے امور اور اس میں کہ اُن کو کہاں جانا ہے۔ غور و فکر کرتے تھے اس کے بعد جا کر فقہ اور قرآن میں مشغول ہو جاتے تھے۔ یہ ۸۸ھ میں پیدا ہوتے اور ۱۵۷ھ میں دار عقبٰی کو چل بسے شہر بعلبک میں پیدا ہوئے اور شہر بیروت کے حمام میں رحلت کی۔ یہ حمام کے اندر تھے کہ حمامی دروازہ بند کر کے دوسرے لوگوں کے ساتھ چلا گیا اور لوٹ کر آیا تو ان کو داہنے ہاتھ پر تکیہ لگائے قبلہ کی طرف منہ کئے مُردہ پایا۔ ان کے پاس خلیفہ منصور گیا اور اُس نے ان سے کہا کہ مجھے کچھ نصیحت کیجئے۔ اُنھوں نے کہا کہ رعیت میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو اُن مصیبتوں کی جو تو اُن کے سر لایا ہے اور اُن ظلموں کی جو اُن پر توڑے گئے ہیں شکایت نہ کرتا ہو۔ ان کا قول تھا کہ بھائیوں سے ملنا۔۔۔ اپنے اہل اور مال کے ملنے سے بہتر ہے۔ اور بال بچوں میں سے جو بھاگ جائے وہ بھاگے ہوئے غلام جیسا ہے کہ جب تک لوٹ نہ آئے اللہ نہ اُس کی نماز قبول فرماتا ہے اور نہ روزہ۔ اور کہا کرتے تھے کہ لوگ جو کچھ میرے سامنے لاتے ہیں اگر سب کو میں قبول کیا کروں تو اُن کی آنکھوں میں ذلیل ہو جاؤں گا۔

(۸۴) حسان بن عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا معمول تھا کہ عصر کی نماز پڑھ کر مسجد کے ایک گوشہ میں بیٹھکر غروب آفتاب تک اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ جس نے رات کے قیام کو طول دیا۔ اللہ تعالیٰ روز قیامت کے طول قیام کو اُس پر آسان کر دے گا اور جو شخص علم و عمل میں اخلاص بڑھاتا ہے۔ لوگ اُس سے مزدور قرب بڑھاتے ہیں۔ اور کہتے تھے کہ آدم علیہ السلام ستر برس جنت سے نکالے جانے پر اور ستر برس اپنی چوک پر روتے رہے اور جب اُن کا بیٹا قتل ہوا تو چالیس برس اُس کے لئے روئے اور سو برس تک مکہ میں مقیم رہے۔ واللہ اعلم۔

(۸۵) عبدالواحد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ حسنؒ بصری وغیرہ کے ہم عصر تھے۔ ان کا قول تھا کہ مومن کی مثال رحم کے بچہ کی سی ہے۔ کہ باہر نکلنا نہیں چاہتا اور جب نکل آیا تو پھر واپس جانا نہیں چاہتا۔ مومن کی بھی دنیا سے نکلتے وقت یہی حالت ہوتی ہے یہ کہا کرتے تھے کہ نان و نمک کو نہ چھوڑو کیونکہ اس سے گردوں کی چربی پگھلتی اور یقین میں زیادتی ہوتی ہے۔ اور کہا کرتے تھے کہ بندہ کی عمدہ ترین حالت اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُس کی موافقت ہے۔ پس اگر دنیا میں طاعت کے لئے اُس کو باقی رکھے تو وہ اسی کو پسند کرے اور اگر اُس کو اُٹھالے

تو اسی پر خوش ہو جائے ۔ اور ان کا قول تھا کہ جس بندہ کو دنیا میں سے کچھ عطا ہو اور وہ کسی دوسری چیز کی خواہش کرے تو اللہ تعالیٰ اُس سے اپنے ساتھ کی خلوت کا لطف سلب کر لیتا ہے اور قرب کو دُوری سے اور اُنس کو وحشت سے بدل دیتا ہے ۔ انھوں نے چالیس سال تک عشا کے وضو سے چاشت کی نماز پڑھی تھی ۔ واللہ اعلم ۔

(۸۶) ابو بشر صالح مری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ اُس عورت کی طرح روتے تھے ۔ جس کا بچہ مر گیا ہو اور رہبانوں کی طرح دہاڑیں مارتے تھے یہاں تک کہ ان کے جوڑ بند جدا ہو جاتے تھے اور جب کبھی ان کی نظر کسی گورستان پر پڑتی تھی تو دُو دُو اور تین تین دن تک مخبوط رہتے نہ بولتے تھے نہ چالتے تھے اور نہ کچھ کھاتے تھے نہ پیتے تھے ۔ ان کو مُردوں کی باتیں سنائی دیتی تھیں اور یہ اُن سے باتیں کرتے اور وہ ان سے نصیحت کی باتیں کرتے تھے ۔

(۸۷) ابو المہاجر بن عمرو قیسی رضی اللہ عنہ

ان کا نام سباح تھا ۔ یہ کہتے تھے کہ میرے کچھ اوپر چالیس گناہ ہیں جن میں سے ہر ایک کے لئے میں نے خدائے عزوجل سے ایک ایک مرتبہ استغفار کیا ہے ۔ لیکن اُس کی مغفرت اور درگذر کے سوا کوئی امید نہیں ہے ۔ ان کی نصیحت تھی کہ اپنے پیٹ کو اپنی عقل پر دست رس نہ دو کیونکہ دنیا تھوڑے ہی دن ہے ۔ یہ ہمیشہ سدِ رمق ہی بھر کھاتے تھے اور کہتے تھے کہ ذرہ برابر گوشت بھی چالیس دن تک دل کو سخت رکھتا ہے ۔ ان کا قول تھا کہ پہاڑوں کا اپنی جگہوں سے ٹل جانا اُس سے زیادہ آسان ہے کہ ریاست کی محبت نفس میں مستحکم ہو جانے کے بعد دور ہو جائے ۔ اور کہتے تھے کہ خدا ایسے لوگوں پر رحم کرے کہ اپنے ان بھائیوں کی جو قبروں میں سوتے ہیں محرابوں میں بیٹھے ہوئے زیارت کرتے ہیں ۔ یہ متنبہ کیا کرتے تھے کہ دیکھو صرافوں کی دکانوں پر نہ کھڑے ہوا کرو کیونکہ وہاں سود کا سودا ہوتا ہے ۔ ان کا قول تھا کہ جب رفیق نے "میرا پیالہ" کہا تو وہ رفیق نہ رہا جب تک کہ "ہمارا پیالہ" نہ کہے ۔ یہ کہتے تھے کہ جب موسیٰؑ و خضرؑ علیہما السلام کی ملاقات ہوئی تو خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ علم اس لئے سیکھو کہ اُس پر عمل کرو نہ اس لئے کہ کسی اور کو سکھاؤ ۔ کیونکہ تم گھاٹے میں رہو گے اور وہ فائدہ میں رہے گا ۔ اور کہتے تھے کہ جس طرح کمزور نگاہیں آفتاب کی طرف نہیں دیکھ سکتیں اسی طرح شیفتگانِ دنیا کے دل حکمت کی روشنی کی طرف نہیں دیکھ سکتے ۔ اور جب تک آدمی اپنی بیوی کو بیوہ کی طرح اور اپنی اولاد کو یتیموں کی طرح نہ چھوڑ رکھے اور کتوں کی جگہوں میں اپنا ٹھکانا نہ بنا دے اُس وقت تک صدیقوں کی منزلوں تک نہیں پہنچ سکتا ۔ ان کی غذا روٹی اور نمک کے سوا اور کچھ نہ تھی اور اپنے نفس سے کہتے تھے کہ تیرے سامنے پلاؤ قورمہ اور فرش فروش دارِ آخرت میں رکھا ہوا ہے ۔ اور کہا کرتے تھے کہ ذکر کی مجلسوں اور اپنے مالک کے ساتھ حسنِ ظن سے کبھی نہ چوکنا ۔ یہی دو نیکیاں بس کرتی ہیں ۔

(۸۸) عطاء سُلمی رضی اللہ تعالےٰ عنہ

ان پر غم اور خوف غالب تھا یہاں تک کہ چالیس برس تک اپنے بچھونے پر پڑے رہے نہ اُٹھ سکتے تھے اور نہ گھر سے باہر نکل سکتے تھے۔ پڑے پڑے اشاروں سے نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انھوں نے تنور کو گرم کرتے دیکھا تو بیہوش ہو گئے۔ تین تین شبانہ یوم لگاتار روتے تھے اور دم بھر کو اُن کے آنسو نہ تھمتے تھے۔ اور جب روتے تھے تو اُن کے اردگرد اس قدر تری ہو جاتی تھی کہ لوگ اُس کا سبب وضو کو سمجھتے تھے۔ حالانکہ وہ آنسو ہوتے تھے۔ اور جب کسی جنازہ کے ساتھ چلتے تو راستہ میں بارہا اُن کو غش آجایا کرتا تھا۔ اور روتے روتے جانور کے اوپر سے نیچے گر پڑتے اور پھر سوار ہو جاتے تھے۔ اور جب لوگوں پر کوئی بلا یا مصیبت آتی تو کہتے کہ یہ سب عطاء کے سبب سے ہے کاش یہ مر گیا ہوتا تو لوگوں کو آرام ملتا۔

(۸۹) عتبہ بن ربان غلام رضی اللہ عنہ

ان کا نام "غلام" اس سبب سے ہوا کہ عبادت میں گویا زہبان کے غلام تھے نہ اس سبب سے کہ کم عمر تھے۔ یہ کہتے تھے کہ میرے پاس عبد الواحد بن زید رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ فلاں شخص ہمیشہ اپنے قلب کی منزلیں بیان کیا کرتا ہے۔ جن کو میں اپنے قلب میں مطلق نہیں پاتا۔ میں نے کہا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ تم روٹی کے ساتھ کھجوریں کھایا کرتے ہو انھوں نے کہا کہ کیا جس وقت میں کھجوریں چھوڑ دوں گا وہ حالتیں پیدا ہو جائیں گی، میں نے کہا کہ ہاں۔ اس پر عبد الواحد رونے لگے۔ عتبہ رضی اللہ عنہ گورستانوں اور میدانوں میں رہا کرتے اور سمندر کے کنارہ کی طرف نکل جاتے اور وہیں قیام رکھا کرتے تھے اور جب جمعہ آتا تھا تو بصرہ آتے نماز جمعہ میں شریک ہوتے پھر اپنے بھائیوں کے پاس آتے تھے اُن کو سلام کرتے تھے ان پر اُداسی چھائی رہتی تھی اور اس بارہ میں لوگ اِن کو حسن بصری رضی اللہ کے مشابہ سمجھتے تھے جنگ روم میں ان کو شہادت نصیب ہوئی۔ نماز عشا کے بعد بہت ہی تھوڑا سوتے اور پھر صبح تک کھڑے عبادت کیا کرتے تھے۔ جمعہ کے سوا اور دنوں میں کپڑے کے نیچے سدا پہنے رہتے تھے۔ ان کا لباس دو میلے کمبل تھے ایک کا تہبند باندھتے اور دوسرے کو اوڑھتے تھے۔ اِن کا ایک گھر تھا جس پر قفل پڑا رہتا تھا اور صرف رات کو اُسے کھولتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد لوگوں نے اس کو کھولا تو اُس میں ایک قبر کھدی ہوئی۔ اور ایک لوہے کی بیڑی پائی۔

(۹۰) سفیان ثوری بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

لوگوں نے ان کا نام "حدیث کے امیر المومنین" رکھا تھا۔ ۹۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۵ھ میں کوفہ سے نکل کر بصرہ آئے۔ اور یہیں سے ۱۶۱ھ میں عالم ملکوت کو سدھارے۔ یہ اس اُمت کے بڑے عالموں، عابدوں اور زاہدوں میں سے تھے۔ ان کا قول تھا کہ جب تک آدمی بیس سال ادب میں صرف

نہ کرے اُس وقت تک اُس کو علم اور حدیث کی جستجو کرنا سزاوار نہیں ہے۔ اور جب علما سے بگڑ جائیں تو اُن کی اصلاح کون کرے اور اُن کا بگڑنا دنیا کی طرف جھکنا ہے اور جب خود طبیب ہی کو روگ لگا تو اوروں کی دوا کیونکر کرے گا۔ اور جب عمامہ کا کوئی جزو تالو کے نیچے نہ رہا تو وہ شیطان کا عمامہ ہے اور جو شخص قبل اس کے کہ اُس کو مجبوری ہو علم کا سر دفتر بن کر بیٹھا اُس کو ذلت نصیب ہوگی۔ یہ دو دو اور تین تین دن تک کچھ نہ کھاتے تھے جب تک کہ بھوک کا غلبہ اُن کے شغل عبادت میں خلل انداز نہ ہوتا تھا۔ انھوں نے عابدوں میں سے ایک شخص کو یہ خط لکھا تھا۔

"بھائی جان سنو! تم اُس زمانہ میں ہو جس میں ہونے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پناہ مانگا کرتے تھے۔ حالانکہ جو علم اُن کو تھا وہ ہم کو نہیں ہے اور جیسی ثابت قدمی اُن میں تھی وہ ہم میں نہیں ہے۔ پھر جب ہم نے علم کی کمی صبر کی کمی اور نیکی میں مدد کرنے والوں کی کمی کی حالت میں اُس زمانہ کو پایا جس میں فساد بھرا ہوا ہے تو ہمارا کیا حال ہوتا ہے۔ اس لئے تم کو پہلے زمانہ کی روش کو چھوڑنا نہیں چاہیے اور مضبوطی سے اُس پر قائم رہنا چاہیے۔ اور گم نامی اختیار کرنا لازم ہے۔ کیونکہ یہ زمانہ گم نامی ہی کا ہے اور گوشہ نشینی اور لوگوں سے کم ملنے کو اپنے اوپر لازم کر لینا چاہیے۔ کیونکہ پہلے لوگ، جب آپس میں ملتے تھے تو ایک دوسرے سے فائدہ حاصل کرتے تھے۔ اور آج یہ بات باقی نہ رہی۔ اس لئے اب لوگوں کو چھوڑ بیٹھنے میں نجات ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو۔ اور بھائی جان دیکھو اپنے آپ کو امیروں کے پاس جانے اور کسی چیز میں اُن سے خلا ملا کرنے سے بچاؤ۔ اور تم سے کہا جائے گا کہ تم اُن سے مل کر سعی سفارش کروگے کسی مظلوم کو بچاؤ گے یا کسی ظلم کو موقوف کرا دو گے مگر یہ سب شیطان کے دھوکے ہیں۔ مولویوں نے اس فقرہ کو امیروں سے نزدیک ہونے کی سیڑھی اور دنیا کو شکار کرنے کی ٹٹی بنایا ہے۔"

یہ کہا کرتے تھے کہ اگر لوگوں کی نسبت مجھے معلوم ہوتا کہ اُن کو علم سے خدا مقصود ہے تو میں اُن کے گھروں میں جا کر علم سکھاتا مگر اُن کا مقصود تو اُس سے لوگوں کا پرچانا اور یہ کہنا ہے کہ حدثنا سفیان۔ (حدیث بیان کی ہم سے سفیان نے) اور جب اُن سے لوگ کہتے کہ ہم سے حدیث بیان کیجیے تو اُن سے کہتے کہ نہ میں تم کو حدیث سننے کے قابل پاتا ہوں اور نہ میں اپنے آپ کو حدیث بیان کرنے کے لائق اور میری اور تمھاری مثال تو وہی ہے جو کہنے والے نے کہی ہے کہ رسوا ہوتے تو نیک بن گئے۔ اور ان کا قول تھا۔ کہ فتوے دینے اور مسئلے بتانے کو اگر تم نے ترک کر دیا ہے تو اُن کے جھگڑوں میں نہ پڑو اور کہا کرتے تھے کہ اس وقت لوگوں سے ایسی باتیں ظہور میں آئی ہیں کہ آدمی آرزو کرتا ہے کہ اُن سے پہلے ہی مر گیا ہوتا تو خوب تھا اور ہم کو گمان نہ تھا کہ ہم اُن کے لئے زندہ رہیں گے اور مجھے یہ گمان نہ تھا کہ میں اس زمانہ تک زندہ رہوں گا جس میں زندہ لوگوں کے ذکر سے دل مردہ ہو جائیں گے اور مردوں کے ذکر سے دل زندہ ہو جائیں گے اور کہا کرتے تھے کہ خدایا چوپایوں کو چرواہا ہانکتا ہے تو وہ اپنی خواہشوں سے باز رہ جاتے ہیں مگر میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں کہ تیری کتاب کو دیکھ کر اپنی خواہش سے باز نہیں رہتا وائے بر من وبر خرابی من یہ کہتے تھے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کسی نے کہا کہ مجھے نصیحت فرمائیے تو کہا کہ اپنی روٹی کو دیکھ کہ وہ کہاں

سے آئی ہے۔ اُن سے کسی نے کہا کہ فلاں شخص مہدی[1] کے پاس جایا کرتا اور کہتا ہے کہ میں اُس کی بداعمالیوں سے بری ہوں تو کہا کہ واللہ اُس نے جھوٹ کہا۔ کیا اُس نے مہدی کی وہ فضول خرچیاں جو اُس کی پوشاک خوراک اور نوکروں پیدلوں اور سواروں کی وردیوں میں ہیں نہیں دیکھی ہیں کیا اُس نے کبھی بھی اس سے کہا ہے کہ تم کو جائز نہیں ہیں۔ یہ مسلمانوں کے بیت المال کی ہیں۔ ان کا قول تھا کہ ٹھیلے سائلوں کا خوش کرنا ممکن نہیں ہے۔ اور کہتے تھے کہ مال ہمارے زمانہ میں مومن کا ہتھیار ہے۔ اور میں طالب علم کے لئے پسند کرتا ہوں کہ خرچ سے فارغ البال ہو اس لئے کہ جب وہ محتاج ہوگا تو بہت جلد اس پر مصیبتیں آئیں گی اور فوراً اُس پر لوگوں کی زبانیں کھلیں گی اور وہ ذلیل ہوگا۔ ان کا قول ہے کہ شبہات میں والدین کی اطاعت نہیں کرنا چاہیے۔ اور کہتے تھے کہ علم تو اس لئے حاصل کیا جاتا ہے کہ اُس کے ذریعہ سے اتقا کیا جائے اور اسی لئے اُس کو اوروں پر فضیلت ہے اور اگر یہ نہ ہوا تو اس میں اور دوسری چیزوں میں کچھ فرق نہیں ہے۔ اور بیمار کا اپنے بھائیوں سے بیماری کی شکایت کرنا اللہ عزوجل کی شکایت نہیں ہے۔ مہدی سے رو در رو کہتے تھے کہ ان ملازموں اور اپنے پاس آمد و رفت رکھنے والے فقیروں سے پرہیز کر تیری ہلاکت انھیں کے ہاتھوں پر ہے۔ یہ سب تیری روٹیاں کھاتے تجھ سے روپے لیتے اور تیری خیانت کرتے اور تیری ایسی تعریفیں بیان کرتے ہیں۔ جو تجھ میں نہیں ہیں۔ ان کا قول تھا کہ امامان عدل پانچ ہیں ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ۔ اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم اور جو ان کے سوا کسی اور کا نام لے وہ حد سے گذرا ہوا ہے۔ لوگوں نے ثوری رضی اللہ عنہ کے سارے لباس کی معہ جوتوں کے قیمت لگائی تو ایک درہم اور چار دانگ نکلی۔ یہ کبھی صدر مجلس میں نہ بیٹھے تھے یہ دیوار کے پاس دوزانو بیٹھا کرتے تھے۔ ان کا قول تھا کہ بادشاہ کو اچھے کام کرنے کا حکم صرف اُس شخص کو دینا چاہیے جو امر و نہی کا عالم اور ان کا ہمیشہ برتنے والا اور ان میں میانہ روی اختیار کرنے والا ہو۔ ان سے ایک شخص نے کہا کہ اے ابوعبداللہ لوگ چلے گئے اور ہم پس ماندہ گدھوں پر رہ گئے۔ اس پر ثوری نے کہا کہ یہ بھی بہت ہی اچھے ہیں۔ بشرطیکہ راہ پر ہوں۔ یہ کہا کرتے تھے کہ جب تم کو کسی علاقہ کی نسبت خبر ملے کہ وہاں سستا سماں ہے تو وہاں جا رہو کیونکہ اس سے تمھارا دل و دین سلامت رہے گا اور تردد کم ہو جائے گا۔ اور ان کی نصیحت تھی کہ اگر تمھارا بھائی تم کو کھانے پر بلائے تو جب تک کہ تم یہ نہ دیکھ لو کہ اُس کے کھانے پر تمھارا قلب درست رہے گا اُس وقت تک اُس کی دعوت کو قبول نہ کرو۔ ایک دن انھوں نے ایک شخص کو جسے حاکموں کی خدمت میں دیکھا تھا نصیحت کی تو اُس نے کہا کہ میں اپنے بال بچوں کو کیا کروں۔ یہ سن کر کہنے لگے کہ سنتے ہو اس شخص کی باتیں یہ کہتا ہے کہ اگر خدا کی نافرمانی کرے گا تو اس کے بال بچوں کو روزی ملے گی اور جب اُس کی فرماں برداری کرے گا تو وہ ہلاک ہو جائیں گے۔ پھر کہنے لگے کہ کبھی عیال دار کا اقتدا نہ کرنا اس لئے کہ عیال دار بہت کم حلال و حرام کی آمیزش سے بچتے ہیں اور مشتبہ اور حرام کے کھانے میں ہمیشہ اُن کا عذر یہی ہوتا ہے کہ ہم بچے والے ہیں۔ ان کا قول تھا کہ اگر کوئی بندہ

---

[1] بنو عباس کا تیسرا خلیفہ ابوجعفر منصور کا بیٹا اور ہارون الرشید کا باپ محرم ۱۶۹ھ میں اڑتالیس سال کی عمر میں فوت ہوا۔ مترجم

اللہ کی ایسی عبادت کرے کہ سارے حکموں کو بجالائے مگر وہ دنیا کو دوست رکھے تو قیامت کے دن سارے مجمع کے سامنے اُس کی نسبت منادی کی جائے گی کہ سنو! یہ فلاں فلاں کا بیٹا ہے اس نے اُس چیز کو دوست رکھا تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے دشمن قرار دیا تھا اُس وقت اُس کی ایسی حالت ہوگی کہ شرمندگی سے اُس کے چہرہ کا گوشت ٹپکا پڑے گا۔ یہ کہا کرتے تھے کہ اگر میں دس ہزار دینار چھوڑ جاؤں جس کا محاسبہ بھی دینا پڑے تو میرے نزدیک لوگوں کی محتاجی سے یہ بہتر ہے۔ کیونکہ اگلے زمانہ میں مال مکروہ سمجھا جاتا تھا مگر آج تو یہ مومن کے لئے سپر ہے جو اُس کو بادشاہوں اور مالداروں کی دست نگری سے محفوظ رکھتی ہے۔ یہ کہتے تھے کہ جو شخص لوگوں کا محتاج ہوگا اُس کو سوا اس کے چارہ نہ ہوگا کہ جس چیز میں محتاج ہے اُس میں لوگوں کے لئے اپنے دین کو خرچ کرے اس لئے آدمی کو اپنے قبضہ کا مال رکھنا چاہیے ان کو نصیحت تھی کہ جو شخص تم پر فوقیت جتلائے اُس کے ساتھ سفر نہ کرو کیونکہ اگر تم نے خرچ میں اُس کی برابری کی تو تم کو نقصان پہنچا اور اگر تم نے اُس کا احسان اُٹھایا تو اُس نے تم کو غلام بنا لیا۔ اور کہا کرتے تھے کہ ہمارے زمانہ میں حلال خرچ بے جا کا متحمل نہیں ہے۔ کہتے تھے کہ ایک مرتبہ رات کو میں باہر نکلا اور آسمان کی طرف میں نے نگاہ کی اس کے بعد جو دیکھا تو میرا دل غائب تھا میں نے اپنی والدہ سے بیان کیا اُنھوں نے کہا کہ تو نے آسمان کی طرف عبرت سے نگاہ نہیں کی تھی بلکہ کھیل سے۔ کوئی شخص ان کے سامنے ہدیہ پیش کرتا تھا تو اُس کو پھیر دیتے اور کہتے تھے کہ اگر مجھے لوگوں کی نسبت معلوم ہو جاتا کہ اپنے عطیوں کی وجہ سے مجھ پر تفاخر نہ کریں گے تو میں لے لیتا! اسی لئے یہ بھوکے رہتے مگر قرض نہیں لیتے اور کہتے تھے کہ یہ لوگ اس کو چھپانے کے نہیں بلکہ اوروں کے پاس جائیں گے اور کہیں گے کہ کل رات کو ہمارے پاس سفیان ثوری آیا اور ہم سے قرض لے گیا۔ ان کا قول تھا کہ خراسان میں اذان دینا مکہ میں مجاور رہنے سے افضل ہے۔ دنیا سے پرہیز امیدوں کے کوتاہ کرنے کا نام ہے نہ موٹی جھوٹی غذا کھانے اور کھردرا پہنے اور کمبل اوڑھنے کا۔ دنیا سے پرہیز کرا اور سوتہ نہ لینا نہ دینا۔ جب عالم کو بادشاہ کے دروازہ پر پناہ لیتے دیکھو تو سمجھ لو کہ ریائی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی کے پاس مال ہو اور وہ دنیا سے محترز ہو اور ایک آدمی محتاج ہو اور دنیا کا خواہشمند ہو۔ مجھے بہت پسند ہے کہ میں ایسی جگہ میں ہوں جہاں مجھے کوئی نہ پہچانے۔ جب ان کے سامنے لوگ موت کا ذکر کرتے تھے تو یہ کئی کئی دن ایسی حالت میں رہتے تھے کہ کوئی ان سے فائدہ نہیں حاصل کر سکتا تھا۔ کہا کرتے تھے کہ جب تو نے اپنے آپ کو پہچان لیا تو جو کچھ تیری نسبت کہا جائے گا تجھکو اُس سے ضرر نہ پہنچے گا۔ ہر دشمنی کی جڑ کمینوں کے ساتھ احسان کرنا ہے۔ جب تم اپنے بھائی کو امامت پر حریص دیکھو تو اُس کو پیچھے ہٹا دو۔ کسی بازاری ڈفالی سے کوئی چیز خریدنا میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ کسی مولوی سے خریدوں اس لئے کہ مولوی تمھارے روپوں کے بارہ میں دلیلیں نکالے گا اور گویا مروت یا دیانت سے تم کو پورے روپے دیدے گا۔ میں نے جب کبھی کسی مولوی کی مخالفت کی تو مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ میرا خون حلال کر دے گا جب تم کو کسی مولوی سے کوئی ضرورت پیش آئے تو اُس جیسے کسی دوسرے مولوی کی نظیر پیش نہ کرو ورنہ وہ تمھارا کام نہ نکالے گا کسی نے ان سے پوچھا کہ غوغا¹ عربی میں کیسے آدمی کو کہتے ہیں تو کہا کہ جو لوگ اپنے علم کے ذریعہ سے دنیا ڈھونڈتے ہیں

¹ غوغا عربی میں کمینہ اور بدوضع آدمی کو کہتے ہیں ۱۲۔

یہ کہا کرتے تھے کہ علم کا آغاز اُس کی جستجو ہے بعدہٗ اُس پر عمل کرنا بعدہٗ خاموش رہنا بعدہٗ اُس کا نظارہ اور اگر اہلِ علم اس میں خلوص برتتے تو کوئی عمل اس سے افضل نہ ہوتا۔ یہ اپنے ہاتھ میں دینار لے کر کہا کرتے تھے کہ اگر یہ نہ ہوتے تو ہم کو لوگوں کی خدمت میں کمر بستہ رہنا پڑتا۔ اور کہا کرتے تھے کہ دوستوں کی کثرت دین میں نرمی کی دلیل ہے۔ اور ان کا قول تھا کہ میں نہیں جانتا کیا عجب ہے کہ مجھ پر کوئی بلا نازل ہو شاید مجھ سے کوئی کفر سرزد ہوا ہو۔ یہ کہا کرتے تھے کہ مجھے اس پر تعجب ہے کہ دوزخیوں میں زیادہ تر عورتیں ہوں گی حالانکہ مردوں کے اعمال عورتوں سے زیادہ تر بُرے ہیں۔ انھوں نے تین باتیں اپنے آپ لازم کرلی تھیں ایک یہ کہ کسی سے خدمت نہ لیں۔ کوئی کپڑا تہ کر کے نہ رکھیں۔ اور اینٹ پر اینٹ نہ رکھیں (یعنی عمارت نہ بنوائیں) اور یہ نصیحت کیا کرتے تھے کہ یہ وہ زمانہ ہے جس میں تھوڑے سے خاص لوگوں کو چن لو اور عوام کو چھوڑ دو۔ ان کا قول تھا کہ جس نے اپنے بھائی سے اپنے آپ کو علم و عمل میں بہتر جانا اُس کے علم و عمل کا ثواب جاتا رہا اور کیا عجب ہے کہ اُس کا بھائی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُس سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ یہ جب فکر کرنا شروع کرتے تھے تو مثل سڑیوں کے ہوجاتے تھے کسی کی بات ان کو یاد نہیں رہتی تھی۔ خلیفہ ابوجعفر[1] جب مکہ کو روانہ ہوا تو اُس نے اپنے آگے بڑھئیوں کو روانہ کیا اور اُن کو حکم دیا کہ سفیان ثوری کو جہاں پاؤ سولی پر لٹکا دو، چنانچہ بڑھئی مکہ معظمہ پہنچے اور سولی کھڑی کر کے اُن کے پاس آئے تو دیکھا کہ یہ سوتے ہیں اور ان کا سر فضیل بن عیاض کی اور دونوں پاؤں سفیان بن عیینہ کی گود میں ہیں، بڑھئیوں نے کہا کہ اے ابو عبداللہ اللہ سے ڈرو اور ہم پر ہمارے دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دو (یعنی ہم کو خلیفہ کا حکم تعمیل کرنے دو مورد عتاب نہ کرو) اس پر سفیان ثوری نے بڑھ کر کعبہ کے پردہ کو پکڑ لیا اور کہا کہ اگر ابوجعفر مکہ میں داخل ہوا تو تم کو اُس سے نجات مل گئی۔ چنانچہ وہ مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی مر گیا۔ یہ کہا کرتے تھے کہ میں ابو حبیب بدوی سے ملا تو انھوں نے کہا کہ اے سفیان اللہ تعالیٰ نے تم سے عطیہ کو روک دیا ہے اور اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ وہ تم سے بخل کرتا ہے یا اُس کے یہاں کچھ کمی ہے بلکہ اُس نے تم پر اور اپنے اختیار پر نگاہ کی ہے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ دونوں فرشتوں کو نیکیوں اور بدیوں کی خوشبو و بدبو معلوم ہوتی ہے جب قلب میں یہ باتیں بیٹھ جاتی ہیں اس لئے جس طرح وہ تم کو نہیں ستاتے تم بھی اُن کو نہ ستاؤ۔ ان سے ایسے شخص کی نسبت پوچھا گیا جو اپنے بال بچوں کے لئے کسب کرتا ہے کہ اگر وہ جماعت میں نماز پڑھے تو اُن کی پرداخت نہ کر سکے ایسی حالت میں اس کو کیا کرنا چاہیے۔ انھوں نے کہا کہ اُن کی گزران کے لئے کسب کرے اور اکیلا نماز پڑھے۔ ان کا قول تھا کہ عورتوں کی کثرت دنیا داری نہیں ہے کیونکہ علی رضی اللہ عنہ صحابیوں میں سے بڑے زاہد تھے۔ حالانکہ اُن کی چار بیویاں اور انیس لونڈیاں تھیں۔ کہا کرتے تھے کہ یہ وہ زمانہ ہے جس میں گم نام بے کھٹکے نہیں ہے تو شہرت والوں کا کیا پوچھنا ہے۔ اور ان کی نصیحت تھی کہ جب کسی بدعت کا حال سنو تو اُس کو اپنے یاروں سے بیان نہ کرو اور نہ اُس کو اپنے دل میں جگہ دو۔ اور کہا کرتے تھے کہ ہمارے اس زمانہ میں اہل سنت و جماعت کم ہو گئے یہ

---

[1] بنی عباس کے دوسرے خلیفہ منصور کی کنیت ہے یہ ذی الحجہ ۹۵ھ میں پیدا ہوا۔ اور ۶ ذی الحجہ ۱۵۸ھ میں جبکہ حج کو جا رہا تھا فوت ہوا۔ ۱۲ مترجم۔

کہتے تھے کہ مجھے اس امر کا پتہ کہ فلاں شخص کو دنیا کی محبت ہے اس سے لگتا ہے کہ وہ اہل دنیا کی طرف مائل رہتا اور اُن کو سلام کہلا بھیجا کرتا ہے۔ ان کا قول تھا کہ جب تم نماز کے وقت پولس کے آدمی کو سوتا ہوا پاؤ تو اُس کو نماز کے لئے نہ جگاؤ کیونکہ وہ اُٹھے گا تو لوگوں کو ستائے گا اُس کا سوتا رہنا ہی اچھا ہے۔ ان سے کسی نے کہا کہ آپ حاکموں کے پاس کیوں نہیں جایا کرتے آپ اُن کو ظلم کرنے سے باز رکھیں گے۔ نصیحتیں کریں گے اور ممنوعات سے روکیں گے۔ اس کے جواب میں انھوں نے کہا کہ تم مجھ سے ایسی فرمائش کرتے ہو کہ دریا میں تیروں بھی اور میرے پاؤں بھی نہ بھیگیں۔ مجھے اس کا اندیشہ ہے کہ وہ میری آؤ بھگت کریں گے اور میں اُن کی طرف جھکوں گا بس میرا ئل ہوا ہو جائے گا۔ ایک شخص نے ان کے سامنے اپنی مصیبت بیان کی تو اُس سے کہا کہ آپ تشریف لے جائیے کیا آپ کی آنکھوں میں مجھ سے زیادہ کوئی ذلیل نہ تھا جس کے سامنے اللہ تعالیٰ کا شکوہ کرتے۔ یہ کہتے تھے کہ علماء کی تین قسمیں ہیں۔ ایک[1] تو اللہ اور اللہ کے حکم کا عالم اس کی علامت یہ ہے کہ اللہ سے ڈرے اور اُس کے حدود کے پاس ٹھہر جائے۔ دوسرا[2] اللہ کا عالم مگر اُس کے اوامر کا نہیں۔ اس کی علامت یہ ہے کہ اللہ سے ڈرے مگر اُس کے حدود کے پاس نہ ٹھیرے اور تیسرا[3] اللہ کے احکام کا عالم۔ مگر اللہ کا نہیں اور اُس کی علامت یہ ہے کہ نہ اللہ کے حدود کے پاس ٹھیرے اور نہ اللہ سے ڈرے یہ اُن لوگوں میں سے ہیں جن سے قیامت کے دن جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی۔ اور کہا کرتے تھے کہ جب تم نے اپنے پروردگار کو راضی کیا تو لوگوں کو ناراض کیا اور جب ان کو ناراض کیا تو تیروں کے لئے تیار ہو بیٹھو اور میرے نزدیک اُن کے تیروں کا نشانہ بننا اس سے بہتر ہے کہ آدمی کا دین جاتا رہے۔ اور کہتے تھے کہ جب قرآن پڑھنے والے کو دیکھو کہ اس کے پڑوسی اُس سے محبت رکھتے ہیں تو سمجھو کہ وہ دین میں ڈھیل ڈالنے والا ہے۔ ان کے مناقب بہت ہیں اور اللہ بہتر جانتا ہے۔

(۹۱) امام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن عم ہیں۔ ان کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عبد مناف پر جاکر ملتا ہے۔ یہ غزہ[1] میں پیدا ہوئے اور دو برس کی عمر میں مکہ معظمہ لائے گئے۔ چوّن برس کی عمر پائی اور چار سال مصر میں ٹھیرے بعدہ مصر ہی میں ۲۰۴ھ میں شب جمعہ کو مغرب کے بعد قضا کی۔ انھوں نے اپنی والدہ کے دامن عاطفت میں تنگ حالی اور عسرت کے ساتھ نشو ونما پایا۔ یہ بچپن ہی سے علماء کے جلسوں میں بیٹھتے اور جو کچھ اُن سے حاصل کرتے اُس کو ہڈیوں وغیرہ پر لکھ لیا کرتے تھے کیونکہ کاغذ خریدنے کا مقدور نہ تھا اس طرح سے اُنھوں نے اتنے نوشتے جمع کئے کہ خیمے بھر گئے۔ مکہ معظمہ میں مسلم بن خالد زنگی سے علم فقہ سیکھتے اور خیف[2] کے درّہ میں رہا کرتے تھے۔ اس کے بعد مدینہ طیبہ آئے اور امام مالک رضی اللہ عنہ کا دامن پکڑا اور اُن کو مؤطا زبانی سنائی جس سے ان کو حیرت ہوئی اور انھوں نے کہا کہ خدا سے ڈرتے رہو تم کچھ

---

[1] غزہ بالفتح فلسطین کا ایک شہر ہے ہاشم بن عبد مناف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد نے یہیں وفات پائی تھی یہ ہے مرہم
[2] خیف بالفتح جائے فروتر از درشتی کوہ و بلند تر از سیل آب۔ و ہر نشیب و بلندی دو کوہ و سپیدی در کوہ سیاہ کہ پئی ابو قبیس ست منتہی الارب۔

ہوتے نظر آتے ہو۔ جس وقت شافعیؒ امام مالک کے پاس آئے تھے تو تیرہ برس کے تھے۔ مدینہ طیبہ کے بعد یمن چلے گئے۔ جہاں ان کے چچا قاضی مقرر ہوئے تھے یہاں ان کی شہرت ہوئی۔ پھر عراق پہنچے اور علمی مشاغل میں سخت کوشش کرنے لگے۔ امام محمد بن الحسن اور اور لوگوں سے مناظرے کئے۔ علم حدیث کو پھیلایا اپنا مذہب قائم کیا سنت کے پشت پناہ بنے۔ اور اُس سے احکام استخراج کئے۔ بہت سے عالموں نے ان مذہبوں کو چھوڑ کر جن پر وہ تھے ان کا مذہب اختیار کیا۔ پھر ۱۹۹ھ کے آخر میں مصر روانہ ہوئے اور یہاں اپنی جدید کتابیں تصنیف کیں اور تمام ملکوں سے لوگ سفر کر کے ان کے پاس آنا شروع ہوئے۔ ربیع[۱] بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی کے دروازہ پر سات سو سواریاں ان لوگوں کی دیکھی تھیں جو ان کی کتابیں خود ان سے سننے کو آئے تھے تاہم وہ کہا کرتے تھے کہ جب کوئی صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے اور ان کا قول تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ لوگ اس علم کو اس شرط پر مجھ سے حاصل کریں کہ اُس کا ایک حرف کبھی میری طرف منسوب نہ کریں گے۔ ہمارے شیخ شیخ الاسلام ابو یحییٰ زکریا انصاری کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے امام شافعی کی یہ دعا قبول فرمالی۔ کیونکہ اُن کے مذہب میں جب سنے جاتے ہیں تو اُن کے اصحاب ہی کے اقوال یعنی جہاں دیکھو وہاں یہی پایا جاتا ہے کہ رافعی نے یہ کہا ہے۔ نووی نے یہ کہا ہے۔ زرکشی نے یہ کہا ہے وعلیٰ ہذا۔ امام شافعی کہا کرتے تھے کہ میں دل سے چاہتا تھا کہ جب کسی سے مناظرہ کروں تو اللہ تعالیٰ حق بات کو اُس سے ظاہر کرے ان کا قول تھا کہ علم کی طلب نفل نماز سے بہتر ہے۔ اور جو کوئی آخرت چاہے اُس کو علم میں خلوص برتنا لازم ہے۔ اور اپنے آپ پر سب سے بڑا ظلم کرنے والا وہ ہے جو ایسے شخص سے فروتنی کرے جو اس کی عزت نہ کرے اور ایسے شخص کی محبت کی رغبت کرے جو اس کو نفع نہ پہنچائے اور ایسے شخص کی مدح کو قبول کرے جو اُس کو نہ پہچانے۔ اور علماء کے لئے فقر و قناعت اور ان پر راضی رہنے سے زیادہ کوئی زینت نہیں ہے۔ اور کہا کرتے تھے کہ میں نے بیس سال تک صوفیوں کی صحبت اٹھائی مگر مجھے اُن کی صحبت میں یہی دو باتیں ملیں۔ "وقت تلوار ہے" اور "بہترین عصمت نایافت ہے"۔ جو چاہتا ہو کہ اُس کے حق میں عمدہ فیصلہ ہو اُس کو لوگوں کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہیئے۔ سب سے ظاہر چیز انسان میں اُس کی کمزوری ہے اس لئے جو شخص اپنی کمزوری پر نظر رکھے گا۔ اللہ کے ساتھ سیدھا رہنا اُس کو نصیب ہوگا جس نے غرور نفس کے ساتھ علم حاصل کیا وہ ناکام رہا۔ اور جس نے نفس کی خواری اور علماء کی خدمت کے ساتھ علم حاصل کیا وہ کامیاب ہوا۔ ریاست ملنے سے پہلے دانشمندی حاصل کرلو۔ کیونکہ جب تم کو ریاست مل گئی تو دانشمندی حاصل کرنے کا کوئی رستہ نہ رہا۔ علم کے مسئلوں کی خوب چھان بین کرو ایسا نہ ہو کہ اُس کی باریکیاں ہاتھ سے چلی جائیں۔ عالموں کا حسن نفس کی فیاضی ہے اور علم کا سنگار پرہیزگاری و بردباری ہے۔ علماء کے لئے کوئی عیب اس سے بدتر نہیں ہے کہ جن چیزوں سے بچنے کے لئے اللہ نے اُن کو کہا ہے اُن کی رغبت کریں جو یاد کرلیا گیا وہ علم نہیں ہے علم تو وہ ہے

---

[۱] امام شافعی کے اصحاب میں ایک ربیع بن سلیمان مرادی تھے جنھوں نے ۲۷۰ھ میں قضا کی اور دوسرے ربیع بن سلیمان جیزی جنھوں نے ۲۵۶ھ میں رحلت کی۔ مترجم۔

جو فائدہ پہنچائے عالموں کا افلاس اختیاری ہے اور جاہلوں کا اضطراری۔ علم میں ریاکاری سنگ دل بناتی اور کینے پیدا کرتی ہے۔ لوگ اس سورہ سے غافل ہیں والعصر ان الانسان لفی خسر الخ۔ (عصر کی قسم کہ آدمی گھاٹے میں ہیں) امام شافعیؒ نے رات کے تین حصے کر رکھے تھے۔ پہلی تہائی میں لکھتے۔ دوسری میں نمازیں پڑھتے۔ اور تیسری میں سوتے تھے۔ اور ایک اور روایت میں ہے کہ رات کو بہت ہی تھوڑا سوتے تھے۔ اور ہر روز قرآن کا ایک ختم کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ میں نے کبھی جھوٹ نہ بولا۔ کبھی اللہ کی قسم نہ کھائی نہ جھوٹی نہ سچی۔ کبھی جمعہ کا غسل ترک نہ کیا نہ جاڑوں میں نہ سفر میں اور نہ حضر میں۔ اور سولہ برس سے کبھی سیر ہو کر روٹی نہ کھائی۔ مگر ایک مرتبہ سو اُس کو بھی فوراً قے کر کے نکال دیا۔ ان کا قول تھا کہ دنیا کی فضول کی طلب ایک عذاب ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ اہل توحید کو مبتلا فرماتا ہے۔ یہ عصا ٹیک کر چلا کرتے تھے اور اس کی وجہ پوچھی گئی تو کہا کہ اس لئے کہ مجھے یاد رہے کہ میں دنیا سے سفر کرنے والا ہوں۔ ان کا قول ہے کہ جس پر دنیا کی خواہش شدت سے غالب ہوگی اُس کو ضرور اہل دنیا کی غلامی کرنی پڑے گی۔ جو گداگری پر راضی ہوگا۔ اُس سے خدا کی فرمانبرداری جاتی رہے گی۔ جو چاہتا ہو کہ اللہ اُس پر نورِ قلب کا دروازہ کھول دے اُس کو خلوت میں بیٹھنا۔ کم کھانا کم عقلوں سے ملنے جلنے کو چھوڑنا اور ایسے علم والوں کو جن کا مقصود اپنے علم سے محض دنیا ہے دشمن سمجھنا لازم ہے۔ عالم کے لئے اپنے اعمال میں سے کوئی ایسا وظیفہ ضرور رکھنا چاہیئے۔ جس کو اُس کے اور خدا کے سوا کوئی نہ جانے کوئی شخص چاہے جتنی کوشش کرے۔ کوئی تدبیر نہیں ہے کہ سب کو خوش رکھ سکے۔ اس لئے بندہ کو چاہیئے کہ اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان معاملہ صاف رکھے۔ خلوص ہی والے ریا کو پہچانتے ہیں۔ اگر کوئی شخص سب سے زیادہ عاقل کے بارے میں وصیت کرے تو زاہدوں ہی پر وہ وصیت جاری ہوگی۔ چوپاؤں کی روک تھام سے آدمی کی روک تھام بہت زیادہ مشکل ہے۔ عاقل وہ ہے جس کی عقل نے اُس کو ہر برائی سے باندھ[1] رکھا ہے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ ٹھنڈے پانی سے میری مروت کم ہو جائے گی تو میں نہ پیتا۔ مروت والے مشقت میں رہا کرتے ہیں۔ جو شخص چاہتا ہو کہ اللہ اُس کا خاتمہ بخیر کرے۔ اُس کو لوگوں کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہیئے۔ چالیس برس تک میں نے توقف کیا اور میرے جن بھائیوں نے شادیاں کی تھیں ان سے اُن کی شادیوں کا حال پوچھتا رہا۔ مگر اُن میں سے کسی ایک نے بھی نہ کہا کہ شادی میں کبھی کوئی بھلائی دیکھی۔ وہ شخص تیرا بھائی نہیں ہے جس کی مدارات کی تجھے ضرورت پڑے۔ بھائی کی محبت میں سچے ہونے کی علامتیں یہ ہیں کہ اُس کے عذروں کو مان لے۔ اُس کی خرابیوں کو روکے اور اُس کی لغزشوں کو معاف کر دے۔ دوست کی علامت یہ ہے کہ اپنے دوست کا دوست ہو۔ کوئی خوشی بھائیوں کی صحبت کی خوشی کی برابری نہیں کر سکتی اور نہ کوئی غم اُن کی جدائی کے غم کا۔ اُس سے مشورہ نہ کرو جس کے گھر میں آٹا نہ ہو۔ بھائی کی مروت پر بھروسا کر کے اُس کا حق بجا لانے میں کمی نہ کرو اور اُس شخص کی طرف رخ نہ کرو جو آسانی سے تم کو ٹال دے جس نے تم پر احسان کیا اُس نے تم کو باندھ لیا

---

[1] اس جملہ میں جو لفظی خوبی ہے وہ ترجمہ میں نہیں آسکتی اس لئے کہ "عقل" کے لغوی معنی پاؤں میں "عقال" یعنی بندھن ڈالنے کے ہیں اور امام صاحب نے وہی فعل استعمال کیا ہے جس کا ترجمہ باندھ رکھنا کیا گیا۔ ۱۲

اور جس نے تم پر ظلم کیا اُس نے تم کو رہا کر دیا جس نے اوروں کی چغلی تم سے کھائی۔ اُس نے تمہاری چغلی اوروں سے کھائی۔ اور جو شخص ایسا ہو کہ جب تم اس کو خوش کرو تو تمہارے ایسے اوصاف بیان کرے جو تم میں نہیں ہیں تو جب وہ تم سے ناخوش ہوگا تو ایسی برائیاں بھی کرے گا جو تم میں نہیں ہیں۔

. . . . جس نے اپنے بھائی کو چپ چاپ سمجھایا اُس نے اُس کو درست کیا اور نصیحت کی اور جس نے اُس کو علانیہ سمجھایا اُس نے اُس کو بنایا اور فضیحت کی جس نے اپنے آپ کو اپنی اصلی قیمت سے بڑھ کر دکھایا اُس کو اللہ تعالیٰ نے اُس کی اصلی قیمت پر پہنچایا۔ جس نے جھوٹ سے اپنی زیبائش کی اُس کا پردہ فاش ہوا۔ تکبر کمینوں کے اخلاق میں سے ہے۔ قناعت سے راحت ہے۔ سب سے بڑا رتبہ اُس کا ہے۔ جس کو اپنے رتبہ کا خیال نہیں ہے۔ اور سب سے زیادہ فضیلت اُس میں ہے۔ جو اپنی فضیلت کو نہیں دیکھتا۔ جس نے اپنا راز چھپایا اپنے معاملہ کو اپنے ہاتھ میں رکھا۔ جس شخص کی خطا کی ہنسی اُڑائی گئی۔ ضرور اُس کا صواب ہونا دل میں بیٹھا۔ دنیا کی فراخ حالی تنگ حالی ہے، اور اُس کی تنگ حالی فارغ البالی۔ دل کھول کر ملنا بُرے ہم نشینوں کو اپنی طرف کھینچنا ہے اور رُک کر ملنا لوگوں کو دشمن بنانا ہے اس لئے بیچ میں رہنا چاہیئے۔ جس شخص کی میں نے اُس کے رتبہ سے زیادہ تعظیم کی اُس نے اُسی قدر میری قدر گھٹائی جس قدر میں نے اُس کی قدر بڑھائی۔ غلام میں وفا نہیں اور کمینہ میں شکر نہیں۔ جس میں ننگ نہ ہو اُس کی صحبت قیامت میں ننگ کا باعث ہوگی اور جو کمینوں میں رہے گا کمینہ کہلائے گا۔ جو کانوں سے سُنے گا وہ نقال ہوگا اور جو دل سے سنے گا وہ صاحب جاہل ہوگا اور جو اپنے فعل سے نصیحت حاصل کرے گا وہ راہنما و با کمال ہوگا۔ اسباب نوشت خواند کے بغیر علم کی مجلس میں جانا اور چادر کے بغیر پانی سے عبور کرنا اور ڈونگے کے بغیر حمام میں جانا عورت کا مال لینے کے لئے شوہر کا اُس کی خوشامد کرنا ذلت ہے۔ احمق کی مدارات کا نتیجہ سمجھ سے باہر ہے۔ جس نے قاضی کا عہدہ قبول کیا اور محتاج نہ ہوا وہ چور ہے۔ عالم کے ساتھ ایک جاہل کا رہنا ضرور ہے تاکہ اُس سے دل بہلایا کرے۔ جس نے خدمت کی وہ مخدوم ہوا۔ یہ نہایت سخی تھے۔ یمن سے دس ہزار دینار ساتھ لائے اور مکہ معظمہ کے باہر اپنی راوٹی نصب کرائی۔ لوگ آنا شروع ہوئے اور جب تک سب کو لُٹا نہ لیا، وہاں سے نہ ٹلے اور جب کوئی شخص ان سے سوال کرتا تھا تو شرم سے خود ان کا چہرہ سرخ ہو جاتا تھا۔ ڈاڑھی میں مہندی کا خضاب کرتے تھے اس لئے اکثر بہت سرخ رہتی تھی اور کبھی پیروی سنت کے لئے زرد بھی رکھتے تھے۔ اکثر بیماریوں میں مبتلا رہتے تھے جن میں سے ایک بواسیر تھی۔ اس کی وجہ سے ہمیشہ خون آیا کرتا تھا۔ اور جب کبھی حدیث پڑھانے کو بیٹھتے تھے تو نیچے طشت رکھا جاتا تھا جس میں خون کے قطرے ٹپکا کرتے تھے۔ یونس بن عبد الاعلیٰ کہتے ہیں کہ میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ اُس نے بیماریوں سے اتنی مصیبتیں جھیلی ہوں جتنی امام شافعیؒ نے جھیلی تھیں۔ لباس میں کفایت شعار تھے ان کی انگوٹھی پر یہ عبارت کندہ تھی کفیٰ باللہ ثقۃ محمد بن ادریس (محمد بن ادریس کے بھروسے کے لئے اللہ بس ہے)، ہیبت دار تھے اور ان کی ہیبت کا یہ عالم تھا کہ اگر یہ دیکھتے ہوتے تو ان کے یاران ہم دم پانی

نہیں پی سکتے تھے۔ کندھے پر چادر آڑی پڑی رہتی تھی۔ تکیہ لگا کر مسند پر بیٹھا کرتے تھے اور نیچے دو تلواریں پڑی رہتی تھیں۔ کہا کرتے تھے کہ میں ہر مسلمان کے لئے پسند کرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجا کرے۔ اور اس حدیث کے متعلق (لیس منا من لم یتغن بالقرآن) "کہ جو قرآن میں غنا نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے" کہتے تھے کہ اُس کو درد انگیزی و ترنم کے ساتھ پڑھنا چاہیئے۔ اور ان کا قول تھا کہ جب میں اصحاب حدیث میں سے کسی کو دیکھتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کو دیکھا۔ اور اگر میں کسی بدعتی کو ہوا پر اُڑتے بھی دیکھوں تو اُس کو نہ مانوں۔ اور جس نے اپنے آپ کو محفوظ نہ رکھا اُس کو علم نے کچھ فائدہ نہ دیا۔ جب وہ کوئی لونڈی خرید تے تھے تو اُس سے شرط کر لیتے تھے کہ میں تیرے پاس نہ پھٹکوں گا۔ کیونکہ یہ ہمیشہ بیمار رہتے تھے۔ ان کا مقولہ تھا کہ فیاضی و سخاوت دنیا و آخرت کے عیبوں کو ڈھانکتی ہیں۔ بشرطیکہ اُن میں بدعت کی آمیزش نہ ہو۔ اور جس کو غصہ دلایا جائے اور وہ غصہ نہ ہو وہ مودہو ہے۔ اور جو منایا جائے اور نہ منے وہ شیطان ہے۔ اور کانے۔ بھینگے۔ لنگڑے۔ کبڑے اور اُس شخص سے جس کے رنگ میں سپیدی پر سرخی غالب ہو اور گوسہ (بے ریش و بروت) اور اُس شخص سے جس کے اعضا میں کوئی عیب ہو بچنا چاہیئے کیونکہ اُس میں کجی ہوگی اور اُس سے نباہنا دشوار ہوگا۔ اور جو ریاست کا خواہاں ہو ریاست اُس سے بھاگی۔ اور اُن کا قول ہے کہ اپنی عمر بتانا خلاف مروت ہے۔ اس لئے کہ اگر کم عمر ہے تو لوگ اُس کو جھوٹا سمجھیں گے اور اگر اُس کا سن زیادہ ہے تو لوگ اُس کو بوڑھا جانیں گے۔ جو شخص تم پر ستم کرے اُس کے ساتھ نرم رہو۔ کیونکہ صاف دل بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔ جس کے کپڑے صاف ستھرے ہوں گے اُس کا غم کم ہوگا۔ جس سے اچھی بو آنے لگی اُس کی عقل بڑھے گی۔ جس کو میں نے نصیحت کی اور اس نے مان لی اُس کا رعب مجھ پر بیٹھا اور اُس کی دوستی کا میں معتقد ہوا اور جس نے میری نصیحت نہ مانی وہ میری آنکھوں سے گرا اور میں نے اُس سے کنارہ کیا۔ ربیع لکھتے ہیں کہ جس شب کو امام شافعی نے وفات پائی اُسی رات کو میں اُن کے پاس گیا اور میں نے اُن سے پوچھا کہ آج کا دن کیسا گذرا تو کہا اس حال میں کہ دنیا سے چلنے کی بھائیوں سے چھوٹنے کی موت کا پیالہ پینے کی اپنے بُرے اعمال سے ملنے کی اور بڑے صاحب کرم کے پاس حاضر ہونے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ ان کے مناقب بہت اور مشہور ہیں۔ واللہ اعلم۔

(۹۲) امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا قد لانبا۔ سر بڑا اور گنجا تھا سر اور ڈاڑھی بہت سفید تھی۔ ان کا لباس عمدہ عدنی کپڑوں کا ہوتا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں پڑھانے کو بیٹھتے تو پہلے غسل کرتے اور بخور (دھونی) سے بدن اور کپڑوں کو بساتے اور خوشبو ملتے تھے۔ اور لوگوں کو منع کرتے تھے کہ آواز بلند نہ ہونے پائے۔ گھر کے اندر اُن کا مشغلہ قرآن مجید کا دیکھنا اور اُس کی تلاوت تھی۔ سلاطین ان سے ڈرتے تھے

مونچھ منڈانے کو مکروہ و معیوب سمجھتے اور اس کو (مثلہ) یعنی ناک کان کٹانے کے مشابہ جانتے تھے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ مجھے خبر ملی ہے کہ قیامت کے دن عالموں سے بھی وہی باز پرس ہوگی جو نبیوں سے اور اُن کا قول تھا کہ مسجد میں منافقوں کی وہی مثال ہے جو چڑوں کی پنجروں میں جہاں دروازہ کھلا اور یہ اُڑے۔ پچیس برس تک گھر میں رہے اور نماز کی جماعتوں میں شریک نہ ہوئے۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ باہر کیوں نہیں نکلتے تو کہا کہ اس ڈر سے کہ میں کوئی بُری بات دیکھوں جس کے مٹانے کی مجھے حاجت ہو۔ میں کہتا ہوں کہ ان کے لئے یہ اس لئے جائز رکھا گیا کہ یہ مجتہد تھے اور اگر کوئی اور شخص ایسا کرتا تو اس کے لئے جائز نہ رکھا جاتا۔ ان کا قول تھا کہ جب آدمی نے اپنی تعریف آپ کی تو اس کی رونق جاتی رہی۔ یہ جب کسی مسئلہ میں "ہاں یا نہیں" کہتے تھے تو کوئی یہ نہیں پوچھتا تھا کہ آپ کہاں سے کہتے ہیں۔ انھوں نے نو سو استادوں سے علم حاصل کیا تھا جن میں سے تین سو تابعی تھے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ روایتوں کی کثرت سے علم نہیں آتا وہ تو ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ قلب میں اتارتا ہے۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ علم کی تلاش کے بارہ میں آپ کیا کہتے ہیں انھوں نے کہا کہ عمدہ و خوب ہے مگر دیکھ لینا چاہیے کہ صبح سے شام تک کیا کرنا پڑے گا تب اُس کو اختیار کرنا چاہیے۔ جعفر بن سلیمان نے جب اِن کو طلاق مجبور کے مسئلہ میں پٹوایا اور اونٹ پر سوار کرایا تو اِن سے کہا کہ تم اپنے اوپر آپ منادی کرتے پھرو چنانچہ یہ کہتے جاتے تھے کہ سنو جو شخص مجھے پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہی ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ جان لے کہ میں انس کا بیٹا مالک ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ مجبور کی طلاق کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ خبر جب جعفر کو پہنچی تو اس نے حکم دیا کہ جائے اُن کو اُتار دو۔ ان کا قول تھا کہ جو علم کا طالب ہو اُس کے لئے وقار، دلی سکون اور خدا کا خوف لازمی ہے۔ اور عالم کو نہیں چاہیے کہ جو شخص اس کو نہ مانتا ہو اُس کے سامنے علم کی باتیں کرے، کیونکہ اس میں علم کی ذلت واہانت ہے۔ مدینہ طیبہ کی گلیوں میں ننگے پاؤں اور پیادہ پھرتے اور کہتے تھے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ جس خاک میں اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر ہے اُس کو میں جانور کے سموں سے روندوں۔ امام مالک نے مُطرِّف[1] سے پوچھا کہ لوگ میری نسبت کیا کہتے ہیں تو انھوں نے کہا کہ دوست تو تعریف کرتے ہیں اور دشمن نام دھرتے ہیں۔ اس پر امام صاحب نے کہا کہ ہمیشہ لوگوں کی یہی حالت رہی ہے سب کے دوست بھی ہوتے آئے ہیں اور دشمن بھی لیکن میں اس سے پناہ مانگتا ہوں کہ سب ایک زبان ہوں۔ ان سے کسی نے الرحمٰن علی العرش استویٰ[2] کا مطلب پوچھا تو پسینے پسینے ہو گئے اور سر نیچے کر لیا اور جو لکڑی ان کے ہاتھ میں تھی اُس کو ٹھکرانے لگے۔ پھر انھوں نے سر اٹھایا اور کہا کہ اُس کی کیفیت عقل میں نہیں آسکتی اور خدا کا استویٰ (عرش پر براجنا) نامعلوم نہیں اور اس پر ایمان لانا واجب اور اُس کے بارہ میں پوچھنا بدعت ہے اور میرا گمان ہے کہ تو بدعتی ہے۔ اور اس کو نکلوا دیا

---

[1] بروزن معظم عبداللہ بن مطرف مدینہ طیبہ کے رہنے والے اور بخاریؒ کے شیخ تھے سنہ ۲۲۰ھ میں فوت ہوئے۔ ۱۲

[2] رحمٰن جو عرش پر براج رہا ہے پارہ ۱۶۔ رکوع ۱۰ (سورہ طٰہٰ آیت ۵)

۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ھ میں اس دنیا سے جدا ہو کر بقیع میں دفن ہوئے۔

(۹۳) امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۸۰ھ میں ان کی ولادت باسعادت ہے اور ۱۵۰ھ میں رحلت پُر حسرت۔ بغداد میں ستر برس کی عمر میں انہوں نے قضا کی۔ ان کے زمانہ میں صحابہ میں سے چار بزرگ موجود تھے عہ انس بن مالک۔ عبد اللہ بن ابی اوفیٰ۔ سہل بن سعد۔ اور طفیل جن کی وفات سب سے بعد واقع ہوئی ہے۔ مگر امام صاحب نے ان میں سے کسی سے علم اخذ نہیں کیا۔ مروان کے زمانہ میں قاضی کا عہدہ قبول کرنے کے لئے ان پر جبر کیا گیا اور ان کے سر پر سخت مار پڑی مگر انھوں نے نہ قبول کیا.... اور جب رہائی پائی تو کہتے تھے کہ مجھے مار سے زیادہ اپنی والدہ کے غم کا صدمہ تھا۔ امام احمد حنبل جب کبھی اس واقعہ کا ذکر کرتے تو روتے اور اُن پر افسوس کرتے تھے۔ بعد کو ابو جعفر نے ان پر دباؤ ڈالا اور کوفہ سے بغداد پکڑ بلایا۔ مگر امام صاحب نے انکار کیا اور کہا کہ میں قاضی نہ بنوں گا۔ تب اُس نے ان کو قید کیا اور قید ہی میں قید ہستی سے رہائی پائی۔ ابو جعفر منصور نے کئی مرتبہ قید خانہ سے بلوا کر ان کو دھمکایا مگر یہی کہتے رہے کہ اے منصور خدا سے ڈر اور ایسے آدمی کو مقرر کر جس کو خدا کا خوف ہو واللہ میں تو خوشنودی کی حالت میں بے کھٹکے نہیں ہوں پھر غصہ کی حالت کا کیا پوچھنا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ دو یا تین دن تک یہ قاضی رہے۔ پھر چھ دن بیمار رہ کر قضا کر گئے۔ اور ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ منصور نے ابو حنیفہ، سفیان ثوری، مسعر عہ اور شریک عہ کو قاضی مقرر کرنے کو بلوایا۔ اس پر ابوحنیفہ نے کہا کہ میں سب کے بارہ میں قیاس دوڑاتا ہوں کہ کس کا کیا حال ہوگا۔ میں تو حیلہ کر کے چھوٹ جاؤں گا۔ اور مسعر بے وقوف بن کر نکل جائیں گے۔ اور سفیان بھاگ جائیں گے۔ اور شریک دام میں پھنس جائیں گے۔ چنانچہ جو انھوں نے کہا تھا وہی ہوا۔ مسعر نے اپنے آپ کو اس طرح بے وقوف بنایا کہ جب منصور کے دربار میں حاضر ہوئے تو اُس سے پوچھا کہ تمھارا مزاج کیسا ہے؟ تمھارے بال بچے تو اچھے ہیں تمھارے گدھوں کا کیا حال ہے۔ تمھارے جانور کس طرح ہیں۔ منصور نے کہا کہ اس کو نکال دو یہ سڑی ہے اور سفیان نے جب شریک کی نسبت سنا کہ انھوں نے قبول کر لیا تو اُن کو چھوڑ دیا اور کہا کہ تم بھاگ سکتے تھے مگر نہ بھاگے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ خوش پوشاک تھے اور اِن کے جسم سے خوشبو آتی تھی بڑے سخی اور اپنے بھائیوں کی عمدہ طور پر غم خواری کرنے والے تھے اور جب سامنے سے آتے ہوتے یا اپنے گھر سے نکلتے تھے تو خوشبو سے پہچانے جاتے تھے۔ کہتے تھے کہ میں نے کبھی کوئی ایسی نماز نہ پڑھی جس میں اپنے اُستاد حماد اور ہر ایسے شخص کے لئے جس سے میں نے کوئی علم سیکھا یا جس کو میں نے پڑھایا دعا نہ کی ہو۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے بال بچے ہیں یہ راتوں کو نہیں سوتے

عہ ان کا ترجمہ نمبر ۹۰ پر آئندہ آتا ہے۔

عہ بن شہاب و شریک بن عبد اللہ تابعیان اند ۱۲ منتہی الارب۔

تھے اور نماز کی کثرت کے باعث لوگوں نے ان کا نام "میخ" رکھا تھا۔ اور چالیس برس تک انھوں نے عشا کے وضو سے صبح کی نمازیں پڑھی تھیں اپنے مقروض کی دیوار کے سایہ میں نہ بیٹھتے اور کہتے تھے کہ جس قرض سے کوئی نفع حاصل ہو وہ سود ہے اور عموماً راتوں کو ہر رکعت میں سارا قرآن پڑھا کرتے تھے اور اُن کے گریہ کی آواز سن کر اُن کے پڑوسیوں کو اُن پر ترس آتا تھا جس جگہ انھوں نے رحلت کی وہاں انھوں نے سات ہزار مرتبہ قرآن ختم کیا تھا اور عبداللہ ابن المبارک خود ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے کہتے ہیں کہ انھوں نے چالیس برس تک پانچوں نمازیں ایک ہی وضو سے پڑھی تھیں۔ وہ ہمیشہ ظہر اور عصر کے بیچ میں اور جاڑوں میں اوّل شب میں ایک گھنٹہ سویا کرتے تھے۔ ان کا قول تھا کہ جب قاضی نے رشوت لی تو وہ معزول ہوگیا گو حاکم اُس کو معزول نہ کرے۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ علقمہؓ و اسودؓ میں سے کس میں زیادہ فضیلت تھی تو کہا کہ ہم کو اس کی لیاقت نہیں ہے کہ اُن کا ذکر بھی کریں چہ جائیکہ ہم اُن کے درمیان فیصلہ کریں۔ امام صاحب کہتے تھے کہ میں نے عطاءؓ کو کہتے سنا کہ کوئی مقرب فرشتہ اور کوئی مرسل نبی ایسا نہیں ہے۔ جس پر خدا کی حجّت نہ ہو چاہے وہ اُس پر عذاب کرے اور چاہے معاف کرے۔ اور کہتے تھے کہ مرجیہ فرقہ (جس کے لفظی معنی ہیں تاخیر میں ڈالنے والا) کا یہ نام اس سبب سے ہوا کہ ان سے نافرمانوں کے بارہ میں پوچھا گیا کہ آخرت میں ان کا ٹھکانہ کہاں ہوگا تو ان لوگوں نے کہا کہ ان کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے اس لئے ان کا نام مرجیہ پڑ گیا کہ انھوں نے نافرمانوں کو خدا پر ٹال دیا کیونکہ کافر جہنم میں ہوں گے اور ایمان والے جنت میں۔ اِن کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا جس کے پاخانہ کا پانی ان کے گھر میں ٹپکا کرتا تھا۔ جس کو بیس برس تک روزانہ اپنے گھر سے اٹھا کر گھورے پر پھینک آیا کئے اور کبھی یہودی کو اس کی خبر نہ ہوئی۔ لیکن جب اُس کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو وہ رویا اور اُن کے پاس آکر مسلمان ہوگیا۔ ان کا قول تھا کہ اگر کوئی بندہ یہاں تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے کہ اس ستون جیسا ہو جائے مگر اُس کو اس کی خبر نہ ہو کہ وہ جو کچھ کھاتا ہے وہ حلال ہے یا حرام ہے تو اُس کی عبادت قبول نہ ہوگی۔ ان کا قول تھا کہ پچاس برس تک میں لوگوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا رہا مگر میں نے ایک آدمی بھی نہ دیکھا جس نے میرا کوئی گناہ معاف کردیا ہو یا اُس سے میں نے یاری گٹھ کرلی ہو تو اُس نے مجھ سے میل کیا ہو یا میرا کوئی عیب چھپایا ہو یا جب وہ غصہ ہوا ہو تو مجھے اپنے بارہ میں اُس سے اطمینان ہوا ہو بعد اِن لوگوں میں مشغول رہنا بہت بڑی حماقت ہے اور یہ کہا کرتے تھے کہ اگر تم دنیا کو اور کسی وجہ سے بُری نہیں سمجھتے تو اس سبب سے تو بُری سمجھو کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں ہوتی ہیں اور روٹی کے ساتھ نمک شہوت پرستی ہے۔ رحلت کے بعد ایک شخص نے اِن کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا انھوں نے کہا کہ مجھے بخش دیا۔ تب اُس نے پوچھا کہ کیا علم کے سبب سے۔ تو کہا واحسرتا! علم کے بہت سے آداب اور اُس کے لئے بہت سی شرطیں ہیں جن کو بہت تھوڑے

عہ عہ دیکھو ترجمہ نمبر ۲۸ و نمبر ۲۹۔

؎ یہ مشہور تابعی تھے جن کا ترجمہ نمبر ۸۴ پر درج ہے ۱۲۔

بجالاتے ہیں۔ پھر اُس نے کہا کہ آخر کس سبب سے بخشا تو امام صاحب نے کہا کہ اس وجہ سے کہ لوگ مجھ پر وہ عیب دھرتے ہیں جو مجھ میں نہیں ہیں۔ ان کا قول ہے جس نے اپنی شرم گاہ کو ہلکا سمجھا اُس نے اپنے دین کو ہلکا سمجھا اور اگر بندہ اپنے گمان کی نسبت لب نہ ہلائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ دنیا میں پرہیزگار فقیہ سے بڑھ کر کوئی صاحب عزت نہیں ہے۔ ایک شخص نے ان سے کہا کہ میں آپ کو دوست رکھتا ہوں تو اُس سے کہا کہ تمھاری دوستی میں کوئی چیز مانع نہیں ہے کیونکہ نہ تم میرے چچازاد بھائی ہو اور نہ پڑوسی اور غوغاء سے مراد وہ قصہ خواں ہے جو لوگوں کا مال کھا جاتے ہیں۔ اور قاضی کو اُس کے عہدہ پر ایک سال سے زیادہ نہ رہنے دینا چاہئے کیونکہ جہاں سال بھر سے زیادہ رہا تو اُس کی فقاہت رخصت ہو گئی۔ ان کے مناقب بہت اور مشہور ہیں۔

(۹۴) امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ

یہ کہا کرتے تھے کہ نصیب اُس کے جس کو اللہ تعالیٰ گم نام کر دے اور میں نے رب العزت کو خواب میں دیکھا اور اُس سے پوچھا کہ کونسی چیز ایسی ہے جس سے تیری قربت ڈھونڈھنے والے اپنی مراد کو پہنچیں۔ ارشاد ہوا کہ اے احمد! میرا کلام۔ تب میں نے سوال کیا کہ سمجھ کر یا بے سمجھے۔ فرمایا کہ سمجھ کر ہو یا بے سمجھے۔ اِن کی عادت تھی کہ جب ان کو کوئی حدیث تنہا ملتی تھی تو جب تک اُس کے ساتھ دوسری نہ ہوتی تھی اُس کو بیان نہیں کرتے تھے میں کہتا ہوں کہ یحیٰی بن معین اور عبداللہ ابن داؤد کا بھی یہی حال تھا واللہ اعلم۔

ان کا قول تھا کہ حضرت یحیٰی بن زکریا علیہ السلام نے نگاہ کی نگہداشت کے لئے شادی کی تھی یہ سنت کی پیروی اور بدعت سے پرہیز کرنے میں ضرب المثل تھے رات کے قیام کو کبھی ترک نہ کرتے تھے اور ہر شب و روز میں ایک ختم کرتے اور اس کو لوگوں سے مخفی رکھتے تھے۔ ابو عصمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ......

...... ایک رات کو میں امام احمد رضی اللہ عنہ کے پاس رہا۔ تو انھوں نے میرے پاس پانی لاکر رکھ دیا اور جب صبح کو انھوں نے پانی کو جوں کا توں پایا تو کہا کہ سبحان اللہ! جو شخص علم کا طالب ہو اُس کا رات کا کوئی وظیفہ نہ ہو۔ یہ صاف ستھرے سفید کپڑے پہنتے اور مونچھوں اور سر کے بالوں اور جسم کو صاف رکھتے تھے۔ اور مجلس ان کی آخرت کے لئے خاص تھی اُس میں دنیا کی کسی چیز کا ذکر نہ ہوتا تھا۔ شادیوں۔ نکاحوں اور ختنہ کی تقریبوں میں شریک ہوتے اور کھانا کھاتے تھے۔ ان کی والدہ کے پاس کپڑے نہ تھے اور ان کے پاس زکوٰۃ آئی تو اس کو واپس کر دیا اور کہا لوگوں کے میل سے ان کی عریانی بہتر ہے اس گھر میں تھوڑے ہی دن رہنا اور پھر تو کوچ کر جانا ہے۔ ان کو جب بھوک لگتی تھی تو روٹی کے سوکھے ٹکڑوں کو گرد و غبار سے صاف کر کے ایک پیالہ میں رکھتے اور اس پر پانی ڈالتے تھے اور جب وہ بھیگ جاتے تو نمک سے کھا لیتے تھے۔ اور بعض وقت ان کے لئے مٹی کی ہانڈی میں دال چربی ملا کر پکائی جاتی تھی اور اکثر یہ سالن کے بجائے سرکہ ہی پر اکتفا کرتے تھے اور جب رستہ میں چلتے تو کسی کو اپنے ساتھ

چلنے نہ دیتے تھے۔ جب یہ بیمار ہوئے تو ان کا قارورہ طبیب کے پاس گیا اُس نے اُسے دیکھکر کہا کہ یہ ایسے شخص کا قارورہ ہے جس کے جگر کو فکر و غم نے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا ہے یہ لڑکپن ہی سے رات بھر بیدار رہا کرتے تھے غایت درجے کے تنہائی پسند تھے مسجد یا جنازہ یا بیمار پُرسی کے سوا کہیں کسی کی نظر ان پر نہیں پڑتی تھی۔ بازار میں چلنے کو بُرا سمجھتے تھے۔ ان کا وظیفہ ہر شب و روز میں تین سو رکعتیں تھیں مگر جب کوڑوں سے پٹے تو بدن کمزور ہو گیا اس لئے ہر رات اور دن میں ڈیڑھ سو رکعتیں پڑھتے تھے۔ انھوں نے پانچ حج کئے تھے جن میں سے تین پا پیادہ۔ اور ہر حج میں درہم دسواں حصہ روپیہ خرچ کئے تھے۔ خدائی آزمائش کے زمانہ میں جب یہ تازیانہ لگانے کو لائے گئے تو جناب باری عزاسمہ نے ایک شخص کے ذریعہ سے ان کی دھارس بندھائی اس شخص کا نام ابوالہیثم عیار تھا۔ یہ امام صاحب کے پاس کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اے احمد میں فلاں چور ہوں۔ مجھ پر اٹھارہ ہزار تازیانے پڑے کہ میں اقرار کروں مگر میں نے اقرار نہ کیا حالانکہ میں جانتا تھا کہ میں بر سرِ ناحق ہوں اس لئے تازیانوں کی گرمی سے بے چینی ظاہر کرنے سے بچتے رہنا۔ کیونکہ تم حق پر ہو۔ چنانچہ جب امام احمد کو مار سے درد محسوس ہوتا تھا تو اُس چور کی بات کو یاد کر لیتے تھے۔ اور اس کے بعد ہمیشہ اس پر مہربانی کیا کرتے تھے۔ جب امام احمد خلیفہ متوکل کے پاس گئے تو اس نے اپنی ماں سے کہا۔ کہ اماں جان اس شخص سے تو ہمارا گھر منور ہو گیا پھر لباسِ فاخرہ آیا اور امام صاحب کو پہنایا گیا تو وہ روئے اور کہنے لگے کہ میں عمر بھر تو ان لوگوں سے بچا رہا مگر جب موت نزدیک پہنچی تو ان کے اور ان کی دنیا کے ساتھ مبتلا ہو گیا اور جب باہر آئے تو وہ کپڑے انھوں نے اتار ڈالے یہ لگاتار روزہ رکھتے اور ہر تین دن کے بعد کھجور اور ستو سے افطار کرتے تھے۔ فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ امام احمد رضی اللہ عنہ اٹھائیس مہینے قید رہے اور اس عرصہ میں تھوڑی تھوڑی مدت کے بعد اس قدر تازیانے ان پر پڑتے تھے کہ بیہوش ہو جاتے تھے اور تلوار سے اُن کو چرکے لگائے جاتے اور زمین پر ڈال کر اُن کو پاؤں سے روندتے تھے اور معتصم کے مرنے تک یہ اسی مصیبت میں رہے اور اُس کے بعد جب واثق خلیفہ ہوا تو ان کو اذہ گراں گذرا اور کہنے لگے کہ میں ایسے شہر میں نہیں رہنا چاہتا جہاں ملحد قرار دیا جاؤں۔ چنانچہ چھپے رہے نماز وغیرہ کے لئے بھی نہ نکلتے تھے یہاں تک کہ واثق مر گیا اور متوکل خلیفہ ہوا تو اس نے امام احمد کی مصیبتیں دور کیں اور اُن کو اپنے حضور میں بلوایا اور اُن کی تعظیم و تکریم کا حکم دیا اور تمام ممالک اسلامیہ میں ایذا دہی اٹھا دینے اور سنت کا اظہار کرنے اور قرآن کے غیر مخلوق ہونے کے بارہ میں فرمان جاری کئے اور معتزلہ کے گروہ جو اہل بدعت تھے ٹھنڈے پڑ گئے۔ احمد بن غسان کا بیان ہے کہ جب میں امام احمد کے ساتھ مامون کے پاس پکڑا ہوا گیا تو خلیفہ کا خادم ہم سے آکر ملا اُس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے وہ ان کو پوچھتا جاتا اور کہتا جاتا تھا کہ اے ابو عبد اللہ جو مصیبت تم پر آئی ہے اُس کا مجھے سخت صدمہ ہے امیر المومنین نے وہ تلوار نیام سے نکال کر رکھی ہے جو کبھی نہیں نکالی تھی اور چمڑے کا وہ زیرانداز بچھوایا ہے جو کبھی نہیں بچھوایا تھا اور اُس نے کہا ہے کہ مجھے جو قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اُس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جب تک یہ دونوں قرآن کو مخلوق نہ کہیں گے میں اپنی تلوار احمد اور اُس کے ساتھی سے الگ نہ کروں گا یہ سن کر

امام احمد اپنے گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے اور آسمان کی طرف دیکھنے اور دعا کرنے لگے۔ چنانچہ تہائی رات بھی گذرنے نہ پائی تھی کہ نالہ و شیون کی صدائیں بلند ہوئیں اور وہی خادم یہ کہتا ہوا ہماری طرف آیا کہ اے احمد تم نے سچ کہا قرآن اللہ کا کلام غیر مخلوق ہے واللہ امیر المومنین مرگیا۔ اور مدینہ طیبہ میں داخل ہونے سے پہلے امام احمد کو ایک عابد ملا تھا اس نے ان سے کہا تھا کہ اے احمد دیکھو تمہارا آنا مسلمانوں کے لئے منحوس نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف سے تمہارا سفیر مقرر ہونا پسند فرمایا ہے لوگ انتظار کر رہے ہیں کہ تم کیا کہتے ہو وہی وہ بھی کہنے لگیں گے۔ امام احمد نے اس کے جواب میں حسبنا اللہ ونعم الوکیل (اللہ ہم کو بس کرتا ہے اور وہی اچھا وکیل ہے) کہا تھا اور جب ان کو قید کیا تو ان کے پاؤں میں چار بیڑیاں ڈالیں اور وہ شخص جو خلیفہ کی طرف سے امام احمد سے لڑتا تھا ابن ابی داؤد تھا یہ خلیفہ سے کہتا تھا کہ احمد گمراہ بدعتی ہے اور پھر ان کی طرف منہ کر کے کہتا تھا کہ خلیفہ نے قسم کھائی ہے کہ تجھکو وہ تلوار سے قتل نہ کرے گا بلکہ چرچے پر چرکے لگاتا جائے گا یہاں تک کہ تم مرجاؤ گے۔ چنانچہ شب و روز امام احمد کے ساتھ مخالفین مناظرہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ خلیفہ گھبرا گیا اور جب مباحثہ نے بہت طول پکڑا تو ابن ابی داؤد نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین آپ ان کو قتل کرڈالئے ان کا خون ہماری گردن پر ہے اس پر خلیفہ نے اپنے ہاتھ سے امام احمد کے منہ پر اس قدر طمانچے مارے کہ ان کو غش آگیا۔ تب خلیفہ کو امام احمد کے ان طرفداروں سے جو ان کے ساتھ تھے اپنی جان کا خوف ہوا۔ اس لئے اس نے ان کے چہرہ پر پانی کے چھینٹے دیئے امام احمد کہتے ہیں کہ جب میں سزائے تازیانہ کے لئے سامنے لایا گیا اور لوگ خلیفہ کے سامنے کھڑے ہوئے تھے تو ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تم اپنے دونوں ہاتھوں سے دونوں لکڑیوں کے سرے کو تھامے رہنا مگر میں اس کی بات نہ سمجھا اس سبب سے میرے دونوں ہاتھ اکھڑ گئے لوگوں کا بیان ہے کہ امام احمد کو برابر مرتے دم تک اس کی تکلیف رہی اور کئی سال تک مارنے کے بعد ہمیشہ ان کے سرین سے گوشت کی بوٹیاں اور چھیچھڑے نوچا جاتا تھا۔ بشر بن الحارث رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ امام احمد کا امتحان بھٹی میں ڈال کر کیا گیا۔ چنانچہ وہ کندن ہو کر نکلے۔ اور ہیثم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانہ کے لوگوں کے لئے اللہ کی حجت تھے اور فضیل اپنے زمانہ کے لوگوں کے لئے اور ہر زمانہ میں ایسا ہی معاملہ برابر ہوتا آیا ہے۔ امام احمد کہا کرتے تھے کہ اگر کسی شخص میں نیکی کی سو خصلتیں ہوں مگر وہ شراب پیتا ہو تو یہ سب کی سب کو مٹا دے گی۔ اور کہتے تھے کہ ایسے شخص سے علم نہ اخذ کرو جو اس کے بدلے دنیا کی کوئی چیز لیتا ہو۔ ان کا ایک پڑوسی بیمار ہوا تو یہ اس کی عیادت کو نہ گئے اس پر ان کے بیٹے نے ان سے کہا کہ آپ نے پڑوسی کی بیمار پرسی کیوں نہ کی انہوں نے جواب دیا کہ اس نے ہماری عیادت نہ کی۔ پھر ہم کیوں کرتے۔ ان کا قول تھا کہ صحابہ میں سے کسی کے اتنے فضائل نہیں آئے ہیں جتنے کہ علیؓ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے۔ خضر علیہ السلام نے ان کے پاس ایک فقیہ کو بھیجا اس نے کہا کہ اے احمد تو نے جو خدائے عزوجل کے لئے اپنی جان پر مصیبت برداشت کی اس سے آسمان کے رہنے والے اور عرش کے ارد گرد والے تجھ سے خوش ہیں۔ ۲۴۱ھ میں ستتر سال پورے کر کے

دارالمحن سے ابدی دارالامن کو سدھارے۔ جب یہ بیمار ہوئے تو ان کی عیادت کے لئے ان کے دروازہ پر اس قدر آدمی اور اُن کی سواریوں کے جانور جمع ہوئے کہ تنشاہ راہیں اور کوچے دگلیاں بھر گئیں۔ اور جس وقت طائر روح قفس عنصری سے پرواز کرگیا تو نالہ دشیون کی صدائیں بلند ہوئیں اور اُن کی وفات سے دنیا گونج اُٹھی اور بغداد والے اس کثرت سے ان کی نماز پڑھنے کو میدان میں نکل کرآئے کہ حاضرین جنازہ میں سے مردوں کا شمار آٹھ لاکھ اور عورتوں کا ساٹھ ہزار تک پہنچا۔ اور جو لوگ کہ اطراف میں اور کشتیوں اور مکان کی چھتوں پر تھے وہ بھی ملالئے جائیں تو دس لاکھ سے زیادہ تک تعداد پہنچتی ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سب ملاکر پچیس لاکھ آدمی تھے۔ اور اس دن بیس ہزار یہودی و نصرانی و آتش پرست مسلمان ہو گئے۔

(۹۵) ابو محمد سفیان بن عُیَینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

چار برس کے تھے جب انھوں نے قرآن حفظ کیا تھا۔ اور سات برس کی عمر میں حدیثیں لکھیں۔ ان کا قول تھا کہ جس سے تم کو فائدہ نہ پہنچے اُس کو اگر تم نہ پہچانو تو تم پر کوئی الزام نہیں۔ ایک مرتبہ انھوں نے اپنے ایک بھائی کو لکھا کہ بھائی جان کیا تمہارا وہ وقت نہیں پہنچا ہے کہ آدمیوں سے وحشت کرو ہم نے تو ایسے لوگوں کا زمانہ پایا ہے کہ جب اُن میں سے کوئی چالیس برس کی عمر کو پہنچتا تھا تو ایسا موت کے سامان میں لگ جاتا تھا کہ اپنے تمنا ساؤں سے دیوانہ بن جاتا اور گویا مخبوط الحواس ہو جاتا تھا لوگ جب ان کو کوئی چیز دیتے تو یہ کہتے تھے کہ فلاں شخص کو دو وہ مجھ سے زیادہ حاجت مند ہے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ جس نے مصیبت پر صبر کیا اور قضا پر رضا ظاہر کی اُس کا کام پورا ہو گیا ان کا قول ہے کہ کسی شخص کی بُرائی کے لئے یہی کافی ہے کہ اپنے آپ میں فساد دیکھے اور اُس کی اصلاح نہ کرے۔ اور دو خصلتوں کا حاصل کرنا دشوار ہے لوگوں کے قبضہ کی چیزوں کے لالچ سے دست بردار ہونا اور اللہ کے لئے عمل کا خالص بنانا۔ اور جب میرا دن ناسمجھ کا دن ہو اور میری رات جاہل کی رات تو جو علم میں نے لکھا ہے۔ اُس کو لے کر میں کیا کروں گا۔ اور جس کو زیادہ عقل ملی اُس کی روزی کم ہوئی اور دنیا میں لا الٰہ الا اللہ بمنزلہ پانی کے ہے اس لئے جس کے ساتھ۔ لا الٰہ الا اللہ نہیں ہے وہ مردہ ہے اور جس کے ساتھ ہے وہ زندہ ہے۔ اور خدائے عزوجل نے بندوں کو کوئی نعمت اس سے عمدہ نہیں دی ہے کہ اُن کو لا الٰہ الا اللہ سے واقف کردیا ہے اور لا الٰہ الا اللہ آخرت میں وہی کام دے گا جو کام دنیا میں پانی دیتا ہے۔ اور جس نے اس قسم کی حدیثوں کی کہ من غشّنا فلیس منّا۔ یہ تفسیر کی کہ وہ ہماری راہ راست اور ہمارے عمدہ طریقہ پر نہیں ہے۔ اُس نے بے ادبی کی کیونکہ اُس کی تفسیر سے خاموش رہنا ڈرانے اور خوف دلانے کے لئے بہت زیادہ بلیغ ہے۔ اور دنیا کی نسبت: حدیہی ہے کہ صبر کرے اور موت کا امیدوار رہے حسن ملنہ کا بیان ہے کہ سفیان بن عیینہ نے میرے لئے اپنی آستین سے جَو کی ایک روٹی نکالی اور کہا کہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اُس کو چھوڑو کیونکہ ساٹھ برس سے

سے میری غذا یہی ہے۔ اور لابدی چیز کی طلب حب دنیا نہیں ہے۔ اور زمزم کا پانی بمنزلہ خوشبو کے ہے اس کو پھینکنا نہ چاہیے اور آن کا قول ہے کہ جب مومن کا جی قرض کے ساتھ وابستہ رہتا ہے جب تک کہ وہ ادا نہ ہو جائے تو پھر غیبت کرنے والے کا کیا حال ہوگا۔ کیونکہ قرض ادا ہو سکتا ہے اور غیبت ادا نہیں ہو سکتی۔ اور فرض کرو کہ اگر کسی شخص نے ایک آدمی کا مال لے لیا اور اس آدمی کی موت کے بعد وہ پرہیزگار ہو گیا تو یہ ہو سکتا ہے کہ وہ مال اس کے وارثوں کو دیدیا جائے۔ اور بہر حال ان چیزوں کے کفارے ہیں۔ لیکن اگر کسی شخص نے ایک آدمی کی غیبت کی اور بعد کو پرہیزگار ہو گیا اور اس آدمی کے مرنے کے بعد اُس کے وارثوں بلکہ تمام دنیا کے لوگوں کے پاس آیا اور سب نے اُس کو معاف بھی کر دیا تب بھی وہ غیبت معاف نہ ہوئی۔ اس لیے مومن کی آبرو اُس کے مال سے بڑھکر ہے۔ اور کہا کرتے تھے کہ خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو نصیحت کی تھی کہ گناہ کے سبب سے کسی پر عیب نہ لگانا۔ ان کا قول ہے کہ ایک انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا راز ہوا کرتا ہے اور ایک علماء کا اور ایک بادشاہوں کا۔ پس انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام اگر عوام پر اپنا راز ظاہر کر دیتے تو نبوت میں خلل آتا اور اگر علماء اپنا راز عامیوں پر فاش کر دیں تو فساد پھیل جائے اور اگر بادشاہ اپنا راز کھول دیں تو سلطنت میں خلل آجائے۔ اور ان کا قول ہے کہ علم اگر تم کو نفع نہیں پہنچاتا تو ضرر پہنچائے گا۔ جب یہ نماز پڑھ چکتے تو کہتے تھے کہ خدایا جو کچھ قصور و خطا مجھ سے اس نماز میں ہوئی اُس کو بخش دے۔ اور یہ کہا کرتے تھے کہ طالب علم جب تک اپنے آپ کو سب مسلمانوں سے کم نہ سمجھے دانشمند نہیں ہوتا۔ اور اگر بغیر جھگڑے اور دانش کے تم اپنا حق نہ پا سکو تو اگر تم اپنے دین کی سلامتی چاہتے ہو تو اس سے دست بردار ہو جاؤ۔ اور بہت سے آدمی ایسے ہیں جو دنیا کی نسبت زہد کا اظہار کرتے ہیں مگر اللہ ان کے دل سے آگاہ ہے کہ اُس میں دنیا کی محبت ہے۔ اور فقیری کا چھپانا مطلوب ہے کیونکہ یہ اچھے اعمال میں سے ہے اور نفس پر سب سے زیادہ دشوار یہی ہے۔ اور جہاد دو ہیں۔ ایک تو دشمن کے ساتھ۔ اور دُوسرا نفس کے ساتھ۔ اور جو لوگ پہچانے گئے وہ اس سبب سے کہ وہ اس امر کو دوست رکھتے تھے کہ نہ پہچانے جائیں۔ اور اذان سے پہلے نماز کو آنا چاہیے اور میٹھے غلام نہ بننا چاہیے کہ جب تک بلائے نہ جائیں حاضر نہ ہوں اور تمہارے لئے کوئی چیز اُس علم سے زیادہ مضر نہیں ہے جس پر تم عمل نہیں کرتے۔ اور اول زمانہ کے بُرے تمہارے آج کے اچھوں سے اچھے تھے۔ اور جس زمانہ کے لوگ ہم جیسے کے محتاج ہوں ضرور وہ بُرا زمانہ ہے ۱۰۷ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور مکہ معظمہ میں سکونت اختیار کی اور یہیں سے ۱۹۷ھ میں اکیانوے سال کی عمر میں سفر آخرت اختیار کیا اور حجون میں دفن ہوئے۔

(۹۶) شعبہ ابن الحجاج رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کو روایت وحدیث کا امیرالمومنین کہا کرتے تھے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ واللہ شیطان مولویوں سے اسی طرح کھیلنے لگا جس طرح بچے اخروٹ سے کھیلتے ہیں پھر جو مولوی نہیں ہیں ان کا کیا حال ہوگا انھوں نے اس قدر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تھی کہ ان کا چمڑا ہڈیوں سے لگ گیا تھا یہ ہمیشہ برابر روزے رکھا کرتے تھے اور جو شخص آٹھ درہم کی قیمت کی پوشاک پہنتا تھا اس کو نام رکھتے اور کہتے تھے تو نے چار درہم کا ایک کرتہ بنا لیا ہوتا اور باقی کو خیرات کردیا ہوتا۔ اور اگر کوئی کہتا کہ میں ایسے لوگوں کا ہم صحبت ہوں کہ ان کے لحاظ سے مجھکو خوش پوشاک رہنا پڑتا ہے تو کہتے تھے کہ کیا خاک خوش پوشاک رہنا پڑتا ہے۔ اور جب بیت اللہ جانے والے سائل کے پاس سے ان کا گذر ہوتا تھا تو جو کچھ ان کے پاس ہوتا یہ سب اس کو دیدیتے تھے۔ اور اپنے یاروں سے کہا کرتے تھے کہ اگر مجھے محتاجوں اور فقیروں کے لئے سوال کرنے کی حاجت نہ ہوتی تو میں کسی کے ساتھ نہ بیٹھتا۔ ان کی پوشاک کی رنگت مٹیالی رہا کرتی تھی اور جب یہ اپنی کھال کو کھجاتے تھے تو اس سے مٹی نکلتی تھی۔ اور جب سائل کے دینے کو کچھ نہ پاتے تو اپنی سواری کا گدھا دیدیتے اور خود پیادہ چلتے تھے۔ اور جب کبھی کشتی میں بیٹھتے تو اس میں جتنے آدمی ہوتے سب کی طرف سے کرایہ بھی ادا کرتے تھے۔ لوگوں نے ان کے گدھے کی معہ اس کے زین اور لگام کے سترہ درہم قیمت لگائی تھی۔ اور ان کی پوشاک کو آنکا تو دس درہم کی بھی نہ تھی۔ حالانکہ ایک ایک کرتہ ایک تہ بند اور ایک چادر اس میں تھی۔ خلیفہ مہدی نے ان کے لئے تیس ہزار درہم (نو ہزار تین سو پچھتر روپے) بھیجے انھوں نے بیٹھے بٹھے سب کو لٹا دیا اور اس میں سے ایک درہم بھی نہ لیا۔ حالانکہ اُن کے اہل وعیال روٹیوں کو محتاج تھے۔ ۱۶۰ھ میں ستاوٗے برس کے ہوکر بصرہ سے جنت کی راہ لی۔

(۹۷) مسعر بن کِدام (بکسر کاف) رضی اللہ عنہ

ان کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے ہوا کرتے ہیں کہ اگر ان کو معلوم ہوجائے گا کہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے یہ مصیبت نازل ہونے والی ہے تو اپنے پروردگار اور اُس کے حکم کی محبت سے اُس کا استقبال کرنے کو دوڑیں پھر اُس کے آچکنے کے بعد اُسے بُرا کیونکر سمجھیں گے۔ یہ جب قرآن مجید کھولتے اور اُس میں کسی ایسی قوم کا قصہ دیکھتے جس پر اللہ تعالیٰ نے عذاب کیا ہے تو کہتے کہ خداوندا! میرے دل میں اُن کی رحمت آگئی ہے۔ اب تو چاہے مجھے بخش دے اور چاہے مجھ پر عذاب کرے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ بیکار نہ بیٹھا کرو کیونکہ موت تمہاری تلاش میں ہے۔ اور نماز کے بعد اشعار پڑھا کرتے جن کے مضمون یہ ہوتے تھے کہ نفس کی یہ حالت ہوگی اور وہ حالت ہوگی۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ اہل مدینہ میں بڑا فقیہہ کون ہے تو کہا کہ جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہے وہی سب سے بڑا فقیہہ ہے۔ اور ہر شب کو نصف قرآن پڑھے بغیر نہیں سوتے تھے اور جب اپنے اس وظیفہ سے فارغ ہوتے تو چادر لپیٹ کر ہلکی سی نیند لے لیتے

اور پھر ایسے خوف زدہ ہو کر اُچھل پڑتے کہ گویا کوئی بیش بہا چیز گم ہو گئی ہے اور یہ اُس کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ اس وقت مسواک کرتے اور وضو کرتے فجر تک قبلہ رُخ بیٹھے رہتے۔ یہ اپنے علم کے چھپائے رکھنے میں سخت کوشش کرتے تھے۔ اور یہ کہا کرتے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ کسی غمگین رونے والی کی آواز سنا کروں۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ فلاں شخص آپ کے عیبوں سے آپ کو آگاہ کیا کرے اُس کو جواب دیا کہ اگر نصیحت کی نیت سے ہے تو ہاں' اور اگر میری ہیٹی کرنے کا ارادہ ہے تو نہیں۔ جب کبھی ان کے دل میں قیامت کا خیال آتا تو اس قدر روتے کہ حاضرین کو ان پر رونا آتا تھا۔ یہ اپنی والدہ کی خدمت کیا کرتے اور کہتے تھے کہ اگر میری والدہ نہ ہوتیں تو میں ضرورت کے سوا کبھی مسجد کو نہ چھوڑتا اور ان کی حالت یہ تھی کہ جب مسجد میں آتے' تب روتے اور جب وہاں سے باہر نکلتے تب روتے جب نماز پڑھتے تب روتے اور جب بیٹھتے تب روتے ان کے مرض الموت میں سفیان ثوری رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مُسعر یہ سب گھبراہٹ کیسی واللہ میں تو چاہتا ہوں کہ مجھے ابھی موت آجائے۔ مُسعر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے سفیان تم کو اپنے اعمال پر وثوق ہے۔ لیکن واللہ میرا تو یہ حال ہے کہ گویا پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہوں' نہیں جانتا کہ کہاں اُتروں' اس پر سفیان رضی اللہ عنہ روئے اور کہنے لگے کہ بھائی جان! بے شک تم میں خدا کا خوف مجھ سے زیادہ ہے۔ اور سفیان ثوری رضی اللہ عنہ جب ان کی روایت بیان کرتے تو ان کی کنیت "ابوسلمہ" سے یاد کرتے اور کہتے تھے کہ ان کا نام لیتے مجھے شرم آتی ہے۔ ان کی پیشانی پر سجدہ کرتے کرتے بکری کے گھٹنے جیسا گٹا پڑ گیا تھا۔ ان کا قول تھا کہ جو عالم بادشاہ کے انعام قبول کرے اور اینٹوں سے اپنا مکان بنائے اُس کی تعریف نہ کرنا چاہیے۔ ایک مرتبہ ان کی والدہ نے عشا کے بعد پینے کو پانی مانگا اور جب یہ باہر سے کوزہ میں پانی لے کر آئے تو وہ سو گئی تھیں۔ یہ ہاتھ میں کوزہ لئے ہوئے ان کے بیدار ہونے کے انتظار میں صبح تک کھڑے رہے۔ اور جب خلیفہ ابوجعفر منصور نے ان کو قاضی مقرر کرنے کو بلایا تو اُس سے کہا کہ امیر المومنین ذرا آپ تامل کریں میرے گھر کے لوگوں کو اگر ایک درہم کی کوئی چیز منگوانی ہوتی ہے اور میں اُن سے کہتا ہوں کہ میں خرید لاتا ہوں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تیری خریداری پسند نہیں کرتے۔ پھر جب میرے گھر کے لوگ میری ایک درہم کی خریداری سے راضی نہیں ہوتے تو آپ مجھے قاضی کیونکر مقرر کرتے ہیں۔ اس پر خلیفہ نے ان کو معاف کر دیا اور کہا کہ اگر مسلمانوں میں تیرا مثل ہوتا تو میں پیادہ پا اُس کے پاس جاتا۔ ان کا قول تھا کہ جو سرکہ اور ساگ پر راضی ہو اُس کو لوگ اپنا غلام نہ بنائیں گے۔ اور تلواروں سے خدا کی راہ میں جہاد کرنے سے پہاڑ کے دروں میں بیٹھ کر والدین کا خوش رکھنا بہتر ہے۔ جب کوئی شخص اُن سے دعا کی درخواست کرتا تو اُس سے کہتے کہ تم ہی دعا کرو میں "آمین" کہتا ہوں کیونکہ دعا حاجت مند ہی کی ہونی چاہیے۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت معروف کرخی کی نسبت بھی میں نے ایسا ہی سنا ہے۔ حالانکہ وہ اجابت دعا میں مشہور تھے واللہ اعلم۔ یہ کہتے تھے کہ عارف کا طبیب سے شکوہ کرنا اپنے مالک کا گلہ نہیں ہے بلکہ وہ تو اپنی نسبت اللہ کی قدرت کو بیان کرتا ہے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ خداوند جس نے ہم پر نیک گمان کیا ہے اور

جس پر ہم نے نیک گمان کیا ہے اُس کے اور ہمارے دونوں کے گمانوں کو سچا کر۔ یہ روتے اور کہتے تھے کہ رات کا قیام قیامت کے دن مومن کے لئے نور ہوگا جو اُس کے آگے اور پیچھے دوڑتا رہے گا اور دن کے روزے بندہ کو دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھیں گے۔ اکثر رویا کرتے تھے اور اس کی وجہ جو پوچھی گئی تو کہا کہ جہنم تو میرے ہی جیسے کے لئے پیدا ہی ہوا ہے۔ اور جو شخص ان کو ستاتا اُس کو بددعا دیتے کہ خدا اس کو محدث یا مفتی بنادے یہ کہا کرتے تھے کہ قیامت کے دن منادی پکارے گا کہ اللہ کی ثنا کرنے والو اٹھو اُس وقت وہی اٹھیں گے جو کثرت سے قل ھو اللہ احد پڑھا کرتے تھے۔ اُن کا قول تھا کہ لوگوں کے کانے پن کو سب سے زیادہ کانا ہی پہچانتا ہے۔ ۱۵۵ھ میں کوفہ سے عالم آخرت کا سفر کیا۔

(۹۸) علی وحسین صالح بن حی کے بیٹے۔ رضی اللہ عنہما

یہ دونوں عابد وزاہد تھے۔ انھوں نے رات کے تین حصے کر رکھے تھے۔ ایک تہائی میں علی قیام کرتے اور سو رہتے۔ ان کے بعد حسین بیدار ہوتے اور پھر سو رہتے اور آخری تہائی میں ان کی والدہ بیدار ہوتیں۔ اور جب یہ جنت کو سدھاریں تو دونوں بھائیوں نے ان کی تہائی کو بھی بانٹ لیا اور دونوں بھائی مل کر عبادت میں رات پوری کر دیا کرتے تھے۔ پھر علی نے قضا کی تو حسین نے ساری رات کا قیام اپنے ذمہ لیا۔ اور ان میں سے ہر ایک تہائی رات میں تہائی قرآن پڑھا کرتا تھا اور جب اُن کی والدہ اور علی نے وفات پائی تو حسین ہر شب کو ایک ختم کیا کرتے تھے۔ حسین رضی اللہ عنہ کو جب کوئی چیز سائل کو دینے کے لئے نہ ملتی تو اُس کو آگ کا انگارا دیتے اور کہتے کہ اس کو لے کر لوگوں کے گھروں کو جاؤ کیا عجب ہے کہ وہ کچھ تم کو دیں جس سے تمھارا کام نکل جائے۔ اور جب کسی شخص کو نصیحت کرنا چاہتے تو اُس سے رو در رو نہ کہتے۔ بلکہ ایک پرچہ پر لکھ کر اُس کو دیدیتے۔ ان کا قول تھا کہ دسواسی آدمی کو کبھی فلاح نہیں ہونے کی۔ ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ صوفیوں کے اس قول پر کہ "نیاض چھان بین نہیں کرتا" کیا دلیل ہے۔ تو کہا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول۔ عَرَّفَ[1] بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ "کچھ جتایا اور کچھ ٹال دیا۔ ان کا قول تھا کہ جب عالم اپنے پروردگار سے نہ ڈرا تو وہ عالم نہیں ہے۔ اور مومن کو کھانا۔ پینا۔ باتیں کرنا اور چلنا نہ چاہیئے مگر نیت صالحہ سے۔ اور کہا کرتے تھے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ تکلف کر کے سوؤں تاوقتیکہ نیند ہی مجھے ٹپک نہ دے۔ یہ کسی شخص کی کوئی چیز قبول نہ کرتے اور کہتے تھے کہ سعید بن المسیب کا قول ہے کہ جس نے مسجد میں ڈھئی دی اور جس نے جو کچھ دیا اُس کو قبول کر لیا اُس نے مانگنے میں اصرار کیا ان کا قول تھا کہ سب سے پہلے اہل فارس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر ایک جن

---

[1] یہ سورہ تحریم اٹھائیسویں پارہ کی تیسری آیت میں ہے۔ اس کے قبل یہ ہے۔ فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ اور جب انھوں نے اس کی خبر کردی اور خدا نے پیغمبر پر اس کو ظاہر کردیا تو پیغمبر نے کچھ جتایا اور کچھ ٹال دیا۔ یعنی پیغمبر نے زیادہ چھان بین نہ کی جس کو رضاحت کے ساتھ سمجھنا منظور ہو وہ ابتدائے سورہ تحریم کو دیکھے فوراً سمجھ میں آجائے گا۔ مترجم

نے پہنچائی جو کتے کی صورت میں تھا۔ اور ہوا کہ یہ کتا نارس کے ایک کتے کے پاس آکر کہنے لگا کہ مجھے کچھ کھلاؤ تو میں ایک خبر بتاتا ہوں۔ چنانچہ اُس نے اُسے کھانا کھلایا تو اُس نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا۔ یہ کہتے تھے کہ سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ کونسی چیز نمازی کی ستر پوش ہے تو کہا کہ تقویٰ، پھر پوچھا کہ کونسی چیز نماز کو کاٹ دیتی ہے تو کہا کہ بدکاری۔ ان کا بچہ ان کے پاس مسجد میں آکر کہتا کہ میں بھوکا ہوں تو اُس کو بہلاتے۔ یہاں تک کہ وہ چلا جاتا۔ ان کی ایک جاریہ تھی اُسی کے چرخہ کی آمدنی سے جَو کی روٹی کھاتے تھے۔ ان پر اس قدر خوف غالب تھا کہ ناک سے بجائے رینٹ کے خون آتا تھا۔ ان کا قول تھا کہ میں نے پرہیزگاری کی جستجو کی تو زبان میں اُس کو سب سے کمتر پایا۔ یہ جب قبروں کے قریب پہنچتے تو بیہوش ہو کر پڑتے تھے۔ اور جب یہ کسی کے جنازہ کے ساتھ جاتے اور لاش کو قبر میں رکھتے دیکھتے تو ان کو غش آجاتا۔ اور لوگ ان کو اُسی مُردہ کے تختہ پر ڈال کر واپس لاتے تھے۔ اور جب یہ روتے تھے تو مصیبت زدوں کی طرح ان کے نالۂ و شیون لوگوں کو سنائی دیتے تھے۔ ان کا قول تھا کہ نیک کام کرنا بدن کی قوت دل کا نور اور بینائی کی جِلا ہے اور بُرا کام کرنا بدن کی سستی دل کی تاریکی اور بینائی کا دھندلا پن ہے۔ اور آدمی پورا فقیہہ نہیں ہوتا۔ تاوقتیکہ وہ اُس وقت خوش نہ ہو جب اللہ تعالیٰ دنیا کو اُس سے سمیٹ کر اُس کے اقران کو دیدے علی ۱۲۰ھ میں کوفہ سے اعلیٰ علیین کو سدھارے اور حسینؓ تیرہ سال بعد اُن سے جا ملے۔

(۹۹) عبداللہ ابن المبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۸۱ھ میں پیدا ہوئے۔ ادب میں لوگ ان کو سفیان ثوری رضی اللہ عنہ پر ترجیح دیتے تھے۔ اور خود سفیان ثوری کہتے تھے کہ میں نے سخت کوشش کی کہ تین دن بھی برابر اُس طرز عمل پر رہوں جس پر ابن المبارک رہتے ہیں۔ مگر مجھ سے نہ ہو سکا۔ یہ صحابہ اور تابعین کے حالات کے دیکھنے کو اپنے زمانہ کے علمائے کے ساتھ بیٹھنے پر ترجیح دیتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ جب سنہ کی دو صدیاں پوری ہو جائیں تو امر واجب کے سوا لوگوں سے بھاگنا چاہیئے۔ ان کا قول تھا کہ جب کوئی شخص اس قدر قرآن سیکھ لے کہ اُس سے وہ اپنی نماز بخوبی ادا کر سکے تو اُس کو علم میں مشغول ہونا چاہیئے کیونکہ اس سے قرآن کے معنی اُس کو معلوم ہوں گے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ ہمارے زمانہ میں کوئی آدمی نہ رہا جس کو میں جانتا ہوں کہ وہ نصیحت کو کشادہ دلی کے ساتھ قبول کرے گا۔ اور عالم کے لئے شرط یہ ہے کہ دنیا کی محبت کا خیال بھی اُس کے دل میں نہ گزرے۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ کمینے کون لوگ ہیں، انھوں نے کہا کہ جو اپنے دین کو وجہ معاش بناتے ہیں۔ اور کہا کرتے تھے کہ جو شخص خوف خدا اور زہد میں کم ہو اُس کو علم میں زیادہ کیونکر کہا جا سکتا۔ اور جس شخص نے اپنے آپ کو پہچانا ہے اُس کی علامت یہ ہے کہ کتے سے بھی زیادہ ذلیل ہو۔ اور جس نے اپنا دن ذکر پر ختم کیا اُس کا وہ دن ذکر میں شمار ہوگا۔ گویا وہ اس عمل کی تیاری میں لگا ہوا تھا۔ اور بہت سے چھوٹے اعمال کو نیت بڑا بنا دیتی ہے اور بہت سے بڑے اعمال کو نیت چھوٹا بنا دیتی ہے۔ یہ اپنے ان

شعروں کو اکثر تمثیلاً پڑھا کرتے تھے جن کا ترجمہ یہ ہے ؎

جن کے ہاتھوں دین و مذہب کچھ سے کچھ اب ہوگیا
ہیں بُرے عالم۔ سلاطینؔ۔ اور ان کے رہنما
قوم زندہ کا گذارا رہ گیا مُردار پر
علم والے جس کی بدبو سے ہیں گھبراتے سدا

ان کا قول ہے کہ بیچارے فرزند آدم پر پانچ فرشتے تعینات کئے گئے ہیں۔ دو فرشتے دن کو اور دو فرشتے رات کو آتے اور جاتے ہیں اور ایک اُس کو رات دن کبھی نہیں چھوڑتا۔ ان کا جب کسی چیز کو جی چاہتا تو اُس کو مہمان ہی کے ساتھ کھاتے اور یہ کہتے تھے کہ ہم نے سُنا ہے کہ ؎

مہماں کے ساتھ کھانے کا ہوتا نہیں حساب

لوگوں کا بیان ہے کہ ابن المبارک کے دستر خوان کا سامان ایک یا دو گاڑیوں پر چلتا تھا۔ ابو اسحٰق طالقانی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ابن المبارک کے دستر خوان کے لئے دو اونٹ بھر کر بھُنی ہوئی مُرغیاں جارہی تھیں۔ خود تو دن کو روزے رکھتے تھے اور اپنے ساتھیوں کو فالودہ اور خبیص[1] کھلاتے تھے۔ یہ کبھی حمام میں نہ گئے۔ ایک مرتبہ ان سے کہا گیا کہ مال کم ہو گیا۔ اس لئے لوگوں کو دینا دلانا بھی کم ہو گیا۔ اس کے جواب میں انھوں نے کہا کہ اگر مال کم ہو گیا تو عمر بھی کم ہو چکی۔ یہ کہا کرتے تھے کہ چار باتیں چار ہزار حدیثوں سے منتخب ہوئی ہیں۔

(۱) کسی عورت پر ہرگز اعتبار نہ کر۔
(۲) مال پر ہرگز فریفتہ نہ ہو۔
(۳) اپنے معدہ پر اُس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈال۔
(۴) صرف وہی علم سیکھو جو تم کو نفع دے۔

ان کی عادت تھی کہ جب ان کو اپنے یاروں کی نسبت خبر پہنچتی تھی کہ انھوں نے کسی مسئلہ کو ان کی طرف منسوب کیا ہے تو ان کو کہلا بھیجتے تھے کہ اس کو چاقو سے چھیل دو، میں کون ہوں جو میرا قول لکھا جائے۔ ان کا قول تھا کہ گم نامی کو دوست رکھو اور شہرت کو بُرا سمجھو اور گم نامی کو دوست رکھنے کے باعث اپنے نفس کو دوست نہ رکھو ورنہ تمہارا نفس مغرور ہوجائے گا۔ اور تیرے نفس کی طرف سے زہد کا دعویٰ تجھے زہد سے خارج کردے گا۔ اور زہد کی سلطنت رعیت کی سلطنت سے بہت بڑی ہے۔ اس لئے کہ رعیت کی سلطنت لوگوں کو ڈنڈوں کے ذریعہ سے ایک جا کرتی ہے اور زہد والا لوگوں سے بھاگتا ہے۔ اور وہ اس کے پیچھے پڑے رہیں۔ ہارون الرشید جب رقہ[2] آیا تو عبد اللہ ابن المبارک اُس کے پاس گئے۔ اس وقت لوگوں کا

---

[1] بفتح و کسرثانی دو آخر صاد مہملہ طعامیست کہ از روغن و خرما سازند ۱۲ غیاث۔ یعنی ایک خاص حلوہ
[2] بالفتح اس نام کے کئی شہر اور گاؤں ملک عرب میں ہیں۔ لیکن یہاں غالباً وہ شہر رقہ مراد ہے۔ جو بغداد کے غربی شہر میں تھا۔ یا وہ گاؤں جو بغداد کے اسفل میں ایک فرسنگ پر واقع تھا۔ مترجم۔

سخت ہجوم ہوا بے سروپا لوگ دوڑے اور سخت غبار بلند ہوا اور خلیفہ کے ایک محل نے قصر الخشب کے برج سے نگاہ دوڑائی اور لوگوں کی کثرت دیکھکر پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ جواب ملا کہ خراسان کے ایک عالم ہیں۔ اس پر اُس نے کہا کہ واللہ بادشاہ تو یہی ہے ہارون الرشید بادشاہ نہیں ہے جو لوگوں کو کوڑے۔ ڈنڈے۔ سپاہیوں، اور مددگاروں کے ذریعہ سے اپنے بارہ میں متفق کرتا ہے۔ یہ جب وعظ کی کتابوں میں سے کچھ پڑھتے تھے تو اس قدر ڈاڑھیں مار کر روتے تھے کہ گویا ذبح کی ہوئی گائے ڈہک رہی ہے۔ کسی شخص کی جرأت نہ ہوتی تھی کہ اُن کے قریب جائے، یا اُن سے کچھ پوچھے۔ اُن سے ایک شخص نے پوچھا کہ اہل علم کی ایک جماعت لوگوں سے زکوٰۃ لیتی ہے۔ تو انھوں نے کہا کہ ہم کیا کریں۔ اگر ہم ان کو منع کرتے ہیں تو لوگ علم کی طلب سے باز آئیں گے۔ اور اگر اجازت دیتے ہیں تو علم حاصل کریں گے اور علم حاصل کرنا عمدہ بات ہے۔ آن کا قول تھا کہ مشتبہ ایک درہم کا واپس کردینا میرے نزدیک کروڑوں درہم خیرات کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔ کسی نے پوچھا کہ تواضع کیا چیز ہے تو جواب دیا کہ مال داروں کے سامنے تکبر ظاہر کرنا۔ ابن المبارک کو خبر ملی کہ اسمٰعیل بن علیہ نے زکوٰۃ کی تحصیل داری قبول کی ہے۔ اس لئے اُس کو یہ قطعہ لکھ بھیجا ؎

علم کیا ہے یہ تو اک شہباز ہے — مالِ سلطاں جس سے ہوتا ہے شکار
لوٹ لوگے خوب دنیا کے مزے — دین ہو جائے گا دنیا پر نثار
پہلے دیوانوں کی تم خود تھے دوا — اب تمھارا بھی انھیں میں ہے شمار
کیا ہوئیں اب وہ حدیثیں جن میں ہے — در پہ شاہوں کے نہ جانا زینہار
کرتا ہے ایسا ہی مجبوری کا عذر — دلدلوں میں پھنس کے حضرت کا حمار

ان کے سامنے یوسف بن اسباط کی عبادت کا ذکر ہوا تو کہا کہ تم ایسے لوگوں کا ذکر کرتے ہو جن کا ذکر شفا کا ذریعہ بنایا جاتا ہے۔ لیکن اگر سب کے سب ایسا ہی کرنے لگیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روش پر کون چلے۔ بیماروں کی عیادت کو کون جائے۔ جنازوں میں کون شریک ہو اور اسی طرح اور بہت سی قربتیں گنوائیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ فرشتوں کو کیوں کر معلوم ہوجاتا ہے کہ انسان نے نیکی کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ انھیں اُس کی بو محسوس ہوتی ہے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ مجھے علم کے طالب سے تعجب آتا ہے کہ جس علم کا وہ حامل ہے اُس پر ایمان رکھنے کے ساتھ اُس کا نفس اُسے دنیا کی محبت کی طرف کیونکر بلاتا ہے۔ ان کا قول ہے کہ نیکوکاروں کے ذکر پر نزول رحمت ہوتا ہے۔ یہ ایک قلم کو واپس کرنے کے لئے جس کو ملک شام میں عاریت لیا تھا اور اپنے اسباب سفر میں بھول کر رکھ لیا تھا مرو سے ملک شام کو لوٹ کر گئے تھے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ ادب گویا دین کی دو تہائی ہے اور اپنے یاروں سے بہت ہی کم اختلاف کرتے اور اس مضمون کے شعر پڑھا کرتے تھے ؎

اگر دنیا میں ہو صحبت کے خواہاں — نکالو ڈھونڈھ کر اشراف کو تم
رضائے دوست کے ہر دم ہوں جویاں — کریم و پارسا۔ اہلِ حیا ہوں

"نہیں" وہ بھی "نہیں" کہنے پہ کہہ دیں ——— جو "ہاں" بولو تو بولیں وہ بھی "ہاں" "ہاں"

ان کا قول ہے کہ عاقل کو چاہیے کہ تین کی توہین نہ کرے علماء۔ بادشاہ۔ اور بھائیوں کی کیونکہ جس نے علما کی توہین کی اُس کی آخرت گئی جس نے بادشاہ کی حقارت کی اُس کی دنیا رخصت ہوئی۔ اور جس نے بھائیوں کو ذلیل کیا اُس کی مُروت نہ رہی۔ اور کوئی شخص یہ نہ کہے کہ فلاں شخص کو اللہ پر کس قدر جرأت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بزرگی ایسی ہے کہ اُس کے مقابلہ میں کوئی جرأت کر نہیں سکتا بلکہ اس طرح کہنا چاہیے کہ فلاں شخص اللہ تعالیٰ کی نسبت کیسا دھوکے میں ہے۔ اور مردوں کی حرمت ڈاڑھیوں اور آستینوں میں ہے اور عورتوں کی قمیص کے نیچے۔ اور دنیا سے فقط ایک دن کی روزی جائز ہے۔ اور جو کچھ میں نے اپنے دل میں امانت رکھا اُس نے کبھی خیانت نہ کی۔ اور جب کسی شخص کو رخصت کرتے تو اس مضمون کا شعر پڑھتے تھے ؎

جدائی کے ہوئے کم۔ اس سے صدمے ——— چھٹے ہیں جیتے جی پھر مل رہیں گے

اور ان کا قول تھا کہ دنیا کا اس لیے روک رکھنا کہ اُس کے ذریعہ سے آبرو کو لوگوں کے سوال سے بچائے گا بندہ کو زہد سے خارج نہیں کرتا۔ ان سے ایک شخص نے کہا کہ شیبان کا گمان یہ ہے کہ آپ مُرجیہ میں سے ہیں۔ اس کے جواب میں کہا کہ شیبان نے غلط کہا، میں نے تین چیزوں میں مُرجیہ کی مخالفت کی ہے۔

(۱) اُن کا اعتقاد یہ ہے کہ ایمان قول بلا عمل ہے اور میں کہتا ہوں کہ وہ قول اور عمل ہے۔

(۲) اُن کا گمان یہ ہے کہ نماز چھوڑ دینے والا کافر نہیں ہوتا اور میں کہتا ہوں کہ وہ کافر ہو جاتا ہے۔

(۳) اُن کا اعتقاد ہے کہ ایمان نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ بڑھتا گھٹتا ہے۔

سنہ ۱۸۱ھ میں جہاد سے واپس آتے ہوئے آخرت کا سفر کیا اور راھیبت میں جو فرات پر مشہور شہر ہے دفن ہوئے۔ یہ خراسان میں رہا کرتے تھے اور سنہ ۱۱۸ھ میں پیدا ہوئے تھے۔

(۱۰۰) عبدالعزیز ابن ابی رَوّاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بیس برس تک ان کی بینائی غائب رہی مگر اپنی بیوی اور بچہ تک سے نہ کہا۔ شعیب بن حرب کا بیان ہے کہ میں ان کے پاس پانسو مرتبہ بیٹھا ہوں گا مگر میں نہیں سمجھتا کہ بائیں طرف کے فرشتہ نے ان کا کوئی گناہ لکھا ہو۔ اور یوسف بن اسباط کہتے ہیں کہ عبدالعزیز نے چالیس برس تک آسمان کی طرف نظر نہ اٹھائی۔ ایک مرتبہ کسی نے ان سے پوچھا کہ آج کس حال میں آپ کی صبح ہوئی تو رونے لگے۔ اور جب اس کا سبب دریافت کیا گیا تو کہا کہ ایسے شخص کا کیا حال پوچھتے ہو جو باوجود اس کے کہ بہت سے گناہوں نے اُس کو گھیر لیا ہو موت سے سخت غفلت میں ہو اور موت کی یہ حالت ہو کہ اُس کی زندگی کی ہر گھڑی میں زیادہ تیزی سے قریب آ رہی ہو اور اُس کو معلوم نہ ہو کہ جنت کی طرف جا رہا ہے یا جہنم کی طرف۔ سنہ ۱۵۹ھ میں مکہ سے کعبۂ مقصود کی راہ لی۔

(۱۰۱) ابوالعباس بن السماک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کہا کرتے تھے کہ زاہد کی شرطوں میں سے یہ ہے دنیا اُس سے مُنہ پھیرے تو وہ خوش ہو۔ اور ہمارے اس زمانہ میں نصیحتوں کی طرف سے کان بھرے اور منفعتوں کی طرف سے دل غافل ہوگئے ہیں اس لئے نہ نصیحت نفع پہنچاتی ہے اور نہ واعظ کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اور بھائی جان! میں نے مان لیا کہ ساری دنیا تمھاری مٹھی میں ہے مگر دیکھو تو سہی کہ مرنے کے وقت اُس میں سے تمھارے ہاتھ میں کیا رہتا ہے۔ اور بہت سے اللہ کا ذکر کرنے والے اُس کو بھولے ہوئے ہیں اور بہت سے اُس کی طرف بُلانے والے اللہ تعالیٰ سے بھاگنے والے ہیں اور بہت سے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرنے والے اللہ تعالیٰ سے بھاگنے والے ہیں اور بہت سے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرنے والے اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے مبرا ہیں۔ ۱۸۳ھ میں کوفہ سے عالم جاودانی کو گئے۔

(۱۰۲) ابوعبدالرحمن محمد بن النصر حارثی رضی اللہ عنہ

کثرت سے عبادت کرنے والے تھے۔ ایک شخص چالیس دن اور چالیس راتوں تک ان کے حال کا نگراں رہا تو اُس نے نہ دن کو سوتے دیکھا اور نہ رات کو۔ یوسف بن اسباط کا بیان ہے کہ ابوعبدالرحمن نے جب وفات پائی تو میں اُن کے غسل میت میں موجود تھا۔ اُن کی حالت یہ تھی کہ اگر اُن کے بدن کا سارا گوشت جمع کیا جاتا تو ایک رطل بھی نہ ہوتا۔ عبادت نے ان کو روایت سے روک دیا تھا۔ چنانچہ جب ان کو آخرت یاد آتی تو ان کے جوڑ جوڑ بے قرار ہوجاتے اور یہ کہتے کہ اے سلام مجھے سلامت رکھنا۔

(۱۰۳) محمد بن یوسف اصفہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابن المبارک رضی اللہ عنہ نے ان کا نام "عابدوں اور زاہدوں کا دولھا" رکھا تھا۔ یہ اپنے آپ سے کہا کرتے تھے کہ میں نے مانا کہ تو قاضی ہے پھر اس سے کیا ہوتا ہے۔ میں نے مانا کہ تو عالم ہے۔ پھر اس سے کیا ہوتا ہے۔ میں نے مانا کہ تو محدث ہے۔ پھر اس سے کیا ہوتا ہے۔ معاملہ تو اُس سے پرے کا ہے۔ ان کی عادت تھی کہ جب کسی نصرانی کو دیکھتے تو اُس کی خاطر و مہمانی کرتے اور اُس کو تحفہ دیتے جس سے ان کا مقصود اُس کو اسلام کی طرف مائل کرنا تھا۔ یہ کہا کرتے تھے کہ ہمارے اصحاب حذا ان پر رحمت بھیجے چلے گئے اور ہم اس دنیا کے بیت الخلا میں ڈال دیئے گئے۔ لوگوں نے خیرات کرنے کے لئے ان کے پاس مال بھیجے مگر انھوں نے انکار کیا اور کہا کہ بچے رہنا مقدم ہے۔ جاڑوں یا گرمیوں میں راتوں کو سوتے نہ تھے مگر صبح نمودار ہونے کے بعد ایک گھڑی کے لئے ہاتھ پاؤں پھیلا دیتے پھر اٹھ بیٹھتے اور وضو کرتے۔ اور ان کی حالت یہ تھی کہ صبح کو ان کے چہرہ پر ایسی رونق معلوم ہوتی تھی جیسی دولھا کے چہرہ پر۔ کچھ اوپر تیس سال کی عمر پاکر ۱۸۴ھ میں آغوش لحد میں جا سوئے۔

(۱۰۴) یوسف بن اسباط رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا قول ہے کہ تواضع کی انتہا یہ ہے کہ جب تم گھر سے باہر نکلو تو جس شخص کو دیکھو اُس کو اپنے آپ سے بہتر ہی جانو۔ اور اگر کوئی شخص دنیا کو اس طرح ترک کرے جس طرح ابوذر۔ اور ابوالدرداء نے ترک کیا تھا میں اُس کو زاہد نہ کہوں گا اور اس کا باعث یہ ہے کہ زہد حلالِ محض میں ہوتا ہے اور آج کے دن حلالِ محض کا کہیں پتہ نہیں ہے۔ یہ چالیس برس تک اس طور پر رہے کہ ان کے پاس صرف دو ہی کُرتے تھے۔ جب ایک کو دھوتے تو دوسرے کو پہنتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے کھجور کے پتوں کا کام کرتے اور اُسی پر گذران کرتے تھے۔ ایک مرتبہ یہ بیمار ہوئے تو لوگ اطباء خلیفہ میں سے ایک شخص کو بُلا لائے اور ان کو اس کی خبر نہ تھی مگر جب اُس نے جانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے ان کو خبر کی۔ انھوں نے پوچھا کہ ان کی فیس کیا ہے معلوم ہوا کہ ایک دینار اس پر کہا کہ ان کو یہ تھیلی دیدو لوگوں نے اُسے کھول کر جو دیکھا تو اُس میں پندرہ دینار نکلے۔ انھوں نے کہا کہ یہ سب ان کو دے دو اور لوگوں سے بیان کیا کہ یہ میں نے صرف اسی لئے کیا ہے کہ ان کو یہ اعتقاد نہ رہے کہ خلیفہ میں فقیروں سے زیادہ مروت ہے۔ ان کا قول ہے کہ میں تو سمجھتا ہوں کہ جو شخص بُرائی سے بھاگتا ہے وہ اُس سے سخت تر برائی میں پڑتا ہے۔ اس لئے جب تک اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے پھیر نہ دے صبر کرنا چاہیئے۔ اور جس نے قرآن پڑھا اور دنیا کی محبت پر جھکا اُس نے اللہ کی آیتوں کو ہنسی کھیل بنایا۔ اور عالم کو اس بات کا ڈر رہتا ہے کہ کہیں اُس کے بہترین اعمال اُس کے گناہوں سے اُس کے حق میں زیادہ تر مضر نہ ثابت ہوں۔ یہ کہتے ہیں کہ میں مصیصہ (جو ملک شام کا ایک شہر ہے) پہنچا تو وہاں کے لوگ میری طرف جُھکے اور اس کی وجہ سے میرا قلب مجھے دو سال کے بعد ملا۔ سنہ ۱۹۰ھ کے کچھ بعد گرگ دنیا کے پنجہ سے چھوٹے اور ان کی حالت یہ تھی کہ جسم پر تولہ بھر بھی گوشت نہ تھا۔

(۱۰۵) حذیفہ مرعشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ کہا کرتے تھے کہ واللہ اگر کوئی قسم سے کہے کہ تیرا عمل اُس شخص جیسا نہیں ہے۔ جس کو یوم الحساب پر ایمان ہو تو میں اُس سے کہوں کہ تو سچ کہتا ہے تو اپنی قسم کا کفارہ نہ دے۔ اور ان کا قول تھا کہ اگر تجھکو اس کا خوف نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تیرے بہترین اعمال پر تجھ پر عذاب کرے گا تو تو ہلاک ہونے والا ہے۔ یہ کہتے تھے کہ اگر مجھے اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ میں اپنے فلاں بھائی کے لئے بناوٹ کروں گا تو ضرور اُس سے ملتا۔ لیکن اُس کو میرا سلام کہہ دینا۔ اور کہا کرتے تھے کہ اچھے اعمال میں سے مجھے کوئی چیز گھر میں بیٹھے رہنے سے افضل نہیں معلوم ہوتی اور اگر میرے پاس کوئی تدبیر ایسی ہوتی کہ فرائض کے لئے باہر نکلنے سے چھوٹ جاتا تو میں ضرور اُس کو عمل میں لاتا۔ سنہ ۲۰۷ھ میں ہمیشہ کے لئے بیت رضوان میں گوشہ نشین ہو گئے۔

(۱۰۶) یمان ابن معاویہ الاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا قول تھا کہ میرے سب بھائی مجھ سے بہتر ہیں کیونکہ وہ سب کے سب مجھے اپنے آپ سے افضل سمجھتے ہیں۔ اور جس کو قرآن آتا ہو اس کے لئے بُرا ہے کہ جو چیز بال پشہ سے بھی کم ہو اُس کے حاصل کرنے کے ودڑا پھرے یا اُس کے لئے لوگوں سے دھینگا مشتی کرے۔ ان کی بینائی چلی گئی تھی مگر جب قرآن کو دیکھکر تلاوت کرنا چاہتے تو اللہ تعالیٰ ان کی بینائی دے دیتا تھا اور جب قرآن کو بڑھا دیتے تھے تو بدستور بینائی غائب ہوجاتی تھی۔ ایک شخص نے ان کی آبرو پر دست درازی کی اور لوگوں نے اُسے منع کیا تو انھوں نے کہا کہ اسے چھوڑ دو بدبخت ہونے دو اس کے بعد خدا سے دعا کی کہ خداوندا جس گناہ کے باعث تو نے اس کو مجھ پر مسلط کیا ہے اُس کو بخش دے۔ یہ گھوروں پر سے چیتھڑے چن لاتے اور اُن کو جوڑ جاڑ کے شرم گاہ چھپاتے اور کہتے کہ اگر خدا نے چاہا تو دارالبقا میں ہمارے سامنے پوشاک رکھی ہوئی ہوگی۔

(۱۰۷) مسلم بن میمون خوّاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ

انھوں نے طبی بلد (جو ملک شام کا ایک مشہور شہر ہے) میں وفات پائی۔ اُن کا قول ہے کہ میں قرآن پڑھا کرتا تھا تو مجھے اس کی کوئی حلاوت معلوم نہ ہوتی تھی تب میں نے اپنے نفس سے کہا کہ اے ایسا پڑھ کہ گویا تو اُس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رہا ہے تب اُس کی حلاوت معلوم ہوئی پھر میں نے اس سے بھی زیادہ کا ارادہ کیا تو کہا کہ ایسا پڑھ کہ گویا تو اُسے جبرئیل علیہ السلام سے اس وقت سُن رہا ہے جس وقت وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر لے کر اُترے ہیں تب اور حلاوت بڑھی پھر میں نے کہا کہ ایسا پڑھ کہ گویا تو رب العالمین سے سُن رہا ہے اس سے ساری حلاوتیں آگئیں۔ یہ کہا کرتے تھے کہ جو شخص حلال کی جستجو کرے گا اُس کو ایک روٹی بھی ایسی نہ ملے گی جس کو وہ مہمان کے لئے نکال لائے۔

(۱۰۸) ابو عبیدہ خوّاص رضی اللہ عنہ

ایک مرتبہ انھوں نے اپنے بھائیوں کو لکھ بھیجا کہ تم ایسے زمانہ میں ہو جس میں پرہیزگاری کم ہوگئی ہے اور جس میں صاحب علم ہونا فساد کی جڑ ہے اور علم والے چاہتے ہیں کہ صاحب علم ہونے کے ذریعہ سے پہچانے جائیں اور نہیں چاہتے کہ اُن کا اُس پر عمل نہ کرنا لوگوں کو معلوم ہو اس لئے خطاؤں کی جس حالت میں وہ ہیں اُس کو اچھا ثابت کرنے کے لئے اپنی رائے سے گفتگو کرتے ہیں اس وجہ سے ان کے گناہ ایسے گناہ ہیں جو معاف نہ ہوں گے۔ ستر برس تک انھوں نے اللہ عزوجل سے شرم کرنے کے باعث آسمان کی طرف نظر نہ اٹھائی سورہ القارعہ کو نہ خود پڑھنے کی تاب لا سکتے تھے اور نہ اوروں سے سننے کی۔

(۱۰۹) ابو بکر بن عیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورحمہ

یہ کہا کرتے تھے کہ غریب دنیا دار کا ایک درہم جاتا رہتا ہے تو دن بھر اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن پڑھا کرتا ہے اور اُس کی عمر اور اُس کا دین گھٹتا جاتا ہے تو اُس پر افسوس نہیں کرتا۔ اور بولنے کا ادنیٰ ضرر شہرت ہے جس کے سامنے اور بلائیں گرد ہیں۔ یہ زاہد و پرہیز گار تھے۔ یہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک کُبڑی ڈنڈو بڑھیا کو دیکھا کہ دونوں ہاتھوں سے تالیاں بجاتی جاتی تھی اور اُس کے ارد گرد بہت سے لوگ تھے اور وہ بھی تالیاں بجاتے تھے۔ پس جب میرے پاس سے گزری تو میری طرف مُنہ کرکے کہنے لگی کہ آہ اگر میں تجھے پاجاتی تو تیرا بھی یہی حال کرتی جو میں نے ان لوگوں کا کر رکھا ہے اس کے بعد یہ رونے لگے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے اٹھائیس ہزار ختم کئے ہیں اور میں جی سے چاہتا ہوں کہ اے کاش یہ اُن لغزشوں میں سے ایک کی بھی معافی کا ذریعہ ہوں جو مجھ سے اُن ختموں میں واقع ہوئی ہیں۔ ۱۹۳ھ میں ان کی ترانوے سال کی عمر ختم ہوگئی۔

(۱۱۰) ابو علی الحسین بن یحییٰ الخشبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ کہا کرتے تھے کہ جہنم میں کوئی گھر کوئی گڑھا کوئی بیڑی اور کوئی زنجیر ایسی نہیں ہے۔ جس پر اُس شخص کا نام لکھا ہوا نہ ہو جس کے لئے وہ ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اور کہتے تھے کہ لقمان کی حکمت میں سے ہے کہ تیرے فرش پر رغبت رکھنے والے یا ڈرانے والے کے سوا کوئی قدم نہ رکھے۔ پس جو شخص تجھ سے ڈرنے والا ہے۔ اُس کو اپنے قریب بٹھلاؤ اور اُس کے سامنے خندہ رو رہو اور اُس کے پس پشت چشمک زنی نہ کرو۔ اور جو تمھاری طرف رغبت رکھنے والا ہے اُس سے صاف دلی کے ساتھ بشاشت ظاہر کرو اور سوال کرنے سے پہلے اُس کی حاجت روائی کرو اس لئے کہ جب تم نے اُس کو سوال پر مجبور کیا تو جس قدر تم نے اس کو دیا اُس کا دونا اُس کی آبرو میں سے تم نے ضائع کردیا۔

(۱۱۱) وکیع بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا قول تھا کہ زہد تو حلال ہی میں ہوا کرتا ہے اور حلال مفقود ہوگیا اس لئے دنیا بمنزلہ مردہ کے ٹھیری اور اس سے اُسی قدر لو جس سے تم زندہ رہ سکو۔ کیونکہ اگر وہ حلال ہے تو تم زاہد ٹھیرے اور اگر حرام ہے تو تم نے جان ہی بچانے بھر لیا اور اُسی قدر اُس میں سے حلال بھی تھا اور اگر اُس میں شبہے ہیں تو عتاب میں کمی ہو جائے گی۔

میں کہتا ہوں کہ ان کا یہ کہنا کہ حلال مفقود ہوگیا اپنے حال اور اپنے مقام کے اعتبار سے ہے۔ کیونکہ یہ لوگ اُس چیز کی نسبت جو ضروریات زندگی میں سے ہاتھ میں آئے۔ پہلے چھان بین کر لینا واجبات میں سے شمار کرتے ہیں اور جو یہ نہیں کرتا اُس کا کھانا ایسے لوگ نہیں کھاتے واللہ اعلم یہ کہا کرتے تھے

کہ اللہ کا طریق ایک سودا ہے جس میں سچا ہی نفع حاصل کرتا ہے۔ یہ صائم الدہر تھے اور ہر رات کو قرآن ختم کرتے تھے۔ اور جب کوئی شخص ان کو ستاتا تو یہ خود اپنے ہی سر پر خاک اٹھا کر ڈالتے اور کہتے تھے کہ اگر میرا گناہ نہ ہوتا تو یہ مجھ پر مسلط نہ کیا جاتا۔ پھر وہ کثرت کے ساتھ استغفار کرتے یہاں تک کہ وہ موذی ان سے دست کش ہو جاتا۔ ۱۲۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۷ھ میں حج سے واپس آرہے تھے کہ عراق کی راہ میں جبکہ ان کی عمر چھیاسٹھ سال کی تھی عقبیٰ کا سفر اختیار کیا اور وہیں دفن ہوئے۔

(۱۱۲) عبد الرحمٰن بن مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ہر شب قرآن ختم کرتے اور نصف قرآن تہجد میں پڑھتے تھے۔ ان کے بھائی جب اُن کے پاس بیٹھتے تو سب دم بخود رہتے تھے۔ ایک دن ان میں سے ایک شخص ان کے حلقہ میں ہنسا تو انھوں نے کہا کہ تم علم حاصل کرنے کو آتے ہو اور ہنستے ہو یہ شخص دو مہینے تک میرے ساتھ نہ بیٹھے۔ چنانچہ دو مہینے تک اس کا آنا روک دیا بعدہٗ اُس نے معافی چاہی تو کہا کہ آدمی کو چاہیے کہ جب علم حاصل کرتا ہو تو روئے کیونکہ وہ اپنے نفس پر حجت قائم کرنا چاہتا ہے اور اُس پر عمل کرنے کا ارادہ تو بہت ہی کم ہوتا ہے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ آج میں کسی پر رشک نہیں کرتا، مگر اُس مومن پر جو قبر میں ہے۔ ۱۳۵ھ میں ان کی ولادت اور ۱۹۸ھ میں ان کی رحلت واقع ہوئی۔

(۱۱۳) محمد بن اسلم طوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا قول تھا کہ "سواد اعظم" کی پیروی کو لازم سمجھو۔ لوگوں نے پوچھا کہ "سواد اعظم" سے کون سے لوگ مراد ہیں اُنھوں نے کہا کہ ایک شخص یا دو شخص عالم جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور طریقہ پر مضبوطی سے چلنے والے ہوں اور اس سے مراد مطلق مسلمان نہیں ہیں۔ پس جو شخص ایسے دو شخصوں یا ایک شخص اور اُس کے پیرووں کے ساتھ ہو گا تو وہ جماعت کے ساتھ ہو گا اور جو اُن کی مخالفت کرے گا وہ جماعت کی مخالفت کرے گا۔ یہ اپنے عمل کو جو نفل ہوتا پوشیدہ رکھتے اور کہتے تھے کہ اگر دونوں فرشتوں سے مخفی رکھنا میرے امکان میں ہوتا تو ضرور میں ان سے بھی چھپاتا۔ اور جب اپنے گھر کے اندر آتے تو اس قدر روتے کہ ان کے پڑوسیوں کو ان پر رحم آتا تھا۔ اور جب باہر نکلتے تو منہ دھو لیتے اور آنکھوں میں سرمہ لگا لیتے تھے۔ اور خیرات کرنے کو رات کے وقت مُنہ پر نقاب ڈال کر نکلتے تھے تاکہ کوئی پہچانے نہیں۔ اور کالے جو کھایا کرتے اور کہتے تھے کہ یہ بیت الخلا کو جانے والا ہے۔ اور ان کا قول تھا کہ اگر تم میں سے کوئی آدمی کھانے کی کوئی چیز خریدے اور اُس کو خوش ذائقہ اور خوشبودار بنانے میں بڑا اہتمام کرے اور اس کے بعد اُس کو پاخانے میں پھینک دے تو ضرور تم سب اُس کو سڑی کہو گے۔ حالانکہ تم سب رات دن کھانوں کو پاخانوں ہی میں پھینکتے ہو مگر اپنے آپ پر کوئی بھی نہیں ہنستا۔ ۲۲۶ھ میں روضۂ رضوان کو سدھارے۔

(۱۱۴) محمد بن اسمٰعیل بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ اُن علماء باعمل میں سے تھے جن کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔ صائم الدہر تھے اور بوجہ پرہیزگاری کے اور بیت الخلا کی آمدورفت میں اللہ تعالیٰ سے شرم آنے کے باعث بھوکے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ ہر روز ایک کھجور یا ایک بادام اُن کی خوراک رہ گئی تھی۔ ۱۹۴ھ میں بخارا میں پیدا ہوئے اور ۲۵۶ھ کی شب عید الفطر کو اس دارمحن سے رخصت ہوئے اور خرتنگ میں جو سمرقند سے دو فرسخ پر ایک گاؤں تھا مدفون ہوئے۔ ان کا قول تھا کہ میرے نزدیک مدح کرنے والے اور مذمت کرنے والے دونوں برابر ہیں۔ اور کہا کرتے تھے کہ مجھے امید ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہوں گا تو مجھ سے یہ مواخذہ نہ ہوگا کہ میں نے کسی شخص کی غیبت کی تھی۔ انھوں نے کبھی کوئی چیز خریدی نہ بیچی۔ یہ پرہیزگار و زاہد تھے۔ رات کو اندھیرے میں سوتے اور اکثر راتوں کو بیس بیس بار اٹھکر چقماق سے چراغ جلاتے اور حدیثیں لکھتے اور سو جاتے تھے۔ ہر شب کے آخر حصہ میں تیرہ رکعتیں پڑھتے، جن میں سے ایک وتر ہوتی تھی۔ اور رمضان کی راتوں میں اپنے یاروں کے ہمراہ تہائی قرآن کے ساتھ نمازیں پڑھتے اور ہر تیسرے دن ختم کرتے اور کہتے تھے کہ ہر ختم کے وقت ایک دعا قبول ہوتی ہے۔ انھوں نے اپنی صحیح میں جو حدیث درج کی ہے اُس کے بعد اللہ عزوجل کے شکرانہ کی دو رکعتیں پڑھی ہیں۔ یہ اپنے والد کے مال میں سے کھاتے تھے کیونکہ وہ حلال تھا اور اُن کے والد کا قول تھا کہ میں اپنے مال میں سے ایک درہم کو بھی حرام یا شبہ کا نہیں جانتا۔ ان کے مناقب بہت اور مشہور ہیں۔

(۱۱۵) یزید بن ہارون واسطی رضی اللہ عنہ

احمد بن سنان کا بیان ہے کہ میں نے کبھی کسی عالم کو ان سے بہتر نماز پڑھتے نہ دیکھا۔ نماز کو کھڑے ہوتے تو معلوم ہوتا کہ ایک ستون کھڑا ہوا ہے۔ ان کا قول ہے کہ جس نے غیر وقت میں ریاست چاہی وہ اُس وقت محروم رہا جب اُس کا وقت آیا۔ یہ کچھ اوپر چالیس برس تک جب عشا پڑھتے تو چاشت تک کھڑے ہوئے نمازیں ہی پڑھا کرتے تھے۔ ان کی آنکھیں بہت خوبصورت تھیں۔ مگر ہمیشہ روتے روتے ایک چوپٹ اور ایک چندھی ہو گئی۔ ایک مرتبہ کسی نے ان سے پوچھا کہ وہ خوبصورت آنکھیں کہاں ہیں تو کہا کہ تڑکے تڑکے میں غم کے رونے سے چلی گئیں۔ ۲۰۶ھ میں راہیِ ملک بقا ہوئے۔

(۱۱۶) یونس بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا قول تھا کہ جب آدمی بات کرتا ہے تو اُس کے کلام سے اُس کی پرہیزگاری کا پتہ لگ جاتا ہے۔ اور جتنی نیکیاں ہیں سب میں کچھ نہ کچھ آمیزش ہوتی ہے اور نہیں ہوتی تو زبان کی نگہداشت میں، اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی کثرت سے نمازیں پڑھتا اور روزے رکھتا ہے اور حرام سے افطار کرتا ہے اور رات کو کھڑا ہوا عبادت کرتا ہے اور اُس کو دکھلاتا ہے اور لغو اور جھوٹی گواہی میں پڑ جاتا ہے لیکن جب زبان کی نگہداشت کرتا ہے تو میں امید کرتا ہوں کہ اُس کا سارا عمل نیک ہوگا۔ اور کہا کرتے تھے کہ اگر مجھے حلال سے ایک درہم مل جائے تو اُس کا گیہوں خرید کر ستو بناؤں اور بیماروں کو پلایا کروں، پس جو بیمار اس میں سے کچھ بھی پی لے اُس کو اللہ عزوجل شفا بخشے۔ اور جب آدمی کے دو معاملے درست ہو گئے تو اور سب باتیں درست ہو گئیں۔ ایک اُس کی نماز کا معاملہ اور دوسرا اُس کی زبان کا۔ اور جس کی زبان درست ہوئی اُس کے سب اعمال درست ہو گئے۔ اور

نیکیوں میں سے سو باتیں ایسی جانتا ہوں جن میں سے ایک بھی مجھ میں نہیں ہے۔ ۱۳۹ھ میں رہ گزائے عالم قدس ہوئے۔

(۱۱۷) عبداللہ بن عون رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بکار رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابن عون کہا کرتے تھے کہ ہمارے اس زمانہ میں عاقل کو نہ چاہیئے کہ کسی پر عتاب کرے کیونکہ اگر عتاب کرے گا تو جس بات پر عتاب کیا ہے۔ اُس سے زیادہ سخت وہ کر بیٹھے گا۔ اور بکار کہتے ہیں کہ میں نے ابن عون کو اپنی ذات میں اور جہاں جاتا تھا اُس میں مشغول رہنے کے باعث کبھی کسی سے مذاق کرتے نہ دیکھا۔ اُن کا معمول تھا کہ صبح کی نماز پڑھکر اور اپنی جگہ میں قبلہ رُخ بیٹھکر اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرتے تھے اور جب آفتاب نکل آتا تو اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ اپنی زبان کے مالک تھے۔ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نہیں رکھتے تھے۔ ان کے بدن سے خوشبو آتی تھی اور خوش پوشاک بھی تھے۔ اور اپنے گھر میں تنہا خاموش فکر میں ڈوبے ہوئے رہتے تھے۔ کبھی حمام میں نہ گئے اور اس امر کو ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص اُن کے نیک اعمال و اخلاق سے واقف ہو۔ ابن مہدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں چوبیس برس عبداللہ بن عون کی صحبت میں رہا مگر میں نہیں جانتا کہ فرشتوں نے اس عرصہ میں اُن کا ایک گناہ بھی لکھا ہو۔ اپنے والدین سے نیکی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ انھوں نے کبھی ان کے ساتھ ایک برتن میں نہ کھایا اور اس کی وجہ جو پوچھی گئی تو کہا کہ مجھے یہ اندیشہ رہتا ہے کہ شاید اُن کی نگاہیں پہلے سے کسی لقمہ پر ہوں اور میں اُس کو لے لوں۔ ایک دن کسی کام کے لئے ان کی ماں نے ان کو بلایا تو اُن کو بلند آواز سے جواب دیا اُس کے کفارہ میں اُسی دن انھوں نے دو غلام آزاد کئے۔ ان کے مکان تھے۔ جن کو رہنے والوں کے لئے مباح کر دیا تھا اور اس خوف سے کہ کرایہ مانگتے وقت خوف زدہ نہ ہو جائیں کسی مسلمان سے کرایہ نہ لیتے تھے۔ ۱۵۱ھ میں قید ہستی سے آزاد ہوگئے۔

(۱۱۸) عبداللہ صوری اللہ تعالیٰ عنہ

اُن کا قول ہے کہ سچوں کے اعمال دل سے ہوتے ہیں اور ریاکاروں کے ظاہری اعضا سے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ دل میں ایک درد ہوا کرتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی محبت ہی اچھا کرتی ہے اور جس شخص نے اپنے آپ کو ایسی چیز کا پابند کیا جس کی اُس کو حاجت نہیں ہے اُس نے اپنے احوال میں سے اُس شئے کو ضائع کیا جس کی اُس کو احتیاج ہے۔ اور جب تیرے کلام سے تجھی کو فائدہ نہ ہوا تو دوسرے کو اُس سے کیونکر فائدہ ہو سکتا ہے۔ اور جس نے سنتوں کی پابندی میں سستی کی وہ بدعتوں میں مبتلا ہوا۔ اور جس نے اہل طریقت میں سے ہونے کا دعویٰ کیا وہ اُس کے آداب کے بجا لانے میں کمزور رہا اور رسوا ہی ہو کر مرا اور جس نے اہل طریقت میں سے اپنا نام مٹا دیا وہ نہ مرے گا جب تک کہ دور دور کے لوگوں کا مرجع نہ ہوے گا۔ اور بہت سے ایسے ہیں جن کے دلوں میں عبودیت کے دعوے چھپے ہوتے ہیں مگر ربوبیت ہی کے اوصاف اُن سے ظاہر ہوتے ہیں اور مردوں کے سب سے بڑے اخلاق میں سے یہ ہے کہ لوگ اُس کی بدگمانی سے بچے رہیں۔

(۱۱۹) عبداللہ بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ بڑے عابد تھے قبرستان میں رہا کرتے اور لوگوں کی صحبت چھوڑ بیٹھے تھے اور ان کا قول تھا کہ میں نے قبر سے بہتر

نصیحت کرنے والا اور تنہائی سے بڑھکر دین کا بچانے والا نہ دیکھا۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھارے غافل ہونے کی یہ دلیل ہے کہ تم ایسی چیز کے پاس سے گذر و جو اللہ عزوجل کو ناراض کرتی ہے اور تم اُس سے لوگوں کے خوف کے باعث منع نہ کرو۔ اور جس نے مخلوق سے ڈر کر امر بالمعروف کو ترک کیا اُس سے اللہ عزوجل کی ہیبت چھین لی گئی۔ اور جو آدمی کہ اپنے مال میں فضول خرچی کرتا ہے وہ تو اُس سے روکے جانے کا سزادار ہے پھر اُس کا کیا حال ہوگا جو مسلمانوں کے مال کو بے جا خرچ کرتا ہے۔ سنہ ۲۲۴ھ میں چھیاسٹھ برس کے ہوکر مدینہ سے ہمیشہ کے لئے قبر کی تنہائی میں جا سوئے۔

(۱۲۰) ابو اسحٰق ابراہیم ہروی رضی اللہ عنہ

ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ کی صحبت اٹھائے ہوئے اور اہل توکل و تجرید میں سے تھے۔ قزوین سے خلد بریں کو سدھارے۔ ہرات والے ان کی بڑی تعظیم و توقیر کرتے تھے۔ لیکن جب انھوں نے یکہ و تنہا حج کیا تو اس حج میں یہ دعا مانگی کہ خدایا میری روزی ہرات والوں کے مال سے موقوف فرما اور میرے حق میں اُن کو پرہیزگار بنا۔ چنانچہ جب وہ حج سے واپس آئے تو بغیر کچھ کھائے ہوئے کتنے ہی دن گذر جاتے تھے۔ مگر جب ہرات کے بازار سے گذرتے تھے تو لوگ ان کو گالیاں دیتے اور کہتے تھے کہ یہ تو ہر روز اتنے اتنے درہم خرچ کیا کرتا ہے۔ یہ کہتے تھے کہ میں بیابان میں کچھ دنوں اس طور پر رہا کہ نہ کچھ کھاتا تھا اور نہ پیتا تھا اور نہ کسی چیز کی خواہش ہوتی تھی اس پر میرے نفس میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک میری بھی کچھ منزلت ہے بس اس خیال کا آنا ہی تھا کہ میرے داہنی جانب سے ایک شخص نے کہا کہ ابراہیم! تو اپنے دل میں اللہ عزوجل سے ریا کرتا ہے! پھر اُس نے کہا کہ تجھے خبر بھی ہے کہ مجھے یہاں کتنے دن ہو گئے ہیں کہ میں نے نہ کچھ کھایا نہ پیا اور نہ خواہش کی ہے، حالانکہ میں آپا ہیچ بے حس و حرکت پڑا ہوا ہوں، میں نے کہا کہ خدا بہتر جانتا ہے۔ اُس نے کہا کہ اسّی دن اور پھر بھی مجھے اللہ عزوجل سے شرم آتی ہے کہ تیرا جیسا خیال میرے دل میں گذرے۔ حالانکہ اگر میں اللہ تعالیٰ کو قسم دوں کہ میری خاطر سے اس درخت کو سونے کا بنا دے تو وہ ضرور کرے۔ بس میری یہ تنبیہ ہوئی۔

(۱۲۱) ابو نعیم اصفہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حلیہ اور طبقات وغیرہا کتابوں کے مصنف سنہ ۳۳۶ھ میں اس دار محن میں آئے اور چورانوے سال کی عمر میں سنہ ۴۳۰ھ میں نعیم جنت کے شوق میں اصفہان سے عقبیٰ کی راہ لی۔ اصفہان والوں نے ان کو نکال دیا اور جامع مسجد میں بیٹھنے سے روک دیا تھا۔ پس سلطان محمود بن سبکتگین نے اصفہان پر قبضہ اور اپنی جانب سے وہاں حاکم مقرر کرکے وہاں سے کوچ کیا محمود کا پیٹھ پھیرنا تھا کہ یہاں کے لوگوں نے حملہ کرکے اُس حاکم کو قتل کر ڈالا۔ محمود دوبارہ وہاں پہنچا اور لوگوں کو اُس نے امان دی۔ جس سے وہ مطمئن ہو گئے لیکن پھر اُن کو قتل کرنا شروع کیا تو آدھے سے زیادہ آدمی صاف ہو گئے۔ لوگوں نے اس واقعہ کو ابو نعیم کی کرامات میں شمار کیا۔ اور ان کی اسّی سے کچھ زیادہ عمر ہو چکی تھی۔ اُس وقت حلیہ علم سینہ سے لکھوائی تھی نہ سفینہ سے۔

فصل عابدہ عورتوں کے تذکرہ میں

(۱۲۲) ان میں سے ایک معاذہ عدویہ رضی اللہ عنہا ہیں

ان کی عادت تھی کہ جہاں دن نکلا اور انھوں نے کہا کہ بس آج ہی کا دن تو میرے مرنے کا ہے اس لئے دن بھر سوتی نہ تھیں یہاں تک کہ شام ہو جاتی تھی۔ اور جب رات آتی تو کہتی تھیں کہ اسی رات میں تو میں مرنے والی ہوں اس لئے صبح تک نہ سوتی تھیں۔ اور جب نیند کا غلبہ ہوتا تو اٹھکر گھر میں دوڑتیں اور کہتیں کہ اے نفس نیند تو سامنے ہی ہے۔ پھر صبح تک گھر میں پھرتی رہتیں اور ان کو ہر دم یہ اندیشہ رہتا تھا کہ کہیں غفلت اور نیند میں موت نہ آجائے۔ یہ رات دن میں چھ سو رکعتیں پڑھتی تھیں اور چالیس سال تک انھوں نے نگاہ اٹھا کر آسمان کی طرف نہ دیکھا۔ اور جب ان کے شوہر نے قضا کی تو مرتے دم تک تکیہ لگا کر بچھونے پر نہ لیٹیں۔ یہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملی تھیں اور اُن سے حدیث روایت کرتی تھیں۔

(۱۲۳) رابعہ عدویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کثرت سے رونے والی اور غمگین رہنے والی تھیں اور جب دوزخ کا ذکر سنتیں تو عرصہ تک بیہوش رہتی تھیں۔ ان کا قول ہے کہ ہماری استغفار استغفار کی محتاج ہے۔ اور جو کچھ لوگ ان کو لاکر دیتے اُس کو واپس کر دیتیں اور کہتی تھیں کہ مجھے دنیا کی کچھ حاجت نہیں ہے۔ اور اسیؔ برس کی عمر میں پہنچ کر پرانی مشک جیسی ہو گئی تھیں اور چلنے میں گری پڑتی تھیں اور ہمیشہ اُن کا کفن اُن کے سامنے سجدہ کرنے کی جگہ میں رکھا رہتا تھا اور اُن کے سجدہ کی جگہ اُن کے آنسوؤں سے ایسی تر رہتی تھی کہ گویا پانی بہایا گیا ہے۔ انھوں نے سفیان کو "ہائے غم" کا نعرہ مارتے سُنا تو کہا کہ "ہائے غم کی کمی" اگر تم غمگین ہوتے تو تم کو زندگی اچھی نہ معلوم ہوتی۔ ان کے مناقب بہت اور مشہور ہیں۔

(۱۲۴) ماجدہ قرشیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ کہا کرتی تھیں کہ جہاں کوئی کھٹکا ہوا اور کسی کی آہٹ میں نے پائی تو مجھے یہی گمان ہوتا ہے کہ بس اس کے بعد ہی میرا خاتمہ ہے اور ان کا قول ہے کہ ایسے گھر کے رہنے والے کیسے کم عقل ہیں جن کو حکم دیا گیا ہے کہ یہاں سے کوچ کرو اور وہ ہیں کہ اطمینان سے ٹھیرے ہوئے ہیں گویا ان کے سوا کسی اور کو کہا گیا ہے اور ان کو جانے کی اجازت ہی نہیں ہے اور اُس حکم سے کوئی اور مراد ہے۔ اور کہا کرتی تھیں کہ فرمانبرداروں کو جو کچھ نصیب ہوا ہے یعنی جنت میں جانا اور خدا کا راضی ہونا سب بدن کو تھکا کر حاصل ہوا ہے۔

(۱۲۵) سیدہ عائشہ بنت حضرت جعفر صادق رحمہا اللہ

مصر میں قرافہ کے پھاٹک پر مدفون ہیں۔ یہ کہا کرتی تھیں کہ تیری ہی عزت وجلال کی قسم ہے کہ اگر تو نے مجھے دوزخ میں بھیجا تو میں اپنی توحید کو ہاتھ میں لے کر دوزخیوں میں پھروں گی اور اُن سے کہوں گی کہ میں نے تو اس کی توحید کی اور اُس نے مجھے عذاب دیا۔ ۱۴۵ھ میں جنت کو سدھاریں۔

(۱۲۶) رباح قیسی کی بیوی رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ساری رات کھڑی ہوئی عبادت کیا کرتی تھیں۔ اور اُن کا معمول تھا کہ جب چوتھائی رات گذر جاتی تو رباح سے

کہتیں کہ نماز کے لئے اُٹھ مگر وہ نہ اُٹھتا تو یہ پھر نماز کو کھڑی ہوجاتیں اور دوسری چوتھائی بھی ختم کر کے آتیں اور کہتیں کہ اے رباح اُٹھ لیکن وہ نہ اُٹھتا تو اس چوتھائی کو بھی تمام کرتیں اور آکر اُسے اُٹھاتیں اور اس کے نہ اُٹھنے پر ساری رات گزار کر آتیں اور کہتیں کہ اے رباح رات کا لشکر چلا گیا اور تو سوتا رہا میں نہیں جانتی کہ تیری نسبت مجھے کس نے دھوکا دیا تو خاصا ظالم و سرکش ہے۔ یہ زمین سے کوئی تنکا اٹھا لیتیں اور کہتی تھیں کہ واللہ دنیا میرے نزدیک اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ اور یہ عشا کی نماز پڑھ کر خوشبو ملتیں اور کپڑے پہن کر اپنے شوہر سے کہتیں کہ تم کو مجھ سے کوئی ضرورت تو نہیں ہے پس اگر وہ نہیں کہتا تو آرائشی لباس اُتار ڈالتیں اور فجر تک نماز میں مشغول رہتیں۔

(۱۲۷) فاطمہ نیشاپوریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ فاطمہ میری پیر ہیں۔ ان کا قول ہے کہ جس نے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو پیش نظر نہ رکھا وہ ہر میدان میں اُترے گا اور ہر زبان سے باتیں کرے گا اور جس نے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو پیش نظر رکھا اُس کو وہ سچائی کے سوا اور باتوں میں گونگا کردے گا اور اپنے سے حیا کرنا اور خلوص کے ساتھ پیش آنا لازم کردے گا اور کہتی تھیں کہ جس نے ایسی حالت میں عمل کیا کہ اللہ اُس کو دیکھ رہا ہے وہی خلوص والا ہے۔ ابویزید بسطامیؒ ان کی نسبت کہتے تھے کہ میں نے فاطمہ جیسی عورت نہیں دیکھی۔ میں نے مقامات میں سے کسی مقام کو ایسا نہیں پایا جو ان پر منکشف نہ ہوچکا ہو۔ ۲۲۳ھ میں مکہ معظمہ میں عمرہ کے راستہ سے جنت پہنچیں۔

(۱۲۸) رابعہ بنتِ اسمٰعیل رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ابتدائے شب سے انتہا تک عبادت میں رہتی تھیں۔ ان کا قول ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کی طاعت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کو اُس کے بُرے اعمال پر مطلع فرماتا ہے۔ پس وہ خلق اللہ کو چھوڑ کر ان میں مشغول ہوجاتا ہے۔ یہ ہمیشہ روزے رکھتی اور کہا کرتی تھیں کہ مجھ جیسی کو دنیا میں بے روزہ رہنا نہیں چاہیے۔ یہ اپنے شوہر سے کہا کرتی تھیں کہ میں تم کو شوہروں کی طرح نہیں بلکہ بھائیوں کی طرح دوست رکھتی ہوں۔ اور کہتی تھیں کہ جب کبھی میرے کانوں میں اذان کی آواز پہنچی تو مجھے قیامت کا پکارنے والا یاد آیا۔ اور جب برف پر نظر پڑی تو نامۂ اعمال کا اُڑنا یاد آیا۔ اور جب گرمی معلوم ہوئی تو حشر کا سماں آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ یہ کہا کرتی تھیں کہ میں نے بارہا جنوں کو آتے جاتے اور حوروں کو اپنی آستینوں سے مجھ سے پردہ کرتے ہوئے دیکھا ہے ان کے مناقب بہت ہیں۔

(۱۲۹) ام ہارون رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خداترس عبادت کرنے والیوں میں سے تھیں۔ اور صرف روٹی کھاتی تھیں اور کہا کرتی تھیں کہ میں تو رات ہی کے آنے سے شگفتہ ہوتی ہوں اور جب دن نکلتا ہے تو مجھ پر اُداسی چھا جاتی ہے۔ ساری رات نمازوں میں کھڑی رہتیں اور جب نور کا تڑکا ہوتا تو کہتیں کہ اب میری جان میں جان آئی۔ ایک مرتبہ یہ باہر نکلیں تو انھوں نے کسی کو کہتے سنا کہ "اس کو پکڑلو" اس پر غش کھا کر گر پڑیں بیس برس تک انھوں نے اپنے بالوں میں تیل نہیں ڈالا تھا مگر جب سر کھولتیں تو اپنے بالوں کو تمام عورتوں کے بالوں سے بہتر پاتیں اور جب کبھی جنگل میں ان کو شیر ملتا تو اُس سے کہتیں کہ اگر میں تیرا رزق ہوں تو مجھے کھالے وہ فوراً ان سے منہ پھیر کر لوٹ جاتا۔

(۱۳۰) حبیب کی بیوی عمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

رات بھر عبادت میں کھڑی رہتیں اور جب صبح ہوتی تو اپنے میاں سے کہتی تھیں کہ اے مردودے! اُٹھ رات جاچکی دن نکلا اور ملاء اعلیٰ کے تارے لڑنے اور نیکوں کے قافلے چلے گئے اور تو پیچھے رہ گیا اُن کو نہیں پائے گا۔ ایک مرتبہ ان کی آنکھیں دُکھنے کو آئیں تو کسی نے پوچھا کہ تمھاری آنکھوں کے درد کا کیا حال ہے تو کہا کہ میرے دل کا درد اس سے زیادہ سخت ہے۔

(۱۳۱) اَمتہ الجلیل رضی اللہ تعالےٰ عنہا

بڑی عابدہ وزاہدہ تھیں۔ ایک مرتبہ عابدوں میں "ولایت" کی تعریف کے متعلق اختلاف ہوا۔ بہت سے قول پیش ہوئے۔ آخر سب نے کہا کہ امتہ الجلیل کے پاس چلو۔ عابدوں نے ان سے آن کر پوچھا کہ تمھارے نزدیک "ولایت" کی تعریف کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ ولی وہ ہے جو ہر وقت دنیا سے روگرداں اور خدا کی طرف مشغول ہو اور اُس کی ایک گھڑی بھی ایسی نہ ہو جس میں وہ غیر خدا کے لئے فارغ ہو۔ بعدہٗ اُن میں سے ایک سے کہا کہ جو کوئی تم سے یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی ولی کا شغل اللہ عزوجل کے سوا کچھ اور ہے تو اُس کو جھوٹا سمجھو۔

(۱۳۲) عُبیدہ بنت ابی کلاب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

مالک بن دینار کے پاس آیا جایا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ انھوں نے سُنا کہ ایک شخص کہہ رہا ہے کہ متقی اُس وقت تک تقویٰ کی حقیقت تک نہیں پہنچتا جب تک کہ اللہ عزوجل کے پاس جانا اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب نہ ہو" تو یہ غش کھا کر گر پڑیں۔ اور کہا کرتی تھیں کہ میں کچھ پروا نہیں کرتی کہ کس حال میں میری صبح ہوئی اور کس حال میں شام۔ لوگ ان کو رابعہ رضی اللہ عنہا پر ترجیح دیتے تھے۔

(۱۳۳) عفیرہ عابدہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا

ایک دن چند عابدان کی زیارت کو پہنچے تو انھوں نے پوچھا کہ تمھارا کیا حال ہے۔ عابدوں نے کہا کہ ہم آپ کی دعا چاہتے ہیں انھوں نے کہا کہ اگر خطا کاروں کی زبانیں بند ہوگئی ہوتیں تو تمھاری بڑھیا گونگے پن سے بات بھی نہ کر سکتی۔ لیکن خیر دعا کرنا سنت ہے۔ اس کے بعد کہا کہ اللہ جنت کے بیروں سے تمھاری مہمانی فرمائے اور میرے اور تمھارے دلوں میں موت کی یاد ڈالے اور مرتے دم تک ہمارے ایمان کو محفوظ رکھے اور وہ سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔

(۱۳۴) شعوانہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا

کبھی رونے سے تھکتی نہ تھیں اس پر لوگوں نے ان سے کہا کہ اس قدر نہ رویا کرو۔ تو کہنے لگیں کہ واللہ میں تو چاہتی ہوں کہ اس قدر روؤں کہ میرے آنسو خشک ہو جائیں تب اتنا خون روؤں کہ میرے جسم کے کسی جزو میں خون باقی نہ رہے۔ اور کہا کرتی تھیں کہ جو رو نہ سکتا ہو اُس کو رونے والوں پر رحم کرنا چاہیئے۔ کیونکہ جو شخص روتا ہے وہ اپنے نفس سے اور جو گناہ اُس نے کئے ہیں اور جس طرف وہ جا رہا ہے اُس سے واقف ہونے کی وجہ سے روتا ہے۔ اور کہتی تھیں کہ خداوندا تو جانتا ہے کہ تیری محبت کا پیاسا کبھی سیراب نہیں ہوتا۔ اور جو عورت اُن کی خدمت کرتی تھی وہ کہتی تھی کہ جب سے میری نظر شعوانہ پر پڑی اُن کی برکت سے میں کبھی دنیا کی طرف نہ مائل ہوئی اور نہ میری آنکھ میں کوئی مسلمان چھوٹا نظر آیا۔ فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ ان کے پاس آتے جاتے اور ان سے پوچھا کرتے اور دعا چاہا کرتے تھے۔

(۱۳۵) آمنہ رملیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

بشر بن حارث رضی اللہ عنہ اِن کی زیارت کو جایا کرتے تھے ایک مرتبہ بشر بیمار ہوئے تو یہ رملہ سے اُن کی بیمار پرسی کو آئیں۔ اور اُن کے پاس تھیں کہ امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ بھی عیادت کو آئے۔ اور آمنہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر بشرؒ سے پوچھنے لگے کہ یہ کون ہیں۔ بشرؒ نے کہا کہ یہ آمنہ رملہ کی رہنے والی ہیں میری بیماری کی خبر سُن کر رملہ سے میری عیادت کو آئی ہیں۔ امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ نے بشر سے کہا کہ آپ ان سے درخواست کیجئے کہ ہمارے لئے دعا کریں۔ چنانچہ بشر نے ان سے کہا کہ آپ ہمارے لئے اللہ سے دعا کیجیے۔ انھوں نے کہا کہ خدایا بشر بن الحارث اور احمد بن حنبل دوزخ سے تیری پناہ کے طالب ہیں۔ اے سب سے بڑے رحم کرنے والے ان دونوں کو پناہ دے۔ امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رات ہوئی تو ایک پرچہ جس میں بسم اللہ کے بعد یہ لکھا ہوا تھا کہ "ہم نے یہ کر دیا اور ہمارے یہاں اس سے بھی زیادہ ہے" ہوا سے میری طرف گر پڑا۔

(۱۳۶) منفوسہ بنت زید بن ابی الفوارس رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ان کی عادت تھی کہ جب ان کا بچہ مرتا تو اُس کو اپنی گود میں رکھتیں اور کہتیں کہ واللہ تیرا مجھ سے آگے جانا میرے نزدیک تیرے مجھ سے بعد جانے سے بہتر ہے۔ اور تجھ پر رونے پیٹنے سے میرا صبر کرنا اچھا ہے اور اگر تیری جدائی حسرت کا باعث ہوتی تو تیرے ثواب کی امید اُس سے عمدہ تھی۔ پھر عمرو بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شعر جس کا مضمون یہ ہے پڑھتیں ؎

اپنے مردوں پہ نہیں روتے ہیں ہم ۔۔۔ بارِ غم سے ہو اگر پیٹھ بھی خم

(۱۳۷) سیدہ نفیسہ بنت حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم

آپ ۱۴۵ھ میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں ۔ زہد و عبادت میں بڑی ہوئیں اور اسحٰق موتمن سے آپ کی شادی ہوئی ۔ اور قاسم و اُمّ کلثوم آپ کی دو اولادیں تھیں ۔ سات سال تک آپ کی اقامت سے مصر نے برکت حاصل کی ۔ اور ۲۰۸ھ میں داخل خلد بریں ہوئیں ۔ ان کے شوہر دونوں بچوں کو لے کر مصر سے چلے گئے اور سب نے بقیع میں ہمیشہ کے لئے آرام کیا مگر اس میں اختلاف بھی ہے جیسا کہ ابن الملقن نے لکھا ہے ۔ جب امام شافعیؒ مصر میں آئے تو ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے اور رمضان میں تراویح انھیں کی مسجد میں پڑھتے تھے ۔

اب ہم پھر اُن اولیاء اللہ کا تذکرہ لکھتے ہیں جو مرد تھے ۔

(۱۳۸) سعدون مجنون رضی اللہ تعالیٰ عنہ

چھ مہینے جذب اور چھ مہینے سلوک کی حالت میں رہتے تھے اور جب ان کو جوش آتا تھا تو چھت پر چڑھ جاتے اور بلند آواز سے پکارتے کہ اے سونے والو قبل اس کے کہ مہلت ختم ہو جائے خواب غفلت سے چونکو کیونکہ تمھاری موتیں اچانک آجائیں گی ۔

(۱۳۹) بہلول مجنون رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ہارون الرشید نے ان سے ملاقات کی اور کہا کہ میں ایک زمانہ سے تمھاری ملاقات کا آرزومند تھا ۔ انھوں نے کہا کہ مگر مجھے تو تم سے ملنے کا کبھی شوق نہ ہوا ۔ پھر ہارون رشید نے کہا کہ آپ مجھے کچھ نصیحت کیجئے ۔ انھوں نے کہا کہ کس ذریعہ سے نصیحت کروں ، دیکھ لو یہ اُن کے محل ہیں اور یہ اُن کی قبریں ہیں ۔ پھر کہا کہ اے امیرالمومنین اُس وقت تم پر کیسی بنے گی جب اللہ تعالیٰ تم کو اپنے حضور میں کھڑا کرے گا اور چھوٹی سی چھوٹی چیزوں تک کا حساب تم سے لے گا اور اُس وقت تم بھوکے پیاسے اور ننگے ہو گے اور اُس دربار کبریائی کے لوگ تمھاری طرف دیکھکر ہنستے ہوں گے ۔ یہ سُن کر روتے روتے اُس کی گھگی بندھ گئی ۔ بہلول مستجاب الدعوات تھے ۔ ایک مرتبہ رشید نے ان کے پاس نذرانہ بھیجا ۔ انھوں نے واپس کر دیا اور کہلا بھیجا کہ جن لوگوں سے تم نے لیا ہے اُن کو قبل اس کے کہ وہ آخرت میں تم سے اس کا مطالبہ کریں اور اُن کے راضی کرنے کو تمھیں کوئی چیز ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے ۔ لوٹا دو ۔ اس کو سُن کر رشید پر جوش گریہ طاری ہوا ۔ بہلول رضی اللہ تعالیٰ عنہ چند اشعار جن کا مضمون یہ ہے پڑھا کرتے تھے ؎

حرصِ دنیا سے ہاتھ اٹھاؤ تم — عیش کی یاں امید ہے بے جا
کس لئے مال جمع کرتے ہو — کیا خبر۔ کون اس کو کھائے گا
رزق پہلے سے ہو چکا مقسوم — سوءِ ظن کا ہے فائدہ ہی کیا
اصل میں ہیں حریص ہی محتاج — ہیں جو قانع وہی ہیں اہلِ غنا

(۱۴۰) ابو علی فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کے دادا مسعود بن بشر تمیمی بعدہ یربوعی تھے۔ مُرو علاقہ خراسان کے ایک گاؤں میں جس کا نام تندین تھا نشو ونما پایا۔ اور ۱۸۷ھ میں حرم شریف سے فردوس بریں کی راہ لی۔ ان کے کلمات عبرت آیات میں سے ہے۔ کہ۔ اہلِ فضل اُسی وقت تک اہل فضل ہیں کہ اپنے فضل کو نہ دیکھیں جس شخص کو یہ پسند ہو کہ جب وہ باتیں کرے تو لوگ اُن کو سنیں وہ زاہد نہیں ہے۔ جب کوئی دشمن تمھاری غیبت کرے تو وہ تمھارے لئے دوست سے زیادہ مفید ہے۔ کیونکہ جب وہ تمھاری غیبت کرے گا تو اُس کی نیکیاں تمھاری ہو جائیں گی۔ آخر زمانہ میں قبیلہ کا سردار وہی ہوگا جو اُس میں منافق ہوگا اور اُس وقت ایسے لوگوں سے پرہیز کرنا پڑے گا کیونکہ یہ مثل لا علاج مرض کے ہوں گے۔ لوگوں سے بھاگو مگر جماعت کو ترک نہ کرو۔ یہ زمانہ خوشی کا نہیں بلکہ غم کا ہے۔ ہر چیز کا دیباچہ ہوا کرتا ہے اور مولویوں کا دیباچہ غیبت چھوڑ دینا ہے۔ یہ بھائیوں سے ملنے کو اس لئے ناپسند کرتے تھے کہ مبادا اُن کی یا اُن کی طرف سے تصنع یا ظاہرداری کی نوبت آئے۔ اور ان کے اقوال میں سے ہے جس نے قرآن کے معنی سمجھے اُس کو حدیث لکھنے کی ضرورت نہ رہی۔ یہ ہمیشہ سقائی کرتے اور اُسی سے اپنا اور اپنے عیال کا خرچ نکالتے تھے۔ اُن کا قول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو اُس کی روزی تنگ کر دیتا ہے اور جب کسی بندہ کو دشمن رکھتا ہے تو اُس پر دنیا کو وسیع کر دیتا ہے۔ اور میرا اس بات پر قسم کھانا کہ میں ریاکار ہوں مجھے اس سے زیادہ مرغوب ہے کہ اپنے ریاکار نہ ہونے کی قسم کھاؤں۔ اور قرآن جاننے والے کے یہ نشانی نہیں ہے کہ اُس کی کوئی ضرورت کسی امیر یا مالدار کے ہاتھ میں رہے بلکہ یہ سزاوار ہے کہ خلق اللہ کی ضرورتیں اس کے ہاتھ میں ہوں۔ اور جہاں تک ہو سکے مولویوں سے دور ہی رہو کیونکہ یہ اگر تم کو دوست رکھیں گے تو تمھاری ایسی تعریف کریں گے جس کے تم سزاوار نہیں ہو اور اگر تم سے خفا ہوں گے تو تمھارے خلاف میں جھوٹی گواہی دیں گے اور وہ مان لی جائے گی۔ سفیان بن عینیہ ان کے پاس آکر بیٹھے تو انھوں نے کہا کہ اے علماء! تم پہلے شہروں کے چراغ تھے جن سے لوگوں کو روشنی پہنچتی تھی مگر اب تم تاریک ہو گئے۔ اور تم پہلے ستارے تھے جن سے لوگ اپنا راستہ معلوم کرتے تھے۔ مگر اب تم کالی گھٹا بن گئے کیا تم میں سے کسی کو اُس وقت اللہ سے شرم نہیں آتی جب وہ ان حاکموں کے پاس جاتا اور اُن کے مال میں سے لیتا ہے۔ اور نہیں جانتا کہ انھوں نے اس کو کہاں سے حاصل کیا ہے اور اس کے بعد اپنی مسند پر تکیہ لگا کر بیٹھتا اور کہتا ہے کہ حدثنی فلاں عن فلاں۔ یہ سن کر سفیان سر ڈھنے

اور کہنے لگے کہ ہم خدا سے بخشائش چاہتے اور توبہ کرتے ہیں۔ اور کہا کرتے تھے کہ خدا کے مولوی منکسر اور رقیق القلب ہوتے ہیں اور دنیا کے مولوی غرور و تکبر والے اور عام لوگوں کو بُرا سمجھنے والے۔ اور ان کا مقولہ ہے کہ غیبت مولویوں کا میوہ ہے۔ آن کا اور شعیب بن حرب کا طواف میں ساتھ ہوا تو انھوں نے کہا کہ اے شعیب اگر تمھارا یہ گمان ہو کہ اس حج میں کوئی ایسا آدمی شریک ہوا ہے جو مجھ سے اور تم سے بُرا ہے تو تمھارا گمان بہت ہی بد ہے۔ ان کے اقوال میں سے ہے کہ جو ایسے بھائی کا جویا ہوا جس میں کوئی عیب نہ ہو وہ بلا بھلائی کے رہا۔ اُس سے بھائی چارہ نہ کرو کہ جب تم سے خفا ہو تو تم پر جھوٹی تہمت لگائے۔ اس زمانہ میں بھائی چارہ نہ رہا۔ پہلے لوگ اپنے بھائی کے بعد اُس کی اولاد کی نگہداشت اور پرورش اُس وقت تک کہ وہ سن رشد کو پہنچیں اس طور پر کرتے تھے کہ گویا خود انھیں کی اولاد ہیں۔ وہ شخص تیرا بھائی نہیں ہے جو اگر تجھ سے کوئی چیز مانگے اور تو نہ دے تو وہ تجھ سے رنجیدہ ہو جائے۔ لقمان باوجود اس کے کہ حبشی غلام تھے مگر چونکہ سچ بولتے تھے اور جس چیز سے اُن کو سروکار نہ ہوتا اُس میں کبھی نہیں پڑتے تھے۔ اس لئے بنی اسرائیل کے قاضی تھے۔ پل صراط کی دوری پندرہ ہزار فرسخ کی ہوگی۔ اس سبب سے اے میرے بھائیو دیکھ لو کہ تمھاری کیا حالت ہوگی۔ اسحٰق بن ابراہیم نے ان سے درخواست کی کہ مجھے کوئی حدیث سنایئے فضیل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تو مجھ سے دینار مانگتا تو مجھ پر حدیث کی طلب سے زیادہ تر آسان ہوتا اور اے غافل جو کچھ تجھے معلوم ہے اگر تو اُس پر عمل کرتا تو تجھ سے حدیث سننے کی فرصت نہ ملتی۔ جس نے قرآن پڑھا قیامت کے دن اُس سے اُسی طرح سوال ہوگا جس طرح تبلیغ رسالت کے بارہ میں انبیاء علیہم السلام سے کیونکہ وہ ان کے وارث ہیں۔ اخروی عالم کا علم چھپا رہتا اور دنیاوی عالم کا علم کھلا رہتا ہے۔ اس لئے اُخروی عالم کی پیروی کرو اور دنیاوی عالم کے ساتھ بیٹھنے سے پرہیز کرو کیونکہ یہ تم کو دنیا کے فریب اور چمک دمک میں پھنسا دے گا اور اس کا دعویٰ عمل کا بغیر عمل کے ہوا کرتا ہے یا ایسے عمل کی بنا پر جس میں صدق نہیں ہے۔ اگر علم والے دنیا کے متعلق زہد کرتے تو بڑے بڑے جابروں کی گردنیں ان کے سامنے جھکتیں اور لوگ ان کے فرماں بردار ہوتے۔ لیکن انھوں نے تو اپنا علم دنیا داروں کو دیدیا تاکہ اُن سے مال اینٹھیں۔ اس سبب سے لوگوں کے نزدیک ذلیل و خوار ہوئے۔ زاہدوں کی نشانی یہ ہے۔ کہ جب حاکموں اور اُن سے سروکار رکھنے والوں کے سامنے جاہل قرار دیئے جائیں تو خوش ہوں اور جو شخص اس کی خبر رکھے کہ کون سی چیز اُس کے پیٹ میں جاتی ہے۔ وہ خدا کے نزدیک صدیق ہے۔ اس لئے اے مسکین دیکھ کہ تیری خوراک کہاں سے آتی ہے۔

(۱۴۱) ابو اسحٰق ابراہیم بن ادہم بن منصور رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خطۂ بلخ کے رہنے والے اور شاہوں کی اولاد میں سے تھے۔ ان کے اقوال میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والے کی نشانی یہ ہے کہ سب سے بڑی فکر اُس کو نیکی اور عبادت کی ہو اور سب سے زیادہ اُس کا کلام مدح و ثنا ہو۔ اکثر ایک عربی شعر جس کا ترجمہ درج ذیل ہے اُن کی زبان پر رہتا تھا۔

ہیں خشک و تلخ لقمہ میں کچھ بڑھ کے لذتیں   خرمائے تر سے جن میں ہیں لپٹی ہوئی بھیڑیں

میں کہتا ہوں کہ بھیڑوں کے لپٹے ہوئے رہنے سے مراد یہ ہے کہ اُس کے باطن میں علت ہو۔ یعنی لوگ اُس کی دین داری اور نیکو کاری کے باعث وہ شے اُسے دیتے ہوں اور اگر ایسا نہ ہوتا تو اُسے نہ دیتے اس لئے ایسی صورت میں مناسب یہ ہے کہ اُس کے مالک کو واپس کردی جائے اور صرف ایسے ہی شخص کا ہدیہ قبول کیا جائے جس کی نسبت معلوم ہو کہ اس کو وہ ہر حال میں دوست رکھتا ہے۔ پس ایسے ہی شخص کا لقمہ ایسا ہے جس میں بھیڑیں نہیں ہیں واللہ اعلم ان کا قول ہے کہ میزان میں وہی عمل سب سے زیادہ بھاری ہوگا۔ جو جسم پر سب سے زیادہ دشوار ہے۔ جس نے عمل میں جان لڑادی اُس کو پورا اجر ملے گا اور جس نے عمل نہیں کیا وہ دنیا سے آخرت کی طرف خالی ہاتھ گیا۔ یہ ایک شخص کے ہمراہ رہے اور جب اُس سے جُدا ہونے لگے تو اس شخص نے ان سے کہا کہ اگر آپ نے مجھ میں کوئی عیب دیکھا ہو تو مجھے اُس سے آگاہ کر دیجیے۔ ابراہیم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بھائی جان۔ میں نے تم میں کوئی عیب نہ پایا کیونکہ میں نے تم کو محبت کی نگاہ سے دیکھا اس لئے جو بات تمہاری میں نے دیکھی وہ مجھے اچھی ہی نظر آئی اس سبب سے آپ کسی اور سے پوچھیں۔ یہ کہا کرتے تھے کہ میں اس لئے بیمار ہونے کی آرزو کرتا ہوں کہ مجھ پر جماعت کی نماز واجب نہ ہو تاکہ نہ میں لوگوں کو دیکھوں اور نہ وہ مجھے دیکھیں۔ یہ باہر سے دروازے کو بند کر دیا کرتے تھے اور لوگ اُسے بند پاکر واپس چلے جاتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے اس قول تلک[1] الدار الاخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون علوا فی الارض کی تفسیر میں کہتے تھے کہ اگر تم اپنے جوتے کے تسمے کو اپنے بھائی کے جوتے کے تسمے سے بہتر سمجھے تو یہ بھی شیخی ہے اور ان کے اقوال میں سے ہے کہ تین شخصوں کی بے قراری قابل ملامت نہیں۔ بیمار، اور مسافر روزہ دار۔ میں نے سنا ہے کہ قیامت کے دن بندہ سے ایسے لوگوں کے روبرو محاسبہ ہوگا جو اس کو پہچانتے ہوں تاکہ اُس کی اچھی طرح رسوائی ہو۔ جس شخص کو علم یا عمل یا بخشش کے ذریعہ سے شہرت پسند ہوئی اُس نے اللہ کی تصدیق نہیں کی۔ ان کو جب حلال کھانا نہیں ملتا تو مٹی کھاتے اور ایک مہینے تک اُسی کو کھا کر رہتے اور کہتے تھے کہ اگر مجھے اپنے نفس کی اعانت کا اندیشہ نہ ہوتا تو جب تک مجھے حلال نہ ملتا مرتے دم تک مٹی کے سوا اور کوئی چیز میری خوراک ہی نہ ہوتی۔ جہاں تک ان سے ہو سکتا تھا۔ کھانے میں کمی کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ حلال میں فضول خرچی کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ یہاں تک کہ ایک وضو سے پندرہ نمازیں ادا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ عمل کرنے کے لئے علم کی جستجو کرو کیونکہ بہت سے آدمی غلطی میں پڑ گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کے علم پہاڑوں کے برابر ہیں اور اُن کا عمل چیونٹی کے برابر۔ اُن کو اگر کوئی دیکھتا تو کہتا کہ ان میں گویا جان ہی نہیں اور اگر ہوا کا جھونکا لگتا تو گر جاتے۔ ان سے ایک عالم نے کہا مجھے نصیحت کیجیے تو اُس سے کہا کہ دُم بننا سر نہ بننا کیونکہ دُم بچ جاتی ہے اور سر چلا جاتا ہے۔ اور اوزاعی رحمہ

---

[1] یہ آخرت کا گھر ہے جس کو ہم نے ان لوگوں کے لئے خاص کر رکھا ہے جو دنیا میں کسی طرح کی شیخی نہیں کرنا چاہتے ۱۲ (آیت ۸۳ سورہ عنکبوت)

اللہ تعالیٰ نے ان کو لکھا کہ اے ابراہیم میں تمہاری صحبت میں رہنا چاہتا ہوں۔ اس کے جواب میں انھوں نے ان کو لکھ بھیجا کہ چڑیا جب دوسرے جنس کے پرندوں میں ملنا چاہتی ہے تو یہ پرندے اڑ جاتے ہیں اور اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

(۱۴۲) ابوالفیض ذوالنون مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا نام ثوبان بن ابراہیم تھا اور ان کے والد نوبہ کے رہنے والے تھے۔ ۲۴۵ھ میں اس سں دارالمحن سے رخصت ہوئے۔ بہت دبلے تھے۔ رنگت پر سرخی غالب تھی اور ڈاڑھی سفید نہیں ہوئی تھی۔ جب جیزہ کا بن انھوں نے وفات پائی تو اس خوف سے کہ لوگوں کی کثرت کے باعث کہیں پل نہ ٹوٹ جائے۔ ان کی لاش کو کشتی میں لے گئے۔ اور لوگوں نے بہت سے سبز پرندوں کو ان کی لاش کے اوپر قبر کے پاس پہنچنے تک منڈلاتے دیکھا۔ ان کے کلام خلوص التیام میں سے یہ ہے کہ خبردار معرفت کا دعویٰ نہ کرنا۔ زہد کو پیشہ نہ بنانا۔ عبادت پر گھمنڈ نہ کرنا اور ہر چیز سے اپنے پروردگار کی طرف بھاگنا۔ ہر دعویٰ کرنے والا حق کے شہود سے اپنے دعوے کے پردے میں رہتا ہے۔ کیونکہ اہل حق کا حق ہی اس طور پر شاہد ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور اسی کا قول حق ہے اور جس کا شاہد حق تعالیٰ ہوا وہ دعوے کا محتاج نہیں ہے اس لئے دعویٰ حق سے حجاب میں رہنے کی علامت ہے۔ علماء کہتے تھے کہ میں ایسے لوگوں کا زمانہ پا چکا ہوں کہ ان میں سے ہر ایک کا جس قدر علم بڑھتا تھا اسی قدر اس کا دنیا سے پرہیز اور بغض زیادہ ہوتا تھا اور آج تمھارا یہ حال ہے کہ تم میں سے جس کسی کا جیسے جیسے علم بڑھتا ہے اسی قدر دنیا کی محبت و طلب و مزاحمت بڑھتی جاتی ہے اور میں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ علم حاصل کرنے کے لئے مال خرچ کرتے تھے اور تم آج مال حاصل کرنے کے لئے علم کو خرچ کرتے ہو۔ اور کہا کرتے تھے کہ اے مریدوں کے گروہ تم میں سے جو شخص طریقت کا طالب ہو اس کو لازم ہے کہ علماء سے جہل کا اظہار کرکے اور زاہدوں سے رغبت کا اظہار کرے اور عارفوں سے خموشی کے ساتھ ملے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ اس لئے کہ عالموں سے اس کو زیادہ علم زاہدوں سے زہد اور عارفوں سے معرفت حاصل ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ انما الصدقات للفقراء والمساکین الایہ۔ خیرات تو بس فقیروں کا حق ہے اور محتاجوں کا (آیت ۶۰ سورہ توبہ) ان سے کسی نے پوچھا کہ خلق میں سفلے کون ہیں تو کہا کہ وہ لوگ کہ جو اللہ تعالیٰ کا رستہ نہ جانتے ہوں اور نہ اس کو جاننے کی کوشش کرتے ہوں۔ اور کہا کرتے تھے کہ عنقریب ایسا زمانہ آئے گا جس میں احمقوں کی حکومت عقلمندوں پر ہوگی۔

میں کہتا ہوں کہ احمق وہ ہے جس نے اپنے آپ کو اپنی خواہشوں کا پیرو بنایا اور خدا سے دور از کار آرزوئیں کیں اور عقلمند ہے کہ جس نے اپنے نفس کو زیر اور آخرت کے لئے عمل کیا۔ اور ان کا قول ہے۔ کہ لوگ ہمیشہ ہر زمانے میں فقیروں پر ٹھٹھے کرتے آئے ہیں تا کہ فقراء رضی اللہ عنہم انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام

کے نمونے بنیں۔ اور کہتے تھے کہ ایک عورت نے مجھ سے آکر کہا کہ میرے بچے کو گھڑیال گھسیٹ لے گیا ہے۔ میں نے بچہ کے لئے جو اُس کی بے چینی دیکھی تو دریائے نیل پر آیا اور کہا کہ خداوندا اُس گھڑیال کو نمودا کردے۔ چنانچہ وہ نکل کر میرے پاس آیا اور میں نے اُس کے پیٹ کو پھاڑا اور وہ بچہ صحیح سلامت نکل آیا۔ وہ عورت اُس بچہ کو لے کر چلی اور کہنے لگی کہ آپ مجھے معاف کر دیجئے۔ میں جب آپ کو دیکھتی تھی تو آپ سے ٹھٹھے کرتی تھی اور اب میں اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتی ہوں۔ اور ان کا قول ہے کہ بندہ سے اللہ تعالیٰ کے غصہ ہونے کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اُس کو محتاجی کا اندیشہ ہو۔ اور کہتے تھے کہ ہر چیز کی علامت ہوا کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے عارف کے نکالے جانے کی علامت اللہ عزوجل کے ذکر سے الگ ہو جانا ہے۔ اور جب غمگین کا غم کمال کو پہنچ جاتا ہے تو اُس میں آنسو نہیں باقی رہتے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب قلب رقیق ہوگا تو پھوٹ بہے گا اور جب خشک ہو جائے گا تو کیونکر پسیجے گا۔ ایک دن فقیروں نے ان کے سامنے آپس میں محبت کا ذکر کیا تو انھوں نے اُن سے کہا کہ اس مسئلے سے باز رہو مبادا نفوس سُن پائیں اور محبت کا دعویٰ کرنے لگیں۔ اور ان کا قول ہے کہ دلوں میں سے بعض ایسا بھی ہوتا ہے کہ گناہ کرنے سے پہلے مغفرت چاہتا ہے اس لئے اطاعت کرنے سے پہلے ثواب پاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے زبان کو بیان کے ساتھ گویا کیا اور اُس کو کلام سے کھولا ہے اور دلوں کو علم کا ظرف بنایا ہے۔ اور اگر یہ نہوتا تو آدمی بھی چوپایہ جیسا ہوتا سر اور ہاتھ سے اشارہ کیا کرتا۔ اور ہم جب کسی نوجوان کو مجلس میں کلام کرتے دیکھتے تھے تو اس کی بھلائی سے نا امید ہو جاتے تھے۔ اور جس نے حلال کی دوروٹیوں کی نسبت چھان بین نہ کی اُس نے اللہ عزوجل کی راہ میں فلاح نہ پائی۔ ایک شخص نے ان سے کہا کہ میری بیوی آپ کو سلام کہتی ہے تو کہا کہ ہم کو عورتوں کا سلام نہ پہنچایا کرو۔ اور دوستوں اور ملاقاتیوں کی کثرت سے بچتے رہو۔ اور جب ہم عمل میں کچے رہے اور صرف طرز کلام کو ہم نے پکا کر لیا تو پھر ہم کیونکر فلاح پا سکتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ اسی طرح سے ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے قرب سے مانوس فرمایا اُس کو بغیر جستجو کے علم عطا کیا اور حضرت ذوالنون کا قول ہے کہ جس نے علم سیکھا اور اُس میں مشہور ہوا اور اس کے بعد اُس نے اپنی خواہش کو علم پر مقدم رکھا وہ عقل والا نہیں ہے اور نہ وہ عاقل ہے جس نے اپنے لئے تو غیر سے انصاف چاہا اور اپنی ذات سے غیر کا انصاف نہ چاہا۔ اور نہ وہ عقلمند ہے جو اللہ تعالیٰ کو اُس کی طاعت میں بھول گیا اور اللہ تعالیٰ کو ضرورت و حاجت کے موقعوں میں یاد کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی سب مخلوقات سے عاجزی کرو مگر اُس سے ہرگز عاجزی نہ کرو جو تم سے عاجزی کا خواہاں ہو اس لئے کہ اُس کا خواہاں ہونا اُس کے اندرونی غرور پر دلالت کرتا ہے اور اگر تم اُس کے ساتھ عاجزی کروگے تو تم غرور میں اُس کے معین ہو گے۔ اور جس نے لوگوں کے عیب پر نظر کی وہ اپنے عیبوں سے اندھا ہوا۔ اور جس نے روٹی کے ساتھ نمک طلب کیا اُس کو صوفیوں کے راستہ میں فلاح نہ ہوئی ان سے کسی نے پوچھا کہ عقل کا کمال اور معرفت کا کمال کیا ہے تو کہا کہ جس چیز کا حکم ہے۔ جب تم اُس کے پابند رہو اور جس چیز کی ممانعت ہے اُس کو چھوڑ دو تو تم کامل عقل والے ہو اور جب تمھارا سرو کار اللہ

عزوجل سے ہو اور تم اُس کے سوا اپنے احوال اور اپنے اعمال پر غرّہ نہ کرو تو تم کامل معرفت والے ہو۔ اور کہا کرتے تھے کہ اس زمانہ میں عابدوں زاہدوں اور مولویوں نے گناہ کو ایک معمولی بات سمجھ لیا ہے۔ یہاں تک کہ اپنے پیٹوں اور شرم گاہوں کی خواہشوں میں ڈوب گئے ہیں اور اپنے عیبوں کے مشاہدہ سے روک دیئے گئے ہیں اس لئے وہ ہلاک ہو گئے ہیں مگر اُنھیں خبر نہیں وہ حرام کھانے پر جُھک پڑے ہیں اور حلال کی جستجو کو چھوڑ بیٹھے ہیں اور عمل کے بدلے صرف علم پر اکتفا کر بیٹھے ہیں جو چیز اُن کو نہیں آتی۔ اُس میں یہ کہتے ہوئے کہ "میں نہیں جانتا" شرماتے ہیں یہ لوگ دنیا کے غلام ہیں شریعت کے علماء نہیں ہیں۔ کیونکہ اگر یہ شریعت جانتے ہوتے تو وہ ان کو بُرائیوں سے روکتی اگر یہ سوال کریں تو اصرار سے کام لیں اور اُن سے سوال کیا جائے تو بُخل برتیں ان کے اول تو دراصل بھیڑیوں کے سے ہیں۔ مگر انھوں نے اپنے آپ کو انسانی پوشاک کے غلاف میں چھپا رکھا ہے اور اللہ کی مسجدوں کو جہاں اُس کا مقدس نام لیا جاتا ہے۔ اُنھوں نے اپنی بیہودہ باتوں اور لڑائی جھگڑوں اور اپنے شور و غل کا اکھاڑا بنا رکھا ہے۔ اور علم کو دنیا کے پھانسنے کا جال بنایا ہے۔ پس ان کی صحبت سے حذر کرو۔ ان سے کسی نے سوال کیا کہ آپ حدیث میں کیوں نہیں مشغول ہوتے تو کہا کہ حدیث کے لئے اور لوگ ہیں اور مجھکو تو جو مشغلہ اپنے نفس کے ساتھ ہے اُسی میں میرا سارا وقت گذر جاتا ہے اور حدیث دین کے ارکان میں سے ہے اور اگر حدیث اور فقہ جاننے والوں میں نقص نہ آجاتا تو اپنے زمانہ میں سب سے افضل وہی ہوتے کیا تم اُنھیں نہیں دیکھتے کہ اُنھوں نے اپنا علم دنیاداروں کو عطا کر دیا تاکہ اُس کے ذریعہ سے اُن کی دنیا کو اپنی طرف کھینچیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دنیادار ان کی روک کے لئے پہرے بٹھاتے ہیں اور ان سے غرور کے ساتھ پیش آتے ہیں اور دنیا کے بارہ میں علم والوں اور فقہ جاننے والوں کا رجحان دیکھکر دنیا کے ذریعہ سے اُن کو فریب اور دھوکے دیتے ہیں۔ اس لئے یہ لوگ اللہ اور رسول کی خیانت کرتے ہیں اور جو لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں اُن کا گناہ بھی انھیں کے سر پر ہوتا ہے۔ ان لوگوں نے علم کو دنیا کے لئے دام اور اس کے حاصل کرنے کا سلاح بنایا ہے۔ حالانکہ پہلے یہ دین کے چراغ تھے جن سے روشنی حاصل کی جاتی تھی۔ ان سے ایک شخص نے پوچھا کہ قرآن کے عالم کون ہیں۔ اس کے جواب میں کہا کہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے سواریوں اور جسموں کو تھکایا اور کُھلے جسموں سوکھے لبوں امنڈے اشکوں اور بلند آہوں کے ساتھ قرآن کو اپنا مصاحب بنایا ہے۔ انھیں کے لئے امن ہے اور یہی راہ پر ہیں۔ اور یہ کہا کرتے تھے کہ ان عالموں سے نہایت تعجب ہے کہ خالق کو چھوڑ کر انھوں نے مخلوق کے سامنے گردنیں جھکائی ہیں۔ حالانکہ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ سارے خلائق سے ان کا درجہ بلند تر ہے اور بندہ سے اللہ تعالیٰ کے منہ پھیر لینے کی نشانی یہ ہے کہ تم بندہ کو عیش و عشرت اور لغو و بیہودہ باتوں میں دل لگائے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کو بھلائے اور اُس سے منہ موڑے ہوئے دیکھو۔ اور ان کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمنوں کو جو اپنی محبت سے محروم فرمایا ہے تو بُخل کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف اس لئے کہ اپنے دوستوں کو جنھوں نے اس کی اطاعت کی ہے۔ ان سے بچائے اور اُنھیں اپنے دشمنوں کے ساتھ جنھوں نے اس کی نافرمانی کی ہے۔ ایک جانہ ہونے دے اور عارف ہمیشہ غم میں

رہتا ہے اور نہ ہمیشہ سرور میں۔ پھر کہا کہ اس دنیا میں عارف کی مثال اُس شخص کی سی ہے۔ جس کو بزرگی کا تاج پہنا اُس کے گھر میں ایک تخت پر بٹھادیا ہو اور ایک تلوار بال سے باندھ کر اُس کے سر پر لٹکا دی ہو اور اُس کے دروازہ پر دو خونخوار درندے چھوڑ دیئے گئے ہوں۔ پس وہ ساعت بساعت ہلاکت کے قریب پہنچتا ہو۔ پھر اُس کے لئے خوشی کہاں اور غم کہاں۔؟

بعضوں نے کہا ہے کہ سر پر لٹکی ہوئی تلوار تو احکام ہیں اور دروازہ پر کے دو خونخوار درندے امر و نہی ہیں۔ اور ان کا مقولہ ہے کہ جس نے اپنی جان گنوا کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا۔ اللہ نے اُس کی جان کو محفوظ رکھا۔ ان کا بیان ہے کہ جب مجھے بیڑیاں ڈال کر مصر سے بغداد لے چلے تو راستہ میں ایک اپاہج عورت ملی اور اُس نے مجھ سے کہا کہ جب تو خلیفہ متوکل کے سامنے حاضر ہو تو اُس سے خوف نہ کھانا اور نہ یہ سمجھنا کہ وہ تجھ سے بالا ہے۔ اور اپنے آپ کو برسرِحق ثابت کرنے کے لئے کوئی حجت نہ پیش کرنا خواہ تو برسرِحق ہو خواہ تجھ پر تہمت لگائی گئی ہو کیونکہ اگر تو اُس سے ڈرے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کو تجھ پر مسلط کر دے گا۔ اور اگر تو اپنی ذات کی طرف سے حجت پیش کرے گا تو اس سے اُبال زیادہ ہونے کے سوا اور کچھ نہ ہو گا۔ اس لئے کہ جس چیز کو اللہ جانتا ہے۔ اُس میں تو اُس پر سبقت لے جانی چاہے گا۔ اس لئے تجھکو چاہیئے کہ خدا سے اپنی مدد کی دعا کرے اور اپنی مدد آپ نہ کرے ورنہ اللہ تجھے تیرے ہی حوالہ کر دے گا۔ میں نے اس سے کہا کہ بسرو چشم۔ چنانچہ جب میں متوکل کے روبرو گیا تو خلافت کی حیثیت سے میں نے اُس کو سلام کیا۔ اس کے بعد اُس نے مجھ سے پوچھا کہ تجھ پر کافر و زندیق ہونے کا جو الزام لگایا گیا ہے۔ اُس کی نسبت تو کیا کہتا ہے۔ میں چپکا رہا۔ لیکن وزیر نے کہا کہ اس کے بارہ میں جو کچھ کہا گیا ہے۔ میرے نزدیک وہ درست معلوم ہوتا ہے۔ پھر مجھ سے کہا کہ تو کیوں نہیں بولتا۔ میں نے کہا کہ اے امیر المومنین اگر میں "نہیں" کہتا ہوں تو مسلمانوں کو جھٹلاتا ہوں اور اگر میں "ہاں" کہتا ہوں تو اپنے نفس کی نسبت ایسا جھوٹ کہتا ہوں جس کا علم اللہ تعالیٰ کو میری نسبت نہیں ہے۔ اس لئے جو کچھ آپ مناسب سمجھیں وہ کریں۔ میں تو اپنی مدد آپ نہیں کرتا۔ اس پر متوکل نے کہا کہ اس کی نسبت جو الزام ہے اُس سے یہ شخص بری ہے۔ میں وہاں سے نکل کر بڑی بی کے پاس پہنچا اور میں نے ان سے کہا کہ خدا تم کو میری طرف سے جزائے خیر دے۔ میں نے وہی کہا جو تم نے کہا تھا۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ تم نے یہ کہاں سے سیکھا۔ اُس نے کہا کہ قرآن مجید کے اُس مقام سے جہاں ہدہد نے[۵] آکر سلیمان علیہ السلام سے باتیں کی ہیں۔ اس واقعہ کے بعد ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ جو شخص بے لاگ توحید اور خالص توکل سیکھنا چاہے اُس کو بغداد کی اپاہج عورتوں کے پاس ٹوسی دینا چاہیئے۔ ان کا قول ہے کہ میں نے جب کبھی آسودہ ہو کر کھانا کھایا تو گناہ کیا یا گناہ کا ارادہ کیا۔ اور کہا کرتے تھے کہ عارف خوف زدہ ہو عارف ستائش گر نہ ہو۔

---

۵ دیکھو اُنیسویں پارہ کا سترھواں رکوع (سورہ نمل کی آیات ۲۱ تا ۲۴)

(۱۴۳) ابو محفوظ معروف بن فیروز کرخی رضی اللہ عنہ

یہ اُن پیران طریقت میں سے ہیں جو زہد۔ پرہیزگاری اور فتوت میں مشہور تھے مستجاب الدعوات تھے اور اُن کا واسطہ دے کر بارانِ رحمت کی دعا کی جاتی ہے۔ یہ علی بن موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کئے ہوئے تھے۔ داؤد طائی رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہے اور بغداد میں وفات پائی۔ اور سنہ ۲۰۰ھ میں وہیں دفن ہوئے۔ ان کا مزار وہاں مشہور و معروف ہے اور رات دن لوگ اس کی زیارت کو جایا کرتے ہیں۔ ان کے کلام برکت نظام میں سے ہے کہ۔ جب اللہ کسی بندہ کا بھلا چاہتا ہے تو اُس پر عمل کا دروازہ کھول دتیا اور جدل کا دروازہ بند کردیتا ہے اور جب کسی بندہ کا بُرا چاہتا ہے تو اُس پر عمل کا دروازہ بند کردیتا ہے اور جدل کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ نیکوکار تو بہت ہیں مگر اُن میں صدق والے بہت ہی تھوڑے ہیں۔ اگر عارفوں کے دلوں سے دنیا کی محبت نہ نکالی جاتی تو وہ طاعت کے کام کرنہیں سکتے تھے۔ اور اگر ذرہ کے برابر بھی دنیا کی محبت اُن کے دلوں میں ہوتی تو اُن کا ایک سجدہ بھی درست نہ ہوتا۔ عارف بلا اختیار دنیا کی طرف رجوع کرتا ہے اور دنیا کا مشتاق بہ اختیار۔ جب عالم نے علم پر عمل کیا تو مومنوں کے دل اُس کے لئے ہموار ہو گئے اور اُس کو وہی بُرا سمجھا ہے جس کے دل میں بیماری ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کا بھلا چاہتا ہے تو اپنے سے اس کو روگرداں نہیں ہونے دیتا اور سچے فقیروں میں جگہ دیتا ہے اور جب کسی بندہ کا بُرا چاہتا ہے تو اُس کو نیک اعمال سے بیکار کردیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اُس کے دل پر پہاڑوں سے بھی زیادہ بھاری معلوم ہوتے ہیں اور اُس کو بال داروں میں رکھتا ہے۔

(۱۴۴) ابو نصر بشر بن الحارث حافی رضی اللہ عنہ

اصل میں مُرو کے تھے اور بغداد میں انھوں نے سکونت اختیار کی تھی اور دسویں محرم ۲۲۷ھ میں یہیں سے دارِ آخرت کی راہ لی فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ کی صحبت اٹھائی تھی۔ عالم پرہیزگار بڑی شان والے علم و حال میں اپنے زمانہ کے یکتا تھے۔ ان کے اقوال آئینۂ احوال میں سے یہ ہے کہ جو شخص اس کو دوست رکھتا ہے کہ لوگ اُسے پہچانیں۔ یعنی جس کو یہ بات پسند ہو کہ اُس کے کمال سے لوگ واقف ہوں اُس کو آخرت کی حلاوت نصیب نہیں ہوتی۔ عنقریب لوگوں پر وہ زمانہ آنے والا ہے جس میں احمقوں اور کم رتبہ لوگوں کی حکومت عاقلوں اور بڑے لوگوں پر ہوگی۔ ان کا بیان ہے کہ ایک دن میں اپنے گھر آیا تو ایک شخص کو میں نے وہاں بیٹھا پاکر اُس سے پوچھا کہ تم میری اجازت کے بغیر میرے گھر کے اندر کیونکر چلے آئے۔ اُس نے کہا کہ میں تمھارا بھائی خضر ہوں۔ میں نے اُن سے کہا کہ آپ میرے لئے خدا سے دعا کیجئے۔ خضر علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنی طاعت تم پر آسان کردے۔ میں نے کہا کہ کچھ اور۔ انھوں نے کہا کہ اور اُس پر تم کو گھمنڈ نہ ہونے دے۔ ان کا قول ہے کہ مجھ سے ایک صوفی نے کہا کہ

ابونصر تو نے لوگوں سے خیرات یعنی اپنی وقعت قائم کرنے کے لئے موقوف کی ہے پھر اُس نے کہا کہ اگر تو حقیقت میں زاہد اور دنیا سے مُنہ موڑے ہوئے ہے تو لوگوں کے ہاتھوں سے لے۔ تاکہ اُن کے نزدیک تیری وقعت نہ رہے اور جو کچھ وہ تجھے دیں وہ محتاجوں کو دیدے اور اُنھیں پر اس کو خرچ کر اور خود اُس میں سے زبان پر بھی نہ رکھ اور اپنی غیر سے لینے کے بارہ میں توکل پر مضبوط رہ۔ یہ قول میرے یاروں کو گراں گزرا۔ لیکن میں نے اُس سے کہا کہ خدا مجھکو میری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ اب میرا جواب سُن۔ اُس نے کہا کہ اچھا کہو۔ میں نے کہا کہ فقیروں کی تین قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو سوال نہیں کرتے اور اگر اُن کو دیا بھی جائے تو نہیں لیتے یہ تو روحانی لوگ ہیں۔ اور دوسری قسم کے وہ ہیں جو سوال نہیں کرتے اور اگر اُن کو دیا جائے تو لے لیتے ہیں۔ یہ متوسط درجے کے لوگ ہیں۔ اور تیسری قسم کے وہ ہیں جو صبر کئے بیٹھے ہیں اور وقت کو ٹالتے ہیں مگر جب اُن کو حاجت یا مجبور کرتی ہے تو نکل کر خدا کے بندوں کی طرف سوال کرنے کو جاتے ہیں۔ مگر اُن کے قلب اللہ کی طرف ہوتے ہیں اور اُن کے سوال کرنے کا کفارہ ان کے سوال کی سچائی ہوا کرتی ہے۔ اس کو سُن کر اُس صوفی نے کہا کہ میں تم سے راضی ہو گیا خدا تم سے راضی رہے۔ ان کا قول ہے کہ تم کو وہ مرے ہوئے لبس کرتے ہیں۔ جن کے ذکر سے دل زندہ ہوتے ہیں اور بہت سے زندہ آدمی ایسے ہیں جن کے دیکھنے سے سنگ دل زندہ ہوتے ہیں۔ اور بہت سے زندہ آدمی ایسے ہیں جن کے دیکھنے سے سنگدلی آتی ہے۔ اور کہا کرتے تھے کہ اے علم کے طالب تو تو علم کو نقل بناتا اور اُس سے مزے لیتا ہے۔ تیرا صرف یہ کام ہے کہ سنتا ہے اور نقل کر دیتا ہے اور جو کچھ بھی نہیں۔ حالانکہ جو کچھ تو نے سیکھا ہے اگر تو اُس پر عمل کرتا تو تجھے علم کی تلخی معلوم ہوتی، ارے کم بخت علم سے مقصود صرف عمل ہے۔ اس لئے سن اور سیکھ پھر عمل کر اور نکل بھاگ، کیا تو سفیان ثوری کو نہیں دیکھتا کہ اُنھوں نے کیونکر علم کی جستجو کی اُس کو سیکھا اور نکل بھاگے۔ اس لئے جو کچھ میں تجھ سے کہتا ہوں اُس کو سُن، کیونکہ علم کی تلاش دنیا سے بھاگنے کی راہ بتاتی ہے۔ نہ کہ اُس کی محبت کی۔ اور ان کا قول ہے کہ خیرات جہاد و حج و عمرہ سے افضل ہے۔ کیونکہ ان کاموں کے کرنے والے سوار ہو کر آتے ہیں اور لوگ ان کو دیکھتے ہیں اور خیرات کرنے والا چپ چاپ دیتا ہے۔ اس لئے اُس کو خدائے عزوجل کے سوا کوئی نہیں دیکھتا۔ اور کہا کرتے تھے کہ میں اللہ تعالیٰ کو اس سے بدرجہا بزرگ سمجھتا ہوں کہ اُس کا ذکر ایسے شخص کے سامنے کروں جو نہ اُس کو پہچانتا ہو اور نہ اُس کے پہچاننے کا قصد کرتا ہو۔ اور "کل" تو مر چکی اور "آج" جان کندنی میں ہے اور "کل" ابھی پیدا نہیں ہوئی ہے۔ اس لئے نیک اعمال کی طرف دوڑو۔ اور جب کسی شخص سے خط و کتابت کرو تو اُس کو عمدہ لفظوں سے آراستہ نہ کرو، کیونکہ ایک مرتبہ میں نے ایک خط لکھا اُس وقت مجھے ایک ایسی بات سوجھی کہ اگر میں اُس کو لکھ دیتا تو خط میں حُسن آجاتا مگر تھی وہ جھوٹ، اور اگر میں اُس کو چھوڑ دیتا تو خط بدنما ہوتا، مگر وہ سچی تھی۔ آخر میں نے فیصلہ کیا کہ سچی ہی بات لکھوں گا چاہے خط کی عبارت بھونڈی ہی کیوں نہ ہو اتنے میں خانہ کعبہ کی طرف سے ایک ہاتف نے آواز دی۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ[1] الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ - اوران کا قول ہے کہ جو شخص دنیا میں عزت کے ساتھ اور آخرت میں سلامتی کے ساتھ رہنا چاہے، وہ نہ حدیث بیان کرے۔ نہ گواہی دے، نہ کسی قوم کا امام بنے اور نہ کسی کا کھانا کھائے۔ محمد بن یوسف کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ بشر بن حارث سے سوال کر رہا ہے کہ مجھے حدیث سنایئے، انھوں نے انکار کیا تب وہ شخص الحاح واصرار کرنے لگا مگر انھوں نے نہ مانا۔ اور جب وہ اُن سے مایوس ہوگیا تو کہنے لگا کہ اے ابو نصر جب تم قیامت کے دن اللہ سے ملوگے اور وہ تم سے پوچھے گا کہ تم نے لوگوں کو حدیثیں کیوں نہ سنائیں تو تم کیا جواب دوگے۔ بشر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں کہوں گا کہ اے میرے پروردگار تو نے مجھے نفس کی مخالفت کرنے کا حکم دیا تھا اور میرا نفس حدیثیں بیان کرنے اور سردار بن بیٹھنے کو چاہتا تھا۔ اس لئے میں نے اُس کی مخالفت کی اور اُس کی منہ مانگی مراد اُس کو نہ دی۔ یہ مریدوں سے کہا کرتے تھے کہ ترک تعلقات کو ہی ہر چیز پر مقدم سمجھو۔ کیونکہ میرا نفس جیسے کھانے اور جیسی پوشاکیں چاہتا ہے۔ اگر میں اُسے دوں تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں میں چُنگی وصول کرنے والا یا پولس کا سپاہی نہ ہو جاؤں۔ اور ان کا قول ہے کہ جو شخص عورتوں سے علیٰحدہ رہنے پر قادر ہو اُس کو چاہیے کہ اللہ سے ڈرے اور ان کے پاس نہ پھٹکے۔ اور اگر کوئی شخص جوان کی احتیاج سے مجبور ہو چار عورتیں جمع کرے تو وہ حد سے تجاوز کرنے والا نہیں ہے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ شادی کیوں نہیں کرتے اور سنت کی مخالفت سے کیوں نہیں نکلتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ مجھے فرض کی مشغولی سے سنت کی فرصت نہیں ہے۔ فرض سے ان کی مراد نفس کا مجاہدہ اور بُرے اخلاق سے اُس کا صاف کرنا ہے۔ ان کا قول ہے کہ بدوں کی صحبت سے نیکوں کی نسبت بدگمانی پیدا ہوتی ہے اور نیکوں کی صحبت سے بدوں کی نسبت حسن ظن پیدا ہوتا ہے اور اللہ عزوجل کسی بندہ سے یہ سوال نہ فرمائے گا کہ تو نے میرے بندوں کی نسبت حسن ظن کیوں رکھا تھا۔ یہ اپنے مرض الموت کی حالت میں اکثر کہا کرتے تھے کہ خدایا جتنی میری قدر تھی اُس سے زیادہ تُو نے مجھے بڑھایا اور میرا نام بلند کیا اور لوگوں میں مجھے شہرت دی۔ اس لئے تیری ہی بزرگ ذات کا واسطہ دے کر تجھ سے دعا مانگتا ہوں کہ کل قیامت کے دن مجھے رسوا نہ فرما۔ یہ جب کسی فقیر کو غفلت کی حالت میں ہنستے ہوئے دیکھتے تو اُس سے کہتے تھے کہ بچ، دیکھ کہیں اسی حال میں تجھکو خدا تعالیٰ پکڑ نہ لے۔ اور ان کا قول تھا کہ فقیر کی غنیمت اس زمانہ میں لوگوں کا اُس سے غافل ہونا اور اُس کی جگہ کا اُن سے پوشیدہ رہنا ہے۔ کیونکہ اکثر آدمیوں کا ملنا ملانا ان کے لئے نقصان کا موجب ہے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں اپنے گھر کے اندر گیا تو میں نے ایک لانبے آدمی کو دیکھا کہ وہاں نماز پڑھ رہا ہے میں ڈر گیا۔ کیونکہ گھر کے دروازہ کی کنجی میرے پاس تھی۔ اُس شخص نے تبسم کرکے مجھ سے کہا کہ ڈرو نہیں میں تمھارا بھائی خضر ہوں۔ میں نے اُن سے

---

[1] جو لوگ ایمان لاتے ہیں اُن کو پکی بات (یعنی کلمۂ توحید) کی برکت سے اللہ دنیا میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں (بھی) ثابت قدم رکھے گا، ۱۲

کہا کہ مجھے کچھ تعلیم کیجئے جس سے اللہ تعالیٰ مجھے فائدہ دے۔ چنانچہ انھوں نے کہا کہ "کہو میں بخشائش چاہتا ہوں۔ خدائے عزوجل سے اور اس سے توبہ چاہتا ہوں۔ ہر ایسے گناہ سے جس کو میں نے توبہ کے بعد پھر کیا۔ اور بخشائش چاہتا ہوں۔ خدائے عزوجل سے اور اُس سے توبہ چاہتا ہوں ہر ایسے عہد سے جو میں نے خدا کے لئے اپنی ذات سے کیا اور اُس کو توڑ دیا اور اُس کو پورا نہ کیا۔ اور بخشائش چاہتا ہوں خدائے عزوجل سے اور اُس سے توبہ چاہتا ہوں۔ ہر ایسی نعمت کے بارہ میں جو اُس نے میری عمر بھر عطا فرمائی اور اُس سے میں نے اُس کی نافرمانی میں مدد لی اور اُس سے ان باتوں سے حفاظت و نگہداشت کی درخواست کرتا ہوں"۔ اُن کے اقوال میں سے ہے کہ اُس فقیر کو کبھی فلاح نہ ہوگی جو یہ کہے کہ میں روٹی کس چیز سے کھاؤں۔ اور نفس کا اپنی مدح کے قبول کر لینے پر مطمئن ہو جانا گناہ کی ذلت سے اُس پر زیادہ گراں گذرتا ہے اور جس شخص نے اپنے نفس کو پہچان لیا ہے اُس کو ستائش ضرر نہیں کرتی۔ اور کہا کرتے تھے کہ علماء رضی اللہ عنہم میں تین صفتیں پائی جاتی تھیں۔ راست گفتاری۔ حلال خوری اور دنیا کے بارے میں سخت پرہیزگاری۔ اور آج میں ان میں سے ایک صفت بھی کسی میں نہیں پاتا۔ پھر کیونکر میں ان کی پرواکروں اور کیونکر ان کو دیکھ کر بشاش ہوں اور کیونکر یہ عالم ہونے کا دعوے کرتے ہیں۔ یہ تو دنیا کے بارہ میں ایک دوسرے پر رشک و حسد کرتے اور حکموں کے نزدیک اپنے قران کو بُرا ثابت کرتے اور اُن کی غیبت کرتے ہیں اور یہ سب باتیں اس اندیشہ کی وجہ سے کرتے ہیں کہ کہیں حکام اپنے حرام دنا چیز مال کے ساتھ ان کے سوا اوران کی طرف نہ جھکیں۔ اے بگڑے ہوئے عالمو! تم نبیوں کے وارث ہو اور تمھیں کو انھوں نے علم کا وارث بنایا۔ مگر تم نے اُس کو حاصل کر کے کجی اختیار کی اور اُس پر عمل نہ کیا اور تم نے اپنے علم کو اپنی روزی حاصل کرنے کا ذریعہ بنالیا۔ کیا تم اس سے بھی نہیں ڈرتے کہ دوزخ کی آگ سب سے پہلے جس چیز سے سلگائی جائے گی وہ تمھیں ہوگے۔ اور کہتے تھے کہ جو شخص دین کے ذریعہ سے دنیا حاصل کرتا ہے۔ اُس کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو اپنے لساندے ہاتھوں کو اُس پانی سے دھوئے جس میں مچھلی دھوئی گئی ہے یا اُس شخص کی ہے جو گھاس پھوس سے آگ بجھاتا ہو۔

میں کہتا ہوں کہ دین کے ذریعہ سے دنیا حاصل کرنے کی پہچان یہ ہے کہ تم اپنی ہر ایک صفت کو غور سے دیکھو کہ اُس کے نہ رہنے کی صورت میں تمھاری وہی تعظیم و توقیر جواب ہوتی ہے ہوگی یا نہیں۔ پس جس صفت کے نہ رہنے کی صورت میں تمھاری تعظیم و توقیر اپنی حالت پر رہے۔ وہ اگر دین داری ہے تو تم خلوص والے ہو۔ اور نہیں تو نہیں۔ اور اُن ہی کا قول ہے، جو معاملہ کہ اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان ہے۔ جب بندہ نے اُس میں کوتاہی کی تو اُس سے وہ شے لے لی جائے گی جس سے وہ مانوس ہے۔

ابو جعفر مغازلی کہتے ہیں کہ میں نے بشر بن حارث کو پُرانا بوسیدہ کُرتہ پہنے ہوئے دیکھ کر اُن سے کہا کہ اس کُرتہ کو آزاد کر دیجئے تو کہا کہ جب اس کا پہننے والا آزاد ہوگا تو یہ بھی ہوگا۔ اور بشر رضی اللہ عنہ سے تصوف کی نسبت پوچھا گیا تو اُنھوں نے کہا کہ یہ تین باتوں کا نام ہے۔ ایک یہ کہ عارف کی معرفت کا نور اُس کی پرہیزگاری کے نور کو نہ ڈھانکے اور دوسرے یہ کہ علم باطن میں ایسی گفتگو نہ کرے جس کو ظاہری کتاب و

سنت باطل کردے اور تیسرے کرامات اُس سے اللہ کے محارم کے پردے فاش نہ کرائیں۔

(۱۳۵) ابوالحسن سری بن مغلس سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت جنید کے ماموں اور پیر تھے۔ حضرت معروف کرخی کی صحبت میں رہے اور پرہیزگاری اور اعلیٰ احوال و علم توحید میں اپنے زمانہ کے یکتا تھے۔ یہی پہلے شخص ہیں جنھوں نے بغداد میں علم توحید پر گفتگو کی ہے اور بغداد کے اکثر پیران طریقت کی نسبت انھیں تک پہنچتی ہے۔ یہیں ۲۵۱ھ میں انھوں نے قضا کی۔ ان کی قبر شونیزیہ میں مشہور اور لوگوں کی زیارت گاہ ہے۔ ان کے اقوال میں سے ہے کہ جو شخص اپنے دین کو سلامت رکھنا۔ اپنے جسم کو راحت دینا اور ایسے کلام کے سننے سے جو رنج و تردد میں ڈالتا ہے۔ محفوظ رہنا چاہے۔ اُس کو لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرنی چاہیے۔ کیونکہ یہ زمانہ کنارہ کشی اور تنہا رہنے کا ہے اور سب سے بڑی قوت یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کو مغلوب کرے اور جو شخص اپنے آپ کو ادب دینے سے عاجز رہا وہ غیر کو ادب دینے سے عاجز تر ہے اور بندہ کے استدراج کی علامت ہے کہ اپنے عیب سے اندھا اور دوسرے کے عیبوں سے آگاہ ہو اور اُن کا قول ہے کہ اُس فقیر کا دل کیونکر روشن ہو سکتا ہے۔ جو اپنے لین دین میں خیانت کرنے والے اور ظالموں و رشوت خواروں سے معاملہ رکھنے والے کے مال میں سے کھاتا ہے۔ خصوصًا اگر یہ فقیر ایسے لوگوں سے خواری و زاری کے ساتھ اپنے ہاتھ میں کوئی ہنر نہ رہنے کی وجہ سے مانگا کرتا ہو۔ علی بن الحسین کہتے ہیں کہ میرے والد نے کھانسی کی کچھ گولیاں لے کر سری رضی اللہ عنہ کے پاس اس وجہ سے مجھے بھیجا کہ اُن کو کھانسی تھی۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ ان کے کیا دام ہیں۔ میں نے کہا کہ مجھے کچھ نہیں بتایا ہے۔ اس پر انھوں نے کہا کہ ان کو میری طرف سے سلام اور یہ پیام پہنچا تو کہ ہم پچاس برس سے لوگوں کو یہ تعلیم دے رہے ہیں کہ اپنے دین کو معاش کا ذریعہ نہ بناؤ تو کیا آج تم یہ سمجھتے ہو کہ میں دین کے ذریعہ سے کچھ کھاؤں گا۔ یہ کہہ کر گولیاں واپس کردیں اور اُن میں سے کچھ بھی نہ لیں اور ان کا قول ہے کہ جو شخص لوگوں کے ولی اللہ کہنے پر مطمئن ہو جائے وہ اپنے نفس کے ہاتھ میں قید ہے۔ اور اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ میرا گھر میں بیٹھا رہنا میرے مسجد کی طرف جانے سے افضل ہے تو میں باہر نہ نکلوں اور اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ میرا لوگوں سے الگ رہنا افضل ہے تو میں اُن کے ساتھ بیٹھنا چھوڑ دوں۔ اور تین باتیں بندہ سے اللہ تعالیٰ کے ناراض ہونے کی نشانیاں ہیں کثرت سے کھیلنا ٹھٹے کرنا اور غیبت کرنی اور دیکھو خبردار مالداروں اور بازاروں میں پڑے والوں اور حاکموں کے پاس بھی نہ پھٹکنا کیونکہ جو اُن کے پاس بیٹھے گا وہ بگڑے گا اور دو کے درمیان اُس وقت تک محبت صحیح نہیں ہوتی۔ جب تک کہ ایک دوسرے کو اُو! میں نہ کہے۔ اور میں نے کوئی چیز اپنے نفس کی قلت معرفت اور دوسروں کے عیبوں پر نظر رکھنے سے بڑھ کر اعمال کی مٹنے والی، دلوں کو بگاڑنے والی۔ بندہ کو بلاکی تک جلد پہنچانے والی۔ رنجوں کو ٹھیرانے والی، غضب الٰہی سے قریب کرنے والی زیادہ خودلپسندی و ریاست کی محبت کو پائدار کرنے والی نہ دیکھی۔ خصوصًا اگر ایسا شخص عبادت میں مشہور و معروف ہو اور

اُس کا شہرہ دور دور پہنچا ہو۔ یہاں تک کہ اُس کی امید سے زیادہ اُس کی ستائش ہوتی ہو اور اپنے نفس کے ساتھ چھپے ہوئے مقامات میں رہنا ہو اور لوگوں کی نسبت اُس کی بُری یا اچھی رائے مقبول ہو۔ ان سے کسی نے کہا کہ فلاں شخص کی تعظیم کرتا اور اُس سے اعتقاد رکھتا ہے اور فلاں حاکم فلاں فقیر پر کسی کو ترجیح نہیں دیتا اور اُس کے شہر والے بالاتفاق اُس سے عقیدہ رکھتے ہیں اس پر انھوں نے کہا کہ ہلاک ہونے والوں کے ساتھ یہ بھی ہلاک ہوگا۔ اور کہا کرتے تھے کہ دنیا علماء کے دلوں کے لئے زہریلے سانپ کی طرح ہے اور عابدوں اور مولویوں کے دلوں کے لئے لٹو کی طرح جس کو دنیا اُسی طرح مشغول رکھتی ہے۔ جس طرح لٹو لڑکوں کو۔ اور دو باتیں بندہ کو اللہ تعالیٰ سے دور کرتی ہیں۔ ایک، فریضہ کو ضائع کر کے نفل ادا کرنا اور دوسری بغیر صدق دل کے اعضاء سے عمل کرنا۔ یہ رو یا کرتے اور کہتے تھے کہ نیکو کاروں کی راہ دشوار گذار ہوگئی اور اُس پر چلنے والے کم ہو گئے اور اعمال چھوٹ گئے اور اُس کی رغبت کرنے والے تھوڑے رہ گئے اور حق متروک ہوگیا۔ اور یہ امر ہٹ گیا ہیں اس کو نہیں پاتا مگر بیہودہ گویوں کی زبان پر جو حکمت کی باتیں کرتے ہیں اور اعمال نیک کو چھوڑے بیٹھے ہیں۔ رخصتوں کو پھیلائے ہوئے ہیں اور "تاویلوں کو مہیا کئے ہوئے ہیں اور گناہ گاروں کو اُس میں پھنسائے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد کہتے تھے کہ ہائے غم علما کے فتنہ سے ہائے مصیبت رہنماؤں کی حیرت سے۔ اور کہا کرتے تھے کہ جو تاریکیوں میں اپنے پروردگار سے مانوس ہوا۔ قیامت کے دن اُسی کا نام بلند و روشن ہوگا۔ یہ اکثر دو شعر پڑھا کرتے تھے۔ جن کا ترجمہ یہ ہے ؎

نہ دن کو چین نہ راتوں کو ہے مجھے آرام — گھٹا بڑھا کریں راتیں نہیں مجھے کچھ کام
میں رات بھر تو پڑا ایڑیاں رگڑتا ہوں — جو دن نکلتا ہے آنکھیں دکھاتے ہیں آلام

(۱۴۶) ابو عبداللہ حارث بن اُسید محاسبی رضی اللہ عنہ

یہ بزرگان صوفیہ میں سے علوم ظاہری و علوم معاملات کے عالم تھے ان کی تصنیفیں مشہور ہیں۔ اپنے زمانہ میں بے مثل اور اکثر بغداد والوں کے پیر تھے۔ بصرہ کے رہنے والے تھے اور ۲۴۳ھ میں بغداد سے باغ جنت کو سدھارے۔ ان کا قول ہے کہ جس نے مراقبہ اور خلاص سے اپنے باطن کو درست کیا اللہ تعالیٰ نے مجاہدہ و سنت کی پیروی سے اُس کے ظاہر کو آراستہ کیا۔ اور اس امت کے نکو کار وہی لوگ ہیں جن کی آخرت انھیں دنیا سے باز رکھتی نہ اُن کی دنیا اُن کی آخرت سے اُن کو روکتی ہے۔ ایک مرتبہ ان کے سامنے اس مضمون کے شعر پڑھے گئے ؎

اشک اتنے بہے ہیں غربت میں — شمع سا خود پگھل رہا ہوں میں
کیوں نکالے وطن سے باہر پاؤں — کف افسوس مل رہا ہوں میں
جس میں محبوب تھا وہ گھر چھوڑا — آپ اپنے سے جل رہا ہوں میں

بس یہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس قدر وجد کرنے لگے کہ حاضرین کو ان کی حالت پر افسوس آنے لگا۔

ان سے توکل کرنے والے کی نسبت پوچھا گیا کہ آیا ایسے شخص کو بمقتضائے طبیعت طمع بھی لاحق ہوتی ہے تو کہا کہ خطرات ہوتے ہیں جو اُس کو کچھ ضرر نہیں کرتے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے معرفت میں ایک کتاب تصنیف کی اور مجھے اُس پر ناز ہوا ایک دن میں اُسے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا کہ پھٹے کپڑے پہنے ہوئے ایک نوجوان نے میرے پاس آکر مجھے سلام کیا اور کہا کہ اے ابو عبداللہ معرفت خدا کا حق مخلوق پر ہے یا مخلوق کا حق خدا پر ہے۔ میں نے کہا کہ خدا کا حق مخلوق پر ہے۔ اُس نے کہا کہ تب تو اللہ کو بطریق اولیٰ اُن لوگوں پر اُس کا کھول دینا مناسب تھا۔ جن کے ذمہ اُس کا حق تھا۔ میں نے کہا کہ نہیں مخلوق کا حق خدا پر ہے۔ اُس نے کہا کہ وہ ایسا انصاف ور نہیں ہے کہ اُن پر ظلم کرے۔ یہ کہہ کر اُس نے مجھے سلام کیا اور اپنی راہ لی۔ حارث کہتے ہیں کہ میں نے فوراً وہ کتاب لے کر جلا دی اور عہد کیا کہ آئندہ سے پھر معرفت میں گفتگو نہ کروں گا۔ اور اُن کا قول ہے کہ بندہ پر سب سے پہلی بلا یہ آتی ہے کہ اُس کا دل آخرت کی یاد سے معطل ہو جاتا ہے اور اس وقت دل میں غفلت پیدا ہوتی ہے۔ امام احمد بن حنبل سے کہا گیا کہ حارث محاسبی صوفیہ کے علوم بیان کرتے اور اُن پر آیات و احادیث سے دلیل لاتے ہیں آپ اُس کو ایسے مقام سے کہ اُن کو خبر نہ ہو سننا چاہتے ہیں۔

امام صاحب نے کہا کہ ہاں۔ چنانچہ ایک رات کو وہ صبح تک حاضر رہے اور اُن کے یاروں کے احوال میں سے کسی بات کو اُنھوں نے ناپسند نہ کیا اور کہا کہ میں نے دیکھا کہ جب مغرب کی اذان ہوئی تو حارث نے پیش قدمی کر کے نماز پڑھی۔ پھر کھانا آیا تو وہ کھاتے بھی رہے۔ یاروں سے باتیں بھی کرتے جاتے تھے اور یہ سنت ہے۔ اور جب وہ اور اُن کے ہمراہی کھانے سے فارغ ہوئے اور سب نے ہاتھ دھوئے تو آکر بیٹھے اور اُن کے ہمراہی سامنے بیٹھے اور اُنھوں نے کہا کہ تم میں سے جو کوئی کچھ پوچھنا چاہے پوچھے۔ چنانچہ لوگوں نے ریاء و اخلاص کی نسبت اور اس کے علاوہ اور بہت سے مسائل پوچھے۔ اُنھوں نے سب کے جواب دیئے اور آیات و احادیث سے سب کے شواہد بیان کئے۔ اور جب رات کا ایک حصہ گذر گیا حارثؒ نے ایک قاری کو قرآن پڑھنے کا حکم دیا اُس نے قرآن پڑھا تو لوگ روئے اور نالہ و شیون کی آواز بلند ہوئی۔ بعدہ قاری نے پڑھنا موقوف کیا اور حارث نے مختصر دعائیں کیں اس کے بعد وہ نماز کو کھڑے ہوئے صبح ہوئی تو امام احمد رضی اللہ عنہ نے اُن کی بزرگی کا اقرار کیا اور کہا کہ میں صوفیوں سے اس کے خلاف سنا کرتا تھا میں خدائے عظیم سے استغفار کرتا ہوں۔ خدا اُن سے راضی و خوشنود ہو۔

(۱۴۷) ابو سلیمان داؤد بن نصیر طائی رضی اللہ عنہ

زہد و ورع میں کبیر الشان تھے یہاں تک کہ ان کے مرض الموت میں جو لوگ ان کے گھر گئے انھوں نے اُس میں ان چیزوں کے سوا کچھ بھی نہ پایا چھوٹا سا مٹکا جس میں سوکھی روٹیاں تھیں۔ ایک بدھنا اور ایک بڑی سی کچی اینٹ جس سے وہ تکیہ کا کام لیتے تھے اور بس یہ اپنے یاروں سے کہا کرتے تھے کہ دیکھو خبردار تم میں سے کوئی شخص اپنے گھر میں اُس سے زیادہ اسباب نہ رکھے۔ جس قدر کہ دور جانے والے سوار رکھتے ہیں۔

ایک مرتبہ ان سے کہا گیا کہ کوئی ایسا آدمی بتائے جس کے پاس بیٹھکر ہم فائدہ حاصل کریں۔ اس کے جواب میں انھوں نے کہا کہ یہ چیز گم ہوگئی اب ہاتھ نہیں آتی۔ ان کا قول ہے کہ علم تو اسی لئے حاصل کیا جاتا ہے کہ جہاں تک جلد ہو سکے اُس پر عمل کیا جائے اور جب طالب علم نے اُس کو جمع کرنے ہی میں عمر گنوادی تو اُس پر عمل کب کرے گا۔ انھوں نے چونسٹھ سال تجرد میں گذار دیئے۔ لوگوں نے اُن سے پوچھا کہ آپ نے کیوں کر صبر کیا۔ انھوں نے کہا کہ ایک سال تک میں نے عورت کی خواہش کو دشواری کے ساتھ برداشت کیا۔ بعدہ میرے دل سے یہ خواہش ہی چلی گئی۔ مجھ کو جنت مانگتے ہوئے خدا سے شرم آتی تھی اور کہتے تھے کہ میں تو چاہتا ہوں کہ آگ سے چھوٹوں اور خاکستر ہو جاؤں اور کہا کرتے تھے کہ چونکہ ہم کثرت سے گناہ کرتے ہیں۔ اس لئے زندگی سے بیزار ہو گئے ہیں۔ اور ان کا قول تھا کہ مرید کی نشانی یہ ہے کہ دنیا سے بے لگاؤ ہو اور اُس کے جتنے دوست و آشنا دنیا کے راغب ہوں، سب کو ایک دم سے چھوڑ دے نہ اُن کے ساتھ بیٹھے اور نہ اُن کی عیادت کرے۔

(۱۴۸) ابو علی شقیق بن ابراہیم بلخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خراسان کے پیران طریقت میں سے تھے۔ توکل کے بیان میں ان کو خاص ملکہ تھا ان کی باتیں خوش آیند ہوتی تھیں۔ اور کہا گیا ہے کہ خطہ خراسان میں علم احوال پر گفتگو کرنے والے پہلے شخص یہی ہیں ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہے اور اُن سے اُن کا طریقہ سیکھا۔ یہ حاتم اصم رضی اللہ عنہ کے پیر ہیں۔ ان کا قول ہے کہ میں نے بیس برس تک قرآن میں محنت کی تب دنیا کو میں نے آخرت سے تمیز کیا اور اس کو میں نے دو حرفوں میں پایا اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول مقدس ہے۔ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَزِیْنَتُھَا ج وَعِنْدَ اللّٰہِ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی ۝ اور کہا کرتے تھے کہ زاہد وہ ہے جو اپنے فعل سے اپنے زہد کو قائم رکھے اور زاہد نما وہ ہے جو اپنی زبان سے اپنا زہد ثابت کرے۔ اور مال داروں سے بچتے رہو کیونکہ جہاں تم نے اُن سے دل لگایا اور تم کو اُن سے اُمید بندھی کہ تم نے خدا کو چھوڑ کر اوروں کو اپنا مالک بنالیا۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ کیونکر اس کی شناخت ہو سکتی ہے۔ کہ بندہ کے نفس نے مال داری پر محتاجی کو ترجیح دی ہے۔ انھوں نے کہا کہ جب مال داری کے حاصل ہونے سے اُسی طرح ڈرنے لگے۔ جس طرح محتاجی سے ڈرتا تھا تو اُس نے غنا کو چھوڑ کر فقر اختیار کیا اور ان سے پوچھا گیا کہ زاہد کے صدق کی کیا علامت ہے تو کہا کہ دنیا کی کسی چیز کے چلے جانے سے خوش ہونا اور اُس کے حاصل ہونے سے غمگین ہونا اور ان کا قول ہے کہ مومن کی مثال اُس شخص کی ہے جو کھجور کا درخت لگائے اور اس خوف میں رہے کہ شاید اس میں کانٹے پیدا ہوں اور منافق کی مثال اُس شخص کی

لہ اور جو کچھ بھی تم کو دیا گیا ہے۔ وہ دنیا کی زندگی کے چند فائدے ہیں اور یہیں کی زینت ہے اور جو اللہ کے یہاں ہے وہ کہیں بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ آیت ۶۱۔ سورہ قصص۔ پارہ ۲۰۔ مترجم۔

ہے جو کانٹے بوئے اور تروتازہ کھجوروں کی امید رکھے۔ مگر وہ کہاں ہاتھ آتی ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ میں ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ سے مکہ میں ملا تو انھوں نے مجھ سے کہا کہ خضر علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی انھوں نے ایک سبز پیالہ میری طرف بڑھایا جس میں سکباجؔ کی بوتھی اور مجھ سے انھوں نے کہا کہ ابراہیم اس کو کھاؤ۔ لیکن میں نے اس کو ان کی طرف لوٹا دیا۔ اس پر انھوں نے کہا کہ میں نے فرشتوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ جس شخص کو کوئی شے عطا ہو اور نہ لے وہ اگر درخواست کرے گا تو پائے گا۔ ان کا قول ہے کہ جب عالم لالچی اور مال کا خزانچی ہو تو جاہل کس کی پیروی کرے گا۔ اور جب وہ فقیر جس کے فقر کی شہرت ہو دنیا اور عیش و آرام کی طرف راغب اور پوشاکوں اور نکاحوں کا طالب ہو تو آخرت کا آرزومند کس کی اقتدا کرے کہ اس کی آرزو پوری ہو اور جب خود رکھوالا ہی بھیڑیا ہو تو بکریوں کی رکھوالی کون کرے۔

(۱۴۹) ابویزید طیفور بن عیسیٰ بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سنہ ۲۶۱ھ میں دار فانی سے عالم جاودانی کو گئے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک شب میں نے اپنی محراب میں پاؤں پھیلائے تو فوراً مجھے غیب سے آواز آئی کہ جو بادشاہوں کے ساتھ بیٹھے اس کو چاہیے کہ حسن ادب کے ساتھ ہم نشینی کرے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ علمار کا اختلاف رحمت ہے مگر توحید کی تجرید میں۔ اور میں نے تیس سال تک مجاہدہ کیا مگر بندہ پر کوئی چیز زیادہ تر دشوار علم اور اس کی پیروی سے نہ دیکھی۔ اور میں نے اللہ کو اللہ ہی کے ذریعہ سے پہچانا اور غیر اللہ کو اللہ کے نور سے اور اللہ تعالیٰ نے بندوں کو نعمتیں اس لئے عطا فرمائیں کہ ان کے ذریعہ سے اس کی طرف رجوع ہوں مگر وہ ان میں پھنس کر اس کو بھول بیٹھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ خداوندا تو نے ان مخلوقات کو بغیر ان کی واقفیت کے پیدا کیا اور بغیر ان کے ارادہ کے ایک امانت ان کے گلے ڈالی پھر اگر تو ہی ان کی مدد نہ فرمائے گا تو کون مدد کرے گا۔ سنت اور فریضہ کے بارہ میں ان سے پوچھا گیا تو کہا کہ سنت تو دنیا کو بتمامہا چھوڑ دینا ہے اور فریضہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھنا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سنتیں سب کی سب ترک دنیا بتاتی ہیں اور کتاب بجمیع وجوہ صحبت صحبت مولیٰ کی ہدایت کرتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام اس کی ایک صفت ہے اور نعمتیں ازلی ہیں۔ اس لئے ان کا شکر بھی ازلی ہونا چاہیے۔ اور ان کا بیان ہے کہ میں نے رب العزت کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اے پروردگار میں تجھے کیونکر پاؤں تو ارشاد ہوا کہ اپنے نفس کو چھوڑ اور میری طرف چلا آ۔ ان سے سوال کیا گیا کہ عارف کی کیا صفت ہے تو کہا کہ جو دوزخیوں کی صفت ہے کہ اس میں نہ مرتے ہیں نہ جیتے ہیں۔ اور کسی نے ان سے پوچھا کہ آدمی کب متواضع ہوتا ہے تو کہا کہ جب اس کی نگاہ میں خود اپنا کوئی مقام اور کوئی حال نہ ہو اور نہ یہ سمجھے کہ خلق اللہ میں اس سے کوئی برا ہے ان کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اولیا اس کے

؎ بکسر اول و سکون ثانی و بائے موحدہ و جیم عربی ایک قسم کی آش ہے جو سرکہ اور چاول یا اور غلوں کے دلیہ سے تیار کی جاتی ہے۔ ۱۲۔ مترجم۔

پاس اُنس کے بہشت میں پردہ کے اندر ہیں کوئی شخص اُن کو نہ دنیا میں دیکھتا ہے اور نہ آخرت میں اور ان کا قول ہے کہ ولیوں کی کرامتوں کے حصے مختلف طور پر چار اسموں سے ملا کرتے ہیں الاوّل۔ الآخر۔ الظاھر اور الباطن اور ولیوں میں سے ہر فریق کے لئے ان میں سے ایک اسم مخصوص ہوتا ہے لیکن جو شخص ان اسمار کی ملابست کے بعد ان سے نفنا ہو گیا، وہی پورا کامل ہے۔ پس جو الظاھر کے اصحاب ہیں وہ قدرت کے عجائبات دیکھا کرتے ہیں اور جو الباطن والے ہیں وہ جو کچھ دلوں کے اندر گذرتا ہے اُس کو ملاحظہ کرتے ہیں۔ اور الاوّل جن کے حصہ میں ہے۔ اُن کا شغل گذشتہ واقعات ہیں اور الآخر والے آئندہ واقعات کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ پس اُس شخص کے سوا جس کی تدبیر کا کفیل حق تعالیٰ ہوتا ہے۔ ہر ایک کا مکاشفہ اُس کی طاقت کے انداز سے ہوتا ہے۔ معرفت کے بارہ میں ان سے پوچھا گیا تو کہا کہ مخلوقات کے احوال ہیں اور عارف کا کوئی حال ہی نہیں ہے کیونکہ اس کے سارے آثار میٹ دیئے گئے ہیں اور غیر کی ہویت کے لئے اُس کی ہویت نیست کردی گئی ہے اور غیر کی نشانیوں کے لئے اس کی نشانیاں مٹادی گئی ہیں پس عارف اڑنے والا ہے اور زاہد چلنے والا یحییٰ بن معاذ نے ابویزید رحمہ اللہ کو لکھ بھیجا کہ میں نے اس کثرت سے اُس کی محبت کا جام نوش کیا کہ مجھے نشہ ہو گیا۔ اس کے جواب میں ابویزید رضی اللہ عنہ نے ان کو لکھ بھیجا کہ اوروں نے آسمانوں اور زمینوں کے سمندروں سے پیا اور اس پر بھی سیراب نہ ہوئے اور اُن کی زبانیں ھَلْ مِنْ مَزِیْد "کچھ اور بھی ہے" کہتی ہوئی باہر نکلی پڑتی ہیں۔ ایک دن ابراہیم بن شیبہ ہروی ابویزید کے پاس آئے تو اُن سے ابویزید نے کہا کہ میرے دل میں آتا ہے کہ اپنے پروردگار عزوجل سے تمھارے لئے سفارش کردوں۔ اس پر انھوں نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ تم کو کل مخلوقات کا سفارشی بنادے تو بھی یہ کوئی بڑی چیز نہیں ہے وہ تو مٹی کے ایک ٹکڑے سے زیادہ نہیں ہیں۔ اس جواب کو سن کر ابویزید کو حیرت ہو گئی۔ ایک روز ابویزید رضی اللہ عنہ کے پاس اُن کے شہر کے عالم و فقیہ نے آکر کہا کہ اے ابویزید تمھارے اس علم کا ماخذ کیا ہے اور سکھانے والا کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ ابویزید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خدا کی بخشش اس کا ماخذ ہے اور خدا سکھانے والا ہے اور وہاں سے آیا ہے جہاں کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مَنْ عَمِلَ بِمَا یَعْلَمُ وَرَّثَہُ اللّٰہُ عِلْمَ مَا لَمْ یَعْلَمْ (جس شخص نے اُس پر عمل کیا جس کو وہ جانتا ہے۔ اُس کو اللہ اُس علم کا وارث بنائے گا جو اُس کو معلوم نہیں ہے۔ یہ سُن کر فقیہ خاموش ہو گیا۔ ابو علی جوزجانی رضی اللہ عنہ سے اُن الفاظ کے بارہ میں پوچھا گیا جو ابویزید رضی اللہ عنہ کی نسبت منقول ہیں انھوں نے کہا کہ ہم ابویزید کے صاحب حال ہونے کو تسلیم کرتے ہیں اور شاید انھوں نے انتہائے غلبہ یا سکر کی حالت میں وہ الفاظ کہے ہوں اور جو شخص ابویزید کے مقام تک پہنچنا چاہے اُس کو ابویزید جیسا مجاہدہ کرنا چاہیئے۔ اُس وقت وہ اُن کے کلام کو سمجھ سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

(۱۵۰) ابو محمد سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ

ابن یونس بن عیسیٰ بن عبداللہ بن رفیع تستری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اس فرقہ کے اماموں اور علوم اخلاص وریاضات وغیرہ کے بڑے علماء متکلمین میں سے تھے۔ خالد و محمد بن سوار کی صحبت میں رہے اور مکہ کی طرف جاتے ہوئے ۲۷۳ھ میں ذوالنون مصری کو دیکھا اور انھوں نے ۲۸۳ھ میں قضا کی۔ ان کے کلمات میں سے ہے کہ لوگ پڑے سوتے ہیں اور جب مریں گے تو بیدار ہوں گے اور جب بیدار ہوں گے تو پچھتائیں گے۔ اور جب پچھتائیں گے تو اُن کو پچھتانا فائدہ نہ دے گا۔ اہل زمین پر جب آفتاب طلوع یا غروب ہوتا ہے تو اس شخص کے سوا جو اپنی جان اپنی بیوی اپنی دنیا اور اپنی آخرت پر اللہ تعالیٰ کو مقدم رکھتا ہے سب اللہ تعالیٰ سے ناواقف ہوتے ہیں۔ ادنیٰ ادب یہ ہے کہ نہ معلوم ہونے کی صورت میں ٹھہر جائے اور آخر ادب یہ ہے کہ شبہ کی صورت میں ٹھہرے۔ اللہ تعالیٰ کو رات اور دن کی گھڑیوں میں دلوں کی اطلاع ہوتی رہتی ہے۔ پس جس دل میں اپنے سوا اور کی طرف احتیاج دیکھتا ہے۔ اُس پر ابلیس کو مسلط کر دیتا ہے۔ صوفی کو تین چیزوں کی پابندی لازمی ہے اپنے راز کی نگہداشت اپنے فقر کی حفاظت اور اپنے فرض کا ادا کرنا۔ اللہ نیت کا قبلہ ہے۔ اور نیت قلب کا قبلہ ہے اور قلب بدن کا قبلہ ہے اور بدن اعضاء کا قبلہ ہے اور اعضاء دنیا کے قبلہ ہیں۔ جو گمان سے بچا وہ تجسس سے بچا اور جو تجسس سے بچا وہ غیبت سے بچا اور جو غیبت سے بچا وہ زور سے بچا اور جو زور سے بچا وہ بہتان سے بچا۔ آدمی ریاست کا مستحق نہیں ہوتا۔ جب تک کہ اپنی ناواقفیت کو لوگوں کی طرف سے پھیر نہ لے اور اُن کی جہالت کو برداشت نہ کرے اور اُن کے قبضہ کی چیزوں کو چھوڑ نہ دے اور اپنے قبضہ کی چیزوں کو اُن کے لئے خرچ نہ کرے۔ صدیقوں کے اخلاق میں سے ہے کہ وہ اللہ کی قسم نہیں کھاتے نہ جھوٹ نہ سچ اور غیبت نہیں کرتے اور نہ اُن کے سامنے غیبت کی جاتی ہے اور سیر ہو کر نہیں کھاتے اور جب وعدہ کریں تو خلاف نہ کریں۔ فتنے تین قسم کے ہیں۔ عوام کا فتنہ جو علم کی وجہ سے اُن میں آیا ہے۔ خواص کا فتنہ جو رخصتوں اور تاویلوں سے اُن میں پیدا ہوا ہے اور عارفوں کا فتنہ جو واجب حق میں دوسرے وقت تک دیر کرنے کی وجہ سے اُن میں آیا ہے۔ ہمارے اصول سات ہیں اللہ کی کتاب پر مضبوط رہنا رسول اللہ کی سنت کی پیروی کرنی۔ حلال کھانا ستانے سے باز رہنا، گناہوں سے بچنا، توبہ کرنی۔ اور حقوق ادا کرنا۔ جو شخص اس امر کو دوست رکھتا ہو کہ اُس کے اور اللہ کے درمیان جو معاملہ ہے اُس سے لوگ واقف ہوں وہ غافل ہے۔ ہمارے اس زمانہ میں علماء تین باتوں سے مایوس ہو گئے ہیں۔ توبہ کی برابر پابندی سے۔ سنت کی پیروی سے اور ترک مردم آزاری سے زندگی چار قسم کی ہے۔ فرشتوں کی زندگی طاعت میں ہے۔ نبیوں کی زندگی علم اور وحی کے انتظار میں صدیقوں کی زندگی اقتداء میں اور باقی لوگوں کی زندگی خواہ وہ عالم ہوں یا جاہل زاہد ہوں یا عابد کھانے پینے میں۔ اور ضرورت نبیوں کے لئے ہے۔ قوام صدیقوں کے لئے۔ قوت مومنوں کے لئے اور راتب چوپایوں کے لئے۔

جو شخص کہ معاملات کے بگڑ جانے زمانے کے خراب ہو جانے اور لوگوں کی رائے میں اختلاف واقع ہونے کے وقت اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرے گا۔ . . . . اللہ تعالیٰ اُس کو امام مقتدیٰ اور راہِ راست پر چلنے والا ہادی بنائے گا اور اپنے زمانہ میں کس مپرسی کی حالت میں رہے گا۔ ان سے سوال ہوا کہ ولی کس کو کہتے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ ولی وہی ہے جس کے افعال پے درپے موافقت پر ہوں اور ان سے کسی نے اللہ عزوجل کی ذات کے بارہ میں پوچھا تو کہا کہ ایک ذات ہے علم سے موصوف جو احاطہ کے ساتھ ادراک میں نہیں آسکتی اور وار دنیا میں آنکھوں سے دیکھی نہیں جا سکتی اور وہ حقایق ایمانی کی رو سے بغیر حد و حلول کے موجود ہے اور عقبیٰ میں اُس کو آنکھیں بلا کسی روک کے اُس کی سلطنت و قدرت کے جلال میں دیکھیں گی۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مخلوق کو اپنی ذات کی کنہ کی شناخت سے محجوب کر دیا اور اپنی نشانیوں کے ذریعہ سے اُس کی راہ بتا دی ہے پس دل اُن کو پہچانتے ہیں اور نگاہیں اُس کو نہیں پاتی ہیں۔ ایمان والے بغیر اس کے کہ اُس کو احاطہ کریں یا اُس کی ابتدا، وانتہا کو پائیں نگاہوں سے اُس کی طرف دیکھتے ہیں۔ ان کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلق کو پیدا کیا اور اُن کو اپنے آپ سے محجوب نہ رکھا اور پردہ تو اُن پر اللہ کے ساتھ اُن کی اپنی تدبیر و اختیار سے آیا ہے اور اسی چیز نے خلق کی زندگی کو مکدر کر دیا ہے۔ ولی کا لوگوں سے میل جول کرنا ذلت ہے اور اُس کا اُن سے الگ رہنا عزت ہے اور میں نے بہت ہی کم ولی اللہ دیکھے ہیں جو لوگوں سے الگ نہ ہوں۔ کوئی ولی اللہ جس کی ولایت صحیح ہو ایسا نہیں ہے جو ہر شب جمعہ کو مکہ معظمہ میں حاضر نہ ہوتا ہو یا اس میں کوتاہی کرتا ہو یہ کہا کرتے تھے کہ میں خلق پر اللہ کی حجت ہوں اور میں اپنے زمانہ کے اولیاء پر حجت ہوں۔ یہ خبر ابو زکریا ساجی اور ابو عبد اللہ زبیری کو پہنچی۔ یہ دونوں اُن کے پاس آئے اور ابو عبد اللہ زبیری نے جو نابینا اور اسی وجہ سے دلیر تھے کہا کہ ہم کو آپ کی نسبت معلوم ہوا ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ " میں خلق پر اللہ کی حجت ہوں اور میں اپنے زمانہ کے ولیوں پر اللہ کی حجت ہوں " یہ رتبہ آپ کو کہاں سے ملا؟ کیا آپ نبی یا صدیق ہیں۔ اس کے جواب میں سہلؓ نے کہا کہ میرا روئے سخن اس طرف نہیں ہے۔ جس طرف آپ کا گمان پہنچا ہے اور نہ میں اس خیال میں ہوں۔ میں نے تو یہ صرف اس وجہ سے کہا تھا کہ اکل حلال کا پاس و لحاظ جیسا میں نے کیا ہے، اوروں نے نہیں کیا۔ اس پر زبیری نے کہا کہ کیا تم کو اکل حلال کا پورا درجہ حاصل ہو گیا ہے۔ انھوں نے کہا کہاں میں ہمیشہ حلال ہی کھاتا ہوں۔ زبیری نے پوچھا کہ بھلا اس کی کیا صورت ہے۔ سہلؓ نے ان سے کہا کہ میں نے اپنی عقل و معرفت و قوت کے سات حصے کر رکھے ہیں۔ پس جس وقت تک ان کے چھ حصے جا چکتے ہیں میں کھانا چھوڑ دیتا ہوں اور جب ایک حصہ باقی رہ جاتا اور مجھے یہ خوف ہوتا ہے کہ یہ حصہ بھی چلا جائے گا اور اُس کے ساتھ میری جان بھی تلف ہو جائے گی اُس وقت میں اس خوف سے کہ اپنی ہلاکت کا معین نہ ہوں اور اس غرض سے کہ وہ چھ حصے واپس آجائیں۔ بقدر سد رمق کھاتا ہوں۔ بس اس لئے میرا حلال درست ہے۔ اس کو سُن کر زبیری نے کہا کہ ہم ہمیشہ اس کے پابند رکھنے کی قدرت نہیں رکھتے اور نہ ہم یہ جانتے ہیں کہ اپنی عقلوں و معرفتوں و قوتوں کو سات حصوں پر تقسیم کریں اور سہل رضی اللہ کے فضل کا اعتراف

کیا۔ سہل رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں مال داروں کے ہاتھوں سے حلال چلا جائے گا اور ان کے مال حلال نہ ہوں گے اُس وقت اللہ تعالیٰ ایک کو دوسرے کے خلاف میں کھڑا کر دے گا۔ یعنی ستانے والے معاملہ کو حکام تک پہنچانے کے ذریعہ سے پس اُن کی زندگی کی لذت چلی جائے گی اور دنیا کی محتاجی کا کھٹکا اور دشمنوں کی شماتت کا اندیشہ ہمہ دم اُن کے دلوں میں جاگزیں رہے گا اور زندگی کی لذت چلی جائے گی اور دنیا کی محتاجی کا کھٹکا اور دشمنوں کی شماتت کا اندیشہ ہمہ دم اُن کے دلوں میں جاگزیں رہے گا اور زندگی کی لذت اُن کے غلاموں اور چاکروں ہی کو حاصل ہوگی اور آقا تو رنج وبلا و بدبختی اور ظالموں کے خوف میں مبتلا رہیں گے اور اُس زمانہ میں زندگی سے صرف منافق لذت اٹھائے گا جس کو اس کی پروا نہ ہوگی کہ اُس نے کہاں سے لیا اور کس میں خرچ کیا اور نہ اس کی فکر ہوگی کہ کیونکر اُس نے اپنے آپ کو ہلاک کیا۔ اور ایسے زمانہ میں مولویوں کا رتبہ جاہلوں کا سا ہوگا اور اُن کی زندگیاں بدکاروں کی زندگیاں اور اُن کی موتیں حیرت و گمراہی والوں کی موتیں ہوں گی۔ ان کا بیان ہے کہ قوم عاد کے دیار میں مسیح علیہ السلام کے اصحاب میں سے ایک شخص سے میری ملاقات ہوئی میں نے اُس کو سلام کیا اور اُس نے میرے سلام کا جواب دیا میں نے اُس کے بدن پر ایک جبہ دیکھا جس میں عجب تازگی پائی جاتی تھی بعد اُس نے مجھ سے کہا کہ یہ مسیح علیہ السلام کے زمانہ سے میرے جسم پر ہے مجھے اس پر تعجب ہوا تو اُس نے کہا کہ اے سہل بدن کپڑوں کو بوسیدہ نہیں کرتے اُن کو تو گناہوں کی بو اور حرام کے کھانے بوسیدہ بنا دیتے ہیں۔ اس پر میں نے اُس سے پوچھا کہ اس جبہ کو تمہارے جسم پر کتنے سال گذرے ہیں تو اس نے کہا کہ سات سو برس پھر میں نے اُس سے پوچھا کہ کیا تم ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ملے تھے۔ اُس نے کہا کہ ہاں اور میں اُس وقت اُن پر ایمان بھی لایا جس وقت اُن پر وہ جن ایمان لائے تھے جن کے متعلق اُن پر یہ وحی آئی تھی۔ قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ۔ میں کہتا ہوں کہ یہی وجہ ہے کہ خضر علیہ السلام کے کپڑے پُرانے نہیں ہوتے کیونکہ وہ نہ گناہ کرتے ہیں اور نہ حرام کھاتے ہیں اور جس طرح کہ حلال کھانے والوں کے کپڑے بوسیدہ نہیں ہوتے اُسی طرح مرنے کے بعد اُن کے جسم بھی بوسیدہ نہیں ہوتے اُسی طرح مرنے کے بعد اُن کے جسم بھی بوسیدہ نہیں ہوتے جیسا کہ بعض ولیوں کی لاشوں کو ہم نے برسوں کے بعد ویسا ہی پایا ہے جیسا اُن کو رکھا تھا واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور یہ کہا کرتے تھے کہ دیکھو خبردار اُس شخص کے ساتھ عداوت نہ کرنا جس کو اللہ تعالیٰ نے ولی مشہور کیا ہو۔ اور بصرہ میں ایک ولی اللہ تھے اُن سے ایک گروہ نے دشمنی کی اور اُن کو ستایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اُن پر غضب نازل فرمایا اور رات بھر میں سب کے سب کو ہلاک کر دیا۔ ان کا قول ہے کہ زہے نصیب اُس شخص کے جس نے ولیوں سے نوشناسائی حاصل کی۔ کیونکہ جب اس نے اُن کو پہچانا تو جو کچھ طاعتیں اس سے فوت ہوئی ہیں اُن کو پوری

لـ جتا دو کہ میرے پاس وحی آئی ہے کہ جنات میں سے چند شخصوں نے (مجھے قرآن پڑھتے) سُنا۔ سورہ جن۔ پارہ ۲۹، رکوع ۱۱۔ مترجم۔

کرے گا اور اگر پوری نہ کرے گا تو وہ اُس کی شفاعت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کریں گے۔ کیونکہ وہ اہلِ فتوت ہوتے ہیں۔ جو لوگ خلق میں اللہ کے برگزیدہ ہیں اُن پر دنیا حرام ہے اور اُن کے لئے دنیا میں سے کچھ بھی لینا اُسی طرح حرام کیا گیا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے خلق پر حرم کے شکار کا کھانا حرام کردیا ہے اور جو شخص اُس کو کھاتا ہے اُس پر فدیہ واجب ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ کے برگزیدہ لوگوں میں سے جو کوئی دنیا میں سے کچھ کھاتا ہے اُس کے لئے طاعتوں کے ترک کے سوا اور کوئی فدیہ نہیں ہے۔

جب بندہ اُس حق کے ادا کرنے میں مشغول ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا اُس پر ہے تو اللہ تعالیٰ مناسب تصور فرماتا ہے کہ جو کام بندہ خود اپنے لئے کرتا اُس کو وہ انجام فرمائے۔ جو حلال نہ کھاتا ہو اُس کے قلب سے حجاب نہ اُٹھے گا اور جلد جلد اُس پر بلائیں آتی رہیں گی اور اُس کو نہ نماز فائدہ دے گی نہ روزہ اور نہ زکوٰۃ خلق جو ملکوت کے "مشاہدے اور وصول سے رُکی ہوئی ہے تو صرف بُری خوراک اور خلق کی آزار دہی سے۔ اپنے یاروں سے کہا کرتے تھے کہ جب تک نفس تم سے معصیت کا مطالبہ کرے اُس وقت تک بھوک اور پیاس سے اُس کی تادیب کرو اور جب تم سے گناہ نہ چاہے تو جو کچھ چاہے اُس کو کھلاؤ اور جتنا چاہے اُس کو سونے دو۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ جو لوگ بہت دنوں تک کھانا نہیں کھاتے۔ اُن کی بھوک کی آگ کہاں جاتی ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ دل کا نور اُس کو بجھا دیتا ہے۔ اِن کے اقوال میں سے ہے کہ مرنے والے دلوں کی زندگی اُس زندہ جاوید کے ذکر سے ہے جو نہ مرے گا۔ جس کا ایمان کامل ہوا وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز سے نہ ڈرے گا اور سب سے اچھے لوگ ڈرنے والے علماء ہیں اور سب سے اچھے ڈرنے والے وہ صاحب خلوص ہیں جنھوں نے اپنے اخلاص کو موت سے ملا دیا ہے۔

(۱۵۱) ابو سلیمان عبدالرحمن بن عطیہ دارانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

داریا[۱] دمشق کا ایک گاؤں تھا۔ یہ بنی عبس[۲] میں سے اور علوم حقایق اور پرہیزگاری میں بلند شان تھے۔ ۲۱۵ھ میں راہی عالم بقا ہوئے ان کے کلمات میں سے ہے کہ کسی فقیر کو سزاوار نہیں ہے کہ اپنے دل سے اپنے کپڑوں کو زیادہ صاف ستھرا رکھے بلکہ اپنے ظاہر کو اپنے باطن کے ہم شکل رکھے۔ احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے ابو سلیمان کو کہتے سُنا کہ اے کاش میرا دل دلوں میں ویسا ہی ہوتا جیسا کپڑوں میں میرا کپڑا ہے۔ احمد کہتے ہیں کہ "اور اُن کے کپڑے متوسط درجہ کے تھے" اور اُن کا قول ہے کہ جو دنیا سے کشتی لڑا دنیا نے اُس کو دے مارا۔ اور جب دنیا نے کسی دل میں

---

[۱] داریا دہیست بشام دارانی منسوب بوے بر غیر قیاس ۱۲ منتہی الارب۔

[۲] عبس بن بغیض بن ریث پدر قبیلہ است از قیس غیلان و نیز قبیلہ ایست یمنی از قضاعہ از اولاد عبس بن خولانی ۱۲۰ منتہی الارب۔

گھر بنا لیا تو آخرت نے اس سے کوچ کیا۔ احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں کہ میں نے ابوسلیمانی سے کہا کہ کل میں نے خلوت میں نماز پڑھی تھی اُس میں مجھے عجیب مزا آیا۔ اس پر اُنھوں نے کہا کہ اس سے اور کون سی چیز میں زیادہ مزا ہے۔ میں نے کہا کہ اس میں کہ مجھے کسی نے نہ دیکھا ہو۔ اس پر انھوں نے کہا کہ اے احمد بے شک تو کمزور ہے اس لئے کہ تیرے دل میں خلق اللہ کا خیال آیا۔ ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ جن چیزوں کے ذریعہ سے بندہ اللہ عزوجل کا تقرب حاصل کرنا چاہتا ہے اُن میں سب سے قریب کون سی چیز ہے۔ انھوں نے کہا کہ وہ یہ ہے کہ اللہ تیرے قلب پر مطلع ہو اور تو دونوں جہان میں اُس کے سوا کسی کو نہ چاہتا ہو۔ دنیا اپنے تلاش کرنے والے سے بھاگتی ہے اور اپنے سے بھاگنے والے کو تلاش کرتی ہے۔ پس اگر اپنے سے بھاگنے والے کو پالیتی ہے تو اُس کو چرکے لگاتی ہے اور اگر تلاش کرنے والا اس کو پالیتا ہے تو اُس کو مار ڈالتی ہے۔ اپنے عمل پر غرور تو قدریہی کرتے ہیں جو سمجھتے ہیں کہ اپنے عمل کے کرنے والے خود وہ ہیں مگر جس کا یقین یہ ہے کہ اُس سے کام لیا جاتا ہے وہ کس چیز پر غرور کرے گا۔ اگر سب لوگ متفق ہو کر چاہیں کہ مجھے میرے نفس کے سامنے اُس قدر ذلیل کریں جس قدر کہ میں نے اپنے آپ کو کر رکھا ہے۔ تو ممکن نہیں ہے۔ جو اپنے نفس کی کوئی قیمت سمجھا اُس کو خدمت کی حلاوت نہ ملی۔ احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں کہ ابوسلیمان دارانی نے مجھ سے کہا کہ اے احمد جو مقبول ہوا وہ نہ متقبول ہوا مگر تعلیم کرنے والوں کی قبولیت سے۔ اور میں تجھ سے کہتا ہوں کہ اپنی انگلیاں پیالہ میں نہ کھول۔ اے احمد میں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو اپنی بھوک کو اُسی طرح غنیمت جانتے ہیں جس طرح تم اور تمھارے یاران طریقت سیری کو۔ اے احمد کیونکر اُن کے دل منور ہو سکتے ہیں۔ اُن کی تو یہ حالت ہے کہ جو چیز شبہ کی پاتے ہیں۔ اُس کو کھا جاتے ہیں مگر میری یہ حالت ہے کہ اگر شبہ کی چیز کھا لیتا ہوں تو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک دل میں ایک آگ سی محسوس ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ عارف کے لئے بچھونے پر وہ کشائیش کرتا ہے جو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی حالت میں نہیں کرتا۔ ابوسلیمان رضی اللہ عنہ کو وفات کے بعد ایک شخص نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے ساتھ کیا کیا۔ انھوں نے کہا کہ مجھے بخش دیا اور قوم صوفیہ کے اشارات سے میرے کوئی چیز زیادہ مضرت رساں ثابت ہوئی اس لئے کہ دقائق علوم میں گفتگو کرنا ان میں اپنے آپ کو ممیز بنانا ہے۔ احمد بن ربی الحواری کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو سلیمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس شخص نے اپنے بھائی کا کھانا اس لئے کھایا کہ اپنے کھانے سے اُس کو خوش کرے اُس کو اس کھانے سے کوئی ضرر نہ پہنچے گا۔ ضرر تو اُسی وقت پہنچے گا۔ جب اپنے نفس کی خواہش سے کھائے گا اور اُس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ہر چیز جس سے بندہ کا مقصود اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔ باعتبار نتیجہ کے عمدہ ہے۔ اُن کے اقوال میں سے ہے کہ جس کی آنکھ میں مومن حقیر دکھائی دیا۔ اُس نے اُس کی حرمت کو خفیف تصور کیا اور جس نے اپنے دل سے ہر ایسی چیز کی یاد نہ مٹائی جو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے مخالف ہے اُس کو اللہ تعالیٰ کے ذکر

کی صفائی نصیب نہ ہوگی۔ اور جب تم دنیا و آخرت کی کوئی حاجت چاہو تو بھوک کو اپنے اوپر لازم کرلو اور اُس کے بعد اُس کا سوال کرو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کھانے سے عقل ٹھکانے نہیں رہتی۔

(۱۵۲) ابو محمد فتح بن سعید موصلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ بشر بن حارث اور سری سقطی کے ہم رتبہ لوگوں میں سے اور ورع و معاملات میں بلند شان تھے۔ ان کے اقوال میں سے ہے کہ جو شخص اپنے دل سے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے گا اُس میں محبوب سے فرحت حاصل ہونے کی کیفیت پیدا ہوگی اور جو شخص اپنی ہوا و ہوس پر اُس کو مقدم رکھے گا اُس میں اُس کو محبوب رکھنے کی کیفیت پیدا ہوگی اور جو شخص اللہ کا اشتیاق رکھے گا وہ اُس کے ماسوا سے پرہیزگار ہو جائے گا۔ اور قلب جب کھانے اور پینے سے روک دیا جاتا ہے تو وہ مرجاتا ہے۔ گو دیر میں سہی۔ کسی شخص نے معافی بن عمران سے پوچھا کہ فتح موصلی کا کوئی بڑا عمل بھی تھا انھوں نے کہا کہ اُن کا یہی عمل کافی تھا کہ انھوں نے دنیا ترک کردی تھی۔

(۱۵۳) ابو عبدالرحمٰن حاتم اصم بن علوان رضی اللہ تعالےٰ عنہ

یہ خراسان کے قدیم مشائخ میں سے اور بلخ کے رہنے والے تھے۔ شفیق بلخی کی صحبت میں رہے اور احمد بن حضرویہ کے پیر تھے۔ ۲۳۷ھ میں واشگرد سے اعلیٰ علیین کی راہ لی اور ایک مسافرخانہ کے پاس جس کو سروند کہتے ہیں اور جو واشگرد کے پہاڑ پر واقع ہے مدفون ہوئے۔ ان کے کلمات میں سے ہے کہ جب تم مرید کو اپنی مراد کے سوا کسی اور چیز کا ارادہ کرتے دیکھو تو سمجھ لو کہ اُس نے اپنی ذلت کا اظہار کیا اور وہ مکر میں مبتلا ہے۔ جو شخص تین چیزوں کے بغیر تین چیزوں کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے محرّمات سے پرہیز کئے بغیر اُس سے ڈرنے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی طاعت میں مال خرچ کئے بغیر جنت کی محبت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے اور جو شخص فقر کی محبت کئے بغیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔ عصام بن یوسف رحمۃ اللہ نے حاتم رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی چیز بھیجی اور انھوں نے قبول کرلی اس پر ایک شخص نے اِن سے کہا کہ آپ نے اس کو کیوں قبول کرلیا؟ انھوں نے کہا کہ میرے خیال میں یہ بات آئی کہ اس کے قبول کرنے میں میرے نفس کی ذلت ہے اور واپس کردینے میں عزت۔ اِن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک راہب کے پاس سے میرا گذر ہوا اُس نے مجھ سے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو۔ میں نے کہا کہ بلخ کا۔ پھر اُس نے پوچھا کہ تم کس کے پاس بیٹھتے تھے۔ میں نے کہا کہ میں شقیق بلخی کے پاس بیٹھا کرتا تھا۔ اُس نے کہا کہ تم نے اُن سے کیا بات سُنی ہے۔ میں نے کہا کہ وہ کہتے تھے کہ اگر آسمان تانبے کا اور زمین لوہے کی ہو جائے اور نہ آسمان سے ایک قطرہ مینہ برسے اور نہ زمین سے ایک دانہ اُگے اور میرے بال بچے اس قدر ہوں کہ دونوں عالم اُن سے بھر جائیں تب بھی

مجھے کچھ پرواہ نہ ہو۔ لاہب نے کہا کہ یہ تو بُرا آدمی ہے۔ اس کے پاس بیٹھنا نہ چاہیے۔ میں نے کہا کہ یہ کیوں۔ اُس نے کہا اس لئے کہ وہ ایسی بات سوچتا ہے جو ہوتی نہیں اور اگر ہو تو کیا ہوا اُس کو ایسی چیز پر غور کرنا چاہیئے جو ہو چکی ہے کہ کیونکر ہوئی تم اُس کے ساتھ نہ بیٹھا کرو اس کی نکمہ درست نہیں ہے۔ حاتمؒ محمد بن مقاتل کے پاس جو رتے کے عالم تھے عیادت کو گئے۔ انھوں نے دیکھا کہ اُن کا گھر وسیع اور فرش سے آراستہ ہے۔ اور بہت سے غلام و خادم سامنے حاضر ہیں۔ اس لئے اُن کو سلام نہیں کیا اور اُن سے کہا کہ اے محمد تم نے اپنے اس گھر کی تعمیر اور اِن فرشوں اور سامانوں میں کس کی پیروی کی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ و تابعین اور ائمہ و صالحین کی یا فرعون و نمرود کی محمدؒ نے سکوت اختیار کیا۔ پھر حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اے بڑے عالمو تمہاری مثال تو اُن جاہلوں کی ہے جو دنیا میں پنجے گڑوتے ہوئے اور اُس کی رغبت رکھنے والے ہیں نہ کہ علمائے باعمل کی۔ تم عوام کے بگاڑنے والے ہو۔ کیونکہ وہ کہیں گے کہ جب محمدؒ کا جو عالِم ہے یہ حال ہے تو ہم تو اُن کے پیرو ہیں۔ حاتمؒ کے اس کلام سے محمد بن مقاتل کی بیماریوں میں ایک اور بیماری زیادہ ہو گئی۔ اس کے بعد حاتم رضی اللہ عنہ نے عالم سے کہا کہ میں عجمی آدمی ہوں چاہتا ہوں کہ تم مجھے نماز کے لئے وضو کرنا سکھا دو۔ عالم نے کہا کہ تم وضو کرو میں دیکھتا ہوں چنانچہ حاتمؒ نے تین تین بار کلیاں کیں ناک میں پانی دیا اور داہنا ہاتھ دھویا۔ مگر جب بائیں ہاتھ کی باری آئی تو اُس کو چار مرتبہ دھویا۔ عالم نے کہا کہ تم نے جو چار مرتبہ ہاتھ دھویا تو فضول خرچی کی۔ اس پر حاتم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سبحان اللہ ایک چلو پانی میں تو میری فضول خرچی کو تم نے ناپسند کیا اور اِن سب چیزوں میں جو فضول خرچی خود تم نے کی ہے اُس کو تم نے ناپسند نہ کیا۔ اس سے وہ سمجھ گئے کہ تعلیم وضو کی درخواست سے ان کا مقصود صرف یہی جتلانا تھا۔ اس سے ان کو ہوش ہوا اور گھر بار لوکر چاکر سب کو انھوں نے چھوڑ دیا اور فقیروں میں شامل ہو گئے۔

(۱۵۴) ابوزکریا یحییٰ بن معاذ بن جعفر۔ واعظ رازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اپنے زمانہ میں یکتائے روزگار تھے بمعرفت خصوصًا رجا کے بیان میں اللہ تعالیٰ نے اِن کو خاص زبان دی تھی۔ مدت تک بلخ میں رہے۔ بعدہٗ نیشاپور واپس آئے اور یہیں ۲۵۸ھ میں اِن کو سفر آخرت پیش آیا۔ ان کے کلمات میں سے ہے کہ جس میں ورع نہیں ہے۔ وہ زاہد کیونکر ہو سکتا ہے جو چیز تمہاری نہیں ہے اُس میں تو ورع کرو پھر جو تمہاری ہے۔ اُس میں زہد کرو۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جس قدر تمہاری مشغولی ہوگی اُسی اندازہ سے خلق اللہ کو تمہارے کام میں دلچسپی ہو گی۔ ساری دنیا اول سے آخر تک ایک ساعت کے غم کی برابری نہیں کر سکتی۔ پھر باوجود اس کے کہ اُس میں تمھارا بہت ہی تھوڑا حصہ ہے کیونکر تم اُس کے غم میں اپنی تمام عمر صرف کر دیتے ہو۔ زاہد دنیا میں پردیسی ہیں اور عارف آخرت میں پردیسی ہیں۔ اپنے یاروں سے کہا کرتے تھے کہ تین قسم کے آدمیوں کی صحبت سے بچتے رہو۔ غافل عالموں سہل انگار مولویوں اور ایسے جاہل صوفیوں کی صحبت سے جو اپنے دین کے فرائض سیکھنے سے پہلے عابد بن جاتے ہیں۔ اور اِن کے اقوال میں سے ہے کہ جس شخص نے اپنے پیر کے افعال سے فائدہ نہ اٹھایا وہ اُس کے اقوال

سے بھی فائدہ نہ اٹھائے گا۔ بندہ کے دین کی ہمیشہ دھجیاں اڑتی رہتی ہیں۔ جب تک کہ اُس کا دل دنیا کی محبت میں پھنسا رہتا ہے۔ بھوک نور ہے اور سیری نار ہے اور خواہش ایندھن ہے جو جلانے کا ذریعہ ہوتی ہے۔ اس لئے جب تک کہ اپنے مالک کو نہ جلالے گی ٹھنڈی نہیں ہونے کی۔ صوف پہننا دکان داری ہے اور زہد کی باتیں کرنی پیشہ وری ہے۔ ولی نہ دکھاوا کرتا ہے اور نہ منافقت کرتا ہے اور ایسے صدیق جن کے اخلاق ایسے ہوں کس قدر تھوڑے ہیں۔ ولی دنیا میں اللہ تعالیٰ کا پھول ہوتا ہے جس کو صدیق سونگھتے ہیں۔ پس اُس کی خوشبو اُن کے دلوں تک پہنچتی ہے اور اس ذریعہ سے وہ اُس کے آقا کے مشتاق ہوتے ہیں اور اُس کے دیکھنے سے اُن کی عبادت میں زیادتی ہوتی ہے۔ بُرا بھائی وہ ہے جو تمہاری لغزش کے وقت اس کا محتاج ہو کہ تم اُس سے معذرت کرو۔

علمائے باعمل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت پر اُن کے باپ اور ماں سے زیادہ تر مہربان و شفیق ہوتے ہیں اور اس کی وجہ دریافت کی گئی تو اُنھوں نے کہا کہ اس لئے کہ اُن کے باپ اور ماں اُن کو دنیا کی آگ سے بچاتے ہیں۔ اور ایسے علماء اُن کو آخرت کی آگ اور اُس کی دہشتوں سے بچاتے ہیں۔ اور ان کا قول ہے کہ جس نے خلوص کے ساتھ اولیا کی صحبت اختیار کی اُس کو یہ صحبت اُس کے اہل و عیال مال و منال اور سب اشتغال سے پھیر دے گی اور اُن کی صحبت میں جب اُس کی یہ حالت درست ہو جائے گی تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول رہنے کے مقام تک ترقی کر جائے گا۔ پس وہ ماسوا اللہ کو چھوڑ کر اُس میں مشغول ہو جائے۔ اور اگر اولیاء اللہ کی صحبت میں اُس کا یہ مقام درست نہ ہوا تو اُس کو کبھی اشتغال باللہ کی خوشبو نصیب نہ ہو گی۔ عوام دنیا کی طرح جنت میں بھی اہلِ علم کے محتاج ہوں گے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انھوں نے کہا کہ جنت میں عوام سے ارشاد ہو گا کہ اپنی اپنی آرزوئیں بیان کرو مگر اُن کو معلوم نہ ہو گا کہ کیا کہیں اُس وقت وہ عرض کریں گے کہ ہم اہل علم کی طرف رجوع کرتے اور اُن سے پوچھتے ہیں اور اس سے علم والوں کی بڑی توقیر ہو گی۔ یہ کہا کرتے تھے کہ خبردار دنیا کی طرف مائل نہ ہونا یہ تو گذر جانے کا گھر ہے۔ ٹھیرنے کا گھر نہیں ہے۔ اس سے توشہ لے کر دوسری جگہ آرام لینا چاہیے اور کہتے تھے کہ اگر کوئی شخص علم میں ابن عباس جیسا ہو مگر دنیا کی طرف راغب ہو تو میں لوگوں کو اُس کے ساتھ بیٹھنے سے ضرور منع کروں۔ کیونکہ جس نے اپنے نفس کے ساتھ خیانت کی وہ اوروں کو کیا نصیحت کرے گا ؎

تو بخویشتن چہ کردی کہ بما کنی نظری ۔۔۔ بخدا کہ لازم آمد ز تو احتراز کردن

ان کا قول ہے کہ ولیوں کی مثال شکاریوں کی ہے کہ بندوں کو شیطانوں کے منہ سے چھٹا لیتے ہیں اور اگر کوئی ولی عمر بھر میں ایک ہی شکار کرے، تب بھی اُس نے بہت بڑی نیکی کی۔ کاموں کی دشواری سے بھاگ کر زہد اختیار کرنا بیہودگی ہے اور نفس کو مارے بغیر صوف پہن لینا جہالت ہے اور باوجود ضرورت کے کسب کو چھوڑ دینا کاہلی ہے اور باوجود استغناء کے کسب کرنا کلفت ہے اور گوشہ نشینی پر صبر کرنا راستہ پا لینے کی علامت ہے اور بال بچوں کو ضائع کر کے عبادت میں مشغول ہونا نادانی ہے۔ اُس شخص میں

ولیمہ میں ولیمہ کے لئے شریک ہو اور اس شخص میں جو اس میں محبوب سے ملنے کو شریک ہو بہت فرق ہے صدیقوں کی بُرائیاں اپنے نفس کے خطرات سے اور ابدال کی اپنے افکار سے اور زاہدوں کی نفسانی خواہشوں سے اور تائبوں کی اپنی لغزشوں سے ہوتی ہیں۔ یہ اپنی دعا میں کہا کرتے تھے کہ خداوندا توبہ کی شرطوں کو پورا کرنے کی قوت مجھ میں نہیں ہے مجھے بغیر توبہ کے بخش دے اور ان کا قول ہے کہ آدمی اس وقت تک حلیم نہیں ہوتا۔ جب تک کہ عورتوں کو شہوت نہیں بلکہ شفقت کی آنکھ سے نہ دیکھے اور نوکروں کے ساتھ بیٹھا کرو۔ کیونکہ یہ بادشاہی ڈیوڑھی پر ڈھنی دیتے ہوئے ہیں۔

(۱۵۵) ابو حامد احمد بن حضرویہ بلخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ بزرگان خراسان کے اکابر میں سے تھے ابو تراب نخشبی اور حاتم اصم رحمہا اللہ کی صحبتوں میں رہے اور ابو یزید بسطامی کے پاس سفر کر کے گئے اور ابو حفص حداد کی انھوں نے زیارت کی۔ یہ اُن لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے فتوت میں شہرت پائی ہے ۲۴۰ھ میں اعلیٰ علیین پہنچے۔

ان کے کلام میں سے ہے کہ اللہ کا ولی نہ اپنا کوئی نشان مقرر کرتا ہے۔ جس سے اس کا پتہ لگے اور نہ اُس کا کوئی نام ہوتا ہے جس سے موسوم ہو۔ صابر وہ ہے جو صبر پر صبر کرے، نہ جو صبر کرے اور شکایت کرے۔ یہ بیان کرتے تھے کہ میں نے سنا ہے کہ ایک مال دار نے ایک زاہد سے ملنا چاہا۔ اور جب اُس کے پاس پہنچا تو رمضان کا روزہ جَو کی روٹی اور نمک سے اُس کو افطار کرتے دیکھا۔ اُس مال دار نے جو تجارت پیشہ تھا۔ گھر واپس آکر ایک ہزار دینار زاہد کے پاس بھیج دیئے۔ زاہد نے اُس کو واپس کر دیا اور اُس کے غلام سے کہا کہ اپنے آقا سے کہدینا کہ جو شخص تم جیسے پر اپنا راز افشا کرتا ہے اُس کی یہی سزا ہے

(۱۵۶) ابو الحسین احمد بن ابی الحواری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابو الحواری کا نام میمون اور وطن دمشق تھا۔ صاحب ترجمہ ابو سلیمان دارانی وسفیان بن عیینہ اور بہت سے مشائخ کی صحبت میں رہے اور ۲۳۰ھ میں راہی ملک بقا ہوئے۔ جنید رحمہ اللہ تعالیٰ کہا کرتے تھے کہ احمد بن ابی الحواری ملک شام کے پھول ہیں۔ ان کا قول ہے کہ دنیا کوڑے اور کتوں کے لوٹنے کی جگہ ہے۔ اور کتوں سے بھی بدتر وہ لوگ ہیں جنھوں نے اُس میں پنجے گاڑے ہیں اور اُس کے لئے اپنے یاروں سے جھگڑے کھڑے کر رکھے ہیں۔ کیونکہ کتا تو اپنا پیٹ بھر کر چل دیتا ہے اور دنیا کے دل دادہ کسی حال میں اُسے نہیں چھوڑتے اور جب اُس سے ایک مقصد پورا ہو جاتا ہے تو دوسرے کی جستجو کرتے ہیں اُن کا بیان ہے کہ خضر علیہ السلام نے درد کے لئے مجھے ایک دعا بتائی اور کہا کہ جب تمھارے کہیں درد ہو تو اس موقع پر ہاتھ رکھو اور کہو کہ "وبالحق انزلناہ وبالحق نزل" چنانچہ میں ہمیشہ درد کے مقام پر اس کو پڑھ کر پھونکتا ہوں اور وہ فوراً چلا جاتا ہے۔ جب کبھی کسی شخص کو ان کے کسی عمدہ اخلاق پر اطلاع ہو جاتی تھی تو یہ اپنے آپ کو ملامت کرتے اور کہتے تھے کہ یہ کیسی غفلت

ہے۔ انتہا ہو گئی کہ تیری خوبیاں لوگوں پر ظاہر ہو گئیں۔

(۱۵۷) ابو حفص عمر بن سالم حداد نیشاپوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ گورو باد کے رہنے والے تھے جو شہر نیشاپور کے اس دروازہ پر واقع تھا جس سے بخارا کو سڑک جاتی تھی۔ عبد اللہ۔ مہدی اور نصر آبادی کی صحبتیں پائیں اور احمد بن حضرویہ بلخی کے رفیق رہے اور شاہ بن شجاع کرمانی انھیں کے نام لیوا تھے۔ یہ یکتائے روزگار ائمہ وسادات اور بڑے رتبہ کے مشہور مشائخ میں سے تھے۔ ۲۷۰ھ میں قید وحیات سے رہا ہوئے۔ یہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تو ان کی حالت غیر ہو جاتی تھی۔ یہاں تک کہ سب حاضرین اس کو سمجھ جاتے تھے۔ ان کا قول ہے کہ دنیا کو اپنے نزدیک ذلیل سمجھنے کی نشانی یہ ہے کہ اس کے متعلق کسی سے بخل نہ کیا جائے۔ ان سے کسی نے کہا کہ آپ کے یاروں میں سے فلاں شخص سماع کے لئے جا بجا پڑا پھرتا ہے۔ اور جب گانا سنتا ہے تو روتا چیختا اور کپڑے پھاڑتا ہے۔ اس کے جواب میں انھوں نے کہا کہ مرتا کیا نہیں کرتا۔ ڈوبنے والا جس چیز میں نجات سمجھتا ہے۔ اسی کا سہارا پکڑتا ہے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ میں نے بیس برس تک دل کی نگہبانی کی اس کے بعد ایک حالت طاری ہوئی جس میں ہم سب کے سب محفوظ ہو گئے۔ ان کا قول ہے کہ جس نے بخشش کا ذکر کیا اور اپنے دل کی آنکھ سے اس پر نگاہ کی وہ سخی کے نام کا سزاوار نہیں ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ ولی کس کو کہتے ہیں تو انھوں نے کہا کہ کرامات سے جس کی تائید کی گئی ہو اور جو بدعتوں سے ہمیشہ کے لئے مبرا کر دیا گیا ہو۔ فقراء کے آداب ایک مرتبہ ان سے پوچھے گئے تو انھوں نے کہا کہ مشائخ کی حرمتوں پر نگاہ رکھنا بھائیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چھوٹوں کو نصیحت کرنا دنیاوی فوائد میں جھگڑوں سے دست بردار ہو جانا ایثار کا پابند رہنا جمع کرنے سے سروکار نہ رکھنا جو اپنے طریقہ پر نہ ہو اس کی صحبت چھوڑ دینا اور بھائیوں کی ان کے دینی و دنیاوی امور میں مدد کرنا۔ بس ان صفتوں کا اپنے نفس سے مقابلہ کرو اگر تم ان میں پورے نکلو تو تم فقیر ہو۔ ان کا قول ہے کہ اعمال کی خرابیاں بہت کچھ تین چیزوں سے آئی ہیں۔ عارفوں کی بدکاری عاشقوں کی خیانت اور مریدوں کا جھوٹ۔

ابو عثمان خیری کہتے ہیں کہ عارفوں کی بدکاری آنکھوں زبان اور کانوں کا دنیا کے اسباب اور منافع کے لئے بے محابا چھوڑ دینا ہے اور عاشقوں کی خیانت پیش آنے والی چیزوں میں اپنی خواہشوں کو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ترجیح دینا ہے۔ اور مریدوں کا جھوٹ یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے ذکر رویت سے مخلوق کی یاد اور ان کا دیکھنا ان کے دلوں پر زیادہ تر غالب ہو۔ اور وہ کہا کرتے تھے کہ جب فقیر کی روشنی اس کے کپڑوں میں دیکھو تو اس کی بھلائی کی امید دیکھو۔

(۱۵۸) ابو تراب عسکر بن حسینی نخشبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حاتم اصم و ابو حاتم عطار کی صحبت میں رہے اور خراسان کے ان جلیل القدر و بزرگ مشائخ

میں سے تھے جو علم فتوت زہد توکل و ورع میں مشہور ہو گذرے ہیں۔ ۲۴۵ھ میں ان کی روح پاک نے جنگل میں تنِ خاکی سے مفارقت اختیار کی اور اس لئے اِن کا جسم بیکار ہو جانے پر درندوں کے آذوقہ میں کام آیا۔ اُن کے اقوال یہ ہیں۔ اللہ عزوجل ہر زمانہ میں علماء سے وہی بلواتا ہے جو اُس زمانہ کے اعمال کے مناسب ہوتا ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول رہنے کی حالت میں اُس سے روگرداں ہو اُس پر فوراً وبال آتا ہے۔ میں مریدوں کے لئے اس سے زیادہ مضر کسی شے کو نہیں پاتا کہ وہ اپنے پیر کی اجازت کے بغیر اپنے نفس کی پیروی میں سفر کرتے پھریں اور کوئی مرید نہیں بگڑا۔ مگر ایسے سفروں اور مخالفوں کے ساتھ ملنے جلنے سے۔ کسی فقیر کو ہرگز نہ چاہیے کہ کسی مال کو کبھی اپنی طرف منسوب کرے۔ کیا موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کو نہیں دیکھتے کہ انھوں نے کہا تھا کہ "یہ میرا عصا ہے" اور اُس کے مالک ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ اس پر اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا کہ "تم اپنے عصا کو ڈال دو۔" پس جب اُدھر نگاہ دوڑائی تو گھبرائے اور بھاگے تب ارشاد ہوا کہ "لوٹ آؤ اور ڈرو نہیں"۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے جنگل میں ایک شخص کو دیکھا اور اُس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اور اُس شخص نے کہا کہ میں خضر اولیا کے دلوں پر تعینات ہوں جب وہ اللہ عزوجل سے بھاگتے ہیں تو میں اُن کو لوٹا لاتا ہوں اے ابوتراب پہلے قدم میں بربادی اور دوسرے قدم میں رستگاری ہے۔

(۱۵۹) ابو محمد عبداللہ بن حنیف الطاکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یوسف بن اسباط کی صحبت پائی اور اکل حلال میں موشگافی کرنے والے زاہد اور صوفیوں اور کل احوال میں ورع برتنے والوں میں سے تھے ان کی اصل کوفہ سے تھی اور تصوف میں ثوری رضی اللہ عنہ کے طریقہ پر تھی۔ کیونکہ اِن کو انھیں کے اصحاب کی صحبت رہی تھی۔ ان کے اقوال میں سے ہے کہ جب قرآن جاننے والا گناہ کے پاس جاتا ہے تو اُس کے سینہ سے قرآن اُس کو آواز دیتا ہے کہ واللہ تو نے مجھے اس لئے تو یاد نہیں کیا تھا پس اگر اُس گناہ کرنے والے نے یہ آواز سن لی تو اللہ تعالیٰ سے شرم آنے کے باعث اُس کی جان نکل گئی۔ میں نے سنا ہے کہ علماء بنی اسرائیل میں سے ایک شخص کہا کرتا تھا کہ اے پروردگار کب تک میں تیرا گناہ کیا کروں گا اور تو مجھے سزا نہ دے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک نبی کے پاس وحی بھیجی کہ فلاں شخص سے کہہ دو کہ کب تک میں تجھے سزا دیا کروں گا اور تو نہ سمجھے گا۔ کیا میں نے تجھ سے اپنی مناجات کی حلاوت نہیں چھینی ہے۔ اور یہ کہا کرتے تھے کہ جو تیرے ساتھ احسان کرتا ہے اُس کی اطاعت تو تو کرتا بھی نہیں ہے۔ پھر تو اُس کے ساتھ کیونکر بھلائی کرے گا جو تیرے ساتھ برائی کرتا ہے۔

(۱۶۰) ابو علی احمد بن عاصم الطاکی رضی اللہ تعالےٰ عنہ

یہ بشر حافی بن حارث سری سقطی اور حارث محاسبی رضی اللہ عنہم کے ہم سروں میں سے تھے

ان کی فراست کی تیزی کے باعث ابوسلیمان دارانی نے ان کا نام جاسوس القلوب رکھا تھا۔ یہ کہا کرتے تھے کہ مجھے یہ گمان نہ تھا کہ میں وہ زمانہ دیکھوں گا۔ جس میں اسلام پھر اجنبی ہو جائے گا۔ اس پر کسی نے پوچھا کہ کیا اسلام پھر اجنبی ہو گیا انھوں نے کہا کہ ہاں اس زمانہ میں اگر کسی عالم کی طرف رغبت کرو تو اس کو حب ریاست اور بڑے سمجھے جانے کے لئے دنیا پر فریفتہ اور اپنے علم کے ذریعہ سے دنیا کماتا ہوا اور یہ کہتا ہوا پاؤ گے کہ اوروں سے زیادہ تر استحقاق دنیا کا مجھے ہے اور اگر کسی ایسے عابد کو ڈھونڈو جو سب کو چھوڑ کر کسی پہاڑ میں بیٹھا ہو تو اس کو فریب خوردہ عبادت میں جاہل اپنے نفس اور شیطان کے دھوکے میں مبتلا پاؤ گے جو اعلیٰ درجہ کی عبادت تک پہنچا ہوا مگر ادنیٰ درجہ کی عبادت سے ناواقف ہوگا پھر اس کی اعلیٰ عبادت کس کام کی۔ خلاصہ یہ کہ علماء وعباد درندے جانور اُچک لینے والے بھیڑیئے ہو گئے ہیں۔ بس تمھارے زمانہ کے اہل علم واہل قرآن اور حکمت کے نگہبان اس طور کے ہو گئے ہیں۔ اس لئے اے بصیرت والو عبرت حاصل کرو اور جب تم ایسے فقیروں کے ساتھ بیٹھو جو صدق والے ہیں تو صدق ہی کے ساتھ بیٹھا کرو یہ دلوں کے جاسوس ہوا کرتے ہیں۔ تمھارے دلوں کے اندر جاتے اور ان سے باہر آتے ہیں اور تمھیں خبر بھی نہیں ہوتی۔

(۱۶۱) منصور بن عمّار واعظ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ مرو کے تھے مگر بصرہ میں انھوں نے اقامت اختیار کی تھی عمدہ ترین واعظین وحکماء مشائخین میں سے تھے اور تقلل وتورع میں بلند پایہ رکھتے تھے۔ ان کا قول ہے کہ جب شیطان کسی کو انگلیوں پر نچاتا ہے تو اس کو چغل خور بناتا اور اس سے ایسی گندگیاں اُٹھواتا ہے کہ اُن سے خود بھی نفرت کرتا ہے۔ پاک ہے وہ جس نے عارفوں کے دلوں کو ذکر کے اور دنیاداروں کے دلوں کو طمع کے اور فقیروں کے دلوں کو قناعت کے ظروف بنا ہے۔ اور مجھے تعجب آتا ہے۔ مولویوں سے کہ ایک لغزش پر اپنے بھائیوں کو برسوں چھوڑ دیتے ہیں اور اُن کی نسبت قناعت اور توبہ کا گمان نہیں کرتے حالانکہ یہی لوگ جب کسی ظالم کو ناحق کوئی مال لیتے دیکھتے ہیں اور وہ ان سے ایک دیوار کی آڑ میں بھی ہو جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ حلال ہے کیونکہ احتمال ہے کہ اس نے مال کو بدل دیا ہو اور اس احتمال کو اپنے پاس پھٹکنے نہیں دیتے کہ جس شخص سے لغزش واقع ہوئی تھی۔ ممکن ہے کہ ایک زمانہ کے بعد اس نے توبہ کرلی ہو۔ دونوں صورتوں میں قاعدہ تو ایک ہی ہے۔

(۱۶۲) حمدون بن احمد قصار نیشاپوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ نیشاپور میں ملامتیوں کے سرگروہ تھے اور انھیں سے ملامتیہ مذہب پھیلا۔ ابوتراب نخشبی اور نصرآبادی رضی اللہ عنہم کی صحبتوں میں رہے۔ فقیہ عالم۔ اور ثوری رضی اللہ عنہ کے مذہب کے پیرو تھے۔ اور ان کے اصحاب میں سے کسی نے عبداللہ بن محمد بن منازل کی طرح ان کے طریقہ کو حاصل

نہ کیا۔ حمدون رضی اللہ عنہ نے ۲۷۱ھ میں نیشا پور میں دنیا کی ملامت سے نجات پائی۔ اور حیدہ کے مقبرے میں دفن ہوئے۔ اِن کے اقوال یہ ہیں۔ جس نے یہ گمان کیا کہ فرعون کے نفس سے اُس کا نفس بہتر ہے اُس نے اظہارِ تکبر کیا۔ جو سلف کی سیرتوں کو دیکھے گا وہ اپنی کمی اور مردانِ خدا کے درجہ سے پیچھے رہنے کو سمجھے گا۔ اِن سے کسی نے پوچھا کہ سلف کے قول ہماری قولوں سے زیادہ مفید کیوں ہیں۔ انھوں نے کہا اس لئے کہ اُن کے کلام اسلام کی عزت۔ نفس کی نجات اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہوتے تھے اور ہمارے کلام نفس کی عزت۔ دنیا کی طلب اور خلائق کو اپنا معتقد بنانے کے لئے ہوتے ہیں اور فقہا سے کہا کرتے تھے۔ کہ جب تم کو کسی علم میں کوئی اشکال پیش آئے تو اُس کو صوفیوں سے پوچھا کرو مگر اپنے نفس کو ذلیل سمجھکر اور اپنی کمزوری ظاہر کر کے اور اپنے جہل کا اقرار کر کے، وہ تمھاری ساری مشکلیں آسان کر دیں گے۔ اِن کا قول ہے کہ فقیر کا جمال اُس کی تواضع میں ہے۔ مگر جب اُس نے تکبر کیا تو غرور میں مال داروں سے بھی بڑھ گیا۔ اگر تم صحبت اٹھانا چاہو تو صوفیوں کی صحبت اٹھاؤ کیونکہ بُرے کے لیے اُن کے یہاں بہت سے عذر ہیں اور اچھے کی اُن کے یہاں کچھ ایسی وقعت نہیں ہے جس سے وہ متکبر ہو جائے۔

(۱۶۳) ابوالحسن مقری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا قول ہے کہ اگر قرآن پڑھنے والا قرآن پر عمل کرے تو اُس کو دنیا کی آگ نہ جلائے۔ قرآن پڑھنے والے کے لئے خدا کا گناہ کرنا بدنما ہے گو عمر بھر میں ایک ہی بار کیوں نہ ہو۔ گناہ کبیرہ میں سب سے بڑا علما رکا بگڑنا ہے اور سب سے بڑی مصیبت قاریوں کا زنا کرنا ہے۔ اور قیامت کے دن قرآن مجید آئے گا۔ اور اُس کے گرداگرد بختی اونٹوں کی طرح خلوص والے ہوں گے۔ اور ان کے گرد ایک اور گروہ ہوگا۔ جن سے قرآن مجید کہے گا کہ دور ہو تم نے دنیا میں مجھے ضائع کیا۔ اب آخرت میں میرے ساتھ نہ رہو۔

(۱۶۴) سید عبد اللہ۔ ابراہیم۔ بن الحسن بن علی بن ابی طالب کی اولاد میں سے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا بیان ہے کہ میں نے اپنے جد بزرگوار صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ کے اہل بیت سے کون آپ سے قریب تر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جس نے دنیا کو اپنے پس پشت ڈال دیا اور آخرت کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھا اور ایسی حالت میں مجھ سے ملا کہ اُس کا نامۂ اعمال گناہوں سے پاک تھا امام لیث رضی اللہ عنہ کے قرب میں مدفون ہیں۔

(۱۶۵) سید الطائفہ ابوالقاسم جنید بن محمد زجاج رضی اللہ عنہ

ان کے والد ماجد شیشے بیچتے تھے۔ اسی لئے قواریری (شیشہ والے) کہلاتے تھے۔ یہ اصل میں نہاوند کے تھے مگر ان کا مولد و منشا عراق ہے۔ فقیہ تھے اور ابو ثور کے مذہب پر جو امام شافعی کے ہم صحبت اور اُن کے مذہب کے قدیم راوی تھے۔ فتویٰ دیتے تھے۔ اپنے ماموں سری سقطی رضی اللہ عنہ اور حارث محاسبی اور محمدؒ بن علی قصاب کی صحبتیں پائیں۔ اس فرقہ کے بہت بڑے اماموں اور سرداروں میں سے تھے۔ اور ان کے اقوال سب کے نزدیک مقبول ہیں۔ ہفتہ کے دن ۲۹۷ھ میں راہئی ملکِ بقا ہوئے اور ان کی قبر بغداد میں مشہور اور خواص و عوام کی زیارت گاہ ہے ان کے اقوال میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ دلوں کی طرف اُسی قدر اپنی خالص بھلائی پہنچاتا ہے۔ جس قدر دلوں نے خلوص کے ساتھ اُس کا ذکر کیا ہے۔ اس لئے دیکھا کرو کہ تمہارے دل میں کون سی چیز آکر مل گئی ہے۔ تصوف اللہ تعالیٰ کے ساتھ صاف معاملہ رکھتا ہے اور اس کی اصل دنیا سے پھر جانا ہے۔ جیسا کہ حارثہؓ نے کہا ہے کہ میں نے اپنے نفس کو دنیا سے پھیر دیا۔ پس راتوں کو جاگتا رہا اور دنوں کو تشنگی میں کاٹا۔ اللہ تعالیٰ سے غافل ہونا۔ دوزخ میں جانے سے زیادہ تر سخت ہے۔ جب تم فقیر کو دیکھو تو ابتدا (اُس) سے علم کی گفتگو نہ کرو بلکہ نرمی کے ساتھ باتیں کرو کیونکہ علم سے اُس کو وحشت اور نرمی سے موانست ہوتی ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جن چیزوں کی خبر دیتے ہیں وہ اُن کے سامنے حاضر رہتے ہیں اور صدیقین دیکھی ہوئی چیزوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ کیا اور اس کے غیر کے پاس (باطناً) ٹھیرا۔ اُس کو اللہ تعالیٰ مصیبت میں مبتلا فرماتا اور اپنا ذکر اُس کے قلب سے روک دیتا اور اُس کی زبان پر جاری رکھتا ہے۔ پس اگر وہ چونکا اور صرف اللہ ہی کا ہو رہا تو اللہ تعالیٰ اُس مصیبت کو اُس سے دور فرماتا ہے اور اگر برابر غیر ہی کے پاس ٹھیرا رہا تو خلائق کے دلوں سے اُس پر رحم کرنے کا مادہ نکال لیتا ہے اور اُس کو لوگوں سے امیدیں رکھنے کا لباس پہنا دیتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا سوال اُن سے بڑھتا جاتا ہے۔ حالانکہ اُن کے دل اس پر رحم کرنے سے خالی ہوتے ہیں پس اس کی زندگی بیکسی کی اور اس کی موت صعوبت کشی کی اور اس کی آخرت افسوس و حسرت کی ہوتی ہے۔ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی طرف مائل ہونے سے اللہ ہی کی پناہ چاہتے ہیں۔ جن لوگوں کو سب سے زیادہ آفتوں کا علم ہوتا ہے۔ اُنھیں پر سب سے زیادہ آفتیں آتی ہیں۔ ان سے کسی نے عارف کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا کہ جو رنگ برتن کا وہی پانی کا۔ یعنی وہ اپنے وقت کے مقتضیٰ کے مطابق ہوتا ہے۔ اور ان کا قول ہے کہ گوشہ نشینی کی تکلیفیں میل جول کی مدارات سے آسان تر ہوتی ہیں۔ ان سے اللہ تعالیٰ کے قرب کی نسبت پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ وہ دور ہے۔ بغیر نزدیکی کے اور نزدیک ہے بغیر چپکنے کے یہ کہا کرتے تھے کہ جو شخص اپنے دین کو سلامت رکھنا اور اپنے جسم اور دل کو آرام دینا چاہے وہ لوگوں سے نہ ملا کرے۔ کیونکہ یہ وحشت کا زمانہ ہے اس لئے عاقل وہی ہے جو اس میں گوشہ گیری

اختیار کرے۔ ایک مرتبہ ایک شخص ان کے پاس پانچ سو دینار لایا اور اُن کو اِن کے سامنے رکھکر اُس نے کہا کہ اِن کو اپنے لوگوں میں تقسیم کر دیجئے۔ انھوں نے اس سے پوچھا کہ تمھارے پاس ان کے سوا اور دینار بھی ہیں اُس نے کہا کہ ہاں۔ پھر پوچھا کہ جو کچھ تمھارے پاس ہے اُن میں اضافہ بھی چاہتے ہو۔ اُس نے کہا کہ ہاں۔ اس پر جنیدؒ نے اُن کو قبول نہیں کیا اور کہا کہ ان کو لے جاؤ کیونکہ ہم سے زیادہ تم کو ان کی احتیاج ہے۔ اِن کا قول ہے کہ شکر میں ایک علت لگی ہوئی ہے۔ کیونکہ شکر کرنے والا اس کے ذریعہ سے اپنے لئے زیادتی کا طالب ہوتا ہے اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شکر کے ذریعہ سے اپنے حظ نفس کو لے کر کھڑا ہوتا ہے البتہ شکر وہ ہے جس میں تم اپنے آپ کو رحمت کا سزاوار نہ سمجھو۔ سچے مرید کو علماء کے علم کی حاجت نہیں ہے اور جب اللہ تعالیٰ مرید کی بھلائی چاہتا ہے تو اُس کو صوفیوں کی طرف پہنچاتا ہے اور مولویوں کی صحبت سے روک دیتا ہے۔ تصوف یہ ہے کہ بغیر کسی علاقہ کے تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہو۔ اور کبھی کہتے تھے کہ تصوف تو زبردستی ہے۔ اس میں صلح کہاں اور کبھی کہتے تھے کہ تصوف والے گھر کے لوگ ہیں ان کے ساتھ غیر اندر آنے نہیں پاتا۔ اور کہا کرتے تھے کہ جب تم صوفی کو اپنے ظاہر کی پرداخت کرتے دیکھو تو سمجھ لو کہ اس کا باطن خراب ہے۔

میری ملاقات شیطان سے ہوئی، وہ بازار میں ننگا پھر رہا تھا اور اُس کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا تھا جس کو کھا رہا تھا، میں نے اُس سے کہا کہ تجھے لوگوں سے شرم نہیں آتی۔ اُس نے کہا کہ اے ابوالقاسم کیا روئے زمین پر اب کوئی ایسا ہے بھی جس سے شرم کی جائے۔ جن سے شرم آتی تھی وہ خاک کے نیچے ہیں اور اُن کو مٹی کھا گئی۔ ایک مرتبہ ان سے سوال ہوا کہ خالص توحید کس کو کہتے ہیں انھوں نے کہا کہ اس کو کہتے ہیں۔ کہ بندہ کا آخر اس کے اول کی طرف لوٹ آئے۔ پس ویسا ہو جائے جیسا ہونے کے قبل تھا۔ اور کہا کرتے تھے کہ وہ توحید جس میں صوفیہ منفرد ہیں۔ قدم کو حدوث سے الگ کر لینا وطنوں سے باہر نکلنا۔ محبتوں کا قطع کرنا معلوم و مجہول کا ترک کر دینا اور سب کی جگہ میں "حق" کا قائم ہو جانا ہے۔ اور علم توحید کی بساط تو بیس برس سے تہ ہو چکی ہے اور اب لوگ اُس کے کناروں پر بیٹھے ہوئے کلام کرتے ہیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ یہ کیا بات ہے کہ آدمی سکون کی حالت میں رہتا ہے اور جب سماع سنتا ہے تو بے چین ہو جاتا ہے۔ اس کے جواب میں اُنھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم کی ذریت کو میثاق اول میں "الست بربکم" (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں) سے خطاب فرمایا تو روحوں پر اس کلام کے سماع کی روشنی نے اثر کیا اس لئے جب سماع سننے میں آتا ہے تو اُس کی یاد اُن کو حرکت میں لاتی ہے۔ ان کا قول ہے کہ تین جگہوں میں فقیروں پر رحمت نازل ہوتی ہے۔ سماع کے وقت اس لئے کہ یہ نہیں سنتے مگر حق سے اور نہیں کھڑے ہوتے۔ مگر وجد سے۔ اور کھانے کے وقت کیونکہ نہیں کھاتے مگر فاقے کے بعد۔ اور علمی تذکرہ کے وقت اس لئے کہ یہ ولیوں ہی کا تذکرہ کرتے ہیں۔ ان کا یہ بیان ہے کہ ایک روز میں سری رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو ان کے پاس ایک شخص کو غشی کی حالت میں دیکھا۔ میں نے اُن سے دریافت کیا کہ اس کو کیا ہوا ہے۔ سری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس نے

قرآن مجید کی ایک آیت سُنی تھی ۔ میں نے اُن سے کہا کہ اس کے سامنے پھر وہی آیت پڑھی جائے ۔ چنانچہ پڑھی گئی اور وہ شخص ہوش میں آگیا ۔ اس پر سری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم کو یہ کہاں سے معلوم ہوا ۔ میں نے اُن سے کہا کہ یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں یوسف علیہ السلام کے قمیص ہی کے سبب سے جاتی رہی تھیں اور پھر اُسی کے سبب سے اُن کی بینائی لوٹ بھی آئی تھی ۔ میری یہ بات ان کو پسند آئی ۔ ان کا قول ہے کہ تصوف کی بنا آٹھ اخلاق پر ہے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے پہنچے ہیں ۔ (۱) سخاوت یہ ابراہیم علیہ السلام میں تھی ۔ (۲) رضا ۔ یہ اسحاق علیہ السلام میں تھی ۔ (۳) صبر ۔ یہ ایوب علیہ السلام کا حصہ تھا ۔ (۴) اس کا زکریا علیہ السلام میں ظہور ہوا ۔ (۵) گھر بار چھٹنا ۔ یہ یحییٰ علیہ السلام میں پایا گیا ۔ (۶) صوف پہننا ۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کا وصف تھا ، سیاحت ۔ یہ عیسیٰ علیہ السلام کی صفت تھی اور (۸) فقر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف تھا ۔

نقل ہے کہ جب جنید رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو انھوں نے وصیت کی کہ جو کچھ علم میری طرف منسوب ہے وہ بھی میرے ساتھ دفن کر دیا جائے ۔ لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو انھوں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ جس حال میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم لوگوں کے پاس موجود ہے مجھے اللہ تعالیٰ ایسی حالت میں نہ دیکھے کہ میں نے کوئی ایسی چیز چھوڑی ہو جو میری طرف منسوب ہو ۔ اور ان کا قول ہے کہ علم آخرت کے لئے دل صرف اُسی صورت میں صاف ہوتے ہیں جب وہ دنیا سے خالی ہوتے ہیں ۔ اس لئے تم کو اپنی ابتدائی حالت میں دنیا کو اپنے دل کے اندر سے نکالنے پر نگاہ رکھنی چاہیے ۔ اور ہوشیار رہنا چاہیے کہ اُس میں سے کچھ چھپا چھپایا اُدھ دبا یا دل میں نہ رہ جائے ورنہ تم کو یہ آگے بڑھنے اور ترقی کرنے سے روکے گا اور جب تک تم اس حالت میں رہو گے ۔ تمھارا پیر تم کو اُس سے ایک قدم بھی ہٹا نہ سکے گا ۔ اس لئے اُس کی سنتے اور پیروی کرتے رہو ۔ اللہ کی معرفت کے متعلق ان سے پوچھا گیا کہ یہ کسب سے حاصل ہوتی ہے یا بلا اختیار ۔ اس کے جواب میں انھوں نے کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ چیزیں دو طرح سے دریافت ہوتی ہیں ۔ جو چیزیں کہ سامنے موجود ہوتی ہیں وہ تو حواس سے اور جو غائب ہوتی ہیں وہ دلیل سے اور چونکہ حق تعالیٰ ہمارے حواس کے سامنے حاضر نہیں ہے ۔ اس لئے اُس کی معرفت دلیل و جستجو سے ہوگی ۔ کیونکہ ہم پوشیدہ اور غائب کو دلیل ہی سے جانتے ہیں ۔ اور حاضر کو حس ہی سے پہچانتے ہیں ۔ ان کا قول ہے کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اُس نے دنیا کی عظمت کی ہو اور اُس میں کبھی اُس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئی ہوں اس میں تو انھیں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں ۔ جو اس کو حقیر سمجھتا اور اس سے منہ پھیر لیتا ہے ۔ جو شخص اپنے اوپر نیک نیتی کا دروازہ کھولتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ اُس پر ستر دروازہ توفیق کے کھول دیتا ہے اور جو شخص اپنے اوپر بدنیتی کا دروازہ کھولتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ اُس پر ستر دروازے رسوائی کے ایسے مقام سے جس کی اُسے خبر بھی نہیں ہوتی کھول دیتا ہے ۔ کوئی شخص اپنے ساتھی سے کسی ضرورت کی درخواست میں مضائقہ نہیں کرتا مگر اسی صورت میں کہ دونوں میں سے ایک میں کچھ نقص ہو ۔ علم کی قیمت ہے ۔ اس لئے قیمت لئے بغیر کسی کو نہ دیا کرو ۔ اس پر پوچھا

گیا کہ اُس کی قیمت کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ اس کا ایسے شخص کے پاس رکھنا جو خوبی کے ساتھ اُس کا بار اٹھائے اور اُس کو ضائع نہ کرے۔ ایک مرتبہ ان سے کہا گیا کہ آپ کے اصحاب کیسے ہیں یہ تو کھاتے بہت ہیں۔ انھوں نے کہا کہ اس لیے کہ بھوکے بہت رہتے ہیں۔ پھر پوچھا کہ قوتِ شہوت کیوں نہیں دباتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ اس سبب سے کہ ان لوگوں نے زنا کا مزہ نہیں چکھا ہے۔ اور حلال کھاتے ہیں۔ اس کے بعد پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ یہ جب قرآن سنتے ہیں تو خوشی نہیں مناتے۔ انھوں نے کہا کہ قرآن میں کون سی چیز دنیا میں خوش کرنے والی ہے۔ قرآن حق ہے۔ حق کے پاس سے اُترا ہے۔ مخلوق کی صفات کے سزاوار نہیں ہے۔ اُس کے ہر حرف کے لحاظ سے مخلوق پر ایک نہ ایک چیز واجب ہے۔ جس سے بجز اس کے کہ اللہ عزوجل کے لئے اس کو پورا کرے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔ اس لئے جب اس کو آخرت میں اس کے کہنے والے سے سنیں گے تو خوشیاں منائیں گے۔ پھر پوچھا گیا کہ اچھا اس کا کیا باعث ہے کہ یہ لوگ قصیدے اشعار اور راگ سُن کر خوشی مناتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی چیزیں ہیں اور اس سبب سے کہ عاشقوں کے کلام ہیں۔ بعدہٗ سوال کیا گیا کہ یہ لوگوں کے مال سے کیوں محروم رکھے گئے ہیں۔ اس کے جواب میں انھوں نے کہا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے لوگوں کے قبضہ کی چیزوں کو پسند نہیں فرماتا۔ مبادا یہ خلق کی طرف مائل اور اس باعث حق تعالیٰ سے منقطع ہو جائیں۔ پس اللہ تعالیٰ کو چونکہ ان کی نگہداشت منظور ہے۔ اُس نے اُن کے ارادہ کو یک سو کرکے اپنی طرف کرلیا ہے۔ جب ان کی وفات کا وقت آیا تو ابو محمد جریری رضی اللہ عنہ ان کے پاس آکر پوچھنے لگے کہ آپ کو کوئی کام ہے انھوں نے کہا کہ ہاں جب میں مرجاؤں تو مجھے غسل دو۔ کفناؤ۔ اور میری نماز پڑھو۔ یہ سُن کر جریری روئے اور ان کے ساتھ اور لوگ بھی روئے۔ اس کے بعد جنید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک کام اور بھی ہے۔ جریری نے عرض کیا کہ وہ کیا ہے۔ کہا کہ میرے اصحاب کے لئے ولیمہ کا کھانا تیار کراؤ اس لئے کہ جب وہ جنازہ سے واپس آئیں تو ان کو یہ کھانا ملے تاکہ ان میں پراگندگی نہ واقع ہو۔ اس کو سن کر جریری نے گریہ کیا اور کہا کہ واللہ اگر ہم اپنی یہ دونوں آنکھیں بھی کھو بیٹھیں تو بھی ہم میں سے کبھی دو آدمی ایک جا نہ ہوں گے۔ ابو جعفر فرغانی کہتے ہیں کہ واللہ جنید رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ایسا ہی معاملہ پیش آیا وہ مجمع تو پیر روشن ضمیر کی برکت کے باعث اور اُن کا جمال قدسی تمثال دیکھنے کے لئے تھا۔ جریریؒ کا بیان ہے کہ جنید رضی اللہ عنہ کے پڑوس میں ایک دیوانہ ایک کھنڈر میں رہتا تھا۔ جب جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ نے قضا کی اور ہم اُن کو دفن کرکے واپس آرہے تھے تو وہ دیوانہ ہمارے سامنے آیا اور ایک بلندی پر چڑھ کر کہنے لگا کہ اے ابو محمد کیا تم سمجھتے ہو کہ جب میں اس سوار کو کھو چکا تو میں اس کھنڈر میں پھر لوٹ کر آؤں گا۔ بعدہٗ وہ اس مضمون کے اشعار پڑھنے لگا ؎

اُن کے چھٹنے سے چھاگئی ظلمت ۔۔۔ وہ چراغِ ہدیٰ تھے دنیا میں
حصن تھے۔ کوہ تھے سحاب تھے وہ ۔۔۔ وقفِ عالم تھے راہِ مولیٰ میں
موت نے جب سے اُن کو چھین لیا ۔۔۔ نہ وہ صبحیں رہیں نہ وہ شامیں

جتنے انگارے ہیں میرے دل میں — میرے ہی اشک ہیں یہ دریا میں

اس کے بعد وہ غائب ہو گیا۔

(۱۶۶) ابو عثمان خیری نیشاپوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ اصل میں رے کے تھے۔ پیشتر یحییٰ بن معاذ رازی اور شاہ شجاع کرمانی کی صحبتوں میں رہے بعدہٗ ابو حفصؓ حداد کے ارادہ سے انھوں نے نیشاپور کی طرف کوچ کیا اور اپنی بیٹی کی ان سے شادی کردی اور ان سے ان کے طریقہ کی تعلیم پائی۔ یہ اپنی سیرت کے اعتبار سے مشائخوں میں یگانہ تھے اور نیشاپور میں تصوف کا طریقہ انھیں سے پھیلا۔ ۲۹۸ھ میں نیشاپور سے راہی خلد بریں ہوئے۔ ان کے کلمات یہ ہیں۔ جب تک آدمی کے دل میں چار چیزیں برابر نہ ہو جائیں وہ کامل نہیں ہوتا دنیا نہ دینا۔ اور ذلت و عزت ان کا بیان ہے کہ میں جوان ہی تھا کہ ابو حفص حداد کی صحبت میں پہنچا۔ چنانچہ ایک مرتبہ انھوں نے مجھے نکال دیا اور کہا کہ تو میرے پاس نہ بیٹھ، میں اٹھ کھڑا ہوا اور میں نے ان کی طرف پیٹھ نہ کی بلکہ ان کی طرف منہ کئے ہوئے پیچھے ہٹتا گیا۔ یہاں تک کہ ان کی نظر سے غائب ہو گیا اور میں نے اپنے دل میں ٹھان لی کہ ان کے دروازہ پر ایک گڑھا کھود کر رہوں گا اور جب تک وہ حکم نہ دیں گے اس میں سے باہر نہ آؤں گا۔ مگر جب انھوں نے میرا یہ برتاؤ دیکھا تو مجھے اپنے نزدیک بلا لیا اور اپنے خاص اصحاب میں داخل کیا۔ یہ کہا کرتے تھے کہ دشمنی کی اصل تین چیزوں سے ہے۔ مال کی طمع۔ لوگوں کی تعظیم کی طمع۔ اور لوگوں کی قبولیت کی طمع۔ اور اللہ تعالیٰ کا خوف تجھے اللہ تعالیٰ تک پہنچائے گا اور تیرے نفس کا کبر و غرور تجھے اللہ عزوجل سے منقطع کر دے گا اور تیرے نفس میں لوگوں کی حقارت جو ہے وہ ایسی بیماری ہے جس کی دوا نہیں ہے۔ اور جب تک تو اپنی مراد کی پیروی کرتا ہے۔ تو قید خانہ میں ہے اور جب تو نے اپنے آپ کو سونپ دیا۔ اور تسلیم کر دیا تو تو نے راحت پائی۔ اور مالداروں کی صحبت میں اظہار عزت کرو اور فقیروں کی صحبت میں اظہار ذلت کیوں کہ مالداروں کے سامنے عزت کی لینا تواضع ہے اور فقیروں کے سامنے ذلیل ہونا شرف ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیا عقل والا اس شخص کی معذرت کو مان لے۔ جس نے اس پر ظلم کیا ہو۔ انھوں نے کہا کہ ہاں یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے اس کو مجھ پر مسلط فرمایا تھا۔ ان کے اقوال میں سے ہے کہ:۔ جو اولیا۔ اللہ تعالیٰ کی صحبت میں رہے ان کو اللہ تعالیٰ کے طریق تک پہنچنے کی توفیق دی گئی۔ اور جو اپنی کسی بات کو بھی عمدہ سمجھے گا اس کو اپنا عیب نظر نہ آئے گا۔ اپنے عیبوں کو تو صرف وہی دیکھتا ہے۔ جو سب باتوں میں اپنے نفس کو متہم قرار دیتا ہے۔ اور دنیا کے بارے میں زہد یہ ہے کہ زاہد کو اس کی پروا نہ ہو کہ کس نے اس کو لیا۔ اللہ تعالیٰ زاہد کو اس کے ارادہ سے زیادہ عطا فرماتا ہے اور مستقیم کو اس کے ارادہ کے مطابق۔ اور جس کی ارادت درست نہ ہوئی جوں جوں زمانہ گذرتا جائے گا طریقت سے اس کی روگردانی خواہی نخواہی بڑھتی ہی جائے گی۔ اور جب محبت درست ہو گئی تو عاشق پر ادب کی پابندی لازمی ہو گئی۔ اور سماع کی تین قسمیں ہیں

ایک قسم تو مبتدیوں اور مریدوں کے لئے ہے کہ اس کے ذریعہ سے احوال شریفہ حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن ان کی نسبت اس میں فتنہ اور ریا کا خوف ہے۔ دوسری قسم صادقوں کے لئے ہے کہ اس کے ذریعہ سے اپنے احوال میں زیادتی چاہتے ہیں اور اس سے وہی چیزیں سنتے ہیں جو اُن کے اوقات کے موافق ہوتی ہیں اور تیسری قسم عارفین میں سے اہلِ استقامت کے لئے ہے۔

(۱۴۷) ابوالحسین احمد بن محمد نوری رحمہ اللہ تعالیٰ

ان کا مولد و منشا بغداد تھا اور ابن البغوی کے نام سے مشہور تھے۔ جو اس گروہ صوفیہ کے مشائخ و علماء میں سے تھے ان کے وقت میں طریقت کی عمدگی اور کلام کی لطافت میں ان سے بہتر کوئی نہ تھا۔ سری سقطیؒ اور محمد بن القصاب کی صحبتوں میں رہے اور جنیدؒ کے ہم سروں میں سے تھے۔ ۲۹۵ھ میں دارفانی سے انھوں نے رحلت کی۔ یہ کہتے تھے کہ ہمارے اس زمانہ میں دو چیزیں عزیز الوجود ہیں۔ ایسا عالم جو اپنے علم پر عمل کرتا ہو اور ایسا عارف جو حقیقت کی باتیں بیان کرتا ہو۔ حق سے ملنا اُس کے غیر سے بچھڑنا ہے اور اُس کے غیر سے بچھڑنا اس سے ملنا ہے۔ تصوف نہ رسوم ہیں نہ علوم اخلاق ہیں۔ جس نے اللہ تعالیٰ کو دنیا میں نہ پہچانا وہ اُس کو آخرت میں بھی نہ پہچانے گا۔ جب سے میں نے اپنے رب کو پہچانا کوئی چیز بری بھلی معلوم نہ ہوئی۔ جس شخص کو غیر ابنائے جنس سے میل جول رکھنے اور اُن کی طرف مائل ہوتے دیکھو اُس کے پاس نہ پھٹکو اور جس کو قصیدے سنتے دیکھو اور خوش حالی کی طرف جھکتے دیکھو اُس سے بھلائی کی اُمید نہ رکھو اور فقیروں میں سے جس کو سماع کے وقت قلب سے غافل پاؤ۔ اُس کو متہم ٹھہراؤ۔ ہر چیز کے لئے ایک عذاب ہے اور عارف کے لئے اُس کا ذکر سے منقطع ہوجانا عذاب ہے اور یہ وہ زمانہ ہے جس سے بھلائی زائل ہوگئی اس میں صواب خطا ہوگیا۔ اور دوستی بناوٹ رہ گئی ہے۔ ان کے اور خلیفہ معتضد کے درمیان میں جب وہ واقعہ ہوا جو مشہور ہے تو یہ اس خوف سے کہ مبادا کسی کام میں لوگ ان سے معتضد کے نام کی سفارش چاہیں بصرہ چلے گئے اور وہیں رہے اور جب معتضد مرگیا تو یہ بغداد واپس آئے۔ اور وہ واقعہ یہ ہے کہ ان کے پاس سے شراب کے دو خم گذرے انھوں نے اُن کو توڑ دیا۔ لوگ ان کو پکڑ کر معتضد کے پاس لے گئے۔ معتضد نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو ان کی عادت تھی کہ باتیں کرنے سے پہلے بھولے بن جاتے تھے۔ انھوں نے کہا کہ محتسب۔ اُس نے کہا کہ تم کو اس کام پر کس نے مقرر کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ جس نے تم کو خلافت پر مقرر کیا ہے اور اس کے ساتھ درشت کلامی کی بعد اُس کے ملک سے باہر چلے گئے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک بوڑھے آدمی کو کوڑے لگائے جا رہے تھے۔ میں نے کھڑے ہوکر گننے شروع کئے تو ہزار کوڑے لگے اور وہ شخص چپ چاپ رہا اس بڑھاپے پر اُس کا صبر مجھے بہت ہی بھلا معلوم ہوا۔ اس لئے جب اُس کو قید خانہ کے اندر لے گئے تو میں نے اُس سے جاکر پوچھا کہ اس بڑھاپے پر تم نے کیونکر اس قدر صبر کیا اُس نے کہا کہ بھائی جان جسم نہیں بلکہ ہمتیں مصیبتوں کو جھیل لیتی ہیں۔ تغلیسی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ نوریؒ کی یہ حالت تھی

کہ جب شونیزیہ کی مسجد میں آتے تھے تو اُن کے چہرہ کی روشنی سے چراغوں کی روشنی دھندلی پڑ جاتی تھی اسی لئے نوری کہلاتے تھے اور جب ہم میں رہتے تھے تو پسو ہم کو نہیں ستاتے تھے۔

(۱۶۸) ابو عبداللہ محمد بن یحییٰ ابن جلاء رحمۃ اللہ تعالیٰ

بعض کہتے ہیں کہ اِن کا نام احمد تھا اور صحیح تر وہی ہے۔ اصل میں بغداد کے تھے اور رملہ و دمشق میں سکونت رکھتے اور شام کے مشائخ میں سے تھے۔ آپ اَن و ذوالنون مصری وا با عبید بسری کی صحبتیں اٹھائے ہوئے تھے یہ عالم اور محمد بن داود رقی کے پیر تھے۔ اِن کا قول ہے کہ جس کے نزدیک مدح وذم دونوں برابر ہوں وہ زاہد ہے اور جو فرضوں کے اول وقت میں ادا کرنے کی پابندی کرے وہ عابد ہے اور جو کل کاموں کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے دیکھتا ہو وہ مُوَحِّد ہے۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ تم ایسے شخص کی نسبت کیا کہتے ہو جو بغیر توشے کے جنگل میں چلا جائے انھوں نے کہا کہ یہ تو مردانِ خدا کا کام ہے۔ اُس نے کہا کہ اگر مر جائے؟ انھوں نے کہا کہ خوں بہا قاتل پر ہے۔ اور ان کا قول ہے کہ حق تعالیٰ نے غیرت سے کسی کے لئے اپنے تک پہنچنے کی راہ نہ بتائی۔ اور نہ اپنے تک پہنچنے سے کسی کو ناامید کیا اور خلق کو سمندر میں چھوڑ دیا۔ بس لوگ گمان کے سمندر میں گھوڑے دوڑاتے ہیں اور ڈوبتے ہیں۔ پس جس نے یہ گمان کیا کہ وہ واصل ہے اُس کو جدا فرماتا ہے اور جس نے یہ گمان کیا کہ وہ جدا ہے اُس کو واصل بناتے ہیں۔ اس لئے نہ اُس تک رسائی ہے نہ اُس سے مفر ہے اور وہ ناگزیر ہے۔ اور جس کی ہمت موجودات پر بلند ہوئی وہ اُن کے موجد تک پہنچا اور جس نے حق کے سوا کسی چیز پر اپنے کو ٹھیرایا حق اُس کے ہاتھ نہ آیا کیونکہ اُس کا رتبہ اس سے کہیں زیادہ بلند ہے کہ وہ اپنے ساتھ کسی کا شریک ہونا پسند فرمائے۔ اور اگر کوئی شخص میرے سامنے اللہ تعالیٰ کا گناہ کرے اور اس کے بعد میرے اور اُس کے درمیان میں ایک دیوار کی آڑ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی گنجائش نہیں دی ہے کہ میں اُس کی نسبت توبہ نہ کرنے کا اعتقاد رکھوں کیونکہ احتمال موجود ہے کہ اُن سے توبہ کرلی ہو۔

(۱۶۹) ابو محمد رویم بن احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ بغدادی الاصل اور بغداد کے مشائخ میں سے اور داوٗد اصفہانی کے مذہب کے فقیہ تھے ۳۰۳ھ میں اس دار ناپائدار کو انھوں نے خیرباد کہی اور شونیزیہ میں دفن ہوئے۔ ان کے اقوال میں سے ہے کہ حکمت کی بات یہ ہے کہ احکام میں اپنے بھائیوں کے لئے گنجائش نکال دے اور اپنے آپ پر تنگی کرے۔ کیونکہ اُن کے لئے وسعت نکالنے میں علم کی پیروی ہے اور اپنے آپ پر تنگی کرنے میں پرہیزگاری ہے۔ جو مرید راہ خدا میں اپنی جان پر نہ کھیل جائے اُس کو وہ شمار میں نہ لیتے اور کہتے تھے کہ وہ تو جان پر کھیلے بغیر نہیں ملتا۔ پس اگر تم سے یہ ہو سکتا ہو تو آؤ ورنہیں تو چکنی چپڑی باتوں پر نہ جاؤ ان کا قول ہے

کہ جو شخص اس قوم کے ساتھ بیٹھا اور اُس نے کسی ایسی بات میں جو ان کے نزدیک متحقق ہے ان کی مخالفت کی اُس کے دل سے اللہ تعالیٰ ایمان کا نور نکال لیتا ہے۔ اور صوفیہ جب تک الگ الگ رہیں گے اچھے رہیں گے اور جب آپس میں مل جائیں گے ہلاک ہوجائیں گے۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ محبت کیا شے ہے انھوں نے کہا کہ سارے احوال میں موافقت اور شعر پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے ؎

اگر کہا مجھے مرجا۔ میں ہوگیا مُردہ　　پیام مرگ کو سمجھا میں جاں فزا مژدہ

ایک مرتبہ ان سے کسی نے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے۔ انھوں نے کہا کہ جس کی نفسانی خواہش اُس کا دین ہو اور جس کی بدبختی اُس کی ہمت نہ ہو، نہ نیکو کار پرہیزگار ہو اور نہ نکھرا ہوا عارف کردگار ہو اُس کا کیا حال ہوگا۔ ان کا قول ہے کہ عارف کا ایک آئینہ ہوا کرتا ہے کہ جب اُس کو دیکھتا ہے اُس کو اپنے مولیٰ جل و علا کی تجلی نظر آتی ہے ؎

دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار　　جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

اور کہتے تھے کہ مجھے بیس برس ہو گئے ہیں جب سے اُس وقت تک کہ سامنے آئے کھانے کا خیال دل میں نہیں آتا۔ اور میں بیس سال سے عشا کے وضو سے چاشت کی نماز پڑھتا ہوں۔

(۱۷۰) ابو عبداللہ محمد بن فضل بلخی رحمۃ اللہ

اصل میں یہ بلخ کے تھے مگر مذہب کے باعث وہاں سے نکالے گئے اور سمرقند آئے اور اسی کو انھوں نے اپنا وطن بنایا اور ۳۱۹ھ میں ان کو سفر آخرت پیش آیا۔ خراسان کے بڑے مشائخ میں سے تھے اور احمد بن حضرویہ بلخی وغیرہ بزرگوں کی صحبتیں پائی تھیں اور ابو عثمان حیری کا میلان جس قدر ان کی طرف تھا اُس قدر اور بزرگان طریقت کی طرف نہ تھا اور وہ کہا کرتے تھے کہ اگر میں اپنی آپ میں قوت پاتا تو اپنے بھائی محمد بن فضل کے پاس جو مردانِ خدا کے دلال تھے جاتا۔ ان کے اقوال یہ ہیں: تمہارا پیٹ دنیا ہے۔ اس لئے اپنے پیٹ کے متعلق جس قدر تمہارا زہد ہو اُسی کے مطابق دنیا میں زہد کرو۔ اُس شخص سے تعجب آتا ہے۔ جو جنگلوں کو کعبہ و حرم تک اس واسطے پہنچنے کے لئے قطع کرتا ہے کہ وہاں انبیاء علیہم السلام کے آثار ہیں اور اپنے نفس اور اُس کی خواہش کو اپنے دل تک اس واسطے پہنچنے کے لئے قطع نہیں کرتا کہ اُس میں اُس کے پروردگار کے آثار ہیں ؎

اے قوم بحج رفتہ کجا ئید کجا ئید　　معشوق من ایں جاست بیا ئید بیا ئید

جب تم مرید کو دنیا اور اُس کے سامانوں کی زیادتی چاہتے دیکھو تو سمجھ لو کہ یہ اُس کے ادبار کی علامت ہے۔ اس کو بدبختی سمجھنا چاہیے کہ بندہ کو صالحین کی صحبت نصیب ہو اور وہ اُن کا احترام نہ کرے اور روایت ہے کہ بلخ والوں نے جب ان کو اُس شہر سے نکالا تو انھوں نے ان کے حق میں بددعا کی اور کہا کہ خداوندا ان کو صدق سے محروم فرما۔ چنانچہ ان کے بعد کبھی بلخ سے کوئی اہل صدق نہ نکلا۔

(۱۷۱) ابو بکر نصر بن احمد بن نصر دقاق کبیر رضی اللہ عنہ ورحمہ

جنیدؒ کے ہمعصروں اور مصر کے بہت بڑے بزرگوں میں سے تھے۔ کتانی کا قول ہے کہ جب دقاق نے وفات پائی تو فقیروں کی حجت اُن کے مصر میں داخل ہونے کے متعلق منقطع ہو گئی۔ ان کے اقوال یہ ہیں۔ تین چیزیں مرید کی آفتیں ہیں۔ بیاہ کرنا۔ حدیثیں لکھنا اور مخالف سے ملنا جلنا۔ اس کام کی صلاحیت صرف وہی لوگ رکھتے ہیں۔ جنھوں نے رضا و تسلیم کے ساتھ اپنی روحوں کی جھاڑ دے گھوڑوں کو صاف کیا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھے پیاس لگی تھی کہ ایک سپاہی سامنے آیا اور اُس نے مجھے پانی پلایا اُس کے دل کی قساوت تیس برس تک میرے دل میں رہی۔

(۱۷۲) ابو عبداللہ عمرو بن عثمان مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

صحبت میں جنید رحمہ اللہ کی طرف انتساب رکھتے تھے اور ابو عبداللہ ناجی وابو سعید خراز وغیرہما بزرگوں سے ملے تھے۔ اپنے وقت میں قوم صوفیہ کے شیخ اور اصول طریقت میں اس گروہ کے امام تھے۔ ان کے کلام میں خوبیاں ہیں۔ اور محمد بن اسمٰعیل بخاری سے حدیثیں روایت کرتے ہیں ۲۹۱ھ میں انھوں نے کعبہ مقصود کی راہ لی۔ ان کے اقوال یہ ہیں۔ کل گنہگاروں اور نافرمانوں پر خواہ اُن کے گناہ چھوٹے ہوں خواہ بڑے، توبہ فرض ہے اور توبہ کے ترک کے واسطے کسی کے پاس کوئی عذر نہیں ہے۔ جو حسن چمک۔ دمک۔ رونق۔ روشنی۔ یا جمال۔ صورت۔ نور۔ شخص یا خیال تمھارے دل میں وہم کے ذریعہ سے آئے یا غور و فکر سے سوجھے یا تمھارے دل کے معارضات میں کھٹکے اللہ عزوجل ان سب کے خلاف ہے وہ بڑا ہی جلال اور بڑائی اور عظمت والا ہے۔ جو لوگ اپنے دین پر صبر نہیں کرتے اللہ تعالیٰ نے اُن کو کفار کی خبر کے پیرایہ میں زجر و توبیخ فرمائی ہے۔ قالوا؎ امشوا اصبروا علیٰ الھتکم۔ پس ایمان والوں میں جو شخص اپنے دین پر صبر کرنا چھوڑ دے اُس کو جھڑکی دی گئی ہے۔ نقل ہے کہ انھوں نے حسین بن منصور حلاج کو ایک دن کچھ لکھتے ہوئے دیکھا اور اُن سے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہ قرآن کا جواب لکھ رہا ہوں۔ اس پر انھوں نے اُن کے لئے بد دعا کی اور اُن کو چھوڑ کر چلے گئے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ حلاج پر جو کچھ بلا و مصیبت آئی وہ اسی کا اثر تھا۔

(۱۷۳) ابو الحسن سمنون بن حمزہ خواص رحمۃ اللہ تعالیٰ

انھوں نے اپنا نام سمنون کذاب رکھا تھا سری سقطی وغیرہ کی صحبتیں پائی تھیں محبت کے متعلق ان

؎ یہ سورہ ص (پارہ ۲۳) کی چھٹی آیت میں ہے اور اس طور پر ہے۔ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْھُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰۤی اٰلِھَتِکُمْ ۔ اور کافروں میں کے چند سردار لوگ یہ کہکر چل کھڑے ہوئے کہ چلو جی (اس کی نہ سنو) اور اپنے معبودوں پر جمے رہو۔ ۱۲

کی باتیں بہت ہی بامزہ ہوتی تھیں۔ یہ بہت بڑے بزرگان طریقت میں سے تھے اور جیسا کہ گیا ہے ابوالقاسم جنید رحمۃ اللہ کے بعد انھوں نے قضا کی۔ ان کے کلمات میں سے ہے کہ کسی چیز کی تعبر اس سے کی جاتی ہے جو زیادہ تر نرم ہو اور محبت سے نرم تر کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر اس کی تعبیر کس سے کی جائے۔ علی بن الجبین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن سمنون کو دیکھا کہ دجلہ کے کنارہ پر بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے ہاتھ میں ایک لکڑی ہے جس سے اپنی پنڈلی اور زانو کو مار رہے ہیں یہاں تک کہ گوشت نکل آیا ہے اور اس مضمون کے شعر پڑھ رہے ہیں ؎

مسلمانان مرا وقتے دلے بود — کہ با او گفتمے ہر مشکلے بود
ز من ضائع شد اندر کوئے جاناں — چہ دامنگیر یارب منزلے بود
بحال ایں پریشاں رحمت آرید — کہ وقتے کاروانِ ملے بود

ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ تصوف کیا ہے۔ تو انھوں نے کہا کہ تصوف یہ ہے کہ نہ تمھاری ملکیت میں کوئی چیز ہو اور نہ تم کسی چیز کی ملکیت میں ہو۔ ان کا بیان ہے کہ میں ایک ایسے فقیر سے ملا۔ جس نے ایک لکڑی میں خلا کر کے اپنا نشیمن بنایا تھا اور تیں برس سے سمندر میں رہا کرتا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ سمندر میں سب سے تعجب انگیز جو چیز تم نے دیکھی ہو اس کو بیان کرو۔ اس نے کہا کہ ایک رات کو سمندر میں جہاں میں تھا بڑے زور شور کی آندھی آئی۔ یہاں تک کہ سمندر میں تاریکی چھا گئی اس سے مجھے سخت وحشت ہوئی۔ اور میں نے اللہ تعالیٰ سے چاہا کہ کوئی ایسی چیز بھیجے۔ جس سے میری وحشت دور ہو۔ دیکھتا کیا ہوں کہ ایک بڑا سا اژدہا منہ کھولے ہوئے چلا آتا ہے اور مجھکو کسی نے لکڑی پر سے اس کے سامنے پھینک دیا۔ میں اس کے منہ کے اندر چلا گیا اور اس کے ایک دانت پر جا بیٹھا اور وہیں دو رکعتیں نماز کی پڑھیں۔ پھر ساری وحشت ہوا ہو گئی اور مجھے اعلیٰ درجہ کا اُنس حاصل ہوا۔

(۱۷۴) ابو عبید البسری رضی اللہ عنہ ورحمہ

یہ بزرگان قدیم میں سے اور ابو تراب نخشبی رضی اللہ عنہ کے صحبت یافتہ تھے۔ ان کے کلمات میں سے ہے کہ۔ علت نہیں آتی ہے۔ مگر امن ہی سے اور فراوانی نہیں ہوتی۔ مگر پرہیز سے۔ بہت سے لوگوں نے پرہیز کیا وہ بچ گئے اور بہت سے بے غم ہو بیٹھے وہ ہلاک ہو گئے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر صرف زبان سے بغیر دل کے رہا ہے۔

ف۱ عربی کے تین شعر جو اصل کتاب میں ہیں ان کے مضمون حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ کے اشعار مندرجہ بالا کے بالکل ملتے ہوئے ہیں اس لئے میں نے بجائے ترجمہ کے یہی اشعار نقل کر دیئے۔ مترجم۔

(۱۷۵) ابو علی حسن بن علی جوزجانی رحمہ اللہ

خراسان کے بہت بڑے بزرگوں میں سے تھے ۔علم اخلاق ۔ریاضات و مجاہدات اور معارف میں ان کی مشہور تصنیفات ہیں ۔محمد بن علی ترمذی و محمد بن فضیل کی صحبتوں سے فیضیاب ہوئے تھے ۔ان کے اقوال میں سے ہے کہ ۔ بندہ کی سعادت کی علامتیں یہ ہیں ۔طاعت کا اُس پر آسان ہونا۔ اپنے افعال میں سنت کی موافقت کرنی ۔نیکو کاروں سے محبت رکھنی ۔بھائیوں کے ساتھ اخلاق کی نگہداشت کرنی اپنی بھلائی کو وقف خلق اللہ کر دینا مسلمانوں کے کام میں غم خواری کرنا اور اپنی اوقات کو نگاہ رکھنا اور بندہ کی شقاوت کی علامتیں یہ ہیں ۔کہ ان تمام صفات کے برعکس ہو اللہ تعالیٰ کی طرف صحیح ترین آبادترین ۔اور شبہ سے دور ترین راستہ یہ ہے کہ قول فعل عزم قصد اور نیت سے سنت کی پیروی کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وَاِنۡ تُطِیۡعُوۡہُ تَھۡتَدُوۡا (اور اگر رسول کے کہے پر چلو گے تو راہ پا لو گے ۔) اس پر ان سے کسی نے پوچھا کہ پیروی سنت کی کیا سبیل ہے ۔انھوں نے کہا کہ بدعتوں سے کنارہ رہنا اور صدرِ اول کے علماء اسلام نے جس پر اتفاق کیا ہے اُس پر چلنا اور کلام کی مجلسوں اور کلام والوں سے دور رہنا اور جو لوگ تم سے پہلے گذرے ہیں اُن کے اقتدار کے طریق کو ہاتھ سے جانے نہ دینا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اِتَّبِعۡ مِلَّۃَ اِبۡرٰھِیۡمَ حَنِیۡفًا ۔ اور ساری مخلوق غفلت کے میدانوں میں گھوڑے دوڑاتی ہے اور گمانوں پر اعتماد کرتی اور اپنے نزدیک سمجھتی ہے کہ واقعیت پر چلنے کھاتی اور مکاشفہ سے گفتگو کرتی ہے ۔

(۱۷۶) ابو الفوارس شاہ بن شجاع کرمانی رضی اللہ عنہ

بادشاہوں کی اولاد میں سے تھے ۔ابو تراب نخشبی و ابو عبید بسری کی صحبتوں سے بہرہ اندوز ہوئے تھے ۔اور بڑے مردانِ خدا اور اس گروہ کے علماء میں سے تھے ۔ان کے بہت سے مشہور رسالے ہیں اُن کے اقوال میں سے ہے کہ جو شخص تمھاری صحبت میں رہے اور جو چیز اُس کو پسند ہو اُس میں تمھاری موافقت کرے اور جو اس کو ناپسند ہو اس میں تمھاری مخالفت کرے اُس نے صرف اپنی نفسانی خواہش کے لئے تمھاری صحبت اختیار کی ہے اور تمھاری صحبت سے وہ دنیاوی راحت ہی کا طالب ہے اور کچھ نہیں فضیلت والوں کی فضیلت اسی وقت تک ہے ۔جب تک اُن کی نگاہ اُس پر نہ ہو اور جہاں اُن کی نگاہ اُس پر پڑی وہ فضیلت نہ رہی اور ولایت والوں کی ولایت اُسی وقت تک رہے کہ

تملہ: سورہ نور (پارہ ۱۸ ۔رکوع تیرہ) کی (۵۴) آیت میں واقع ہے ۔مترجم ۔

سہ واتبع ملۃ ابراھیم حنیفا اور ابراہیم کے مذہب پر چلنا ہے جو ایک خدا کے ہو رہے تھے ۔(دیکھو ۱۵ پارہ ۔۱۵ ۔رکوع ۱۵ ۔سورہ نساء ۔آیت ۱۲۵ ۔مترجم ۱۲

اُس کو نہ دیکھیں اور جہاں اُنھوں نے اُس کو دیکھا اُن کی ولایت رخصت ہوئی۔ کسی عبادت کرنے والے کی عبادت اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی محبت رکھنے سے بڑھ کر نہیں ہے اور جب اُس نے اللہ کے ولیوں کو دوست رکھا تو اللہ تعالیٰ کو دوست رکھا اور اولیا کی محبت پر اللہ نے ان سے محبت کی کوئی شخص اپنے آپ پر نہیں پھولتا مگر اسی صورت میں کہ وہ اپنے پروردگار سے محجوب ہوتا ہے۔ اور اس زمانہ میں جب عالم اپنے علم کی تاریکی میں آگیا ہے تو پھر جاہل کا جو اپنی جہالت کی تاریکی سے نکلا بھی نہیں ہے کیا پوچھنا ہے۔ مگر ہاں علم کی تاریکی زیادہ تر گہری ہوتی ہے۔ کیونکہ اُس نے علم کے نور کو ڈھانک لیا ہے۔

(۱۷۷) ابو یعقوب ابن حسین رازی رضی اللہ عنہ

اپنے زمانہ میں آئے اور کوہستان کے پیر اور عالم ادیب تھے۔ ان کا طریقہ سہولت و عزت سے دست بردار ہونا۔ بناوٹ سے باز آنا اور اخلاص برتنا تھا۔ انھوں نے ذوالنون مصری و ابو تراب نخشبی کی صحبتوں کی برکتیں پائی تھیں۔ ۳۰۳ھ میں معرِ آخرت کے عزیزوں میں شامل ہو گئے۔ ان کے اقوال میں سے ہے کہ۔ جب اس قوم کو معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل اُن کو دیکھتا ہے تو اُس کی نگاہ سے اُن کو یہ شرم آئی کہ اُس کے سوا اور کسی کو اپنی نگاہوں میں رکھیں۔ یہ دعا میں کہا کرتے تھے کہ خداوندا! ہم تیری نعمت کی کھیتوں کی روئیدگی ہیں۔ اس لئے ہم کو اپنی ناراضی کی درانتی سے نہ کاٹ۔ ان کا قول ہے کہ دنیا سے سب سے زیادہ رغبت رکھنے والے وہی ہوتے ہیں جو اُس کی برائیاں دنیا داروں کے سامنے بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ اُس کی خدمت کرنی تو اُن کا پیشہ ہے۔ مگر کیا ہی بُرا پیشہ ہے کہ دنیا داروں کو تو اس سے پرہیز کرنے کو کہے اور پھر اُسی جلسہ میں اُسی دنیا کو خود اُن سے لے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ میں نے صوفیوں کی آفتوں کو جو دیکھا تو اضداد کے ساتھ میل جول اور عورتوں کی طرف میلان میں ساری آفتیں ہیں۔ اور ان کا قول ہے کہ ایک طغیان (حد سے گذر جانا) دنیا کا ہوا کرتا ہے اور ایک علم کا۔ اس لئے جو کوئی علم کے طغیان سے رہائی حاصل کرنا چاہے اُس کو عبادت کی پابندی چاہیے اور جو مال کے طغیان سے خلاصی چاہے اُس کو زہد اختیار کرنا چاہیے۔ اور ادب سے تم علم کو سمجھو گے علم سے تمہارا عمل درست ہوگا۔ عمل سے تم کو حکمت حاصل ہوگی۔ حکمت سے تم کو زہد ملے گا اور اُس کی توفیق ہوگی۔ زہد سے تم دنیا کو چھوڑ دو گے۔ دنیا کے چھوڑنے سے تم کو آخرت کی رغبت ہوگی۔ اور آخرت کی رغبت سے اللہ عزوجل کی خوشنودی ہاتھ آئے گی اور حدیث شریف اَرِحْنَا بِهَا يَا بِلَالُ کے معنی میں انھوں نے کہا ہے کہ تو ہم کو بذریعہ نماز کے دنیا کے شغلوں اور دنیا کی باتوں سے راحت دے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم مبارک کی ٹھنڈک نماز میں تھی۔ اور اگر تم عاقل و احمق میں تمیز کرنا چاہو تو ان ہونی چیز کا ذکر کرو اگر مان لے تو سمجھ جاؤ کہ احمق ہے۔ اور جب تم مرید کو رخصتوں اور علوم کی زائد چیزوں میں مشغول دیکھو تو جان لو کہ اس سے کچھ نہیں ہونے کا اور جو شخص توحید کے سمندر میں اُترا۔ جیسے جیسے زمانہ گذرتا جائے گا اُس کی پیاس بڑھتی ہی جائے گی۔ اور خواص کی توحید یہ ہے کہ اپنے باطنی وجدان و قلب سے گویا اللہ کے

سامنے کھڑا ہے اور اُس کی تدبیر کے تصرفات اور اُس کی قدرت کے احکام اُس پر جاری ہیں اور یہ اپنے آپ سے فنا ہو کر اور اپنے حس سے چھٹ کر اس طور پر کہ اللہ سے جو مراد اس کی ہو اُس میں بذریعہ حق کے قایم ہو کر اُس کی توحید کے سمندر میں ڈوبا ہوا ہو پس وہ اللہ کا حکم اُس پر جاری ہونے میں ویسا ہی رہتا ہے۔ جیسا اپنی ہستی سے پہلے تھا۔ اور ہر امت میں ایک امانت ہوا کرتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے پوشیدہ رکھتا ہے پس اگر اس امت میں کوئی امانت ہے تو وہ صوفیہ کا فرقہ ہے۔ یہ جب قرآن سنتے تو ایک قطرہ آنسو بھی ان کی آنکھ سے نہ نکلتا تھا مگر جب کوئی شعر سنتے تھے تو ان پر قیامت آجاتی تھی اور حاضرین کی طرف رخ کر کے کہتے تھے کہ رُکے والے جو کہتے ہیں کہ یوسف بن حسین زندیق ہے تو وہ معذور ہیں۔

(۱۷۸) ابو عبد اللہ محمد بن علی بن حسین حکیم ترمذی رضی اللہ عنہ

ابو تراب نخشبیؒ کی ملاقات اور ابو عبد اللہ بن جلاء اور احمد بن حضرویہ کی صحبت سے مستفید ہوئے تھے اور خراسان کے بڑے بزرگوں میں سے تھے۔ ان کی مشہور تصنیفات اور حدیث کی کتابیں یادگار ہیں۔ یہ کہا کرتے تھے کہ میں نے ایک حرف بھی نہ پہلے سے سوچ کر اور نہ اس غرض سے لکھا کہ یہ مؤلفات میری طرف منسوب ہوں بلکہ جب مجھ پر وقت گراں گذرتا تھا تو میں اس سے اپنا دل بہلاتا تھا۔ ایک مرتبہ ان سے مخلوق کی صفت پوچھی گئی تو کہا کہ عجز بین وادعائے کثیر۔ ان کا قول ہے کہ خدام کے فرائض میں فروتنی وتسلیم داخل ہے اور آدمی کا عیب اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ جو چیز اس کو ضرر کرے اسی سے خوش ہو۔ اور موحدوں کو اللہ تعالیٰ نے جو پنج گانہ نمازوں کی دعوت دی ہے تو اس کا باعث اُس کی رحمت ہے جو ان کے حال پر ہے اور اُن کے لئے اُس نے ان نمازوں میں طرح طرح کی مہمانی کا سامان کر رکھا ہے تاکہ بندہ کو ہر قول وفعل سے اللہ تعالیٰ کی بخششوں میں سے کچھ حصہ ملے پس افعال بمنزلہ کھانے کی چیزوں کے ہیں اور اقوال گویا پینے کی چیزیں اور وہ وحدانیت کے عرش ہیں۔ ان کا قول ہے کہ بچوں کی درستی کے لئے مکتب مناسب ہیں۔ رہزنوں کے لئے قید خانہ اور عورتوں کے لئے گھر۔ یہ کہتے ہیں کہ محدث ومتکلم جب تحقیق کے درجہ پر پہنچ جاتے ہیں تو اُن کو حدیث نفس کا خوف نہیں رہتا کیونکہ جس طرح کتابت کے ذریعہ سے نفوس کی حفاظت شیطان کے وسوسہ سے کی گئی ہے۔ اُسی طرح حق کے ذریعہ سے محل مکالمہ ومحادثہ کی صیانت نفس کے توہمات سے عمل میں آئی ہے۔

(۱۷۹) ابو بکر محمد بن عمر حکیم وراق رضی اللہ عنہ

یہ اصل میں ترمذ کے تھے اور بلخ میں انھوں نے اقامت اختیار کی تھی۔ احمد بن حضرویہ سے ملے اور محمد بن سعد زاہد اور محمد بن عمر بلخی کی صحبتوں سے مستفید ہوئے تھے۔ الوَاع واقسام کی ریاضات آداب ومعاملات میں ان کی مشہور تصنیفیں ہیں۔ ان کا قول ہے کہ اگر طمع سے پوچھا جائے کہ تیرا باپ کون

ہے تو کہے گی کہ مقدر کا شک اور اگر اُس کا پیشہ دریافت کیا جائے تو کہے گی کہ ذلت حاصل کرتی اور اگر اُس کی نہایت پوچھی جائے تو کہے گی کہ محرومی۔ یہ اپنے یاروں کو سفر و سیاحت سے منع کرتے اور کہتے تھے کہ ہر برکت کی کنجی یہ ہے کہ اپنی ارادت کی جگہ میں تم صبر کئے بیٹھے رہو یہاں تک کہ تمھاری ارادت درست ہو جائے اور جب تمھاری ارادت درست ہو گئی تو ابتدائی برکتیں تم پر ظاہر ہونے لگیں گی۔ ان کا قول ہے کہ آدمی کی تین قسمیں ہیں۔ علما فقرا اور اُمرا پس جب امیروں میں خرابی آئی تو امور معاش خراب ہوئی اور جب عالموں میں خرابی آئی تو طاعتیں بگڑیں اور جب فقیروں میں خرابی آئی تو اخلاق فاسد ہوئے۔ اور یہ کہا کرتے تھے کہ جس نے علم میں سے زہد و فقہ کو چھوڑ کر کلام ہی پر بس کیا وہ زندیق ہوا اور جس نے کلام و فقہ کو چھوڑ کر زہد پر کفایت کی وہ بدعتی ہوا اور جس نے زہد و ورع کو چھوڑ کر فقہ پر قناعت کی وہ فاسق ہوا اور جو ان سب امور کا جامع ہوا اُس نے رہائی پائی۔ ان کا قول ہے کہ بدکاروں کی انکساری نیکوکاروں کی اکڑ تکبر سے افضل ہے۔ خلق اللہ میں عوام وہی ہیں جن کے سینے بے کینہ اعمال اچھے اور زبانیں و شرم گاہیں پاک ہیں اور جو لوگ ان باتوں سے خالی ہیں وہ عوام نہیں فرعونوں میں سے ہیں۔ جب علمار بگڑے تو نیکوکاروں پر بدکار، مسلمانوں پر کفار، سچوں پر جھوٹے۔ اور خلوص والوں پر ریاکار غالب آگئے اور سارا دین برباد ہو گیا۔ کیونکہ علما ہی باگیں ہیں۔ جب نفسانی خواہش غالب ہوگی۔ دل تاریک ہوگا اور جب دل تاریک ہوگا۔ سینہ تنگ ہوگا خلق بُرا ہوگا اور جب خلق برا ہوگا تو اُس کو خلق دشمن رکھے گی اور یہ بھی اُن کو دشمن رکھے گا اور اُن پر ظلم کرے گا پھر تو وہ شیطان ہو جائے گا۔ مخالفت عداوت کو ابھارتی ہے اور عداوت سے بلا نازل ہوتی ہے۔ جو شخص اپنے نفس پر عاشق ہوگا۔ غرور غرور کینہ ذلت و رسوائی اُس پر عاشق ہوگی۔ اگر تم زاہدوں کے طریقہ کا مزہ لینا چاہتے ہو تو حُب ریاست اور نفس کی برتری سے سخت پرہیز کرو۔ اور اگر کوئی شخص علما جیسا علم اور سمجھ والوں جیسی سمجھ رکھتا ہو اور کُل جادوگروں کا جادو جانتا ہو تو بھی وہ اپنے نفس کے عیبوں میں سے ایک کو بھی چھپانے کی قدرت نہیں رکھتا مگر اُس صورت میں کہ اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان میں راستی برتتا ہو۔

(۱۸) ابو سعید احمد بن عیسیٰ خراز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورحمہ

یہ اہل بغداد میں سے تھے اور ذوالنون مصری سری سقطی بشر حافی وغیرہ بزرگوں کی صحبتوں میں رہے تھے اور قوم کے اماموں اور بہت بزرگ مشائخوں میں سے تھے۔ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جس نے فنا و بقا کے علم میں زبان کھولی وہ ابو سعید خراز تھے۔ ۲۹۷ھ میں عالم فنا سے ملک بقا کو روانہ ہوئے۔ ان کے اقوال یہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ولیوں کی روحوں کو اپنے ذکر سے لذت اٹھانے اور اپنے قرب میں پہنچنے کی اور اُن کے جسموں کو جو کچھ بھی میسر آجائے اُس سے آرام حاصل کرنے کی نوری نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ اس لئے اُن کی جسمانی زندگیاں تو جسمانیوں کی سی ہیں اور اُن کی دلی زندگیاں۔ روحانیوں کی سی اور اُن کی دو زبانیں ہوتی ہیں۔ ظاہری و باطنی پس ظاہر کی زبانیں تو اُن کے جسموں سے کلام کرتی

ہیں اور باطن کی زبانیں اُن کی روحوں سے سرگوشیاں کرتی ہیں۔ عارف ہر چیز سے مدد لیتا ہے مگر جب پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مستغنی ہو جاتا ہے اور اُس کی ہمت ایسی بلند ہو جاتی ہے کہ ماسوا اللہ پر نہیں ٹھیر سکتا اور لوگ اُس کے محتاج ہوتے ہیں۔ صفات میں نفس کی مثال طاہر صاف ٹھیرے ہوتے پانی کی ہے کہ جب اُس کو حرکت دو گے تو جو کچھ گاد اُس کے نیچے ہے وہ ظاہر ہو جائے گی ایسی طرح مصیبت فاقہ اور اُس کی خواہشوں کی مخالفت کے وقت اُس کا رتبہ ظاہر ہو جاتا ہے اور جو شخص اس کو نہیں جانتا کہ اُس کے نفس میں کون سے صفات دبے پڑے ہیں وہ کیونکر اپنے پروردگار کی معرفت کا دعویٰ کرتا ہے۔ عارفین اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے علوم غریبہ و اخبار عجیبہ امانت رکھے ہیں۔ ان میں وہ ابدی زبان سے گفتگو کرتے ہیں اور ازلی عبارتوں میں اُن کی خبریں بیان کرتے ہیں۔ اگر تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کو اپنی حفاظت میں نہ لیتا تو جو حالت پہاڑ کی ہوئی وہی ان کی بھی ہوتی اللہ تعالیٰ کے قول۔ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ[عہ] کے متعلق وہ کہتے تھے کہ استنباط کرنے والا وہی شخص ہوتا ہے جو ہمیشہ غیب کو دیکھتا رہتا ہے۔ پس نہ کوئی چیز اُس سے غائب ہوتی ہے اور نہ کوئی چیز اُس سے چھپی رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے قول لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ[عہ] کے بارہ میں وہ کہتے تھے کہ "مُتَوَسِّمِ" وہی شخص ہے جو "وسم" (یعنی نشانی) کو پہچانتا ہے اور یہ وہ شخص ہوتا ہے جو سویدائے قلب کی بات کو جانتا اور استدلال و علامات کو پہچانتا ہے۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں میں تمیز کرتا ہے۔ جب اللہ عزوجل چاہتا ہے کہ اپنے بندوں میں سے کسی بندے کو دوست بنائے تو اُس کے لئے اپنے ذکر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ پھر اُس کو مجلس انس میں اٹھائے جاتا ہے۔ اس کے بعد اُس کو توحید کی کرسی پر بٹھاتا ہے۔ بعدہٗ اس سے پردہ اٹھا لیتا ہے اور فردانیہ کے گھر میں لے جاتا ہے اور جلال وعظمت اُس پر کھول دیتا ہے۔ پس جب اُس کی نگاہ جلال وعظمت پر پڑتی ہے۔ اپنے بغیر رہ جاتا ہے اور اُس وقت وہ بندہ فانی ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آجاتا اور اپنے نفس کے دعووں سے بری ہو جاتا ہے۔ اور جس نے توحید کا علم پایا اور اُس کی تحقیق کا مرتبہ حاصل کیا اُس کا پہلا مقام یہ ہے کہ اُس کے قلب سے چیزوں کی یاد فنا ہو جائے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ منفرد رہ جائے۔ اور اُن سے پوچھا گیا کہ کیا عارف ایسے حال پر بھی پہنچتا ہے کہ اُس کے اشک خشک ہو جاتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہاں رونا تو اُس وقت آتا ہے۔ جب اللہ عزوجل کی طرف اُن کی سیر ہوتی ہے۔ مگر جب وہ حقایق قرب کی طرف اترتے اور اللہ تعالیٰ کے احسان سے وصول کا مزہ چکھتے ہیں تو ان کا گریہ دور ہو جاتا ہے اور اسی لئے آیا ہے کہ اگر رونا نہ آئے تو بناوٹ سے رو۔ یعنی مقام میں منزل کرو تاکہ چلنے والے تمھاری پیروی کریں۔ ان کا ایک نیکوکار لڑکا مر گیا تھا اُس کو

عہ جو لوگ اس کو استنباط کرنے والے (کھود نکالنے والے) ہیں اُس خبر (کی حقیقت) کو معلوم کر لیتے (دیکھو سورۂ نساء کی آیت ۸۳ پارہ ۵ رکوع ۸)

عہ ان فی ذلک لآیٰت للمتوسمین۔ کچھ شک نہیں کہ اس میں اُن لوگوں کے لئے جو تاڑ جاتے ہیں۔ نشانیاں ہیں۔ (دیکھو سورۂ حجر) از آیت ۵۹ تا ۷۵، پارہ ۱۴ رکوع ۵)

اُنھوں نے خواب میں دیکھا اور اُس سے کہا کہ میرے پیارے بیٹے مجھے کوئی نصیحت کرو۔ اُس نے کہا کہ اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کرتہ کو نہ رکھو۔ چنانچہ انھوں نے تیس برس تک کرتہ نہ پہنا۔ یہ کہا کرتے تھے کہ صوفی کو چاہیئے کہ پاکیزہ لباس پہنے خلوت کو نہ چھوڑے اور خوبی کے ساتھ بچا ہوا رہے۔ پس صرف فاقوں ہی کی حالت میں طلب کرے ورنہ وہ اور جھوٹے دونوں برابر ہیں۔ ان کا قول ہے کہ اللہ عزوجل سے نہایت دور وہ شخص ہے جو معرفت اور قربت کا دعویٰ کرے۔ اور جس کی طرف سب سے زیادہ انگلیاں اٹھیں وہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بُرا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں ایک شخص سے ملا جس نے اپنے آپ کو شری بنا رکھا تھا۔ چنانچہ میں نے اُس کو آواز دی کہ او باوے کھڑا رہ اُس نے میری طرف دیکھا اور مجھ سے کہا کہ جانتے ہو باولا کون ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ اُس نے کہا کہ جو کوئی قدم ایسا اٹھائے جس میں وہ اپنے پروردگار کو یاد نہ کرے۔ ان کا قول ہے کہ کسی بندہ کو شرف حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ ذکر اُس کی غذا اور خاک اُس کا بچھونا نہ ہو جائے اور صفائے عبودیت پر ناز کرنا نہ چاہیئے کیونکہ اس میں ربوبیت کا نسیان ہے۔ اس پر ان سے کسی نے پوچھا کہ پھر اس سے چھٹکارے کی کیا صورت ہے انھوں نے کہا کہ عبودیت کے قایم کرنے میں ربوبیت کی کارفرماتی کو پیش نظر رکھے پس اپنے آپ سے منقطع ہو جائے اور اپنے پروردگار کے پاس آرام لے تب جا کر استدراج سے بچے گا۔ ان سے پوچھا گیا کہ فقیروں کی باہمی عداوت اور ایک کی دوسرے کے ساتھ دشمنی کا کیا سبب ہے۔ حالانکہ ان کے پاس کوئی ریاست نہیں ہے۔ انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی نسبت اپنی اس غیرت سے کہ ان میں کا ایک دوسرے سے تسکین نہ پائے یہ مقدر کر دیا ہے۔ لیکن جب ان کو کمال سیر حاصل ہو جاتا ہے تو دشمنی وعداوت چلی جاتی ہے۔ کیونکہ کامل اس مقام میں مخلوقات میں سے کسی شخص کو ایسا نہیں پاتا جس پر اپنا غصہ نکالے اور ان کا قول ہے کہ توحید کی پہلی علامت یہ ہے کہ بندہ ہر چیز سے باہر نکل آئے اور تمام چیزوں کو اُن کے متولی کی طرف پھیرے یہاں تک کہ متولی کا متولی ہو جائے۔ چیزوں کو اسی میں قایم دیکھا کرے پھر دیکھنے لگے بعدہٗ اُن کو خود اُن سے مخفی اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے لئے ظاہر کرے۔

(۱۸۱) ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل مغربی رضی اللہ عنہ

ابراہیم خواص اور براہیم ابن شیبان کے پیر تھے۔ علی ابن زرین کی انھوں نے صحبت اٹھائی اور ایک سو بیس برس کی عمر پائی تھی اور اپنے پیر علی بن زرین کے ساتھ کوہ طورسینا پر دفن ہوئے اور ۲۷۹ھ میں وفات پائی۔ نباتات کی جڑیں کھا کر بسر کرتے اور جس چیز پر آدمی کا ہاتھ پہنچا ہو اُس کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔ ان کا قول ہے کہ دنیا سے مجرد فقیر اعمال فضائل میں سے کچھ بھی نہ کرتا ہو ان عبادت کرنے والوں سے افضل ہے جن کے ساتھ دنیا ہے بلکہ فقیر مجرد کا ذرہ بھر عمل اہل دنیا کے پہاڑ برابر عمل سے بہتر ہے۔ اور یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندہ ایسے ہیں جن کو باطنی و ظاہری علوم سے اُس نے مالا مال کر دیا اور اُن کو گمنام بنا دیا ہے۔ پس وہ کبھی علماء میں شمار نہیں ہوتے بس یہی وہ لوگ ہیں جو امن میں

ہیں اور یہی راہ پائے ہوئے ہیں۔ اور کہتے تھے کہ نہیں سمجھا۔ مگر یہی گروہ لیکن جو کچھ سمجھا اُس سے جل گیا اس لیے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم ان کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے ایک صحابی سے میری ملاقات ہوئی۔ اُس نے مجھ سے کہا کہ جب سے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گوپھن سے آگ میں پھینکا گیا ہے۔ میں ہوا میں رہتا ہوں۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ تم تو بنی آدم میں سے ہو پھر ہوا میں کون سی چیز تم کو اٹھاتے رہتی ہے۔ اُس نے کہا کہ اللہ عزوجل پر میرا توکل۔ میں نے پوچھا کہ وہ توکل کیا ہے۔ اُس نے کہا کہ بغیر ایسی آنکھ کے جو جھپکے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھتے رہنا اور ایسی زبان سے جو حرکت نہ کرے اُس کا ذکر کرنا اور بغیر ایسی روح کے جو غفلت کرے اُس کی مصنوعات میں گشت کرنا۔

(۱۸۲) ابوالعباس احمد بن مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

طوس کے فاضل ترین شخص اور بغداد کے ساکن تھے۔ ۲۹۹ھ میں بغداد سے انھوں نے سفرِ آخرت اختیار کیا۔ حارث محاسبی و سری سقطی وغیرہما کے فیض صحبت سے بہرہ یاب ہوئے اور اس فرقہ کے بڑے مشائخ و علماء میں ان کا شمار ہے۔ ان کا قول ہے کہ فقیر کو غزلوں کا سننا سزاوار نہیں ہے مگر اُس صورت میں کہ ظاہر و باطن میں مستقیم قوی الحال اور علم میں امام ہو اور ہم جیسے لوگوں کے لئے اُن کا سننا سزاوار نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارے دل طاعتوں سے مالوف نہیں ہوئے ہیں مگر تکلف کے ساتھ اور ہم کو اس بات کا اندیشہ ہے کہ اگر ہم نے ایک رخصت کو اپنے لئے مباح کیا تو وہ دوسری رخصتوں تک کہیں متعدی نہ ہو جائے جس نے اپنی عقل کے ذریعہ سے اپنی عقل کے لئے احتراز نہ کیا وہ اپنی عقل کے ذریعہ سے ہلاک ہوا۔ جس کا ادب دینے والا اُس کا پروردگار رہا اُس پر کوئی غالب نہ ہوگا۔ زاہد وہی شخص ہے جو اللہ کے ساتھ کسی سبب کا مالک نہ ہوا۔ میں تو ہمیشہ اپنی ارادت کی ابتدا اور اپنی ہمت کی قوت اور وصول کی طمع میں اپنے خطروں میں پڑنے کو مدیا کرتا ہوں اور اب تو میں سستی کے زمانہ میں اپنے گذرے ہوئے وقتوں پر افسوس کیا کرتا اور صفا وقت کی آرزو میں مرتا ہوں مگر نہیں پاتا۔ مومن اللہ تعالیٰ کے ذکر سے قوت حاصل کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پیش آیا کہ جناب سیدہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چکی پیسنے میں ساتھ دینے کے لئے ایک خادمہ مانگی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو تسبیح۔ تحمید۔ تہلیل اور تکبیر کی تعلیم فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ یہ تمھارے لئے خادمہ سے بہتر ہیں۔ اور منافق صرف کھانے اور پینے ہی سے قوت حاصل کرتا ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم جو شخص بغیر حق کے خوش ہوتا ہے اُس کے لئے وہ خوشی رنج و غم پیدا کرکے رہتی ہے۔ ایک مرتبہ کوئی شخص ان کے گھر آیا اور ان کے یہاں کی شادی کی دعوت میں بغیر بلاتے ہوئے شریک ہوا اُس پر انھوں نے کہا کہ خدا کے لئے مجھ پر واجب ہوا کہ میں اس کے لئے اپنے رخسارے بچھا دوں تاکہ وہ ان پر قدم رکھ کر کھانے کی جگہ تک پہنچے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے رخسارے زمین پر رکھے اور وہ شخص اُن پر

پاؤں رکھکر اپنی نشست تک پہنچا اور یہ کہنے لگے کہ جب اِن جیسا شخص میرے لیے فروتنی کرے اور میری دعوت میں شریک ہو میں اس کا کیا بدلہ دوں، یہ کہتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ قیامت بپا ہے اور دسترخوان بچھائے گئے ہیں اور میں نے اُس پر بیٹھنے کا ارادہ کیا تو مجھ سے لوگوں نے کہا کہ یہ صوفیوں کے لئے ہے میں نے کہا کہ میں بھی اُنھیں میں سے ہوں۔ مجھے جواب ملا کہ تو اُن میں سے تھا۔لیکن حدیث کی کثرت اور ہمسروں سے متمیز ہونے کی محبت نے تجھے صوفیوں کے ساتھ ملنے سے باز رکھا۔ میں نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی اور بیدار ہوگیا اور اس قوم کے طریق پر توجہ کی اور کہا کہ حدیث کے لئے میرے سوا اور لوگ ہیں۔ یہ اپنے یاروں سے کہا کرتے تھے کہ خوراک پوشاک اور سونے کی کمی کو لازمی سمجھو کیونکہ ہم ابتداء میں بالوں اور کھجور کے پتوں کا کھردرا لباس پہنتا تھا اور ہر جمعہ کو اپنے پیروں سے جامع مسجد میں جاکر ملتا اور اُن کے کلام کی تاثیر سے بیمار ہوکر واپس آتا تھا اور اُن کا دیکھنا ہی ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک میری غذا تھی نہ کھانے کی ضرورت ہوتی تھی اور نہ پینے کی۔ان کا بیان ہے کہ میں ایک مسجد میں پناہ لیا کرتا تھا جس میں ایک بیری تھی اُس پر بلبل کا ایک جوڑا رہتا تھا۔اتفاقاً ایک بلبل غائب ہوگئی اور دوسری تین دن تک شاخ پر بیٹھی رہی نہ زمین پر اُتر کر چگتی تھی اور نہ کچھ کھاتی پیتی تھی۔تیسرا دن جب ختم ہونے کو آیا تو اس کے پاس سے ایک دوسری بلبل گذری اور چہچہائی۔ اور گویا اِس غم زدہ کو اس نے یارِ گم گشتہ کی یاد دلائی اس پر وہ مرکر نیچے گر پڑی۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کے پاس چار مرید تھے وہ چاروں کے چاروں اس نقل کو سن کر مردہ ہوکر گر پڑے۔

(۱۸۳) ابوالحسن علی بن سہل اصفہانی رضی اللہ عنہ

یہ اصفہان کے قدیم بزرگوں میں سے ہیں۔ جنید رحمہ اللہ سے خط وکتابت رکھتے اور اُن کے ہمسروں میں سے تھے۔انھوں نے ابن مغلان رضی اللہ عنہ کی صحبت اٹھائی اور یہ ابوتراب نخشبی رضی اللہ عنہ سے ملے تھے۔ان کو جب کسی مسلمان کی نسبت معلوم ہوتا تھا کہ اُس پر قرض ہے تو اُس کی لاعلمی میں اس کے قرض کو ادا کرادیتے تھے اور وہ ان مدیون سے آکر کہہ جاتا تھا کہ خدا نے تمھاری طرف سے قرض ادا کردیا لوگوں کو اُن کے مرنے کے بعد اس کی خبر ہوئی کہ یہ ادا کردیا کرتے تھے۔ ان کا قول ہے کہ جو شخص اپنی ارادت کے اوایل ہی میں درست نہ ہوا۔ وہ اپنی عاقبت کے منتہی میں سلامت نہ رہے گا۔ جس قلب نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اُس پر اللہ تعالیٰ کے غیر کی طرف ٹھیرنا حرام ہوگیا اور اگر ٹھیرے گا تو سزا دیا جائے گا۔لوگ آدم علیہ السلام کے وقت سے اس وقت تک "قلب قلب" کہتے آئے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ کوئی شخص مجھ سے بیان کرے کہ وہ قلب کیا چیز ہے مگر میں نہیں دیکھتا فقیہہ وہی ہے جو اُن چیزوں کے تحت میں داخل نہ ہو جو اُس کی طرف منسوب ہوں۔ اپنے یاروں سے کہا کرتے تھے کہ اُن اعمال کی خوبی سے جو باطنی اسرار کے فساد کے ساتھ ہوں خدا سے پناہ مانگا کرو۔ان سے توحید کی حقیقت پوچھی گئی تو انھوں نے کہا کہ طرائق سے قریب حقائق سے بعید ہے اور کہا کرتے تھے کہ جب ابتدا میں مجھ پر شوق کا

غلبہ ہوا تو کھانے پینے اور سونے سب سے میں باز رہا۔

(۱۸۴) ابو محمد احمد بن محمد بن حسین جریری رضی اللہ عنہ

جنید رضی اللہ عنہ کے بڑے یاروں میں سے تھے۔ اور انھوں نے سہل بن عبداللہ تستری کی صحبت پائی تھی اور جنید رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد اُن کی جگہ پر اس سبب سے بٹھائے گئے کہ ان کا حال کامل ان کا طریقہ صحیح اور ان کا علم بہت بڑا تھا۔ ۳۱۱ھ میں روضہ رضوان کی طرف سدھارے ان کا کلام ہے کہ جس پر اُس کے نفس نے غلبہ پایا وہ شہوتوں کے حکم کا قیدی اور حرص وہوا کے قید خانہ کا محبوس ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اُس کے قلب پر فوائد کو حرام کر دیا پس اُس کو اللہ تعالیٰ کے کلام کی نہ لذت حاصل ہوگی اور نہ حلاوت گو وہ ہر روز ایک ختم کیوں نہ کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ سَاَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ [عہ] یعنی میں اُن کو اپنی آیتوں کے سمجھنے اور اُن سے لذت اٹھانے سے محجوب کر دوں گا۔ کیونکہ انھوں نے نفس۔ وخلق و دنیا کے احوال کی لنسبت تکبر کیا اس لئے اللہ عزوجل نے اُن کے دلوں سے اپنے مخاطبات کی فہم کو پھیر دیا اور اپنی کتاب کے سمجھنے کا راستہ اُن پر بند کر دیا اور اپنی نصیحتوں سے منتفع ہونا اُن سے سلب کر لیا اور اُن کو اُن کی عقلوں اور رایوں کے قید خانہ میں ڈال دیا ہے۔ پس طریق حق سے نہ تو واقف ہیں اور نہ واقف ہونا چاہتے ہیں۔ بلکہ اہل حق کا انکار کرتے ہیں اور اُن کے کلام کی تحریف کرتے اور اُس کے وہ معنی بیان کرتے ہیں جو اُن کا مقصود نہیں ہے اور وہ اُس کو بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو صرف اسی لئے علم عطا فرمایا تھا کہ اپنے آپ کو حقیر سمجھیں اور بندوں کے سامنے اُس کی عظمت وجلال کا خیال کر کے جس کے وہ بندے ہیں فروتنی کریں۔ اور ان کا قول ہے کہ جو شخص ایسا ہو کہ اُس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان تقویٰ و مراقبہ حاکم نہ ہو وہ کشف و مشاہدہ تک نہ پہنچے گا کیونکہ جس میں تقویٰ نہیں ہے۔ اُس کا چہرہ چوپٹ ہے اور جس کو مراقبہ نہیں ہے وہ حال کے اعتبار سے سرنگون ہے۔ ان کا بیان ہے کہ میں مکہ معظمہ سے آیا تو میں سب سے پہلے ابوالقاسم جنیدؒ کے پاس گیا تاکہ وہ میرے لئے تکلیف نہ کریں۔ چنانچہ میں اُن کو سلام کر کے اپنے گھر چلا آیا۔ مگر صبح کی نماز پڑھ کر جو دیکھتا ہوں تو وہ میرے پیچھے کی صف میں موجود ہیں۔ میں نے اُن سے کہا کہ کل میں آپ کے پاس اسی لئے حاضر ہوا تھا کہ آپ کو میرے لئے تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ اس کے جواب میں انھوں نے کہا کہ وہ تمہارا احسان تھا اور یہ تمہارا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول كُونُوا رَبَّانِيِّينَ [عہ] کے بارہ میں جریری رحمہ اللہ کا قول ہے "یعنی اللہ سے سُننے والے اللہ کے قائل ہو کر رہو"۔ ان کا قول ہے کہ اگر میں ایسے شخص کو دیکھوں

عہ جو لوگ ناحق زمین میں اکڑتے پھرتے ہیں ہم بھی اُن کو اپنے احکام سے برگشتہ کئے رہیں گے (دیکھو پارہ ۹ رکوع ۷۔ سورہ اعراف آیت ۱۴۶) مترجم۔

عہ دیکھو سورہ آل عمران (پارہ ۳۔ رکوع ۱۶) کی آیت ۷۹۔ مترجم۔

جو مجھے اللہ تعالیٰ کے لئے چھوڑ بیٹھے تو میں اُس کے لئے اپنی آنکھیں بچھا دوں۔ اور جو شخص جنت کے درجات کے ارادہ سے قرآن پڑھتا ہے وہ زیادہ کے بدلے تھوڑے پر راضی ہوتا ہے کیونکہ جنت مخلوق ہے اور قرآن غیر مخلوق اور قرآن کے پڑھنے کا بہت بڑا فائدہ تو پروردگار کا پانا اور اُس کے خطاب کا سمجھنا ہے پھر جو شخص اُس کے پڑھنے سے دنیا کا کوئی سامان طلب کرتا ہے وہ کس قدر دوں ہمت ہے اور جو ایسا کرتا ہے وہ اُن ساری بھلائیوں کو کھوتا ہے جو قرآن سے حاصل ہوتی ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ میں مدینہ طیبہ میں تھا کہ ایک جمعہ کی شب کو چاند روشن ہوا۔ تو میں نے اُس میں سیاہی دیکھی جس کے بیچ میں نور سے لکھا ہوا تھا، "اَنَا وَحْدِیْ" میں یگانہ ہوں۔ یہ دیکھکر میں صبح تک بیہوش رہا۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ ھٰذَا وَکُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا[1] ان کا قول ہے کہ مریمؑ نے یہ اس سبب سے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اس سے مطلع کر دیا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر عنقریب عیسٰی علیہ السلام پوجے جائیں گے اِس سے اُن کو رنج ہوا اور کہنے لگیں کہ کاش میں اس سے پہلے ہی مرجاتی اور ایسے شخص کو حمل میں نہ رکھتی جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پوجا جائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے عیسٰی علیہ السلام کو گویائی عطا فرمائی اور وہ بولے کہ میں تو اللہ ہی کا بندہ ہوں۔ پھر اگر لوگ جہل و کفر سے میرے خدا ہونے کا دعوی کریں تو اُس سے میرا کیا ضرر ہے۔

(۸۵) ابو العباس احمد بن محمد بن سہل بن عطاء آدمی رضی اللہ عنہ

زیرک طبع بزرگانِ صوفیہ اور ان کے علماء میں سے تھے قرآن کی سمجھنے کے متعلق انھوں نے خاص قوت بیان و طاقت لسان پائی تھی۔ جو انھیں کے ساتھ مخصوص تھی۔ انھوں نے جنیدؒ و ابراہیم مارستانی اور اُن کے اوپر کے بزرگوں کی صحبتیں پائی تھیں۔ اور ابو سعید خراز رضی اللہ ان کی شان کی یہاں تک عظمت کرتے تھے کہ اُن کا قول ہے کہ تصوف پیدا ہوا اور میں نے اس کا اہل صرف جنیدؒ اور ابن عطاء کو دیکھا۔ ۳۰۹ھ یا ۳۱۱ھ میں انھوں نے عطاء الٰہی کو اللہ کے سپرد کیا۔ ان سے مروت کے بارہ میں پوچھا گیا

انھوں نے کہا کہ اللہ کے لئے جو عمل کرے اُس کو زیادہ نہ سمجھے۔ ان کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو مشاہدہ کے لئے پیدا کیا ہے۔ کیونکہ اُس کا قول ہے۔ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ[2] اور اولیاء رضی اللہ عنہم کو مجاورت کے لئے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے عن جارٰت اور صلحاء کو ملازمت کے لئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاَلْزَمَھُمْ کَلِمَۃَ التَّقْوٰی[3] اور وہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے اور عوام کو مجاہدہ کے لئے اس

---

[1] اے کاش میں اس سے پہلے مرچکی ہوتی اور بھولی بسری ہوگئی ہوتی۔ دیکھو سورۂ مریم آیت ۲۳ (پارہ ۱۶، رکوع ۵) ترجم

[2] یا کان لگا کر سنتا ہے اور وہ حاضر ہے (دیکھو سورہ ( ) آیت ۳۷۔ مترجم۔

[3] اور اُن کو پرہیز گاری کی بات پر جمائے رکھا (دیکھو سورۂ فتح آیت ۲۶) پارہ چھبیس ۲۶ رکوع ۱۱۔ مترجم۔

لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ اور ان کا قول ہے کہ جو صالحین کے آداب پر مودب ہوا وہ بساطِ کرامت کے لائق ہوا اور جو دلیوں کے آداب پر مؤدب ہوا وہ بساطِ قربت کا سزاوار ہوا اور جو صدیقوں کے آداب پر مؤدب ہوا وہ بساطِ مشاہدہ کا اہل ہوا اور جو انبیاء علیہم السلام کے آداب پر متودب ہوا اس میں بساطِ اُنس و انبساط کی صلاحیت آئی۔ اور جب آدم علیہ السلام نے نافرمانی کی تو جنت کی ہر چیز نے ان پر گریہ کیا۔ مگر سونے اور چاندی نے گریہ نہ کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے ان سے پوچھا کہ تم آدم پر کیوں نہیں روتے۔ انھوں نے کہا کہ ہم اُس پر نہیں روتے جو تیری نافرمانی کرے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے قسم ہے اپنی عزت و جلال کی کہ ہر چیز کی قیمت تمھارے ہی ذریعہ سے کروں گا اور میں بنی آدم کو تمھارا خادم بناؤں گا۔ اور طبیعتوں کو جس چیز سے الفت ہو اُس کی طرف سکون حقائق کے درجوں تک پہنچنے کا مانع ہے۔ اور اپنے قلب کو ذکر کرنے والوں کی ہم نشینی سے نزدیک کرو امید ہے کہ وہ اپنی غفلت سے بیدار ہو۔ اور دیکھو ایسا نہ کرو کہ ذکر کرنے والوں کے پاس حاضر ہو اور تم اُن کے ساتھ ذکر نہ کرو ورنہ عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ اور اللہ تعالیٰ کے قول وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ کے متعلق ان کا قول ہے" یعنی" بساطِ ربوبیت کے نزدیک ہو جاؤ ہم تم کو بساطِ عبودیت سے آزاد کر دیں گے" واللہ اعلم میں کہتا ہوں کہ اس میں جو بحث ہے وہ مخفی نہیں ہے۔ اور ان کا مقولہ ہے کہ محبت ہمیشہ کے لئے عتاب کا قائم کرنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ لِیَتُوْبُوْا۔ یہ کہتے ہیں کہ جب تک پروردگار رحمت کے ساتھ بندہ پر مائل نہیں ہوتا بندہ طاعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰی شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا یَبْلٰی یہ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار تو نے مجھے گوشمالی کیوں دی میں نے تو اس درخت میں سے صرف اس طرح سے کھایا تھا کہ تیرے قرب میں ہمیشہ رہوں گا۔ اس پر جناب باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم تو نے درخت سے ہمیشگی چاہی اور مجھ سے نہ چاہی حالانکہ ہمیشگی میرے قبضہ میں اور میری ملک ہے اس لئے تم نے شرک کیا۔ مگر تم کو خبر نہیں بہر حال میں نکال دینے کے ذریعہ سے تمھاری تنبیہ کرتا ہوں تاکہ تم کسی وقت مجھے نہ بھولو۔ ان کا قول ہے کہ اللہ

عہ اور جن لوگوں نے ہمارے کام میں کوششیں کیں ہم اُن کو ضرور اپنے راستہ دکھائیں گے۔ (سورہ عنکبوت آیت ۶۹) پارہ ۲۱ رکوع ۷۔ مترجم۔

عہ اور سجدہ کرو اور قرب حاصل کرو۔ سورہ علق آیت ۱۹ (پارہ ۳۰ رکوع ۲۱) مترجم

عہ پھر خدا نے اُن کی توبہ قبول کر لی تاکہ وہ توبہ کئے رہیں (سورہ توبہ آیت ۱۱۸) پارہ ۱۱ رکوع ۳۔ مترجم۔

للعہ کہو تو تم کو ہمیشگی کا درخت بتادوں اور ایسی سلطنت جو پرانی نہ ہو۔ سورہ طٰہٰ آیت ۱۲۵ (پارہ ۱۶ رکوع ۱۶) مترجم

عہ جس کو سعدی نے خود بندوں کی زبان سے اس طرح ادا کیا ہے۔ مثنوی۔ اگر دنیا نباشد دردمندیم ؛ دگر باشد بمہرش پائے بندیم ؛ بلائے زیں جہاں آشوب ترنیست ؛ کہ رنج خاطر ست از ہست و رنیست۔ مترجم۔

تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے ابن آدم اگر میں تجھے دنیا عطا کروں تو تو اس میں ایسا پھنس جاتا ہے کہ میری طرف سے منہ پھیر لیتا ہے اور اگر تجھے دنیا نہ دوں تو تو اس کی طلب میں مصروف ہو جاتا ہے۔ پھر میرے لئے تجھے کب فرصت ہو گی۔ اور مبتدی کے لئے یہ حکم ہے کہ حقائق سے راہ پائے اور علم سے چلے اور عمل میں سخت کوشش کرے اور نہ ٹھیرے اور نہ اِدھر اُدھر دیکھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ [عہ] یہ کہتے ہیں کہ "مطلب یہ ہے کہ ظاہری باتوں یعنی اخلاق شریفہ اور عبادات پسندیدہ میں نہ کہ باطنی باتوں اور اسرار و اشارات میں کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس قول کو نہیں دیکھتے جو غزوہ خندق کے دن زبان مبارک سے نکلا تھا کہ اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَاخَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ (سن لو کہ اللہ کے سوا سب چیزیں باطل ہیں) یہ اشارہ ہے ہستی کی طرف اور ہر ایسی چیز کی طرف جو ہستی کی سزاوار ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا جتنی چیزیں ہیں وہ ہستی میں سے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسرار کو اٹھانے کی طاقت کسی مخلوق میں نہیں ہے کیونکہ آپ نے رتبہ اور ذاتی برتاؤ میں اپنی امت کو دور پھینک دیا تھا اور اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انس بن مالک سے فرمایا تھا کہ "تو میرے ستر کو محفوظ رکھ تو تو مومن ہو گا"۔ اور ان کا قول ہے کہ جس پر اُس کی خدمت دشوار ہوئی وہ اُس کے قرب تک نہ پہنچے گا اور جس نے دنیا میں اُس کے ذکر کی نعمت نہ پائی وہ آخرت میں اُس کی رویت کی نعمت نہ پائے گا۔ اور ہیبت پرہیزگاری سے ملی ہوئی ہے۔ اس لئے جس کی پرہیزگاری کم ہو گی۔ اُس کی ہیبت بھی کم ہو گی۔ اور عارف اُس زمانہ سے جو اُس کا خدا کی معصیت میں گذرا ہے اُس کا کئی گنا فائدہ حاصل کرتا ہے جو غیر عارف اللہ تعالیٰ کی طاعت سے حاصل کرتا ہے۔ کیونکہ اُس کے گناہ اُس کی آنکھوں کے سامنے رہتے ہیں۔ کبھی اُن کی یاد میں وہ سستی نہیں کرتا۔ اور ان کا قول ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نسیم نبوت کی قوت سے ایک ٹہنی کے ذریعہ سے لوگوں پر سیاست کی۔ اور جب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انتقال کیا تو عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کی سیاست کے لئے آگے بڑھے اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کے حدود کو اپنے درہ کے ذریعے سے قایم کیا۔ اور عثمان رضی اللہ عنہ درہ سے سیاست نہ کر سکے تو انھوں نے تازیانہ نکالا۔ اس لئے ان کا انتظام ویسا درست نہ ہوا جیسا ان کے یاروں کا درست ہوا تھا۔ اور جب یہ شہید ہوئے تو علی رضی اللہ عنہ تلوار کے سوا اور کسی چیز سے خلق اللہ کا انتظام نہ کر سکے اور یہ تلوار ہی کو ٹھیک سمجھے اور انھیں سے دوسری روایت میں یہی مضمون اس طرح پر ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نسیم رسالت سونگھتے تھے اور عمر رضی اللہ عنہ نسیم نبوت اور عثمان رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو منزہ نہیں دیکھتے تھے کیونکہ سب اُسی سے قائم ہیں اور نقصان سے مبرا نہیں ہیں اور جو غیر سے قایم ہو وہ معلول ہے۔ اس وجہ سے وہ (اللہ پاک ہے) کہا کرتے تھے اور علی رضی اللہ عنہ دفع منع پسندیدہ و ناپسندیدہ میں خدا کی نعمت کو دیکھتے اس سبب سے (ساری خوبیاں اللہ ہی کی ہیں) کہا کرتے تھے۔ اور ان کا قول ہے کہ کسی کا رتبہ نہ نماز و روزہ

عہ تمہارے لئے (پیروی کرنے کو) رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا۔ سورہ احزاب آیت ۲۱ ر پارہ ۲۱ رکوع ۱۹۔ مترجم

کی کثرت سے بلند ہوا اور نہ خیرات و مجاہدات کی زیادتی سے بلکہ عمدہ اخلاق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن تم میں سے اُسی شخص کو مجھ سے قریب تر جگہ ملے گی جو سب سے زیادہ خوش خلق ہوگا۔ اور حورعین کو جنت کے مہروں میں یہ سب سے زیادہ بندہ کا دنیا سے روگرداں ہونا پسند ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندہ کے لئے کوئی وسیلہ اپنے نفس سے روگرداں ہونے سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اور خلق صرف اسی لئے فراق میں مبتلا کی گئی ہے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے غیر کے ساتھ سکون نہ ہو۔ اور اسلام اور اُس کے شرائع منافقوں سے قائم ہیں اور ایمان اور اُس کے شرائع اللہ عزوجل کے عارفوں سے۔ اور عارف کا سکوت تسبیح ہے اُس کا کلام تقدیس ہے اُس کی نیند ذکر ہے اور اُس کی بیداری نماز ہے کیونکہ اُس کے سانس مشاہدہ اور معائنہ پر باہر نکلتے ہیں۔ اور عارف پر کوئی تکلیف نہیں ہے یعنی کسل و ماندگی کے زائل ہو جانے کے سبب سے پس جو افعال کہ غیر عارف پر بہت ہی دشوار ہیں اُن میں بھی عارف کو کچھ تکلف نہیں ہوتا بلکہ جیسا سانس کا آنا جانا ہے ویسے ہی وہ بھی ہیں۔ ان سے طہارت کے معنی پوچھے گئے تو انھوں نے کہا کہ طہارت جالوں سے ہوتی ہے اور نماز دلوں سے پس منہ دھونے کے ذریعہ سے دنیا سے منہ پھیرے اور دونوں ہاتھ دھونے کے ذریعہ سے خلق کو داہنے اور بائیں ٹال دے اور مسح سر کے ذریعہ سے اپنے نفس سے بری ہو جائے اور دونوں پاؤں دھو کر اپنے پروردگار کی مناجات کے لئے کھڑا ہو جائے اور جب نماز کے لئے تکبیر کہے تو اپنے آپ سے کلیۃً باہر نکل جائے تاکہ اُس کے لئے اپنے رب سے مناجات (سرگوشی) کرنی درست ہو۔ ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ جب انسان علم کی کوئی بات سنے اور وہ اُس کے دل کو لگ جائے لیکن اُس کے نزدیک فی نفسہ اُس پر کوئی اعتراض ہو تو کیا وہ چپکا ہو رہے یا اعتراض کرے، یہاں تک کہ اُس پر حق ظاہر ہو جائے تب وہ اُس پر عمل کرے۔ اس کے جواب میں انھوں نے کہا کہ چپ نہ رہے بلکہ اعتراض کرے۔ یہاں تک کہ حق ظاہر ہو جائے۔ میں کہتا ہوں کہ اعتراض کے معنی یہ ہیں کہ اپنے پیر سے کہے کہ یہ میری سمجھ میں نہیں آتا اور میرا مقصود یہ ہے کہ آپ مجھے سمجھا دیں نہ یہ کہ اُس کلام کو کلیۃً رد کر دے واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور ان کا قول ہے کہ پرہیز گاروں کی پرہیز گاری چھوٹی سے چھوٹی اور ذرہ ورائی کے برابر چیزوں اور ذرا ذرا سے خطروں اور نگاہوں کے مواخذہ کے خوف سے پیدا ہوتی ہے اور اگر یہ نہ ہو تو اُن کی پرہیزگاری درست نہ ہو اور سخت ترین پرہیزگاری یہ ہے کہ اپنے نفس سے رائی رائی اور تل تل کا حساب لیا کرے اور جو گھائے سے الگ نہیں ہے اور نافرمانوں سے ملا جلا رہتا ہے علاوہ کیونکہ اپنے نفس کا تزکیہ کر سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ فَلَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَىٰ ۵۔ اور ان کا قول ہے کہ ولیوں کی نشانیوں میں یہ تین باتیں ہیں۔ اپنے اُس راز کو جو اُس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے بچائے رہے۔ اور اپنے اور انسان کے درمیان کی باتوں میں اپنے اعضا کو محفوظ رکھے۔ اور خلق سے بقدر تفاوت اُن کی عقلوں کے

---

۵ تو (بہت) اپنی پاکیزگی نہ جتایا کرو پرہیزگاروں کو وہی خوب جانتا ہے (دیکھو پارہ ۲۷۔ رکوع ۶۔ سورہ نجم۔ آیت ۳۲) مترجم۔

کے مدارات کرے۔ ان کا بیان ہے کہ ہمارا ایک یار جنگل میں راستہ بھول کر ایک چشمہ پہنچا اور اُس نے وہاں ایک لڑکی دیکھی جیسے چودھویں رات کا چاند۔ یہ اُس کے پاس کھڑا ہو گیا تو اُس لڑکی نے کہا کہ میرے پاس سے سرک جا۔ اس نے کہا کہ میں ہمہ تن تجھ میں مشغول ہوں اُس نے کہا کہ اس چشمہ میں ایک ایسی لڑکی ہے کہ میں اُس کی لونڈی بننے کے قابل بھی نہیں ہوں۔ اس پر اس نے پیچھے پھر کر دیکھا اور اُس لڑکی نے اُس کو آڑے ہاتھوں لیا اور کہا کہ سچ بولنا کیسی اچھی بات ہے اور جھوٹ کیسی بری بات ہے۔ تو جھوٹ سمجھا تھا کہ تو ہمہ تن میری طرف مشغول ہے۔ حالانکہ تو نے غیر کی طرف مڑ کر دیکھا۔ اس کے بعد جو اس شخص نے نظر اُٹھائی تو کسی کو نہ دیکھا۔ اور ان کا قول ہے کہ سارے قرآن میں دو ہی چیزیں ہیں عبودیت کے ادب کی مراعات اور ربوبیت کے حق کی تعظیم۔

(۱۸۶) ابو اسحٰق ابراہیم بن اسمٰعیل خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ طریق توکل پر چلنے والے بزرگوں میں سے بہت بڑے شخص اور اپنے زمانہ کے بزرگانِ یگانہ میں سے تھے اور جنید و نوری رحمہا اللہ کے ہمسر تھے۔ ریاضتوں اور سیاحتوں میں ان کا خاص پایہ ہے جس کا ذکر طوالت سے خالی نہیں سنہ ۲۹۱ھ میں انھوں نے رَے کی جامع مسجد میں دستوں کی بیماری کے باعث داعی اجل کو لبیک کہا۔ ان کی عادت تھی کہ جب کھڑے ہوتے تو وضو کر کے دو رکعتیں ادا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن پانی میں گئے اور بیچ پانی میں مر گئے۔ ان کا قول ہے کہ علم تو بس اسی کا ہے جو علم کی پیروی کرے اور اُس کو کام میں لائے اور سنتوں کا اقتدا کرے۔ گو اُس کا علم تھوڑا ہو۔ غیر کے سرمایہ سے تجارت کرنے والا مفلس ہے۔ مومن جس قدر اللہ تعالیٰ کے حکم کی عزت کرتا ہے اُسی مقدار سے اللہ تعالیٰ اپنی عزت کا لباس اُس کو پہناتا اور مومنوں کے دلوں میں اُس کی عزت قایم کر دیتا ہے۔ فقیر کی تعریف یہ ہے کہ اُس کے اوقات انبساط میں یکساں ہوں۔ اپنے فقر پر صابر ہو۔ اُس پر فاقہ نہ ظاہر ہو اور نہ اُس سے حاجت کا اظہار ہو۔ اُس کا کمترا خلاق صبر و قناعت ہو۔ خوش حالی سے گریز کرنے والا اور موٹے و کھرے پن سے مانوس ہو۔ پس خلقت کی حالت کے خلاف پر ہو۔ نہ اُس کا کوئی معلوم وقت ہو اور نہ کوئی پہچانا ہوا سبب۔ جب اُس کو دیکھو تو اپنے فقر پر خوش اور اپنی بدحالی پر مسرور پاؤ۔ اُس کے روزمرہ کا خرچ خود اُس پر بھاری اور غیروں پر ہلکا ہو۔ فقر کو عزیز رکھتا اور اُس کو عظمت کی نگاہ سے دیکھتا اور جان توڑ کر اُس کو مخفی رکھتا اور اُس کو اس قدر چھپاتا ہو کہ اپنے ہم جنسوں سے بھی پوشیدہ رکھتا ہو۔ اور اس بارہ میں اللہ تعالیٰ کا احسان اُس کو اس قدر بڑا معلوم ہوتا ہو کہ دنیا سے خالی ہاتھ ہونے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا کوئی احسان اُس کو نہ نظر آتا ہو۔ چار چیزیں کمیاب ہیں۔ (۱) عالم با عمل (۲) عارف جو اپنے فعل کی حقیقت کی نسبت گفتگو کرتا ہو۔ (۳) وہ مرد جو بلا سبب اللہ کے لئے قیام کرتا ہو (۴) مرید جس سے طمع چلی گئی ہو۔ ان کا بیان ہے کہ جنگل میں خضر علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی تو انھوں نے مجھ سے ہمراہ رہنے کی استدعا کی مگر مجھے اندیشہ ہوا کہ مبادا اُن پر اطمینان کرنے سے میرے توکل میں خرابی آ جائے اس لئے میں اُن سے الگ ہو گیا۔ ان کا قول ہے کہ ایک کا دوسرے پر فخر

کرنا اور بڑھنے کی خواہش رکھنا آرام کا مانع ہے۔ اپنے آپ کو اچھا سمجھنا نفس کی قدر سے واقف ہونے کا سدراہ ہے۔ تکبر صواب کی شناخت سے باز رکھتا ہے۔ اور بخل پرہیزگاری سے روکتا ہے۔ مال داروں سے الفت رکھنا فقیروں کی شان سے نہیں ہے اور نہ غفلت والوں سے مالوف ہونا معرفت والوں کی صفت ہے اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے اسباب میں سے ظاہراً تو دنیا کی مذمت کرتا اور چھپ کر اس کو گلے لگاتا ہے۔ آدمی کا اپنے پرانے کپڑے میں رہنا اس سے بہتر ہے کہ غیر کے نئے کپڑے میں رہے ۔

کہن خرقۂ خویش پیراستن به از جامۂ عاریت خواستن

واقعی ہلاک ہونے والا وہ شخص ہے جو سفر کے آخر میں جبکہ منزل کے نزدیک آگیا ہو بھٹک جائے۔ مرید پر واجب ہے کہ ایسے شخص سے ملے جو اس کے عیب اس پر کھول دے اور افزائش کی جگہوں کا پتہ بتائے اور اس کی نظر اس کی طرف اس کے حال کو ابھارنے میں مدد دے۔ لوگوں میں پشیمان ہونے اور بخشایش چاہنے کی کمی نہیں ہے۔ بلکہ کمی ہے تو عہد کو پورا کرنے کی۔ ابوالحسن خزاقی جو ان کے یار تھے بیان کرتے ہیں کہ میں صوفیوں کے علوم کا سخت منکر اور ان سے سارے ملنے والوں کا بڑا دشمن تھا۔ اسی اثناء میں میں بغداد آیا اور میں علم حدیث حاصل کرتا تھا کہ میں نے ابراہیم خواص کو دیکھا ان کے ارد گرد ایک جماعت تھی اور یہ ان کے سامنے گفتگو کرتے تھے اور ان کے قول کی سچائی میرے دل میں کھپ گئی اور میں سمجھا کہ ان کا علم صحیح ہے۔ خلق اللہ کو اس سے کام میں لانا ضرور ہے۔ پس اسی مجلس سے میں ان کے پیچھے ہو لیا اور ان سے جدا نہ ہوا اور جو کچھ کتابیں میں نے جمع کی تھیں جو تقریباً دو گٹھڑ تھیں ان کو میں نے تقسیم کر دیا۔ اس پر بھی انھوں نے بہت دنوں تک میری طرف التفات نہ کیا نہ مجھ سے کوئی بات کی۔ مگر جب انھوں نے اپنی طلب میں میرا خلوص دیکھا تو مجھے اپنے آپ سے نزدیک کیا اور قربت بخشی۔ ابراہیم رضی اللہ عنہ جب کسی دعوت میں بلائے جاتے اور اس میں خشک روٹیاں دیکھتے تو اپنا ہاتھ روک لیتے اور نہ کھاتے اور کہتے تھے کہ یہ ایسی روٹیاں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کا حق نہیں رکھا گیا ہے۔ کیونکہ یہ رات کو پیٹ میں رہ جائیں گی اور اسی دن نہ نکلیں گی۔ اس آیت کریمہ کے متعلق وَاَنِیْبُوْۤا اِلٰی رَبِّکُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ[۵] ان کا قول ہے کہ "انابت یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو اپنے آپ سے لوٹا کر اس کی طرف لے جاؤ اور تسلیم" یہ ہے کہ تم جانو کہ تمھارا پروردگار تم پر تمھاری ذات سے زیادہ مہربان ہے اور "عذاب" جدائی کا عذاب ہے اور ان کا قول ہے کہ مرید کی تین آفتیں ہیں۔ روپیہ کی محبت عورتوں کی محبت اور سرداری کی محبت۔ پس روپیہ کی محبت کو پرہیزگاری کے استعمال سے دفع کرے۔ اور عورتوں کی محبت کو شہوات اور سیری کی ترک سے مٹائے اور سرداری کی محبت کو گم نامی میں ثابت قدم ہو کر دور کرے۔ اور ان کا مقولہ ہے کہ سچے مرید کا اللہ مطلوب ہوتا ہے اور صدیقین اس کے بھائی ہوتے ہیں۔ خلوت اس کا گھر تنہائی اس کا مونس۔ دن اس کا غم۔ رات اس کی خوشی اس کا دل اس کا تھا۔

---

۵ اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع ہو جاؤ اور اس کی فرماں برداری کرو اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آنازل ہو۔ (زمر آیت ۵۴۔ (پارہ ۲۴۔ رکوع ۳)

قرآن اُس کا مددگار۔ گریہ اُس کا لباس۔ بھوک اُس کا سالن ۔عبادت اُس کی رونق۔ معرفت اُس کا سپہ سالار۔ حیات اُس کا سفر۔ زمانہ اُس کی منزلیں۔ پرہیزگاری اُس کا راستہ۔ صبر اُس کا اوڑھنا۔ سکون اُس کا بچھونا۔ صدق اُس کی سواری۔ اور خوف کا خوف اُس کا ڈر ہوتا ہے۔ اور ان کا قول ہے کہ جب بندہ کسی بُرائی کو اٹھانے کے لئے مستعد ہوتا ہے اور اُس میں رُکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں تو یہ صرف اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اُس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان معاملہ بگڑا ہوا ہوتا ہے ورنہ اگر اُس کا عقیدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ درست ہو اور اُس بُرائی کے اُٹھانے میں وہ اللہ تعالیٰ سے اجازت لے لے اور مدد چاہے تو کبھی کوئی رُکاوٹ اُس کے سامنے نہ آئے۔ اور جس نے سرداری کا پیالہ پیا وہ عبودیت کے اخلاص سے باہر نکل گیا۔ یہ کہتے تھے کہ حجاز کے رستہ میں ایک جنگل میں مجھے پیاس لگی۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک خوش رو آدمی سبزہ جانور پر سوار سامنے موجود ہے۔ اس نے مجھے پانی پلایا اور اپنے پیچھے مجھے سوار کر لیا۔ اور بعدہٗ مجھ سے کہا کہ وہ دیکھو مدینہ طیبہ کا نخلستان نظر آرہا ہے۔ تم اترو اور صاحب مدینہ کو میری طرف سے کہنا کہ آپ کا بھائی خضر آپ کو سلام کہتا ہے ان سے کسی نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ آدمی اشعار سُن کر وجد کرتا ہے۔ اور قرآن سننے کے وقت اُس کو وجد نہیں آتا۔ انھوں نے کہا کہ قرآن کا سُننا دل پر بجلی کا گوندجانا ہے۔ جس کے غلبہ کی شدت سے کسی کو حرکت کا یارا نہیں رہتا۔ اور اشعار کا سننا نفس کو ہوا دینی ہے۔ اس لئے اُس میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

(۱۸۷) ابو محمد عبداللہ بن محمد خراز رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رَے کے بڑے بزرگوں میں سے تھے بہت سال تک حرم کے مجاور رہے۔ اور اُن پرہیزگاروں میں سے تھے جو حق پر قایم رہتے اور وجہ حلال سے اپنی روزی حاصل کرتے ہیں۔ ابو عمران کبیر کی صحبت میں رہے اور ابو حفص نیشاپوری سے اور ابویزید کے اصحاب سے ملے تھے اور سب ان کی تعظیم وتکریم کرتے تھے اور ابو حفصؒ سے لوگ نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا تھا کہ رَے میں ایک بانکا جوان پیدا ہوا ہے اگر اپنے طریقہ اور روش پر رہا۔ تو مردانِ خدا میں سے ہو جائے گا۔ سنہ ۳۱۰ھ سے پہلے انھوں نے دنیا کو خیرباد کہی۔ ان کے کلمات میں سے ہے کہ زاہدوں کی غذا بھوک اور عارفوں کی غذا ذکر ہے۔

(۱۸۸) ابو الحسن بنان بن محمد بن احمدان بن سعید جمال رضی اللہ عنہ

اصل میں یہ واسط کے تھے لیکن مصر میں انھوں نے سکونت اختیار کی اور اُسی کو اپنا وطن بنایا اور وہیں قضا کی اور قرافہ میں پہاڑ کے قریب جامع محمود کے سامنے سنہ ۳۱۶ھ میں ہمیشہ کے لئے آرام کیا۔ حق پر قائم رہنے والے اور امر بالمعروف کرنے والے بزرگوں میں سے تھے۔ ان کے مقالات مشہور اور ان کی کرامتیں تمام مذکور ہیں۔ ابو القاسم جنید وغیرہ بزرگانِ وقت کی صحبتیں پائی تھیں۔ اور نوریؒ کے پیر تھے۔ ان کے چند قول یہ ہیں کہ صوفیوں کے بزرگ ترین احوال یہ ہیں۔ ضمانت شدہ حکم پر قیام۔ بھتر کی مراعات۔ دونوں جہان سے کنارہ کشی اور حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا " بنان"

ہیں نے عرض کیا "لبیک یا رسول اللہ" آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو شخص نفس کے لالچ سے کھاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اُس کے قلب کی آنکھ اندھی کر دیتا ہے۔ یہ سُن کر میں بیدار ہوا اور عہد کیا کہ اب سے کبھی سیر ہو کر نہ کھاؤں گا۔ اور اُس رات کو میں نے دو روٹیاں اور دال کا ایک پیالہ کھایا تھا۔ میں ابو جعفر حدّاد فرغی رضی اللہ عنہ سے مصر میں ملا اور میں نے اُن سے درخواست کی کہ آپ سارے علم کا خلاصہ ایک کلمہ میں کہہ دیں جس سے میں فائدہ اٹھاؤں۔ انھوں نے کہا کہ دنیا سے جہاں تک ہو سکے تھوڑا لینا اور دنیا کی ذلت پر راضی رہنا چاہئے۔ میں نے کہا کہ بس یہ میرے لئے یہ کافی ہے۔

(۱۸۹) محمد و احمد لپسران ابوالورد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ دونوں بہت بڑے بزرگان عراق اور جنیدؒ کے ہمسر و ں جلیسوں میں سے تھے۔ اور سری سقطی حارث محاسبی بشر حافی ابوالفتح حبّال کی صحبتوں میں رہے تھے۔ اور پرہیزگاری میں اُن کا طریق بشر حافی رضی اللہ عنہ کے طریق کے قریب قریب تھا۔ محمد رحمۃ اللہ کا کلام ہے کہ غفلت کے ارتفاع (اٹھ جانے) میں عبودیت کا ارتفاع (بلندی) ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ارتفاع غفلت سے غفلت کا زائل ہو جانا اور ارتفاع عبودیت سے عبودیت کا بلند ہونا مراد ہے اور غفلتیں دو قسم کی ہیں ناراضی کی غفلت اور رحمت کی غفلت۔ رحمت کی غفلت عبادات پر عظمت کا پردہ چھوڑ دینے کا نام ہے۔ کیونکہ اگر پردہ اُٹھ جائے تو لوگ عبودیت سے منقطع ہو جائیں۔ اور ناراضی کی غفلت اللہ عزوجل کی طاعت سے غافل ہو جانا ہے۔ اور ان کا قول ہے کہ ولی وہ ہے جو اللہ کے ولیوں کو دوست رکھے اور اُس کے دشمنوں کو دشمن سمجھے۔ جس کا نفس دنیا سے محبت نہیں رکھتا اُس کو اہل زمین دوست رکھتے ہیں اور جس کا قلب دنیا سے محبت نہیں رکھتا اُس کو اہل آسمان دوست رکھتے ہیں۔ فقیر کا ادب یہ ہے۔ کہ ملامت عیب گیری کی برکت اُس شخص کو پہنچائے جو دنیا میں مبتلا ہو اور اُس پر رحمت و شفقت اور اُس کے لئے یہ دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اُس کو دنیا میں زحمت اُٹھانے سے راحت دے۔ میں کہتا ہوں کہ عیب گیری سے اُس کا مقصود صرف لوگوں میں اُس کی ہیٹی کرنا ہو نہ کہ سچی نصیحت واللہ اعلم۔ لوگوں کی ہلاکی دو حرفوں میں ہے۔ نوافل میں مشغول ہونا اور فرائض کو ضائع کرنا۔ اور اعضا سے عمل کرنا اور قلب کا اُس پر موافقت نہ کرنا۔ اور لوگ جو وصول سے روک دیئے گئے ہیں تو اسی لئے کہ اصول کو مٹائے بیٹھے ہیں۔ اور احمد رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اولیاء کے لئے بزرگی کی بساط اسی لئے بچھائی گئی ہے کہ اُس سے مانوس ہوں اور اُس کے ذریعہ سے بداہت مشاہدہ کا رعب اُن سے دور ہو اور اعدا کے لئے ہیبت کی بساط صرف اس واسطے بچھائی گئی ہے کہ اپنے افعال قبیحہ سے بھڑکیں اور جس مشہد اعلیٰ میں آرام لینا چاہیں اُس کا مشاہدہ نہ کر سکیں۔ اور ولی میں جب تین چیزیں زیادہ ہوتی ہیں تو اُن کے ساتھ تین باتیں اور بھی بڑھ جاتی ہیں۔ جب اُس کا خلق بڑھتا ہے تو اُس کی فروتنی زیادہ ہو جاتی ہے۔ جب اُس کے مال میں اضافہ ہوتا ہے تو اُس کی سخاوت بڑھ جاتی ہے۔ اور جب اُس کی عمر زیادہ ہوتی ہے تو اُس کے مجاہدہ میں ترقی ہو جاتی ہے۔

(۱۹۰) ابو حمزہ محمد بن ابراہیم بغدادی بزار رحمۃ اللہ تعالیٰ

سری سقطی و حسن مسوحی کی صحبتیں پائیں اور مسوحی کی طرف زیادہ تران کی نسبت کی جاتی تھی۔ فقیہ و قرآن کے عالم تھے اور مدینہ کی مسجد میں وعظ کہنے سے بیشتر بغداد کی مسجد رصافہ میں وعظ کہا کرتے تھے۔ ایک دن مدینہ طیبہ کی مسجد میں انھوں نے وعظ کہا اور ان کی حالت غیر ہوئی کرسی سے گر پڑے اور دوسرے جمعہ کو اس دارفانی سے رحلت کر گئے۔ ان کی وفات جنید رحمہ اللہ سے قبل واقع ہوئی۔ ابو تراب نخشبی کے رفیق سفر تھے۔ اور امام احمد کا معمول تھا کہ ان کی مجلس میں جب صوفیوں کے کلام کا چرچا ہوتا تو وہ ابو حمزہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہتے کہ اے صوفی اس میں تم کیا کہتے ہو۔ کئی مرتبہ بصرہ میں آئے اور بشر حافی کی صحبت اٹھائی ۲۸۹ھ میں ان کو سفر آخرت پیش آیا۔ ان کے کلمات میں سے ہے کہ ناممکن ہے کہ تم اُس سے محبت رکھو اور اُس کا ذکر نہ کرو۔ اور یہ ہو نہیں سکتا کہ تم اُس کا ذکر کرو اور تم اُس کے ذکر میں مزہ نہ آئے اور یہ محال ہے کہ تم کو وہ اپنے ذکر کی لذت عطا فرمائے اور تم کو غیر کے ساتھ مشغول رہنے دے۔ ان کا بیان ہے کہ روم کے راستہ میں ایک راہب سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے اُس سے کہا کہ جو لوگ گذر گئے اُن کی تم کو کچھ خبر بھی ہے۔ اُس نے کہا کہ ہاں۔ فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّۃِ وَ فَرِیْقٌ فِی النَّارِ" ایک گروہ بہشت میں ہے اور ایک دوزخ میں۔ ان کا قول ہے کہ فقیر کی محبت بہت سخت ہے۔ اس پر صدیق ہی صبر کر سکتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ تم پر نیکی کا کوئی راستہ کھول دے تو اُس کو چھوڑو نہیں مگر خبردار اُس پر نظر نہ رکھنا اور ناز نہ کرنا اور جس نے تم کو اس کی توفیق دی اُس کے شکر میں مشغول رہنا کیونکہ تمھارا اُن پر نظر رکھنا تم کو اپنے مقام سے گرا دے گا اور شکر میں مشغول رہنا تمھارے لئے زیادتی کا ذریعہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ[عہ] اگر شکر کروگے تو ہم تم کو اور زیادہ دیں گے جس نے راہِ حق کو جانا اُس کو اُس پر چلنا آسان ہو گیا۔ اور یہ اُس شخص کے لئے ہے جو اُس کو اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے جانے اور جس نے اُس کو استدلال کے ذریعہ سے جانا وہ کبھی بر سرِ خطا ہوگا اور کبھی بر سر صواب اور اللہ تعالیٰ کی راہ کے لئے اور کوئی راہ نما نہیں ہے۔ سوا اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال احوال اقوال کی پیروی کی جائے۔ اور یہ کہا کرتے تھے کہ ایک گروہ کو جنت میں کھانے پینے کے لئے دے کر چھوڑ دیا جائے گا۔ جیسا کہ آدم علیہ السلام کو پیش آیا تھا اور یہی وہ لوگ ہیں۔ جن کو حق تعالیٰ کے فرشتے کہیں گے۔ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَۃِ[عہ]۔ ایام گذشتہ میں جو تم نے بھیجا تھا اُس کے بدلے میں کھاؤ پیو اور (تمھارے) ننگ لگے۔ پس یہ کھانے پینے میں مصروف اور اُس سے بے پروا رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کے عارفوں کے نزدیک اس سے بڑھ کر نہ کوئی مکر ہے اور نہ اس سے سخت کوئی حیرت۔ روایت ہے کہ یہ خوش تقریر تھے پس ایک مرتبہ غیب سے ان کو آواز آئی کہ تم نے باتیں کیں اور خوب کیں اب تمھارے ذمہ یہ رہ گیا ہے کہ سکوت کرو اور اس

عہ سورہ ابراہیم آیت ۷، (پارہ ۱۳- رکوع ۱۶)

عہ سورہ الحاقہ آیت ۲۴ (پارہ ۲۹- رکوع ۵)

میں خوبی دکھاؤ۔ چنانچہ اُس کے بعد سے مرتے دم تک انھوں نے باتیں نہ کیں۔ اور ان سے کسی نے پوچھا کہ کیا عاشق کو معشوق کے سوا کسی اور چیز کی بھی فرصت ملتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ نہیں۔ کیونکہ عاشق دائمی بلا موقوف ہو جانے والی خوشی اور پیا پے آنے والے دردوں میں مبتلا رہتا ہے۔ اس کو صرف وہی جانتے ہیں جو اس کوچہ میں آئے ہیں ؎

جس پہ بیتی ہو یہ وہی جانے جو کہ بے درد ہو وہ کیا جانے

(۱۹۱) ابوبکر محمد بن موسیٰ واسطی رحمۃ اللہ تعالیٰ

اصل میں فرغانہ کے اور جنیدؒ و ثوری کے قدیم اصحاب اور قوم کے بزرگ علماء میں سے تھے۔ اصولِ تصوف میں ان جیسا کسی کا کلام نہیں ہے۔ اصول دین و علوم ظاہریہ کے ماہر تھے۔ ملک خراسان آکر مَرو میں انھوں نے سکونت اختیار کی اور ۳۲۰ھ کے بعد وہیں وفات پائی۔ اور ان کا کلام جو لوگوں کے پاس ہے اُس میں سے کچھ بھی عراق کا نہیں ہے کیونکہ یہ جوان ہی تھے کہ عراق سے چلے آئے تھے اور وہاں کے بزرگانِ قوم اُس وقت زندہ تھے اور خراسان آکر مقام ابیورد اور مَرو میں انھوں نے تقریریں کیں اور اکثر تقریریں مَرو میں ہوئی تھیں۔ ان کا قول ہے کہ ہم کو ایسے زمانہ سے پالا پڑا جس میں نہ اسلام کے آداب ہیں نہ جاہلیت کے اخلاق ہیں اور نہ مروت والوں کا علم ہے۔ سب سے زیادہ محتاج وہ ہے جس سے حق تعالیٰ اپنے حق کی حقیقت پوشیدہ رکھے۔ خوف اللہ تعالیٰ اور اُس کے بندہ کے درمیان میں جس حال میں کہ وہ ناامید یا امیدوار ہو حجاب ہے۔ کیونکہ اگر اُس سے اندیشہ رکھتا ہے تو اس کو بخل کی طرف منسوب کرتا ہے اور اگر اُس سے امید رکھتا ہے تو اُس پر تہمت لگاتا ہے جو شخص مکر سے بے غم نہ ہو وہ فضل کو فضل کیونکر سمجھ سکتا ہے ذکر کرنے والا اپنے ذکر کی حالت میں اُس سے زیادہ غفلت میں ہے جو اُس کے ذکر کو بھولا ہوا ہے۔ کیونکہ اس کا ذکر اُس کا غیر ہے۔ تقویٰ یہ ہے کہ بندہ اپنی پرہیزگاری سے پرہیز کرے۔ یعنی اپنی پرہیزگاری کو کوئی چیز نہ سمجھے۔ جب باطن میں حق ظاہر ہو گیا تو نہ خوف کا بچا کھچا رہ جاتا ہے اور نہ رجار کا۔ عطار کی لذت سے حذر کرو۔ کیونکہ یہ اہل صفار کا پردہ ہے اور اگر حق کے ساتھ اپنے آپ کو مشاہدہ نہ کرے تو ہرگز لذت نہ پائے۔ صوفیوں کی صفت میں ان کا قول ہے کہ اس قوم کی کچھ اشارتیں تھیں بعدہٗ وہ حرکتیں ہو گئیں۔ پھر صرف حسرتیں رہ گئیں۔ جس نے اللہ کو پہچانا وہ منقطع ہو گیا بلکہ گونگا ہو گیا اور تمام سے اُکھڑ گیا اور جب تک بندہ میں اللہ کے ذریعہ سے استغنا یا اُس کی طرف احتیاج ہے۔ معرفت صحیح نہیں ہوتی ہے اور اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ”میں تیری ثنا کا احاطہ نہیں کر سکتا“ یہ اُن لوگوں کی باتیں ہیں جن کا نشانہ بہت دور کا ہے۔ مگر جو لوگ اس حد سے نیچے ہیں انھوں نے معرفت میں تقریریں کی ہیں اور بہت کچھ کہا ہے۔

(۱۹۲) ابو عبداللہ شجری رحمۃ اللہ تعالےٰ

ابوحفص حدّاد کے صحبت یافتہ اور خراسان کے بہت بڑے بزرگوں میں سے تھے۔ بارہا انھوں نے

توکل پر جنگل طے کئے۔ ان کے کلمات میں سے ہے کہ جس کا فعل پاک نہ ہوا اُس کا بدن پاک نہ ہوگا اور جس کا بدن پاک نہ ہوا اُس کا دل پاک نہ ہوگا اور جس کا دل پاک نہ ہوا اُس کی نیت پاک نہ ہوئی اور سب کاموں کی بنیاد نیت پر ہے۔

اولیا کی نشانیاں تین ہیں رفعت پر فروتنی، قدرت پر زہد۔ اور قوت پر انصاف۔ بہت بُرا بندہ وہ ہے جو اپنے قلب واعضار سے اللہ کی نافرمانی کرے۔ بعد اس کے بغیر اس کے کہ اُس کی طرف رجوع کرے صرف زبان سے معذرت کرے۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے سے یہ مراد ہے کہ بندہ کا حجاب اپنی عاجزی سے اس طور پر اُٹھ جائے کہ وہ جانے کہ یہ امر یعنی معذرت وتوبہ تقدیر الٰہی سے ہے اس کو اُس کے کرنے سے چھٹکارا نہیں ہے اور نہ اُس کے دفع کرنے کی اس میں قوت ہے جس پر یہ حدیث قرینہ ہے کہ "جب بندہ گناہ کرے اور یہ جانے کہ اُس کا کوئی پروردگار ہے جو گناہ معاف کرتا اور اس پر مواخذہ کرتا ہے" آخر حدیث تک واللہ اعلم۔ اور ان کا قول ہے کہ کسی کی عیب گیری نہ کرو جب تک کہ تم کو یقین نہ ہو جائے کہ تمھارے گناہ بخش دیئے گئے ہیں۔ اور اس کا یقین ہونا معلوم۔ مرید کے لئے سب سے زیادہ مفید نیکوکاروں کی صحبت اور افعال۔ اقوال۔ اخلاق وشمائل میں اُن کی پیروی اور ولیوں کی قبروں کی زیارتیں اور یاروں اور رفیقوں کی خدمت کے لئے کمربستہ رہنا ہے۔ اور گدڑی پہننا بانکوں ہی کو سزاوار ہے۔ پوچھا گیا کہ وہ کون ہیں تو انھوں نے کہا کہ جن کو کوئی چیز اللہ عزوجل کے ساتھ مشغول رہنے سے نہ روکے۔

(۱۹۳) محفوظ بن محمود نیشاپوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابو حفص نیشاپوری کے اصحاب اور نیشاپور کے قدیم مشائخ اور بہت بڑے بزرگوں میں سے تھے۔ اور مرتے دم تک ابو عثمان حیری کی صحبت میں رہے۔ پرہیزگارترین مشائخ اور متقدمین کے طریقہ کے سخت پابند لوگوں میں سے تھے۔ حمدون قصار۔ سلام باروسی۔ علی نصیر آبادی وغیرہ بزرگوں کی صحبتیں بھی اٹھائے ہوئے تھے۔ انھوں نے ۳۰۳ھ یا ۳۰۴ھ میں نیشاپور میں وفات پائی۔ اور ابو حفص کے پہلو میں دفن ہوئے۔ ان کا قول ہے کہ توبہ کرنے والا وہی ہے جو اپنی طاعتوں سے توبہ کرے۔ چہ جائے کہ غفلتیں خلق اللہ کو اپنے نفس کی ترازو میں نہ تول ورنہ ہلاک ہو جائے گا تجھے تو چاہیئے کہ لوگوں کو اس لئے تولے کہ تجھے اوروں کی فضیلت اور اپنا افلاس معلوم ہو۔ جس نے کسی مسلمان پر فتنہ کا گمان کیا وہ مفتون ہے جو شخص اپنے مُرشد کی راہ دیکھنا چاہے اُس کو چاہیئے کہ جن اچھے کاموں میں نفس ساتھ دے اُن کے ہی بارہ میں اُس کو متہم کرے۔ پھر جن نیک کاموں میں وہ مخالفت کرے اُن کا کیا پوچھنا ہے اُن میں تو وہ صاف قابل ملامت والزام ہے۔

(۱۹۴) طاہر مقدسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ ملک شام کے بہت بڑے اور قدیم بزرگوں میں سے ہیں۔ انھوں نے ذوالنون مصری کو دیکھا اور

یحییٰ جلار کی صحبت پائی اور عالم تھے۔ انھیں کا نام شبلی رضی اللہ عنہ نے حبر الشام (دانائے ملک شام) رکھا تھا۔ ان کا قول ہے کہ صوفی کا یہ نام اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہ وجد کی روشنی میں خلق سے چھپے رہتے اور فضیلت کے خصلتوں میں کھلے رہتے ہیں۔ صرف اسی کی زندگی خوش گوار ہے۔ جو اُنس کی بساط پر قدم رکھتا اور سیر قدس کے اوپر بیٹھتا ہے اور جس کو اُنس نے بذریعہ قدس کے اور قدس نے بذریعہ اُنس کے غائب کر دیا ہو۔ بعدہٗ وہ قدوس کے مطالعہ میں اُن دونوں کے مشاہدہ سے غائب ہو گیا ہو۔ اور اُس کی طرف کے جنگل متروک ہیں اور اُس کی طرف کے راستہ مسدود ہیں اس لئے عاقل وہی ہے جو دہیں کھڑا رہے۔ جہاں عوام کھڑے ہیں۔ والسلام

(۱۹۵) ابو عمرو دمشقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ ملک شام کے ایک بزرگ تھے اور شام کے کُل علما ان سے عقیدت رکھتے تے خصوصًا علوم حقائق میں ابو عبداللہ محمد بن جلار اور ذوالنون کی اصحاب کی صحبتوں میں رہے جو لوگ ارواح کی ہمیشگی کے قائل ہیں اُن کی تردید میں ان کی ایک کتاب بھی ہے۔ ۳۲۰ھ میں ان کی روح نے قالب عنصری کو چھوڑ دیا۔ ان کے کلام میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ولیوں پر کرامات کا پوشیدہ رکھنا فرض کیا ہے تاکہ خلق اللہ فساد میں نہ پڑے اور نبیوں پر (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اُن کا ظاہر کرنا واجب کیا ہے تاکہ حق کے بیان و برہان ہوں تصوف اس کا نام ہے کہ ہر ناقص سے آنکھیں میچ لے تاکہ اُس کا مشاہدہ کرے جو ہر نقص سے منزہ ہے خطرات کے مقام وطنات کے مقام سے دور ہیں کیونکہ خطرات چمکتے اور پھر چھپ جاتے ہیں اور وطنات ظاہر ہو کر جم جاتے ہیں اور دعویٰ خطرات سے پیدا ہوتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دعوئی خطرات سے پیدا ہوتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دعویٰ کرنے والا گمان کرتا ہے کہ جو چیز چمکی وہ قائم ہوئی اور جم گئی اور وطنات والے کو کسی حال میں کوئی دعویٰ نہیں ہوتا اور کائنات کو علی العموم اچھا جاننا محبت کے صحیح ہونے کی دلیل ہے اور اُس کا خصوصیت کے ساتھ اچھا جاننا فتنہ و تاریکی کی طرف لے جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

(۱۹۶) ابو بکر محمد حامد ترمذی رضی اللہ عنہ

یہ خراسان کے بہت بڑے بزرگ نہایت ہی پاکیزہ اخلاق اور عمدہ ترین سیاست کے آدمی تھے۔ بلخ کے پرانے بزرگوں مثل احمد بن خضرویہ اور جو ان سے نیچے درجہ کے تھے اُن سے ملے تھے اور ان کے کچھ یارانِ طریقت تھے جو انھیں کی طرف منسوب تھے ان کے کلام میں سے ہے کہ جب باطن میں انوار جاگزیں ہو جاتے ہیں تو اعضا نیکی کے ساتھ گویا ہوتے ہیں۔ جاہلوں کے دلوں میں اولیاء اللہ کی آیات کا انکار اس لئے ہوتا ہے کہ ان کے سینے اُن آیات کے مصادر کے لئے تنگ ہوتے اور ان کے علوم جو حکمت و قدرت کے موارد سے آتے ہیں بہت بلند ہوتے ہیں۔ ولی ہمیشہ اپنے حال کو چھپاتا ہے اور کل کائنات اُس کی ولایت کو بیان کرتی ہے اور مدعی (دعویٰ کرنے والا) اپنی ولایت بیان کرتا ہے اور ساری کائنات اُس کا انکار کرتی ہے۔ اولیاء کی

اہانت کرنا اللہ کی معرفت کی کمی سے ہوتا ہے اور جو بندہ کسی مقام پر پہنچا اور اُس مقام والوں کی حرمت نہیں کرتا وہ محروم ہے "عالم وہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی حدود کے پاس ٹھہر جائے اور کسی وقت بھی اُس سے تجاوز نہ کرے میں نے جب کبھی مسلمانوں میں سے کسی کو کوتاہ نظری سے دیکھا تو ضرور اپنے ایمان و معرفت میں کچھ نقصان پایا۔ لوگوں کو وصول سے صرف انھیں باتوں نے روکا ہے۔ استدلال بے دلیل طریقت میں شہوت کی حد پر جولانی اور حرام و شبہات کا کھانا۔

اللہ تعالیٰ کے اوامر کی مخالفت اور ذکر کے قلب پر برابر جاری رہنے کی مواظبت کا ترک باطن کی کمی سے ہوتا ہے۔ اور تمھارا سرمایہ تو تمھارا دل اور قلب ہی ہے اور دل کو تم نے گمانوں کے ادھیڑ بن میں پھنسا رکھا ہے اور وقت کو تم نے ایسی چیزوں میں جن سے تم کو سروکار نہیں ہے لگا کر کھو دیا ہے۔ پھر جو اپنے سرمایہ کو کھو بیٹھا ہے وہ کب فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۹۷- ابوالحسن محمد بن سعید وراق رحمۃ اللہ تعالےٰ

بڑے بزرگوں اور ابو عثمان رحمۃ اللہ کے قدیم مریدوں میں سے تھے اور انہی کی روش و طرز پر ان کے کلام بھی ہیں۔ علوم ظاہریہ کے عالم تھے اور معاملات دقیقہ اور عیوب افعال پر کلام کرنے کی قدرت رکھتے تھے۔ ۳۲۰ھ ہجری کے پیشتر ہی سعادت اخروی کے شوق میں دار دنیا سے کوچ کر گئے۔ ان کے کلمات میں سے ہے کہ عفو میں شریفانہ برتاؤ ہے کہ معاف کر دینے کے بعد تم اپنے بھائی کے گناہ کو مطلق یاد نہ کرو۔ بخیل سے تنگ دلی کبھی جدا نہیں ہوتی۔ جو دل کہ مرنے والے ہیں۔ ان کی زندگی اس زندۂ جاوید کی یاد میں ہے جو کبھی نہ مرے گا اور سب سے زیادہ خوش گوار زندگانی اللہ تعالےٰ کے ساتھ جینا ہے نہ غیر کے ساتھ۔ یہ کہتے تھے کہ ابتدا میں جب ہم ابوعثمان حیری کی مسجد میں رہتے تھے ہم کو حکم تھا کہ جو کچھ فتوحات آئیں ان میں ہم ایثار کریں۔ اور کچھ باقی رکھ کر رات کو نہ سوئیں۔ اور جو ہمارے ساتھ برائی سے پیش آئے اس سے اپنے نفس کے لیے بدلہ نہ لیں۔ بلکہ اس سے عاجزی کریں اور جب ہمارے دل میں کسی کی حقارت کا خیال آئے تو ہم اس کی خدمت بجا لائیں اور اس کے ساتھ احسان کریں۔ یہاں تک کہ وہ خیال مٹ جائے۔ اور ان کا قول ہے کہ جو شخص اپنے نفس اور اپنے غیر سے اور خلق کی رویت سے فنا نہ ہوا۔ اس کا باطن خیرات و احسانات کے مشاہدہ سے زندہ نہ ہوا سب سے زیادہ فائدہ مند اللہ تعالےٰ کے امر و نہی۔ وعدہ و وعید اور ثواب و عذاب کا علم ہے۔ اور سب سے اعلےٰ اللہ تعالےٰ اور اس کے اسماء و صفات کا علم ہے۔ قطعیت کے خوف نے عاشقوں کی جانیں گھلا دیں۔ اور عارفوں کے جگر کباب کر ڈالے۔ مخلوق کے ساتھ انس وحشت ہے اور اس سے طمانیت حماقت اور اس سے تسکین حاصل کرنی بے لبسی اور اس پر بھروسہ کرنا بودا پن اور اس پر اعتماد کرنا گھاٹا اٹھانا ہے۔

(۱۹۸) ابوالحسن علی بن سہل صائغ دنیوری رضی اللہ عنہ

بہت بڑے بزرگ تھے۔ انہوں نے مصر میں رہنا اختیار کیا تھا اور تین سو تیس ۳۳۰ھ میں وہیں سے آخرت کا سفر کیا۔ بڑی ہیبت والے تھے جو کوئی ان کو دیکھتا تھا وہ ان سے ڈرتا تھا۔ اور اللہ تعالےٰ کے معاملہ میں مخلصین میں سے تھے۔ ان کا قول ہے کہ مرید کو چاہیے کہ دو مرتبہ دنیا کو چھوڑے پہلی مرتبہ تو اس کی دلچسپیوں اس کی نعمتوں اس کے طرح طرح کے ماکولات اور مشروبات اور اس کی سب چیزوں سے دست بردار ہو جائے اور جب اس کا تارک مشہور ہو جائے اور اس کے ترک کی وجہ سے اس کی تعظیم و تکریم ہونے لگے تو اس وقت اس کو اپنے حال پر اس طرح سے پردہ ڈالنا چاہیے کہ دنیا داروں کی طرف جھکے تاکہ اس کا ترک دنیا دنیا کی طرف جھکنے اور دنیا کو تلاش کرنے سے بڑھ نہ جائے یا اس کا فتنہ اس کے فتنہ سے زیادہ نہ ہو جائے۔ اور جب غیب کی چیز پر دلیل لانے کو کہا جائے تو کہتے ہیں کہ جو اپنا مثل رکھتا ہے اس سے اس کے صفات پر کیونکر دلیل لائی جا سکتی ہے جو نہ سامنے موجود ہے نہ دیکھا جا سکتا ہے اور جس کا نہ مثل ہے نہ شبیہ ان کا قول ہے کہ جو اللہ تعالےٰ کی محبت کے میدان میں آیا۔ اس پر چاروں طرف سے بلائیں آفتیں اور مصیبتیں

ٹوٹ پڑیں۔ بھائیوں پر واجب ہے کہ جب کبھی یکجا ہوں تو ایک دوسرے کو حق کی اور صبر کی نصیحتیں کرے اس لیے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وتواصوا بالحق و تواصوا بالصبر[1] اور تم جو اپنے نفس کو دوست رکھتے ہو بس یہی اس کو ہلاک کرنا ہے۔

(۱۹۹) ابو اسحٰق ابراہیم بن داؤد قصّار رقّی رضی اللہ عنہ

یہ ملک شام کے بہت بڑے بزرگوں میں سے اور جنیدؒ اور ابن الجلار کے ہم نشینوں میں سے تھے مگر انہوں نے بہت بڑی عمر پائی تھی اور ملک شام کے اکثر بزرگوں کی صحبت اٹھائی۔ کبھی انہوں نے فقر کو ہاتھ سے نہ دیا برابر مجرّد اور اہل فقر کے دوست رہے۔ تین سو چھبیس ۳۲۶ھ ہجری میں جامۂ ہستی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ان کا قول ہے کہ دنیا کی دو ہی چیزیں تم کو بس کرتی ہیں۔ فقیہ کی صحبت اور ولی کی محبت۔ اور ظاہری آنکھیں قوی ہیں اور دل کی آنکھیں کمزور ہیں۔

(۲۰۰) ممشاد۔ دینوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بہت بڑے بزرگان قوم[2] میں سے تھے۔ ابن الجلار اور ان سے اوپر کے بزرگوں کی صحبتوں میں رہے تھے۔ علوم قوم میں آسمان کے تارے توڑنے والے بہت بڑے حال والے اور صاحب فتوت تھے۔ دو سو ستانوے ۲۹۷ھ ہجری میں اعلےٰ علیین کو سدھارے، ان کے قول میں سے ہے کہ۔ طریق حق دور دراز اور ہے اللہ تعالےٰ کے ساتھ ٹھیرنا سخت دشوار۔ اگر اگلوں اور پچھلوں سب کی حکمتیں تم میں جمع ہوں اور تم ولیوں اور مقربوں کے احوال کا ادعا کرو تو جب تک کہ تمہارا باطن اللہ تعالےٰ سے تسکین نہ پائے اور جو کچھ اس نے تم سے وعدہ کیا اور تمہاری قسمت میں لکھ دیا ہے اس کی نسبت اس کی ضمانت پر اعتبار نہ کرلو۔ اس وقت تک ہرگز عارفوں کے درجہ تک تم نہیں پہنچ سکتے۔ جس کا مقصود اللہ تعالےٰ ہوگا۔ اس پر نہ قدر کا ہاتھ پہنچے گا اور نہ خطروں کا قبضہ ہوگا۔ یہ کہتے ہیں کہ میں جب کبھی کسی فقیر کے پاس گیا تو تمام نسبتوں علموں اور معرفتوں سے خالی ہو کر گیا۔ اور ان برکتوں کا منتظر رہا جو اس کے دیکھنے سے اور اس کی باتوں سے مجھ پر نازل ہوں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ جو شخص کسی بزرگ کے پاس کچھ لیے ہوئے گیا وہ اپنی پونجی کے سبب سے اس کے دیکھنے اس کی ہم نشینی اس کے ادب اور اس کے کلام کی برکتوں سے الگ رہا۔ ان کا بیان ہے کہ مجھے اپنی سیاحت کے زمانہ میں ایک بڑھا آدمی ملا اور چونکہ اس میں نیکی کی علامتیں نظر آئیں میں نے اس سے کہا کہ مجھے کوئی بات کام کی بتاؤ۔ اس نے کہا کہ اپنی ہمت کی نگہداشت کرو کیونکہ ہمت ہی سب باتوں کا پیش رو ہے

---

[1] تیسویں پارہ کا اٹھائیسواں رکوع۔ اور ایک دوسرے کو حق کی پیروی کی ہدایت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کرنے کی ہدایت کرتے رہے (وہ البتہ گھاٹے میں نہیں ہیں)

[2] تصوف کی تمام کتابوں میں لفظ "قوم" سے عموماً جب تک کہ کوئی قرینہ اس کے خلاف نہ ہو گروہ صوفیا مراد ہوتا ہے ۱۲۔

جس کی ہمت درست ہوئی اور جو اس میں سچا نکلا اس کے باقی سب اعمال و احوال سب درست ہوگئے یہ کہا کرتے تھے کہ سب سے اچھا اس شخص کا حال ہے جس نے خلق اللہ کی رویت کو اپنے نفس سے نکال پھینکا ہے۔ اور خلوتوں میں اللہ تعالےٰ کے ساتھ اپنے باطن کی نگہداشت کی ہے۔ اور سب کاموں میں اسی پر بھروسہ کیا ہے ان کا قول ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی روحیں کشف ومشاہدہ کی حالت میں ہیں اور اولیاء کی روحیں قرب و اطلاع کی حالت میں۔ یہ کہتے ہیں کہ بیس برس سے میں اپنے دل کو اللہ تعالےٰ کے ساتھ کھو بیٹھا ہوں اور بیس برس سے کسی چیز کے لیے "کُن فیکون" (ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے) کہنا اللہ عزوجل کے ادب سے ترک کیے بیٹھا ہوں۔ بعضوں نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ پہلے یہ اپنے قلب کی طرف اور پھر اپنے قلب سے اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع ہوا کرتے تھے اور کسی چیز کے لیے کن فیکون کہنا ترک کرنے سے مقصود یہ ہے کہ یہ مستجاب الدعوات تھے۔ جب دعا کرتے تھے تو قبول ہوتی تھی۔ اس کے بعد ترقی کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف گئے پس اپنی مراد چھوڑ کر اللہ کی مراد کے ساتھ ہو گئے اور دعا کرنا ترک کر دیا۔ ان کا بیان ہے کہ ہمارے پاس ایک شخص تھا جو اپنی خوراک کو گھٹاتے گھٹاتے ایک مٹھی پر آ گیا تھا۔ اور اس کے بعد اس کی غذا صرف پانی تھی۔ ان سے کسی نے کہا کہ فقیر جب بھوکا ہو تو کیا کرے۔ انہوں نے کہا کہ نماز پڑھے۔ اس نے کہا کہ اگر نماز پر قادر نہ ہو؟ انہوں نے کہا کہ سو رہے۔ اس نے کہا کہ اگر سو نہ سکے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالےٰ فقیر کو تین حالتوں سے باہر نہ جانے دے گا یا قوت بخشے گا یا غذا پہنچائے گا یا اس کو اپنے پاس بلا لے گا۔ واللہ اعلم

(۲۰۱) ابوالحسن خیر نساج رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ اصل میں سُرّمن رآی کے تھے مگر بغداد میں رہتے تھے۔ انہوں نے ابوحمزہ بغدادی کی صحبت پائی اور سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی تھی۔ اور نوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہم نشینوں میں سے تھے اور جیسا کہ کہا گیا ہے ایک سو بیس برس کی عمر طویل پائی۔ اور خواص و شبلی رحمہما اللہ نے ان کی مجلس میں توبہ کی تھی اور یہ ایک گروہ کے پیر تھے۔ ان کے اقوال یہ ہیں۔ صبر مردوں کے اخلاق میں سے ہے اور رضا کرام کے اخلاق میں سے ہے۔ وہ عمل جس میں بندہ انتہا کو پہنچ سکتا ہے اپنی تقصیر و بے بسی و کمزوری کا دیکھنا ہے۔ اور ایک دن موسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل کے سامنے ایک قصہ بیان کیا اس پر اس جماعت کے ایک شخص نے زور سے نعرہ مارا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ڈانٹ دیا۔ پس اللہ تعالےٰ نے ان کو وحی بھیجی کہ اے موسےٰ ان لوگوں نے ہماری خوشبو ظاہر کی اور ہمارے عشق میں فریاد کی پھر تم میرے بندوں کو جھڑکتے کیوں ہو۔

تو برائے وصل کردن آمدی ... نے برائے فصل کردن آمدی

موسیا آداب دانان دیگر اند ... سوختہ جان و روانان دیگر اند

(۲۰۲) ابوحمزہ خراسانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

کہتے ہیں کہ یہ اصل میں نیشاپور محلہ ملقاباد کے رہنے والے تھے۔ بزرگان بغداد کی صحبتوں میں رہے۔ اور

جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم نشینوں میں سے تھے اور ابو تراب نخشبی و ابو سعید خراز کے ساتھ انہوں نے سفر کیے تھے یہ بہت بڑے فتویٰ دینے والے دیندار و پرہیزگار تھے۔ تین سو نو ۳۰۹ھ ہجری میں راہی ملک بقا ہوئے۔ امام احمد حنبل کا معمول تھا کہ جب ان کے سامنے تصوف کا کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو ان سے کہتے کہ صوفی صاحب آپ اس میں کیا کہتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ میں ایک خلا دار کمل میں برابر احرام باندھے ہوئے رہا۔ ہر سال ایک ہزار فرسخ سفر کرتا تھا اور برسوں تک جب میں احرام سے باہر آتا تو پھر نیا احرام باندھ لیتا۔

میں کہتا ہوں کہ فقیر کے لیے ننگے بدن رہنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ باطن میں ہستی سے تجرد ہے اور یہ جو ان کا قول ہے کہ "جب میں احرام سے باہر آتا تو پھر نیا احرام باندھ لیتا" اس سے مراد یہ ہے کہ جب کبھی میں خواہش کی طرف مائل ہوتا تو توبہ کی تجدید کر لیتا تھا۔ واللہ اعلم

(۲۰۳) ابو عبداللہ حسین بن عبداللہ بن ابوبکر جنگی رضی اللہ عنہ

بصرہ کے بڑے بزرگوں میں سے تھے۔ تیس برس تک اپنے گھر کے جھونپڑے میں رہے اور اس سے باہر نہ نکلے ان کا مجاہدہ برابر لگاتار جاری رہتا تھا۔ اور اس وقت تک اس میں فرق نہ آیا جب بصرہ والوں نے ان کو وہاں سے نکال دیا۔ یہ بصرہ سے نکل کر سوس[1] آئے اور وہیں انہوں نے رحلت کی ان کی قبر وہاں مشہور لوگوں کی زیارت گاہ ہے۔ اس قوم کے علم و اصول کے عالم اور پرہیزگار و زبان آور تھے۔ ان کا قول ہے کہ سماع تفریح کے ساتھ جفا ہے اور سماع اشارہ کے ساتھ تکلیف ہے اور نہایت لطیف سماع رہ ہے جو گوش دل سے سننے والوں کے سوا اوروں پر بھاری ہو۔ تم کو کوئی چیز کسی چیز سے الگ نہیں کر سکتی۔ مگر اسی وقت جب جدا کرنے والی چیز تمہارے نزدیک زیادہ تر کامل والے اور پوری ہو کیونکہ اگر اس کی ہی جیسی یا اس سے اتری ہوئی ہوگی تو تم کو الگ نہ کرے گی۔ پس جو چیز قلب پر غالب رہتی ہے۔ اسی کا حکم چلتا ہے اور بس۔ تمام مخلوقات غیب کے بارہ میں لمبے چوڑے دعوے کرنے کے باعث امتحان میں مبتلا ہوئی پس جب شہود کی ہیبت کا سایہ ان پر پڑا تو گونگی ہو گئی اکڑ گئی اور لاشے ہو گئی اور اگر اپنے دعوؤں میں سچی ہوتی تو مشاہدہ کے وقت باہر آتی جیسا کہ تمام لوگوں میں سے صرف ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی شفاعت کے لیے باہر نکل آئے اور کہنے لگے کہ شفاعت کے لیے میں ہوں شفاعت کے لیے میں ہوں اور موقف کی ہیبت سے نہ ڈرے کیونکہ ان پر سچائی کے قدم کا اثر تھا۔ اور وہی شخص اجنبی غریب الوطن ہے۔ جو وطن میں ہو اور اس کے ہم جنس کم ہوں۔

(۲۰۴) ابو جعفر احمد بن حمدان بن علی بن سنان رحمۃ اللہ تعالیٰ

یہ بہت بڑے بزرگان نیشاپور میں سے تھے۔ انہوں نے ابو عثمان کی صحبت پائی اور ابو حفص سے ملاقات کی

---

[1] علاقہ اہواز میں چھوٹا سا شہر ہے جس کو سوس بن سام بن نوح نے بسایا تھا۔ یہیں دانیال علیہ السلام کی قبر ہے۔ ۱۲۔ مترجم۔

تھی۔ یہ پرہیزگاروں اور خائفون میں سے تھے۔ آخر عمر میں بیس برس تک مکہ معظمہ سے جدا نہ ہوئے یہ مکہ ہی میں تھے کہ سنہ ۳۰۳ھ میں ابو بشر کی وفات واقع ہوئی جو اپنے وقت میں فقراء حرم میں یکتا تھا اور خود یہ ۳۱۱ھ میں راہی ملک بقا ہوئے۔ ان کے اقوال یہ ہیں:۔ فرمانبرداروں کا اپنی اطاعت کی وجہ سے نافرمانوں پر بڑائی جتانا اس کے گناہوں سے بدتر اور ان کے پیچھے گناہوں سے زیادہ تر معزب ہے۔ جیسا کہ بندہ کی غفلت کسی ایسے گناہ کی توبہ سے جس کا اس نے ارتکاب کیا ہو اس کے ارتکاب سے بدتر ہے۔ تم گنہگار آدمی سے ایک گناہ کے باعث جس کا تم کو گمان ہے دشمنی رکھتے ہو اور اپنے آپ سے بہتیرے گناہوں پر بھی جن کا تم کو یقین ہے دشمنی نہیں رکھتے۔ جس کے دل میں اللہ تعالےٰ کی عظمت نے گھر کیا وہ ہر ایسے شخص کی تعظیم کرے گا جو اللہ تعالےٰ کے ساتھ عبودیت کی نسبت رکھتا ہے اور جو شخص سب سے الگ ہو کر اللہ تعالےٰ کا ہو رہا ہے۔ اس کی سچائی کی علامت یہ ہے کہ دنیا کے مصائب یا اور کوئی چیز اس کو اللہ کے ساتھ مشغول رہنے سے نہ روکے۔

(۲۰۵) ابوبکر بن جحدر شبلی رضی اللہ عنہ

ان کی قبر پر "جعفر بن یونس" لکھا ہوا ہے۔ یہ اصل میں خراسان کے تھے مگر بغداد میں پیدا ہوئے۔ اور وہیں انہوں نے نشو و نما پایا۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا انہوں نے خیر نساج کی مجلس میں توبہ کی۔ اور ابوالقاسم جنیدؒ اور ان کے ہمعصر بزرگوں کی صحبتوں میں رہے۔ اور علم و حال و ظرف میں اپنے وقت کے یکتا ہوئے انہوں نے امام مالک کے مذہب میں تفقہ حاصل کیا اور بہت حدیثیں لکھیں۔ ستاسی سال دنیا میں رہے اور تین سو چونتیس ۳۳۴ھ ہجری میں ہمیشہ کے لیئے اس کو خیرباد کہا۔ اور بغداد ہی مقبرہ خیزران کے اندر دفن ہوئے۔ ان کی قبر وہاں مشہور ہے اور لوگ اس کی زیارت کو جایا کرتے ہیں۔ ابتداء میں ان کی ریاضتیں انتہا درجہ کی تھیں۔ ان کا بیان ہے۔ کہ بیداری کی عادت ڈالنے کو اور اس لیئے کہ مجھے نیند نہ آجائے، فلاں فلاں رات کو میں نے اپنی آنکھوں میں سینک ڈالا تھا۔ اور جب معاملہ اور آگے بڑھا تو میں نے سلائی گرم کرکے اپنی آنکھوں میں پھیری۔ قوم صوفیا کے علم کے بارہ میں کہا کرتے تھے کہ اس علم کا کیا پوچھنا ہے جس کے مقابلہ میں علما کا علم اک تہمت ہے۔ ان سے کسی نے کہا کہ ایک دن ابوتراب نخشبی کو جنگل میں بھوک لگی تو انہوں نے سارے جنگل کو کھانا ہی کھانا دیکھا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ یہ ایک بندہ تھا۔ جس کے ساتھ نرمی برتی گئی ورنہ اگر تحقیق کے مقام تک پہنچے ہوتے تو ویسے ہوتے جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اپنے رب کے سایہ میں رہتا ہوں وہ مجھے کھانا کھلاتا اور پانی پلاتا ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ آدمی کب مرید ہوتا ہے تو انہوں نے کہا کہ جب اس کے حالات سفر و حضر اور غیبت و حضور میں برابر رہیں ایک مرتبہ ان سے کسی نے پوچھا کہ دنیا کیسی چیز ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ایک ہانڈی ہے جس کو جوش دیا جا رہا ہے اور ایک پاخانہ ہے جو بھرا جا رہا ہے۔ یہ اپنی مناجات میں کہا کرتے تھے کہ خلق نے تیری نعمتوں کے لیئے تجھ سے محبت کی اور میں نے تیری بلاؤں کے لیئے۔ ان کا قول ہے کہ اللہ تعالےٰ سے ان لوگوں کے جو وسیلے و واسطے ہیں۔ ان کی ہمتوں کی بلندی کے سبب سے رتبے بلند کئے ہیں۔ پس انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جو کشف ہوا تھا اگر اس کا ایک ذرہ اولیاء پر جاری کیا جائے تو وہ بے کار اور دیوانہ کار ہو جائیں۔ ایک مرتبہ ان کو

عصر کی نماز میں اس قدر دیر ہوگئی کہ آفتاب ڈوبنے کو آیا۔ اس وقت انہوں نے نماز پڑھی اور مزاق کے طور پر ہنسنے اور کہنے لگے کہ کیا خوب کسی نے کہا ہے شعر۔

عشق میں آج ایسا بھولا ہوں نماز
روز و شب میں کچھ نہیں ہے امتیاز

یہ کہا کرتے تھے کہ جس صدیق کو معجزہ نہ ہو وہ جھوٹا ہے۔ اسی وجہ سے جب یہ بیمارستان میں داخل ہوئے۔ تو وزیر نے ان کے پاس آکر کہا کہ تمہارا وہ قول کیا ہوا کہ "جس صدیق کو معجزہ نہ ہو وہ جھوٹا ہے" اب تمہارا معجزہ کہاں ہے انہوں نے کہا کہ میرا معجزہ یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ کی اس کے اوامر و نواہی میں موافقت کرتا ہوں۔ ان کا قول ہے کہ نہ مرید کو وقفہ نہ عارف کو ملاقہ نہ عاشق کو گلہ نہ صادق کو دعویٰ نہ خائف کو قرار نہ مخلوق کو اللہ تعالےٰ سے فرار حاصل ہے یہ اپنے زمانہ کے لوگوں کو کہا کرتے تھے کہ تم قبر میں ہو۔ اور اس کی وجہ پوچھی گئی تو کہا تم میں سے ہر شخص اپنی پوشاکوں میں گڑا ہوا ہے اس پر اس شخص نے کہا کہ تب تو ہمارا شمار مردوں میں ہے انہوں نے کہا کہ ہاں عارف پڑے سوتے ہیں اور جاہل مردہ ہیں۔ ان سے کسی نے کہا کہ آپ نے اپنی کل پوشاکیں پھاڑ کر پھینک دیں حالانکہ عید چلی آتی ہے اور لوگ آرائش و زیبائش میں مصروف ہیں اور آپ اس حال میں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ فقیر کا بناؤ سنگھار اس کا فقر اور اس فقر پر صبر ہے۔ ان کا قول ہے کہ آفتاب ڈوبتے وقت اسی لیے زرد ہو جاتا ہے کہ کمال کی جگہ سے الگ ہوتا ہے۔ اس لیئے خوف مقام سے پیلا پڑ جاتا ہے اور یہی حال مومن کا ہے کہ جب اس کے دنیا سے باہر نکلنے کا وقت قریب آتا ہے تو اس کا رنگ زرد پڑ جاتا ہے کیونکہ وہ مقام سے ڈرتا ہے اور جب آفتاب نکلتا ہے تو روشن رہتا اور چمکتا ہے۔ اسی طرح مومن بھی جب اپنی قبر سے نکلے گا تو اس کا چہرہ روشن اور چمکتا ہے گا۔ ایک مرتبہ ان سے ایک شخص نے پوچھا کہ تم کون ہو۔ انہوں نے کہا کہ وہ نقطہ جو حرف باء کے نیچے ہوتا ہے۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ تم میرے معشوق ہو جب تک کہ تم اپنا کوئی مقام نہ ٹھیراؤ۔ یہ کہا کرتے تھے کہ میری ذلت نے یہودیوں کی ذلت کو مات کر دیا بعض عارفین نے اس کے یہ معنی بیان کیئے ہیں کہ ذلیل کی ذلت اسی مقدار سے ہوا کرتی ہے۔ جس مقدار میں اس شخص کی عظمت سے واقفیت ہوتی ہے۔ جس کے اعتبار سے ذلت ہوتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالےٰ کی عظمت سے شبلیؒ کو باعتبار یہودیوں کے بہت زیادہ واقفیت تھی۔ اس لیئے ان کی ذلت بھی یہودیوں کی ذلت سے بڑھی ہوئی تھی۔ ایک شخص ان کے پاس آکر کہنے لگا کہ حضرت میرے بال بچے بہت ہوگئے ہیں اور میری تدبیر کام نہیں کرتی۔ انہوں نے اس سے کہا کہ اپنے گھر جاکر دیکھو جتنے لوگوں کا رزق تمہارے ذمہ ہو ان سب کو اپنے گھر سے نکال دو اور جتنے لوگوں کا رزق اللہ تعالےٰ کے ذمہ ہو ان کو اپنے گھر میں رہنے دو۔ جب کوئی ادنےٰ چادر ٹوپی یا عمامہ ان کے دل میں کھب جاتا تھا۔ تو اس کو لپیٹ سپیٹ آگ میں ڈال دیتے اور جلا دیتے تھے اور کہتے تھے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا جس چیز کی طرف نفس مائل ہو اس کو تلف کر دینا واجب ہے۔ کسی نے کہا خیرات کر دو۔ جب وہ چیز باقی رہے گی تو ممکن ہے کہ اوروں کے پاس اس کو دیکھ کر نفس خوش ہو اس لیے اللہ تعالےٰ کی طرف بعجلت متوجہ ہونے کے لیے جلانا ہی مناسب ہے کہ اس سے وہ چیز بہت جلد ضائع ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کو جب ختنہ کرانے کا حکم ہوا تو انہوں نے فوراً بسولے سے کام نکال لیا اور ان سے کسی نے پوچھا

کہ آپ استنجے کے آنے تک ٹھیر کیوں نہ گئے تو کہا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں دیر لگانا بہت سخت منع ہے ان کا قول تھا کہ میں آرام نہ لوں گا مگر اسی وقت جب روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کا کوئی ذکر کرنے والا نہ دیکھوں گا بعضوں نے کہا ہے کہ ان کا مقصود یہ ہے کہ میں آرام نہ لوں گا مگر اسی وقت جب حضرت شہود میں داخل ہو جاؤں گا کیونکہ وہاں ذکر ہی نہیں ہے اس لیئے کہ ذکر جو دلیل ہے حجاب کے ساتھ ہؤا کرتا ہے اور جب مدلول مشاہدہ میں آگیا تو دلیل گئی گذری ہوئی بلکہ اس کا خیال وخطرہ بھی دل میں نہ آنا چاہیئے۔ ان سے پوچھا گیا کہ صوفیوں کا یہ نام کیوں رکھا گیا ہے انہوں نے کہا کہ اس وجہ سے کہ ان میں وہ بات کچھ باقی رہ گئی ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو اس نام کو ان سے کیا تعلق تھا۔ ان کا قول ہے کہ جو شخص توحید کے ایک ذرہ پر بھی مطلع ہؤا وہ اس کے بوجھ کی وجہ سے ایک پر بھی اٹھانے سے عاجز ہے۔ جس نے اس کو اسی کے ذریعہ سے ڈھونڈھا اس کی توحید درست ہے اور جس نے اس کو اپنے نفس کے ذریعہ سے ڈھونڈھا اس کی توحید درست نہیں ہے۔ حضرت شبلیؒ کے خادم ابوبکر زینوری کہتے ہیں کہ میں نے ان کو وفات سے پہلے کہتے ہوئے سنا ہے کہ میری حکومت کے زمانہ کا ایک درہم ظلم کا میرے ذمہ تھا اور ہر چند میں نے اس کے مالک کی طرف سے ہزاروں درہم خیرات کر دیئے تاہم میرے دل پر سب سے بڑا بار اسی کا ہے۔ ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ معرفت کیا چیز ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس کا اول اللہ ہے اور آخر وہ ہے جس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ عارف نہ اپنے غیر کو دیکھتا نہ اپنے غیر کا کلام زبان پر لاتا اور نہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کو اپنا نگہبان پاتا ہے۔ عاشق جب کلام نہ کرے گا تو ہلاک ہوگا اور عارف جب کلام کرے گا تو ہلاک ہوگا حضرت شبلیؒ کے سوا اوروں کا یہ قول تھا کہ عارف جب کلام کرے گا تو غیر کو ہلاک کرے گا۔ اور جب چپ رہے گا تو اپنے آپ کو ہلاک کرے گا۔ اس لیئے اپنی نجات مقدم ہے۔ ایک مرتبہ یہ امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ اور اس نے یہ آیت پڑھی ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک[1] الآیۃ۔ اس پر انہوں نے بے ساختہ اس زور سے چیخ ماری کہ معلوم ہوتا تھا ابھی ان کی روح پرواز کر جائے گی اور کہا کہ یہ اس کا خطاب اپنے دوستوں سے ہے پھر ہم جیسے لوگوں کے ساتھ کیسا خطاب ہوگا ؎

آشنا را حال این دو است بر بیگانہ

لوگوں نے ان کو بہت کم سونے پر ملامت کی تو انہوں نے کہا کہ میں نے حق کو اپنے آپ سے کہتے سنا کہ جو سویا وہ غافل ہؤا۔ اور جو غافل ہؤا وہ محجوب ہؤا اور یہی باعث تھا جو میں نے اپنی آنکھوں میں نمک کا سرمہ ڈالا تھا تاکہ میں سوؤں نہیں۔ حصریؒ سے ان کی ابتدا کے زمانہ میں انہوں نے کہا تھا کہ اگر ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک تمہارے دل میں اللہ کے سوا کوئی اور خیال آئے تو تم پر میرے پاس حاضر ہونا حرام ہے۔ ان کا قول ہے کہ خانہ کعبہ میں خلیل علیہ السلام کے آثار ہیں اور دل میں اللہ عزوجل کے اور خانہ کعبہ کے بھی ستون ہیں اور دل کے

---

[1] پندرھویں پارہ کا دسواں رکوع سورۂ بنی اسرائیل کی چھیاسیویں آیت) اس آیت کے بقیہ الفاظ یہ ہیں ثم لا تجد لک علینا وکیلا۔ اور پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے "اور اگر ہم چاہیں تو جو ہم نے تمہاری طرف وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے اس کو اٹھا لے جائیں پھر تم کو اس کے لیے ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی بھی نہ ملے ۱۲

بھی۔ مگر اس کے ستون چٹانوں کے ہیں اور دل کے ستون انوار معرفت کی کانوں کے۔ یہ کہتے تھے کہ بنی عامر کے ہنوں سے کسی نے پوچھا کہ کیا تم کو لیلے سے محبت ہے اس نے کہا کہ نہیں۔ پوچھنے والے نے کہا کہ یہ کیوں اس نے کہا کہ اس لیئے کہ محبت تو وصال کا ذریعہ ہے۔ اور اب ذریعہ ہوا ہو گیا اب تو لیلے میں ہوں اور میں لیلی ہوں بن بشار لوگوں کو منع کیا کرتے تھے کہ شبلیؒ سے نہ ملو اور ان کی باتیں نہ سنو۔ مگر ایک دن بشار شبلیؒ کا امتحان لینے کو آئے۔ اور انہوں نے شبلیؒ سے پوچھا کہ پانچ اونٹوں میں کس قدر زکوٰۃ ہے۔ اس پر شبلیؒ نے سکوت کیا تو ابن بشار نے اس پر بہت زور دیا۔ آخر شبلیؒ نے کہا کہ شرع سے تو ایک بکری واجب ہے اور ہم جیسے لوگوں پر کل نٹ اس پر ابن بشار نے پوچھا کہ اس زکوٰۃ میں آپ کے کوئی مقتدا بھی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ بشار نے پوچھا رن۔ انہوں نے کہا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جنہوں نے اپنا مال سارے کا سارا دے دیا تھا اور اس پر نبی صلی اللہ لیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ تم نے اپنے بال بچوں کے لیئے کیا چھوڑا ہے تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ اللہ اور ن کے رسولؐ کو یہ سن کر ابن بشار واپس چلے گئے اور اس کے بعد سے پھر کسی کو شبلیؒ کے پاس آنے سے منع نہ کیا۔
ر اللہ تعالے کے قول" قل[1] للمومنین یغضوا من ابصارھم" کے متعلق انہوں نے کہا کہ سر کی آنکھوں کو ن چیزوں سے نیچی کرو جن کو اللہ تعالے نے حرام فرمایا ہے۔ اور دل کی آنکھوں کو غیر خدا سے نیچی کرو اور اللہ تعالے کے قول الا من اتی اللہ بقلب سلیم[2] کے بارہ میں انہوں نے کہا ہے کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کا قلب ہے چونکہ وہ عہد کی خیانت اور معذرہ پر چاہے جس طرح کا ہو نادم ہونے سے بچا ہوا تھا۔ ان سے حدیث اذا رأیتم ھل البلاء فاسئلوا ربکم العافیہ (جب تم بلا والوں کو دیکھو تو اپنے پروردگار سے عافیت کی درخواست کرو) کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ بلا والے وہی ہیں جو اللہ تعالے سے غافل ہیں۔ ایک عید کو انہوں نے دو نئے پڑے زیب تن کیے اور لوگوں کو دیکھا کہ کپڑوں کی وجہ سے ایک دوسرے کو سلام کرتا ہے۔ اس سبب سے انہوں نے اپنے دونوں کپڑے تنور میں ڈال دیئے۔ اور اس کا باعث جو پوچھا گیا تو انہوں نے بیان کیا کہ میں نے چاہا جس کو یہ لوگ پوجتے ہیں۔ اس کو جلا دوں۔ اس کے بعد انہوں نے نیلے اور سیاہ کپڑے پہنے اور ان کی عادت تھی کہ جب ان کے پاس کوئی فقیر آتا تو اس سے کہتے کہ کہو تمہارے پاس کوئی خبر یا کوئی نشانی بھی ہے۔ بعدہٗ اس مضمون کا شعر پڑھتے ؎

نہ پوچھو حال لیلے کا کوئی بھی یہ نہیں کہتا
یقیناً ہے مجھے معلوم منزل اس کی ہے اس جا

حافظ علیہ الرحمۃ ؎

کس ندانست[3] کہ منزلگہ معشوق کجا است
ایں قدر ہست کہ بانگ جرسے می آید

---

[1] اٹھارہویں پارہ کا دسواں رکوع (سورہ نور کی تیسویں آیت) مسلمانوں سے کہو کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں
[2] انیسویں پارہ کا نواں رکوع (سورہ شعراء کی نویں آیت) مگر جو پاک دل سے کہ خدا کے حضور میں حاضر ہو گا ۱۲۔
[3] ترجمہ ؎ کہاں ہے منزل معشوق کس کو ہے معلوم ؛ جو ہے تو یہ کہ جرس کی صدائیں آتی ہیں ۱۲

پھر وہ کہتے کہ تیری ہی عزت و جلال کی قسم ہے کہ دونوں جہان میں تیرے سوا کوئی خبر دینے والا نہیں ہے اور یہ کہا کرتے تھے کہ آفتابوں کے آفتاب کی نسبت تمہارا کیا گمان ہے وہاں جا کر سب ظلمت ہی ظلمت ہیں۔ نقل ہے کہ شبلیؒ کی مجلس میں ایک شخص زور سے چیخا تو اس کو انہوں نے دجلہ میں ڈال دیا اور کہنے لگے کہ اگر سچا ہوگا تو اللہ تعالےٰ اس کو اسی طرح نجات دے گا جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو اس نے نجات دی تھی اور اگر جھوٹا ہوگا تو اللہ تعالےٰ فرعون کی طرح اس کو بھی غرق کر دے گا اور کہا کرتے تھے کہ جس نے جاہدوں کے ذریعہ سے حق کو تلاش کیا اپنے مطلب سے دور جا پڑا اور جس نے حق تعالےٰ کو اسی کے ذریعہ سے ڈھونڈھا وہ اس تک پہنچا اور اس کے بعد اس مضمون کے شعر پڑھا کرتے تھے ؎

سہیل و ثریا کا کیا جوڑ ہے — وہ دونوں ہوں اک جا یہ ممکن نہیں
وہ ہے زینت افزائے خاک یمن — فلک اس سے ہے شام کی سرزمیں

(۲۰۶) ابو محمد عبداللہ بن محمد مرتعش نیشاپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ

ابو حفص و ابو عثمان و جنید رحمہم اللہ تعالےٰ کے ساتھ رہے اور بغداد میں اقامت اختیار کی یہاں تک کہ بزرگان عراق میں یکتائے زمانہ ہوئے۔ لوگ کہتے تھے۔ کہ تصوف میں بغداد کے عجائب تین بزرگ ہوئے اشارات میں شبلیؒ۔ مکاشفات میں مرتعش اور حکایات میں جعفر خلدی۔ یہ شونیزیہ کی مسجد میں رہا کرتے تھے اور ۳۲۸ھ ہجری میں بغداد سے اصلی دارالسلام کو سدھارے۔ ان کے کلام یہ ہیں ؛۔ غیر خدا سے دل کا تسکین پانا ایک عذاب ہے۔ جس میں اللہ تعالےٰ بندہ کو دنیا میں مبتلا فرماتا ہے۔ چیزوں کی حقیقتیں چلی گئیں اور ان کے نام باقی رہ گئے پس نام موجود ہیں اور حقائق مفقود ہیں اور دلوں کے اندر دعوے چھپے ہوئے ہیں اور زبانیں ان کو بیان کر رہی ہیں۔ اور عنقریب یہ زبانیں اور یہ دعوے بھی چلے جائیں گے۔ پس نہ کوئی زبان گویا پائی جائے گی اور نہ کوئی مدعی صاحب ملے گا۔ اور مسلمان خلق کا محبوب ہوتا ہے اور مومن خلق سے غنی ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ انہوں نے رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف کیا اور متعبدوں کو تہجد اور قاریوں کو قرآن پڑھتے دیکھا تو یہ اعتکاف توڑ کر وہاں سے باہر نکل آئے اور اس کا باعث جو پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ جب میں نے ان کو اپنی اطاعت کے تئیں بڑی چیز سمجھتے اور اپنی عبادت پر بھروسا کرتے دیکھا تو اس خوف سے کہ کہیں ان پر بلا نازل نہ ہو۔ مجھے نکل بھاگنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

(۲۰۷) ابو علی رودباری جن کا نام احمد بن محمد تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ کسریٰ کی دیہات میں سے اور بغداد کے باشندے تھے انہوں نے مصر میں سکونت اختیار کی تھی اور وہاں کے شیخ تھے اور ۳۲۳ھ میں وہیں وفات پائی اور قرافہ میں ذوالنون مصری کے قریب دفن ہوئے۔ جنیدؒ و نوریؒ و حمزہ بغدادی کی صحبتوں میں رہے تھے اور حدیث کے حافظ خوش طبع اور طریقت کے عارف تھے۔ اپنے استادوں پر فخر کرتے اور کہتے تھے کہ میرے شیخ تصوف میں جنیدؒ۔ فقہ میں

ابو العباس[1] بن سریج، ادب میں ثعلب[2] اور حدیث میں ابراہیم[3] حربی تھے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ان کا قول ہے کہ اشارت اس سے جدا ہونے کے سوا کچھ نہیں ہے جو مشار الیہ میں سے دل میں موجود ہے درحقیقت میں یہ ہے کہ اشارہ کے ساتھ علتیں ہوتی ہیں اور علتیں حقائق سے دور ہیں۔ اور ان سے کسی نے کہا کہ ایک شخص باجے سنتا اور کہتا ہے کہ یہ میرے لیئے حلال ہیں۔ کیونکہ میں ایسے درجے پر پہنچا ہوں کہ اختلاف مجھ میں اثر نہیں کرتا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ ہاں پہنچا تو ہے مگر جہنم میں۔ یہ کہتے تھے کہ اگر اہل توحید تجرید کی زبان سے کلام کریں تو کوئی عاشق باقی نہ رہے جس کو موت نہ آجائے کیونکہ چیزیں اس کے حضور میں آسکتی ہیں وہ تو معہ اپنی ذاتوں سے اس میں فنا ہو گئی ہیں یا کیونکہ چیزیں اس سے غائب ہوسکتی ہیں۔ وہ اسی کے ذریعہ سے اپنی صفات کے ساتھ ظاہر ہوئی ہیں پس پاک ہے وہ جس کے سامنے نہ کوئی چیز حاضر ہے اور نہ جس سے کوئی شے غائب ہے۔ جب قلوب کو ذات حق کے مشاہدہ کا شوق ہوتا ہے تو ان کو اسماء القاء کیئے جاتے ہیں پس ان کو سکون ہوجاتا ہے اور وہ ان کی طرف مائل ہوجاتے ہیں اور وہ ذات تجلی کے وقت تک پردہ میں رہتی ہے اور اللہ تعالےٰ کے قول و للّٰہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بہا[4] الآیۃ کا مطلب یہی ہے کہ حقائق کے ادراک میں ان اسماء پر ٹھیرو۔ حق تعالےٰ نے ناموں کو خلق کے لیے اس واسطے ظاہر کردیا۔ کہ عاشقوں کے دل ان سے تسکین پائیں اور عارفوں کے دل ان سے انس حاصل کریں۔ مشاہدات دلوں کے لیے ہیں۔ مکاشفات باطن کے لیے معاینات بصیرتوں کے لیے اور مرئیات آنکھوں کے لیے۔ جس نے اپنے آپ کو ایک مرتبہ بھی دیکھا وہ موجودات میں سے کسی چیز پر عبرت کی نگاہ ڈالنے سے اندھا ہو گیا۔ جب کسی نے دعوے کیا تو ضرور حقائق سے خالی کر لیا گیا۔ اور اگر وہ کسی چیز میں تحقیق کو پہنچا ہوتا تو حقیقت ہی اس کی طرف سے بولتی اور اس کو دعوے کا محتاج نہ رکھتی۔ اور تصوف معشوق کے دروازہ پر ڈھیئ دینے کا نام ہے گو ہنکال ہی کیوں نہ دیا جائے۔ اور ایک مرتبہ جو ان سے تصوف کے بارہ میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ تصوف دوری کی کدورت کے بعد قریب کی صفائی کا نام ہے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو بغیر آپس کے وعدوں کے یک جا ہوتے

---

[1] یہ شافعی مذہب کے علماء اور اسلام کے اماموں میں سے تھے۔ انہیں کے ذریعہ سے مذہب شافعی اکثر ملکوں میں پھیلا ساڑھے ستاون سال کی عمر میں ۲۵ جمادی الاول ۳۰۶ھ میں بغداد میں فوت ہوئے۔ مترجم مختصراً از ابن خلکان ۱۲

[2] ابو العباس کنیت احمد نام اور ثعلب عرف تھا۔ نحو ولغت میں کوفیوں کے امام تھے۔ ابن الاعرابی و زبیر بن بکار کے شاگرد اور اخفش اصغر ابوبکر بن الانباری وغیرہ کے استاد تھے۔ بقول معتبر ۲۰۰ھ میں پیدا اور ۲۹۱ھ میں فوت ہوئے ۱۲۔ مترجم مختصراً از ابن خلکان

[3] مشہور اماموں میں سے حافظ حدیث اور امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ کے سرمایہ ناز شاگرد تھے۔ غریب الحدیث اور بہت سے مسانید اور دوسری کتابیں بھی ان کی تالیف ہیں ۱۹۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۸۵ھ میں فوت ہوئے۔ ۱۲۔ مترجم از فوات الوفیات تاج العروس۔

[4] نویں پارہ کا بارہواں رکوع (سورہ اعراف کی ایک سو اسیویں آیت) اور اللہ کے نام اچھے ہیں تو اس کے نام لے کر پکارو ۱۲

اور بغیر باہمی مشورہ کے متفرق ہوجاتے تھے۔ ان سے جب کوئی فقیر جانے کی اجازت چاہتا ہے تو یہ جواب نہ دیتے، اور منہ پھیر لیتے اور کہتے تھے کہ یہ بھی بندہ سے اللہ تعالےٰ کے ناراض ہونے کی ایک علامت ہے کہ ذکر کی مجلس جب طول پکڑے تو وہ گھبرانے لگے کیونکہ اگر وہ اس کو دوست رکھتا تو اس کی حضوری کے ہزار برس بھی آنکھ جھپکنے کے برابر نظر آتے۔ ان کا قول تھا کہ ایسے کاملوں کے سوا جن پر اللہ تعالےٰ کی ہیبت چھا گئی ہو اور دن کو مناسب نہیں ہے کہ کم عمروں کی تعلیم و تربیت کریں اور ایک کامل نوعمر لڑکوں کو تعلیم کرتے تھے مگر جب تک ان کی ڈاڑھیاں نہ نکلتی تھیں بہت ہی تھوڑے آدمی ان سے واقف ہوتے تھے یہ کہتے تھے کہ ہمارے پاس بغداد میں بیس جوان تھے اور ہر ایک کے ساتھ ایک ایک نوعمر لڑکا تھا۔ یہ سب کے سب ایک جگہ جمع تھے اور انہوں نے نوعمروں میں سے ایک کو اپنی ضرویات کو لانے بازار بھیجا۔ اس نے بہت دیر لگائی اور ان لوگوں کو اس کی دیر پر غصہ آیا۔ اور ہاتھ میں ایک خربزہ اچھالتا ہوا پہنچا۔ یاروں نے اس سے پوچھا کہ یہ خربزہ تو کتنے میں لایا۔ اس نے کہا کہ بیس درہم (سوا چھ روپے) میں یاروں نے کہا کہ اس قدر گراں ہونے کا سبب؟ اس نے کہا کہ میں نے ایک فقیر کو اس پر ہاتھ رکھتے دیکھا۔ اس لیئے میں نے خیال کیا کہ اس کے ہاتھ رکھنے سے تم کو برکت حاصل ہوگی۔ اس کے اس فعل سے سب خوش ہوئے اور سب نے خربزہ کو آپس میں تقسیم کیا۔ اور اس کو دعا دی کہ اللہ تعالےٰ اہل طریق کی تعظیم تیرے دل میں اور زیادہ کرے۔ چنانچہ وہ نوعمر بہت بڑے اہل طریق میں سے ہو کر مرا۔ ابوعلی رودباری فقیروں کو حلوا کھلایا کرتے تھے اور ایک مرتبہ انہوں نے کئی بورے قند منگوایا اور حلوائیوں کو بلوا کر اس کی دیواریں معہ محرابوں اور کنگروں کے قند ہی کے منقش ستونوں پر بنوائیں۔ اور جب یہ میٹھی مگر ناپائیدار عمارت بن کر کھڑی ہو گئی تو صوفیوں کو بلوا کر اس کو ڈھوایا، تڑوایا اور لٹوایا اور خود شکر خدا کرتے رہے۔

(۲۰۸) ابوعلی محمد بن عبدالوہاب ثقفی رحمتہ اللہ تعالےٰ

ابوحفص اور حمدون قصار سے ملے اور اکثر علوم شرع کے امام تھے اور اس کے بعض میں دستگاہ تام رکھتے تھے بعد کو انہوں نے اپنے اکثر علوم کو بے کار کر دیا اور علوم صوفیا کو اپنا مشغلہ بنایا اور اس میں بہت ہی عمدہ تقریریں کیں اور نیشاپور میں انہیں سے تصوف کا ظہور ہوا۔ عیوب نفس اور آفات افعال پر تمام بزرگوں سے ان کی تقریریں عمدہ ہوتی تھیں۔ ۳۲۸ھ میں راہی ملک بقا ہوئے۔ ان کے اقوال میں سے ہے۔ کمال عبودیت یہی ہے کہ علل اشیاء کی معرفت سے بالکلیہ عاجز و قاصر رہے جو شخص بڑے لوگوں کی صحبت میں طریق خدمت کے سوا اور طرح پر رہا وہ ان کے فوائد اور ان کی نگاہوں کی برکات سے محروم رہا۔ اور اس پر ان کے انوار کچھ بھی ظاہر نہ ہوں گے۔ جس پر نفسانی خواہش غالب ہوگی اس سے اس کی عقل پوشیدہ رہے گی۔ غفلت نے لوگوں کی معاش و اشغال و احوال کی راہوں کو وسیع کر دیا ہے۔ اور بیداری و پرہیزگاری نے لوگوں کے لیے ان کو تنگ کر دیا ہے۔ اگر کوئی شخص سارے علوم کا جامع ہو جائے اور بہت سے گروہوں کی صحبت میں رہے تو بھی مردان راہ کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا مگر کسی پیر یا ادب دینے والے نصیحت کرنے والے پیشوا کی بتائی ہوئی ریاضت سے اور جس نے ایسے حکم کرنے والے اور منع کرنے والے سے جو اس کے عیوب اور اس کے نفس کی رعونتوں سے آگاہ کرتا رہا ہو ادب نہ سیکھا ہو۔ اس کی پیروی معاملات کی درستی میں جائز

نہیں ہے۔ اس امت پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں کوئی مومن اچھی طرح سے زندگی بسر نہ کرسکے گا۔ مگر کسی منافق پر بھروسا کرنے کے بعد۔ اور یہ اپنی تقریروں میں کہا کرتے تھے کہ اے وہ شخص جس نے ہر شے کو لاشے پر بیچ ڈالا اور ہر شے کے بدلے لاشئے کو خریدا۔

(۲۰۹) ابوعبداللہ محمد بن منازل نیشاپوری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

ملامتیہ گروہ کے شیخ اور نیشاپور میں یکتائے روزگار تھے اور ان کا ایک خاص طریق تھا جس میں منفرد تھے حمدون قصار کی صحبت میں رہے اور ان کا طریق سیکھا۔ ظاہری علوم کے عالم تھے اور انہوں نے بہت حدیثیں لکھی تھیں۔ ابوعلی ثقفی ان کی حرمت وعظمت اور بہت قدر کرتے تھے۔ ۳۲۹ھ میں نیشاپور سے راہی جنت ہوئے۔ ان کے کلمات میں سے ہے جس فقیر نے کسب اور لوٹا دیے جانے کی ذلتیں نہ اٹھائیں اس میں کچھ بھلائی نہیں ہے جس نے اپنے نفس سے اپنے نفس کا سایہ اٹھا لیا۔ لوگ اس کے سایہ میں رہیں گے، اپنی زبان سے اپنا حال بیان کیا کرو اور دوسروں کے احوال کے ناقل نہ ہو اپنے علم سے جب خود تمہیں تنفع نہ ہو تو اور کوئی اس سے کیوں کر نفع پائے گا۔ جس نے ایسی چیز کو ضروری بتالیا جس کی اس کو حاجت نہیں ہے اس نے اپنے احوال میں سے اس چیز کو ضائع کیا جس کی اس کو احتیاج ہے اور جو اس کے لئے لابدی ہے۔ فقیروں میں سے جس نے کسی ایک فریضہ کو بھی ضائع کیا ضرور وہ سنتوں کے ضائع کرنے میں مبتلا ہوا وہ بدعتوں میں مبتلا ہونے کے قریب پہنچا۔ کسی کے لیئے کسی حال میں تسلیم اور دعویٰ دونوں جمع نہیں ہوسکتے۔ اگر کسی بندہ کی عمر بھر میں ایک سانس بھی بغیر ریا و شرک کے درست ہو جائے تو اس کی برکتیں آخر زمانہ تک اس پر اثر کریں۔ تمہارے دل میں تو ربوبیت کے اوصاف چھپے ہوئے ہیں پھر عبودیت کا اظہار کس لیئے کرتے ہو؟ جس شخص کے علموں میں سے کسی چیز کی تم کو احتیاج ہو اس کے عیبوں میں سے کسی پر نظر نہ ڈالو کیونکہ اس کے عیبوں کا دیکھنا تم کو اس کے علوم کے فائدہ سے محروم رکھے گا۔ اور تمہارے وقتوں میں سے سب سے زیادہ فضیلت اس وقت کو ہے جس میں لوگ تمہاری بدگمانی سے بچے رہیں۔

(۲۱۰) ابومغیث حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ تعالیٰ

یہ اصل میں بیضا فارس کے تھے مگر ملک عراق کے شہر واسط میں انہوں نے نشوونما پایا تھا۔ جنیدؒ ونوری وعمرو بن عثمان مکی وفوطی وغیرہم رحمہم اللہ اجمعین کی صحبتیں پائی تھی۔ بزرگان دین کو ان کے معاملہ میں اختلاف ہے۔ اکثر بزرگوں نے ان کو تسلیم نہیں کیا اور اس کا انکار کیا ہے کہ تصوف میں انہوں نے قدم بھی رکھا تھا اور بعض نے ان کو قبول کیا اور صوفی مانا ہے۔ آخر الذکر لوگوں میں ابوالعباس بن عطار محمد بن خفیف[1] اور ابوالقاسم نصرآبادی ہیں۔ ان بزرگوں نے ان کی

---

[1] مترجم کہتا ہے کہ اصل عربی میں دونوں جگہ "محمد بن صنیف" لکھا ہے لیکن غور کرنے سے معلوم ہوا کہ محمد بن خفیف صحیح ہے۔ تصحیف کاتب سے خفیف کا صنیف ہو گیا ہے اس لیئے کہ محمد بن صنیف نام کے کوئی بزرگ نہ رسالہ قشیریہ میں مذکور ہیں اور نہ اس کتاب میں حالانکہ ابوالعباس بن عطار اور ابوالقاسم نصرآبادی کے ساتھ بطریق استناد ان کا نام لیا جانا خود اس امر کا مقتضی ہے کہ وہ بھی بڑے پایہ کے شخص ہوں۔
(باقی اگلے صفحے پر)

ستائش کی - ان کے حال کو درست بتایا۔ ان کے کلام کو نقل کیا اور ان کو ایک محقق قرار دیا ہے یہاں تک کہ محمد بن خفیف کہا کرتے تھے کہ حسین بن منصور ربانی عالم تھے۔ ۳۰۹ھ کی چوبیسویں ذلیقعدہ کو سہ شنبہ کے دن بغداد کے باب الطاق میں قتل ہوئے۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے ابن خلکان میں جو کچھ لکھا ہوا دیکھا ہے وہ یہ ہے کہ "حسین حلاج قتل کیئے گئے مگر کوئی ایسی بات جو قتل کا موجب ہو ان کی نسبت ثابت نہ ہوئی تھی" اور امام قشیری نے جہاں اہل سنت کے عقائد کے ساتھ ان کے عقیدہ کا ذکر آغاز کتاب میں ان کی نسبت حسن ظن کا دروازہ کھول دینے کے لئے کیا ہے وہاں انہوں نے ان کے پاک صاف ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے بعدہ ان کی نسبت جو اس کے باعث مردان راہ کے آخر میں ان کا ذکر کیا ہے اور میں نے ان کے متعلق مقدمہ میں شرح وبسط کے ساتھ لکھا ہے۔ واللہ تعالے اعلم۔

ان کے اقوال میں سے ہے کہ اگر لوگوں کے نام کے پردہ میں رکھا تو زندہ رہے اور اگر ان پر قدرت کے علوم کھول دیتا تو حواس باختہ ہو جاتے اور اگر ان کے لئے حقیقت کو کھول دیتا تو حواس باختہ ہو جاتے۔ اور اگر ان کے لیئے حقیقت کو کھول دیتا تو مر ہی جاتے۔ اللہ تعالے کے نام ادراک کی حیثیت سے نام ہیں اور حق کی حیثیت سے حقیقت ہیں۔ جب بندہ چھٹ کر مقام معرفت تک پہنچتا ہے تو اس کے خواطر کے ذریعہ سے اس کو وحی ہوتی اور اس کے باطن میں پہرہ بٹھا دیا جاتا ہے کہ تسبیح کیا کرے اور حق کے سوا کسی کا خیال اس میں نہ آنے پائے اور عارف کی علامت یہ ہے کہ دنیا و آخرت سے فارغ ہو۔ ان سے پوچھا گیا کہ مرید کس کو کہتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ جو شخص کہ اپنے اوّل قصد میں اللہ تعالی کی طرف نشانہ لگائے پس جب تک کہ پہنچے نہیں عروج نہ کرے۔ یہ تسّوی یہ تھے کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ تصوف کیا چیز ہے اس سے کہنے لگے کہ یہ وہ چیز ہے جس کی سب سے ہلکی حالت یہ ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔ ان کا قول ہے کہ جس نے اعمال پر نظر کی وہ معمول لا سے حجاب میں رہا اور جس نے معمول لا پر نظر کی وہ اعمال کے دیکھنے سے حجاب میں رکھا گیا۔ جو شخص غیر خدا کو دیکھتا یا غیر خدا کو یاد کرتا ہے۔ اس کو یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ میں نے اس خدائے یگانہ کو دیکھا ہے جس سے آحاد ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ جس کو توحید کے انوار مست کر دیتے ہیں۔ اس کو تجرید کے بیان سے روک دیتے ہیں۔ اور جس کو تجرید کے انوار مست کر دیتے ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۲) بہر حال میں اس خفیف غلطی کو نظر انداز کر کے اور اپنے نزدیک اس کو صحیح مان کر کہ دوسرا نام محمد بن خفیف ہی ہے کہتا ہوں کہ اس کتاب کے تراجم نمبر (۱۸۵) و (۲۳۹) کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تینوں بزرگوں میں سے ہر ایک بجائے خود ایسے معاملہ میں جیسا کہ حلاج کا ہے قوی حجت ہے۔ کیونکہ یہ تینوں جامع علوم ظاہریہ و باطنیہ اور منصور حلاج کے ہمعصر تھے۔ علاوہ براں ابن خلکان نے منصور حلاج کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ امام ابو حامد احمد غزالی نے اپنی کتاب مشکوٰۃ الانوار میں ایک باب منصور حلاج کی برایت میں لکھا ہے۔ جس میں انہوں نے ان کے کلمات "اناالحق" وغیرہ کی بہت ہی عمدہ توجیہہ و تاویل کی ہے اور تبلایا ہے کہ عشق میں ایک درجہ ایسا ہوتا ہے کہ عاشق اپنے آپ کو معدوم اور اپنے ہر رگ و ریشہ میں معشوق ہی کو موجود پاتا ہے یہی مضمون اس فارسی کے مشہور شعر میں ادا کیا گیا ہے ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی ۔۔۔ تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگرے

مجنوں کی بھی یہ حالت ہوئی تھی کہ "انا لیلیٰ" "انا لیلیٰ" کہا کرتا تھا۔ راقم کا مقصود اس خامہ فرسائی سے یہ ہے کہ جو کٹھ ملا اور قلا عوذ سے کہ بے تحقیق ایسے لوگوں کو جھٹ کافر کہہ دیتے ہیں وہ اپنے دین و ایمان پر رحم کریں اور دوسروں کو کہتے کہتے واقع میں خود ہی نہ ہو جائیں۔ احتیاط و حسن ظن کا ادنے درجہ کف لسان ہے ۱۲۔

وہ توحید کے حقائق زبان پر لاتا ہے کیوں کہ جو کچھ باتیں دل میں چھپی ہوتی ہیں ان کو مست ہی ظاہر کر دیا کرتا ہے جس نے ایمان کی روشنی سے حق کو ڈھونڈھا وہ اس شخص جیسا ہے جو ستاروں کی روشنی سے آفتاب کو تلاش کرتا ہے اس سے نہ ہیں جدا ہوا نہ ملا۔ سچا متوکل اس وقت تک نہیں کھاتا جب تک کہ شہر میں اس کھانے کا اس سے زیادہ مستحق موجود ہوتا ہے۔ صوفی کے بارہ میں ان سے سوال ہوا تو انہوں نے کہا کہ وہ وحدانی الذات ہوتا ہے جس کو کوئی قبول نہ کرے اور وہ اللہ تعالےٰ کی نسبت اور اللہ تعالےٰ کی طرف اشارہ کرنے والا ہوتا ہے اور ایک شخص ان کے پاس آ کر کھڑا ہوا اور پوچھنے لگا کہ وہ حق تعالےٰ کون سا ہے جس کی طرف تم اشارہ کرتے ہو انہوں نے کہا کہ جو سارے خلق کو بیمار ڈالتا اور خود بیمار نہیں ہوتا ہے۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ موسیٰ علیہ السلام کا کلام کے وقت کیا حال تھا۔ انہوں نے کہا کہ موسیٰؑ کے لیئے حق سے ایک ظہور جلوہ گر ہوا پس موسیٰؑ کا کوئی اثر باقی نہ رہا پھر موسےٰؑ موسےٰؑ سے فنا ہو گئے تھے۔ ورنہ موسیٰؑ خطاب کے برداشت کرنے یا اس سے ابا کرنے کی طاقت کہاں سے لاتے مگر وہ اللہ ہی سے قائم ہوئے اور اسی کے ذریعہ سے انہوں نے سنا۔ ان کا قول ہے کہ جب بندہ پر ہمیشہ بلا آتی رہتی ہے تو وہ اس سے مانوف ہو جاتا ہے۔

ابوالعباس مازی کا بیان ہے کہ میرا بھائی حسین بن منصور کا خادم تھا وہ کہتا تھا کہ جب وہ رات آئی جس کی صبح کو وہ قتل ہونے والے تھے میں نے ان سے پوچھا کہ اے میرے سردار آپ مجھ سے کچھ وصیت کریں۔ انہوں نے کہا کہ اپنے نفس سے کسی دم غافل نہ رہو اگر تم اس کو مشغول نہ رکھو گے تو وہ تم کو مشغول رکھے گا۔ اور جب صبح ہوئی اور وہ قتل کے لیئے باہر لائے گئے تو کہنے لگے کہ یگانہ کا ایک کو اپنے لیئے الگ کر لینا بس کرتا ہے۔ بعدہٗ وہ بیڑی پہنے ہوئے اس مضمون کے اشعار پڑھتے اور اٹھلاتے ہوئے جاتے تھے ؎

میرا ہمدم نہیں جفا پیشہ — اس سے مجھ کو نہیں یہ اندیشہ
تھی پلائی جو خود وہ پیتا ہے — میزبانوں کا جیسا شیوہ ہے
چل چکے دور تب منگائی تیغ — جان اس سے مجھے نہیں ہے دریغ
گئے ہاتھی سے کھانا ہے دشوار — دوست اژدر کا ہے اسی کا سنکار

اس کے بعد انہوں نے کہا کہ

یستعجل بها الذین لا یومنون بها والذین آمنوا مشفقون منها ویعلمون انها الحق[1]

اس کے بعد وہ کچھ بھی نہ بولے یہاں تک کہ جو ہونا تھا وہ ان کے ساتھ ہوا۔ قضاعی کہتے ہیں کہ وہ جعفر بن معتضد کی خلافت میں قتل ہوئے اور پہلے ان کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ ڈالے گئے بعدہٗ ان کا سر قلم ہوا اور آگ میں جلایا گیا۔ خدا ان پر رحم کرے۔ فتا د کہتے ہیں کہ ایک دن میں حلاج سے ملا تو انہوں نے میرے سامنے پہلے اس مضمون کا شعر پڑھا ؎

ذرا سی جان ہے یا مر مٹے گی — در جاناں پہ یا جا کر رہے گی

اور پھر انہوں نے اور چند شعر پڑھے جن کے ترجمے یہ ہیں ؎

---

[1] پچیسویں پارہ کا تیسرا رکوع (سورہ شوریٰ کی اٹھارہویں آیت) جن کو قیامت کا یقین نہیں وہ تو اس کے لیے جلدی مچا رہے ہیں اور جو ایمان والے ہیں وہ اس سے ڈر رہے ہیں اور جانتے ہیں کہ قیامت کا آنا برحق ہے ۱۲۔

دوئی مجھ میں اور حق میں باقی نہیں
دلیل اس کی گو مجھ کو آتی نہیں

وہ خود مستدل، دال و مدلول ہے
یہی قول معقول و منقول ہے

یہی ہے عقیدہ یہی ہے یقیں
یہی میری توحید و ایمان و دیں

یہ ہے لوزِ حق کی تجلی عیاں
جو ہے جلوہ گر یاں لبعد زیب نشاں

صنائع نہیں ذات باری پہ دال
حدوث ان ہیں۔ اور ہے قدم اس کا حال

ابوالعباس بن عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ کو حلاج نے یہ رقعہ لکھا تھا خدا تمہاری عمر دراز کرے اور تمہاری سناونی مجھے نہ سنائے جس کی بنا پر عمدہ ترین حکم قضا و قدر اور شہرت خبر ہے اور نیز تمہاری محبت و موت کے گوناگوں نقش اور رنگا رنگ آثار جن کو نہ کوئی نامہ ٹھیک ٹھیک بیان کر سکتا ہے نہ کوئی خامہ تفصیل کے ساتھ لکھ سکتا ہے اور نہ کوئی عتاب مٹ سکتا ہے بعدہٗ اس کے نیچے اس مضمون کو عربی اشعار میں ادا کیا تھا۔

یہ نامہ میں تم کو تو لکھتا نہیں
مخاطب ہے خود روح میری جناب

بھلا روح و عاشق میں بھی بُعد ہے
جو اس کی طرف سے ہو اس کو خطاب

تمہارا جو خط ہے وہی ہے مرا
ہر اک نامہ خود ہی ہے اپنا جواب

(۲۱۱) ابو الخیر اقطع (دست بُریدہ) تیناتی رحمۃ اللہ تعالیٰ

یہ اصل میں مغرب کے تھے اور تینات میں سکونت پذیر ہوئے تھے ان کی ولایت کی علامتیں اور کرامتیں اس قدر ہیں کہ ان کا بیان موجب طوالت ہے۔ عبداللہ ابن الجلاء اور دوسرے بزرگوں رحمہم اللہ کی صحبتوں میں رہے اور توکل میں اپنے زمانہ کے یگانہ تھے۔ درندے اور حشرات الارض ان سے مانوس تھے اور ان کی فراست بڑی تیز تھی۔ کچھ اوپر تین سو چالیس ہجری میں مصر سے راہی ملک بقا ہوئے اور منارۂ دملیہ واقع قرافہ صغریٰ کے پہلو میں دفن ہوئے ان کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک پر پہنچا اور اس وقت میں بھوکا تھا میں نے کہا کہ یا رسول اللہ میں آپ کا مہمان ہوں اور وہاں سے کنارہ ہو کر منبر کے نیچے سو رہا خواب میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور دونوں آنکھوں کے مابین میں نے بوسہ دیا آنحضرت صلعم نے مجھے ایک روٹی مرحمت فرمائی اور اس میں سے نصف میں نے کھائی اور خواب سے جب میں بیدار ہوا تو باقی نصف روٹی میرے ہاتھ میں تھی انہوں نے جعفر خلدی کو لکھ بھیجا تھا کہ اس زمانہ میں فقیروں نے تم کو جاہل قرار دیا ہے اور اس کے باعث خود تم ہو کیوں کہ کمال سے پہلے تم شیخ بن بیٹھے اور دن کی ادب آموزی میں اپنے نفس کی تادیب سے غافل ہو گئے۔ ان کا قول ہے کہ اللہ کا ذکر کرنے ملنے کے لیے اس کے ذکر کا کوئی معاوضہ سامنے نہیں آتا اور جب کوئی معاوضہ سامنے آیا تو وہ اپنے ذکر سے خارج ہو گیا۔ ان کے پاس بغدادیوں کی ایک جماعت بڑ مارتی ہوئی پہنچی اور یہ ان کی باتوں سے گھبرائے اس لیے ان کے پاس سے باہر نکل آئے۔ اسی وقت ایک درندہ پہنچا اور گھر کے اندر چلا گیا۔ اس کو دیکھ کو ایک دوسرے سے چمٹ گیا اور سب چپ ہو گئے۔ ان کی حالتیں بدل گئیں، رنگ دگرگوں ہو گیا اور سب بہت ہی خوف زدہ ہو گئے۔ اس وقت ابوالخیر نے ان کے پاس آکر کہا کہ وہ دعوے کیا ہوئے اور پھر درندے کو ان کے پاس سے ہنکال دیا۔ ابراہیم رقی کہتے ہیں کہ میں ابوالخیر تیناتی کو سلام کرنے کے ارادہ سے ان کے پاس گیا ہوا تھا کہ مغرب کا وقت ہو گیا اور انہوں نے مغرب کی نماز

پڑھی مگر سورۂ فاتحہ درست نہ پڑھی اس پر میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں بے فائدہ سفر کر کے آیا۔ بہرحال نماز سے فارغ ہو کر میں طہارت کے لیئے باہر نکلا تو مجھ پر شیر جھپٹا میں لوٹ آیا اور ان سے کہنے لگا کہ مجھ پر شیر جھپٹا اس کو سن کر وہ باہر نکل آئے اور انہوں نے اس کو ڈانٹ بتائی اور کہا کہ میں نے تجھ سے کہا ہے کہ میرے مہمانوں کے سامنے نہ آیا کر یہ سن کر وہ شیر کنارے ہو گیا اور میں نے باہر جا کر طہارت کی اور جب میں واپس آیا تو انہوں نے مجھے کہا کہ تم ظاہری باتوں کے درست کرنے میں پھنسے اس لیئے شیر سے ڈرے اور ہم باطنی امور کی درستی میں مشغول ہوئے تو شیر ہم سے ڈرے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ دیکھو خبردار اللہ تعالےٰ سے یہ درخواست نہ کرنا کہ تم کو صبر عطا فرمائے بلکہ اللہ تعالےٰ سے یہ درخواست کرنا کہ تمہارے ساتھ نرمی کرے اس لیئے کہ یہی بہتر ہے اور ہمارے جیسے لوگوں پر صبر کی تلخیاں برداشت کرنی بہت دشوار ہے۔ زکریا علیہ الصلوٰۃ السلام جب یہودیوں سے بھاگ نکلے اور ایک درخت نے ان کو آواز دی کہ میری طرف چلے آؤ اور وہ درخت ان کے لیے پھٹ گیا اور وہ اس کے پیٹ میں گھس گئے اور وہ درخت مع ان کے پھر برابر ہو گیا تو ان کے ایک دشمن نے آکر ان کی عبا پکڑ لی۔ اور دوسروں کو آواز دی کہ زکریاؑ یہ ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے آرہ نکالا اور اس درخت کو چیرنا شروع کیا اور جب آرہ زکریا علیہ السلام پر پہنچا تو انہوں نے زور سے آہ کی اس وقت اللہ تعالےٰ نے زکریا علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ ہم کو اپنی عزت وجلال کی قسم ہے کہ اگر تمہارے منہ سے دوسری آہ نکلی تو میں نبوت کے دفتر سے تمہارا نام مٹا دوں گا۔ آخر زکریا علیہ السلام نے جی دبا کر صبر کیا اور دو ٹکڑے کر دیئے گئے مگر اُف نہ کی۔ ان کے اقطع یعنی دست بریدہ ہونے کا سبب یہ ہوا کہ انہوں نے اللہ تعالےٰ کے ساتھ عہد کیا تھا کہ میں کسی چیز کی طرف جس کو زمین اگاتی ہے خواہش سے ہاتھ نہ بڑھاؤں گا مگر انہوں نے بھول کر جن کے پودے سے ایک خوشہ توڑا اور اس کو چبا ہی رہے تھے کہ وہ عہد یاد آیا تو انہوں نے فوراً خوشہ کو پھینک دیا اور جو منہ میں رہ گیا تھا اس کو تھوک دیا۔ اور شرما کر بیٹھ گئے یہ کہتے ہیں کہ میں اچھی طرح سے بیٹھا بھی نہ تھا کہ سواروں اور پیدلوں نے مجھے گھیر لیا اور مجھ سے چلنے کو کہا چنانچہ وہ مجھے لیئے ہوئے اسکندریہ کے سمندر کے کنارے پر پہنچے وہاں پہنچ کر میں نے دیکھا کہ ایک حاکم ہے۔ اور اس کے سامنے کچھ حبشی ہیں جنہوں نے رہزنی کی تھی اور سپاہی مجھے سیاہ فام دیکھ کر اور نیز اس وجہ سے کہ میرے پاس ڈھال۔ تلوار اور حربہ وہتیار تھے یہ سمجھے کہ بلاشبہ میں بھی انہیں میں سے ہوں۔ خلاصہ یہ کہ حبشیوں کے ہاتھ اور پاؤں کاٹے گئے اور جب میری نوبت آئی تو مجھ سے بھی کہا گیا کہ اپنا ہاتھ بڑھا چنانچہ میں نے بڑھایا اور وہ کاٹ ڈالا گیا پھر کہا گیا کہ اپنا پاؤں بڑھا میں نے اپنا پاؤں بھی پھیلا دیا اور کہا کہ اے میرے معبود سردار و آقا میرا ہاتھ تو گنہگار تھا مگر میرے پاؤں نے کیا کیا ہے۔ یہ کہنا ہی تھا کہ ایک سوار پہنچا اور حاکم کے پاؤں پر گر پڑا اور کہنے لگا کہ یہ ایک نیکوکار شخص ابوالخیر تیناتی کے نام سے مشہور ہے۔ یہ سن کر حاکم نے اپنے آپ کو زمین پر ڈال دیا اور میرے ہاتھ کو زمین سے اٹھا کر بوسہ دیا اور وہ مجھ سے لپٹ گیا اور عذر خواہی کرنے لگا میں نے اس سے کہا کہ میں نے پہلے ہی سے تجھے معاف کر دیا ہے ہاتھ نے گناہ کیا تھا اس لیے وہ کاٹا گیا ؎

ہر کس از دست غیر نالہ کند — سعدی از دست خویشتن فریاد

(۲۴۲) ابوبکر بن محمد بن علی بن جعفر کتانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی اصل بغداد سے ہے۔ جنیدؒ و نوری و ابوسعید خرازؒ کی صحبتیں پائیں۔ انہوں نے مکہ معظمہ میں اقامت اختیار

کی اور ۳۲۲ھ تک، جس میں انہوں نے وفات پائی وہیں رہے۔ یہ علم طریقت کے ان اماموں میں سے ایک تھے جن کی طرف انگلیاں اٹھتی تھیں۔ مرتعش رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ کتانی حرم کے چراغ ہیں۔ ان کے اقوال میں سے ہے کہ جب تم اللہ تعالےٰ سے توفیق مانگو تو فوراً عمل شروع کردو۔ اپنے جسم سے دنیا میں رہو اور اپنے قلب سے آخرت میں رہو غفلت سے بیدار ہونے کے وقت کی پریشانی اور حظ نفس سے روگردانی اور قطعیت کے خوف کی کپکپی ثقلین کی عبادت سے افضل ہے۔ ایک مرتبہ انہوں نے ایک بوڑھے آدمی کو سوال کرتے ہوئے دیکھ کر کہا کہ اس شخص نے اپنے چھٹپن میں اللہ تعالےٰ کے کام کو ضائع کیا اس لیئے جب یہ بوڑھا ہوا تو اللہ تعالےٰ نے اس کو ضائع کیا۔ اور ان کا قول ہے کہ جب اللہ تعالےٰ کی طرف احتیاج کا مرتبہ درست ہوا عنایت بھی درست ہوئی۔ کیونکہ یہ دونوں ایسے حال ہیں کہ ایک دوسرے کے بغیر درست نہیں ہوتا۔ شہرت شیطان کی باگ ہے اور جس نے شیطان کی باگ پکڑی اسی کے پاس وہ رہا ان سے پوچھا گیا کہ وہ سنتیں کون سی ہیں جن میں کسی اہل علم کو اختلاف نہیں ہے انہوں نے کہا کہ دنیا میں زہد نفس کی سخاوت اور خلق کی نصیحت۔ اور ان سے پوچھا گیا کہ دنیا کی نسبت زہد کیا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ چیز کے چلے جانے سے دل کا خوش ہونا اور تمام خلائق کی اذیتوں کو برابر برداشت کرتے رہنا اور جو مصیبت اس کو لوگوں سے پہنچے اس کی نسبت یہ کہنا کہ میں تو اس سے زیادہ کا سزاوار ہوں اور یہ سمجھنا کہ میں آگ کا سزاوار تھا۔ اور خاکستر پر صلح ہو گئی۔ اور ان سے کسی نے پوچھا کہ عارف کس کو کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جو شخص بھلے کاموں میں اللہ تعالےٰ کے حکموں کی موافقت کرے اور اپنے احوال میں سے کسی میں اس کی مخالفت نہ کرے اور اس سے بہ تکلف اس کے اولیا جیسی محبت کرے اور پلک جھپکنے بھر بھی اس کے ذکر سے باز نہ رہے اور ان کا قول ہے کہ صوفیا ظاہر کے غلام باطن کے آزاد ہیں۔ جب کسی سِر کے لیئے حق کے حقائق کی تجلی ہوئی تو اس نے اس سِر سے گمانوں اور آرزوؤں کو دور کر دیا کیوں کہ جب کسی سِر پر حق چھا گیا تو اس نے اس کو مغلوب کر لیا۔ اس لیئے اس کے غیر کا اس میں کوئی اثر باقی نہ رہے گا۔ اور اللہ تعالےٰ کے متعلق علم اس کی کامل ترین پرستش ہے اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کے ایک گروہ کی طرف دیکھا تو اس کو اپنی معرفت کا اہل نہ پایا اس لیئے اس کو اپنی خدمت میں لگا دیا۔ اور ہم فقیروں کا گروہ اپنے ابتدار امر میں عشاء کے وضو سے صبح تک نمازیں پڑھا کرتا تھا مگر پھر جو ہم نے دیکھا تو جو شخص ہم میں سے سویا کرتا تھا اس کو ہم نے اپنے آپ سے افضل پایا۔ ان کی عادت تھی کہ جب ان کو کسی فقیر کی نسبت خبر پہنچی تھی کہ وہ دنیا کی طلب میں ایک قدم بھی چلا ہے تو اس کو چھوڑ بیٹھتے اور کہتے تھے کہ یہ طریقت سے باہر نکل جاتا ہے فقیر کی تو شان یہ ہے کہ دنیا ہی اس کے پیچھے پیچھے چلے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ میرے لیئے دعا فرمائیں کہ میرا دل مردہ نہ ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر روز چالیس مرتبہ یا حی یا قیوم لا الٰہ الا انت (اے ہمیشہ زندہ رہنے والے اے ہمیشہ قائم رہنے والے تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے) پڑھا کرو۔ یہ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک حور دیکھی اور اس سے میں نے پوچھا کہ تو کون ہے۔ اس نے کہا جنت کی حور، آخر کار میں نے خدا سے کہا کہ نفس کو اس کی مالوفات سے روکنا ان کا قول ہے کہ تین سو نقیب ہوا کرتے ہیں۔ ستر نجیب، چالیس ابدال، سات اخیار۔ چار عمد (ستون) اور ایک غوث اور نقیبوں کا مسکن مغرب نجیبوں کا مصر اور ابدال کا ملک

شام ہے اور اخیار روئے زمین میں سیاحت کیا کرتے ہیں اور عمد زمین کے گوشوں میں رہتے ہیں اور غوث کا مسکن مکہ معظمہ ہے۔ پس جب عامۂ خلائق کے معاملہ میں کوئی حاجت پیش آتی ہے تو اس کے لیے نقیب گڑگڑاتے ہیں۔ پھر نجیب پھر ابدال پھر عمد پھر غوث کا سوال ختم بھی ہونے نہیں پاتا کہ اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے۔ ان کا مقولہ ہے کہ مخلوقات سے مانوس ہونا عقوبت ہے اور دنیا اور ابنار دنیا سے نزدیک ہونا معصیت ہے اور ان کی طرف مائل ہونا مذلت ہے۔ ان کا قول ہے کہ عبادت کے بہتر باب ہیں جن میں سے اکہتر اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے میں ہے اور ایک سب قسم کی بھلائیوں میں اور یہ کہا کرتے تھے کہ جو بندہ صبح کو اپنے دل میں دو فکر یعنی فکر گناہ و فکر مال لے کر اٹھا اس سے مجھ کو کوئی واسطہ نہیں ہے۔

(۲۱۳) ابو یعقوب اسحٰق بن محمد نہر جوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جنید۔ عمرو بن عثمان مکی۔ ابو یعقوب سوسی وغیرہم بزرگوں کی صحبتوں میں اور بہت برسوں تک حرم محترم کے مجاور رہے اور ۳۳۰ھ میں خلد بریں سدھارے۔ لوگوں کا جو یہ قول ہے کہ "سوءظن کے ذریعے سے لوگوں سے بچو" اس کے متعلق ان کا قول ہے کہ خود اپنے بارے میں سوءظن ہونا چاہیئے نہ اوروں کے بارے میں۔ ان کا مقولہ ہے جس کی سیری کھانے سے ہے وہ ہمیشہ بھوکا ہے اور جس کی امیری مال سے ہے وہ ہمیشہ فقیر ہے اور جس کا باطن خلق کے عطیہ کی طرف مائل ہے وہ ہمیشہ محروم ہے اور جو کسی امر میں غیر اللہ سے مدد چاہتا ہے وہ ہمیشہ رسوا ہوتا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ اللہ والوں نے حقائق کو ڈھونڈھا تو خلائق کے سردار ہو گئے اور اسی لیے لوگوں نے کہا ہے کہ حق ڈھونڈھا نہیں جاتا کیوں کہ جو گم ہو گیا ہو وہ ڈھونڈھا جائے اور نہ اس کا ادراک ڈھونڈھا جاتا ہے۔ کیوں کہ اس کی کوئی انتہا نہیں ہے اور جو موجود کا وجود چاہے وہ دھوکے میں ہے اور جو کچھ ہمارے پاس موجود ہے وہ حال کی معرفت اور علم کا کشف بلا حال کے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول وشروہ بثمن بخس دراھم معدودۃ وکانوا فیہ من الزاھدین[1] کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ اگر ان کی (یوسف علیہ السلام کی) قیمت دونوں جہان بھی قرار پاتی تو ان کے مشاہدہ اور ان کی خصوصیت کے اعتبار سے ناچیز ہی سمجھی جاتی۔ ان کا قول ہے کہ دلوں کے مشاہدہ کو تعریف کہتے ہیں اور روحوں کے مشاہدہ کو تحقیق۔ جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا عارف ہے اس کو اس کے بارے میں سب سے زیادہ تحیر ہے۔ ایک مرتبہ ان سے اہل تصوف کو پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ آہ آہ یہ ایک امت تھی جو جا چکی۔ بعدہٗ انہوں نے سوال کرنے والے سے کہا کہ بھائی جان تصوف دلوں کے بخرے ہیں جو حضور کی امانتوں کے باعث نکلتے ہیں اور یہ وہ امانتیں ہیں کہ جس وقت دل ذروں کی صورت میں تھے ان کو حق نے مخاطب کیا تھا جن کی خبر الست بربکم قالوا بلیٰ کے ذریعہ سے دی گئی ہے اور ان کا قول ہے کہ جو آنکھوں نے دیکھا ہے اس کی نسبت علم کی طرف ہوتی ہے اور جو دلوں نے دیکھا ہے اس کی نسبت یقین کی طرف کی جاتی ہے۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کی کون سی راہ؟

---

[1] بارہویں پارہ کا بارہواں رکوع (سورہ یوسف کی بیسویں آیت)، اور قافلے والوں نے کم داموں یعنی چند درہم کے عوض میں اس کو فروخت کیا۔

ہے۔ انہوں نے سائل سے کہا کہ جاہلوں سے بچو، عالموں کی صحبت میں رہو، علم کو کام میں لاؤ اور ہمیشہ ذکر کیا کرو تب تم اہل طریق میں سے ہو جاؤ گے۔

(۲۱۴) علی بن محمد مزین رحمہ اللہ تعالیٰ

سہل بن عبد اللہ اور جنید بن محمد اور ان کے طبقہ کے بزرگان بغداد کی صحبتیں اٹھائیں اور مکہ کی اقامت و مجاورت اختیار کی اور وہیں ۳۲۸ھ میں وفات پائی۔ بہت بڑے متورع اور عمدہ حال کے بزرگ تھے۔ ان کا قول ہے کہ جب آخرت ظاہر ہوئی تو اس سے دنیا فنا ہوئی اور جب اللہ تعالیٰ کا ذکر ظاہر ہوا تو اس میں دنیا اور آخرت فنا ہوئی اور جب اذکار مضبوط و استوار ہوئے تو بندہ اور اس کا ذکر کرنا فنا ہو گئے۔ اور مذکور اور اس کے صفات باقی رہ گئے۔ ان سے کسی نے توحید کو پوچھا تو انہوں نے کہا کہ توحید یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو بذریعہ معرفت کے ایک جانو اور ہر چیز میں تم کو مفید یا مضر ہو اس کی طرف رجوع کرنے کے ذریعہ سے اس کو ایک جانو اور یہ سمجھو کہ جو کچھ تمہارے دل میں گزرے یا جس کی طرف تمہارا اشارہ کرنا ممکن ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے خلاف ہے اور یقین مانو کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اوصاف اس کی مخلوق کے اوصاف کے مبائن ہیں۔ اس کے اوصاف قدیم ہونے کے سبب سے مبائن ہیں جس طرح کہ مخلوقات کے اوصاف حادث ہونے کی وجہ سے مبائن ہیں۔ ان کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اسی قدر راہیں تھیں جس قدر ستارے ہیں مگر ان میں سے صرف ایک ہی راہ رہ گئی ہے اور وہ فقر کی راہ اور سب راہوں سے سیدھی ہے جس نے اپنے آپ سے راہ ڈھونڈھی وہ پہلے ہی قدم میں بھٹکا اور جس سے بھلائی چاہی جاتی ہے اس کو چشم زدن میں راہ دکھلائی جاتی ہے یہاں تک کہ مقصد کو پہنچ جاتا ہے جو اپنے عمل پر نازاں ہو وہ صاحب استدراج ہے اور جو اپنے برے احوال کو عمدہ سمجھتا ہو وہ مبتلائے مکر ہے اور جو اپنے آپ کو پہنچا ہوا گمان کرتا ہو وہ غرور میں پھنسا ہوا ہے اور سب سے عمدہ حال والے وہ بندے ہیں جو اپنے احوال میں مجہول ہوں ایک کے سوا کو مشاہدہ نہ کرتے ہوں اور نہ اس کے سوا کسی سے مانوس ہوں اور صرف اسی کے مشتاق ہوں جس نے اپنے پروردگار سبحانہ و تعالیٰ کے مشاہدہ سے منہ پھیرا اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت و خدمت میں پھنسایا اور جس کے لیے احتراق کا ستارہ نکلا اس کو اس نے افتراق کے وسوسوں سے غائب کر دیا۔ یہ کہا کرتے تھے کہ اگر تم کسی شخص کو پاک و صاف کر کے صدیق بنا دو تو اگر پلک جھپکنے بھر بھی اس کے دل میں دینار جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو کسی شمار میں نہیں لینے کا یہاں تک کہ اگر دنیا کی جگہ دل میں صرف اس لئے بھی ہے کہ اس کو اپنے بھائیوں پر خرچ کرے گا تو بھی وہ فلاح نہ پائے گا اور جس نے دنیا میں سے قوت سے زیادہ رکھ چھوڑا اس نے دنیا کو اپنے دل میں جگہ دی اور اگلے زمانہ کے نیکوکار دنیا کو دل میں جگہ نہ دینے کے باعث بازی لے گئے اور اس کو انھوں نے اللہ والوں کی رہبانیت اور حواریوں کی حالت قرار دیا تھا۔ اس پر ان سے ایک شخص نے کہا کہ اگر کوئی آدمی دنیا کو اس لیے دل میں جگہ دے اس کو اپنی ذات میں اور اپنی عیال وغیرہ میں خرچ کرے تو اس میں کیا ہے؟ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ہمیں ان لغزشوں سے معاف رکھو جو شخص کہ اس سے خدا کو چاہے کہ اس کو اس بارہ میں اللہ سے سچا ہونا اور دنیا کے سارے دروازوں کو یکبارگی بند کر دینا چاہیئے۔ ورنہ اس کو ظاہری علم کی طرف رجوع کرنا اور اس کی رخصت

کرنا چاہیئے۔ بس اس کے ذریعہ سے لے اور لوگوں کو دے اور عام و خاص کا فرق کرے۔ واللہ اعلم
طریقت میں سے جو ہلاک ہوا وہ اسی سے ہلاک ہوا۔ کہ اس کے نفس میں غنا کی حلاوت باقی تھی۔ اور ظاہری
آدمیوں کو اس نے قبول کیا اور ظاہری حالت پر وہ ٹھیرا رہا۔ قسم ہے اسی معبود کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔
کہ میں ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جن کے پاس دنیاوی مال و اسباب آتا ہے اور اس کو وہ خاص کر اپنی ذات میں خرچ
نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالےٰ کے حقوق میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ اس پر بھی باوجود بری الذمہ ہونے کے یہ امران کے لیے
حجاب اور اللہ تعالےٰ سے قطع کر دینے والا ہے۔ ان کا قول ہے کہ اگر تم میں سے کسی کے پاس ایسی جگہ سے کھانا آئے
جس کا اس کو گمان بھی نہ ہو تو اس کو کھا لینا چاہیئے۔ کیونکہ ایک مرتبہ میرے سامنے کھانا پیش ہوا اور میں نے اس کو نہ
کھایا تو چودہ روز تک مجھ پر بھوک کی مار پڑی یہاں تک کہ جب میں سمجھا کہ میری سزا ہوئی ہے اور میں نے اللہ تعالےٰ
سے توبہ کی تو مجھ سے بھوک کی تکلیف دور ہوئی ورنہ میں ہلاک ہی ہو گیا تھا۔ اور یہ کہا کرتے تھے کہ بندہ کی خود پسندی
اللہ تعالےٰ کی ناراضی سے ہوتی ہے اور یہ ابدی ناخوشی تک پہنچاتی ہے۔ خدا اس سے محفوظ رکھے۔

(۲۱۵) ابو علی حسین بن احمد کاتب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مصریوں کے بڑے پیران طریقت میں سے تھے۔ ابوبکر مصری و ابوعلی رودباری وغیرہ کی صحبتوں میں رہے تھے
اور اپنے وقت کے یکتا تھے یہاں تک کہ ابو عثمان مغربی رحمۃ اللہ تعالےٰ نے ان کے حق میں کہا تھا کہ ابو علی بن کاتب
سالکوں میں سے ہیں اور مغربی رحمۃ اللہ تعالےٰ ان کی تعظیم اور ان کی شان کی عظمت کرتے تھے۔ کچھ اوپر تین سو چالیس
ہجری میں ملک بقا کو سدھارے۔ ان کا قول ہے کہ معتزلہ نے عقل سے اللہ تعالےٰ کی تنزیہ کی اس لیے خطا کی۔ اور
صوفیا نے علم سے اللہ عزوجل کی تنزیہ کی اس لیے یہ ٹھیک نشانہ پر پہنچے۔ جس نے حکمت کی بات سنی اور اس پر عمل نہ
کیا وہ منافق ہے۔ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے ہم پر صبر کیا وہ ہم تک پہنچا۔ بدکاروں کی صحبت بیماری ہے
اور اس کی دوا ان کی مفارقت ہے۔ عاشقوں سے نسیم محبت کی خوشبوئیں پھوٹتی ہیں گو وہ اسے چھپائیں اور محبت ان
سے ظاہر ہوتی ہے گو وہ اسے پوشیدہ رکھیں اور ان کو پہنچواتی ہے گو وہ اس پر پردہ ڈالیں۔ سب چیزوں کی پیش رو
ہمت ہے اس لیے جس نے ہمت کو درست کیا اس کے پاس اس کے توابع بھی پیچھے اور درست ہو کر آئیں گے۔ کیونکہ
فرمین احوال کی تابع ہوا کرتی ہیں اور جس نے اپنی ہمت کو مہمل رہنے دیا اس کے پاس اس کے توابع بھی مہمل ہو کر آئیں گے
اور مہمل احوال وافعال حق تعالےٰ کی بساط کے شایان نہیں ہیں۔ اور ان کا قول ہے کہ اللہ تعالےٰ بندہ کو اپنی ذکر کی حلاوت
عطا فرماتا ہے پس اگر بندہ اس سے خوش ہوا اور اس کا شکر بجا لایا تو اس کو اپنے قرب سے مانوس فرماتا ہے۔ اور اگر
اس نے شکر میں کوتاہی کی تو اس کی زبان پر ذکر کو چھوڑ دیتا اور اس کی حلاوت چھین لیتا ہے۔

(۲۱۶) ابو الحسین بن حبان جمال رحمہ اللہ تعالیٰ

مصر کے بڑے بزرگوں میں سے تھے۔ خراز و دبیر سمی کی صحبتوں سے فیض یاب ہوئے تھے۔ بیاباں میں ان کو سفر
آخرت پیش آیا۔ جس کا سبب یہ ہوا کہ ان کے قلب پر کوئی کیفیت طاری ہوئی اسی میں یہ اپنے منہ کی سیدھ میں نکل کھڑے

ہوئے لوگوں نے بیچ میدان میں جہاں ریگستان تھا ان کو پڑا ہوا پایا۔ انہوں نے آنکھیں کھولیں اور کہا کہ تم چلے جاؤ یہ عاشقوں کا بہارستان ہے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ لوگ میدانوں میں پیاسے ہوتے ہیں۔ اور میں نیل کے کنارے پر پیاسا ہوں۔ ان کا قول ہے کہ جس صوفی کے قلب میں رزق کی فکر جاگزیں ہو اس کے لئے برابر عمل کرنا اللہ تعالےٰ سے زیادہ تر قربت کا باعث ہے اور عمل سے کسب و پیشہ و دست کاری وغیرہ مراد ہے اور یہ کہا کرتے تھے کہ دل کے اللہ تعالےٰ کی طرف مائل ہونے اور اس سے تسکین پانے کی علامت یہ ہے کہ جب دنیا اس سے چلی جائے اور اس کی طرف پشت کرے اور جو روٹی کہ اس کو بلا رنج و مشقت ملا کرتی تھی وہ نہ ملے تو وہ قوی ہو جائے۔ دنائت کے اخلاق سے اسی طرح بچتے رہو جس طرح حرام سے بچتے ہو۔ زبان سے اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنا درجات پیدا کرتا ہے اور قلب سے اس کا ذکر کرنا قربات پیدا کرتا ہے کثرت سے تنہائی صدیقوں کا حیلہ ہے۔ اور اولیاء کی بڑی قدر صرف وہی کرتے ہیں جن کی اللہ تعالےٰ کے نزدیک بڑی قدر ہے۔

(۲۱۷) ابوبکر عبداللہ بن طاہر ابہری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

بڑے بزرگان جس اور شبلی رضی اللہ عنہٗ کے ہمسروں میں سے تھے۔ یوسف بن حسین رازی و ابو مظفر قرمینی وغیرہما بزرگوں کی صحبتوں میں رہے اور پرہیزگار عالم تھے۔ ۳۳۰ھ کے قریب راہی ملک بقا ہوئے۔ ان کے اقوال یہ ہیں۔ جمع متفرقات کا جمع کرنا ہے۔ اور تفرقہ مجموعوں کا جدا کرنا ہے۔ اس لیئے جب تم نے جمع کیا اللہ کہا اور جب تم نے تفرقہ کی تو کونین کی طرف نظر کی۔ اور اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس اختلاف سے جو ان کے بعد ان کی امت میں ہونے والا تھا۔ اور ان مصیبتوں سے جو دار دنیا میں ان پر آنے والی تھیں مطلع فرما دیا تھا۔ اسی لیئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو یاد کرتے تو اپنے دل میں اک گرہ سی پاتے تھے۔ اس لیئے اپنی امت کے لیے اللہ تعالےٰ سے مغفرت چاہتے تھے۔ ان سے کہا گیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ انسان جس قدر معلم کی باتیں برداشت کرتا ہے۔ اس قدر باپ ماں کی باتیں نہیں برداشت کرتا اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ماں باپ اس کی فانی زندگی کے سبب ہوتے ہیں اور اس کے ادب آموز اس کی باقی زندگی کے سبب اور اس کی تصدیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے ہوتی ہے کہ تم یا عالم بنو یا طالب علم اور اس کے بیچ میں نہ رہو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ ان کا قول ہے۔ کہ رنج و محن میں تین باتیں ہیں۔ تطہیر تکفیر اور تذکیر تطہیر (پاک کر دینا) بڑے گناہوں سے اور تکفیر (کفارہ دینا) چھوٹے گناہوں سے اور تذکیر (یاد دلانا) اہل صفا کے لیے ہوتی ہے اور یہ کہا کرتے تھے کہ صالحوں کی ہمت یہ ہوتی ہے کہ بغیر نافرمانی کے طاعت کریں اور عالموں کی ہمت ثواب میں زیادتی کی ہوتی ہے اور عارفوں کی ہمت یہ ہوتی ہے کہ ان کے دلوں میں اللہ تعالےٰ کی عظمت بیٹھے اور اہل شوق کی ہمت یہ ہوتی ہے کہ جلدی سے موت آجائے اور مقربوں کی ہمت یہ ہوتی ہے کہ ان کے دل اللہ تعالےٰ کی طرف جاگزیں ہوں۔

(۲۱۸) ابو مظفر قرمیسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جبل کے مشائخ میں بہت بڑے اور بزرگ اور سچے فقراء میں سے تھے۔ عبداللہ خراز اور ان کے اوپر کے بزرگوں کی صحبتیں پائی تھیں۔ اور اپنی روش میں یگانہ تھے۔ ان کا قول ہے کہ روزے تین طرح کے ہوتے ہیں۔ روح کا روزہ امید کو کوتاہ کرنے سے ہوتا ہے اور عقل کا روزہ نفس کی خواہش کے خلاف کرنے سے اور نفس کا روزہ کھانے پینے اور محارم سے رکنے سے۔ یہ کہتے تھے کہ جو شخص نوجوانوں کی صحبت میں سلامت ونصیحت کی شرائط کے ساتھ رہتا ہے اس کو یہ صحبت بلا میں مبتلا کرتی ہے۔ پھر اس کا کیا پوچھنا ہے جو ان کی صحبت میں بغیر شرائط سلامت کے رہے۔ ان کے اقوال میں سے ہے کہ فقیروں میں سے نہایت ذلیل وہ ہے جو ہر حال میں عورتوں کی عنایت کو قبول کرتا ہو۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ الرجال قوامون علی النساء (مرد عورتوں کے سردھرے ہیں) اور جو شخص اس پر راضی ہوا کہ عورت اس کی خبر گیراں ہو وہ کبھی فلاح نہ پائے گا اور اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ عنایت کا قبول کرنا فقیر کے دل کو عورت کی طرف میلان طبعی سے زیادہ تر مائل کرے گا۔ پس فقیر بالکل تباہ ہو جائے گا واللہ اعلم۔ ان کا قول ہے کہ بہترین رزق وہ ہے جو اللہ تعالے وجہ حلال سے بغیر تلاش اور کوشش کے تیرے لیے بطور فتوحات کے بھیج دے۔ تیری عمر میں سے تیرے لیے ایک ہی نفس ہے پس اگر تو اس کو اپنے فائدہ میں فنا نہ کرے تو اس کام کو بھی فنا نہ کر جس کا وبال تجھ پر آئے، جس نے شرع کے آداب اختیار کیے۔ اس کے تابعین بھی اسی کے اداب اختیار کریں گے اور جس نے ان اداب میں سستی و کاہلی کی وہ خود بھی ہلاک ہوا اور دوسروں کی ہلاکت کا بھی باعث ہوا۔ اور جس نے کسی حکمت والے سے آداب نہ سیکھے اس کا کوئی مرید با ادب نہ ہوگا۔ اور فقیر وہی ہے جس کو اللہ تعالے سے کوئی حاجت نہ ہو میں کہتا ہوں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنی حاجت کے بارے میں اللہ تعالے کے علم پر کفایت کرے اور وہ یہ سمجھے کہ اللہ تعالے اس پر خود اس سے زیادہ مہربان ہے۔ اس لیے وہ اس کو سوال کرنے کا محتاج نہ فرمائے گا۔ ورنہ وہ ایک پلک جھپکنے بھر بھی اپنے مولا سے مستغنی نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا ہے [۱] یاایھا الناس انتم الفقراء الی اللہ۔

(۲۱۹) ابوالحسین علی بن ہند قرشی فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فارس کے بڑے بزرگوں اور عالموں میں سے تھے جعفر حداد و عمرو بن عثمان مکی اور ان کے اوپر کے بزرگوں کی صحبتیں پائیں۔ ان کے احوال اعلیٰ اور ان کے مقامات بہت پاکیزہ تھے۔ ان کا قول ہے کہ اللہ تعالے کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت پر چلنے والے کی شرط یہ ہے۔ کہ اس کی وفات کی راہ گذر میں اس کے دینی و دنیاوی امور میں سے کوئی بھی اس سے مخفی نہ رہے اور یہ مشاہدہ وکشف کے طور پر ہو نہ کہ غفلت وگمان کے طرز پر اور دو چیزوں کو ان کی کان ہی میں رکھے اور یہ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالے کے ساتھ آرام طلب کرو اور اللہ تعالے سے

---

۱ بائیسویں پارہ کا پندرھواں رکوع ع (سورہ فاطر کی پندرہویں آیت) لوگو تم خدا کے محتاج ہو۔ ۱۲

الگ ہو کر آرام طلب نہ کرو کیونکہ جس نے اللہ کے ساتھ آرام طلب کیا۔ اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے الگ ہو کر آرام طلب کیا وہ ہلاک ہوا۔ پس اللہ تعالٰے کے ساتھ آرام طلب کرنا قلب کو اس کے ذکر سے راحت پہنچانا ہے اور اللہ تعالٰے سے الگ ہو کر آرام طلب کرنا دائمی غفلت ہے۔ اور ان کا قول ہے کہ جس کو اللہ تعالٰے بڑوں کی عزت و حرمت کرنے کے ذریعہ سے معزز فرماتا ہے اس کی حرمت خلق کے دلوں میں ڈال دیتا ہے اور جس کو اس سے محروم فرماتا ہے۔ اس کی حرمت خلق کے دلوں سے نکال لیتا ہے اس لیے ایسے آدمی کو تم مبغوض ہی دیکھو گے گو اس کے اخلاق اچھے اور احوال درست ہوں کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰے کے جلال کی تعظیم میں سے یہ ہے کہ مسلمان سفید بالوں کی عزت و حرمت کرے۔

(۲۲۰) ابو اسحٰق ابراہیم بن شیبان قرمیسینی رحمۃ اللہ تعالیٰ

اپنے وقت میں جبل کے شیخ تھے۔ ورع و تقویٰ میں ان کے ایسے مقامات ہیں جن سے اکثر مخلوق عاجز ہے۔ ابو عبداللہ مغربی اور ابراہیم خواص کی صحبتیں پائیں۔ دعوے کرنے والوں کے لیے بہت سخت کتاب و سنت کے بڑے پابند اور مشائخ و اماموں کے طریقہ کی برابر پیروی کرنے والے تھے۔ یہاں تک کہ عبداللہ بن منازل نے ان کی نسبت کہا تھا کہ ابراہیم بن شیبان فقیروں اور اہل ادب و معاملات پر اللہ تعالٰے کی حجت ہیں۔ ان کا قول ہے کہ جو شخص کہ معطل و بے کار ہونا چاہے وہ رخصتوں کی پابندی کرے۔ فقیروں کو جس چیز نے طریقت سے الگ اور ہلاک کر دیا وہ صرف ان چیزوں کی طرف میلان ہے جن پر اعتماد دیتا ہے۔ بقاء و فنا کا علم وحدانیت کو خالص کرنے کے اور عبودیت کو درست کرنے میں منحصر ہے اور جو اس کے سوا ہے وہ سب مغالطہ و زندقہ ہے۔ کمینے وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں عطیہ کا خیال اس کا احسان رکھنے کی حیثیت سے گذرے۔ جس نے مشائخ کی عزت و حرمت ترک کی وہ جھوٹے دعووں میں مبتلا ہوا اور ان کے سبب سے رسوا ہوا۔ اور جس نے خلوص کے متعلق تقریر کی اور اپنے نفس پر اس کا مطالبہ نہ کیا۔ اس کو اللہ تعالٰے نے اپنے ہمسروں اور بھائیوں کے نزدیک پردہ فاش ہو جانے میں مبتلا کیا۔

(۲۲۱) ابو بکر حسین بن علی بن یزدان یار رحمۃ اللہ تعالیٰ

آرمینیا والوں میں سے تھے اور تصوف میں ان کا جو طریقہ تھا وہ انہیں کے ساتھ مخصوص تھا اور بعض بزرگان عراق کے قولوں کو برا سمجھتے تھے۔ اور علوم ظاہرہ و معارف و معاملات کے عالم تھے۔ علی بن ابراہیم ارموی کہتے ہیں کہ میں نے ابن یزدان یار کو کہتے سنا کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ صوفیوں کے بارے میں جو کچھ میں نے تقریریں کی ہیں وہ تصوف اور صوفیوں کو برا سمجھنے کی وجہ سے ہے۔ واللہ میں نے یہ تقریریں صرف اس سبب سے کی ہیں کہ مجھے ان کی نسبت غیرت آئی کیوں کہ انہوں نے حق کے اسرار کو فاش اور ان لوگوں کے درمیان میں ظاہر کر دیا جو ان کے اہل نہ تھے ورنہ وہ میرے سردار ہیں جن کی محبت کے ذریعے سے میں اللہ تعالٰے کا تقرب ڈھونڈھتا ہوں۔ ان کے اقوال میں سے ہے۔ کہ مخلوق کی رضامندی اللہ تعالٰے سے یہ ہے کہ جو کچھ وہ کہتا ہے اس سے وہ راضی رہیں اور اللہ تعالٰے کا ان سے راضی ہونا یہ ہے کہ ان کو اپنے آپ سے راضی ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ جس شخص نے برابر گناہ کرتے رہنے کی حالت میں اللہ تعالٰے سے

بخشائش چاہی اس پر اللہ تعالےٰ توبہ اور اپنی طرف رجوع ہونے کو مرام کر دیتا ہے اور حیاء کی بہت قسمیں ہیں۔
جن میں سے ایک گناہ کرنے کی حیا ہے جیسا کہ روایت ہے کہ آدم علیہ السلام بہشت میں گناہ کرنے کے بعد اپنی ناک
کی سیدھ میں بھاگ کھڑے ہوئے اس پر اللہ تعالےٰ نے ان کو وحی بھیجی کہ اے آدم کیا تو مجھ سے بھاگتا ہے۔ آدم علیہ السلام
نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ اے پروردگار تجھ سے شرما کر۔ اور دوسری کمی کرنے کی حیا ہے جیسا کہ فرشتوں کا قول ہے
کہ سبحانک ما عبدناک حق عبادتک (تو پاک ہے جیسا کہ تجھ کو پوجنا چاہیئے تھا ویسا ہم نے تجھ کو نہیں پوجا) اور
تیسری حیا اجلال ہے جیسا کہ روایت ہے کہ اپنے پروردگار سے شرما کر اسرافیل نے اپنے دونوں بازوؤں کو اپنا
پیراہن بنا لیا۔ اور چوتھی عزت کی حیا ہے جیسا کہ روایت ہے کہ عیینہ[1] بن حصن فزاری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسی
حالت میں چلے آئے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلعم کے پاس تھیں۔ اس لیئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک
کو اٹھایا اور حضرت عائشہ کو ان سے چھپا لیا اس پر انہوں نے پوچھا کہ اے محمد یہ کیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ یہ وہ حیا ہے کہ جو ہم کو عطا ہوئی ہے اور تم اس سے محروم ہو یا کوئی اور عبارت ہے جس کے معنی یہی ہیں اور
پانچویں کرامت و بزرگی کی حیا ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے صحابہ کی تادیب میں فرمایا ہے کہ فاذا طعمتم فانتشروا ولا
مستانسین لحدیث ان ذلکم کان یؤذی النبی فیستحی منکم اور چھٹی نیکی کرنے کی حیا ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے کہا گیا کہ یا رسول اللہ[2] اللہ تعالےٰ نے آپ کو اس کی تکلیف تو دی نہیں ہے اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کیا کروں لوگ مجھ سے سوال کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ نے مجھ میں بخل دیا نہیں ہے۔ اور ساتویں
مخلوق کی حیا ہے۔ کیوں کہ روایت ہے کہ عمر بن الخطاب رضؓ نے نماز شروع کر دی۔ تب ان کو یاد آیا کہ مجھے طہارت نہیں ہے
چنانچہ وہ نماز سے باہر نکل آئے اور کہنے لگے کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ لوگوں کی شرم سے نماز کو نہ توڑوں۔ اور آٹھویں تحقیق
اور خلق کا لحاظ اٹھا دینے کی حیا کیونکہ روایت ہے کہ بعض صحابی مسجد کو آ رہے تھے اور نماز ہو چکی تھی اور لوگ واپس جاتے
ہوئے ان کو ملے تو انہوں نے بغیر کسی علت کے شرم سے منہ پھیر لیا اور جب تک سب لوگ گذر نہ گئے منہ پھیرے رہے۔
اور نویں حیا استحقار ہے کیونکہ روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی ایک مناجات میں کہا کہ مجھے دنیا کی بعض ضرورتیں
پیش آ جاتی ہیں مگر اے پروردگار تجھ سے اس کا سوال کرتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ اس پر جناب باری سے ارشاد
ہوا کہ تم مجھ سے اپنی روٹی کے لیے نمک اور اپنے گدھے کے لیئے چارہ تک مانگا کرو۔ اور دسویں حیانت و پارسائی کی حیا
ہے جیسا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ میں نے کبھی زنا نہ کیا نہ جاہلیت میں نہ اسلام میں۔ اور گیارہویں وقار کی
حیا ہے جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عثمان رضی اللہ عنہ سے حیا کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ کیوں میں اس

---

[1] فتح مکہ کے بعد ایمان لایا اور بقول بعضے فتح کے قبل۔ جنگلی عربوں اور مولفۃ القلوب میں سے تھا۔ ابن عبدالبر نے اس کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ آیت حجاب کے نزول سے پہلے کا ہے اور اسی موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نسبت فرمایا تھا کہ احمق مطاع یعنی بے وقوف ہے مگر اس کی قوم اس کا حکم مانتی ہے ۱۲۔ مترجم

[2] بائیسواں پارہ کا چوتھا رکوع (سورہ احزاب کی ترپنویں آیت) اور جب کھا چکو تو آپ کو چلے جاؤ اور باتوں میں نہ لگ جاؤ اس سے پیغمبر کو ایذا ہوتی تھی اور وہ تمہارا لحاظ کرتے تھے ۱۲۔

شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔ اور بارہویں حیاءِ حشمت جس کی مثال یہ ہے کہ علیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے مقداد بن اسود سے کہا کہ رسول اللہ علیہ وسلم سے مذی کے بارے میں تم پوچھ دو مجھے ان سے پوچھتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اس لیئے کہ آنحضرت کی جگر گوشہ میرے نکاح میں ہیں۔ اور تیرھویں تعجب اور استبعاد کی حیا ہے جیسا کہ روایت ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب ام سلیم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عورتوں کے بارے میں یہ پوچھتے سنا کہ جب عورت خواب میں وہ معاملہ دیکھے جو مرد دیکھتے ہیں تو وہ غسل کرے یا نہیں اور آنحضرت نے فرمایا کہ ہاں جب تری دیکھے تب عائشہ رضی اللہ عنہا نے شرم سے منہ ڈھانک کر کہا کہ کیا جیسا خواب مرد دیکھتے ہیں عورتیں بھی دیکھتی ہیں۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیر باشد اگر ایسا نہ ہوتا تو مشابہت کہاں سے ہوتی اور چودھویں عزت کی حیا ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے شعیب علیہ السلام کی بیٹی کے بارہ میں فرمایا ہے کہ "دو میں[1] سے ایک شرم کے ساتھ چلتی ہوئی ان کے پاس آئی" اور پندرہویں حق کو بیان کرنے کے لیئے مثالیں دینے کی حیا جیسا کہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ[2] کوئی مثال مچھر اور اس سے زیادہ کی دینے میں نہیں شرماتا ہے اور سولہویں حق کی حیا جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا فرمانا کہ" اور[3] بے شک اللہ حق سے نہیں شرماتا۔ عورتوں کے پیچھے کے عضو میں دخول نہ کرو" اور سترھویں نصیحت کرنے والے کے لیے خود نصیحت قبول کرنے کی نگہداشت کی حیا جیسا کہ جناب باری عزاسمہ نے عیسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا ہے کہ اے عیسیٰ تم اپنے آپ کو نصیحت کرو پس اگر تم نصیحت قبول کرو تب لوگوں کو نصیحت کرو ورنہ مجھ سے شرماؤ۔ اور اٹھارہویں معراج کی شب کو لوٹ آنے کی حیا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "شرماؤ اللہ سے جیسا شرمانا چاہیئے" اور بیسویں حیا احسان ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی نسبت خبر دی ہے جو اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں اور فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب میں خلائق سے محاسبہ لوں گا تو مجھے ان لوگوں کا محاسبہ لیتے ہوئے شرم آئے گی اور ہم نے جو خدا کے اس فعل کو احسان کہا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کا قول ہے" ھل[4] جزاء الاحسان الا الاحسان" احسان کی جزاء احسان ہی ہے۔ پس ان کی پرہیزگاری کے معاوضہ میں اللہ تعالےٰ نے ترک محاسبہ ان کے ساتھ کیا۔ اور اکیسویں بار بار سوال کرنے کی حیا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ بندہ جب اللہ تعالےٰ کو "اے میرے پروردگار" کہہ کر پکارتا ہے تو خداوند تعالےٰ اس سے منہ پھیر لیتا ہے اور پھر وہ "اے میرے پروردگار" کہتا ہے تب بھی وہ منہ پھیر لیتا ہے اور وہ تیسری مرتبہ اور چوتھی مرتبہ کہتا ہے تب اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ کہ میں اپنے بندہ کے "اے میرے پروردگار" کہنے سے شرما گیا۔ اور بائیسویں معاتبت کی حیا ہے جیسا کہ مروی ہے کہ اللہ تعالےٰ قیامت کے دن اپنے بندہ پر عتاب فرمائے گا تب وہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار تیرا عذاب تیرے

---

[1] بیسویں پارہ کے چھٹے رکوع (سورہ قصص کی پچیسویں آیت) فجاءتہ احدٰھما تمشی علی استحیاء ۱۲
[2] پہلے پارہ کا تیسرا رکوع (سورہ بقر کی چھبیسویں آیت ان اللہ لا یستحیی ان یضرب مثلاً ما بعوضۃ فما فوقھا ۱۲
[3] بائیسویں پارہ کا چوتھا رکوع (سورہ احزاب کی آیت ۵۳) ان اللہ لا یستحیی من الحق ۱۲
[4] ستائیسویں پارہ کا تیرھواں رکوع (سورہ رحمٰن کی ساٹھویں آیت) بھلا نیکی کے سوا نیکی کا بدلہ کچھ اور بھی ہو سکتا ہے۔

عتاب سے بہتر ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ بندہ کو جب سزا دی گئی تو وہ ایسا ہو گیا کہ گویا جو حق اس پر تھا وہ ادا ہو گیا اس لیے اس کو اس کے بعد راحت ہوئی بخلاف اس کے جس پر عتاب ہو وہ تو ہمیشہ اپنے پروردگار سے نادم و شرمندہ ہے اس سبب سے وہ ہمیشہ رنج میں ہے۔ واللہ اعلم۔ اور تیئیسویں توکل کی حیا ہے جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔ کہ مجھے اپنے رب عزوجل سے شرم آتی ہے کہ اس کے سوا کسی چیز سے ڈروں۔ اور چوبیسویں نیکو کاری کی حیا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالےٰ سے اسی طرح شرماؤ جس طرح تم اپنی قوم کے نیکو کار سے شرماتے ہو اور پچیسویں آنکھ کی حیا ہے جیسا کہ نقل ہے کہ سفیان ثوری رابعہ عدویہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ان سے باتیں کیں یہاں تک کہ رابعہؓ نے کہا کہ میں تو دنیا کو اس سے مانگنے میں شرماتی ہوں جو اس کا مالک ہے۔ پھر اس کو کیونکر مانگوں جو اس کا مالک نہیں ہے۔ اور چھبیسویں واجب کی حیا ہے جیسا کہ روایت ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے زنان انصار کی ان لفظوں میں تعریف و توصیف کی کہ ان کو حیا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (معمولی ایام کے خون کی) زردی و تیرگی کا حال پوچھنے سے باز رکھا۔ اور ستائیسویں حیا حرمت و عزت ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ ابوموسےٰ اشعریؓ نے حضرت عائشہؓ عنہا سے کہا کہ میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ مگر مجھے اس کو آپ سے پوچھتے ہوئے شرم آتی ہے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ جو کچھ تم اپنی ماں سے پوچھ سکتے ہو وہ مجھ سے بھی پوچھو۔ تب ابوموسےٰ نے کہا کہ آدمی اپنی بیوی سے صحبت کرے مگر انزال نہ ہو تو اس پر غسل واجب ہے یا نہیں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ جب دونوں کی شرمگاہیں مل گئیں تو غسل واجب ہو گیا ہم کو جب ایسا اتفاق ہوا تو ہم نے غسل کیا تھا۔ اور اٹھائیسویں رحمت کی حیا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالےٰ کو سفید بالوں والوں کے تئیں آگ سے سزا دیتے ہوئے شرم آتی ہے اور انتیسویں غرور کی حیا ہے جیسا کہ ابوالدرداء کا قول حمص والوں سے "کیا تم کو اپنے پروردگار سے شرم نہیں آتی کہ عمارتیں ایسی بناتے ہو جن میں تم رہتے نہیں اور چیزیں وہ جمع کرتے ہو جو تم کھاتے نہیں اور امیدیں ایسی کرتے ہو جو پوری نہیں ہونے کی۔" اور تیسویں نصرت کی حیا ہے جیسا کہ ایک نیکو کار نے خواب دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ اے بصرہ والو، اے یہودیوں جیسے لوگو! اپنے پروردگار سے حیا کرو۔ اور اکتیسویں ایمان کی حیا ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ "حیا ایمان میں سے ہے۔" اور "حیا جنت میں جائے گی۔" اور بتیسویں حیا زینت ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جس چیز میں نرمی ہو گی اس کو وہ زینت دے گی۔ اور تینتیسویں بھلائی کی حیا ہے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اس سوال کے جواب میں ہے کہ حیا کیسی چیز ہے؟ "حیا سراسر بھلائی ہے۔ دین اور دنیا کی بھلائی ہے۔" اور ان کا قول ہے کہ جب لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے کی بلا میں مبتلا ہو تو بچے اور خوب بچتے رہو۔ اس سے تمہارا کوئی ایسا فعل محفوظ نہ رہے گا۔ جس سے تم اللہ تعالےٰ کی نظروں سے اور اس شخص کی نگاہوں سے گر و جو تمہارے ترک ادب کا حال سنے اور کہا کرتے تھے کہ جب تک آفتاب مغرب سے طلوع نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ کا دروازہ کھلا رہے گا۔ اس لیئے جس وقت تم سے کوئی بے ہودہ بات یا کوئی ایسا فعل سرزد ہو جس کو اللہ تعالےٰ پسند نہیں فرماتا تو اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کر دیکیوں کہ وہی سب سے زیادہ تمہارا مستحق ہے۔ اور اس کی امید رکھو کہ وہ اپنے فضل و کرم سے تم کو قبول فرمائے گا۔

(۲۲۲) ابو اسحٰق ابراہیم بن احمد بن مولد رحمۃ اللہ تعالیٰ

یہ رقہ کے بڑے بزرگوں اور جواں مردوں میں سے تھے اور ان کی سیرت سب سے عمدہ تھی۔ ابو عبداللہ بن جلاء دمشقی و ابراہیم بن داؤد قصار رقی کی صحبتوں میں رہے تھے۔ ان کا قول ہے کہ حق کی نگہبانی جس کی خبر گیران ہوگی وہ اس سے زیادہ بزرگ ہے جس کی علم کی سیاست ادب دینے والی ہو (میں کہتا ہوں) کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی نگہبانی ان حلقوں سے اس کو بچا دے گی جو اس کو نقصان پہنچائیں بخلاف علم کی نگہبانی کے کہ جس میں یہ ہوگی وہ اگر ایک ورطہ سے چھوٹے گا تو دوسرے میں ضرور ہی پڑ جائے گا۔ اس لیے جس کی خبر گیران حق کی نگہبانی ہوگی وہ اس شخص کے حکم میں ہوگا۔ جو پیر و مرشد کے ہاتھ پر چلتا ہے اور جس کی خبر گیران علم کی نگہبانی ہو گی وہ اس شخص کے حق میں ہوگا جو اپنی ذات سے بغیر پیر و مرشد کے چلتا ہے واللہ اعلم۔ اور ان کا قول ہے۔ کہ روحیں خوشیوں میں پیدا کی گئی ہیں۔ اسی لیئے یہ ہمیشہ مشاہدہ سے خوشی کی جگہ کی طرف عروج کرتی ہیں اور جسم رنجوں سے پیدا ہوئے ہیں۔ اسی لیئے یہ ہمیشہ اپنے رنج و تکلیف یعنی فانی خواہشوں کی جستجو اور ان کے لیے رنج کشی کی طرف لوٹتے ہیں۔ اور ان کا مقولہ ہے کہ جس نے اس کے ذریعہ سے گفتگو کی۔ اس نے اپنے آپ سے اس کو فنا کر دیا اور جس نے اس سے گفتگو کی اس نے اپنے لیے اس کو باقی رکھا بعدہٗ دو شعر پڑھتے تھے جن کا ترجمہ یہ ہے ؎

عاشقوں کا آب چشم، اور سوز دل
گر نہ ہوتے آب و آتش تھے ذلیل
آگ کیا ہے؟ ان کی آہ آتشیں
آب؟ انہیں کی چشم گریاں کی سبیل

اور ان کا قول ہے کہ کھانے میں فقراء کے آداب یہ ہیں کہ عمدہ کھانوں کی طرف ہاتھ نہ بڑھائیں مگر ضرورت کے وقت اور پھر اس وقت بھی صرف سد رمق کے اندازے سے کھائیں۔ گو یہ اُڑ کے برابر کھانے کیوں نہ ہوں اور باقی اوروں کے لیے چھوڑ دیں اور جو شخص اوامر الہٰی کو بجالانے کے لیے اپنے نفس کے ساتھ متعہد ہوا۔ اس کے مقبول ہونے میں شک ہے اور جو ان کے بجالانے کو اللہ کے ذریعہ سے کھڑا ہوا وہ بلا شک مقبول ہے اور مجاہدہ کے بعد فترت (سستی) ابتدا کی خرابی سے ہوا کرتی ہے اور کشف کے بعد حجاب، احوال پر مطمئن ہو جانے سے ہوتا ہے اور تمہارا نفس تم کو معمولی چال سے لے جاتا ہے اور تمہارا قلب تم کو لے اڑتا ہے۔ اس لیے تم کو اس کے ساتھ رہنا چاہیے جو جلد پہنچنے والا ہے اور اسی معنی میں کہا گیا ہے ؎

نرمی رفتار ہے کشتی کی رفتار
ہے مل جانا پروں کا اور پرواز

(۲۲۳) ابو عبداللہ محمد بن احمد بن سالم بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سہل بن عبداللہ تستری کے مرید اور ان کے ایسے کلام کے راوی ہیں جو ان کے سوا کسی اور بزرگان طریقت

کی طرف منسوب نہیں ہیں۔ یہ صاحب اجتہاد تھے اور ان کا طریقہ وہی ہے جو ان کے پیر سہل رض کا تھا اور بصرہ میں ان کے پیرو ان طریقت موجود ہیں، جو ان کی اور نیز ان کے بیٹے ابوالحسین کی طرف منسوب ہیں۔ ان کا قول ہے کہ جس شخص میں توکل کی سکت ہو اس کے لیے کسی حال میں کسب کرنا مباح نہیں ہے مگر معاونت کے طور پر نہ کہ ان پر اعتماد کرنے کے طریقہ سے کیوں کہ توکل تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال تھا اور کسب کرنا آپ کی سنت ہے اور جو شخص کمزوری کے باعث توکل سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال تھا باز رہے اس کو کسب کرنا چاہیے تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے درجہ سے نہ گرے جیسا کہ ان کے حال کے درجہ سے گرا۔ ان سے پوچھا گیا کہ مخلوق میں اولیاء اللہ کن باتوں سے پہچانے جا سکتے ہیں انہوں نے کہا کہ اپنی نرم زبانی سے اور جو کوئی ان سے معذرت کرے اس کے عذر کو قبول کر لینے اور کل مخلوق نیکو کار و بدکار کے ساتھ بکمال مہربانی پیش آنے سے اور جو شخص اپنی برائیوں کو چھپائے رکھنا چاہتا ہو اور اپنی پردہ دری نہ چاہتا ہو اس کو لازم ہے کہ جو شخص اس کا جرم کرے اس سے بردباری کے ساتھ پیش آئے اور اپنے مال میں سخاوت کرے۔ اور ہر عاقل کے لوازمات میں سے ہے کہ دنیاداروں سے بچا رہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ دنیادار اپنے اشغال کے تذکروں میں پھنسا کر اسے ان دینی دنیاوی مصالح سے باز رکھیں گے جن میں وہ معروف ہے۔

(۲۲۴) محمد بن علیان نسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ و رضی اللہ عنہ

نساء[1] کے بڑے بزرگان طریقت اور ابوعثمان حیری کے (جن کی نسبت کہا گیا ہے کہ اہل معارف کے امام تھے) یاروں میں سے تھے۔ یہ مسائل و واردات کی تحقیق کے لئے ابوعثمان کے پاس جانے کے ارادہ سے نسا سے جب روانہ ہونے تھے تو جب تک نیشاپور پہنچ کر امور دریافت طلب دریافت نہ کر لیتے بیچ میں مطلق کھانے پینے نہ تھے۔ یہ بہت بڑے عالی ہمت بزرگ تھے اور ان کی کرامت ظاہر تھی۔ ان کے اقوال یہ ہیں۔ دنیا سے پرہیز کرنا رغبت آخرت کی کنجی ہے۔ اولیاء کی نشانیاں اور ان کی کرامتیں یہ ہیں کہ جن تقدیری امور سے عوام ناخوش ہوتے ہیں ان سے وہ خوش ہوتے ہیں۔ سخی کی سخاوت صرف اسی سے خالص ہوتی ہے کہ اپنے عطیہ کو حقیر سمجھے اور جس نے اس کا عطیہ قبول کیا اس کا احسان مانے۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی خدمت ثواب کی امید یا عذاب کے ڈر سے کی۔ اس نے اپنی دنائت کھول دی اور اپنی طمع ظاہر کر دی۔ اور غلام کے لیے بہت بری بات ہے کہ اپنے آقا کی خدمت کسی دنیوی یا اخروی غرض سے کرے اور جس نے اپنی کرامت ظاہر کی وہ مدعی ہے اور جس پر کرامتیں ظاہر ہوئیں وہ ولی ہے۔

(۲۲۵) ابوبکر احمد بن محمد بن سعدان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اصل میں بغداد کے رہنے والے اور جنید و ثوری رضی اللہ عنہما کی صحبتیں پائے ہوئے تھے۔ یہ اپنے

---

[1] نسا بروزن سما ایران کا ایک شہر ہے اور جیسا کہ یاقوت حموی نے لکھا ہے۔ نیشاپور سے چھ یا سات دن کے فاصلہ پر واقع ہے ۱۲ مترجم

وقت کے تمام بزرگوں سے صوفیا کے علوم میں زیادہ تر ماہر تھے۔ اور علاوہ بر آں علوم شرع کے بھی بر آوردہ عالم تھے اور امام شافعی کے مذہب کے پیرو تھے اور گویا وہ مقرر شخص تھے۔ ایک مرتبہ شاہ روم کے پاس اصل طرسوس کی طرف سے ایک شخص کو بھیجنے کی ضرورت ہوئی تو علم و فضل اور تقریر و فصاحت میں کوئی بھی ان کا جیسا نہ ٹھیرا یہاں تک کہ لوگوں نے کہا کہ اس زمانہ میں اس گروہ میں صرف دو آدمی رہ گئے ہیں ایک ابوعلی رودباری مصر میں اور دوسرے ابوبکر بن سعدان عراق میں اور ابوبکر زیادہ سمجھ دار ہیں۔ ان کے اقوال میں سے ہے کہ جو شخص صوفیوں کی صحبت میں رہنا چاہے۔ اس کو بے نفس بے دل اور بے ملک ہو کر ان کی صحبت میں آنا چاہیے۔ جس نے روایت کا علم سیکھا وہ درایت کے علم کا وارث ہوا اور جس نے درایت کا علم سیکھا وہ رعایت رنگہداشت حق) کے علم کا وارث ہوا اور جس نے رعایت کے علم پر عمل کیا اس کو حق کی راہ مل گئی۔ جو شخص غفلت کے ساتھ مناظرہ کرنے کو بیٹھا۔ اس میں تین عیبوں کا پایا جانا لازمی ہے اول جدال اور چیخنا چلانا اور یہ منع ہے دوسرا لوگوں پر برتری کی خواہش اور یہ بھی ممنوع ہے اور تیسرا کینہ و غضب اور یہ بھی ممنوع ہے اور جو شخص انصاف کرنے کو بیٹھے گا اس کے کلام کی ابتدا نصیحت یا سچی رہنمائی۔ اور انجام برکت ہوگی۔ جب حقائق ظاہر ہوئے تو علم و فہم کے آثار مٹ گئے۔ روحیں نور سے پیدا کی گئیں اور قالبوں میں ڈالی گئیں۔ پس جب روح قوی ہوئی تو عقل کی ہم جنس ہوگئی اور برابر نور آنے لگا اور قالب کی تاریکی زائل ہوگئی اور روح و عقل کے انوار سے قالب روحانی مطیع اور اس کے طریق کے پابند ہوگئے اور روحیں اپنے معدن میں یعنی غیب کی طرف رجوع ہوئیں۔ اور مقدرات کے مجریٰ کے مطالعہ کرنے لگیں اور قضا و قدر کے مورد سے راضی ہونے لگیں۔ اور صوفی تو وہی ہے جو صفات و علامات سے باہر ہو گیا ہو۔

(۲۲۶) ابوسعید احمد بن محمد بن زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابن بشر بن درہم بن اعرابی اموی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اصل میں بصرہ کے تھے اور مکہ میں سکونت اختیار کی تھی۔ یکتائے زمانہ اور اپنے وقت کے شیخ الحرم تھے جہاں انہوں نے ۳۴۱ھ میں وفات پائی اور اس گروہ کے لیے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ جنید۔ ثوری۔ عمرو مکی۔ مسوحی و ابوجعفر حداد کی صحبتوں میں رہے اور اس گروہ کے بہت بڑے بزرگوں اور عالموں میں سے تھے۔ ان کے چند قول یہ ہیں۔ وعدہ و عید دونوں اللہ تعالیٰ سے ثابت ہیں۔ اس لیے جب وعید سے پہلے وعدہ ہو تو وعید دھمکی ہے اور جب وعدہ سے پہلے وعید ہو تو وعید منسوخ ہے اور جب دونوں ایک ہی ساتھ پائے جائیں تو وعدہ کو فوقیت و استحکام ہے کیونکہ وعدہ بندہ کا حق ہے اور وعید اللہ تعالیٰ کا اور فیاض اپنے حق سے احسانًا دست بردار ہو جاتے ہیں۔ بہت تھوڑے ایسے ہیں جنہوں نے کسی وقت کا دعویٰ کیا ہو اور وہ رسوا نہ ہوئے ہوں یا اپنی قوت کے حوالہ نہ کر دیئے گئے ہوں۔ اگر عارف سے کہا جائے کہ تم دنیا میں رہو گے تو وہ رنج سے مر جائیں اور اگر اہل جنت سے کہا جائے کہ تم جنت سے نکالے جاؤ گے تو ان کی جانوں پر بن جائے۔ پس عارف کو دنیا صرف اسی سبب سے اچھی معلوم ہوتی ہے کہ اس سے باہر نکلنا ان کی آنکھوں کے سامنے ہے اور جنتیوں کو بہشت صرف اس وجہ سے بھاتی ہے کہ اس میں ہمیشہ

رہنا ان کے پیش نظر ہے۔ علوم کے مدارج و اصلوں کے اعتبار سے قائم ہوتے ہیں اور حقائق کے صرف مکاشفہ کے ذریعہ ہے۔ سب سے اچھا وہ وقت ہے، جس میں حق مجھ سے راضی ہو۔ اور فقیروں کے اخلاق میں سے یہ ہے کہ ان کو نہ ہونے کے وقت اطمینان ہو اور ہونے کے وقت بے قراری اور غم و رنج سے مانوس ہوں اور لوگوں کے دنیا پر خوش ہونے سے گھبرائیں۔

(۲۲۷) ابو عمرو محمد بن ابراہیم زجاجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اصل میں نیشاپور کے تھے۔ جنید، ثوری۔ ابوعثمان۔ رویم و خواص رضی اللہ عنہم کی صحبتیں اٹھائیں۔ مکہ معظمہ آئے وہیں مسکن گزیں ہوئے وہاں کے شیخ اور منظور نظر ہوئے۔ انہوں نے تقریباً ساٹھ حج کیے اور حرم ہی میں ۳۴۸ھ میں رحلت کی۔ یہ کتانی۔ نہرجوری۔ مرتعش وغیرہم ایک جگہ جمع ہوا کرتے تھے اور یہی صدر حلقہ ہوتے تھے اور جب کسی امر میں تقریر کرتے تھے تو سب کے سب ان کے کلام کی طرف رجوع کرتے تھے اور ان کے فضائل احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔ چالیس برس مکہ معظمہ میں رہے مگر کبھی انہوں نے احاطہ حرم[1] میں بول و براز نہ کیا بلکہ برائے قضائے حاجت کو حل[2] کی طرف جاتے تھے۔ ان کا قول ہے کہ جس نے ایسے حال کی نسبت لب کھولے جس پر وہ پہنچا نہیں ہے اس کا کلام اس شخص کے لیے آفت ہے جو اس کو سنے گا اور نفسانی خواہش ہے جو اس کے قلب میں پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس حال پر پہنچنا حرام کر دے گا۔ اور جو شخص جوار حرم میں رہے اور اس کا قلب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور چیز سے تعلق رکھے وہ کھلے ہوئے گھاٹے میں ہے اور جس نے حرم میں پردیسی حاجیوں کی کوئی چیز فراغت سے زندگی بسر کرنے کے لیے چرائی اس کو اللہ تعالیٰ نے دور باش کہی اور اس کے دل کو بخل و نحوست کے سپرد کیا اور شکایت میں اس کی زبان کھول دی۔ اور معرفتوں سے اس کے دل کو خالی کر لیا۔ اور یقین کے انوار اس سے نکال لیے اور اپنی مخلوقات کو اس کا دشمن بنا دیا۔ میں کہتا ہوں کہ اسی پر ان لوگوں کو بھی قیاس کرنا چاہیے جو بیت المقدس مدینہ منورہ[3] کے حرم اور بڑی بڑی قابل تعظیم مسجدوں جیسے مصر کی جامع ازہر۔ ملک مغرب کی جامع زیتونہ وغیرہا میں رہا کرتے ہیں۔ واللہ اعلم یہ کہا کرتے تھے کہ کھوئی ہوئی چیز کے لیے یہ دعا ہماری آزمائی ہوئی ہے۔ "اللّٰھم یا جامع الناس لیوم لاریب فیہ اجمع بینی وبین ضالتی اور اس کے پہلے تین بار سورہ والضحیٰ پڑھے میرا ایک نگینہ دجلہ میں گر پڑا تو میں نے یہ دعا پڑھی آخر کتاب کے ورقوں میں جن کو میں الٹ پلٹ رہا تھا مجھے

---

[1] حرم مکہ اس زمین کو کہتے ہیں جو ہر طرف سے مکہ کو گھیرے ہوئے اور اس کے حکم میں ہے اس کو حرم اس سبب سے کہتے ہیں کہ اس میں وہ چیزیں حرام ہیں جو اور جگہ حرام نہیں ہیں۔ اس کے حدود ہر جانب برابر نہیں ہیں کہ جعرانہ کی سمتوں کے سوا باقی ہر سمت میں حرم کی حد پر منارہ بنا ہوا ہے ۱۲۔ مترجم

[2] حرم کے سوا جو زمین ہے وہ "حِل" ہے ۱۲۔ مترجم

[3] حرم مدینہ جبل عیر و جبل ثور کے مابین ہے اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق اس کو صرف حرمت و تعظیم کے اعتبار سے حرم کہتے ہیں ورنہ شکار کرنے اور درختوں کے کاٹنے وغیرہ میں اس کا حکم مکہ کے حرم کا سا نہیں ہے ۱۲ مترجم۔

وہ نکمہ مل گیا۔ اس سے اس حدیث کا کہ تفکر ساعۃ خیر من عبادۃ سنۃ (ایک گھڑی کا غور وخوض سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے) مطلب پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ اس غور وخوض سے نفس کا مجہول جانا مراد ہے۔

(۲۲۸) جعفر بن محمد بن نصیر خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا عرف خلدی اور مولد ومنشا بغداد تھا۔ جنیدؒ کی صحبت میں رہے اور انہیں کے مریدوں میں شمار ہوتے تھے اور انہیں کی طرف منسوب تھے۔ کو فوری۔ رویم۔ میمون۔ جریری وغیرہم بزرگان طریقت کی صحبتیں بھی انہوں نے پائی تھیں۔ گروہ صوفیا کی کتابوں۔ حکایتوں اور سیر میں لوگ انہیں کی طرف رجوع کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک دن انہوں نے کہا کہ ایک سو تیس سے کچھ اوپر صوفیوں کے دیوان میرے پاس ہیں۔ اس پر ان سے پوچھا گیا کہ علی محمد ترمذی کی کتابوں میں سے بھی کوئی آپ کے پاس ہے اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ میں ان کو صوفیوں میں شمار نہیں کرتا میں کہتا ہوں کہ حق یہ ہے کہ وہ اکابر صوفیا اور اوتاد میں سے تھے۔ اور اگر ان کی اور کوئی مناقب نہ ہوتی تو یہی کیا کم ہے کہ ان کے بنائے ہوئے چند سوال ہیں جن کے جواب ختم الاولیاء کے سوا کسی سے نہیں بن پڑتے اسی سے ان کے مقام کا پتہ چلتا ہے جیسا کہ شیخ محی الدین ابن العربیؒ نے اس کی تصریح کی ہے اور امام قشیری نے ان کو ان لوگوں میں شمار کیا ہے جن پر طریقت کا مدار ہے اور عارف جو صوفیوں کے دیوان جمع کرتے ہیں تو ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ معاملت میں ان کے طریقے معلوم کر کے مریدوں اور بھائیوں کو صحیح ہدایت کریں۔ کیوں کہ اولیا اللہ تعالےٰ کے دروازے ہیں۔ پس جس شخص میں ایک ولی کے طریق سے داخل ہونے کی قابلیت نہ ہوگی وہ دوسرے کے طریق سے داخل کیا جائے گا۔ اور جو شخص لوگوں کو اللہ تعالےٰ کی طرف بلاتا ہے۔ اس کو اس سے بڑی مدد ملتی ہے کہ جو خاص طریق کسی کے لیئے وہ اختیار کرنا چاہے اس پر اس سے پہلے کچھ لوگ چل چکے ہوں واللہ اعلم۔ یہ بڑے فتویٰ دینے والے اور عمدہ ترین وکامل ترین حال بزرگ تھے انہوں نے ساٹھ حج کے قریب کیے تھے اور ۳۴۸ھ میں بغداد سے ملک بقا کی راہ لی۔ ان کی قبر شونیزیہ میں سری سقطی وجنیدؒ رضی اللہ عنہما کے مزاروں کے قریب واقع ہے۔ ان کے چند اقوال یہ ہیں:۔ اہل حقائق کو ان علائق کو جو انہیں حق سے جدا کرے قبل اس کے قطع کر دیتے ہیں۔ کہ وہ ان کو جدا کرنے پائیں۔ قرابت مندوں کے ساتھ سلوک کرنے کے لیے کام کرنا اخلاص میں خلل انداز نہیں ہے۔ جو شخص اپنے حال میں متناہی (یعنی محدود) ہوگا وہ ہر چیز میں اثر کرے گا اور ہر شے کے اندر آئے گا اور اس میں کوئی چیز اثر نہ کرے گی اور نہ کچھ اس سے لے گی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جب آغاز حال میں وحی اترتی تھی تو آپ فرماتے تھے کہ "مجھے چادر میں لپیٹو مجھے چادر میں لپیٹو" تاکہ آپ متمکن ہو جائیں اور ٹھیر جائیں۔ آزاد مردوں کی کوششیں دنیا میں اپنے بھائیوں کے لیئے ہوتی ہیں نہ اپنی ذات کے لیئے میں کہتا ہوں کہ جب میں نے سنہ ۲۹۷ھ میں حج کیا تو میں نے جو کچھ دعائیں بیت اللہ کے اردگرد میں اور بیت اللہ کے اندر اور تمام قبولیت کی جگہوں میں کیں سب اپنے بھائیوں کے لیئے کیں کیوں کہ جواں مردی یہی ہے کہ اپنی ذات کے نفع پر اپنے بھائیوں کے نفع کو مقدم رکھے تاکہ اللہ تعالےٰ اس کی حاجتوں کو بر لائے اور مشکلوں کو آسان کر دے۔ فالحمد للہ رب العالمین۔ یہ کہتے تھے کہ میں نے جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

گو کہتے سنا کہ جس شخص نے معاملت میں خلوص برتا اس کو اللہ تعالےٰ نے جھوٹے دعووں سے نجات دی۔ یہ بیان کرتے تھے کہ حرم شریف میں ایک شخص کو بھوک لگی اس نے حجر اسمٰعیل میں اپنے رب سے دعا کی چنانچہ میزاب کی چاندی کی ایک کیل اس کی گود میں گر پڑی جس سے اس نے اپنا کام چلایا۔ ان کا قول تھا کہ میں نہیں جانتا کہ اللہ تعالےٰ اور اس کے احکام کے علم سے افضل بھی کوئی چیز ہو کیونکہ اعمال پاک وصاف نہیں ہوتے مگر علم ہی سے اور جس کے پاس علم نہیں اس کا عمل نہیں۔ ہاں علم کے متعلق جو چیز ناپسندیدہ ہے وہ اس کا ضائع کرنا اور پس پشت ڈال دیتا ہے۔ اس پر ان سے پوچھا گیا کہ کیا علم کی طلب کوئی عمل ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ تو بہت بڑا عمل ہے۔ اور کیوں نہ ہو علم ہی سے اللہ تعالےٰ کی معرفت و طاعت حاصل ہوتی ہے۔ اور علم ہی سے حیا کرنے والے اللہ تعالےٰ سے شرماتے ہیں اور علم اعمال سے مقدم ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ (انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو اس کو معلوم نہ تھیں) اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے عَلَّمَهُ الْبَیَانَ (اس کو بولنا سکھایا) اور جو ناقص ہو گا وہی علم کو برا سمجھے گا۔ اور کہا کرتے تھے کہ جب تم فقیر کو کھاتے ہوئے دیکھو تو جان لو کہ تین حال سے خالی نہیں ہے یعنی جو وقت اس پر گذر چکا ہے۔ اس کے سبب سے یا جو وقت اس پر آنے والا ہے اس کی پیش بینی کے لیے یا جو وقت اس پر گذر رہا ہے اس کی لحاظ سے کھاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ فقیر کی شان یہ ہے کہ کھانے سے اس کا مقصود محض خواہش کا پورا اور خوشی حاصل کرنا نہ ہو بلکہ اس کا کھانا صرف ضرورت سے ہو۔ واللہ اعلم۔ اور ان کا مقولہ ہے کہ فقیروں کی صحبت کو لازمی سمجھو کیوں کہ یہ دنیا کے خزانے اور آخرت کی کنجیاں ہیں۔

(۲۲۹) ابو العباس بن قاسم بن مہدی رحمۃ اللہ تعالیٰ

احمد بن سیار کے نواسے مرو کے رہنے والے اور وہاں کے شیخ تھے اور مرو والوں میں سب سے پہلے جس نے احوال کے حقائق پر تقریر کی وہ یہی تھے۔ یہ فقیہ و عالم تھے اور حدیثیں لکھی اور روایت کی ہیں۔ ابوبکر واسطی کی صحبت میں رہے اور اس گروہ کے علوم میں انہیں کی طرف منسوب ہیں۔ اور اپنے وقت کے بڑے خوش بیان بزرگوں میں سے تھے۔ علوم توحید میں تقریریں کرتے تھے اور اہل سنت و جماعت میں سے جو شخص ان کی پناہ چاہتا تھا۔ اس کی پشت پناہ تھے۔ سنہ ۳۴۲ھ میں باغ رضوان کو سدھارے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ اس گناہ کے چھوڑنے کی کیا سبیل ہے جو لوح محفوظ میں لکھا جا چکا ہے اور اس قرض کے پھندے سے نکلنے کی کون سی راہ ہے۔ جس میں بندہ بندھا ہوا ہے۔ ایک مرتبہ ان سے کسی نے پوچھا کہ مرید اپنے نفس سے کیوں کر ریاضت کرائے تو انہوں نے کہا کہ امر پر صبر نہی سے پرہیز، نیکو کاروں کی صحبت، رفیقوں کی خدمت اور فقیروں کے ساتھ بیٹھنے کے ذریعہ سے اور آدمی اسی مقام پر رہتا ہے جہاں وہ اپنے آپ کو رکھے اور ان کے بعض مقولے یہ ہیں:۔ معرفت کی حقیقت معارف سے باہر نکل آنا ہے۔ کبھی کسی عاقل نے مشاہدہ سے لذت نہ اٹھائی۔ کیوں کہ حق کا مشاہدہ ایسی فنا ہے جس میں نہ لذت ہے نہ لذت پانا .... اور نہ مزہ ہے۔ نہ مزہ لینا، کوئی شخص حق کی نہیں کہتا مگر وہی جو حق سے حجاب میں ہے ؎

آنرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد

خطرات نبیوں کے لیئے ہیں وسوسے ولیوں کے لیئے اور فکر عامیوں کے لیئے۔ طمع کی تاریکیاں مشاہدہ کے انوار کو روکتی ہیں۔ ہدایت کا لباس عامیوں کے لیے ہیبت کا لباس عارفوں کے لیے زینت کا لباس دنیا داروں کے لیے۔ تقار کا لباس ولیوں کے لیے اور تقوےٰ کا لباس حضوری والوں کے لیے ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے ولباس التقوىٰ ذالک خیرٌ[1] (اور پرہیزگاری کا لباس سب لباسوں سے بہتر ہے) جس نے اپنے دین میں باریک بینی کی اس کے لیئے پل صراط باوجود اپنی باریکی کے کشادہ ہو جائے گا۔ اور جس نے اپنے دین میں وسعت سے کام لیا اس کے لیئے پل صراط باریک ہونے کے علاوہ تنگ بھی ہو جائے گا اور جس نے اس کے حقوق کے سامنے اپنے حقوق کو میٹ دیا اس سے ہر سختی وعذاب میٹ دیا جائے گا۔

(۲۳۷) ابوبکر بن داؤد دنیوری رقی رحمۃ اللہ تعالیٰ

شام میں رہتے تھے اور ابوعلی رودباری کے ہم نشینوں میں سے تھے مگر انہوں نے سو برس سے زیادہ عمر پائی۔ ابوعبداللہ ابن الجلاء رح ابوبکر رقاقی اور ابوبکر مصری کی صحبتوں میں رہے۔ لیکن یہ ابن الجلاء کی طرف زیادہ تر منسوب تھے۔ اور اپنے وقت کے بزرگ ترین مشائخ میں سے عمدہ ترین حال والے اور بزرگوں کی صحبت یافتہ ہونے میں سب سے بڑے ہوئے تھے۔ ۳۵۰ھ کے بعد رہگرائے عالم جاودانی ہوئے ان سے کسی نے پوچھا کہ فقر وتصوف میں کیا فرق ہے تو انہوں نے کہا کہ فقر تصوف کے حالوں میں سے ایک حال ہے پھر ان سے پوچھا گیا کہ تصوف کی علامت کیا ہے انہوں نے جواب دیا کہ ہر وقت ایسے امر میں مشغول رہنا جو سب سے بہتر ہو اور ان کا قول ہے کہ فقراء جب علم کی حقیقت سے اتر کر علم کے ظاہر کی طرف آتے ہیں تو اپنے احوال میں اللہ تعالےٰ کے ساتھ سوء ادبی کرتے ہیں بخلاف غیروں کے۔ اور کہا کرتے تھے کہ اہل معرفت اپنے معروف رشتہ یعنی جس ذات کی معرفت ان کو حاصل ہے) کی زندگی کے لیے زندہ رہتے ہیں۔ اس لیے حقیقت میں زندگی ہے تو اہل معرفت کی نہ کہ اوروں کی سے

زندگی زندہ دلی کا نام ہے
مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

(۲۳۱) ابومحمد عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمن رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ

"شعرانی" کے نام سے مشہور تھے۔ اصل کے اعتبار سے رے کے اور مولد و منشا کے لحاظ سے نیشاپور کے تھے۔ جنید۔ ابوعثمان۔ خیری۔ رویم۔ محمد بن الفضل۔ سمنون جورجانی۔ محمد بن حامد وغیرہ ہم بزرگان صوفیا کے فیضان صحبت سے مالا مال اور ابوعثمان کے جلیل القدر مریدوں میں سے تھے اور ابوعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[1] پارہ ہشتم رکوع دہم (سورۂ اعراف آیت ۲۶)

ان کی بہت تعظیم و توقیر کرتے اور ان کے رتبہ شناس تھے۔ اپنے زمانہ میں نیشاپور کے بہت بڑے بزرگ تھے انہوں نے اس قدر ریاضتیں کی تھیں کہ کان ان کے سننے کی تاب نہیں لا سکتے۔ علم صوفیا کے عالم تھے۔ اور حدیثیں بہت لکھی تھیں۔ اور ثقہ پاکیزہ و صاف آدمی تھے انہوں نے سنہ ۳۵۳ھ میں عالم بالا کا سفر کیا۔ ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ لوگ اپنے عیبوں کو جانتے ہیں اور پھر بھی اپنی خو بو کو درست رکھتے ہیں اور نہ اس کو چھوڑتے اور نہ طریق صواب کی طرف لوٹتے ہیں۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ لوگ علم پر ناز کرنے میں مشغول ہوئے اور اس پر عمل کرنے میں مشغول نہ ہوئے اور ظاہری باتوں کی چھان بین میں لگ گئے۔ اور باطنی چیزوں کی تفتیش و تجسس کو چھوڑ بیٹھے۔ اس لیے اللہ تعالےٰ نے صواب کی طرف نگاہ کرنے سے ان کی آنکھوں کو اندھی کر دیا۔ اور ان کے اعضار کو عبادت سے روک دیا۔ ان کا قول ہے کہ عارف خلق اللہ کی موافقت پر صرف اللہ ہی کی عبادت کرتا ہے۔ ورنہ وہ تو اس حالت کے ساتھ جو اللہ چاہتا ہے اللہ کے ساتھ ہے اور معرفت بندوں اور ان کے آقا کے درمیان پردوں کے اٹھ جانے کا نام ہے۔

(۲۳۲) ابو عمرو اسمٰعیل بن نجید بن احمد بن یوسف بن سالم بن خالد سلمی رحمۃ اللہ تعالیٰ

یہ شیخ ابو عبدالرحمٰن سلمی کے جو امام قشیری کے پیر تھے دادا تھے۔ ابو عثمان رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہے اور ان کے بہت بڑے اصحاب میں سے تھے۔ جنید رضی اللہ عنہ سے ملے اور اپنے وقت کے بڑے بزرگان طریقت میں سے تھے۔ حال کو مشتبہ بنانے اور وقت کو بچانے کا ان کا ایک خاص طریقہ تھا جس میں یہ منفرد تھے۔ ابو عثمان کے اصحاب میں سب سے پیچھے انہوں نے سنہ ۳۶۶ھ میں داعیٔ آخرت کی راہ لی۔ انہوں نے حدیثیں سنیں اور روایت کیں یہ ثقہ تھے۔ ان کے چند مقولے یہ ہیں۔ ہر حال علم ہی کا نتیجہ ہوا کرتا ہے۔ اس لیے صاحب علم کے حق میں اس کے نفع سے اس کا مزہ زیادہ ہوتا ہے۔ جس کے نزدیک اپنے نفس کی عزت ہوئی اس کے نزدیک اس کا دین ذلیل ہوا جس کا دکھانا تم کو مہذب نہ بنائے تو جان لو کہ وہ غیر مہذب ہے کسی شخص کا قدم عبودیت میں خالص نہیں ہوتا تا وقتیکہ اپنے نزدیک اپنے کل کاموں کو ریا اور اپنے سب حالوں کو دعوے نہ سمجھے۔ جب اللہ تعالےٰ اپنے بندہ کی بھلائی چاہتا ہے تو نیکوں اور نیکوکاروں کی خدمت اس کا نصیب کرتا ان کے اشاروں کو قبول کرنے کی توفیق دیتا نیکیوں کی راہیں اس پر آسان کر دیتا اور نیکیوں پر ناز کرنے سے روکے رکھتا ہے۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ دعوے کہاں سے پیدا ہوتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کبر و غرور اور باطن کے فتور سے۔ ان کے بعض اقوال یہ ہیں۔ دعوے تو صرف ابتدا کی خرابی ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس لیے جس کی ابتدا درست ہوئی۔ اس کی انتہا درست ہوئی اور جس کی ابتدا بگڑی وہ اکثر احوال میں سے کسی حال میں سے میں ہلاک ہو جایا کرتا ہے۔ ملامتی کا کبھی کوئی دعوےٰ نہیں ہوتا کیوں کہ وہ کسی چیز کو اپنی جانتا ہی نہیں جس کا وہ دعوے کرے۔ عام مسلمانوں کا احترام کرو اور کسی کام میں جب تک کہ تمہارے امکان میں ہو لکھیا نہ بنو اور لوگوں میں گمنام رہو کیوں کہ لوگوں میں جس قدر پہچانے جاؤ گے اور ان میں مشغول رہو گے۔ اسی قدر تمہارے پروردگار کے حکموں میں سے تمہارا حصہ ضائع ہو جائے گا۔ جس نے اپنی خوبیاں اس شخص پر ظاہر کیں جو اس کے نفع و ضرر کا مالک نہیں ہے۔ اس نے اپنی جہالت ثابت کی اور جو شخص

استقامت میں حدتک پہنچ گیا اس کے ذریعہ سے کوئی شخص کچھ نہ ہوگا۔ اور جو کچھ ہوا اس کے ذریعہ سے کوئی سیدھا نہ ہوگا۔

(۲۳۳) ابوالحسن بن احمد ابن سہل بوشنجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ جوانمردانِ خراسان میں یگانۂ زماں تھے۔ ابوعثمان سے ملے و عراق میں ابن عطا و جریری کے ساتھ اور شام میں طاہر مقدسی و ابوعمرو دمشقی کی صحبتوں میں رہے اور بہت سے مسائل میں شبلی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے گفتگو کی یہ اپنے وقت کے سب مشائخ سے علوم توحید و علوم معاملات کے زیادہ تر جاننے والے حسن و اخلاق و فتوت و تجرید کے طریقہ میں سب سے اچھے اور فقیروں کی تعلیم کرنے والے تھے ۳۴۸ھ میں اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف سدھارے۔ تصوف کے بارہ میں ان سے سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ آج اس کا نام موجود ہے مگر حقیقت نہیں ہے حال آنکہ یہ حقیقت تھا نام نہ تھا ان کا قول ہے کہ جس کا باطن اس کے ظاہر سے افضل ہو وہ ولی ہے جس کا باطن و ظاہر یکساں ہو وہ عالم ہے اور جس کا ظاہر اس کے باطن سے بہتر ہو وہ جاہل ہے اور اسی لیے وہ اپنے حق میں انصاف نہ کرے گا۔ اور غیر سے انصاف کا طالب ہوگا۔ ان سے پوچھا گیا کہ زیرک کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ جو اپنی ذات افعال اخلاق و عادات میں بے تکلف و سبک ہو اور ان کا مقولہ ہے کہ نیکی اپنے رستے سے زیادہ پیچھے آتا ہے اور بدی دو ٹوک کرتا ہے۔

(۲۳۴) ابوعبداللہ محمد بن خفیف ضبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شیراز میں مقیم ہوئے اور شیخ المشائخ دکھتا ہے۔ زمانہ اور ظاہری علوم و حقائق کے عالم تھے۔ مقامات و احوال اور سارے اخلاق و اعمال میں ان کی حالت بہت عمدہ تھی۔ ۳۷۱ھ میں ہستی موہوم کے بوجھ سے سبکدوش ہوئے۔ ان کے چیدہ اقوال یہ ہیں۔ تصوف دلوں کا صاف کرنا طبعی اخلاق کو چھوڑنا صفات کا بجھانا نفسانی دعووں سے کنارہ کرنا روحانی صفتوں کا آنا حقیقت کے علوم سے لگا رہنا ساری امت کا خیرخواہ بننا اور شریعت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنا ہے۔ رخصتوں سے فائدہ اٹھانے اور تاویلوں کو قبول کرنے میں نفس کی باگ ڈھیلی کر دینے سے کوئی چیز مرید کے لیے زیادہ ضرر رساں نہیں ہے۔ ذکر دو قسم کے ہیں ظاہری و باطنی ظاہری تو تہلیل (لاالٰہ الااللہ کہنا) تحمید (الحمدللہ کہنا) تمجید اور قرآن پڑھنا ہے اور باطنی اللہ تعالےٰ اس کے صفات اس کے اسماء و افعال کی معرفت اور ساری مخلوقات پر اس کے احسان کے دائر و سائر ہونے اس کی تدبیر کے جاری رہنے اور اس کے احکام کے نافذ ہونے کی شرطوں سے آگاہ رہنے کی متعلق دلوں کو باخبر رکھنا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ذکر منفرد ہے اور مذکور کا اسلوب پر یاد کرنا ہے کہ اس کی احدیت کو ہر مذکور سے جو اس کے سوا ہے منفرد یعنی الگ کر دیا جائے کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ لا الٰہ الا اللہ سب ذکروں سے افضل ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ جس کو اللہ تعالےٰ کی طرف راہ معلوم ہوئی اور وہ اس پر چلنے کے بعد لوٹ آیا۔ اس پر اللہ تعالےٰ ایسا عذاب کرے گا کہ سارے عالم میں کسی پر نہ کیا ہوگا۔ اور ان کا مقولہ ہے کہ تم اس کا پیچھا نہ چھوڑو

جو تم کو اپنے فعل کی زبان سے نصیحت کرے اور اپنے قول کی زبان سے نصیحت نہ کرے۔

(۲۳۵) ابو الحسین بندار بن حسین شیرازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آذربائیجان میں رہتے اور اصول و زبان کے عالم تھے۔ علم حقائق میں ان کی قوت بیان محتاج بیان نہیں ہے۔ شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی تعظیم اور بہت قدر کرتے تھے۔ مختلف قسم کے مسائل میں ان کے اور ابن خفیف کے مابین گفتگوئیں ہوئی تھیں ۳۵۳ھ میں انہوں نے پندار ہستی سے رہائی پائی ابو زرعہ طبری نے ان کو غسل دیا تھا۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ صوفیا اور متصوفہ میں کیا فرق ہے۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ صوفی وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے چن لیا وہ اس لیے اس کو بلا تکلف سچا اور خالص دوست بنا لیا ہو اور متصوف وہ ہے جو باوجود دنیا کی رغبت اور بشریت کی تربیت کے اپنے نفس سے تکلف اور زہد کا اظہار کرتا ہو۔ ان کے بعض اقوال نصیحت اشتمال یہ ہیں۔ اپنے نفس سے مخاصمہ نہ کرو۔ کیوں کہ وہ تمہارے بس کا نہیں ہے اس کو اس کے مالک پر چھوڑ دو جس طرح چاہے اس کے ساتھ پیش آئے مقتضائے ادب نہیں ہے کہ تم اپنے رفیق سے پوچھو کہ کہاں جاتے ہو یا کس کام میں ہو۔ جس نے حقیقت میں اپنے پروردگار کو اپنا قبلہ نہ بنایا اس کی نماز درست نہیں ہے۔ بنی عامر کے مجنوں (رئیس) کو مرنے کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اس نے کہا کہ مجھے بخش دیا اور عاشقوں کے لیے حجت بنایا جس نے آخرت کی طرف رخ کیا اور جو اس کی طرف مائل ہوا اس کو آخرت نے اپنے نور سے جلایا اور وہ پگھلا ہوا سونا ہو گیا جس سے نفع اٹھایا جا سکتا ہے۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کی جانب توجہ کی اس کو اللہ تعالیٰ نے توحید کے نور سے جلایا اور وہ انمول سے جوہر بن گیا۔ ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ دنیا کیا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ جو قلب سے نزدیک ہو اور حق سے باز رکھے ؎

چیست دنیا۔ از خدا غافل بدن

(۲۳۶) ابو بکر طمستانی رضی اللہ تعالیٰ ورحمہ

بزرگ ترین مشائخ اور اعلیٰ ترین حال والے تھے اور اپنے حال و وقت میں یگانہ تھے جس میں ان کے ابنائے جنس میں سے نہ کوئی ان کا شریک تھا اور نہ کوئی ان کے قریب پہنچا تھا۔ شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس امر کے قائل تھے اور ان کی تعظیم و توقیر کرتے تھے۔ ابراہیم فارسی وغیرہ بزرگان فارس کی صحبتوں میں رہے اور سب ان کی عزت کرتے تھے۔ نیشاپور کی خاک ان کو کھینچ لائی اور ۳۴۰ھ میں اس نے اس جوہر بے بہا کو ہمیشہ کے لیے چھپا دیا۔ یہ اپنے اصحاب سے کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ زیادہ بیٹھا کرو اور آدمی کے ساتھ کم۔ یعنے گوشہ نشین رہو اور ان کے منتخب اقوال یہ ہیں:۔ بہترین آدمی وہ ہے جو اپنے سوا اوروں کو برسرحق سمجھے۔ اور یہ جانے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف کی راہ اس راستے کے سوا ہے جس پر وہ خود ہے گو وہ مرتبہ میں بلند ہو گیا ہو اور یہ اس لیے ہے کہ جس چیز کا وہ مکلف ہے اس میں وہ اپنے آپ کو قاصر سمجھتا رہے جس نے کتاب و سنت

کی پیروی کی اور اپنے قلب سے اللہ تعالےٰ کی طرف ہجرت کی اور صحابہ کے نقش قدم پر چلا اس پر صحابہ کو صرف یہی فوقیت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔ بیداروں کے لیئے بیداری بے شک آخرت کا آباد کرنا ہے۔ جس طرح غافلوں کے لیئے غفلت دنیا کا آباد کرنا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اس وقت سے جب پیشہ کرنے والا اپنے پیشہ سے بندوں کو نفع پہنچانے کا قصد کرے اور صرف دنیا جمع کرنے پر کفایت کرے۔ مگر جب وہ اپنے حرفہ سے بندوں کی نفع رسانی کا ارادہ کرے تو وہ ضرور دنیا و آخرت دونوں کو آباد کرتا ہے واللہ اعلم۔ اور ان کا قول ہے کہ ہر ایسے شخص کو جس نے اپنے اور اللہ تعالےٰ کے درمیان سچائی سے کام لیا اس کی اللہ تعالےٰ کے ساتھ کی سچائی خلق اللہ کے لیئے فارغ ہونے سے باز رکھے گی۔ میں کہتا ہوں۔ کہ ہمارے شیخ۔ شیخ محمد بن عنان رضی اللہ تعالےٰ عنہ اسی مقام کے لوگوں میں سے تھے کیوں کہ وہ کبھی کسی شخص کے کلام کی تردید کر نہیں سکتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ میں کیا کروں حالت تو یہ ہے کہ ساری ہستی میری دشمن ہے۔ اور ان کا مقولہ ہے کہ وصل بلا فصل ہوتا ہے مگر جب فصل آیا تو وصل نہ رہا۔ اور یہ کہتے تھے کہ نفس آگ کی طرح ہے کہ ایک جگہ دباؤ تو دوسری جگہ بھڑکنے لگتی ہے۔ یہی حال نفس کا ہے کہ جب ایک جانب مہذب و ٹھیک بنایا جاوے تو دوسری جانب اپنا اثر دکھلائے۔ اور کہا کرتے تھے کہ اگر تم میں ادب کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی صحبت میں رہنے کی قدرت نہ ہو تو صحبت میں رہنے والے کی صحبت میں نہ رہو تاکہ اس کی صحبت میں رہنے کی برکتیں تم کو اللہ تعالےٰ کی صحبت میں پہنچائیں۔

(۲۳۷) ابوالعباس احمد بن محمد دینوری رحمۃ اللہ تعالیٰ

یوسف بن الحسین۔ عبداللہ ابن الخراز۔ ابو محمد حریری۔ و ابوالعباس بن عطار کی صحبتیں پائیں اور رویم سے ملے تھے۔ نیشا پور آئے اور یہاں مدت تک لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے اور معرفت پر نہایت عمدہ تقریریں کرتے رہے۔ بعدہ نیشاپور سے سمرقند چلے گئے اور وہیں ۳۴۰ھ میں   دنیا کی تلخی سے آخرت کی شیرینی کی طرف دوڑے یہ کہا کرتے تھے کہ چیزوں سے مشاہدہ کے ترتیب میں علماء کے درجے متفاوت ہیں ایک گروہ تو چیزوں سے اللہ تعالےٰ کی طرف لوٹتا ہے اسے یہ گروہ چیزوں کی حیثیت سے مشاہدہ کرتا اور بعد کو اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور ایک گروہ اللہ تعالےٰ سے چیزوں کی طرف اس طور سے لوٹتا ہے کہ اس کے حضور سے غائب بھی نہیں ہوتا اس سبب سے یہ گروہ کوئی چیز ایسی نہیں دیکھتا جس کے پہلے اس نے حق کو نہ دیکھ لیا ہو۔ اور ایک گروہ وہ ہے جو چیزوں ہی کے ساتھ رہ جاتا ہے کیوں کہ اس کو ان چیزوں سے اللہ کی طرف کی راہ نہیں ملتی اور اپنے اہل زمانہ کی نسبت کہا کرتے تھے کہ ان لوگوں نے تصوف کے ارکان توڑ ڈالے۔ اس کی راہ منہدم کر دی اور نئے نام گڑھ کر اس کے معانی بدل ڈالے۔ طمع کا نام زیادت رکھا ہے۔ سوء ادب کا اخلاص حق سے نکل جانے کا شطحؔ۔ بری چیز سے مزہ لینے کا طیبت ہوا و ہوس کی پیروی کا ابتلاء دنیا کی طرف رجوع ہونے کا وصول

لہ صوفیوں کی اصطلاح میں شطح ایسے بات کو کہتے ہیں جس سے رعونت و دعوے کی بو آئے۔ ۱۲۔ مترجم

بد خلقی کا صولت ۔ بخل کا حلاوت ۔ سوال کا عمل ۔ اور بد زبانی کا سلامت ۔ حالانکہ اس گروہ کا طریق اس طرح نہ تھا۔ اگلے لوگ تو اس راہ میں حیا و ادب کے ساتھ اور حظوظ سے پرہیز گار بن کر داخل ہوئے تھے۔

(۲۳۸) ابو عثمان سعید بن سلام مغربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قیروان کے ایک گاؤں کے رہنے والے تھے جس کا نام کوکب تھا۔ عرصہ دراز تک حرم شریف میں مقیم رہے ان کے پیر ابو علی معروف با بن الکاتب تھے۔ اور یہ حبیب مصری و ابو عمرو زجاجی کی صحبتوں میں رہے اور نہرجوری ابوالحسین بن صائغ دینوری وغیرہ مشائخ سے ملے تھے۔ برتر حال ہونے کے وقت کے محفوظ رکھنے فراست سے صحیح حکم لگانے اور ہیبت کی قوت میں ان کا مثل دیکھا نہ گیا۔ نیشاپور پہنچے اور وہیں ۳۷۳ھ میں داصل حق ہوئے انہوں نے وصیت کی تھی کہ ابوبکر بن نورک میری نماز جنازہ پڑھائیں۔ ان کا مقولہ ہے کہ جس نے اپنے اعضا کو اوامر کے تحت میں محفوظ رکھا وہ ہمیشہ اعتکاف میں رہے اور ان کا قول ہے کہ بادشاہ جبار نے خواہی نخواہی یہی چاہا کہ اپنے دوستوں کو اسطور سے آزمائے کہ ان کے دشمنوں کو ان پر مستقر کر دے تاکہ وہ دیکھے کہ اس کے دوست کیوں کر اس پر صبر کرتے ہیں۔ پس اگر انہوں نے اپنے دشمنوں کی جفاؤں پر صبر کیا تو ان کو اپنا علم دے کر معزز بناتا اپنے وصل کا مژدہ سناتا، اپنے قرب میں جگہ دیتا، اپنے مشاہدہ کی نعمت عطا فرماتا۔ اپنے ذکر سے محفوظ کرتا اپنی معرفت تک پہنچاتا ہے اور ان کو اپنے پیشوا جن کا اقتدار کیا جائے اور اپنے بندوں کی نجات کا ذریعہ اور اپنی زمین میں رحمت کا وسیلہ بناتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ دشمنوں کے مقابلہ میں ان کے صبر کرنے کے یہ معنی ہیں کہ دشمن اللہ تعالےٰ کے اوامر کے چھڑانے میں جو کوششیں کرے اس پر صبر کرے اور وسوسوں کی کثرت سے شکستہ خاطر ہو کر دشمن کی اطاعت نہ کر بیٹھے، واللہ اعلم۔ اور ان کے چند مقولے یہ ہیں ۱۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کی دل بستگی اپنے دوستوں کی رویت میں رکھی ہے۔ حدیث اکثر اھل الجنۃ البلہ (اکثر جنتی بے عقل ہوتے ہیں) کے معنی میں ان کا قول ہے کہ اپنی دنیا کے بارہ میں بے وقوف اور اپنے دین کے بارہ میں باخبر ہوتے ہیں جس نے فقیروں کی ہم نشینی پر امیروں کی صحبت کو مقدم رکھا اس کو اللہ تعالےٰ مردہ دلی میں مبتلا فرماتا ہے دعوے کرنے والے سے گنہگار بہتر ہے کیونکہ گنہگار توبہ کی راہ ڈھونڈھے گا اور دعوے کرنے والا اپنے دعوے کے خیال میں خبط رہے گا۔ عارفوں کے منہ قدرت کی مناجات کے لیئے فارغ (ہر دم آمادہ) رہتے ہیں۔ ولی کبھی مشتہر ہوتا ہے لیکن مفتون (فتنہ میں مبتلا) نہیں ہوتا۔ جس شخص کو گدھے کی چیخ پکار سے وہی آواز سنائی نہ دے جو عود اور گویوں کے ساز سے سنائی دیتی ہے وہ جھوٹا ہے۔ مثنوی

نہ مطرب کہ آواز پائے ستور	سماع ست گر عشق داری و شور
مگس پیش شوریدہ دل پر نہ زد	کہ او چوں مگس دست بر سر نہ زد
نہ بم داند آشفتہ سامان نہ زیر	بہ آواز مرغے بنالد فقیر
چو شوریدگان مے پرستی کنند	بر آواز دولاب مستی کنند

لہ مترجم کہتا ہے کہ اسی مضمون کا گلدستہ سعدی علیہ الرحمۃ کا بوستان میں بہار دکھلا رہا ہے ۱۲

(۲۳۹) ابوالقاسم ابراہیم بن محمد بن محمویہ نصر آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اپنے وقت میں ملک خراسان کے شیخ تھے ان کا اصلی وطن و مولد و منشا نیشا پور تھا۔ کئی قسم کے علوم میں لوگوں کے مرجع تھے یعنی سنن کے حافظ و جامع علوم تواریخ کے ماہر اور علم حقائق میں کامل تھے اور اپنے زمانہ کے بزرگوں میں علم و حال کے اعتبار سے یکتا تھے۔ ابوبکر شبلی ابو علی رودباری ابو محمد مرتعش وغیرہ ہم بزرگان طریقت کے فیضان صحبت سے فیض یاب ہوئے تھے۔ نیشا پور ہی میں رہا کرتے تھے۔ لیکن آخر عمر میں مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور ۳۶۶ھ میں انہوں نے حج کیا اور جوار حرم میں اقامت اختیار کی اور ۳۶۷ھ میں دار باقی کی راہ لی۔ حدیثیں کہیں اور روایت کی تھیں اور ثقہ تھے۔ ان کا قول ہے کہ طریقت کا ادب یہ ہے کہ جب زہد و ترک دنیا میں کوئی کی شہرت ہو جائے تو لوگوں کے سامنے مال دنیا کا مسک بن جاوے تاکہ زہد کی نسبت اس کی طرف سے موقوف ہو جائے کیوں کہ کل دارو مدار تو قلب پر ہے "بے شک اللہ تعالےٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا ہے۔ بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے" اور کہتے تھے کہ جب ظہورات حق میں سے کچھ تم پر جلوہ گر ہو تو اس کے سامنے نہ تم جنت کی طرف التفات کرو اور نہ دوزخ کی طرف اور نہ دونوں کا خیال دل میں آنے دو۔ بعدہٗ جب تم اس حال سے نوٹو تو جس کو اللہ تعالیٰ نے عظمت عطا فرمائی ہے۔ اس کی تعظیم کرو۔ ان سے کہا گیا کہ بعض آدمی عورتوں کے ساتھ بیٹھا کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم ان کے دیکھنے میں معصوم ہوں۔ اس کو سن کر انہوں نے کہا کہ جب تک صورتیں باقی ہیں بندہ امر و نہی کا مخاطب ہے خصوصاً جنہوں نے شادی نہیں کی ہے جس نے جزاء کو مد نظر رکھ کر عمل کیا اس کے اعمال حد و شمار اور اعداد سے غافل کر دے گا۔ اور ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ جس نے گن گن کر عمل کیئے اس کو ثواب بھی گن گن کر ہی ملے گا اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے من[1] جاء بالحسنۃ فلہ عشرۃ امثالہا (جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اس کو دس گنا اس کا ملے گا) اور جس نے مشاہدہ کے ساتھ عمل کیے اس کا اجر بے شمار ہو گا کیوں کہ اللہ تعالےٰ کا قول ہے۔ "انما[2] یوفی الصبرون اجرھم بغیر حساب وہ تو صبر ہی کے بندے ہیں جن کو ان کا اجر بے حساب بھر دیا جائے گا) ان کا قول ہے کہ عاشقوں کا حزن گھونٹا اور جوش کھاتا رہتا ہے جس حال میں کہ وہ حق کے ساتھ ایسے مقام پر کھڑے رہتے ہیں کہ اگر آگے بڑھیں تو ڈوب جائیں اور پیچھے ہٹیں تو حضوری سے روک دیئے جائیں اور سلوک سے جذب زیادہ تیز رفتار ہے۔ کیونکہ حق کی ہر کشش بندہ کو ثقلین کے اعمال سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ اور تصوف کی جڑ کتاب و سنت کی پابندی، حرص و ہوا۔ اور بدعتوں کا ترک۔ حرمات مشائخ (پیروں کے عہد و پیماں جن کا توڑنا جائز نہیں ہے) کی تعظیم۔ خلق اللہ کے لیے معذرتیں قائم کرنی۔ بعد ان کی مداومت اور رخصتوں و تاویلوں پر چلنے سے دستبرداری ہے اور جو شخص اس راستہ سے بھٹکا وہ مردان خدا کے رتبہ سے گرا۔ اور زاہد دنیا میں اجنبی ہے اور عارف آخرت میں اور اللہ تعالےٰ نے اصحاب کہف کا نام "فتیہ" (جوان) اس لیے رکھا کہ وہ بلا واسطہ ایمان لائے

---

[1] پارہ ہشتم رکوع ۷ (سورہ انعام۔ آیت ۱۶۰) مترجم ۱۲

[2] پارہ بست و سیوم رکوع ۱۶ (سورہ زمر آیت ۱۰) مترجم ۱۲

تھے۔ اور اولیاء کے لیے سوال نہیں ہے ان کا سوال تو گھلنا اور گمنام رہنا ہے۔ اور ولیوں کی نہایتیں نبیوں کی ہدایتیں ہیں۔ اور جمع[1] عین توحید ہے۔ اور تفرقہ[2] تجرید کی حقیقت اور وہ یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالےٰ کے لیے ایسا فانی ہو جائے کہ کل چیزوں کو اسی کے ذریعہ سے اسی کے لیئے اسی سے اور اسی کی طرف دیکھے اور جانے۔

(۲۴۰) ابوالحسن علی بن ابراہیم حصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اصل میں بصرہ کے رہنے والے تھے اور انہوں نے بغداد میں سکونت اختیار کی اور یہیں جمعہ کے دن ۳۷۱ھ کے شہر ذی الحجہ میں قضا کی۔ اپنے وقت میں عراق کے شیخ تھے اور ان کے زمانہ کے بزرگوں میں کوئی شخص ان کا مثل گفتگو میں زیادہ تر کامل، زیادہ خوش بیان زیادہ بلند رتبہ اپنے طریقہ میں یگانہ اور سیرت وحال میں زیرک دانا دیکھنے میں نہ آیا۔ توحید میں ان کی قوت بیانیہ انہیں کے ساتھ مخصوص تھی اور تجرید و تفرید میں جو ان کا مقام تھا اس میں ان کے بعد کوئی دوسرا ان کا شریک نہ ہوا۔ یہ عراق والوں کے پیر تھے اور ان میں سے جس نے طریقت کا ادب سیکھا۔ اس نے انہیں سے سیکھا۔ شبلیؒ کی صحبت میں رہے اور انہیں کی طرف منسوب ہوئے اور دوسرے بزرگوں کی صحبتیں بھی پائیں۔ یہ کہتے تھے کہ میں ایک زمانہ تک جب قرآن تلاوت کرتا تھا تو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم نہیں کہتا بلکہ اپنے دل میں کہتا تھا کہ شیطان مردود کون ہوتا ہے جو خدا کے کلام کے سامنے آموجود ہو۔ جیسے کہتا ہوں کہ شاید یہ امر ان سے کمال کے پہلے وقوع میں آیا ہو ورنہ کامل تو وظیفے پڑھتے اور ان میں سے کچھ بھی کم نہیں کرتے ہیں اور اللہ عزوجل نے اشرف المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو شیطان سے پناہ مانگنے کا حکم فرمایا تھا۔ پس اگر اس کا حاضر نہ ہونا کمال ہوتا تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون اس کا مستحق ہو سکتا تھا واللہ اعلم۔ اور کہا کرتے تھے کہ تعریض سے کام لو اور تصریح نہ کیا کرو۔ تعریض پردہ ڈالنے کے لیئے خوب چیز ہے۔

(۲۴۱) ابوعبداللہ احمد بن عطاء بن احمد رودباری[3] رحمۃ اللہ تعالیٰ

یہ ابوعلی رودباری کے بھانجے اور اپنے زمانہ میں ملک شام کے شیخ تھے۔ اور اپنے احوال مخصوصہ اور بہت سے علوم یعنی علم شریعت و قرآن اور علم حقیقت و اخلاق کے باعث مرجع انام تھے۔ اپنے اخلاق و عادات میں منفرد فقر کی عظمت و نگہداشت میں ممتاز آداب فقر کی دائمی پابندی و فقیروں کی محبت میں استوار۔ اور ان کی طرف میلان رکھنے

---

[1] "جمع" بلا خلق کے حق کی طرف اشارہ کرنا۔ اصطلاحات صوفیا۔ مترجم ۱۲

[2] "تفرقہ" بلا حق کے خلق کی طرف اشارہ کرنا۔ اور بقول بعض عبودیت کا مشاہدہ ۱۲۔ اصطلاحات صوفیا۔ مترجم

[3] رودبار بضم راء بمہملہ و سکون واو۔ ابن حوقل لکھتا ہے کہ "دیلم بلند پہاڑ ہیں اور جس شہر میں بادشاہ رہتا ہے اس کا رودبار نام ہے یہیں آل حسان رہتے ہیں اور دیلم کی ریاست انہیں لوگوں میں ہے اور بعض آدمی سمجھتے ہیں کہ دیلم بنی ضبہ کا ایک گروہ ہے۔" مشترک میں ہے کہ رودبار نام دیلم کا ایک قصبہ ہے اور بغداد کے دیہات میں سے ایک گاؤں کا بھی نام ہے اور ملک خراسان میں طوس کا ایک موضع ہے اور مرکز کے علاقہ میں بھی اس نام کا ایک گاؤں ہے اور شاش کے ایک گاؤں اور مہران کے ایک محلہ کا نام بھی رودبار ہے جیسا کہ ابوالعلاء نے لکھا ہے۔ منہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ

اوران سے نرمی کے ساتھ پیش آنے میں مشہور روزگار تھے۔ ۳۶۹ھ میں شہر صور میں وم صور تک انہوں نے آرام لیا۔ ان کا قول ہے۔ کہ اہل غیبت جب پیتے ہیں تو بے عقل ہو جاتے ہیں اور اہل حضور جب پیتے ہیں تو ہمیشہ کرتے ہیں اور ہر بڑے سے بدتر کنجوس صوفی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہاں کنجوس سے ایسا شخص مراد ہے جو بخل کی وجہ سے نہ دے نہ وہ جو حکمت کے باعث رک جائے کیوں کہ بعض آدمی کو نہ دینا اللہ عزوجل کے اخلاق میں سے ہے واللہ اعلم۔ اور یہ کہا کرتے تھے کہ تصوف اہل تصوف سے بخل کو دور کرتا ہے۔ اور حدیثیں لکھنا اہل حدیث سے جہل کو دفع کرتا ہے۔ اور جب یہ دونوں باتیں ایک شخص میں جمع ہو جائیں تو اس کے مقام کا کیا کہنا ہے۔ اوران کا قول ہے کہ مخالفوں کے ساتھ بیٹھنا جان کو گھلاتا ہے اور ہم جنسوں کے ساتھ بیٹھنا عقل کو بڑھاتا ہے اور جس نے بلا ادب ولیوں کی خدمت کی وہ ہلاک ہوا۔ اور ہر شخص جو ہم نشینی کی صلاحیت رکھتا ہے موانست کی صلاحیت نہیں رکھ سکتا اور ہر شخص جو موانست کی صلاحیت رکھتا ہے اسرار کا امانت دار نہیں ہو سکتا کیوں کہ اسرار کے امانت دار صرف امین ہی ہو سکتے ہیں اور ان کی عادت تھی کہ جب کسی جگہ کے ارادہ سے چلتے تھے تو فقیروں کے پیچھے پیچھے جاتے تھے ممکن نہیں کہ ان سے آگے ہو جائیں۔

(۲۴۲) ابو عبداللہ محمد بن محمد بن حسن روغندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بہت بڑے بزرگان طوس میں سے تھے۔ ابو عثمان حیری اوران کے طبقہ کے بہت سے بزرگوں کی صحبتیں پائیں اور اپنے طریقہ میں اپنے وقت کے یکتا ہوئے اور ان کی بہت سی نشانیاں اور کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ اور حال میں مجرد اور بڑی ہمت والے تھے۔ تین سو پچاس ہجری کے بعد انہوں نے اس دنیا سے رحلت کی۔ ان کا قول ہے کہ دنیا کے پیچھے دنیا کو چھوڑنا مال دنیا جمع کرنے کی محبت کی علامت ہے۔ اور جس نے اپنی کم سنی میں اللہ کے حق کو ضائع کیا تو اس کو اللہ تعالیٰ نے کبرسنی میں ذلیل فرمایا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ قول اس وقت صادق آئے گا جب اس نے مقبول توبہ نہ کی ہو اور اللہ تعالیٰ کے ذلیل کرنے کے یہ معنے ہیں کہ وہ ذلت کا سزاوار ہوا کیونکہ بعض وقت اس کا وقوع نہیں بھی ہوتا ہے۔ اوران کا قول ہے کہ خبردار خدمت کرنے میں تمیز و تفریق نہ کرنا کیوں کہ ارباب تمیز گذر گئے۔ سب کی خدمت[1] کرو تاکہ تمہاری مراد حاصل ہو اور مقصود ہاتھ سے نہ جانے پائے۔ اور ہم نے کسی شخص کو نہ دیکھا کہ اس نے فقیروں کی خدمت کی ہو اور ان کی برکتیں اس کو حاصل نہ ہوئی ہوں اور آخرت سے پہلے دنیا کی عزت اس کو رد کرنے میں نہ ملی ہو۔ اور زاہد اپنی ذات کے حظ میں مشغول رہتا ہے اور صوفی اپنے رب کے حظ میں۔ اور اللہ عزوجل ہر بندہ پر اسی کے مطابق بلا نازل کرتا ہے جس قدر کہ اس کو معرفت

---

[1] مترجم کہتا ہے کہ حضرت نظامی نے اپنے مشہور قطعہ میں کہا ہے ~ خاک پائے ہمہ شو تا کہ بیابی مقصود

اور تلسی داس نے کہا ہے دوھا

تلسی جگ میں آئے کے سب سے ملیے دھائے
کا جانے کہ بھیس میں نارائن مل جائے ۱۲

عطا فرماتا ہے تاکہ اس کی معرفت اس کی بلا کے مقابلہ میں مدد دے۔ اسی لیے جن کی معرفت اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہیں ان پر بلائیں بھی زیادہ آتی ہیں اور جن کی معرفت ادنےٰ درجہ ہوتی ہے ان پر بلائیں بھی تھوڑی ہی آتی ہیں اور کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ گھبرائے مگر اپنی امت کے لیے کیوں کہ وہ رافت و رحمت کے ساتھ بھیجے گئے تھے اسی لیے جب ان کو کشف ہوا اور اس کے ذریعہ سے اپنی امت کی نسبت معلوم ہوتا تھا کہ یہ مخالفت میں پڑ جائے گی تو ان کے لیے بے قرار ہو جاتے تھے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے عزیزٌ علیہ ما عنتم حریصٌ علیکم بالمومنین رؤفٌ رحیمٌ (تمہاری تکلیف ان پر شاق گذرتی ہے اور ان کو تمہاری بہبود کا ہوکا ہے مسلمانوں پر نہایت درجہ شفیق مہربان ہیں) اور احوال درست نہیں ہوتے مگر اس صورت میں کہ علم کے نتیجوں سے پیدا ہوئے ہوں پس اگر علم نہ ہو تو نہ قلب میں خوف آئے اور نہ اطمینان و سکون حاصل ہو۔

(۲۴۳) ابوالحسن علی بن بندار بن حسین صوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ

نیشاپور کے بزرگوں میں بہت بڑے اور ان کے پیشرو تھے۔ ان کو جس قدر بزرگوں کے دیکھنے اور ان کی صحبتوں میں رہنے کا موقع ملا دوسروں کو نصیب نہ ہوا۔ نیشاپور میں ابوعثمان و محفوظ۔ بغداد میں جنید۔ رویم۔ سمنون ابن عطاء و جریری۔ شام میں مقدسی و ابن الجلاء اور مصر میں ابوبکر مصری۔ زقاق و رودباری کی صحبتیں ان کو ملیں۔ انہوں نے بہت حدیثیں لکھیں اور روایت کیں اور ثقہ تھے جو شخص ان کے شہر میں آتا اور ان سے پہلے محدثین وعلماء سے ملتا اس سے کہا کرتے تھے کہ تم کو سنت نے فریضہ سے باز رکھا کیونکہ صوفی تمہارے دل میں سے علم کی جگہ کو پاک وصاف کرتا ہے تاکہ اس میں علم کے سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو۔ ان سے تصوف کے بارہ میں سوال ہوا تو انہوں نے کہا کہ تصوف خلق کی رویت کو ظاہراً و باطناً نظر سے گرا دیتا ہے۔ ان کا قول ہے کہ دلوں کی خرابی زمانہ و اہل زمانہ کی خرابی کے مطابق ہوا کرتی ہے۔ اور فقیر کامل نہیں ہوتا تاوقتیکہ اپنے فقر کو نہ چھپائے اس سے اپنی رضا اور اس کے ساتھ اپنے مانوس و مسرور ہونے کو اپنے بھائیوں سے نہ پوشیدہ رکھے اور اس زمانہ کے درست ہونے کی کیا امید ہو سکتی ہے جس میں ہمارے جیسے نیکی کے ساتھ یاد کیے جاتے ہوں اور یہ جب کسی ایسے شخص سے ملتے تھے جو کسی ایسے بزرگ سے ملا ہو جس سے یہ نہ ملے ہوں تو اس کے ہاتھ کو بوسہ دیتے اور اس کے پیچھے پیچھے چلتے اور اس سے کہتے تھے کہ تم فلاں شخص سے ملے ہو اور میں ان سے نہیں ملا ہوں۔

(۲۴۴) ابوبکر محمد بن احمد بن جعفر نیشاپوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اپنے زمانہ میں نیشاپور کے بزرگوں میں سب سے بڑے فتویٰ دینے والے تھے ابوعثمان حیری کی صحبت اٹھائی اور ۳۶۰ھ کے پیشتر اس دنیا سے اٹھ گئے۔ ان کا قول ہے کہ جوانمردی خوش خلق ہونا اور نیکوکار و بدکار کے ساتھ بھلائی کرنا ہے اور جب تمہارے بارہ میں کوئی شخص برائی کی گواہی دے تو ڈرو کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

لہ پارہ ۱۱۔ رکوع ۵ (سورہ توبہ۔ آیت ۱۲۸) مترجم

نے مسلمانوں سے ارشاد فرمایا ہے کہ تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔ میں کہتا ہوں کہ یہ وہ مضمون ہے جس سے اکثر فقرار غفلت کرتے اور ان لوگوں کی کچھ پرواہ نہیں کرتے جو ان پر جرح کرتے ہیں۔ اور ان کو اس بات پر تعجب ہوتا ہے کہ ان کے بارہ میں اللہ تعالےٰ کو جو علم ہے وہ کافی ہے حالانکہ وہ عرفان کے درجہ میں خام ہے کیوں کہ اللہ تعالےٰ نے ان پر جرح کرنے والوں کو پاک وصاف قرار دیا۔ اور ان کا نام "اللہ کے گواہ" رکھا ہے۔ اس لیے جس بات کی یہ لوگ خبر دیں اس کا سچا سمجھنا واجب ہے۔ فافہم۔ واللہ اعلم۔

(۲۴۵) ابوعبداللہ محمد بن احمد بن حمدون فرآدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نیشاپور کے مشائخ کبار میں سے ہیں۔ ابوعلی ثقفی عبداللہ بن منازل شبلی وابوبکر بن طاہر وغیرہم بزرگوں کی صحبت یافتہ اور اپنے طریقہ کے یکتائے زمانہ تھے۔ ان کا قول ہے کہ برائیوں سے بھلائیوں کا چھپانا مقدم ہے کیوں کہ اس سے نجات کی امید ہے اور معرفت کا نور کسی قلب میں ہرگز داخل نہیں ہوسکتا۔ تاوقتیکہ صاحب قلب حق تعالےٰ کو ہر چیز پر ترجیح نہ دے۔

(۲۴۶) ابوعبداللہ وابوالقاسم پسران احمد بن محمد مقری رضی اللہ عنہم

ابوعبداللہ تو یوسف بن الحسین رازی۔ عبداللہ خراز رازی۔ مظفر قرمیسینی۔ رویم۔ جریری و ابن عطار کی صحبتوں سے فیض یاب ہوئے تھے۔ اور بڑے فتوے دینے والے بزرگ بڑے سخی بڑے خوش خلق اور بڑے عالی ہمت تھے ۳۶۶ھ میں فوت ہوئے۔ اور ابوالقاسم خراساں کے بزرگوں میں یکتائے روزگار تھے اور طریقہ کے اعتبار سے بلند حال شریف الہمت۔ رفتار وجلوس میں نیک روش وباوقار تھے۔ ابن عطار جریری ابن ابی سعدان ابن ممشاد دینوری ودرو ہاری کی صحبت یافتہ تھے اور ۳۷۸ھ میں نیشاپور سے رہگرائے عالم نور ہوئے۔ ان کا قول ہے کہ سچا فقیر وہی ہے کہ ہر چیز کا وہ مالک ہو اور کوئی چیز اس کی مالک نہ ہو۔ یعنی وہ اپنے قرب کے سبب سے جو چیز اپنے رب سے مانگے وہ اسے عطا فرمائے۔ اس لیے وہ غیر اللہ کی طرف مائل نہ ہو اور جوانان راہ کے اخلاق یہ ہیں کہ جو ان سے دشمنی رکھے اس سے خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آئیں جو ان کو برا سمجھے اس کو مال بخشیں جس سے ان کے دل نفرت کریں ان سے حسن صحبت کا برتاؤ کریں۔ اور کل ایسی باتوں میں جو علم کے مخالف نہ ہوں بھائیوں جیسا ساتھ دیں۔ اور اس گروہ کے طریق میں داخل ہونے کی ابتدائی برکتیں یہ ہیں کہ صدق والے جو کچھ اپنے متعلق اور اپنے پیروں کے متعلق خبر دیں اس کو سچ سمجھو کیوں کہ جو ان باتوں میں سے کسی میں رکا رہا وہ ان لوگوں کی برکتوں سے محروم رہا۔ اور عارف وہی ہے جس کو اس کا معروف (جس کو اس نے پہچانا ہے) خلق کی طرف رد وقبول کی آنکھ سے دیکھنے سے باز رکھے اور جس کو اپنے بھائیوں کی خدمت گراں گزری اس کے لیے اللہ تعالےٰ ایسی ذلت پیدا کردیتا ہے جس سے کبھی چھٹکارا نہیں۔ اور ابوالقاسم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے تھے کہ باوجود اس کے کہ سماع میں لطافت ہے اس میں بہت بڑا خطرہ ہے۔ البتہ اس شخص کا نہیں کہا جاتا ہے جو کثرت علم صحت حال غلبۂ وجد کے ساتھ بغیر اس کے کہ خود اس کو کوئی حظ ہو اس کو سنے۔

(۲۴۷) ابو محمد عبداللہ بن محمد راسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و رحمتہ

اصل میں بغداد کے رہنے والے اور وہاں کے بڑے بزرگ مشائخ میں سے تھے۔ ابن عطار و جریری کی صحبتوں میں رہے۔ اور ملک شام کو گئے اور وہاں سے لوٹ کر پھر بغداد آئے اور وہیں ۳۶۷ھ میں ان کا جسد خاکی پیوند خاک ہوا ان کا قول ہے کہ جب قلب پرہیزگاری کا خوگر کیا جائے گا تو دنیا و شہوات کی محبت اس سے رخصت ہو جائے گی۔ اور غیب کی باتوں پر اس کو اطلاع ہو گی۔ اور جس نے اپنے قلب پر پرہیزگاری کی محنت نہ ڈالی وہ دنیا کی محبت سے نہ ٹلے گا اور غیب کی باتوں سے ہمیشہ محجوب رہے گا۔ میں کہتا ہوں کہ اسی سبب سے گنڈے تعویذ والے جن و پری کو قابو میں کرنے کے لیے ریاضتیں کرتے ہیں تاکہ وہ غیب کی باتوں سے ان کو آگاہ کریں کیوں کہ ان لوگوں میں مال و متاع دنیا سے بچاؤ تو ہے نہیں اس لیے خطا کار ہیں اور خدا کی ناراضی میں گرفتار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے مسلمان بھائیوں کو باقی عمر میں اس سے محفوظ رکھے۔ بے شک وہ سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔ اور ان کا قول ہے کہ عشق جب ظاہر ہوا تو اس میں عاشق کی رسوائی ہوئی اور جب چھپا رہا تو اس نے غم سے عاشق کا کام تمام کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو مجالست کے لیے عارفوں کو مواصلت کے لیے صالحوں کو ملازمت کے لیے اور مومنوں کو مجاہدہ و عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد ترید[1]ون عرض الدنیا واللہ یرید الآخرۃ (تم تو مال و متاع چاہتے ہو اور اللہ آخرت چاہتا ہے) کے متعلق ان کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو اراددں کو جمع کر دیا ہے پس جو شخص دنیا کا ارادہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو آخرت کی طرف بلاتا ہے اور جو آخرت کا ارادہ کرتا ہے اس کو اپنے قرب کی طرف بلاتا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ومن اراد الاخرۃ وسعیٰ لھا سعیھا وھو مومن[2] فاولئک کان سعیھم مشکورا (اور جس شخص نے آخرت چاہی اور آخرت کے لیے جتنی کوشش کرنی چاہیے ویسی اس کے لیے کوشش بھی کی اور وہ ایمان بھی رکھتا ہے تو یہی لوگ ہیں جن کی محنت مقبول ہو گی) اور محنت مقبول والا ہی منتہائے آرزو یعنی قرب و نزدیکی تک پہنچتا ہے۔ اور ان کا قول ہے کہ بہت بڑی بلا ایسے شخص کی صحبت ہے جو تمہاری موافقت نہ کرے اور اس کا چھوڑ دینا تمہارے اختیار میں نہ ہو۔

(۲۴۸) ابو عبداللہ محمد بن عبدالخالق دینوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بہت بزرگ مشائخ میں سے اور حال میں برتر، ہمت میں اعلیٰ اور اس گروہ کے علوم میں بڑے گویا تھے اور باوصف ان باتوں کے فقر کی صحت۔ اس کے اداب کی پابندی اور اس کے اہل کی محبت میں مستند مانے

---

[1] پارہ دہم، رکوع پنجم (سورہ انفال۔ آیت ۶۷) ۔ ۱۲

[2] پندرہویں پارہ کا دوسرا رکوع (سورہ بنی اسرائیل کی انیسویں آیت)

جاتے تھے۔ برسوں وادئ[1] القری میں رہے بعدہٗ دینور واپس آئے اور یہیں طعمۂ اجل ہوئے۔ ان کے اقوال میں سے ہے کہ چھوٹوں کی صحبت بڑوں کے ساتھ توفیق و تیزی طبع سے ہوتی ہے اور چھوٹوں کی صحبت کی طرف بڑوں کی رغبت بدنصیبی و ابلہی سے ہوتی ہے۔ فقیروں کے ظاہری لباس و پوشاک سے دھوکے میں نہ آنا کیوں کہ ان لوگوں نے باطن کو تباہ و برباد کر لینے کے بعد ظاہر کو آراستہ کیا ہے۔ زہد کی مشقت جسم اور معرفت کی قلب پر ہوتی ہے۔ سب علوم سے بلند رتبہ اسماء و صفات کے ظاہری اعمال کو خالص بنانے کے۔ اور باطنی احوال کو درست کرنے کے علوم ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ایک سفر میں ایک شخص کو دیکھا کہ دور صحرا میں ایک پاؤں سے چلا جاتا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ سفر کا آلہ نہ ہونے پر تم کو سفر کی کیا پڑی ہے۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ تم مسلمان ہو؟ میں نے کہا کہ ہاں۔ تب اس نے کہا کہ کیا تم اللہ تعالےٰ کا یہ قول نہیں پڑھتے ہو وَحملنا ھم فی البر والبحر (اور ہم ان کو خشکی و تری میں لے گئے) جب وہی لے جانے والا ٹھیرا تو بغیر آلہ کے لے آیا اس لیے کہ اسے آلہ کی کیا حاجت ہے۔ اور یہ کہا کرتے تھے کہ زیادہ بولنا اسی طرح نیکیوں کو صاف کر دیتا ہے جس طرح بارش کے بعد زمین صاف ہو جاتی ہے۔

(۲۴۹) ابو صالح سیدی عبدالقادر جیلی رضی اللہ عنہ ورحمتہ

یہ موسےٰ بن عبداللہ بن یحییٰ زاہد بن محمد بن داؤد بن موسےٰ بن عبداللہ بن موسےٰ جون بن عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ بن حسن بن علیؓ بن ابی طالب رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین کے فرزند ارجمند تھے۔ ۴۷۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۶۱ھ میں راہی ملک بقا اور بغداد میں مدفون ہوئے۔ لوگوں نے ان کے متعلق مستقل کتابیں تالیف کیں ہیں۔ اور ہم ان شاء اللہ تعالےٰ لوگوں کے اقوال کا ایسا خلاصہ لکھیں گے جس سے سننے والوں کو نفع و ادب حاصل ہو۔ چنانچہ ہم اللہ ہی کی توفیق سے کہتے ہیں۔ کہ ان کا قول ہے کہ حسین بن حلاج (منصور) کو مشکل پیش آئی مگر اس کے زمانہ میں کوئی ایسا نہ تھا جو اس کا ہاتھ پکڑتا۔ اور میں ہر شخص کا اپنے یاروں، مریدوں اور دوستوں میں سے جس کا گھوڑا ٹھوکر کھائے قیامت تک ہاتھ پکڑنے والا ہوں۔ دیکھ لے کہ میرا گھوڑا کسا کسایا میرا نیزہ گڑا ہوا میری تلوار کھچی ہوئی اور میری کمان نزہ کی ہوئی تیار ہے۔ میں تیری حفاظت کرتا ہوں حال آنکہ تجھے خبر نہیں ہے۔ ان کی والدہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے جن کا قدم اس راہ میں تھا منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ جب میرا فرزند عبدالقادر پیدا ہوا تو رمضان میں دن بھر دودھ کو منہ نہیں لگاتا تھا۔ اور ابر کی وجہ سے لوگوں کو چاند رمضان کا دکھائی نہ دیا اس لیے لوگوں نے میرے پاس آ کر اس بچہ کا حال دریافت کیا۔ تو میں نے ان لوگوں سے کہا کہ آج انہوں نے دودھ نہیں پیا ہے بعدہٗ معلوم ہو گیا کہ اس دن رمضان تھا اور ہمارے شہر میں اسی وقت مشہور ہو گیا کہ سیدوں میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے جو رمضان میں دن کو دودھ نہیں پیتا۔ یہ علماء کا لباس پہنتے۔ طیلسان (سیاہ چادر) اوڑھتے

---

[1] یہ مدینہ طیبہ و شام کے ایک میدان ہے۔ جس میں بہت سے گاؤں آباد ہیں اور وہ مدینہ کے علاقہ میں شمار ہوتا ہے۔ ۱۲۔ مترجم از شرح قاموس۔

خچری پر سوار ہوتے اور ان کے سامنے غاشیہ بردار چلتے تھے۔ بلند کرسی پر بیٹھ کر تقریر کرتے تھے۔ اور اکثر لوگوں کے سروں پر ہوا میں چند قدم چلتے اور پھر کرسی پر لوٹ آتے تھے۔ یہ کہتے تھے کہ کئی دن ہو گئے تھے کہ میں نے کچھ نہیں کھایا تھا کہ ایک آدمی مجھے ملا۔ اور اس نے مجھے ایک تھیلی دی۔ جس میں درہم تھے۔ چنانچہ میں نے سفید میدہ کی روٹیاں اور کھجوروں کا حلوا خریدا اور کھانے کو بیٹھا ہی تھا کہ ایک پرچہ ملا جس میں لکھا ہوا تھا کہ "اللہ تعالےٰ نے اپنی بعض آسمانی کتابوں میں فرمایا ہے۔ کہ خواہشیں تو میں نے اپنی مخلوق میں سے کمزوروں کے لیے بنائی ہیں تا کہ ان سے طاقتوں میں مدد لیں اور جو زور آور ہیں۔ ان سے اور خواہشوں سے کیا واسطہ" بس میں کھانے سے دستبردار اور چلتا ہوا۔ یہ کہا کرتے تھے کہ مجھ پر بہت سے ایسے بھاری بوجھ پڑا کرتے ہیں۔ کہ اگر پہاڑوں پر رکھے جائیں تو وہ پھٹ جائیں۔ پس جب مجھ پر بہت سارے بوجھ ہو جاتے ہیں۔ تو میں نے اپنے پہلو کو زمین پر رکھ کر فانّ[1] مع العسر یسرا انّ مع العسر یسرا (بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے بے شک آسانی کے ساتھ مشکل ہے) تلاوت کرتا ہوں اس کے بعد جو سر اٹھاتا ہوں تو وہ سب بوجھ ہوا ہو چکا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے اپنی ابتدائی حالت میں کڑیاں جھیلیں چنانچہ میں نے کوئی خوف ناک چیز نہ چھوڑی جس کے میں منہ نہ چڑھا ہوں۔ اور میرا لباس اون کا ایک جبہ تھا اور سر پر چھوٹا سا خرقہ اور کانٹوں وغیرہ میں ننگے پاؤں چلتا تھا اور بعض سوکھی ساگ پات اور ندی کے کنارہ کے خس کی پتیوں پر گذر کرتا تھا۔ اور برابر اپنے نفس کو مجاہدہ میں لگائے رکھا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے حال نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور جب یہ ہوتا تھا تو میں چلاتا اور منہ کے سیدھ بھاگتا تھا خواہ میں صحرا میں ہوتا یا لوگوں کے درمیان اور میں بناوٹ کے گونگے اور دیوانے پن سے مدد لیتا تھا اور لوگ مجھے بیمارستان لے گئے اور ایک مرتبہ مجھ پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ میں مرگیا اور کفن و مردہ شو آگئے اور لوگوں نے غسل دینے کے لیے مجھے تختہ پر لٹایا یہ سب ہو چکا تب مجھے ہوش آیا اور میں اٹھ بیٹھا ایک مرتبہ کسی نے ان سے پوچھا کہ خود بینی سے کیوں کر رہائی مل سکتی ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ جو شخص یہ دیکھے گا کہ چیزیں اللہ ہی سے ہیں اور وہی ہے جس نے اس کو اچھے کام کی توفیق عطا فرمائی اور بیچ سے اپنے آپ کو نکال لے گا وہ خود بینی سے بچ جائے گا۔ ان سے ایک مرتبہ کسی شخص نے کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ ہم آپ کے کپڑوں پر مکھیاں بیٹھتے نہیں دیکھتے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ مکھیاں میرے پاس آکر کیا کریں گی۔ میرے پاس نہ دنیا کا شیرہ ہے اور نہ آخرت کا شہد۔ یہ کہا کرتے تھے کہ جو مرد مسلمان میرے مدرسہ کے دروازہ کو عبور کرے گا اس کے عذاب میں اللہ تعالےٰ قیامت کے دن تخفیف فرمائے گا۔ ایک شخص کی قبر سے اس قدر رونے اور چلانے کی آواز آتی تھی کہ لوگوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ چنانچہ لوگوں نے ان کو اس کی خبر دی۔ انہوں نے کہا کہ اس شخص نے ایک مرتبہ مجھے دیکھا تھا اور ضرور ہے کہ اللہ تعالےٰ اسی سبب سے اس پر رحم فرمائے چنانچہ اس وقت سے پھر کسی نے اس کی چیخ پکار نہ سنی۔ ایک دن انہوں نے وضو کیا تھا کہ چڑے نے بیٹ کر دی وہ چڑا اڑ رہا تھا کہ انہوں نے اس کی طرف سر اٹھایا اور وہ مر کر گرا۔ پھر انہوں نے اس کپڑے کو دھویا اور بیچ کر اس کی قیمت خیرات کر دی اور

---

[1] سورہ الم نشرح پارہ نمبر ۳۰

کہا کہ یہ اس کے بدلہ میں ہے (یعنی یہ خیرات چڑے کی جان بینے کا کفارہ ہے) اور یہ کہا کرتے تھے کہ اے میرے پروردگار کیوں کہ میں اپنی جان تیرے نذر کر دوں یہ توقطعی دلیل سے ثابت ہوچکا ہے کہ سب تیرا ہی ہے یہ تیرہ۱۳ علموں میں تقریریں کرتے تھے۔ اور ان کے مدرسہ میں لوگ ان سے سبق تفسیر کا، ایک حدیث کا، ایک مذہب (مسائل فقہ) کا اور ایک علم کلام کا پڑھتے تھے۔ اور دوپہر سے پہلے اور پیچھے دونوں وقت تفسیر اور علوم حدیث و فقہ و کلام و اصول نحو لوگوں کو پڑھاتے تھے اور ظہر کے بعد قرأتوں کے ساتھ قرآن پڑھا کرتے تھے۔ اور ان کے فتوے علماء عراق کے سامنے پیش ہوتے تھے تو انہیں سخت تعجب ہوتا تھا اور وہ کہہ اٹھتے تھے کہ پاک ہے وہ جس نے ان کو ایسی نعمت عطا فرمائی ہے۔ ان کے پاس یہ سوال آیا کہ ایک شخص نے تین طلاقوں کی قسم کھائی ہے کہ اس کو ایسی عبادت کرنا ضرور ہے کہ جس وقت وہ اس عبادت میں مشغول ہو، سارے لوگوں میں سے کوئی بھی اس عبادت کو نہ کرتا ہو۔ ایسی صورت میں اس کو کون سی عبادت کرنی چاہیے۔ انہوں نے فوراً جواب دیا کہ مکہ معظمہ چلا جائے اور اپنے لیے طواف کی جگہ خالی کرائے اور تنہا سات طواف کرے اور اپنی قسم اتارے۔ اس جواب سے علماء عراق کو نہایت تعجب ہوا کیوں کہ ان سے اس کا جواب بن نہیں پڑا تھا۔ ان کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے دعویٰ کیا تھا کہ کیا تمہاری نسبت جو کچھ لوگ کہتے ہیں سچ ہے اس نے کہا کہ ہاں تب انہوں نے اس کو ڈانٹا ایسا کہنے سے منع کیا اور اس سے عہد لیا کہ پھر اب نہ کہے گا۔ اور حضرت سے لوگوں نے پوچھا کہ یہ سچ کہتا ہے یا بیہودہ بکتا ہے۔ حضرت نے کہا کہ کہتا تو سچ ہے مگر شبہ میں پڑ گیا ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہوئی ہے کہ اس نے نور جمال کو اپنی بصیرت (چشم دل) سے دیکھا بعدہ اس کی بصیرت سے ایک چمک پردہ پھاڑ کر اس کے بصر (ظاہری بینائی) تک پہنچی پس اس نے اپنی ظاہری بینائی سے اپنی باطنی بینائی کو دیکھا۔ اور اس کی باطنی بینائی کی شعاعیں اس کے شہود کے نور سے منفصل تھیں۔ اس لیے اس نے گمان کیا کہ جس چیز کا شہود اس کی بصیرت کے سامنے ہوا تھا۔ اس کو اس نے بصر سے دیکھا حالانکہ اس نے صرف اپنی بصر کو اپنی بصیرت سے دیکھا مگر وہ نہ سمجھا۔ اللہ تعالے نے فرمایا ہے مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ ۞[1] (اس نے دو سمندر بنا لگائے کہ آپس میں ملتے ہیں (اور پھر بھی) دونوں میں ایک پردہ (رہتا) ہے کہ (اس سے ایک دوسرے کی طرف) بڑھ نہیں سکتے) اس تقریر کے وقت بہت سے مشائخ اور بڑے بڑے علماء جمع تھے اس تقریر کو سن کر سب کی باچھیں کھل گئیں اور جس صفائی و عمدگی سے انہوں نے اس شخص کے حال کی توضیح کی اس سے سب دنگ رہ گئے اور بہت سے لوگوں نے کپڑے پھاڑ کر اور ننگے میدان کی راہ لی۔ ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھے بہت بڑا نور نظر آیا جو سارے افق پر چھا گیا۔ پھر اس میں سے ایک صورت مجھے یہ آواز دیتی ہوئی نمودار ہوئی کہ اے عبدالقادر میں تمہارا پروردگار ہوں اور میں نے تمہارے لیے حرام چیزوں کو حلال کر دیا۔ میں نے کہا کہ دور ہو ملعون۔ بس فوراً ہی وہ نور تاریک ہو گیا اور وہ صورت دھواں ہو گئی۔ بعدہٗ اس نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے عبدالقادر تم اپنے علم اور اپنی اس آگاہی کے ذریعہ سے جو تم کو اپنی منازلات کے احوال کی نسبت حاصل ہے اپنے پروردگار کے حکم سے مجھ سے بچ گئے حالانکہ میں ایسے ڈھکوسلوں سے ستر اہل طریق کو گمراہ کر چکا ہوں۔ میں نے

---

[1] پارہ (۲۷) رکوع ۱۱ د سورہ الرحمٰن آیت ۱۹، ۲۰)

کہا کہ اللہ ہی کا فضل ہے۔ اس پر ان سے پوچھا گیا کہ آپ کو کیوں کر معلوم ہوا کہ یہ شیطان ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس کے اس قول سے کہ "میں نے تمہارے لیے حرام چیزوں کو حلال کر دیا۔" ان سے پوچھا گیا کہ مواد الٰہیہ و طوارق شیطانیہ کے صفات کیا ہیں تو انہوں نے کہا کہ خدائی واردات نہ تو استدعا سے آتے ہیں اور نہ کسی سبب سے جاتے ہیں اور نہ ایک طور پر اور نہ کسی خاص وقت میں آتے ہیں اور شیطانی طوارق اکثر اس کے خلاف ہوتے ہیں، اور ان سے پوچھا گیا کہ ہمت کیا شے ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمت یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس سے دنیا کی محبت کو نکال ڈالے اور اپنی روح سے آخرت کے تعلق کو دور کر دے اور اپنے قلب میں اپنے آقا کے ارادہ کے ساتھ اپنا ارادہ باقی نہ رہنے دے اور اپنے باطن میں اس سے مجرد ہو جائے کہ ہستی کی طرف نگاہ کرے یا اس کے اندر اس کا خیال نہ آنے پائے۔ گریہ کے بارہ میں ان سے سوال ہوا تو انوں نے جواب دیا کہ اس کے لیے رود اور اس سے رد اور اس پر رود اور کوئی حرج نہیں ہے۔ کسی نے دنیا کو پوچھا تو کہا کہ اس کو اپنے دل سے نکال کر اپنے ہاتھ پر رکھ تب وہ تم کو نقصان نہ کرے گی۔ اور شکر کی نسبت پوچھا گیا تو کہا کہ شکر کی حقیقت منعم (نعمت دہندہ) کی نعمت کا عاجزی و فروتنی کے طرز پر اقرار کرنا، منت کا مشاہدہ اور شکر سے عاجز رہنے کے طریقہ پر حرمت کی نگہداشت ہے اور ان کا قول ہے کہ صابر فقیر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شاکر مالدار سے افضل ہے اور شاکر فقیر دونوں سے افضل ہے اور صابر و شاکر فقیر تینوں سے بہتر ہے اور خود بلا کو نہیں بلاتا مگر بلا لانے والے کو پہچانتا ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ خوش اخلاقی کس کو کہتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ وہ یہ ہے کہ حق کا مطالعہ کر لینے اور اپنے نفس اور اس کی چیزوں کو چھوٹا سمجھ لینے اور اس کے عیبوں کو جان لینے اور خلق کو اور ان کی چیزوں کو اس ایمان و حکمتوں پر نظر کرے جو ان میں ودیعت ہیں برا سمجھ لینے کے بعد تم میں خلق کی جفا اثر نہ کرے اور ان سے سوال ہوا کہ بقا کیا چیز ہے تو انہوں نے کہا کہ بقا تو لقا ہی کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور لقا آنکھ جھپکنے کی طرح ہوتی ہے یا اس سے بھی کم اور اہل لقا کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس وصف میں کوئی فانی شے ان کے ساتھ نہیں ہوتی کیوں کہ دونوں ضد ہیں اور ان کا قول ہے کہ جب تم اس کا ذکر و تو تم محبت رکھنے والے ہو اور جب تم اپنا ذکر اس سے سنو تو تم محبوب ہو اور خلق تمہارے اور تمہارے نفس کے درمیان میں پردہ ہے اور تمہارا نفس تمہارے اور تمہارے پروردگار کے درمیان ہے اور جب تک تم خلق کو دیکھتے رہوگے اور اپنے نفس کو نہ دیکھو گے اور جب تک تم اپنے نفس کو دیکھتے رہوگے اپنے رب کو نہ دیکھو گے، اور جب ان کی شہرت ملکوں میں پھیل گئی تو بغداد کے اذکیاء میں سے ایک سو فقیہ علوم میں ان کا امتحان لینے کو جمع ہوئے اور ان میں سے ہر ایک بہت سے مسائل لے کر ان کے پاس آیا جب وہ سب بیٹھ گئے تو حضرت نے گردن جھکائی۔ اور ان کے سینہ سے نور کی ایک چمک ظاہر ہوئی جو سو (۱۰۰) کے سینوں پر گذری جس سے جو کچھ ان کے دلوں میں تھا سب محو ہو گیا۔ تب وہ ہکا بکا سے رہ گئے اور بے قرار ہوئے اور سب نے مل کر بڑے زور سے ایک چیخ ماری اور اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور اپنی پگڑیاں پھینک دیں بعدہٗ حضرت نے کرسی کو رونق بخشی اور جو کچھ سوالات لائے تھے۔ سب کے جواب دیے اور وہ ان کے علم و فضل کے معترف ہوئے۔ ان کے اخلاق یہ تھے کہ باوجود جلیل القدر ہونے کے چھوٹے بچوں اور لڑکیوں کے پاس ٹھہرتے اور فقیروں کے ساتھ بیٹھتے اور ان کے کپڑوں سے جوئیں نکالتے تھے۔ اور کبھی نہ بھی بڑے آدمی اور اعیان دولت کی تعظیم کو

نہ کھڑے ہوتے اور نہ کسی بادشاہ یا وزیر کے پھاٹک کے اندر گئے۔ اور شیخ علی بن ہیتی رضی اللہ تعالے عنہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالے عنہ کی نسبت کہتے ہیں کہ ان کے قدم حول وقوت سے تبری کے ساتھ تفویض وموافقت پر جمع ہوئے تھے اور ان کا طریقہ موقف عبودیت میں حاضر رہنے کے ساتھ توحید کی تجرید اور تفرید کی توحید تھا نہ کسی چیز کے ذریعے سے اور نہ کسی چیز کے لیے اور شیخ عدی بن مسافر رضی اللہ تعالے عنہ کہتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالے عنہ کا طریقہ مجاری اقدار کے نیچے قلب وروح کی موافقت کے ساتھ گھلتے رہنا۔ باطن وظاہر کا ایک ہونا۔ اور خیال نفع ومضرہ اور نزدیکی ودوری کے اٹھ جانے کے ساتھ نفس کے صفات سے باہر نکل جانا ہے۔ اور شیخ بقا بن بطو رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ کہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالے عنہ کا طریق قول وفعل نفس ووقت کا ایک ہوجانا۔ اخلاص وتسلیم سے ہم آغوش رہنا۔ اور ہر سانس خطرہ ددار دمیں اور اللہ عزوجل کے ساتھ ثابت رہنے کے حال میں کتاب وسنت کی موافقت کرنی ہے۔ اور ایک روایت یہ ہے۔ کہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالے عنہ کی قوت اپنے پروردگار کی راہ میں شدت ولزوم کے اعتبار سے تمامی اہل طریق کی قوتوں کی سی تھی۔ اور ان کا طریق توحید تھا وصفاً وحکماً وحالاً۔ اور ان کی تحقیق شریعت تھی ظاہراً و باطناً۔ اور ان کا وصف یہ تھا۔ قلب فارغ، ہستی غائب اور پروردگار حاضر کا مشاہدہ ایسے باطنی علم کے ساتھ جو شکوک کی کشاکش سے پاک ہو۔ اور ایسے راز کے ساتھ جس میں اغیار نزاع نہ کریں اور ایسے قلب کے ساتھ جس سے مشاہدہ کے آثار جدا نہ ہوں۔ ابوالفتح ہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے چالیس برس تک شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالے عنہ کی خدمت کی اور انہوں نے اس مدت میں برابر عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی اور ان کی عادت تھی کہ جب وضو ٹوٹا تو فوراً نیا وضو کر لیا۔ اور دو رکعتیں پڑھ لیں۔ اور عشا کی نماز پڑھ کر اپنی خلوت میں چلے جاتے اور کسی شخص کو اپنے ساتھ خلوت میں نہیں آنے دیتے تھے۔ اور صبح نمودار ہونے ہی پھر خلوت سے باہر نکلتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ خلیفہ رات کے وقت ان سے ملنے کو آیا تو اس کو صبح کے قبل زیارت نصیب نہ ہوئی۔ ہروی کا بیان ہے کہ ایک شب میں ان کے پاس رہا تو میں نے ان کو دیکھا کہ اول شب کو تھوڑی نمازیں پڑھتے بعدہٗ تہائی رات گذرنے تک اللہ تعالے کا ذکر کرتے اور المحیط الرب الشہید الحسیب الفعال الخلاق الخالق البارئ المصور کہتے ہیں۔ اور ان کا جسم کبھی چھوٹا اور کبھی بڑا ہوجاتا ہے۔ اور کبھی ہوا میں بلند ہو کر میری نظر سے غائب ہوجاتے ہیں۔ بعدہٗ سیدھے کھڑے ہو کر نماز میں قرآن تلاوت کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ رات کی دوسری تہائی گذر جاتی ہے۔ اور بہت ہی طویل سجدے کرتے ہیں بعد ازاں متوجہ ہو کر فجر نمودار ہونے تک مشاہدہ ومراقبہ میں رہتے ہیں۔ اس کے بعد دعا کرنا گڑگڑانا اور اپنی خواری جتلانا شروع کرتے ہیں اور ایسا نور ان کو ڈھانک لیتا ہے جس سے چکاچوند لگ جائے یہاں تک کہ اس میں نظر سے غائب ہوجاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ان کے پاس سلام علیکم سلام علیکم اور ان کے جواب دینے کی آواز میں اس وقت تک سنا کیا کہ وہ صبح کی نماز کے لیے باہر آئے۔ شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں عراق کے میدان اور کھنڈروں میں پچیس برس تک تن تنہا پھرتا رہا نہ میں کسی مخلوق کو پہچانتا تھا اور نہ کوئی مخلوق مجھے پہچانتی تھی۔ مردان غیب وجنوں کے گروہ میرے پاس آیا کرتے تھے اور میں ان کو اللہ عزوجل

کا رستہ بتلایا کرتا تھا۔ اور جب میں پہلے پہل عراق آیا تو خضر علیہ السلام میرے رفیق ہوئے اور میں ان کو پہلے سے پہچانتا نہ تھا۔ اور مجھے انہوں نے یہ شرط کی کہ میں ان کی مخالفت نہ کروں اور کہا کہ یہاں بیٹھے رہو چنانچہ جس مقام پر مجھے انہوں نے بٹھایا تھا میں تین سال بیٹھا رہا اور وہ سال میں ایک مرتبہ آیا کرتے اور مجھے کہتے تھے کہ جب تک میں تمہارے پاس نہ آؤں اپنی جگہ پر جمے رہو۔ اور ان کا بیان ہے کہ میں ایک سال تک مدائن کے کھنڈروں میں رہا اور اپنے نفس کو مجاہدات کے رستہ پر لے جاتا تھا۔ اس لیے بنیذ کی سیٹھی کھاتا اور پانی نہ پیتا تھا اور دوسرے سال پانی پیتا تھا اور کچھ نہ کھاتا تھا اور تیسرے سال نہ کھاتا تھا نہ پیتا تھا۔ اور جاڑوں کی ایک رات میں میں کسریٰ کے محل میں سویا تو مجھے نہانے کی حاجت ہوئی اور میں اٹھ کر ندی سے نہا آیا اور اس کے بعد سو رہا۔ تو پھر وہی ہوا اور پھر میں ندی سے غسل کر کے آیا یہاں تک کہ اس رات چالیس بار یہ واقعہ پیش آیا اور میں غسل کرتا رہا۔ بعدہٗ میں نیند کے خوف سے چھت پر چڑھ گیا اور میں نے تمہاری دنیا سے آرام پانے کے لیے ہزار جتن کیے۔ یہ بادشاہ ہوں اور ان کے پاس والوں کے بچھونے پر بیٹھنے کو فقیر کے لیے فوری عذاب سمجھتے تھے۔ ان کے پاس جب خلیفہ یا وزیر آتا تو گھر کے اندر جا کر برآمد ہوتے تھے تاکہ فقیروں کی آنکھوں میں طریقت کی عزت قائم رہے۔ اور ان کو تعظیم کے لیے اٹھنا نہ پڑے۔ ایک مرتبہ مدرسہ نظامیہ میں فقیروں اور فقیہوں کی جماعت ان کے پاس جمع ہوئی اور ان کے سامنے انہوں نے قضا و قدر پر تقریر کرنی شروع کی۔ اثنا تقریر میں چھت سے ایک سانپ گرا۔ جس سے سب حاضرین بھاگ نکلے اور صرف یہی رہ گئے۔ اور وہ سانپ ان کے کپڑوں میں گھس گیا اور ان کے جسم پر سے گزر کر گردن کے نزدیک اس نے سر باہر نکالا اور گلے میں لپٹ گیا اور انہوں نے باوجود اس کے نہ سلسلۂ تقریر کو توڑا اور نہ اپنی نشست بدلی۔ بعدہٗ اس کے وہ اتر کر زمین پر آیا اور اپنی دُم کے بل ان کے سامنے کھڑا ہو گیا اور چلایا۔ اس کے بعد وہ کچھ بولا جس کو حاضرین میں سے کوئی بھی نہ سمجھا۔ اور چلتا ہوا۔ تب سب لوگ واپس آئے اور ان سے پوچھنے لگے کہ وہ سانپ کیا بولا تھا۔ انہوں نے کہا کہ اس نے مجھے کہا کہ میں نے بہت سے ولیوں کو آزمایا مگر آپ کا سا استقلال دیکھنے میں نہ آیا۔ اس پر میں نے اس سے کہا کہ تو تو ایک ذلیل کیڑا ہے تجھے وہی قضا و قدر حرکت دیتا ہے جس کے بارہ میں میں تقریر کر رہا تھا۔ شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ لکھتے ہیں کہ اس کے بعد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ وہی سانپ پھر آیا اور میرے سجدہ کی جگہ میں منہ کھول کر کھڑا رہا۔ اور جب میں نے سجدہ کرنا چاہا تو اس کو اپنے ہاتھ سے اٹھا کر سجدہ کر لیا تب وہ میری گردن میں لپٹ گیا اور پھر میری آستین میں گھس گیا اور دوسری آستین سے باہر نکلا۔ بعدہٗ میرے گلے کی طرف سے اندر جا کر باہر نکل گیا۔ اس کے دوسرے دن جب میں ایک کھنڈر میں گیا تو وہاں ایک شخص مجھے نظر آیا جس کی آنکھیں طول میں شگافتہ تھیں۔ اس سے میں سمجھا کہ یہ جن ہے۔ پھر اس نے مجھ سے کہا کہ میں وہی سانپ ہوں جس کو آپ نے گذشتہ شب کو دیکھا تھا۔ اور جس طرح میں نے آپ کو آزمایا اسی طرح سے میں بہت سے ولیوں کو آزما چکا ہوں مگر ان میں سے ایک میں بھی آپ جیسا استقلال نہ تھا۔ بعض باطن میں گھبرائے اور ظاہر میں ثابت قدم رہے اور بعض ظاہر و باطن میں بے چین ہوئے۔ مگر میں نے آپ کو دیکھا کہ نہ ظاہر میں گھبرائے اور نہ باطن میں۔ اور اس جن نے مجھ سے درخواست کی کہ وہ میرے ہاتھ

پر توبہ کرے۔ چنانچہ میں نے اسے توبہ کرائی۔ یہ کہتے تھے کہ جو بچہ میرے پیدا ہوا اس کو میں نے اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا کہ یہ مرنے والا ہے اور میں نے اس کو پیدا ہوتے ہی اپنے دل میں سے نکال دیا۔ ابن الاخضر رحمۃ اللہ تعالےٰ کہتے ہیں کہ جب ہم موسم سرما میں شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس جایا کرتے تھے تو چلے کے جاڑے کے وقت دیکھتے تھے کہ وہ ایک کرتہ اور ٹوپی پہنے ہوئے ہیں ان کے جسم سے پسینہ نکل رہا ہے اور ارد گرد پنکھا جھلنے والے ان کو پنکھا جھل رہے ہیں جیسا کہ سخت گرمیوں میں۔ یہ اپنے اصحاب سے کہا کرتے تھے کہ پیروی کرو اور بدعت (دین میں نئی بات ایجاد) نہ کرو۔ اطاعت کرو اور مخالفت نہ کرو۔ صبر کرو اور گھبراؤ نہیں، ثابت قدم رہو اور پراگندہ نہ ہو۔ منتظر رہو اور نا امید نہ ہو۔ متفق ہو کر ذکر کرو اور متفرق نہ ہو۔ گناہوں سے پاک ہو اور آلودہ نہ ہو اور اپنے آقا کے دروازہ سے نہ ٹلو۔ اور ان کا قول ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی بلا میں مبتلا ہو تو اس کو چاہیے کہ پہلے اس کے لیے اپنے آپ کو حرکت میں لائے۔ اور اگر اس سے خلاصی نہ ہو تو اوروں یعنی حاکموں وغیرہ سے مدد لے اور اگر اس پر بھی رہائی نہ ہو تو اپنے رب کی طرف دعا۔ گریہ وزاری اور اس کے سامنے اپنے آپ کو ڈال دینے کے ذریعہ سے رجوع کرے۔ پس اگر اس کی سنی نہ جائے تو اس کو یہاں تک صبر کرنا چاہیے کہ سارے اسباب و حرکات اس سے منقطع ہو جائیں۔ اور وہ صرف ایسی روح رہ جائے کہ حق جل و علاہی کا فعل اسے دکھائی دینے لگے۔ پس وہ یقیناً موحد ہو جائے گا اور یقین کرے گا کہ حقیقت میں اللہ کے سوا کوئی فاعل نہیں ہے اور جب اس کو وہ مشاہدہ کرے گا تو اس کے کام کا متکفل ہو جائے گا۔ اور وہ عیش و مزہ کی زندگی بسر کرے گا جو بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں اور کبھی اس کا نفس اپنے بارہ میں اللہ تعالےٰ کے نافذ کیے ہوئے حکم سے چین بجبیں نہ ہوگا۔ اور ان کا قول ہے کہ جب تم "خلق" سے مرے تو تم سے کہا جائے گا کہ خدا تم پر رحم کرے اور تم کو تمہاری خواہشوں سے موت دے" پھر جب تم اپنی خواہشوں سے مرے تو تم سے کہا جائے گا کہ تم پر خدا نے رحم کیا اور تم کو تمہارے ارادہ و آرزو سے موت دی" پس جب تم اپنے ارادہ و آرزو سے مرے تو تم سے کہا جائے گا کہ "اللہ نے تم پر رحم کیا اور تم کو زندہ کیا" تب تم ایسی پاک زندگی بسر کرو گے جس کے بعد موت نہیں۔ ایسے مالدار ہو جاؤ گے جس کے بعد افلاس نہیں ایسا عطیہ پاؤ گے جس کے بعد انکار نہیں وہ علم تم کو حاصل ہوگا جس کے بعد جہل نہیں۔ ایسا امن پاؤ گے جس کے بعد خوف نہیں۔ اور ایسے سرخ گندھک (نایاب چیز) ہو جاؤ گے جو ڈھونڈھنے سے بھی نہ ملے۔ اور ان کا مقولہ ہے کہ خلق سے فنا ہو جاؤ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور اپنی خواہشوں سے اللہ تعالےٰ کے امر سے اور خواص کا شرک کرنا یہ ہے کہ سہو و نسیان اور غلبہ و دہشت کے طور پر اپنے ارادہ کو حق کے ارادہ کے ساتھ شریک کریں پس اللہ تعالےٰ بیدار کرنے اور یاد دلانے کے ذریعہ سے ان کی خبر لیتا ہے تب وہ اس سے رجوع کرتے اور اپنے پروردگار سے بخشائش چاہتے ہیں اس لیے کہ اس ارادہ سے فرشتوں و نبیوں علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی بچا ہوا نہیں ہے۔ اور باقی مخلوقات یعنی جن و انس جو مکلف ہیں۔ اس سے محفوظ نہیں ہیں البتہ اس قدر ہے کہ اولیا کی نفسانی خواہشوں سے حفاظت کی جاتی ہے اور ابدال کی ارادہ سے۔ اور یہ کہا کرتے تھے کہ اپنے نفس سے باہر نکلو اور اس سے دور ہو جاؤ۔ اور اپنی ملکیت سے کنارہ کشی اختیار کرو۔ اور سب کو اپنے آقا کے سپرد کر دو اور اپنے قلب کے دروازہ پر وہی

کے دربان بنو پس وہ جس کے اندر لانے کا حکم دے اس کو اندر لاؤ اور جس کے باہر نکالنے کا حکم دے اس کو باہر کرو اور نفسانی خواہش کو اپنے دل میں نہ آنے دو ورنہ تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور ان کا قول ہے کہ بچتے رہو اور مائل نہ ہو اور ڈرتے رہو اور بے غم نہ ہو۔ اور تفتیش کرتے رہو اور غافل نہ ہو ورنہ تم کو اطمینان ہو جائے گا اور کسی حال یا مقال کو اپنی طرف منسوب نہ کرو اور ان میں سے کسی کا دعویٰ نہ کرو اور کسی کو اس کی اطلاع نہ دو کیونکہ اللہ تعالیٰ "ہر روز ایک نہ ایک کام میں ہے۔"[1] یعنی تغیر و تبدل میں وہ آدمی اور اس کے قلب کے درمیان میں حائل ہے۔" اس سبب سے جس کی تم خبر دو گے اس سے تم کو ہٹا دے گا۔ اور جس حال کے ہمیشہ رہنے کا خیال دل میں لاؤ گے اس سے تم کو الگ کر دے گا۔ اس لیے جس کو تم اس کی خبر دو گے اس کے نزدیک تم شرمندہ ہو گے بلکہ اس کی نگہداشت کرو اور اس کو دوسرے تک پہنچنے نہ دو پھر اگر وہ ثبات و بقا ہو تو سمجھو کہ اس کی بخشش ہے اور شکر کرو اور خدا سے توفیق چاہو اور اگر ثبات و بقا کے سوا کچھ اور ہو تو اس میں علم، معرفت، نور بیداری و تادیب کی زیادتی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نات بخیر منہا او مثلہا (ہم کوئی آیت منسوخ کر دیں یا ذہن سے اتار دیں تو اس سے بہتر یا ویسی ہی نازل بھی کر دیتے ہیں) اور کہتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ تم کو ایک حالت پر قائم کر دے تو اس کے سوا اور حالت کو چاہے وہ اعلیٰ ہو یا ادنےٰ تم اختیار نہ کرو جیسے کہتا ہوں کہ ادنےٰ کی طلب کا ممنوع ہونا تو ظاہر ہے۔ کیونکہ ادنےٰ سے اس چیز کو بدلنا چاہے گا جو اس سے بہتر ہے۔ اور اعلیٰ کی صورت میں یہ ہے کہ اس کے طالب میں نفسانی خواہش نازش راہ پا جائے گی۔ پس شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام میں اس شخص کے لیے ممانعت ہے جو نفسانی خواہش سے باہر نہیں نکلا ہے اور جو اس سے نکل چکا ہے اس کے لیے مراتب ترقی کا سوال خالص بندگی ہے۔ واللہ اعلم اور کہا کرتے تھے کہ اگر تم بادشاہ کے گھر میں جانا چاہتے ہو تو ہوا و ہوس سے اس گھر میں جانا اختیار نہ کرو جب کہ تم کو جبر سے نہ لے جائے۔ اور جبر سے میری مراد سخت حکم ہے جو تکرار کے ساتھ ہو اور صرف اندر آنے کے حکم پر قانع نہ ہو جانا۔ کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ یہ مکر و فریب ہو بلکہ اس وقت تک صبر کرو کہ تم داخل ہونے پر مجبور کیے جاؤ۔ پس تم محض جبر اور بادشاہ کے فضل سے گھر میں داخل ہو گے اس وقت بادشاہ تم کو کسی فعل پر سزا نہ دے گا۔ سزا تو تم کو اپنی برائی کی شامت۔ اپنے صبر کی کمی، سوء ادبی۔ اور جس حال پر حق تعالیٰ تم کو قائم کر دے اپنی اس حالت سے خوشنودی کے ترک پر پہنچ سکتی ہے۔ پھر جب تم گھر میں داخل ہو جاؤ تو سر جھکائے ہوئے، آنکھیں نیچی کیے ہوئے باادب اور اس خدمت کے محافظ رہو جس کا تم کو حکم دیا جائے اور ترقی کے طالب نہ ہو نہ درمیانی طبقہ پر اور نہ اعلیٰ رتبہ پر اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا **ولا تمدن عینیک**[2] (اور تم اپنی نظر نہ دوڑانا) اور ان کا قول

---

[1] پارہ اول تیرھواں رکوع ۱۳ سورہ بقر۔ آیت ۱۰۶

[2] پوری آیت کریمہ یہ ہے ولا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منہم زھرۃ الحیوۃ ہ لنفتنہم فیہ ورزق ربک خیر و ابقی ہ اور (اے پیغمبر) ہم نے جو مختلف قسم کے لوگوں کو دنیاوی زندگی کی رونق کے ساز و سامان استعمال کے لیے دے رکھے ہیں کہ ان کو ان (کے حال میں آزمائیں تم اپنی نظر نہ دوڑانا اور تمہارے پروردگار کی دی ہوئی روزی کہیں بہتر و پائندہ ہے ترجمہ پارہ ۱۶ رکوع ۱۶) سورہ طہٰ آیت ۱۳۶ ؛ ۷ لا تمدن عینیک ایک اور آیت میں بھی جو اسی کے قریب قریب ہے واقع ہے ۱۲۔ مترجم

ہے کہ نعمتوں کا حاصل کرنا اور مصیبت کا دفع کرنا اختیار نہ کرو کیونکہ نعمتیں تو تم کو قسمت سے ضرور ہی پہنچیں گی چاہے تم کو وہ خوش گوار ہوں یا ناگوار۔ اور مصیبت تم میں گھسی ہوئی ہے گو تم اس کو ناگوار سمجھو یا دفع کرو۔ اس لیے سب چیزوں میں اللہ تعالےٰ کے لیے سر تسلیم خم کرو جو وہ چاہے کرے پس اگر تم کو نعمتیں ملیں تو تم ذکر و شکر میں لگ جاؤ اور اگر تم پر مصیبت آئے تو صبر موافقت رضا اور اس سے مزے لینے اور اس سے معدوم و فنا ہو جانے میں ان حالات کے انداز سے جو تم کو عطا ہوں مشغول ہو اور ان میں منتقل ہوتے رہو یہاں تک کہ رفیق اعلیٰ تک پہنچ جاؤ اور صدیقین و شہدا ماسبق کے مقام میں قائم کر دیئے جاؤ پس مصیبت سے نہ گھبراؤ اور اس کے رفع کرنے اور نزدیک آ جانے پر اپنی دعا کے ساتھ کھڑے نہ ہو کیونکہ مصیبت کی آگ جہنم کی آگ سے تو زیادہ نہیں ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ جہنم کی آگ مومن سے کہے گی کہ اے مومن گذر جا کیونکہ تیرے نور نے میرے شعلہ کو بجھا دیا۔ اور مومن کا وہ نور جو دوزخ کے شعلہ کو بجھائے گا وہی نور ہو گا جو دار دنیا میں اس کے ساتھ رہے گا۔ اور جس کے ذریعہ سے وہ نافرمانی کرنے والے سے ممتاز ہو گا۔ اس لیئے اس کو چاہیے کہ اس نور سے مصیبت کے شعلہ کو بجھائے کیونکہ مصیبتیں بندہ پر اسے ہلاک کرنے کو نہیں آیا کرتیں وہ تو اسے آزمانے کو آتی ہیں اور ان کا قول ہے کہ جو تکلیف تم کو پہنچے اس کا گلہ کسی سے بھی نہ کرو۔ دوست یا قریب چاہے جو ہو اور جو کچھ تمہارے حق میں تمہارا پروردگار کرے اور اس کے ارادہ سے جو بلا تم پر آئے اس میں کبھی اس پر تہمت نہ دھرو بلکہ بھلائی اور شکر کا اظہار کرو۔ اور کسی مخلوق سے نہ دلبستگی پیدا کرو اور نہ مانوس ہو اور جس حال میں تم ہو اس سے کسی شخص کو آگاہ نہ کرو۔ تمہارے پروردگار کے سوا کوئی فاعل نہیں ہے اور ہر شے اس کے پاس نپی تلی ہوئی ہے "اور اللہ اگر تجھ کو کسی قسم کی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اس کا دور کرنے والا نہیں"[1] اور جب کہ تم عافیت میں ہو اور تمہارے پاس کسی قسم کی نعمت ہو تو زیادہ طلبی کے لیئے اور جو نعمت و عافیت اس نے تم کو دے رکھی ہے ان کو حقیر جان کر اور ان سے آنکھیں میچ کر اللہ تعالےٰ کی شکایت کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ غالباً وہ تم پر غصہ ہو گا۔ اور جو ہے اس کو بھی تم سے لے لے گا اور تمہاری شکایت کو سچی کر دکھائے گا اور تمہاری مصیبت کو دونی کر دے گا۔ اور تم کو سخت سزا دے گا اور تم کو ناپسند کرے گا اور اپنی آنکھ سے گرا دے گا اور آدمی پر اکثر بلائیں پروردگار عز وجل کی شکایت کرنے سے آتی ہیں۔ اور ان کا قول ہے کہ بادشاہوں کی ہم نشینی کی صلاحیت صرف وہی شخص رکھتا ہے جو لغزشوں و مخالفتوں کی ناپاکیوں سے پاک و صاف ہو اور اللہ تعالےٰ کے دروازوں کی طرف صرف اسی کو رخ کرنا چاہیے جو دعووں اور ہوسوں سے مبرا ہو حالانکہ اے بھائی! تم رات دن گناہوں و گندگیوں میں ڈوبے رہتے ہو اور اسی لیے آیا ہے کہ ایک دن کی تپ ایک سال کا کفارہ ہے۔ پس اللہ تعالےٰ نے بیماریوں و سختیوں کو بے کام نہیں صرف اسی لیئے بنایا ہے کہ تم اس کی نزدیکی و ہم نشینی کے قابل ہو جاؤ۔ اور یہ بھی آیا ہے کہ سخت ترین بلائیں نبیوں پر آئی ہیں۔ بعدہٗ درجہ بدرجہ اور دائمی بلا کے ساتھ ولایت کبریٰ والے مخصوص ہیں اور یہ اس لیئے ہے کہ وہ ہمیشہ حاضر بارگاہ رہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے

---

[1] وان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا ھو پارہ ہفتم رکوع ہشتم (سورۃ انعام۔ آیت ۱۷)

سوا کسی طرف جھکنے نہ پائیں۔ پھر جب بندہ پر ہمیشہ مصیبت رہتی ہے تو اس کا قلب قوی اور اس کی نفسانی خواہش کمزور ہو جاتی ہے اور کہا کرتے تھے کہ تم پر راضی رہو اور اپنے رب سے اس کے ازلی حکم میں جھگڑا نہ کرو۔ ورنہ وہ تم کو جدا کر دے گا۔ اور اس سے غافل نہ ہو ورنہ وہ تم کو خراب و برباد کر دے گا۔ اور اس کے دین میں اپنی نفسانی خواہش سے گفتگو نہ کرو ورنہ وہ تم کو تباہ کر دے گا۔ اور اپنے نفس سے مطمئن نہ ہو ورنہ تم کو اسی کے ساتھ اور جو اس سے بھی بڑا ہو گا مبتلا کرے گا۔ اور کسی پر ظلم نہ کرو گو اس کا باعث اس کی نسبت تمہاری بدگمانی اور اس کو برا سمجھنا ہی کیوں نہ ہو کیوں کہ تمہارا پروردگار ظالم کے ظلم سے درگذر نہیں کرتا اور کہتے تھے کہ جب تم اپنے دل میں کسی شخص کی عداوت، یا محبت دیکھو تو اس کے افعال کو کتاب و سنت سے ملاؤ پس اگر دونوں کی رو سے وہ پسندیدہ ہوں تو اس کو دوست رکھو اور اگر ناپسندیدہ ہوں تو اس کو ناپسند کرو تاکہ تم اس کو نفسانی خواہش سے دوست نہ رکھو اور نہ دشمن سمجھو۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے[1] ولا تتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ (اور اپنی نفسانی خواہش پر نہ چلنا ورنہ وہ تم کو خدا کے رستے سے بھٹکا دے گی) اور کسی کو چھوڑو نہیں مگر اللہ کے لیے یہ بھی اس وقت کہ اس کو گناہ کبیرہ کا ارتکاب اور گناہ صغیرہ پر اصرار کرتے دیکھو میں کہتا ہوں کہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھنے سے مراد یہ ہے کہ اس کا علم ہو گو وہ شہادت ہی سے کیوں نہ ہو اس لیے چھوڑ دینے کے جواز کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ چھوڑنے والا اس گنہگار کو اپنی آنکھوں سے گناہ کرتے ہوئے دیکھے۔ اسی لیے سیدی علی الخواص رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ کسی کو چھوڑ دینے کے جواز کی شرط یہ ہے کہ چھوڑنے والے کو اس شخص کے جس کو چھوڑا ہے اس گناہ میں جس کی وجہ سے چھوڑا ہے مبتلا ہونے کا ظنی و تخمینی نہیں بلکہ یقینی علم ہو۔ اس لیے بغیر تحقیق و ثبوت کے قطع تعلق جائز نہیں ہے اور یہ وہ باب ہے جس میں بہت سے آدمی ہلاک ہوئے ہیں اور اسی گناہ میں مبتلا ہو کر مرے ہیں۔ جس کی تہمت انہوں نے لوگوں پر دھری تھی واللہ اعلم۔ اور ان کا قول ہے کہ جب اللہ تعالےٰ کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو نہ اس کے مال کو بڑھاتا ہے اور نہ اس کی اولاد کو اور یہ اس لیے کہ اس محبت میں جو اسے اللہ تعالےٰ کے ساتھ ہے شرکت باقی نہ رہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ غیور ہے شرکت پسند نہیں کرتا میں کہتا ہوں کہ لیکن اگر ولی ایسے مقام تک پہنچ جائے کہ کوئی چیز اس کو خدا سے باز نہ رکھ سکے تو اس کے لیے مال و اولاد کا مضائقہ نہیں ہے اور کہا کرتے تھے کہ اس کی طمع نہ رکھو کہ روحانیوں کے زمرہ میں داخل ہو گے جب تک کہ تم اپنے آپ سے بجمیع وجوہ دشمنی نہ کرو۔ اور اپنے کل جوارح و اعضائے جدائی نہ اختیار کرو اور اپنی ہستی شنوائی، بینائی گرفت، دوڑ دھوپ، عمل و عقل اور ان کل چیزوں سے الگ نہ ہو جاؤ جو روح کے وجود سے پہلے تمہاری تھیں اور ان چیزوں سے جو نفخ (روح پھونکنے) کے بعد تم میں پیدا کی گئیں کیونکہ یہ سب چیزیں تم کو تمہارے رب عزوجل سے روکنے والی ہیں جیسا کہ خلیل علیہ السلام نے بتوں کی نسبت کہا تھا اور جس کا ذکر اللہ تعالےٰ کے اس قول میں ہے۔[2] فانھم عدو لی الا رب العلمین (یہ تو میرے دشمن ہیں ہاں میرا سچا دوست

---

[1] تیئسویں پارہ کا گیارھواں رکوع (سورہ ص کی چھبیسویں آیت) ۱۲

[2] پارہ ۱۹۔ رکوع ۹ (سورہ شعراء۔ آیت ۷۷)۔ ۱۲

پروردگارِ عالم ہے) پس تم اپنے آپ کو مجموعہ اور اپنے اجزا کو ساری مخلوقات کے ساتھ بُت سمجھو۔ اور حدود کی پابندی اور اوامر و نواہی کی نگہداشت کے ساتھ اپنے رب کے سوا کسی کی ہستی تمہیں نظر نہ آئے۔ پس اگر تم میں حدود میں سے کسی چیز کی کمی واقع ہو تو سمجھ لو کہ تم مبتلائے فتنہ ہو۔ شیطان تم سے کھیل کرتا ہے۔ پس شرع کے حکم کی طرف لوٹو اور اس کے پابند ہو اور اپنی نفسانی خواہش کو چھوڑ دو کیونکہ جس حقیقت کی شریعت گواہی نہ دے وہ باطل ہے۔ اور ان کا قول ہے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ حق تعالےٰ اپنے ایمان دار بندہ پر مہربان ہوتا ہے تو اس کے قلب کے سامنے رحمت، احسان و بخشش کا دروازہ کھول دیتا ہے اس لیے وہ اپنے قلب سے وہ دیکھتا ہے جس کو آنکھ نے دیکھا نہ کان نے سنا اور نہ کسی بشر کے دل نے خیال کیا یعنی غیب کی چیزوں کا مطالعہ اور پہچاننا اور لطافت آمیز کلام و خوش آئند وعدہ و دلائل اور دعا میں مقبولیت اور تصدیق و وعدہ و وفا اور حکمت کی باتوں کا اس کے قلب میں خود بخود گزرنا اور ان کے سوا بڑھی چڑھی ہوئی نعمتیں جیسے حدود کی نگہداشت اور پابندی طاعات۔ پس جب بندہ کو اس پر اطمینان ہوا اور وہ اس پر نازاں اور اس کو اس حالت کے ہمیشہ رہنے کا اعتقاد ہو گیا تب اللہ تعالےٰ اس پر انواع و اقسام کی مصیبتوں اور رنجوں کے دروازے جان و مال، داد و اہل کی طرف سے کھول دیتا ہے اور جو کچھ نعمتیں اس کو ملی تھیں وہ سب اس سے زائل ہو جاتی ہیں۔ اس لیئے وہ بندہ ہکا بکا دل شکستہ ہو جاتا ہے۔ اگر اپنے ظاہر کی طرف دیکھتا ہے تو مسرت کا پس منظر پیش نظر ہوتا ہے۔ اور اگر اپنے باطن کی طرف نظر دوڑاتا ہے تو غم کے سامان مہیا پاتا ہے۔ اور اگر اللہ تعالےٰ سے اپنی مصیبت کے زائل ہونے کا سوال کرتا ہے۔ تو مقبول ہونے کی امید نہیں اور اگر خلق کی طرف رجوع کرنا چاہتا ہے تو اس کا کوئی راستہ نہیں پاتا۔ اور اگر رخصتوں پر عمل کرتا ہے تو فوراً سزا پاتا ہے۔ اور اس کے جسم و مال پر خلائق مسلّط ہو جاتے ہیں۔ اور اگر درگزر چاہتا ہے تو معاف نہیں کیا جاتا اور اگر ان بلاؤں پر جن میں وہ مبتلا ہے رضامند ہونے سے خوش رہنے اور آرام کرنے کا قصد کرتا ہے تو یہ بھی اس کو نصیب نہیں ہوتا پس جب وہ اس حالت کو پہنچ جاتا ہے تب اس کا نفس گھلنے لگتا۔ اس کی نفسانی خواہش زائل ہونی شروع ہوتی۔ ارادے و آرزوئیں کوچ کرتی جاتی اور تمام چیزوں کی ہستی مٹتی جاتی ہے۔ یہ حالت اس کی دائمی اور سخت کر دی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی بشریت کے اوصاف کو فنا کر دیتی ہے اور وہ صرف روح رہ جاتا ہے پس اس وقت وہ اپنے قلب سے یہ ندا سنتا ہے ارکض برجلك هذا مغتسل بارد و شراب[1] (اپنے پاؤں سے زمین کو ٹھکرا دو تمہارے نہانے اور پینے کے لیئے یہ ٹھنڈا پانی حاضر ہے) اور سارے خلعت اس کو واپس ملتے اور زیادہ عنایت ہوتے ہیں۔ اور حق سبحانہ و تعالیٰ اس کی تربیت خود فرماتا ہے۔ فلا تعلم نفس ما اخفی لهم من قرة اعین[2] (کوئی شخص بھی نہیں جانتا کہ کیسی کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لیے پردۂ غیب میں موجود ہے)

---

[1] پارہ ۲۳۔ رکوع ۱۳ (سورۂ صٓ آیت ۴۲) قصہ حضرت ایوب علیہ السلام جس سے صاحب ترجمہ کا یہ پورا قول من اولہ الی آخرہ ماخوذ ہے اور جو حالت مندرجہ بالا کی تصویر ہے دونوں کو ملا کر دیکھنے اور سوچنے سے پورا لطف آسکتا ہے۔ ۱۲۔ مترجم۔

[2] پارہ ۲۱۔ رکوع ۱۵ (سورہ سجدہ آیت ۱۷) ۱۲۔

اور آپ کا قول ہے کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کو چاہتا ہے وہ اللہ سے اپنی ناواقفیت اپنے ایمان اپنی معرفت اپنے یقین کی کمزوری اور اپنے صبر کی کمی ہی کی وجہ سے اور جو شخص کہ اس سے بچتا ہے وہ اللہ عزوجل کی نسبت اپنی زیادہ واقفیت اپنے ایمان کی زیادتی اور اللہ سبحانہ و تعالےٰ سے اپنے زیادہ حیا کرنے ہی کے باعث، اور ان کا مقولہ ہے کہ حق تعالےٰ کا اپنے بندہ کے سوال کو قبول نہ کرنا صرف بندہ ہی پر شفقت کی وجہ سے ہے تاکہ اس پر امید و غرور غالب نہ آجائیں۔ جس سے وہ مکر میں پڑ کر ادب خدمت کی بجاآوری سے غافل ہو کر ہلاک ہو جائے حالانکہ بندہ سے صرف یہی مطلوب ہے کہ اپنے رب کے سوا کسی طرف مائل نہ ہو۔ اور ان کا قول ہے کہ جو ابتلا عقوبت و مقابلہ کے طور پر ہو اس کی علامت بلا کے پائے جانے کے وقت صبر کا نہ ہونا گھبرانا اور خلق سے شکایت کرنا ہے اور جو ابتلا گناہوں کے کفارہ اور کمی کے لیے ہو اس کی علامت صبر جمیل کا ہونا ہے۔ جس میں نہ شکایت ہو نہ گھبراہٹ نہ بے چینی اور نہ طاعت کی بجاآوری میں سستی اور جو ابتلا کہ درجات کی بلندی کے لیے ہو اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے دور ہونے تک خدا کے ازلی حکموں سے خوشنودی موافقت نفس کی طمانیت اور سکون پایا جائے۔ اور کہا کرتے تھے کہ جو آخرت چاہے اس کو دنیا کی نسبت اور جو اللہ کو چاہے اس کو عقبیٰ کی نسبت زہد اختیار کرنا لازم ہے اور جب تک کہ بندہ کا دل دنیا کی کسی خواہش یا کسی لذت میں اٹکا ہوا ہو (یعنی کھانا پینا نکاح کرنا، حاکم یا رئیس بننا۔ یا جو فن کہ فرض سے زیادہ ہیں ان میں سے کسی میں موشگافیاں کرنی جیسے کہ اس زمانہ میں حدیث روایت کرنی۔ قرآن کو ساتوں قرأت سے پڑھنا اور نحو لغت و فصاحت کے فنون میں عمر صرف کرنا) اس وقت تک وہ آخرت کا دوست رکھنے والا نہیں۔ وہ تو دنیا ہی کا راغب اور اپنی ہی نفسانی خواہشوں کا تابع ہے۔ اور نصیحت کیا کرتے تھے کہ کل جنتوں سے اندھے بن جاؤ اور ان میں سے کسی سے چپکے نہ رہو۔ کیونکہ جب تک کہ تم اس کو پیش نظر رکھو گے اس وقت تک اللہ تعالےٰ کے فضل کا دروازہ تم پر بند رہے گا۔ اس لیئے تمامی جہات کو اپنی توحید سے بند کر دو اور ان کو اپنے یقین سے بعدہ اپنی فنا سے بعدہ اپنی محو سے بعدہ اپنی علم سے مٹا دو تب جا کر تمہارے قلب کی آنکھوں سے جنتوں کی جہت کھلے گی اور یہ خدائے کریم کے فضل کی جہت ہے پس تم اس جہت کو اپنی چشم سر سے دیکھو گے اور اس کے بعد تم نہ فقر پاؤ گے اور نہ غنا۔ اور یہ سمجھایا کرتے تھے کہ جوں جوں تم نفس پر مجاہدہ کرو گے اور اس پر غالب آؤ گے۔ اور اس کو مجاہدہ کی تلوار سے قتل کرو گے جوں جوں اللہ عزوجل اس کو زندہ کرتا جائے گا۔ اور وہ تم سے جھگڑا کرے گا اور تم سے حرام و مباح خواہشوں اور لذتوں کا مطالبہ کرے گا۔ تاکہ تم اس کے ساتھ پھر مجاہدہ و مقاتلہ کرو اور تمہارے لیے دائمی نور و ثواب لکھا جائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے "رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر (ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹے ہیں) یہی معنی ہیں۔ اور ان کا مقولہ ہے کہ ہر مومن اس بات کا مکلف ہے کہ جو چیز اس کے حصہ میں آئی ہو اس کے سامنے آنے کے وقت ٹھیر جائے اور چھان بین کرے۔ ایسی صورت میں جب تک کہ حکم اس کو مباح اور علم اس کو اس کا حصہ قرار دے اس کو ہاتھ نہ لگائے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن بڑی چھان بین کرنے والا اور منافق حق سے باز رکھنے والا ہوا کرتا ہے۔

(۲۵۰) ابوبکر ہوار بطائحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ عیار تھے رہزنیاں کیا کرتے تھے کہ ایک رات کو غیب سے ان کو آواز آئی کہ کیا تیرے اللہ تعالےٰ سے ڈرنے کا وقت ابھی نہیں آیا ہے؟ بس اسی وقت انہوں نے توبہ کی اور یہی پہلے شخص ہیں جن کو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے خواب میں کپڑے کا خرقہ اور ٹوپی پہنائی۔ اور جب یہ بیدار ہوئے تو انہوں نے دونوں چیزیں اپنے جسم پر پائیں۔ یہ کہا کرتے تھے کہ میں نے اپنے رب عزوجل سے عہد لیا ہے کہ جو جسم میری تربت میں داخل ہو اس کو آگ نہ جلائے۔ اور کہا جاتا ہے کہ کبھی کوئی مچھلی یا گوشت ان کی قبر میں داخل نہ ہوا جس کو آگ نے جلایا ہو۔ ان کے جلیل القدر وعالی مقام ہونے پر ان کے زمانہ کے بزرگوں کا اجماع منعقد ہوا تھا۔ ان کے بعض اقوال فیض شمال یہ ہیں۔ توحید قدم کو حدوث سے الگ کر لینا موجودات کا خارج ہو جانا۔ پردہ کا قطع کرنا۔ اور جتنی چیزیں معلوم ومجہول ہوں ان کے ساتھ پھرنے کو ترک کرنا ہے۔ کیوں کہ توحید کا علم اس کے وجود کا مباین ہے اور اس کا وجود اس کے علم کا مفارق ہے۔ اس لیے جب اس کی انتہا ہو گی تو حیرت پر ہو گی۔ تصوف اجتماع کے ساتھ ذکر کرنا سماع سے وجد کرنا اور اتباع کا برداشت کرنا ہے۔ خوف تم کو اللہ تعالےٰ تک پہنچائے گا۔ اور وہ یہ ہے کہ سانس کے آنے جانے کے ساتھ اس سے بے غم نہ ہو کہ تم پکڑ لیئے جاؤ گے۔ حق کے ساتھ جمع ہونا اس کے غیر سے جدا ہونا ہے۔ اور اس کے غیر سے جدا ہونا اس کے ساتھ جمع ہونا ہے۔ تمہارا لوگوں کو حقیر سمجھنا ایسا مرض ہے جس کا علاج نہیں ہے اور یہ کہا کرتے تھے کہ عراق کے اوتاد آٹھ ہیں۔ معروف کرخی۔ احمد بن حنبل۔ بشر حافی۔ منصور بن عمار۔ جنید۔ سری سقطی۔ سہل بن عبداللہ تستری اور عبدالقادر جیلی رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اس پر ان سے پوچھا گیا کہ عبدالقادر کون ہیں تو انہوں نے کہا کہ ایک عجمی سید بغداد کے رہنے والے جن کا ظہور پانچویں صدی میں ہو گا اور وہ صدیقوں اور اقطاب دنیا کے رکنوں میں سے ہوں گے رضی اللہ عنہ

(۲۵۱) شیخ ابو محمد شنبکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اس شان کی ریاست ان کے زمانہ میں انہیں کو ملی۔ اور بہت سے صدق والے سالک جیسے شیخ ابوالوفا شیخ منصور رضی اللہ عنہما وغیرہما انہیں کے یہاں سے نکلے۔ یہ شریف الاخلاق کامل الادب وافر العقل اور کثیر التواضع تھے۔ ابتدا میں قافلوں کو لوٹا کرتے تھے۔ آخر انہوں نے ابوبکر بن ہوار بطائحی کے ہاتھ پر توبہ کی۔ پھر تو ماورزاد اندھوں۔ برص والوں اور دیوانوں کو اپنی دعا سے اچھا کرنے لگے۔ ان کے چند مقولے یہ ہیں۔ طاعت کی جڑ پرہیز گاری وتقویٰ ہے اور تقویٰ کی جڑ نفس کا حساب لینا ہے۔ جس نے اللہ تعالےٰ کا پکارنا نہ سنا وہ کیوں کر اس کے پکارنے والے کو جواب دے سکتا ہے اور جس نے اللہ کے سوا کسی چیز پر استغنا کیا اس نے اللہ کی قدر نہ جانی۔ جس نے اپنے نفس کو ادب کے ساتھ مقہور کیا وہی اللہ تعالےٰ کو خلوص کے ساتھ پوجنے والا ہے۔ خلق کا حجاب حق تعالیٰ سے وہی ان کی تدبیریں اپنی جانوں کے لیے ہیں۔ اور جس نے اپنے آپ سے حق کے قریب ہونے

پرنگاہ ڈالی۔ اس کے قلب سے اس کے سوا سب چیزیں دور ہوگئیں۔ صدیقوں کی خواہش مجاہدہ ہے۔ اور جھوٹوں کی خواہش خواب دکاہلی۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسے سر کا مدعی ہو جس کی شہادت اس کے ظاہر کی نگہداشت نہ دیتی ہو اس کو دین میں متہم ٹھہراؤ۔ گو تم موت سے مر جاؤ مگر ہرگز اس فقیر کا کھانا نہ کھاؤ جو دنیا سے پرہیز کرنے کے بعد اس کی طرف لوٹا اور اگر تم نے کھا لیا تو چالیس دن تک تمہارا قلب سخت رہے گا۔ قلب کی درستی خلوص کے ساتھ اور اس کا بگاڑ ریا وسمعہ کے ساتھ علم میں مشغول رہنے میں ہے۔ قلب کا جمار ہنا اور مراتب اعلیٰ کی طرف سبقت کرنا اس پر موقوف ہے کہ حق کی پوری رعایت اور خلق کے لحاظ کو اٹھا دینے کے ساتھ باطن کی اصلاح کی جائے اور ولی وہ ہے جس کا حال ہمیشہ چھپا رہے اور بغیر اس کے اس کو تمیز کرنے کے اعمال ظاہر ہوں ساری ہستی اس کے ولی ہونے پر ناطق ہو۔

(۲۵۲) شیخ اعزاز بن منو دع بطائحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بطائح میں طریقت کی ریاست ان کو پہنچی تھی اور صلحاء علماء کی ایک جماعت نے ان سے طریقت اخذ کی اور اس میں عرق ریزیاں کیں اور ان کے صاحب عظمت ہونے پر بزرگوں نے اتفاق کیا ہے۔ ان کے چیدہ اقوال یہ ہیں: غفلتیں دو ہیں، رحمت کی غفلت اور دشمنی کی غفلت، پس جو غفلت کہ رحمت ہے وہ پردہ ہٹا دینا ہے۔ تاکہ یہ گروہ عظمت وجلال کا مشاہدہ کرکے فرائض وسنن کے سوا عبودیت کو بھول جائیں اور ہیبت کی واردات کے مراقبہ کے سوا سِرّ کی مراعات سے غافل ہو جائیں اور جو غفلت کہ دشمنی سے ہے وہ بندہ کا اللہ عزوجل کی طاعت کو چھوڑ کر اس کی معصیت میں مشغول ہو جانا اس کا کرامات کی طرف التفات کرنا اور استقامت کی راہ سے غافل ہو جانا ہے۔ سطوت کے فرش تو دشمنوں ہی کے لیے بچھائے گئے ہیں تاکہ وہ اپنے برے افعال سے وحشت زدہ ہوں۔ اس لیے کبھی ایسی چیز ان کے مشاہدہ میں نہیں آتی ہے جس سے خوش ہوں اور جس چیز سے مانوس ہوتے ہیں اس سے ان کو اطمینان حاصل نہیں ہوتا۔ روحوں نے شوقوں پہ مہربانی کی تو حقیقت کی طرف بلانے والوں کے پاس مشاہدہ کا دامن پکڑ کر ٹھیریں اس لیے حق تعالیٰ کے غیر کو معبود نہ سمجھیں اور ان کو یقین آ گیا کہ قدیم کو حادث صفات معقولہ سے دریافت نہیں کر سکتا پس حق تعالیٰ کی ہی صفتیں اس تک پہنچتی ہیں۔ اس لیے وہی ہے جس نے اسے پہنچایا ہے اور آدمی اپنے نفس سے نہیں پہنچا ہے۔ ارادت قلب کا چیزوں سے رب کی طرف پھیر دینا اور بغیر قصد کے اللہ کے ساتھ بیٹھنا ہے۔ محبت جب روحوں سے ملی تو وہ اڑیں، جب عقلوں سے مخلوط ہوئی تو وحشت زدہ ہوئیں اور جب فکروں سے متلبس ہوئی تو وہ حیرت زدہ ہوگئیں۔ علم کا کمال یہ ہے کہ جمالی صفتوں کے کنہہ کی نسبت امید منقطع ہو جائے جو اللہ سے مانوس ہوا اس سے ہر چیز مانوس ہوئی جس کو اللہ نے مخاطب کیا۔ اس کو ہر چیز نے مخاطب کیا جو اللہ تک پہنچا اس سے ان علوم واسرار کی عظمت کے سبب جو اللہ نے اس کے سپرد فرمائے۔ ہر چیز ناواقف رہی۔

(۲۵۳) شیخ منصور بطائحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و رحمہ

یہ احمد بن رفاعی کے ماموں تھے اور انہیں کی صحبت میں راہ پر لگے۔ صاحب احوال و ارباب مقامات کے بہت سے گروہ ان کی طرف منسوب ہیں۔ ان کے حمل میں رہنے کے زمانہ میں جب ان کی والدہ ان کے پیر شیخ محمد شنبکی کے حضور میں حاضر ہوتی تھیں تو وہ اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور ایسا اتفاق کئی مرتبہ ہوا تو لوگوں نے ان سے اس کا سبب پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ میں اس جنین کے لیئے کھڑا ہوتا ہوں جو اس کے پیٹ میں ہے کیوں کہ یہ اللہ تعالےٰ کے مقربوں اور مقامات والوں میں سے ہوگا۔ اور عنقریب اس کی شان ایسی بلند ہوگی کہ اس کا راہوار طریقت منہ نہیں موڑنے کا۔ یہاں تک کہ اللہ عزوجل کی طرف رخ کیے ہوئے جان دے گا۔ ان کے چیدہ اقوال یہ ہیں جس نے دنیا کو پہچانا اس نے اس میں زہد کیا اور جس نے اللہ کو پہچانا اس نے اس کی رضا کو مقدم رکھا۔ اور جس نے اپنے آپ کو نہ پہچانا وہ بڑے دھوکے میں ہے جتنی چیزوں میں اللہ تعالےٰ بندہ کو مبتلا فرماتا ہے ان میں سب سے زیادہ سخت اس سے غافل ہونا اور فترت[1] ہے اور جب اللہ تعالےٰ کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو اس کو غفلت اور نیند سے پناہ دیتا ہے۔ جوں جوں قلب کی منزلت بڑھتی جاتی ہے دوں دوں سزا جلد اس پر پہنچتی ہے۔ صبر بے قراروں کا توشۂ راہ ہے اور رضا عارفوں کا درجہ ہے پس جو شخص اپنے صبر پر صبر کرے وہ صابروں میں سے بڑا نیکو کار ہے جو شخص ایسی حالت میں کہ اپنے رزق کے بارہ میں اللہ تعالےٰ کو تہمت دیتا ہے اپنے دین کے ساتھ اللہ کی طرف بھاگتا ہے وہ رزق کے لیے بھاگتا ہے۔ اس کی طرف نہیں بھاگتا۔ دنیا کی جو موجودات کہ دنیا چھوڑنے کی معین نہ ہو وہ تمہارے لیے مضر ہے مفید نہیں ہے۔ "تین خصلتیں اولیاء کی صفتیں ہیں۔ ہر چیز میں اللہ تعالےٰ پر بھروسہ کرنا۔ اس پر تکیہ کرکے ہر شے سے غنی ہو جانا اور ہر حال میں اسی کی طرف رجوع کرنا۔ ادادت یہ ہے کہ تم اللہ تعالےٰ کی طرف اشارہ کرو تو اس کو اشارہ سے زیادہ نزدیک پاؤ اور توکل سارے امور کو ایک ہی کی طرف پھیر دینا ہے اور ہر مخلص کے اخلاص کا نقصان اپنے اخلاص کو کوئی چیز سمجھنا ہے اور اس کا کمال اپنے اخلاص میں ریا کا دیکھنا ہے۔ اللہ کے ساتھ انس دلوں کا اللہ عزوجل کی نزدیکی سے شگفتہ ہونا اور اسی سے خوش ہونا اور اپنی تسکین کی حالت میں اس کی طرف نگاہ رکھنا اور اس کے کل ماسوا سے غافل ہو جانا ہے اور یہ کہ دل اس وقت تک اس کی طرف اشارہ نہ کریں جب تک کہ وہی ان کی طرف اشارہ کرنے والا نہ ہو جو شخص کہ عبودیت کی صفائی پر پہنچا اس میں ربوبیت کے نسیان نے گھر کیا اور جس نے عبودیت کی پابندی میں ربوبیت کی صنعت کا مشاہدہ کیا بس وہی اپنے نفس سے الگ ہوا اور اپنے رب عزوجل کے پاس ٹھیرا اور اس وقت وہ استدراج سے سلامت رہا۔ اور اس مقام پر استدراج یقین کا چلا جانا ہے۔ کیوں کہ یقین ہی سے غیب کے فوائد ظاہر ہوتے ہیں۔ کشف نور کے ٹکڑے ہیں جو اس وقت چمکتے ہیں جب کے

---

[1] فترۃ بالفتح۔ اس کے لغوی معنی ہیں سستی اور صوفیوں کی اصطلاح میں "ہدایت کی آگ کا جو نفس ہوا کی جلانے والی ہے ٹھنڈا ہو جانا" ۱۲۔ مترجم

باطنی امروں کے اندر رہی ایک غیب سے دوسرے غیب کی طرف پہچاننے والوں کی شناخت دل میں جاگزیں ہو جاتی ہے تاکہ جہاں سے حق مشاہدہ فرماتا ہے وہیں سے یہ بھی چیزوں کا مشاہدہ کرے اس لیے وہ مخلوق کے دل کی باتیں کہہ دیتا ہے اور جب باطن کے اندر حق ظاہر ہو جاوے گا تو امید و خوف کے لیے فضلہ باقی نہ رہے گا اور یہ کہتے تھے کہ میں نے اپنے ماموں[1] منصور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہتے سنا کہ عاشق ہمیشہ اپنے خمار میں سرشار اپنی شراب میں حیران رہتا ہے۔ نشہ سے نکل کر حیرت میں آتا ہے اور حیرت سے نکل کر نشہ میں جاتا ہے شیخ منصور رضی اللہ عنہ زمین بطائح کی نہر دقلی میں رہتے تھے اور انہوں نے اسی کو اپنا وطن بنا لیا تھا۔ چنانچہ وہیں قضا کی۔ اور ان کا مزار ظاہر و معلوم اور لوگوں کی زیارت گاہ ہے۔ ان کے مرتے وقت ان کی بیوی نے کہا کہ تم اپنے بیٹے کو جانشین بنا جاؤ۔ انہوں نے کہا کہ نہیں اپنے بھانجے احمد کو۔ مگر جب ان کی بیوی نے دوبارہ کہا کہ تو انہوں نے اپنے بیٹے اور بھانجے دونوں سے کہا کہ تم دونوں فلاں زمین سے خرفہ کا ساگ اکھاڑ لاؤ۔ چنانچہ ان کے بیٹے اسی زمین سے خرفہ کا ساگ لے آئے اور ان کے بھانجے کچھ بھی نہ لائے۔ تو ان سے انہوں نے پوچھا کہ اے احمد تو ساگ کیوں نہیں لایا۔ احمد نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ سب جڑی بوٹیاں اللہ عزوجل کی تسبیح پڑھ رہی ہیں اس لیے میں ان میں سے کسی کو بھی نہ اکھاڑ سکا تب ان کی بیوی چپ رہ گئیں۔

(۲۵۴) شیخ تاج العارفین ابوالوفا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورحمہ

اپنے وقت میں بزرگان عراق کے سرداروں میں سے تھے اور ان کی بہت سی خارق عادت کرامتیں تھیں اور ان کے زمانہ میں اس شان کی ریاست انہی کو پہنچی تھی۔ بے شمار لوگ علما و صلحا میں سے ان کے مرید ہوئے۔ اور ارباب احوال میں سے ان کے چالیس خادم تھے۔ جب ان کے پیر شیخ شنبکی نے ان کی بیعت لی تو کہا کہ آج میرے دام میں ایسا پرند پھنسا ہے جس کا مثل کسی شیخ کے جال میں نہ پھنسا تھا اور بطائح کے مشائخ کہا کرتے تھے کہ جو شخص ابوالوفا کا ذکر کرے اور اپنے منہ پہ ہاتھ پھیرے بغیر اللہ کا نام لئے اس کے چہرہ کا گوشت اگر ان کی ہیبت سے نہ گرے تو اس پر تعجب کرنا چاہیئے۔ اور سیدی عبدالقادر جیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ کے دروازہ پر ابوالوفا جیسا کوئی کردی نہیں ہے اور یہی پہلے شخص ہیں جو عراق میں تاج العارفین کے لقب سے موسوم ہوئے ہیں۔ ان کے بعض کلام محبت التیام یہ ہیں۔ جس کو نظر کے اٹھنے سرگرداں کیا اس کو خبر کے سننے نے بے چین کیا اور جو بیابان شوق میں الگ ہو رہا وہ آفاق کی طرف التفات نہیں کرتا۔ ذکر وہ ہے جو تم کو تم سے اس کے وجود کے سبب سے غائب کر دے اور اس کے شہود کے باعث تم کو تم سے لے لے۔ کیوں کہ ذکر حقیقت کا شہود اور خلقت کا شہود ذکر بجھ جاتا ہے۔ اجسام قلم ہیں روحیں تختہ ہیں اور نفوس جام شراب ہیں اور وجد آگ پھونک دینے والی حسرت ہے اور بعدہٗ اڑا لے جانے والی نگاہ ہے اور فوت شاہد حضور میں بندہ کی سراسیمگی کے وقت باطنی محادثہ اور غلبہ شہود

---

[1] ظاہر ہے کہ اس قول کو شیخ احمد رفاعی کے ترجمہ میں ہونا چاہیے نہ کہ خود شیخ منصور کے اقوال میں بدایۃً ناسخ وکاتب کی غلطی ہے لیکن جو نسخہ مصر کا چھپا ہوا ہے میرے پاس ہے اس میں اسی طرح ہے اس لیے میں نے اسے باقی رکھ کر حاشیہ لکھ دیا۔ ۱۲۔ مترجم

کے سبب سے دریائے مشاہدہ میں قلب کا مستغرق ہو جانا ہے۔ تسلیم نفس کو احکام کے میدانوں میں چھوڑ دینا اور صدمات سے اس پر شفقت کا ترک کر دینا ہے اور یہ کہا کہ تم سمجھ کہ اگر اپنے پیر کے پاس آنے والا سچا ہو اور پیر خواب میں ہو تو پیر کا ہر ذرہ اس کے سوال کا جواب دے گا اور اس کو پیر کے جگانے کی ضرورت نہ ہوگی۔

(۲۵۵) شیخ حمّاد بن مسلم دبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

علوم حقائق کے علماء راسخین میں سے تھے۔ ان کو مریدوں کی تربیت کی ریاست ملی تھی۔ اور پوشیدہ واردات کے کشف کی نسبت ان پر اجماع منعقد ہوا تھا اور ان کے وقت کے بہت زیادہ مشائخ و صوفیا بغداد انہیں کی طرف منسوب تھے اور یہ ان لوگوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی صحبت پائی ان کی ستائش کی اور ان کی کرامتیں روایت کیں۔ ان کے چند منتخب اقوال یہ ہیں۔ دل تین قسم کے ہیں ایک تو وہ دل ہے جو دنیا میں پھرتا رہتا ہے دوسرا وہ جو آخرت میں گھومتا ہے اور تیسرا وہ دل ہے جو مولےٰ کے ذریعے پھرا کرتا ہے نہ کہ مولےٰ میں کیوں کہ جو مولیٰ میں پھرتا رہا وہ زندیق ہوا۔ اپنے دل کو یقین کے ذریعہ سے پاک و صاف کرو تاکہ اس میں احکام خداوندی جاری ہوں۔ اللہ تعالےٰ کی طرف کا سب سے نزدیک راستہ اس کا عشق ہے اور اس کا عشق خالص نہیں ہوتا جب تک کہ عاشق روح بلا نفس نہ رہ جائے اور جب تک اس میں نفس ہے کبھی اللہ تعالےٰ کے عشق کا مزہ چکھ نہیں سکتا۔ قدر سے خواہش نفسانی کو دور کرو تو معرفت حاصل ہو اور خلق و امر سے خواہش نفسانی کو دور کرو تو تم کو رہائی ملے اور جس قدر تمہارے پاس امر ہوگا اسی قدر تمہاری سلامتی ہوگی۔ اور جتنا تمہارے پاس قدر ہوگا اسی انداز سے تمہاری معرفت ہوگی جب تمہارے وجود میں نفسانی خواہش نہ پائی گئی تو تم موحد ہو گئے اور جب تمہاری تدبیر میں تمہاری مراد نہ پائی گئی تو تم فانی ہو گئے۔ لیکن اگر وہ تمہیں بلائے تو جواب دو۔ اگر تم سے وعدہ کرے تو توکل کرو۔ اور اگر اپنا حکم تم پر جاری کرے تو تم سر تسلیم خم کر دو۔ پس اگر تم سے کہے کہ کوئی چیز اختیار کرو تو کہو کہ میں تو تفویض کر چکا ہوں۔ اگر تم سے کہے کہ کچھ مانگو تو کہو میں تصدیق کر چکا ہوں۔ اگر تم سے کہے کہ میری عبادت کرو تو کہو کہ مجھے توفیق عطا ہو اور اگر تم سے کہے کہ میری توحید کرو تو کہو کہ مجھے کھینچ لیا جائے۔ پھر اگر معرفت آئے گی تو ربانی افعال ہو جائے گی اور ساری ہستی زائل ہو جائے گی اور تم اس کے قبضہ میں ایسے صاحب دل ہو جاؤ گے کہ تمہاری جو چیز ہوگی وہ رب عزوجل کے ہی ذریعہ سے ہوگی۔ اور جو اس کے ذریعہ سے ہوگی وہ اسی کی ہوگی۔ اور جو تمہارے ذریعہ سے ہوگی وہ تمہاری ہوگی۔ ایسی صورت میں ایمان کے سبب سے تم دنیا کی تمام قسموں سے کنارہ رہو گے۔ کیوں کہ اس میں اس کی تصدیق ہے۔ علم کے سبب سے آخرت کی تمام قسموں سے محفوظ رہو گے کیوں کہ اس میں اس کی معرفت ہے اور معرفت کے سبب سے تم سب سے الگ رہو گے چاہے تم جہاں رہو کیوں کہ تمہاری معرفت کی حیثیت سے تمہارے اندازہ کے مطابق وہ تمہارے ساتھ ہے۔

(۲۵۶) شیخ ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

یہ یگانہ اماموں میں سے تھے اور خراسان میں تربیت مریدین کی ریاست ان کو ملی تھی۔ ان کی خانقاہ میں علماء

وصلحا کی بہت بڑی جماعت جمع تھی۔ اور ان سے اور ان کے کلام سے فائدہ اٹھاتی تھی۔ ان کا کلام ہے۔ کہ سماع حق کی طرف سفر اور حق کی طرف کا سفیر ہے اور یہ حق کے لطائف و ذخائر غیب کے فوائد و موارد فتح کے بوادی و عوائد اور کشف کے معانی و لشارت ہے۔ اس لیے روحوں کی خوراک جسموں کی غذا دلوں کی حیات اور اسرار کی لقا ہے چنانچہ ایک گروہ کو حق تعالےٰ شاہد تنزیہ کے ذریعہ سے سناتا ہے۔ ایک گروہ کو ربوبیت کی صفت کے ذریعہ سے اور ایک گروہ کو وصف قدرت کے ذریعہ سے پس حق ہی ان کے لیے سنانے والا اور سننے والا ہے۔ پس سماع پردوں کا پھاڑ دینا اور اسرار کا کھول دینا ہے۔ اور ایک کوندتی ہوئی بجلی اور نکلا ہوا آفتاب ہے اور روحوں کا سماع دلوں کے سننے کے ذریعے سے قرب کے بساط پر شاہد حضور کے ساتھ بغیر نفس کے ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ وہ تم کو سماع کی حالت میں شیفتہ و حیرت زدہ ٹکٹکی باندھے ہوئے فیدی اور فروتن بدمست نظر آئیں گے۔ اور سن لو! کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی رونق کے نور سے ستر ہزار مقرب فرشتے پیدا کیے ہیں اور ان کو بارگاہ انس میں عرش و کرسی کے درمیان جگہ دی ہے۔ ان کے لباس سبز صوف کے اور ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند جیسے ہیں۔ اور جب سے یہ پیدا ہوئے ہیں حالت وجد میں شیفتہ حیرت زدہ اور فروتن بدمست ہیں رکن عرش سے رکن کرسی تک پھدکتے رہتے ہیں۔ کیوں کہ ان میں سخت شیفتگی پائی جاتی ہے۔ پس یہ آسمان والوں کے صوفی ہیں۔ اسرافیل ان کے سپہ سالار و مرشد ہیں۔ جبرائیل ان کے رئیس و متکلم اور حق تعالےٰ ان کا مونس و مالک ہے۔ ابراہیم ابن الحوفی بیان کرتے ہیں کہ شیخ یوسف ہمدانی لوگوں کے سامنے وعظ کر رہے تھے کہ دو مولویوں نے جو اس مجلس میں تھے ان سے کہا کہ چپ رہو تم تو بدعتی ہو۔ اس پر شیخ نے ان دونوں سے کہا کہ چپ رہو تم زندہ نہیں رہنے کے چنانچہ وہ اسی جگہ مر کر رہ گئے اور ان کے پاس ہمدان سے ایک عورت روتی ہوئی آئی اور اس نے ان سے کہا کہ میرے بیٹے کو فرنگیوں نے قید کر لیا ہے انہوں نے اس کو صبر کرنے کو کہا کہ مگر اسے صبر نہ آیا۔ آخر انہوں نے دعا کی کہ خدایا اس کی بیڑی کھول دے اور جلد اس کو مخلصی دے اس کے بعد اس عورت سے کہا کہ اپنے گھر جا تجھ کو بیٹا وہیں ملے گا۔ چنانچہ وہ عورت گھر آئی تو اس کا بیٹا وہاں موجود تھا اس کو اچنبھا گذرا۔ اور اس نے اپنے بیٹے سے حالات پوچھے۔ اس نے کہا کہ میں ابھی قسطنطنیہ میں پاؤں میں بیڑیاں پہنے ہوئے تھا اور مجھ پر نگہبان تعینات تھے کہ میرے پاس ایک شخص پہنچا اور مجھے اٹھا کر پلک جھپکنے کی طرح یہاں لے آیا یہ ۴۴۰ھ کے قریب قریب پیدا ہوئے اور ۵۳۵ھ میں قید خانہ دنیا سے چھوٹے اور مدت تک مقام یامن میں جو مرو کے راستہ پر واقع ہے مدفون رہے۔ بعدہٗ ان کی لاش مرو پہنچائی گئی اور وہاں اس سبزہ زار میں جو ان کی طرف منسوب ہے دفن ہوئے۔

(۲۵۷) شیخ عقیل منبجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و رحمہٗ

یہ اپنے وقت میں شام کے پیران پیر تھے۔ ان کی صحبت سے اکابر کا ایک گروہ کامل ہو کر نکلا جن میں سے ایک شیخ عدی بن مسافر ہیں اور یہی پہلے شخص ہیں جو عمریہ خرقہ کے ساتھ ملک شام آئے اور ان سے اور دوں نے پایا اور یہ طیار (اڑنے والے) کہلاتے تھے جس کی وجہ یہ ہے کہ جب انہوں نے اپنے اس گاؤں سے جس میں یہ مقیم تھے

مشرقی شہروں کی طرف جانا چاہا تو گاؤں کے منارہ پر چڑھ گئے اور گاؤں والوں کو آواز دی چنانچہ جب وہ جمع ہو گئے تو یہ ہوا میں اڑے اور لوگ ان کی طرف دیکھتے رہے اور لوگوں نے جا کر دیکھا تو ان کو منبج[1] میں پایا۔ ان کے بعض کلام معرفت نظام یہ ہیں معرفت تو صرف ان چیزوں کے متعلق ہوتی ہے جو اللہ تعالےٰ نے اپنے لیے چن لی ہیں اور عبودیت ان چیزوں میں جن کا اس نے حکم دیا ہے اور خوف سارے معاملہ کی جان ہے لیکن عارفوں کا خوف یہ ہے کہ کہیں اس کے افعال میں ان کی راحت نہ پائی جائے۔ ولیوں کا خوف یہ ہے کہ مبادا اللہ عزوجل کے حکم میں ان کی نفسانی خواہش پائی جائے۔ اور متقیوں کا خوف یہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ ان کی دریت خلق میں ان کا نفس شریک ہو اگر مخلوق تم میں پیدا کی جائے تو تم شرک کرو۔ اور اگر تم کو تم پر قدرت دے تو تم ان سے جھگڑے کرو۔ اے شخص کہہ کہ میرے معبود تو اپنے قدر سے مجھے چھپا اور اپنے خلق سے مجھے آرام دے۔ اور جب امر آئے تو کہہ کہ اے میرے معبود تو ان میں سے مجھ پر رحم فرما اور جب قدر آئے تو کہہ کہ اے میرے معبود تو مجھ پر مجھ سے رحم فرما۔ پس جب فضل آئے تو بغیر لقصود اپنی ذات کے کہہ کہ الٰہی تیرا فضل تیری صنعت کے لیے ہے۔ پھر جب تم چاہو گے تو خشوع کے وقت تم کو عبودیت حاصل ہو گی اور ناز کے وقت توجہد پس تمہاری عبودیت اس کی طرف تمہارے محتاج ہونے کے سبب سے ہو گی اور اس کا ناز یہ ہے کہ وہاں اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ پھر جب آلہیۃ[2] آئے تو "اللہ[3]" کہو پھر ان کو پڑے جھک مارنے دو کہ کھیل بنایا کریں۔ الحاصل عشق کے مجاہدہ سے تم اس کو پہچانو گے اور خلق سے اپنے باہر آنے کے ذریعہ سے اس کی توحید کرو گے ہمارا طریقہ جد و کد اور پابندی حد ہے یہاں تک کہ تو فنا ہو جائے۔ پس یا تو جوان اپنی آرزو کو پہنچے گا اور یا اس کی بیماری سے مرجائے گا ؎

یا تن رسد بجاناں یا جاں ز تن برآید

جو شخص اپنے لیے کوئی حال پوچھے یا قال تلاش کرے وہ معرفت کی راہوں سے دور ہے جوانمردی غلاموں کی خوبیاں دیکھنی اور ان کی برائیوں سے غائب رہنا ہے۔ مدعی وہ شخص ہے جو خود اپنی طرف اشارہ کرے۔ اور سلوک کے مقام میں افسوس و گریہ کا نہ ہونا خذلان کی علامت ہے۔ یہ جب جنگل کے جانوروں کو آواز دیتے تھے تو کثرت سے سر ڈالے ہوئے آتے تھے کہ افق نظر نہ آتا تھا۔ ان کا سونٹا اس قدر وزنی تھا کہ کوئی شخص اس کو اٹھا نہیں سکتا تھا۔ انہوں نے منبج میں سکونت اختیار کی اور کچھ اوپر چالیس سال وہاں رہے اور وہیں وفات پائی اور وہیں ان کی قبر مشہور ہے لوگ اس کی زیارت کر آتے ہیں ؛

---

[1] منبج بروزن مجلس یعقوبی کہتا ہے کہ قنسرین کے دیہات میں سے ہے اور دوسروں کا بیان ہے کہ عمان میں واقع ہے۔ بطلیموس کہتا ہے کہ منبج و حلب میں دس فرسخ کا فاصلہ ہے اور منبج سے فرات تک تین فرسخ کا ۱۲۔

[2] سارے حقائق وجودیہ کے جمع ہونے کی احدیت کو آلہیت کہتے ہیں۔ جیسا کہ آدم علیہ السلام سارے صور بشریہ کے جمع ہونے کی احدیت تھے۔ مترجم۔ از کتاب التعریفات اختصاراً ۱۲

[3] قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون ۱۲

(۲۵۸) شیخ ابویعزیٰ مغربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ملک مغرب میں صادقین کی تربیت ان کے سپرد ہوئی اور ان کی صحبت سے وہاں کے بڑے بڑے مشائخ اور مشہور ومعروف زاہدین کامل ہو کر نکلے۔ اہل مغرب ان کے وسیلہ سے مینہ برسنے کی دعا کرتے تھے تو مینہ برستا تھا ان کے بعض کلام حقیقت التیام یہ ہیں:۔ احوال مبتدیوں کے مالک ہوتے ہیں جس طرح چاہتے ہیں ان کو پھیرتے ہیں اور منتہیوں کی ملکیت کہ جس طرح وہ چاہتے ہیں ان کو پھیرتے ہیں۔ جو حقیقت کہ بندہ کی نشانیوں اور علامتوں کو نہ مٹا دے وہ حقیقت نہیں ہے۔ جس نے فضل کے طور پر حق کی طلب کی وہ اس تک پہنچا اور جو ایک (خدا) کے ساتھ نہ ہوا وہ ایک کے ساتھ نہ ہوا۔ سب سے زیادہ فائدہ مند کلام وہ ہے جو کسی مشاہدہ کی نسبت اشارہ ہو یا حضور کی نسبت خبر ہو، ولی ولی نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے قدم۔ مقام۔ حال۔ منازلت وستر نہ ہوں۔ پس قدم وہ راہ ہے جس پر تم حق کی طرف چلو۔ مقام وہ کیفیت ہے جس پر تمہارے سابقہ نے جو علم ازلی میں ہے تم کو ٹھہرا دیا ہو حال میں وہ کیفیت ہے جو اصولی فوائد میں تم کو برانگیختہ کرے۔ مگر سلوک کے نتائج میں سے نہ ہو۔ منازلت وہ چیز ہے جو حضور کے کشفوں میں سے مشاہدہ نہ کہ استتار کی صفت کے ساتھ خاص کر نہیں ملی ہو اور سر وہ ازلی لطائف ہیں جو جمع کے غلبہ غیر کے مٹنے اور تمہاری ذات کے فنا ہونے کے وقت تم میں ودیعت رکھے گئے ہیں۔ لہذا حکم مقام کی نگہداشت سے طریق کی واقفی سمجھ اور اس کے پوشیدہ معانی پر اطلاع حاصل ہوتی ہے۔ حکم حال کی محافظت سے تعریف میں جو اللہ کے لیے اللہ ہی کے ذریعہ سے ہوتی ہے اس کو بسط حاصل ہوتا ہے۔ حکم منازلت کی حفاظت اس کے سلطان قہر کو فتح لدنی کی فوجوں سے مدد دیتی ہے۔ حکم سر کی نگہداشت مکنونات کے خزانوں پر مطلع ہونے کی قدرت کو وسعت دیتی ہے۔ حکم وقت کی نگہداشت سے مراقبہ پیدا ہوتا ہے اور پاس انفاس غیبت فی الحضور کے مقام تک پہنچاتا ہے۔ شیخ ابو محمد افریقی رحمۃ اللہ تعالےٰ کا بیان ہے کہ شیخ ابویعزیٰ اپنی ہدایت میں پندرہ برس جنگل میں رہے جہاں جنگلی درختوں کے پھلوں کے سوا کچھ نہ کھاتے تھے اور شیر ان کے پاس آکر پناہ اور پرندے بسیرا لیتے تھے اور ان کی یہ حالت تھی کہ جب شیروں سے کہتے کہ یہاں نہ رہو تو شیر اور شیرنیاں اپنے بچوں کو لے کر سب کی سب باہر چلی جاتیں۔ شیخ ابو مدین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ان سے میدان میں ملا اس وقت ان کے چاروں طرف شیر اور وحشی جانور اور پرند موجود تھے اور اپنے احوال میں ان سے مشورہ کر رہے تھے اور وہ خشک سالی کا زمانہ تھا چنانچہ یہ ان وحشی جانوروں سے کہتے تھے کہ تم فلاں فلاں مقام کو جاؤ وہاں تمہاری خوراک ہے اور ایسا ہی پرندوں سے کہتے تھے اور سب ان کا حکم مانتے تھے بعدہٗ انہوں نے مجھ سے کہا کہ سنا شعیب! ان وحشی جانوروں اور پرندوں نے میرے پڑوس کو پسند کیا تو میری وجہ سے بھوکوں مرنے لگے۔

(۲۵۹) شیخ عدی بن مسافر اموی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ اس طریقہ کے یگانہ ارکان اور بلند رتبہ علماء میں سے تھے اور شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ ان کا نام عظمت

کے ساتھ پیتے ان کی ستائش کرتے اور ان کے سلطان ہونے کی گواہی دیتے اور کہتے تھے کہ اگر مجاہدہ سے نبوت ملتی تو ضرور شیخ عدی بن مسافر اس کو حاصل کیے ہوتے۔ ابتدا میں انہوں نے مجاہدہ میں اس قدر مبالغہ کیا کہ اپنے بعد کے بزرگوں کو عاجز کر دیا شدت مجاہدہ سے ان کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ سر خشک ہو کر گنجا ہو گیا تھا۔ اور سجدہ کرتے تھے تو سوکھی کھوپڑی سے بھیجے کے ٹکرانے کی ویسی ہی آواز سنائی دیتی تھی جیسی لکڑیوں کی۔ ابتدائے امر میں مدتوں کھوہوں پہاڑوں اور میدانوں میں مجرد پھرتے اور انواع و اقسام کے مجاہدے نفس سے کرتے رہے اور ان جگہوں میں سانپ حشرات الارض اور درندے ان سے مالوف رہے اور یہی پہلے شخص ہیں جس نے یورپ کے ملکوں کی زیارات اور وہاں کے سچے مریدوں کی تربیت کا قصد کیا اور تمام اطراف سے لوگ ان کی زیارت کو آیا کرتے تھے۔ ان کے بعض کلام سعادت فرجام یہ ہیں ا۔ تمہارا کسی چیز کو لینا یا ترک کرنا دو حال سے خالی نہ ہو یا اللہ عزوجل کے ذریعہ سے ہو یا اس کے لیے ہو۔ پس اگر یہ دونوں فعل اس کے ذریعہ سے ہوں تو اس کے حکم سے اس سے رزق طلب کرو اور جس میں خلق ہے اس سے بچو۔ کیونکہ جب تم ان کے ساتھ رہو گے تو وہ تم کو غلام بنائیں گے اور جب تم اللہ تعالےٰ کے ساتھ ہو گئے تو وہ تمہاری حفاظت کرے گا۔ اور جب تم اللہ تعالےٰ کے فضل کے ساتھ رہو گے تو تمہاری کفالت کرے گا اور جب تم اسباب کے ساتھ رہو تو اپنا رزق زمین سے مانگو کیونکہ تم کو آسمان سے نہیں دیا جائے گا۔ اور جب تم نفس کے ساتھ رہو تو اگر اپنی ہمت کے ذریعہ سے طلب کرو گے تو ہرگز تم کو عطا نہ ہو گا اور اگر تم اپنی ہمت کو اٹھا دو گے تو تم کو عطا ہو گا۔ اور جب اللہ تعالےٰ کے ساتھ ٹھہرے رہو گے تو تمہارے لیے سارے موجودات موطن سے خالی ہوں گے اور تم ایک معنی میں اور فانی ہو گے اور ساری ہستی تم ہیں اور تمہارے لیے ہو گی تم اپنے پیر سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ مگر اسی صورت میں کہ تمہارا اعتقاد اس کی نسبت ہر اعتقاد سے بڑھا ہوا ہو اور جب ایسا ہو گا تب وہ تم کو اپنے حضور میں رکھے گا۔ اپنے غیبت میں تمہاری حفاظت کرے گا۔ اپنے اخلاق سے تم کو آراستہ کرے گا۔ اپنی تادیب سے تم کو مؤدب بنائے گا۔ اور تمہارے باطن کو اپنے اشراق سے منور کرے گا۔ اور اگر تمہارا اعتقاد اس کی نسبت کمزور ہو گا تو تم کو ان چیزوں میں سے کوئی بھی اس میں نظر نہ آئے گی۔ بلکہ تمہارے باطن کی تاریکی کا عکس تم پر پڑے گا۔ تو تم کو اس کے صفات بھی اپنے ہی صفات جیسے نظر آئیں گے۔ پس تم اس سے کبھی فائدہ نہ اٹھاؤ گے۔ گو وہ درجہ میں دلیوں سے بھی اعلیٰ ہو۔ خوش اخلاقی یہ ہے کہ ہر شخص کے ساتھ اس طور پر پیش آئے کہ اس کو انس پیدا ہو وحشت نہ ہو پس علماء کے ساتھ ان کی باتوں کو اچھی طرح سے سننے کا برتاؤ کرے گو اس کا مقام اس سے بالاتر ہو جو وہ کہتے ہوں۔ اہل معرفت سے سکون و انکسار کے ساتھ پیش آئے اور اہل توحید سے تسلیم کے ساتھ۔ جب کسی شخص سے کرامات و خرق عادات ظاہر ہوتے دیکھو تو جب تک کہ اس کو امر و نہی کے وقت دیکھ نہ لو اس پر نہ پھولو۔ جس نے ادب آموزوں سے ادب نہ سیکھا وہ اس کو خراب کرے گا جو اس کی پیروی کرے گا۔ اور جس میں ذرا سا بھی بدعت ہو اس کے ساتھ بیٹھنے سے بچو تا کہ اس کی شامت تمہاری طرف نہ لوٹے گو ایک مدت کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔ جس نے علم کے بارہ میں زبانی تقریروں پر بس کی اور اس کی حقیقت سے متصف نہ ہوا وہ

منقطع ہے جس کے بغیر سمجھ کے عبادت پر کفایت کی وہ بیرونی ہے۔ جس نے بغیر ورع کے فقہ پر اکتفا کیا وہ دھوکے میں ہے اور جس نے ان احکام کی پابندی کی جو اس پر واجب ہیں اس نے نجات پائی۔ توحید باری تعالیٰ کی ماہیت کہنے میں نہیں آتی اور نہ اس کی کیفیت عقل وخیال میں آتی ہے وہ تو مثالوں اور شکلوں سے بالاتر و اعلیٰ تر ہے اس کی ذات کی طرح اس کی صفتیں بھی قدیم ہیں۔ اپنی صفات میں وہ جسم نہیں ہے وہ ایسا بزرگ ہے کہ نہ اپنی بنائی ہوئی چیزوں کے مشابہ ہو سکتا ہے اور نہ اپنی نکالی ہوئی اشیاء کی طرف منسوب ہو سکتا ہے۔ اس کی جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ اس کی زمین و آسمانوں میں کوئی اس کا مماثل نہیں۔ اور اس کے حکم و ارادہ میں کوئی اس کا ہمسر نہیں۔ عقلوں کے لیے حرام ہے کہ اللہ عزوجل کی کوئی مثالی صورت کھڑی کریں۔ وہموں کے لیے کہ اس کو محدود کریں۔ گمانوں کے لیے کہ اس کی تعین کریں۔ ضمیروں کے لیے کہ اس کی تہ کو پہنچیں نفسوں کے لیے کہ اس کو سوچیں فکروں کے لیے کہ اس کو احاطہ کریں اور عقلوں کے لیے کہ اس کو تصور کریں مگر اسی قدر کہ خود اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں یا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اپنا وصف بیان کیا ہے۔ اور ہمارے اس طریقے کے چلنے والے پر سب سے پہلے جو چیز واجب ہے وہ جھوٹے دعووں سے باز آنا اور سچے معنوں کا مخفی رکھنا ہے۔ جیسے کہتا ہوں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ سچے معنی نور ہیں اور بندہ قلب میں جس قدر نور جمع ہوں گے اسی قدر اس کے قدم جمیں گے اور اس کی استعداد قوی ہوگی اور جوں جوں وہ معنی کو ظاہر کرے گا دوں دوں نور ابتدا ہی میں نکلتا چلا جائے گا۔ پس اس راہ میں اس کا قدم نہیں جمے گا۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔ اور یہ اکثر بحر محیط کے چھٹے جزیرہ میں اقامت رکھتے تھے اور یہ جب ہوا کو کہتے تھے کہ ٹھیر جا تو فوراً ٹھیر جاتی تھی۔ ہکار[1] کے پہاڑ میں سکونت رکھتے تھے۔ اور بالس[2] کو انہوں نے وطن بنایا تھا اور یہیں ۵۵۷ھ میں وفات پائی۔ اور اس تکیہ میں جو ان کی طرف منسوب ہے دفن ہوئے اور ان کی قبر وہاں ظاہر اور لوگوں کی زیارت گاہ ہے۔

---

[1] کتاب الانساب میں لکھا ہے کہ ہکار بہ فتح ہا و تشدید کاف اور آخر میں رائے مہملہ الف کے بعد ہے اور ہکار ایک شہر اور خطہ اس پہاڑ کے نزدیک ہے جو موصل کے اوپر جانب جزیرہ میں سے ہے۔ ابن الاثیر نے لباب میں لکھا ہے۔ موصل کے علاقہ میں ہکار ایک ولایت ہے جس میں قلعجات و دیہات شامل ہیں۔

[2] بالس بائے موحدہ بعدہ الف و لام مکسورہ بعدہ سین مہملہ یہ ایک چھوٹا سا شہر فرات کے مغربی کنارہ پر ہے۔ اور یہی ملک شام کا سب سے پہلا شہر ہے۔ یہاں سے قلعہ دوسر تک جو قلعہ جعبر کے نام سے مشہور اور فرات کے شرقی جانب میں واقع ہے پانچ فرسخ کا فاصلہ ہے اور قلعہ جعبر کے مقابل فرات کے غربی جانب سرزمین صفین ہے۔ جہاں لڑائی ہوتی تھی۔ حاشیہ اصل کتاب۔

(۲۶۰) شیخ علی بن وہب سنجاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سنجار[1] اور اس کے جوار کے مریدوں کی تربیت کی خدمت ان تک پہنچی اور بڑے بڑے لوگوں کا ایک گروہ ان سے مرید ہوا۔ مثلاً شیخ سوید سنجاری شیخ ابوبکر جاری شیخ سعد صناجی وغیرہم۔ یہ چالیس مرید چھوٹے کر رہگزر کے عالم قدس ہوئے جن میں سب ارباب احوال تھے۔ نقل ہے کہ جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے چالیسوں مرید ایک باغ میں جو ان کے تکیہ کے روبرو واقع تھا جمع ہوئے اور ہر ایک نے اس باغ سے ایک ایک مٹھی گھاس لی۔ اور اس پر پھونک ماری جس سے وہ گھاسیں نیلے نیلے سبز دسفید مختلف رنگوں کے پھول ہو گئیں اور ایک نے دوسرے کے صاحب تمکین دتصریف ہونے کی شہادت دی۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے سات سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا بعدہٗ علم میں مشغول ہو گیا اور میں ایک مسجد میں جو جنگل کے باہر واقع تھی عبادت کیا کرتا تھا۔ ایک شب کو میں وہیں سوتا تھا کہ میں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ انہوں نے مجھ سے کہا کہ علی! مجھے حکم ہوا ہے کہ تم کو یہ ٹوپی پہنا دُوں۔ اور انہوں نے اپنی آستین سے ٹوپی نکالی اور میرے سر پہ رکھی۔ اس کے چند دنوں بعد خضر علیہ السلام میرے پاس آئے۔ اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ علی! تم نکل کر لوگوں کے پاس جاؤ ان کو تم سے فائدہ پہنچے گا۔ مگر میں اپنے کام میں استقلال کے ساتھ لگا رہا۔ بعدہٗ میں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ جو خضرؑ نے کہا تھا وہی یہ بھی کہتے ہیں۔ یہ سن کر میں بیدار ہوا اور اپنے معاملہ میں ثابت قدمی سے نہ ٹلا تب تیسری شب کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ مجھ سے وہی فرماتے ہیں جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔ اس پر میں بیدار ہوا اور میں نے باہر نکلنے کا ارادہ کر لیا اور اسی رات کے آخر حصہ میں جو میں سویا تو میں نے حق تعالیٰ کو خواب میں دیکھا اور مجھ سے ارشاد ہوا کہ اے میرے بندے میں نے تجھے اپنی زمین پر اپنا برگزیدہ بنایا اور تیرے سب احوال میں میں نے اپنی ایک روح کے ذریعے سے مدد دی اور تجھے میں نے اپنی مخلوق کے لیے رحمت بنایا پس نکل کر ان کی طرف جا اور میں نے اپنی جو حکمتیں تجھے تعلیم کی ہیں ان کے ذریعہ سے ان میں حکمرانی کر اور میں نے اپنے جن نشانیوں سے تجھے مدد دی ہے ان کو ان میں ظاہر کر۔ چنانچہ میں بیدار ہوا اور نکل کر لوگوں کے پاس آیا اور ہر جانب سے لوگ میری طرف دوڑے۔ ان کے چیدہ اقوال یہ ہیں:۔ اللہ عز وجل کی معرفت ایسی بھاری ہے کہ عقل سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کی اصل شرع سے اقتباس کی جا سکتی ہے۔ بعدہٗ قرب کے

---

[1] صاحب لباب نے لکھا ہے کہ سنجار سین بے نقطہ کے کسرہ۔ نون کے سکون اور جیم کے فتحہ اور الف و راء بے نقطہ کے ساتھ ہے ابن سعید نے لکھا ہے کہ سنجار نصیبین کے جنوبی حصہ میں بہت ہی خوبصورت شہروں میں سے ہے اور اس کا کوہی حصہ نہایت ہی سیر حاصل ہے اور ابن حوقل کی کتاب میں ہے کہ سنجار دیار ربیعہ کے میدان کے وسط میں پہاڑوں کے قریب ایک شہر ہے اور سنجار کے سوا جزیرہ کے کسی شہر میں کھجور کا درخت نہیں ہے اور وہاں کے بعض باشندوں نے لکھا ہے کہ سنجار موصل سے تین منزل پر واقع ہے سنجار مغرب سمت میں اور موصل مشرق کی سمت میں واقع ہے۔ اور سنجار کو پہاڑ اپنے دامنوں سے محفوظ کیے ہوئے ہے اور معرہ کا انداز ہے یہاں ایک قلعہ اور بہت سے باغ ہیں اور نہروں اور شمال جانب کے پہاڑ سے پانی کی افراط ہے۔ ابو الفدار

مقدار سے اس کے حقائق کی شاخیں نکلتی ہیں۔ پس ایک گروہ نے اس کو وحدانیت کے ذریعہ سے پہچانا۔ اس لیے صمدانیت تک پہنچ کر اس نے آرام لیا۔ دوسرے گروہ نے اس کو قدرت کے ذریعہ پہچانا۔ اس سبب سے وہ حیرت زدہ ہو گئے۔ تیسرے گروہ نے اس کو عظمت سے پہچانا اس وجہ سے وہ دہشت کے پاؤں پر کھڑے ہو گئے اور یقینی طور پر سمجھے کہ ہرگز کوئی اس کی ذات کو نہیں پا سکتا۔ چوتھے گروہ نے غلبۂ الٰہیت سے اس کو پہچانا پس وہ کیفیت و ماہیت سے پاک ہوئے۔ پانچویں گروہ نے اس کو اس کی مصنوعات کے ذریعہ سے پہچانا اور اس کی نادر صنعتوں سے اس کی طرف راہ پائی اس لیے اس گروہ نے اس کو اس کے ایجاد و صنعت میں مشاہدہ کیا۔ اور اس کے دینے اور نہ دینے میں اس کو دیکھا۔ چھٹے گروہ نے اس کو تکوین کے ذریعے سے پہچانا اور اس لیے ثبات و تمکین کے ساتھ جانا اور ایک اور گروہ نے اس کو بغیر اس کے غیر کے پہچانا اس لیے اس نے ان کو اپنی وہ نشانیاں دکھائیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور جو نہ کسی بشر کے قلب پر گزرا جس کو حق نے محبوب رکھا اور چاہا اس کے قلب میں ارادت بٹھا دی اس لیے مرید (صاحب الارادت) عاشق طالب ہے جس کے قلب پر شوق غالب ہے اور غایت درجہ کی شیفتگی نے اس کی عقل کو سلب کر لیا ہے اور مراد معشوقِ مطلوب ماخوذِ مسلوب اور بارگاہ کی طرف مجذوب (کھچا ہوا) ہے جس میں شوق کا ظہور و غلبہ ہے کیوں کہ وہ مطلوب کو پا چکا راستہ کو طے کر چکا اپنے نفس کو دور کر چکا اور اس سے دور ہو چکا اور اس کو اور کونین[له] کو اپنی نظر سے مٹا چکا اس لیے ان کو دیکھتا ہی نہیں ہے۔ زہد کی تین قسمیں ہیں۔ فرض فضیلت و قربت فرض حرام میں فضیلت مشتبہ میں اور قربت حلال میں۔ اور زہد کی عظمت ورع سے زیادہ ہے کیوں کہ ورع باقی رکھتا ہے اور زہد کل کا قطع کر دینا۔ اخلاص کی علامت یہ ہے کہ حق کے مشاہدہ میں خلق تم سے غائب رہے۔ ابدی لقا اس میں ہے کہ تم اپنے آپ سے فنا ہو جاؤ۔ اور جس شخص کا باطن اللہ تعالیٰ کے غیر کے ساتھ ہوا اس پر اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو رحم کرنے نہیں دیتا۔ اور اس کو مخلوقات سے طمع رکھنے کا لباس پہناتا ہے۔ ان کی وفات کا مقام سنجار ہے اور وہیں ان کا مزار پر انوار زیارت گاہ صغار و کبار ہے۔

(۲۶۱) شیخ موسیٰ بن ماہین زولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و رحمہ

یہ امام و یگانہ زمانہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے غیب کی چیزیں کھول دیں۔ ان کو کرامتیں عطا کی تھیں اور دلوں میں ان کی ہیبت ڈال دی تھی اور ان کی بزرگی پر بزرگوں کا اتفاق تھا حل مشکلات اور باطنی واردات کی تشریح کے لیے دور دور سے لوگ ان کے پاس آتے تھے۔ شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی ستائش اور ان کی شان کی عظمت کرتے تھے اور انہوں نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ اے اہل بغداد عنقریب تم پر ایک آفتاب طلوع ہو گا کہ ویسا تمہارے ہاں کبھی طلوع نہ ہوا تھا۔ اور لوگوں نے ان سے پوچھا تھا کہ وہ کون ہیں تو انہوں نے کہا کہ شیخ

[له] صوفیا کی اصطلاح میں ہر امر وجودی کو کون کہتے ہیں۔ اور یہ معنی اصطلاحی فلاسفہ کے مغائر ہے ۱۲۔ مترجم از اصطلاحات صوفیا ۱۲۔

موسے زولی ان کے بعض اقوال حقائق اشتمال یہ ہیں:۔ رقائق[1] تفصیل منازلات کے معانی اور تحمیل محاضرات کے شعائر ہیں اور یہ (رقائق) جملہ ہائے کلیات کے اعتبار سے متخذ صور جزئیات کی طرف التفات کے ساتھ متصل ہیں اور دقائق رقائق کی روحیں ہیں اور یہ (دقائق) حکمت ازلیہ کا مقدمہ ہیں۔ اس لیئے اغیار کو اغیار سے احاطہ کرتے اور انوار کے لیئے انوار کو کھول دیتے ہیں۔ اور اگر روحانیت کی بساط پر تمہارے لیئے یہ حجاب اٹھا دیا جائے تو ضرور تمہاری ذات سے فرزند آدم کی تعداد کے برابر مخلوق ہمکلام ہو اور ضرور تم اپنی ذات کے رقائق کو رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے ساتھ سجدہ کرتے دیکھو اور ان کا قول ہے۔ کہ حقائق علیٰ کے گیسو اور روشنی کی روحوں کی خوشبو ہیں۔ اور یہ (حقائق) لوامع کی جھلک اور چمکنے والی فتح ہیں۔ جس نے ان کے بساط پر قدم رکھا وہ سیدھا ہو گیا اور جو اس کے براق پر سوار ہوا وہ سدرۃ المنتہیٰ پہنچا۔ اور یہ (حقائق) جمالوں کے نور اور قرب کے نعیم سے معانی علویہ اس شخص پر خرچ کرتے ہیں۔ پس بساط علیٰ و نور کشفی و حضور اسطے اس کو میسر ہوتا ہے۔ تب عارف وصل کی یکتا صورتوں کے انوار کے زینوں پر چڑھ کر حضرت جلال و مشرق اقبال کے حضور تک پہنچتا اور نور و روشنی روح و طیب و حیا اس کے جلو میں ساتھ ساتھ چلتی ہے اور اس وقت وہ مقام احد میں کھڑا ہوتا ہے۔ اور ہمیشہ ایسا ہی معاملہ ہوا کرتا یعنی ہدایت کی طرف لوٹایا جاتا اور واپسی پر واپسی ہوتی رہتی ہے۔ پس عروج و حضور و نور و انفتاق و تفرد و نشاط وغیرہ احوال مخصوص ہیں۔ اس حد تک جس کی انتہا نہیں ہے۔ اس لیئے ہر باطن ہر ایک ظاہر کی حقیقت ہے۔ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ بہت ہوا کرتا تھا۔ اور ان کے اکثر افعال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ہوتے تھے۔ یہ جب لوہے کو ہاتھ لگاتے تھے تو موم جیسا نرم ہو جاتا تھا۔ اور چار مہینے کے یا اس سے بھی کم عمر بچہ کو کہتے تھے کہ فلاں سورہ پڑھ لو تو وہ بچہ صاف شستہ زبان میں اس سورہ کو پڑھتا اور اسی وقت سے باتیں کرنے لگتا تھا۔ انہوں نے ماردین میں توطن اختیار کیا تھا اور وہیں پیرانہ سالی میں قضا کی۔ ان کی قبر وہاں لوگوں کی زیارت گاہ ہے لوگوں نے جب ان کو لحد میں لٹایا تو یہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور ان کی قبر کشادہ ہو گئی۔ اور جو لوگ ان کی قبر میں اترے تھے۔ وہ بے ہوش ہو گئے۔

(۲۶۲)۔ شیخ ابو النجیب عبد القادر سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کے لقب ضیاء الدین و نجیب الدین ہیں اور ان کا نسب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[1] رقائق رقیقہ کی جمع ہے اور رقیقہ لطیفۂ روحانیہ کو کہتے ہیں۔ اور کبھی اس لطیف واسطہ کو بھی "رقیقہ" کہتے ہیں جو دو چیزوں کے بیچ میں ہوتا ہے جیسا کہ وہ مدد جو حق سے بندہ کو پہنچتی ہے۔ اور اس کو "رقیقۃ النزول" کہتے ہیں اور جیسا کہ وہ وسیلہ جس سے بندہ حق کا تقرب حاصل کرتا ہے۔ مثلاً علوم اعمال اعلیٰ اخلاق اور بلند مقامات اور ان کو رقیقۃ الرجوع اور "رقیقۃ الارتقاء" کہتے ہیں۔ اور کبھی رقائق کا اطلاق طریقت کے علوم و سلوک اور اس چیز پر ہوتا ہے جس سے بندہ کا سر لطیف اور نفس کی کثافتیں دور ہوں ۱۲ مترجم از کتاب العریفات۔

تک پہنچتا ہے۔ یہ طیلسان اوڑھتے عالموں کا لباس زیب بدن کرتے خچری پر سوار ہوتے اور لوگ ان کا زین پوش تھامے ہوئے ساتھ جاتے تھے۔ ان کے اکرام و احترام پر مشائخ کا و علماء کا اجماع تھا۔ اور خدائے عزوجل نے ان کو قبولیت تام عطا فرمائی اور ان کی کامل ہیبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دی تھی۔ ان کی صحبت سے بڑے بڑے لوگ نکلے جیسے کہ شیخ شہاب الدین سہروردی شیخ عبداللہ بن مسعود رومی وغیرہما۔ یہ مشہور آفاق تھے اور ہر ملک سے لوگ ان کے پاس آتے تھے۔ ان کے کلام فیض نظام میں سے یہ ہیں۔ احوال دلوں کے معاملات ہیں۔ جن کے ذریعہ سے کدورتوں کی صفائی حضور کے فوائد اور مشاہدہ کے معانی دلوں میں آتے ہیں۔ تصوف کا اول علم اوسط عمل اور آخر خدائی دین ہے۔ پس علم تو مراد سے پردہ اٹھا دیتا۔ عمل طلب میں مدد دیتا اور خدائی دین منتہائی امید تک پہنچا دیتا ہے۔ اور اہل تصوف کے تین درجے ہیں۔ مرید جمریاں متوسط پڑان اور منتہی رسیدہ پس مرید صاحب وقت ہے متوسط صاحب حال اور منتہی صاحب یقین۔ تصوف والوں کے نزدیک سب سے افضل انفاس کا شمار ہے۔ اس لیئے مرید کا مقام مجاہدات رکڑیاں جھیلنی) مکابدات (رنج و غم، تلخیاں برداشت کرنی لذتوں اور ہر چیز سے جس میں نفس کی منفعت ہو کنارہ کرنا ہے۔ اور متوسط کا مقام مراد کی طلب میں خطروں میں پڑنا احوال میں راستی و خلوص کا نگاہ رکھنا اور مقامات میں ادب کو کام میں لانا ہے اسی سے منزلوں کے آداب کا مطالبہ ہوتا ہے اور یہی صاحب تلوین ہے۔ کیوں کہ یہ ایک حال سے دوسرے پر ترقی کرتا اور بڑھوتی میں رہتا ہے۔ اور منتہی کا مقام صحو (نشہ سے آفاقہ) ثبات اور حق کا جواب دینا ہے۔ جہاں سے وہ اسے پکارے۔ یہ مقامات کو طے کیے ہوئے اور تمکین کے محل میں ہوتا ہے احوال اس کو متغیر نہیں کرتے اور نہ احوال اس میں اثر کرتے ہیں۔ یہ تنگی و فراخی بخل و بخشش جفا و وفا کی حالت میں یکساں رہتا ہے اس کا کھانا اس کی بھوک جیسا اور اس کا سونا اس کی بیداری کے مانند ہوتا ہے۔ اس کے حظوظ فانی ہو چکتے ہیں اور اس کے حقوق باقی رہتے ہیں۔ اس کا ظاہر خلق کے ساتھ اور باطن حق کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ سب حالتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال سے نقل کی گئی ہیں۔ جب کوئی فقیر خلوت میں بیٹھتا تو اس کا احوال دریافت کرنے کو روزانہ اس کے پاس جاتے اور اس سے کہتے تھے کہ آج شب تم کو یہ پیش آئے گا اور فلاں چیز کا تم کو کشف ہوگا اور تم کو یہ حالت حاصل ہو گی۔ اور عنقریب تمہارے پاس اس صورت میں ایک شخص آئے گا اور تم سے یہ کہے گا اس سے بچنا وہ شیطان ہے۔ چنانچہ اس فقیر پر وہ سب کیفیتیں گذرتی تھیں جن کی یہ خبر دیتے تھے۔ تادم واپسیں بغداد میں رہے اور ۵۶۳ھ میں وہیں وفات پائی اور اپنے مدرسہ میں جو دجلہ کے کنارہ تھا مدفون ہوئے بغداد میں ان کی قبر معلوم ہے لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔

(۲۶۳) شیخ احمد بن ابی الحسین رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عرب کے ایک قبیلہ بنی رفاعہ کی طرف منسوب ہیں۔ سرزمین بطائح[1] کے موضع ام عبیدہ میں سکونت رکھتے تھے

---

[1] صحاح میں ہے کہ بطائح البطِ عراق کے بیچ میں ہے اور لسان میں لکھا ہے کہ بطیحہ وہ سرزمین ہے جو بصرہ و واسط کے درمیان واقع ہے اور جہاں دجلہ و فرات کا پانی جمع ہو کر زمین میں جذب ہوتا ہے اور علیٰ ہذا البصرہ و اہواز کے بیچ میں بھی بطیحہ ہے اور انہیں سرزمینوں کو بطائح کہتے ہیں ۱۲ مترجم

اور مرتے دم تک وہیں رہے۔ اس طریق کے علوم اور اس فرقہ کے احوال کی توضیح و تشریح اور ان کے منازلات کی مشکلوں کو حل کرنے کی ریاست ان کو پہنچی تھی۔ اور طائف میں مریدوں کی تربیت کا معاملہ انہیں سے معلوم ہوا۔ ان کی صحبت سے ایک بڑی جماعت نکلی اور بے شمار خلائق ان کے مرید ہوئے۔ ان کی وفات پر مشائخ و علماء نے مرثیے لکھے۔ یہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اپنے احوال کو مغلوب کیا اور اپنے اسرار کے مالک بنے۔ ان کا کلام اہل حقائق کی زبان میں بہت ہی بلند ہوتا تھا۔ اور یہی وہ شخص ہیں کہ ان سے جب پوچھا گیا کہ مرد متمکن کس کو کہتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ اس شخص کو کہتے ہیں کہ اگر دنیا کے سب سے بلند پہاڑ پر اس کا نیزہ گاڑ دیا جائے۔ اور آٹھوں طرح کی ہوائیں چلیں تو بھی اس میں تغیر نہ آئے۔ ان کا قول ہے کہ کشف ایک قوت ہے جو اپنی خاصیت سے چشم بصیرت کے نور کو غیب کے فیض کی طرف کھینچتی ہے۔ پس اس کا نور اس فیض سے اس طور پر متصل ہوتا ہے جس طرح کہ صاف شیشہ سے روشنی کے منبع سے مقابلہ کے وقت شعاعیں متصل ہوتی ہیں۔ پھر وہ نور اپنی چمک سے قلب کی صفائی پر پڑتا اور منعکس ہوتا ہے۔ بعدہٗ وہ نور چمک کر عالم عقل تک پہنچتا ہے اور معنوی اتصال کے ساتھ اس سے متصل ہوتا ہے اور قلب کی وسعت پر جو عقل کا نور آتا ہے اس میں اس نور کا اثر ہوتا ہے۔ تب اس انسان پر جو مبین سر ہے عقل کا نور جگمگا اٹھتا ہے۔ اس لیئے وہ اس چیز کو دیکھتا ہے جس کی جگہ آنکھوں سے مخفی اور جس کا تصور فہموں کے لیئے دقیق اور جس کے دیکھنے کی جگہ چیزوں سے مستور ہے۔ اور ان کا قول ہے کہ زاہد احوال پسندیدہ و مرتبہ ہائے بلند کی بنیاد ہے اور اللہ عزوجل کا قصد کرنے والوں سب کو چھوڑ کر اللہ کے ہو رہنے والوں اللہ سے راضی رہنے والوں اور اللہ پر توکل کرنے والوں کا یہی پہلا قدم ہے۔ اس لیئے جس نے زہد میں اپنی نیو کو مضبوط نہ کیا اس کے لیئے اس کے بعد کی کوئی چیز درست نہ ہوئی۔ یہ کہا کرتے تھے کہ فقرا سب میں اشرف ہیں کیونکہ فقر مرسلوں کی پوشاک نیکوکاروں کی چادر پرہیزگاروں کا تاج، عارفوں کی غنیمت، مریدوں کی آرزو رب العالمین کی خوشنودی اور اس کے اہل ولایت کی کرامت ہے۔ اور ان کا قول ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ اُنس صرف اسی بندہ کو ہوتا ہے جس کی طہارت کمال کو پہنچی اور جس کا ذکر نکھرا ہوا ہو اور جتنی چیزیں کہ اس کو اللہ تعالےٰ سے روکتی ہوں۔ سب سے وحشت کرتا ہو اور اس وقت اللہ تعالےٰ اس کو اپنے سے مانوس فرماتا اور حقائق الانس کے حق سے اس کا ارادہ کرتا ہے۔ پس اپنے سوا کے خوف کا مزہ پانے سے اس کو نکال لیتا ہے۔ اور ان کا مقولہ ہے کہ مشاہدہ اس معنیٰ میں حضور ہے کہ وہ علم الیقین اور حق الیقین کے حقائق کے ساتھ ملا ہوا قرب ہے۔ اور ان کا قول ہے کہ توحید قلب میں ایسی تعظیم پائے جانے کا نام ہے جو تعطیل (خدا کو معطل سمجھنے) و تشبیہہ (خدا کو کسی چیز سے مشابہ سمجھنے) سے باز رکھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ پرہیزگاری کی زبان آفتوں کے ترک کی طرف عبادت کی زبان دائمی اجتہاد کی طرف محبت کی زبان گھلنے و متحیر رہنے کی طرف معرفت کی زبان فنا و محو کی طرف اور توحید کی زبان اثبات و حضور کی طرف بلاتی ہے اور جس نے ادب کی خاطر منہ پھیرنے سے منہ پھیرا وہی با ادب حکیم ہے۔ ان کا قول ہے۔ کہ اگر آدمی ذات صفات میں کلام کرتا ہو تو اس کا سکوت افضل ہے اور جو قاف سے قاف تک چلے اس کا بیٹھا رہنا بہتر ہے۔ ان کا بیان ہے کہ میں کم سن تھا کہ شیخ عارف باللہ تعالےٰ عبدالملک مزنوتی کے پاس میرا گذر ہوا۔ انہوں نے مجھے نصیحت کی اور مجھ سے کہا کہ احمد! جو کچھ میں تجھ سے کہتا ہوں اس کو یاد رکھے گا؟ میں نے کہا کہ ہاں۔

تب انہوں نے کہا کہ ادھر اُدھر دیکھنے والا نہیں پہنچتا اور چھپ کر نکل جانے والے کو فلاح نہیں ہوتی اور جو اپنے نفس میں نقصان نہیں سمجھا اس کی ساری اوقات نقصان ہے۔ یہ سن کر میں ان کے پاس سے باہر آیا اور سال بھر تک اس کو رٹتا رہا۔ اس کے بعد میں نے ان سے کہا کہ کچھ اور نصیحت کیجئے تو انہوں نے کہا کہ داناؤں کی نادانی طبیبوں کی بیماری اور دوستوں کے ساتھ کج ادائی کس قدر بڑی ہے۔ اس کو سن کر میں باہر نکلا اور ایک سال تک اس کو دہرایا کیا۔ اور میں نے ان کی نصیحت سے فائدہ اٹھایا۔ یہ کہا کرتے تھے کہ فقیروں کے لیئے حمام میں جانا مجھے ناپسند ہے اور میں اپنے کل یاروں کے لیئے گرسنگی، برہنگی، محتاجی، ذلت و عزت کو پسند کرتا ہوں۔ اور جب ان پر یہ آفتیں نازل ہوتی ہیں تو میں ان کے لیئے خوش ہوتا ہوں۔ اور ان کا مقولہ ہے کہ بھائیوں پر شفقت اللہ تعالےٰ سے نزدیک کرنے والی ہے اور کہا کرتے تھے کہ جب تم میرے پاس آؤ اور میرے پاس کھانے کی چیز نہ پاؤ تو مجھ سے دعا کی درخواست کرو کیوں کہ اس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ پر ہوتا ہوں۔ ان کے خادم شیخ یعقوب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں کہ میرے آقا احمد رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کھجور کے درخت کی طرف نگاہ کی اور مجھ سے کہا کہ یعقوب کھجور کے درخت کو دیکھو کہ چوں کہ اس نے سر اٹھایا اللہ تعالےٰ نے اس کا بوجھ اسی پر لادا .... اور کدو کی بیل کو دیکھو کہ چونکہ اس نے فروتنی کی اور زمین پر سر رکھ دیا اس کا بارِ عزیز پڑا لا گیا چاہے جس قدر ہو اس پر بھاری نہیں۔ ان کا مقولہ ہے کہ جسمانی عبادتوں اور نفلوں سے صدقہ افضل ہے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ تمہارا بھائی وہی ہے۔ جس کے مال میں سے بغیر اجازت کے کھانا تمہارے لیے حلال ہو ایسے ہی شخص سے تم کو تسکین اور ہمارے قلب کو راحت ہوگی۔ یہ جب کسی فقیر کو صوف (موٹے بالوں) کا جبہ پہنے ہوئے دیکھتے تو کہتے تھے کہ میاں! دیکھو کس کا لباس تم نے پہنا اور کس کی طرف اپنے آپ کو منسوب کیا ہے۔ تم نے نبیوں کا لباس پہنا اور انقیاء کی پوشاک زیب بدن کی ہے یہ عارفوں کا بھیس ہے اس میں رہ کر مقربوں کی راہیں چلو ورنہ اس کو اتار دو۔ اور ان کا قول ہے کہ جب قلب درست ہؤا تو وحی اسرار الوارد ملائکہ کی گذرگاہ ہوا اور جب بگڑا تو ظلم اور شیاطین کا اڈا بنا اور جب قلب درست ہوگا تو تم کو تمہارے پس پشت اور سامنے کی چیزوں کی خبر دے گا۔ اور تم کو ایسی باتیں بتائے گا جن کو تم اس کے سوا اور کسی ذریعہ سے نہیں جانتے تھے اور جب بگڑے گا۔ تو تم سے ایسی بے ہودہ باتیں کرے گا جن سے عقل و فہم غائب اور سعادت معدوم ہو جائے گی۔ ان کا مقولہ ہے کہ فقیر کی شرط یہ ہے کہ اپنی ہر سانس کو سرخ گندھک سے زیادہ قیمتی سمجھے۔ اور اس لیے ہر سانس میں وہی چیز ودیعت کرے جو سب سے زیادہ قیمتی ہو پس اس کی کوئی سانس بے کار نہ جائے اور کہا کرتے تھے کہ فقیر کا سفر اس کے دین کی دھجیاں اُڑاتا اور اس کے دل کو پراگندہ کرتا ہے۔ جو شخص ان سے شادی کے بارہ میں مشورہ لیتا اس سے کہا کرتے تھے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے خدا کے لیئے شادی کی اس کے لیے وہ کافی دوا فی ہے۔ ان کا قول ہے کہ جس نے میرے افعال سے فائدہ نہ اٹھایا اس نے میرے اقوال سے فائدہ نہ اٹھایا۔ اور کہا کرتے تھے کہ جیسا تمہارا گمان ہے اس سے بہت زیادہ سنگین معاملہ ہے اور جیسا تمہارا وہم ہے اس سے کہیں زیادہ دشوار ہے جس بھائی نے دنیا میں نفع نہ پہنچایا وہ آخرت میں بھی نفع نہ پہنچائے گا۔ جب تم میں سے کوئی شخص نیک چیز سیکھے تو

اس کو لازم ہے کہ لوگوں کو سکھلائے۔ اس سے اس کو نیک ثمرہ حاصل ہوگا۔ ہمارے طریقہ کی بنا تین چیزوں پر ہے سوال نہ کرو، رد نہ کرو اور جمع نہ کرو۔ مرید کے اقبال کی علامت یہ ہے کہ اپنی تربیت میں اپنے پیر کو تھکائے نہیں بلکہ بات سننے والا اور اشارہ پر چلنے والا اور ایسا ہو کہ اس کا پیر فقیروں میں اس پر فخر کرے نہ کہ یہ اپنے پیر پر فخر کرے۔ فقیر اگر اپنے نفس کے لیے غصہ میں آئے گا تو رنج اٹھائے گا۔ اور اگر معاملہ کو اپنے مالک کے سپرد کردے گا تو وہ بغیر اہالی موالی کے اس کی مدد کرے گا۔ کوئی رات ایسی نہیں ہے۔ جس میں آسمان سے زمین کی طرف خیرات نہ اترتی ہو جو بیدار رہنے والوں پر تقسیم ہوا کرتی ہے۔ میری دلبستگی صرف تنہائی میں ہے۔ اے کاش میں کسی کو نہ پہچانتا اور نہ کوئی مجھے پہچانتا۔ جس کسی نے خلائق کی طرف نظر کی اور ان کی نظر کے سامنے عبادات میں کھڑا ہوا وہ ضرور اللہ عزوجل کی آنکھوں سے گرا۔ فقیر کی شرائط میں سے ہے کہ لوگوں کے عیوب پر اس کی نظر نہ ہو۔ سواریوں کے اردگرد لوگوں کے ہجوم نے کتنے سر اڑا دیئے اور کتنوں کو بے دین بنا دیا جو شخص تمہارے سامنے پیر و مشائخ بنے اس کے مرید ہو جاؤ پھر اگر وہ اپنا ہاتھ بڑھائے کہ تم اسے بوسہ دو تو تم اسکے پاؤں کو بوسہ دو اور جو شخص تم سے آگے بڑھنا چاہے اس کو آگے بڑھاؤ اور تم دُم کے آخری بال کی طرح رہو۔ کیوں کہ چوٹ سب سے پہلے سر پر ہی پڑتی ہے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے جب میرا گذر اس کے پاس ہوگا تو دنیا کے گوشت میں سے کچھ بھی مجھ میں نہ رہے گا یعقوب خادم کہتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا یعنی دنیا سے اٹھنے کے پہلے ہی ان کا سارا گوشت فنا ہو گیا تھا۔ ان کا قول ہے کہ جب بندہ احوال پر متمکن ہوا تو اللہ تعالےٰ کے محل قرب میں پہنچا اور اس کی ہمت ساتوں آسمان سے گذر گئی اور زمین اس کے پاؤں کی پازیب ہو گئی اور وہ حق جل وعلا کی ایک صفت ہو گیا۔ کوئی چیز اس کو بے بس نہیں کر سکتی اور حق تعالےٰ اس کی خوشنودی سے خوش اور اس کی ناراضی سے ناراض ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے اس قول کی دلیل یہ ہے کہ بعض کتب آلہیہ میں ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ اے فرزند آدم تم میری اطاعت کرو میں تمہاری اطاعت کروں گا۔ سب کو چھوڑ کر تم مجھے اختیار کرو۔ میں تمہیں اختیار کروں گا۔ تم مجھ سے راضی رہو میں تم سے راضی رہوں گا۔ تم مجھے دوست رکھو میں تمہیں دوست رکھوں گا تم ہمہ دم مجھے پیش نظر رکھو میں تم کو نصب العین دکھاؤں گا۔ اور میں تم کو ایسا کر دوں گا جس چیز کو تم کہوگے کہ ہو جا وہ ہو جائے گی۔ اے فرزند آدم! جس کو میں مل گیا اس کو سب چیزیں مل گئیں اور جس کو میں نہ ملا اس کو کچھ بھی نہ ملا میں یہ کہتا ہوں کہ ان کے اس قول سے کہ" وہ حق جل وعلا کی ایک صفت ہو گیا" شاید یہ مراد ہے کہ اس میں اللہ تعالےٰ کے صفات یعنی بردباری درگذر بخشش وغیرہ آ گئے۔ کیونکہ کسی کے لیئے یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ خود صفات حق ہو جائے۔ پس یہ ویسا ہی قول ہے جیسا کہ یہ ہے کہ وہ میرے ذریعہ سے دیکھتا اور میرے ذریعہ سے سنتا اور میرے ذریعہ سے باتیں کرتا ہے۔ یہ جب منبر پر جاتے تو کھڑے نہیں رہتے بلکہ بیٹھے ہوئے گفتگو کرتے تھے اور دور والے بھی ان کی گفتگو کو نزدیک والوں کی طرح سنتے تھے۔ غایت یہ ہے کہ ام عبیدہ کے آس پاس کے گاؤں کے رہنے والے اپنی چھتوں پر بیٹھے ہوئے ان کی آواز سنتے تھے اور جو کچھ یہ کہتے تھے سب اُس کو سمجھتے تھے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ اونچا سننے والے

اور بہرے بھی جب ان کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے تو اللہ تعالیٰ ان کی گفتگو سننے کے لیے اُن کی شنوائی کھول دیتا تھا۔ اور مشائخین طریقت ان کی مجلس میں حاضر ہوتے اور ان کا کلام سنتے تھے۔ اور بعض آدمی اپنی گود پھیلائے رہتے تھے اور جب یہ وعظ سے فارغ ہوتے تھے تو ان کو گود میں لے لیتے تھے اور جب لوگ واپس آتے تو یاد ان تمام ضروری مضامین بیان کرتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حالت ابراہیم خلیل علیہ الصلاۃ والسلام کی آواز کے واقعہ سے مشابہ ہے۔ حضرت جب بیت اللہ تعمیر کر چکے تو کہنے لگے کہ خداوندا میں سارے خلائق کو کیونکر سناؤں اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ اے ابراہیم تمہارے ذمہ پکارنا ہے اور ہم پر اس کا پہنچا دینا چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے حج کی منادی کی اور ان کو زمین کے ہر خطہ سے ان لوگوں نے جو صلب میں تھے نزدیک والوں کی طرح جواب دیا۔ پس پہنچانا اللہ کی طرف سے تھا نہ ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے کیوں کہ بشریت کو اس کی قدرت نہیں ہے۔ اور ان کا قول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ بندہ کو مردان خدا کے مقامات پر ترقی دینا چاہتا ہے تو سب سے پہلے اس کو اپنے نفس کے ساتھ مکلف فرماتا ہے۔ اور جب اس نے اپنے نفس کو مؤدب بنا لیا۔ اور اس کا نفس اس سے سیدھا ہو گیا تو اس کو اہل وعیال کی تکلیف دیتا ہے اور جب ان کے ساتھ اس نے اچھا برتاؤ کیا اور عمدہ سلوک کیا تو اس کے پڑوسیوں اور محلہ والوں کے ساتھ مکلف کرتا ہے۔ اور جب ان کے ساتھ بھی احسان و مدارات کی تو اس کو شہر والوں کے ساتھ مکلف کرتا ہے اور جب ان کے ساتھ بھی وہ اچھے طور سے پیش آتا ہے تو ملک کی ایک سمت اس کے سپرد ہوتی ہے اور جب اس سے بھی عہدہ برآ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا باطن درست ہو جاتا ہے تو مابین زمین و آسمان اس کے تفویض ہوتا ہے کیوں کہ ان کے درمیان بھی مخلوقات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اس کے بعد وہ ہمیشہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان پر ترقی کرتا رہتا یہاں تک کہ عرش کے مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے۔ بعدہٗ اس کی صفت بلند ہوتی ہے۔ جس کی غایت یہ ہے کہ وہ حق والے کی ایک صفت ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنے غیب پر مطلع فرماتا ہے۔ یہاں تک کہ کوئی درخت نہیں اگتا اور کوئی پتی نہیں ہری ہوتی ہے مگر اس کی نظر کے سامنے اور یہاں پہنچ کر وہ اللہ تعالیٰ کی نسبت ایسا کلام کرتا ہے جس کی گنجائش خلائق کی عقلوں میں نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ وہ ایسا گہرا سمندر ہے کہ بہت سی مخلوق اس کے ساحل پر غرق ہو گئی ہے اور اس سے بہت سے عالموں و نیکوکاروں کا ایمان ڈوب گیا ہے۔ دوسروں کو کون پوچھتا ہے اپنے فرزند صالح سے کہا کرتے تھے کہ اگر تم میرے جیسے کام نہ کرو گے تو نہ میں تمہارا باپ ہوں اور نہ تم میرے بیٹے ہو ان کی دعا تھی کہ خداوندا صاحب لواء محمود کی برکت سے ہم کو ان لوگوں میں سے بنا جنہوں نے اپنے فرط ذلت سے تیرے دروازہ پر اپنے نرم رخسارے بچھا دیے اور خجالت سے اپنے سر نہوڑا دیے اور اپنی پیشانیاں سجدہ میں ڈال دیں۔ تھے۔ ان کے جسم پر جب مچھر بیٹھتا تھا تو نہ اس کو خود اڑاتے تھے اور نہ کسی اور کو اڑانے دیتے اور کہتے تھے کہ اس کو ناخنوں میں سے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی قسمت میں کر دیا ہے پینے دو اور جب ان کے کپڑے پر کوئی ٹڈی بیٹھتی تو اس کی خاطر سے اس کے اڑ جانے تک ٹھہر جاتے اور کہتے کہ اس نے ہمارا سایہ پکڑا تھا۔ اور جب ان کی آستین پر بلی سوئی ہوتی اور نماز کا وقت آ جاتا تو یہ اس قدر آستین کو جس پر وہ سوئی ہوئی تھی کاٹ ڈالتے اور اس کو جگاتے نہ تھے۔ اور نماز سے واپس آ کر آستین کے ٹکڑے کو پھر سی لیتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کو ایک خارشی کتا ملا جس کو ام عبیدہ والے دور جا کر

نکال آتے تھے۔ یہ اس کے ساتھ بیابان تک گئے اور اس کے لیے انہوں نے ایک سائبان بنایا اور اس کو تیل لگایا گیا۔ کھانا پانی دیا گیا اور اس کی خارشت کو چیتھڑے سے صاف کیا گیا اور جب وہ چنگا ہو گیا تو اس کے لئے گرم پانی لے گئے اور اس کو غسل[1] دیا۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو چارپایوں اور دوسرے جانوروں کی خدمت پر مکلف و مامور فرمایا تھا۔ یہ جب کسی فقیر کو جوں یا پسو مارتے ہوئے دیکھ لیتے تو اس سے کہتے کہ اللہ تعالےٰ تجھ سے مواخذہ کرے گا تو نے ایک جوں پر اپنا غصہ نکالا۔ اور ایک مرتبہ انہوں نے ایک شخص کو کہتے سنا کہ اللہ تعالےٰ کے پانچ ہزار نام ہیں تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے جس قدر ریت پتیاں وغیرہ پیدا کی ہیں اسی قدر اس کے نام ہیں۔ یہ مجذوبوں اور اپاہجوں کے پاس جایا کرتے ان کے کپڑے دھو دیتے ان کے سر اور ڈاڑھیوں میں کنگھی کر دیتے ان کے لیے کھانے لے جاتے ان کے ساتھ خود بھی کھاتے، بیٹھے رہتے اور ان سے دعا کی درخواست کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ایسے لوگوں کی زیارت مستحب نہیں بلکہ واجب ہے۔ ایک دن یہ بچوں کے پاس سے گذرے جو کھیل رہے تھے۔ بچے ان کی ہیبت سے بھاگے تو یہ ان کے پیچھے ہو لیے اور ان سے کہتے جاتے تھے کہ بھائیو معاف کرو میں نے تم کو ڈرا دیا لوٹ آؤ اور جس طرح تم کھیل رہے تھے کھیلو۔ اور ایک مرتبہ چند لڑکوں کے پاس سے ان کا گذر ہوا جو آپس میں لڑ رہے تھے انہوں نے ان میں بیچ بچاؤ کیا۔ اور ان میں سے ایک سے پوچھا کہ تم کس کے بیٹے ہو اس نے کہا کہ کیوں فضول بکتے ہو بس۔ یہ بار بار اس کا اعادہ کرتے اور کہتے تھے کہ میاں لڑکے خدا تم کو جزائے خیر دے تم نے مجھے ادب دیا۔ اور جو ان کو ملتا تھا اس کو پہلے یہی سلام کرتے تھے غایت یہ ہے کہ چوپایوں اور کتوں کو بھی اور جب سوٗر کو دیکھتے تو انعم صباحاً[2] کہتے اور اس کا باعث پوچھا گیا تو کہا کہ میں اپنے نفس کو بھلائی کا خوگر بناتا ہوں۔ اور اگر کسی گاؤں میں کسی کو بیمار سنتے تو ہر چند وہ دور ہوتا یہ اس کی عیادت کو جاتے اور ایک یا دو دن کے بعد واپس آتے تھے۔ اور راستہ میں اندھوں کے انتظار میں رہتے اور جب کوئی اندھا آتا تو اس کا ہاتھ پکڑ لے چلتے تھے اور جب کسی بہت بوڑھے کو دیکھتے تو اس کے محلہ میں جاتے اور اہل محلہ سے اس کی سفارش کرتے اور کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے سفید بال والے یعنی بوڑھے مسلمان کی تعظیم کی اللہ تعالےٰ اس کے لئے ایسے شخص کو مسخر کر دے گا جو اس کے بڑھاپے میں اس کی تعظیم کرے گا اور جب یہ سفر سے آتے اور ام عبیدہ کے قریب پہنچتے تو کمر باندھ لیتے اور ایک رسی نکالتے جس کو وہ پہلے سے رکھے رہتے تھے اور لکڑیاں جمع کر کے اپنے سر پر اٹھا لیتے اور ان کو ایسا کرتے دیکھ کر سب فقرا بھی کرتے اور آبادی میں پہنچ کر وہ لکڑیاں بیوؤں، مسکینوں، اپاہجوں، بیماروں، اندھوں اور بوڑھوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ یہ کبھی برائی کا معاوضہ برائی سے نہیں کرتے تھے اور جب حق تعالےٰ کی تجلی ان پر تعظیم کے ساتھ ہوتی تھی تو یہ گھل کر پانی کی طرح ہو جاتے تھے۔ بعدہٗ عنایت الٰہی ان کی خبر لیتی تھی اور وہ آہستہ آہستہ جمتا تھا یہاں تک کہ

---

[1] مترجم کہتا ہے کہ ایسے ہی بزرگوں پر سعدی کا یہ شعر صادق آتا ہے ؎

ازاں بر ملائک شرف داشتند — کہ خود را بہ از سگ نہ پنداشتند

عبادت بجز خدمت خلق نیست — بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

[2] اللہ تیری صبح کو فراخی و خوشی کی صبح بنائے ایام جاہلیت کا سلام ہے اور غیر مسلم کے لیے بھی یہی استعمال کیا جاتا ہے ۱۲ مترجم

اپنے معمولی جسم پر آ جاتے اور کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالےٰ کی عنایت مجھ پر نہ ہوتی تو میں تمہارے پاس لوٹ کر نہ آتا۔ اور ایک مرتبہ فقیروں کا ایک گروہ ان سے ملا اس نے ان کو گالیاں دیں اور ان سے کہا کہ او کانے او دجال اے وہ شخص جو محرمات کو حلال کرتا ہے اے وہ شخص جو قرآن کو بدلتا ہے او ملحد او! کتے! اس پر سیّد احمد رضی اللہ عنہ نے سر برہنہ ہو کر زمین کو بوسہ دیا۔ اور کہا کہ اے میرے سردارو اپنے غلام کو معاف کر دو اور ان کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دینے اور کہنے لگے کہ مجھ سے راضی ہو جاؤ تمہارے حلم میں میری گنجائش ہے۔ پس جب ان کو تھکا ڈالا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے کبھی تجھ سا فقیر نہیں دیکھا تھا ہماری یہ سب باتیں تو برداشت کرتا اور برہم نہیں ہوتا تب انہوں نے کہا کہ یہ تمہاری برکت اور تمہارے اثر سے ہے بعدہٗ اپنے یاروں کی طرف متوجہ ہوئے کہ اور کہا کہ بہتر ہی ہوا ہم نے ان کو ایسے کلام سے راحت دی جو ان کے پاس پوشیدہ تھا اور باعتبار اوروں کے ہم ہی اس کے زیادہ مستحق بھی تھے کیوں کہ ممکن تھا کہ کسی اور سے یہ ایسا ہی کلام کرتے اور وہ اس کو برداشت نہ کرتا اور شیخ ابراہیم بستی نے ان کو ایک خط بھیجا جس میں لعن طعن تھا۔ اس پر سیّد احمد رضی اللہ عنہ نے خط لانے والے سے کہا کہ مجھے پڑھ کر سناؤ چنانچہ اس نے پڑھا اس میں لکھا تھا کہ او کانے دجال او بدعتی اے وہ شخص جس نے مردوں اور عورتوں کو ایک جگہ جمع کیا۔ یہاں تک کہ ان کو کتا کتے کی اولاد اور بہت سی سخت طیش دلانے والی لکھی تھیں۔ لیکن جب قاصد اس خط کو پڑھ چکا تو سید احمد رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے ہاتھ میں لیا اور پڑھا اور کہا کہ جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو میری طرف سے جزائے خیر دے۔ بعدہٗ ایک عربی شعر پڑھا جس کا مطلب یہ تھا ؎

زمانہ مجھ پہ اگر تہمتیں دھرے صدہا خدا کے پاس جو میں صاف ہوں تو کیا پروا

پھر اسی قاصد سے کہا کہ ان کو جواب لکھ دو۔ کہ "از جانب ایں ناچیز بخدمت سیدی شیخ ابراہیم بستی رضی اللہ عنہٗ آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کی نسبت یہ عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جیسا چاہا مجھے پیدا کیا اور جو باتیں چاہیں مجھ میں رکھیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنی نیکوکاری سے میرے لیے دعا کیجئے اور اپنے عفو و حلم سے مجھے محروم نہ رکھیے" یہ خط جب بستی کے پاس پہنچا تو وہ دیوانہ وار نکل کھڑے ہوئے اور کسی کو معلوم نہ ہوا کہ کہاں گئے اور ان کی عادت تھی کہ جب ان کو معلوم ہوتا تھا کہ فقراء کسی لغزش کے سرزد ہونے کی وجہ سے اپنے بھائیوں میں کسی کو مارنا چاہتے ہیں تو اس سے اس کے کپڑے عاریت لے کر خود پہن لیتے اور اس کی جگہ میں جا کر سو رہتے اور فقرا ان کو پیٹتے تھے اور جب وہ پیٹنے سے فارغ ہو جاتے اور ان کا غصہ ٹھنڈا ہو جاتا تو یہ ان کے سامنے اپنا چہرہ کھول دیتے جس سے ان کے ہوش جاتے رہتے مگر یہ ان سے کہتے تھے کہ اچھا تو ہوا تمہاری وجہ سے مجھے اجر و ثواب حاصل ہوا۔ اس پر فقراء ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ یہ اخلاق سیکھو اور انہوں نے ایک دن اپنے یاروں سے کہا کہ تم میں سے جو کوئی مجھ میں کوئی عیب دیکھے اس سے مجھے آگاہ کر دے۔ یہ سن کر ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ حضرت آپ میں ایک بہت بڑا عیب ہے انہوں نے پوچھا بھائی جان وہ کیا ہے اس نے کہا کہ ہم جیسے آپ کے اصحاب ہیں۔ اس پر فقراء رو دیئے اور ان کا نالہ و شیون بلند ہوا اور ان کے ساتھ سیدی احمد بھی روئے اور کہنے لگے کہ میں ہی تمہارا خادم ہوں میں تم سے کم ہوں۔ ایک شخص ان کا منکر تھا جو ام عبیدہ کے قرب وجوار میں ان کی برائیاں کرتا اور جب ان کی جماعت کے کسی فقیر کو ملتا تو اس سے کہتا کہ اس خط کو اپنے پیر کے پاس لیتا جا۔ چنانچہ سیدی احمد رضی اللہ عنہ جب اس کو کھولتے تو اس میں اے ملحد اے باطلی اے زندیق

اور اسی قسم کے الفاظ لکھے ہوتے تھے۔ مگر سیدی احمد رضی اللہ عنہ یہی کہتے تھے کہ جس نے تم کو یہ خط دیا اس نے سچ لکھا ہے اور پھر خط لانے والے کو کچھ پیسے دیتے اور کہتے کہ اللہ تعالےٰ تم کو میری طرف سے جزائے نیک عطا فرمائے تم حصول ثواب کا ذریعہ ہوئے۔ لیکن جب اس شخص کا معاملہ طول کھینچا اور سیدی احمد رضی اللہ عنہ سے وہ عاجز آ گیا تو خود ان کے پاس آیا اور جب ام عبیدہ کے قریب پہنچا تو سر برہنہ ہوا اور اپنی چادر اپنی کمر سے باندھی اور ایک آدمی اس کو جانور کی طرح ڈور پرے چلا اور اس ہیئت سے سیدی احمد رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ انہوں نے کہا بھائی جان تم کو اس ہیئت کی کیوں ضرورت پڑی؟ اس نے کہا کہ اپنے فعل سے۔ سیدی احمد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے بھائی جان جو کچھ ہوا اچھا ہی ہوا۔ بعدہٗ اس نے ان سے مرید ہونے کی درخواست کی۔ چنانچہ اس کی بیعت لی اور وہ مرتے دم تک ان کے اصحاب میں رہا۔ سعدی

شنیدم کہ مردانِ راہِ خدا — دل دشمنان ہم نہ کردند تنگ
مرا کے میسر شود ایں مقام — کہ با دوستانم خلاف ست وجنگ

یہ کہا کرتے تھے کہ جب میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں تو گویا قہر کی شمشیر میرے سامنے کھنچی رہتی ہے اور ان کا قول ہے کہ سینہ کی صفائی اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب کچھ بھی برائی باقی نہ رہے نہ دشمن کے لیے نہ دوست کے لیے اور نہ خدا عزوجل کی کسی مخلوق کے لیے اور جب ایسی حالت ہو جائے گی تو وحشی جانور اپنے جنگلوں میں اور پرندے اپنے بسیرے کی جگہوں میں تم سے مانوس ہوں گے اور حارد صمیم کا بھید تم پر کھل جائے گا۔ ان کے ایک مرید نے ان سے کہا کہ میرے آقا! آپ قطب ہیں تو انہوں نے کہا تم اپنے پیر کو قطبیت سے بری سمجھو۔ تب اس نے کہا کہ آپ غوث ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ تم اپنے پیر کو غوثیت سے پاک سمجھو۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت مقامات و اطوار سے تجاوز کیے ہوئے تھے کیونکہ قطبیت وغوثیت معلوم مقامات ہیں۔ اور جس کو اللہ کی معیت و اتصال ہو اس کا مقام نہیں معلوم ہو سکتا۔ گو ہر مقام میں اس کا مقام ہو واللہ اعلم۔ ان کے خادم یعقوب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ کہ جب سیدی احمد رضی اللہ عنہ کو مرض الموت ہوا تو میں نے ان سے کہا کہ اب کے بار دلہن نے جلوہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں پھر میں نے ان سے پوچھا کہ کیوں۔ انہوں نے کہا وہ امور پیش آئے جن کو میں نے جانوں کے بدلے خریدا تھا اور وہ یہ کہ بہت بڑی بلا خلق اللہ پر آنے والی تھی۔ میں نے اسے اٹھا لیا۔ اور اس کو اپنی باقی ماندہ عمر کے بدلے خریدا چنانچہ وہ میرے ہاتھ بکی اور اپنے چہرہ اور سفید بالوں کو خاک پر ملتے رہتے اور "عفو" "عفو" کہتے اور یہ دعا مانگتے تھے کہ خداوندا ان مخلوقات پر مجھے بلا کی چھت بنا۔ ان کی دستوں کی بیماری ہوئی۔ ہر روز بے حساب دست آتے رہے اور ایک مہینے تک بیمار رہے۔ اس پر ان سے کہا گیا کہ اتنے دست کہاں سے آتے ہیں حالانکہ بیس دن سے آپ کچھ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں انہوں نے کہا کہ بھائی یہ گوشت خارج ہو رہا تھا۔ گوشت تو نکل چکا۔ اب صرف ہڈی کا مغز رہ گیا ہے آج وہ بھی نکل جائے گا اور کل اللہ تعالےٰ کے پاس گذر ہو گا۔ چنانچہ دریا تین مرتبہ کچھ سفید سی چیز نکلی اور دستوں کا آنا بند ہو گیا۔ اس کے بعدہٗ پنج شنبہ کے دن ظہر کے وقت بارہویں جمادی الاول ۵۷۸ھ کو راہی آخرت ہوئے۔ اور اس روز بڑی دھوم دھام ہوئی۔ آخری کلمہ جو ان کی زبان سے نکلا وہ یہ تھا اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشہد ان محمد رسول اللّٰہ شیخ یحییٰ بخاری کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔ شافعی المذہب تھے۔ شیخ ابو اسحٰق شیرازی کی کتاب "التنبیہ" پڑھی تھی۔ انکسا

سے کبھی نہ کسی مجلس کے صدر میں بیٹھے اور نہ سجادہ پر۔ بہت ہی کم بولتے۔ اور کہتے تھے کہ مجھے خاموش رہنے کا حکم ہے

(۲۶۴) شیخ علی بن الہیتی[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ عراق کے بڑے بزرگوں اور سرداران عارفین میں سے تھے جن بزرگوں کی طرف قطبیت عظمیٰ کی نسبت کی جاتی ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہیں۔ ان کے پاس وہ دونوں خرقے تھے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ابوبکر بن ہوارہ کو خواب میں پہنایا تھا اور جب وہ بیدار ہوئے تو وہ خرقے ان کے زیب بدن تھے۔ یہ خرقے ایک کپڑا اور ایک ٹوپی تھی۔ ابن ہوارہ نے یہ خرقے شنبکی کو عطا کیے۔ شنبکی نے تاج العارفین ابوالوفار کو۔ تاج العارفین نے شیخ علی بن ہیتی کو۔ اور ابن الہیتی نے شیخ علی بن ادریس کو۔ اس کے بعد وہ گم ہو گئے۔ یہ اسّی برس تک اس طور سے رہے کہ نہ خلوت میں رہے اور نہ لوگوں سے کنارہ کشی کی بلکہ فقیروں سے سرِ یاری کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی کشائش وہبی تھی اور سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ جب بغداد میں آئے تو کہا کرتے تھے کہ اولیاء میں سے جو شخص عالم غیب و شہادت میں بغداد داخل ہوا ہماری ضیافت میں ہے اور ہم شیخ علی بن الہیتی کی ضیافت میں ہیں اور سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ علی بن الہیتی سات برس کے تھے کہ اسی وقت ان کے قلب کی بستگی دور ہو گئی تھی چنانچہ یہ پوشیدہ امروں کی خبر دیا کرتے تھے۔ اور ان کے ہاتھ پر کرامتیں ظاہر ہوا کرتی تھیں۔ ان کی بزرگی و بلند رتبگی پر علماء کا اتفاق ہے۔ ان کا قول ہے۔ کہ شریعت وہ ہے جس کی تکلیف وارد ہوتی اور حقیقت وہ ہے جس سے تعریف (شناخت) حاصل ہوتی ہے) پس حقیقت سے شریعت کو مدد دی گئی ہے اور حقیقت کو شریعت سے مقید کیا گیا ہے اور شریعت افعال کا اللہ کے لیئے پایا جانا اور علم کی شرطوں پر رسولوں کے واسطہ سے قائم ہونا ہے۔ اور حقیقت اللہ تعالےٰ کے ساتھ احوال کا شہود اور حکم کے غلبات پر تقدیر نہ کہ واسطہ کے ذریعہ سے سر تسلیم خم کر دینا ہے۔ جب تک تمیز باقی رہتی ہے۔ تکلیف متوجہ ہوا کرتی ہے۔ صحت حال کی علامت یہ ہے کہ صاحب حال اس کے غلبہ کی صورت میں ویسا ہی محفوظ ہو جیسا کہ صحو کے وقتوں میں مغلوب تھا۔ احوال بجلیوں کے مشابہ ہیں جب نہ ہوں تو ان کا اپنی طرف کھینچ لانا۔ اور جب حاصل ہو جائیں تو ان کا باقی رکھنا ناممکن ہے۔ البتہ اس صورت میں کہ بعض احوال کسی کی غذا بنا دیئے جائیں پس اسی میں حق اس کی پرورش کرتا ہے اور وہ حال اس کا اوڑھنا بچھونا ہو جاتا ہے جو کچھ مخلوقات نے اپنی فہموں سے دریافت کیا یا جن چیزوں کو اپنے علموں سے احاطہ کیا اور جن پر اپنے معارف سے مطلع ہوئی ہے اس سے حق تعالےٰ پرے ہے۔ جس شخص کو اپنی قوت و ضعف کے اندازہ سے کسی چیز کا کشف ہوا وہ اسی سے مربوط ہوا۔ جس کسی کو حقیقت کا کشف ہوا یا جس نے حق کا مشاہدہ کیا یا وجود حق کے سوا کسی کا مشاہدہ نہ کیا یا حق کے سوا کچھ اس کو

---

[1] ہیتی لفظ ہیئت بکسر ہائے ہوز و سکون یائے مثناۃ تحتانیہ و تائے مثناۃ فوقانیہ کی طرف منسوب ہے جو دریائے فرات کے کنارہ انبار کے اوپر کے ایک شہر کا نام ہے۔ جہاں عبداللہ ابن المبارک کی قبر اور قیر و نفط کے چشمے ہیں۔ اس شہر اور قادسیہ کے درمیان آٹھ فرسخ۔ اور اس کے اور انبار کے مابین اکیس فرسخ کا فاصلہ ہے۔ اس کا نام ہیت اس لیے رکھا گیا کہ زمین کے ایک ہوہ (نشیب) میں واقع ہے۔ مصنف ۱۲۔

محسوس نہ ہُوا۔ یا وہ حق الحق میں محو ہو گیا یا سلطان حقیقت سے سراسیمہ ہو گیا یا حق نے اس کے لیے جلال حق کے ساتھ تجلی کی اور علیٰ ہذا جہاں تک کہ بیان کرنے والے بیان یا اس کی طرف اشارہ کرنے والے اشارہ کرتے ہوں یا اس تک علم پہنچ سکتا ہو وہ سب کے سب صرف حق کے شواہد اور حق کی طرف سے اس کے لیے ایک حق ہے اور جو کچھ کہ خلق پر ظاہر ہوتا ہو وہ سب اس قسم کی چیزیں ہیں جو خلق کے لیے سزاوار ہیں اور خلق کی حیثیت کی ہیں۔ اور جتنی چیزیں ایسی ہیں جن کے وصف تک مخلوق پہنچے وہ سب احوال ہیں اور احوال اہل معرفت کے صفات ہیں اور مخلوق کے لیے احوال ہی تک راستہ ہے اور احوال سے غائب ہو جانا اور احوال سے نیست ہو جانا بھی منجملہ احوال کے ایک حالت ہے اور توحید معارف سے بالاتر ہے۔ یہ اکثر عربی اشعار پڑھا کرتے تھے جن کا ترجمہ یہ ہے:۔

اگر تلاشش میں نکلوں نہ ہو تمام سفر — حضور گھر میں جو چاہوں تو کاٹ کھلائے حضر
وہ دل میں بیٹھا ہے پر عمر بھر نہیں ملتا — وہ ہے تو آنکھوں میں پر کیا مجال آئے نظر
میں اس کو دیکھوں تو اے کاش سب فنا ہو جائیں — رہے نہ جسم نہ یہ کان اور نہ دل نہ بصر

انہوں نے رزبراذ (بروزن فیقران) میں سکونت اختیار کی تھی جو نہر الملک کے مضافات میں ایک شہر ہے اور ۵۶۴ھ میں ایک سو اکیس سال کی عمر میں وفات پائی اور رہیں دفن ہوئے اور ان کا مزار ظاہر و زیارت گاہ ہے۔

(۲۶۵) شیخ عبدالرحمٰن طفسونجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ عراق کے بڑے مشائخوں عارفوں کے سرداروں اور مقربوں کے صدر نشینوں میں سے تھے۔ احوال فاخرہ کرامات ظاہرہ اور تصرفات نافذہ رکھتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ میں ولیوں میں ویسا ہی ہوں جیسا پرندوں میں کلنگ جس کی گردن سب سے لمبی ہوتی ہے۔ یہ طفسونج[1] میں ایک اونچے درخت پر بیٹھ کر شریعت و حقیقت کی باتیں بیان کیا کرتے تھے اور مشائخ و علماء سننے کو آتے رہتے۔ علماء کا لباس پہنتے اور خچری پر سوار رہتے تھے۔ ان کا قول ہے کہ مراقبہ اس بندہ کے لیے ہے جو حق کے ذریعہ سے حق کا مراقب ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال اخلاق و آداب کا پیرو ہو اور اللہ عزوجل نے اپنے دوستوں اور خاصوں کو یہ خصوصیت عطا فرمائی ہے کہ ان کو ان کے کسی احوال میں نہ ان کے نفوس کے سپرد فرماتا ہے اور نہ کسی غیر کے اس لیے وہ اللہ تعالےٰ کے مراقب (نصب العین رکھنے والے) رہتے ہیں اور اس سے درخواست کرتے ہیں کہ اس مراقبہ میں ان کی نگہداشت فرمائے۔ اور مراقبہ حالتِ قرب کا مقتضی ہے اور اللہ عزوجل نے دلوں کو ان چیزوں کے ذریعہ سے اپنے قریب کیا ہے جو دلوں سے قریب ہیں۔ اس لیے وہ اپنے بندہ کے دلوں سے اسی مقدار سے قریب ہوتا ہے جس قدر کہ اپنے بندہ کے دلوں کو اپنے آپ سے قریب پاتا ہے۔ اس لیے تم کو اس چیز پر نگاہ دوڑانی چاہیے جو تمہارے دل سے قریب ہو۔ اور حالت قرب حالتِ محبت کی مقتضی ہے۔ اور یہ قلب کے اللہ عزوجل اس کے جلال اس کی عظمت اس کے علم اور اس کی قدرت کی طرف نگاہ رکھنے سے پیدا ہوتی ہے پس خوشا حال اس شخص کا جس نے اس کی محبت کا جام پیا اور اس کی مناجات (سرگوشی) کی لذت اٹھائی جس سے اس کا دل

---

[1] طفسونج دجلہ کے کنارے ایک شہر ہے ۱۲ مترجم

محبت سے بھر گیا پس اللہ ہی کے ذریعہ سے مارے خوشی کے اڑا اور اس کے ہوائے شوق میں سرگرداں ہوا اور نہ اس کا کوئی گھر ہے اور نہ وہ اس کے سوا کسی سے مالوف ہے۔ پس ایسا شخص عاشق ہے جو محبت کے علم کو فنا کر کے محبت کی رویت سے محبوب کی طرف چلا آیا ہے۔ اور جب عاشق اس نسبت کی طرف آیا تو عاشق بلا علت ہوگیا۔ اور محبت ذکر کی مقتضی ہے۔ اس لیے عاشق ہمیشہ اپنے رب کا ذکر کیا کرتا ہے۔ اور اس کے اپنے نفس کو یاد کرنے میں خلل آجاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس پر اپنے رب کا ذکر غالب آجاتا ہے اور اپنے نفس سے غافل جیسا ہو جاتا ہے۔ بعدہٗ اپنے نفس کی غفلت سے غافل ہوتا ہے اور اپنے رب کی یاد کے غلبہ سے سارے احساس کو بھول جاتا ہے۔ تب کہا جاتا ہے کہ اپنے مذکور کی رویت میں سما گیا اور کہا جاتا ہے کہ اپنے نفس سے فنا ہوگیا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اپنے رب میں فنا ہوگیا۔ اور یوں بھی تعبیر کرتے ہیں کہ اپنے فنا سے خفا ہوگیا۔ یعنی اپنے رب کے غلبۂ ذکر کے باعث اپنے نفس کی یاد کی غفلت سے غافل ہوگیا۔ اور ایسا ہوگیا کہ اس کے غیر کو دیکھتا ہی نہیں۔ اور اس وقت اپنے مشاہدے سے بیخ و بنیاد سے اکھڑ جاتا اپنے نفس سے الگ کر لیا جاتا اپنی ساری باتوں سے مٹا دیا جاتا اور اپنی کل چیزوں سے فانی ہو جاتا ہے۔ اور جب تک یہ وصف باقی رہے گا اس وقت تک نہ تمیز رہے گی نہ اخلاص نہ صدق۔ یہی جمع الجمع[1] اور عین وجود ہے اور یہی وہ وصول ہے جو تمیز و تکلیف کے احوال پر وارد ہوتا ہے تو ایک قسم کے پردہ کے ذریعہ سے اس وصف سے حجاب رکھا جاتا ہے۔ تاکہ حق شرح تک پہنچے اور یہاں پر بہت سے مغالطے ہیں اور وہی شخص محفوظ ہے جو احکام شریعت کے ادا کرنے کی طرف لوٹ آئے۔ اور ان کا مقولہ ہے کہ جو شخص طلب دنیا میں مشغول ہوا وہ دنیا کی ذلت میں مبتلا ہوا اور جو اپنے نقصانوں سے اندھا بنا وہ حد سے متجاوز و سرکش ہوا۔ اور جس نے باطل سے زیبائش کی وہ دھوکے میں ہے اور کہا کرتے تھے کہ سب سے زیادہ فائدہ مند عبودیت کے احکام ہیں اور سب سے اعلیٰ توحید کا علم ہے۔ فروتنی کے ساتھ کوئی بطالت حرج نہیں کرتی بشرطیکہ واجبات و سنن کی پابندی ہو اور تکبر کے ساتھ کوئی مستحب عمل اور نہ کوئی مطلوب علم نتیجہ خیز نہیں ہوتا اور جب تم کو وہ قائم کرے گا تو جمے رہو گے اور جب اپنے آپ سے کھڑے ہو گے تو گر جاؤ گے۔ انہوں نے طفسونج میں جو سر زمین عراق کا ایک شہر ہے سکونت اختیار کی تھی اور وہیں سن رسیدہ ہو کر وفات پائی۔ ان کی قبر وہاں ظاہر و زیارت گاہ ہے۔

(۲۶۶) شیخ بقا بن بطو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ مشائخ عراق کے سرداروں اور بڑے صدیقوں میں سے تھے اور احوال نفیسہ مقامات جلیلہ و کرامات باہرہ رکھتے تھے۔ سیدی عبدالقادر جیلی رضی اللہ عنہ ان کی بہت تعریفیں کرتے اور کہتے تھے کہ کل مشائخ کو ناپ

---

[1] ایک مقام ہے جو "جمع" سے اتم و اعلیٰ ہے۔ کیونکہ جمع اشیاء کا شہود اللہ تعالیٰ کے ذریعہ سے اور بجز اس کے جو اللہ کے ذریعہ سے ہو حول و قوت سے بیزاری ہے اور جمع الجمع ماسویٰ اللہ سے بالکلیہ ہلاک و فنا ہو جاتا ہے اور یہ احدیت کا مرتبہ ہے ۱۲ مترجم از کتاب التعریفات۔

اور تول کر ملا ہے مگر شیخ بقا بن بطو کو بغیر ناپ اور تول کے۔ ان کو علم الاحوال اور جو لوگ نہر الملک اور اس کے پاس پڑوس میں آ کر اترتے تھے ان کے جانے و ورود کا کشف حاصل تھا۔ بہت سے علما و صلحا ان کے مرید ہوئے اور لوگ زیارت کو نذریں دے کر ان کے پاس آیا کرتے تھے۔ ان کے کلام میں سے ہے کہ فقیری دل کا علائق سے خالی اور صرف اللہ سبحانہ و تعالےٰ کے ساتھ متصل ہونا ہے اور املاک سے خالی ہونا تو فقیری کی ایک صفت ہے کیونکہ جو بندہ اپنے دل سے ان چیزوں میں پھنسا رہے گا۔ اس کے لیے یہ روکنے اور قطع کرنے والی ہیں اور املاک سے مجرد ہونے کی صحت کی علامت یہ ہے کہ اسباب کے وجود و عدم سے اس کا حال نہ بدلے نہ قوت میں نہ ضعف میں نہ سکون میں اور نہ بے قراری میں اور دھکا دینے والی چیزیں اس میں اثر نہ کریں اور جب ایسا ہو جائے تو وہ فقیر ہے نہ اس کو اسباب کی غلامی مقید کرے گی نہ ان کا وجود اس کو بشاش کرے گا اور نہ ان کا عدم اس کو رنجیدہ کرے گا پس اگر وہ صاحب مال ہوا تو ایسا ہے کہ نہ ہوا اور اگر صاحب مال نہ ہوا تو ایسا ہے کہ ہوا۔ پس دنیا و آخرت میں وہ اپنا کوئی مقام اور اپنی قدر نہ سمجھے۔ اور جس طرح نہ سمجھے اسی طرح طلب نہ کرے اور جس طرح طلب نہ کرے اسی طرح آرزو نہ کرے۔ تب وہ اس کے ساتھ مشغول بلا طمع کھڑا ہوا ہے۔ نہ رد سے گرتا ہے اور نہ قبول سے اٹھتا ہے اور نہ یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ اوروں کے طریقہ سے اس کا طریقہ افضل ہے۔ یہ بلند مقام ہے اور اس کا معاملہ دقیق ہے اور جب تک بندہ اپنے رب عزوجل تک نہیں پہنچتا اس وصف کی حقیقت کو نہیں پہنچتا اور ان کا قول ہے کہ فقر ہر ایسے شخص کا وصف ہے جو غیر سے مستغنی ہو اور بندہ اپنے فقر میں سچا نہیں ہوتا تاوقتیکہ فقر کے شہود کو فنا کر کے اپنے فقر سے باہر نہ نکل آئے اور کہا کرتے تھے کہ اپنے آپ سے لوگوں کے حقوق دلواؤ اور تم سے جو کم ہو اس کی نصیحت مانو تو منازل کا شرف پاؤ گے۔ جس نے اپنے نفس کے اندر جھڑکنے والا نہ پایا اس کا دل خراب ہے۔ جس نے اپنے نفس کے مقابلہ میں اللہ سے مدد نہ چاہی اس کو نفس نے دے مارا اور جو مبتدیوں کے آداب بجا نہ لایا اس کے لیے منتہیوں کا مقام کیوں کر راس آئے گا۔ تین فقیہ (مولوی) ان سے جا کر ملے اور ان لوگوں نے ان کے پیچھے نماز عشا پڑھی۔ مگر جیسا مولوی چاہتے تھے ویسی درست قرأت ان سے نہیں بن آئی۔ اس لیے وہ ان سے بدظن ہوئے مگر ان ہی کے زاویہ (خانقاہ) میں شب باش ہوئے۔ رات کو تینوں کو نہانے کی حاجت ہوئی اور نکل کر اس نہر پر آئے جو خانقاہ کے دروازہ پر واقع تھی۔ چنانچہ وہ نہر میں نہانے کو اترے ہی تھے کہ بڑا سا شیر آموجود ہوا اور ان کے کپڑوں پر بیٹھ گیا اور رات سخت جاڑوں کی تھی اس لیے ان کو یقین ہو گیا کہ اب زندہ نہیں بچتے۔ اتنے میں شیخ رضی اللہ عنہ خانقاہ سے نکل آئے اور وہ شیر ان کے پاس چلا آیا اور ان کے قدموں پر لوٹنے لگا۔ یہ حالت دیکھ کر مولویوں نے اللہ سے استغفار کیا اور تائب ہوئے۔ انہوں نے نابنوسا میں جو نہر الملک کا دیہات تھا سکونت اختیار کی اور ۵۵۳ھ کے قریب وہیں وفات پائی۔ ان کی قبر وہاں ظاہر و زیارت گاہ ہے۔

(۲۶۷) شیخ ابوسعید قلوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ بڑے عارفوں اور محقق اماموں میں سے تھے اور صاحب انفاس صادقہ افعال خارقہ و کرامات و معارف تھے۔ اپنے دیار و جوار میں فتوے دیا کرتے تھے اور قلوریہ میں اونچے تخت پر بیٹھ کر علوم و شرائع و حقائق پر گفتگو

کیا کرتے تھے۔ اور تمام اطراف و علاقہ سے لوگ ان کی زیارت کو آیا کرتے تھے۔ ان کے بعض اقوال یہ ہیں۔ فقیر کی شرط یہ ہے کہ نہ وہ کسی چیز کا مالک ہو اور نہ کوئی چیز اس کی مالک ہو اور اس کا دل تمام آلائش سے صاف ہو اور اس کا سینہ ہر شخص کے لیے بے کینہ ہو اور اپنی جان کو بخشش و ایثار کر دے۔ تصوف حق کے سوا بیزار ہو جاتا ہے جیسا کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا تھا" یہ[1] تو میرے دشمن ہیں مگر رب العالمین" صوفی کامل نہیں ہوتا تاوقتیکہ دیکھ کر کاروں میں خلق سے چھپ نہ جائے۔ توحید موجودات سے ان کے پیدا کرنے والے کے مشاہدہ کے باعث آنکھیں میچ لیتا ہے۔ اور عارف وحدانی الذات ہوتا ہے۔ نہ اس کو کوئی قبول کرے اور نہ وہ کسی کو قبول کرے۔ خضر علیہ السلام ان کے پاس بہت آیا کرتے تھے۔ یہ قسلودیہ میں جو بغداد کے قریب نہر الملک کے دیہاتوں میں سے ہے رہا کرتے تھے اور پانچ سو ستاون ہجری (۵۵۷ھ) کے قریب وہیں فوت ہوئے اور ان کی قبر وہاں ظاہر و زیارت گاہ ہے یہ علماء جیسی پوشاک پہنتے طیلسان اوڑھتے اور خچری پر سوار ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کی اور ان کے اصحاب کی ایک شخص نے دعوت کی۔ انہوں نے اپنے یاروں کو کھانے سے منع کیا اور خود تنہا کھایا اور جب دعوت سے باہر نکلے تو ان سے کہنے لگے کہ ہم نے تم کو اس کے کھانے سے اس لیے روک دیا تھا وہ کھانا حرام کا تھا۔ بعدہٗ انہوں نے سانس لی تو ان کی ناک سے دھواں بہت بڑے ستون جیسا نکلا اور آسمان کی طرف جا کر نظر سے غائب ہو گیا۔ پھر ان کے منہ سے آتشی ستون نکلا اور وہ بھی نظر سے غائب ہو گیا۔ تب انہوں نے کہا کہ یہ چیز جو تم نے دیکھی وہی کھانا تھا جو میں نے کھایا اور تمہیں کھانے نہ دیا۔

(۲۶۸) شیخ مطر باذرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ بزرگ ترین مشائخ عراق و سادات عارفین میں سے تھے۔ ان کی جلالت زہد و جاہت پر علماء کا اتفاق ہے ان کے پیر تاج العارفین ابوالوفار کہا کرتے تھے کہ شیخ مطر میرے حال و مال کے وارث ہیں اور شیخ مطر ان کے خدام خاص میں سے تھے اور ان پر سکر کی حالت غالب تھی۔ ان کے کچھ اقوال یہ ہیں۔ نفوس کی لذت تقدس کی مناجات میں ہے اور قلوب کی لذت انس کے مزامیر میں ہے جو خلوت گاہ قدس میں توحید کے لحنوں کے ساتھ گلشن تمجید کے اندر سے مطربان معانی کے ذریعہ سے سننے میں آتے ہیں اور جن سے ملیک مقتدر کے نزدیک مقعد صدق میں مدارج بلند ہوتے ہیں اور ارواح کی لذت عروسان فتح لدنی کے ہاتھوں سے خلوت گاہ وصل میں مشاہدہ و سرگشتگی کی بساط پر عالم ہستی کے درمیان عزت کی روشنی میں جام محبت پینا اور لسان ذات کے صفات الواح پر قلم توحید سے جو کچھ لکھا ہے اس کا پڑھنا ہے اور اسرار کی لذت حیات دائمی کی نسیم کا مطالعہ اور غیوب کے حقائق تک قلوب کے ضمائر سے پہنچنا اور افکار کے ذریعہ سے سارے اسرار کا معائنہ ہے اور عقول کی لذت ان اسرار کے ذریعہ سے جو افکار کو احاطہ کیے ہوئے ہیں ملکوت کے ایسے اسرار کا ملاحظہ ہے جو نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔ پس قلوب غیوب کے حقائق کو معائنہ کرتے ہیں۔ اور شواہد اسرار کی قبولیت ان کے ساتھ ہوتی ہے اس لیے ضمائر دریائے افکار میں اترتے ہیں۔ اور نفوس کو اس چیز سے تسکین ہوتی ہے جو عالم محجوب کی ان میں لاحق ہوتی ہے

---

[1] دیکھو انیسویں پارہ کا لمان رکوع (سورہ شعراء کی اٹھترویں آیت) ۱۲

عقل کے ہاتھ نفوس کی باگیں پکڑے ہوئے ہیں اور نفس عقل کا مسخر ہے اور عقل انوار الہیہ سے مدد لیتی ہے اور اسی سے وہ حکمت ظہور میں آتی ہے جو سلوم کی چوٹی عدل کی ترازو ایمان کی زبان بیان کا سرچشمہ روحوں کا گلشن صورتوں کا نور حقائق کی میزان وحشت زدوں کا انس، راہبوں کا مال تجارت اور مشتاقوں کی آرزو ہے اور حکمت حق کی یافت ہے اس لیے جب قلب پر وارد ہوتی ہے تو جن کونوں کتروں میں عشق چھپا ہوتا ہے ان کا سراغ لگاتی دلوں کے زنگ کو صاف کرتی اور باطن کے عیبوں کو نیست و نابود کر دیتی ہے۔ یہ قوم کے کرد تھے اور بازار میں رہتے تھے جو سرزمین عراق میں لحف کے مضافات میں سے ہے۔ یہیں وفات پائی اور یہیں ان کی قبر ظاہر و زیارت گاہ ہے۔

(۲۶۹) شیخ ابو محمد ماجد کردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ مشائخ عراق کے سرداروں مقربین کے صدر نشینوں اور محققین کے اماموں میں سے تھے۔ ان کے احترام و تعظیم پر مشائخ کا اجماع تھا۔ ان کے بعض کلام یہ ہیں۔ مشتاقوں کے دل اللہ عزوجل کے نور سے منور رہتے ہیں اور جب ان میں اشتیاق کو تحریک ہوتی ہے تو جو کچھ آسمان و زمین کے درمیان ہے اس کے نور سے چمک اٹھتا ہے اس وقت اللہ عزوجل فرشتوں کے سامنے ان پر فخر کرتا اور فرماتا ہے کہ میں تم کو گواہ رکھتا ہوں کہ میں ان کا زیادہ تر مشتاق ہوں۔ جو اپنے رب کا مشتاق ہوا وہ مانوس ہوا جو مانوس ہوا وہ خوش ہوا جو خوش ہوا وہ قریب ہوا جو قریب ہوا وہ چلا جو چلا وہ متحیر ہوا جو متحیر ہوا وہ اڑا جو اڑا اس کی آنکھیں نزدیکی سے ٹھنڈی ہوئیں۔ زاہد صبر کی مزاولت کرتا ہے مشتاق شکر کی اور واصل ولایت کی۔ شوق اللہ کی آگ ہے جو عاشقوں کے دلوں میں روشن رہتی ہے۔ اور اس کے لقا اور اس کی طرف نگاہ کرنے سے دھیمی ہوتی ہے۔ ہیبت کی آگ دلوں کی محبت کی آگ روحوں کو اور شوق کی آگ نفوس کو پانی کر دیتی ہے۔ خموشی عبادت بلا مشقت آمائش بلا زیور ہیبت بلا حکومت قلعہ بے شہر پناہ کراما کاتبین کے لیے راحت اور عذر خواہی سے بے نیازی ہے۔ آدمی کے لیے یہی علم بس کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور یہی جہل کافی ہے کہ خود پسند ہو اور خود پسندی حماقت کا فضلہ ہے۔ جس سے خود پسند اپنے عیبوں کو ڈھانکتا ہے مگر نہیں ڈھکتا۔ اللہ تعالےٰ نے کوئی عجیب چیز نہ پیدا کی جس کا نقش آدمی کی صورت میں نہ رکھا ہو اور کوئی امر غریب نہ ایجاد کیا جس کا حکم اس میں نہ جاری کیا ہو اور کوئی بھید نہ ظاہر کیا جس کے علم کی کنجی اس صورت میں نہ رکھی ہو اس لیے آدمی عالم کا مختصر نسخہ ہے۔ شکر خاص کر عاشقوں کے مقامات میں سے ہے کیوں کہ فنا کی آنکھیں اس کو نہیں قبول کرتی اور علم کی منزلیں وہاں تک نہیں پہنچتی ہیں اور شکر کی تین علامتیں ہیں۔ ماسوا کے ساتھ مشغول ہونے اور اس کی تعظیم سے دائمی دل بستگی۔ دریائے شوق میں بے اندیشہ کود پڑنا۔ اور دائمی تمکین اور جس کا شکر ہوا و ہوس سے ہوگا۔ اس کا صحو گمراہی کی طرف ہوگا۔ ایک شخص جو مجرد تنہا بغیر زاد راہ اور کسی ہمراہی کے حج کا ارادہ رکھتا تھا ان سے رخصت ہونے کو آیا۔ انہوں نے اپنا مشکیزہ اس کو نکال کر دیا اور کہا کہ اگر وضو کرنا چاہو گے تو تم کو اس میں پانی ملے گا۔ پیاس لگے گی تو دودھ اور بھوک لگے گی تو ستو۔ چنانچہ اس لمبے سفر میں جو جبل حمرین واقع عراق سے مکہ معظمہ تک کا تھا۔ اقامت حجاز کی مدت اور حجاز سے عراق تک واپس آنے کے عرصہ میں جب اس شخص نے وضو کا ارادہ کیا تو اسی مشکیزہ سے کھاری پانی جب پینا چاہا تو میٹھا پانی اور جب غذا

کی خواہش ہوئی تو دودھ شہد اور شکر سے زیادہ شہر بن ستو اس کو ملتا رہا۔ انہوں نے جبال حمرین میں جو سرزمین عراق میں واقع ہے سکونت اختیار کی اور مرتے دم تک اس کو اپنا وطن بنایا۔ انہوں نے ۵۶۱ھ میں رحلت کی۔ ان کی قبر وہاں معلوم ہے اور لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں ؛

(۲۷۰) شیخ جاگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ اکابر مشائخین و سادر عارفین مقربین و ائمہ محققین میں سے تھے۔ اور یہ اس طریقہ کے ایک رکن ہیں۔ تاج العارفین ابو الوفاء ان کی مدح و ثنا اور بڑائی کے ساتھ ذکر کیا کرتے تھے اور شیخ علی بن الہیتی کی معرفت ان کو ایک ٹوپی بھیجی۔ اور ان کو حکم دیا تھا کہ میرے نائب بن کر اس کو انہیں پہنانا اور ان کو اپنے پاس حاضر ہونے کی تکلیف نہ دی۔ اور وہ کہتے تھے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ جاگیر میرے مرید ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے تئیں مجھے عطا فرمایا۔ بزرگان عراق کہا کرتے تھے کہ جس طرح سانپ اپنی کینچلی سے باہر نکل آتا ہے۔ اسی طرح شیخ جاگیر اپنی نفسانیت سے نکل آئے ہیں۔ یہ کہتے تھے کہ میں نے کبھی کسی شخص کی بیعت نہ لی جب تک کہ اس کا نام اور یہ مضمون کہ وہ میری اولاد میں سے ہے لوح محفوظ میں لکھا ہوا نہ دیکھ لیا۔ ان کا قول ہے کہ مشاہدہ بندہ اور رب کے درمیان کے پردوں کا اٹھ جانا ہے۔ پس بندہ قلب کی صفائی سے اس غیب پر مطلع ہوتا ہے جس کی خبر دی گئی ہے اور جلال و عظمت کا مشاہدہ کرتا ہے اور اس کے احوال و مقامات بدلتے رہتے ہیں اس لیے اس میں حیرت و دہشت آتی ہے۔ پھر حیرت اس کو تخبط کی طرف لے جاتی ہے اس لیئے وہ حق سے حق کی طرف نظر کرتے نظر آتا ہے اور کبھی جلال کا مشاہدہ کرتا ہے۔ کبھی جمال کا کبھی رنگ و روپ کو دیکھتا ہے کبھی کمال کا نظارہ کرتا ہے۔ کبھی اس کو کبریاء و عزت کی روشنی دکھائی دیتی ہے۔ کبھی جبروت و عظمت نظر آتی ہے۔ اور کبھی لطف و بہجت کا شہود ہوتا ہے۔ اس لیے ایک سے بسط[۱] حاصل ہوتا ہے۔ تو دوسرے سے قبض[۲] وہ حالت اس کو سمیٹتی ہے تو یہ حالت پھیلاتی ہے۔ وہ کھو دیتی ہے تو یہ موجود کر دیتی ہے وہ پردۂ عدم سے باہر لاتی ہے تو یہ پھر لوٹا دیتی ہے۔ یہ فانی بناتی ہے تو وہ باقی۔ خلاصہ یہ کہ وہ شخص بشریت کے صفات سے زائل ہو جاتا اور عبودیت کے صفات سے قائم رہتا ہے نہ اغیار کا اس کو حس ہوتا ہے نہ جبار کی عظمت کے سوا اسے کچھ نظر آتا ہے اور ان کا قول ہے کہ جب تم نے تعظیم کی آگ کو جو ہیبت کے نور کے ساتھ سر[۳] میں دبی ہوئی ہے نکالا تو اس سے مشاہدہ کی شعاع پیدا ہو گی۔ پس جس نے اپنے سر (اندرون) میں عزوجل کو مشاہدہ کیا اس کے دل میں عالم کون کی مطلق وقعت نہ رہی۔ اور جب کسی گروہ کو پے در پے مشاہدہ ہوا کرتا ہے تو حق تعالیٰ ان کو دوست رکھتا ہے بعدہٗ ان کو مجذوب کر دیتا ہے۔ تب وہ نور کی مشاہدہ کی حیرت سے نور ازل کی حیرت میں کھینچ لیے جاتے ہیں

---

[۱] [۲] قبض و بسط بندہ کے حالت خوف و رجا سے ترقی کرنے کے بعد کی دو حالتیں ہیں۔ پس عارف کے لیے قبض ویسا ہی ہے جیسا مستامن کے لیے خوف اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ خوف و رجا امر ناپسندیدہ و پسندیدہ کے متعلق ہوتے ہیں اور قبض و بسط امر موجود فی الوقت سے علاقہ رکھتے ہیں جو کسی وارد غیبی کے باعث عارف کے دل پر غالب ہوں۔ ۱۲۔ مترجم از کتاب التعریفات۔

[۳] سر ایک لطیفہ ہے جو قلب میں ودیعت رکھا گیا ہے جیسا کہ روح بدن میں اور وہ مشاہدہ کا محل ہے جیسا کہ روح محبت کا محل اور قلب معرفت کا محل ہے۔ ۱۲ مترجم

پھر وہ دہشت سے اٹھا کر نورانی کی حیرت میں لائے جاتے ہیں۔ اور پھر قدس آنس کی دہشت سے نکال کر عین الجمع کی دہشت میں پہنچائے جاتے ہیں۔ اس لیئے بہت سے استتار و تجلی کے درمیان حیران ہیں۔ بہت سے عبد و تدانی کے بیچ میں سرگرداں ہیں اور بہت سے وصل و تعالےٰ کے درمیان ساکن ہیں اور یہی استقامت و تمکین کی جگہ ہے اور یہ اس حضرت کی صفت ہے جس میں موارد ہیبت کے نیچے گھلتے رہنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اللہ عز و جل نے فرمایا ہے فلما حضروہ قالوا انصتوا[1] اور اللہ تعالےٰ کے قول ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا[2] کے متعلق ان کا قول ہے کہ مشاہدہ پر ثابت قدم رہے کیوں کہ جس نے اللہ تعالےٰ کو پہچانا وہ اس کے ماسوا سے نہیں ڈرے گا۔ اور جس نے کسی چیز کو دوست رکھا وہ اس کے غیر کا مطالعہ نہیں کرے گا اور اس کا خرچ غیب سے ہوگا۔ یہ قوم کے کوہ تھے اور عراق کے ایک صحرا میں "قنطرۃ الرصاص" کے قریب سامرا سے ایک دن کی مسافت پر رہتے تھے اور بہت سن رسیدہ ہو کر وہیں فوت ہوئے اور وہیں ان کی قبر بھی جو ظاہر اور لوگوں کی زیارت گاہ ہے اور اس کے پاس لوگوں نے خیر و برکت کے لیئے ایک بستی بسالی ہے۔

(۲۷۱) شیخ ابو محمد قاسم بن عبداللہ بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ مشائخ عراق کے رئیسوں بڑے عارفوں جلیل القدر مقربوں اور صاحب عجائب و غرائب تھے امام مالک کے مذہب پر فتویٰ دیتے اور علم شریعت و علم حقیقت میں اعلیٰ درجہ کی تقریریں کرتے تھے۔ ان کے کلام کثرت سے بھی ہیں اور لوگوں میں متداول و مشہور بھی ہیں۔ ان کے بعض قول یہ ہیں:۔ وجد مجحود ہے جب تک شہود سے نہ ہو۔[3] شاہد حق باقی رہتا اور شاہد وجد کو دور کر دیتا اور آنکھوں میں نیند نہیں آنے دیتا ہے اور اس کا نشہ شراب کے نشہ سے بڑا ہوا ہوتا ہے وجد کرنے والوں کی روحیں معطر و لطیف ہوتی ہیں اور ان کے کلام مردہ دلوں کو زندہ اور عقلوں کو زیادہ کرتی ہیں وجد تمیز کو ساقط کر دیتا اور مکانوں کو ایک مکان اور ذاتوں کو ایک ذات بنا دیتا ہے اور اس کا اول پردہ کا اٹھ جانا نگہبان کا مشاہدہ ہمم کا حضور غیب کا ملاحظہ سر کا مجاز یہ اور بعید کا مانوس ہو جاتا ہے۔ صحت وجد کی شرط یہ ہے کہ اس کے وجود کی حالت میں معنی وجد کے ساتھ تعلق کے باعث بشریت کا انقطاع ہو جائے اور جس میں گم گشتگی نہیں اس میں وجد نہیں اور اس کے اہل دو مقاموں پر ہوتے ہیں ایک ناظر اور دوسرے منظور الیہ۔ ناظر تو مخاطب ہوتا ہے اور اس کا مشاہدہ کرتا ہے جس کو اس نے پایا ہے اور منظور الیہ غائب ہوتا ہے جس کو پہلی ہی حالت میں جو اس پر طاری ہوتی ہے حق اڑائے جاتا ہے۔ وجود وجد کی نہایت ہے کیونکہ تواجد بندہ کے استیعاد کا اور وجد بندہ کے استغراق کا موجب ہے اور وجود بندہ کے استہلاک کا سبب ہوتا ہے اور اس معاملہ کی ترتیب یہ ہے

---

[1] چھبیسویں پارہ کا چوتھا رکوع۔ یعنی سورہ احقاف کی انتیسویں آیت پھر جب حاضر ہوئے تو بولے کہ چپ رہو۔۱۲

[2] چوبیسویں پارہ کا اٹھارہواں رکوع۔ یعنی سورہ حم السجدہ کی تیسویں آیت۔ بے شک جن لوگوں نے اقرار کیا کہ اللہ ہی ہمارا پروردگار ہے پھر (اسی عقیدہ پر) جمے رہے الخ۔۱۲

[3] یعنی جو وجد بغیر مشاہدہ کے ہوتا ہے اس میں اور انکار شہود میں کچھ فرق نہیں ہے۔۱۲

حضور بصورۂ ورود بعدہٗ شہود بعدہٗ وجود بعدہٗ خمول۔ پس وجد کے مقدار سے خمول حاصل ہوتا ہے اور صاحب وجود پر صحو و محو کی حالتیں طاری ہوتی ہیں۔ چنانچہ صحو کی حالت میں اس کی بقا حق کے ساتھ ہے اور محو کی حالت میں اس کی فنا حق کے ساتھ ہوتی ہے اور یہ دونوں حالتیں ہمیشہ اس پر یکے بعد دیگرے طاری ہوا کرتی ہیں۔ وجود تین معنوں پر بولا جاتا ہے۔ اول وجود وہ علم ہے جس کے ذریعہ سے اس مکاشفہ کی صحت میں جو حق کا تم کو ہو شواہد کا علم واقعہ ہو۔ ثانی حق کا ایسا وجود جو اشارہ کے مساغ سے منقطع نہ ہو۔ ثالث اولیت میں استغراق کے باعث رسم وجود کے مضمحل ہو جانے کے مقام کا وجود۔ پس جب بندہ کو وصف جمال کے ساتھ مکاشفہ ہوگا تو قلب پر انس چھا جائے گا۔ اور اس وقت روح کو طرب حاصل ہوگا اور اندر سرگشتگی ہوگی۔ صحو تو حق ہی کے ساتھ ہوتا ہے اور جب بغیر حق کے ہوگا تو حیرت سے خالی نہ ہوگا۔ یعنی وہ حیرت جو نور عزت کے مشاہدہ میں ہوتی ہے نہ کہ شبہ کی حیرت، وجد اور داد کے ثمرے اور منازعات کے نتیجے ہیں۔ وجود اللہ تعالےٰ کے قبل الحوال کا ترک محال ہے اور جس نے اللہ تعالےٰ کے راز کے بارہ میں سہل انگاری کی اللہ تعالےٰ نے اس سے خود اس کے عیوب ظاہر کرائے۔ یہ جب خلوت سے باہر آتے تھے تو جس سوکھے ہوئے درخت کے پاس سے ان کا گزر ہوتا تھا۔ وہ سرسبز ہو جاتا اور جس بیمار کے پاس سے گزر ہوتا وہ شفا پاتا تھا۔ بصرہ میں رہتے تھے اور سنہ ۲۰ھ کے قریب وہیں فوت اور شہر کے باہر دفن ہوئے۔ ان کا مزار وہاں معلوم اور زیارت گاہ ہے۔ ان کا جنازہ پڑھتے وقت آسمان و زمین کے درمیان سے طبلوں کی آواز سنی گئی اور جس وقت لوگوں نے تکبیر کے لیئے ہاتھ اٹھائے اسی وقت وہ آواز کان میں آئی۔

(۲۷۲) شیخ ابو عمرو عثمان بن مرزوق قرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ مصر کے بڑے اور مشہور بزرگوں عارفوں اور سربرآوردہ صاحب تحقیق عالموں میں سے تھے۔ کرامات ظاہرہ احوال فاخرہ افعال خارقہ اور انفاس صادقہ رکھتے تھے۔ اور علماء صاحب تصنیف و فضلاء صاحب افتا میں سے تھے۔ امام احمد رضی اللہ عنہ کے مذہب پر فتویٰ دیتے اور پڑھاتے اور مناظرہ کرتے اور کتابیں لکھواتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے لیے خرق عادات و قلب اعیان کیا تھا۔ اور مصر اور اس کے مضافات کے مریدان صادق کی تربیت کا منصب ان کو پہنچا تھا اور ان کی بڑائی بزرگی اور احترام پر مشائخ کا اجماع تھا اور ان لوگوں کو جس امر میں اختلاف ہوتا تھا اس میں ان کو حکم بناتے اور ان کے قول کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ان کے کلام میں سے ہے کہ اللہ تعالےٰ اور اس کے صفات کی معرفت کا رستہ فکر اور اس کے حکم و آیات سے عبرت حاصل کرنی ہے اور اس کی ذات کے کنہ کو پہچاننے کا عقل کے لیے کوئی رستہ نہیں ہے۔ اور ان کا قول ہے کہ اگر خدائی حکمت عقلوں کی حد میں ختم ہو جاتی اور ربانی قدرت علوم کی بابت میں منحصر ہوتی تو وہ اس حکمت و قدرت کا نقص ہوتا لیکن ازل کا اسرار اسی طرح عقلوں سے چھپے ہوئے ہیں۔ جس طرح جلال کے جلوے آنکھوں سے۔ اس لیے وصف کے معنی وصف ہی میں لوٹ آتے ہیں اور فہم یافت سے بے بہرہ ہے اور ملک ملک میں گردش کیا کرتا اور مخلوق اپنے مثل تک پہنچ کر رہ جاتی اور اپنی شکل تک اس کی طلب شدید رہتی ہے اور رحمٰن کے آگے آداب بیٹھ جائیں گی۔ پس ٹھہر ٹھہر کے سوا کچھ

اور نہ سنے گا۔ اور ان کا قول ہے کہ ساری مخلوقات ذرہ سے لے کر عرش تک اس کی معرفت کی متصل راہیں اور اس کے ازلی ہونے پر مستقل دلیلیں ہیں اور ساری ہستی اس کی وحدانیت کی بولتی ہوئی زبانیں ہیں اور سارا عالم ایک کتاب ہے جس کے حرفوں کو بصیر اپنی بصیرت کے اندازہ سے پڑھتے ہیں اور یہ بھی انہیں کا قول ہے کہ جب دلوں کے چمنستان پر سعادت کی ہوا چلتی اور عنایت کی بجلی کوندتی اور غیب کے بادلوں سے حقائق کی پھوہاریں پڑتی ہیں تو ان میں قرب محبوب کے شگوفے نکلتے اور نیل مطلوب کے پھولوں سے رونق آتی ہے اس وقت مشاہد کی لذت میں ان کو قرب کی ہوا ملتی ہے اور سماع کے ذریعہ سے حضور کی جلوہ گری کے خواستگار ہوتے ہیں اور ہیبت کی آگ کو اس وقت دیکھتے ہیں جب محبت کی روشنی اسے سلگاتی ہے مگر مقام کے ساتھ انس سے غلبہ تشنگی کے باعث آنکھیں میچے ہوئے نور ازل کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور فنا کے قدموں سے وصل کی خلوت میں مسامرت کے بساط پر مناجات کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور غلبۂ ازل کی تلوار میں حدوث کے حاشیوں کو لپیٹ دیتے ہیں بس اس وقت ان کی روحیں غیب الغیب میں راسخ ہو جاتی ہیں اور ان کے اسرار سر السر میں ڈوب جاتے ہیں تب ان کا مولےٰ ان کو پہچنواتا ہے جو کچھ پہچنواتا ہے اور مقتضائے کیانت میں سے ان سے وہ باتیں چاہتا ہے جو اوروں سے نہیں چاہتا اور جو اوروں سے نہیں چاہتا اور وہ زیادتی کی طلب میں فہم عینی سے علم لدنی کے دریاؤں میں غوطے لگاتے ہیں۔ چنانچہ ان محفوظ خزانوں میں سے جو ذرات وجود میں سے ہر ذرہ کے نیچے دبے پڑے ہیں علم مکنون و سر مخزون ان کے لیے منکشف ہو جاتے ہیں اور وہ سبب پیدا ہو جاتا ہے جس سے بارگاہ قدس سے متصل ہو جانے اور اس بارگاہ سے اپنے آقا عزوجل کے پاس جاتے ہیں بس وہ انہیں اپنے پاس کے وہ عجائب دکھلاتا ہے جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی بشر کے دل نے خیال کیا۔ اور ان کا قول ہے کہ جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس میں لوگوں کی ستائش کچھ تغیر نہیں کر سکتی۔ اور کہا کرتے تھے کہ جس نے اپنے آقا کی صحبت پر صبر نہ کیا اللہ اس کو غلاموں کی صحبت میں مبتلا کرے گا۔ اور جس کی امیدیں اپنے آقا کی سوا سب سے منقطع ہو گئیں وہی حقیقت میں بندہ ہے اور ان کا قول ہے کہ جو شخص رضا میں ثابت قدم ہوا اس نے مصیبت سے لذت اٹھائی۔ اور ان کا معقولہ ہے کہ عارف کا زیور خوف و ہیبت ہے اور یہ کہا کرتے تھے کہ دیکھو خبردار طریق کو مضبوط کر لینے اور قدم کو جما لینے کے قبل صاحب احوال کی نقل نہ کرنا ورنہ سیر و سلوک سے رک کر دبے جاؤگے اور تمہاری تخبیط کی دلیل مخلطین کے ساتھ تمہاری صحبت اور تمہاری لغویت کی دلیل ہرزہ دراؤں کے ساتھ تمہاری صحبت اور تمہاری وحشت کی دلیل وحشت زدوں کے ساتھ تمہاری صحبت ہے۔ اور جس شخص پر اس کا حال غالب ہو وہ ہماری سماع کی مجلس میں نہ آئے۔ **نقل** ہے کہ ایک دن ان کے یاروں نے ان سے کہا کہ آپ ہم سے کچھ حقائق کیوں بیان نہیں کرتے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ یہ بتاؤ کہ آج کس قدر میرے مرید ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ چھ سو آدمی۔ انہوں نے کہا کہ ان میں سے سو کو چھانٹ لو اور پھر سو میں سے بیس کو اور بیس میں سے چار کو۔ اور یہ چار ابن المتعصانی۔ ابو الطاہر۔ ابن الصابونی اور ابو عبداللہ قرطبی تھے اور جب یہ لوگ انتخاب ہو چکے تو شیخ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں حقائق میں سے ایک کلمہ بھی ملی رؤس الاشہاد زبان پر لاؤں تو سب سے پہلے یہی چاروں میرے قتل کا فتویٰ دیں۔ ان کو بھی کشف ہوا کرتا تھا۔ ایک سال دریائے نیل اس قدر زیادہ چڑھا کہ مصر

کے غرق ہو جانے کا اندیشہ ہوا اور اس چڑھاؤ کو اتنا قیام ہوا کہ تخم ریزی کا وقت گذرا جاتا تھا اس سبب سے لوگوں نے شیخ ابو عمرو کے سامنے آ کر نالہ و زاری کی۔ شیخ نے دریا سے نیل کے کنارہ پر آ کر اس کے پانی سے وضو کیا اور اسی وقت وہاں تھا اس کا پانی اتر گیا۔ اور آخر زمین پر سے اس قدر پانی ہٹ گیا کہ زمین کھل گئی اور لوگوں نے دوسرے ہی دن سے کاشت شروع کر دی۔ اور ایک سال یہ اتفاق ہوا کہ دریائے نیل کو طغیانی ہی نہ ہوئی اور جو تخم بونے کا بہت سا وقت نکل گیا اور اناج کا نرخ گران ہو گیا اور لوگوں کی جان کے لالے پڑ گئے۔ اور آخر لوگوں نے شیخ ابو عمرو کے پاس آ کر واویلا کیا۔ اور انہوں نے نیل کے کنارہ پر آ کر آفتابہ سے جو ان کے خادم کے پاس تھا وضو کیا۔ چنانچہ اسی دن دریائے نیل کا پانی بڑھ گیا اور برابر بڑھتا ہی رہا۔ یہاں تک کہ پوری حد کو پہنچ گیا۔ اور اللہ نے اس سے لوگوں کو منتفع کیا اور اس سال لوگوں نے بہت زیادہ کاشت کی۔ اور ایک مرتبہ یہ مصر میں اپنے مکان میں عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے خادم ابو العباس مقری کو ساتھ لیے ہوئے پیادہ پا باہر نکلے اور مکہ پہنچ کر دیر تک دونوں نے حجر اسود کے پاس نماز ادا کی۔ اس کے بعد دونوں مدینہ طیبہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر کے بیت المقدس پہنچے۔ یہاں بھی دونوں نے گھنٹے بھر تک نماز پڑھیں اور فجر سے پہلے مصر لوٹ آئے۔ ابو العباس کا بیان ہے کہ اس شب کو مجھے مطلق تکان محسوس نہ ہوا۔ اور اگر کوئی عرب عجمی زبان میں اور کوئی عجم عربی زبان میں گفتگو کرنی چاہتا تو یہ اس کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال دیتے تھے۔ اور وہ اپنی مادری زبان کی طرح اس سے واقف ہو جاتا تھا۔ سو سال سے زیادہ کی عمر پا کر ۵۵۶ھ میں مصر سے روضۂ رضوان سدھارے اور وہاں کے قرافہ میں امام شافعی رضی اللہ عنہ کے شرقی جانب ستون کے متصل مدفون ہوئے اور ان کا مزار اس مقام میں ظاہر ہے اور لوگ اس کی زیارت کو آتے ہیں۔

(۲۷۳) شیخ سوید سنجاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ بزرگان مشرق کے سرداروں، عارفوں کے صدر نشینوں اور بڑے محققوں میں سے تھے ان میں کرامات اور مقامات بلند اور اشارات ارجمند پائے جاتے تھے اور یہ ان میں سے ایک تھے جن کو اللہ تعالیٰ عالم میں تصرف کا مالک بناتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان میں علم شریعت و حقیقت دونوں جمع کیا تھا۔ سنجار اور اس کے قرب و جوار کے پیچھے مریدوں کی تربیت کی ریاست ان کو ملی تھی اور ان کی تعظیم و احترام پر مشائخ کا اجماع تھا اور تمام اطراف سے لوگ ان کی زیارت کو آتے تھے۔ ان کا کلام ہے کہ عارفوں کے مقام سات اصول پر ہیں۔ سر کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف قصد۔ معاملات میں اللہ سے اعتصام۔ امر کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیٹھنا، ظاہر و باطن میں اللہ کے بندوں کو نصیحت کرنی۔ طی و نشر میں اللہ تعالیٰ کے اسرار کو چھپائے رکھنا باوجود علم کے صبر کے ساتھ حال پر قائم رہنا اور لا الٰہ الا اللہ الملک الحق المبین کا ذکر کرنا۔ پس جب عارف نے ان احوال کو طے کیا۔ اور نقصان کی رویت سے ترقی کی تو اللہ تعالیٰ سر کے ذریعہ سے اپنی طرف کے قصد میں اس پر تفنّس کا دروازہ کھول دیتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ تجلی کے انوار سے بذریعہ نفس سرور کے اور انس کے چراغ سے جو کشف مشکوٰۃ میں ہوتا ہے آرام پاتا ہے اور یہ نفس ارواح کے معارج احوال میں غائب ہونے اور اسرار کے مدارج قدم القدس

میں مستغرق ہونے کے بعد جہتوں کے مادہ کے قطع کر دینے اور علم کے متحد ہونے کے اور اسم کے چلے جانے کے ذریعہ سے صرف حضرت شہود ہی میں رہتا ہے۔ اور یہ عارفوں کا سب سے پہلا لباس اور ارواح عارفین کی سب سے پہلی استراحت ہے اور یہی وہ حال ہے جس کے شہود کا نور اس کے وجود کے نور کو نہیں بجھاتا اور جس کے وجود کا نور اس کے شہود کی حقیقت پر پردہ نہیں ڈالتا۔ اور سر کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ کی طرف قصد کی حقیقت یہ ہے کہ علم کے حجاب میں حقیقت کھلم کھلا ظاہر ہو جائے۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ اس کے لیے اعتصام باللہ میں عنایت کا دروازہ کھولدے۔ اور اس کی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کے لیے اس کی بصیرت سے تین طرح کی آنکھیں کھولدے۔ ایک وہ آنکھ جس سے معرفت کا ادراک ہو۔ دوسری وہ آنکھ جس سے انوار حقائق کا ادراک ہو۔ اور تیسری وہ آنکھ جس سے انوار معرفت کا ادراک ہو۔ جیسا کہ آنکھیں تین قسم کی ہوا کرتی ہیں۔ چشم بصر۔ چشم بصیرت اور چشم روح۔ پس چشم بصر محسوسات کا ادراک کرتی۔ چشم بصیرت معنویات کا ادراک کرتی۔ اور چشم روح ملکوتیات کا ادراک کرتی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ جلوس مع اللہ میں اس کے لیے عین تفرید میں غرق ہو جانے کا دروازہ کھول دیتا ہے اور اس کے پانچ ارکان ہیں۔

(۱) فنار قرب عین مشاہدہ میں

(۲) اضمحلال علم بحر جمع میں

(۳) استہلاک میں فنا بحر ازل میں۔

(۴) استغراق وجود طی عدم میں۔

(۵) اور استخدام بقا برق ابد میں

پس فنا قرب عین مشاہدہ میں مرسلوں کے لیے سر کا درست اور خالص کرنا ہے اور اضمحلال علم بحر جمع میں صدیقوں کے لیے رویت اور ابرار کے لیے مشاہدہ ہے۔ کیونکہ رویت ذات کے لیے اور مشاہدہ انوار صفات کے لیے اور استہلاک فنا بحر ازل میں مرسلوں کے لیے حقیقت اور مقربوں کے لیے حق وطریقت ہے اور استغراق وجود طی عدم میں۔ صدیقوں کے لیے توحید کی تفرید اور ابرار کے لیے تجرید کی تحقیق ہے اور استخدام بقا برق ابد میں شہیدوں کے لیے نزدیکی کی زندگی اور رزق کی ہمیشگی ہے اور صالحوں کے لیے نسیم روح استراحت ریحان اور معارف جنت نعیم ہے پس عین مشاہدہ میں فنار قرب سے عقل ہوئی اور نہر جمع میں اضمحلال علم سے روح ہوئی۔ اور نہر ازل میں استہلاک فنا سے سر ہوا۔ اور طی عدم میں استغراق وجود سے ذرا ہوا۔ اور برق عدم میں استخدام بقا سے ذات کامل الوجود اور تامۃ التقویم ہوئی۔ اس لیے عقل سے ایمان و روح کے درمیان خطاب قائم ہوتا ہے اور سر سے حکم سمجھا جاتا ہے۔ اور ذر سے حکم ظہور پذیر ہوتا ہے اور ذات سے حرکت واقع ہوتی ہے۔ اس سبب سے حرکت کا حکم کا ظاہر ہے اور حکم امر کا ظاہر ہے اور امر خطاب کا ظاہر ہے۔ اور خطاب ایمان کا ظاہر ہے اور ایمان صفات کا ظاہر ہے اور صفات ذات کا ظاہر ہے پس ایمان عقل کی بصیرت اسر روح کی بصیرت امر حکم کی بصیرت۔ اور حکم حرکت کی بصیرت ہے اور یہی اس کی حقیقت ہے جس کا عارف منتہی پر معرفت کے درجہ میں کشف ہوتا ہے۔ اور ان کا قول ہے کہ علوم تین ہیں ایک علم اللہ تعالےٰ سے ہے۔ اور

یہ امر نہی احکام اور حدود کا علم ہے۔ دوسرا علم اللہ تعالے کے متعلق ہے اور یہ امید و بیم اور محبت و شوق کا علم ہے اور تیسرا علم اللہ تعالے کا ہے۔ اور یہ اس کے نعوت و صفات کا علم ہے اور علم ظاہر طریقت کا علم ہے۔ علم باطن منزل کا علم اور علم حکم شرع کا علم ہے اور جس باطن کو ظاہر برپا نہ کرے وہ باطل ہے اور ان کا قول ہے کہ عقل کی جڑ خموشی ہے اور اس کا باطن اسرار کا چھپانا اور اس کا ظاہر سنت کا اقتدار۔ اور یہ کہتے تھے کہ جو شخص اولیا اللہ کے پیچھے پڑے گا۔ اس کو اللہ تعالے اس بلا میں مبتلا کرے گا کہ مرتے وقت اس کی زبان سے کلمۂ شہادت نہ نکلے گا۔ اور ہمارے شہر کے بڑے لوگوں میں ایک شخص تھا جو فقیروں کو برا کہا کرتا تھا وہ جب مرنے لگا تو لوگوں نے اس سے کہا کہ لاالٰہ الا اللہ کہہ۔ اس نے کہا کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا۔ میں سمجھ گیا کہ کہاں سے یہ وبال آیا۔ اس لیے میں فقرا کے حضور میں حاضر ہوا اور ان کو راضی و خوشنود کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ اس سے راضی ہوگئے۔ اور اس کی زبان کھل گئی۔ اور میں خدا سے چاہتا ہوں کہ اس کی توبہ قبول ہو جائے۔ اور انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک عورت کو نظر گڑو کر دیکھ رہا ہے تو اس کو منع کیا مگر وہ باز نہ آیا تو کہا کہ خداوندا اس کی بینائی جاتی رہے۔ چنانچہ وہ اسی وقت اندھا ہو گیا۔ مگر سات دن کے بعد آکر اس نے توبہ کی اور معافی چاہی۔ تو شیخ نے کہا کہ خداوندا اس کی بینائی اس کو واپس دے مگر اپنے گناہوں کے لیے واپس نہ فرما۔ اللہ تعالے کے حکم سے اس کی بینائی فوراً لوٹ آئی اور اس کے بعد اس شخص کا یہ حال تھا کہ جب ممنوع چیز کو دیکھنا چاہتا تو اندھا ہو جاتا اور بعد میں پھر اس کو دکھائی دینے لگتا تھا۔ اور ان کے پاس ایک اندھے نے آکر عرض کیا کہ میں بال بچوں والا ہوں۔ مگر کسب کرنے سے معذور ہوں۔ انہوں نے کہا کہ یا خدایا اس کی آنکھیں روشن ہو جائیں۔ اور وہ بیس برس کے بعد مسجد سے سوکھا ہوا نکلا۔ اور سوکھا ہی مرا۔ یہ سنجار میں سکونت رکھتے اور مرنے دم تک اسی کو وطن بنائے ہوئے تھے۔ وہیں بہت عمر پا کر فوت ہوئے اور ان کی قبر وہاں ظاہر و زیارت گاہ ہے ؎

(۲۷۴) شیخ حیات بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ جلیل القدر مشائخوں عظیم الشان عارفوں اور سربرآوردہ محققوں میں سے اور صاحب کرامات و مقامات تھے۔ بڑی ہمت اعلیٰ ہدایت روشن کشائش اور ظاہر رعیان کشف سے ممتاز تھے حتیٰ کہ ان سے احوال قوم کی مشکلات حل ہوتیں۔ اور یہ اُن چاروں[1] میں سے ایک ہیں جو ملک عراق میں اپنی قبروں میں سے تصرف کیا کرتے ہیں۔ اور اہل حران ان کو واسطہ ٹھہرا کر نذروں یا ان کی دعا کرتے تھے اور وہ قبول ہوتی تھی۔ ان کے اقوال میں سے یہ ہیں:

---

[1] مترجم کہتا ہے کہ صاحب جامع اصول الاولیا لکھتے ہیں کہ علی القرشی نے کہا ہے کہ میں نے چار بزرگوں کو دیکھا۔ کہ وہ اپنی قبروں میں زندہ لوگوں کی طرح تصرف کرتے ہیں (۱) شیخ عبدالقادر (۲) شیخ معروف کرخی (۳) شیخ عقیل منبجی (۴) اور شیخ حیات بن قیس حرانی۔ اور شیخ عبدالحق دہلوی نے بھی مشکوٰۃ کی فارسی شرح کی کتاب الموتیٰ والقبور میں اس کا ذکر کیا ہے لیکن چاروں کے نام نہیں دیئے ہیں۔ ۱۲

جب تک کہ آدمی کی معرفت کا نور اس کی پرہیزگاری کے نور کو بجھا نہ دے وہ متمکنوں میں شمار نہیں ہوتا۔ وفا کی حقیقت اندرون کو غفلتوں کی نیند سے بیدار اور ہمتوں کا ساری کائنات سے خالی کرنا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کا خوف اپنے دل میں دیکھنا اور صدق یقین کے احوال کا منکشف ہونا چاہے اس کو چاہیے کہ حلال کے سوا کچھ نہ کھائے اور سنت و فریضہ ہی پر عمل کرے اور جو لوگ وصول و مشاہدہ ملکوت سے محروم ہوئے وہ صرف دو ہی چیزوں سے ہوئے ایک کھانے کی برائی اور دوسری خلق اللہ کی دل آزاری۔ رقت قلب کے لیے ذکر کرنے والوں کی ہم نشینی اختیار کرو اور دائمی کوشش سے نور قلب حاصل کرو۔ خلوص والے مرید کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس کے ذکر سے نہ تھکے اور اس کے حق سے نہ گھبرائے۔ اور سنت و فریضہ کو لازم کرلے۔ اور سنت دنیا کا ترک ہے۔ اور فریضہ حق جل وعلا کی صحبت زہد کو اپنی عبادت بناؤ اور اس کو اپنا پیشہ سے حذر کرو۔ اور محبت معرفت کی شمع اور طریقت کا سرنامہ ہے جس کے ذریعہ سے لوگ لقار محبوب تک پہنچے ہیں حران کو انہوں نے اپنا مسکن اور مرتے دم تک وطن بنایا تھا۔ یہیں سنہ ۵۴۱ھ میں حیات ابدی حاصل کی اور شہر کے باہر دفن ہوئے جہاں ان کی قبر ظاہر اور لوگوں کی زیارت ہے ؛

(۲۷۵) شیخ ارسلان دمشقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ بہت بڑے بزرگان شام سردار ان عارفین اور صدر نشینان بارعین میں سے تھے ان کے اشارات بلند ہمت عالی۔ انفاس صادقہ۔ کرامات خارقہ اور تصرفات نافذہ تھے۔ ملک شام میں مریدوں کی تربیت ان کے سپرد تھی۔ علماء و مشائخ ان کا احترام کرتے اور ان کو بزرگ مانتے اور تمام سے زیارت کرنے والے ان کے پاس آتے تھے ان کے بعض کلام معرفت التیام یہ ہیں :۔ عارف کا مشاہدہ اس کو "جمع"[1] میں "تمکین"[2] تحکیم" کا اور اطلاع میں" تفرقہ" کے ظاہر ہونے کا فائدہ دیتا ہے۔ کیونکہ عارف واصل ہوتا ہے۔ صرف اتنی بات ہے کہ اس پر اللہ تعالےٰ کے اسماء سب یکبارگی آجاتے ہیں۔ اس سبب سے وہ ان کے انوار میں سرگشتہ" اس کے دریاؤں میں مستغرق اس کی تنزیل میں مستہلک رہتا ہے جس میں موجودات کے اسرار منقوش ہیں۔ اور وہ اس کی مدد سے حق الیقین کے انوار میں ان سطروں کے حقائق کو ان کے اطوار کے اختلافات کے ساتھ سمجھتا ہے۔ اور افعال کے اسرار کو بوجھتا ہے اس لیے ملک و ملکوت میں کوئی حرکت ظاہری یا باطنی ایسی نہیں ہوتی جس کو اللہ تعالےٰ اس کے ارکان کی بصیرت اور ظاہر بین آنکھ کے سامنے کھول نہ دیتا ہو۔ اس لیے وہ اس کو علم اور کشف کے ذریعہ سے دیکھتا ہے اور ایسا ہی

---

[1] جمع و تفرقہ۔ جو چیز تمہاری نسبت کی جا وے وہ تفرقہ ہے اور جس کی تم سے نفی کی جائے وہ جمع ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ جو چیز بندہ کے کسب میں سے ہو یعنی لوازم عبودیت کی بجا آوری اور احوال بشریت کے لوازم وہ تفرقہ ہیں اور جو حق کی جانب سے ہو یعنی معانی کا ایجاد اور لطف و احسان کا آغاز وہ جمع ہے۔ ۱۲

[2] یہ راسخ ہونے اور استقامت پر جم جانے کا مقام ہے اور جب تک بندہ راستہ میں ہوتا ہے اس وقت تک وہ صاحب تلوین ہے کیونکہ وہ ایک حال سے دوسرے کی طرف ترقی کرتا اور ایک وصف سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے جب منزل میں واصل ہوگیا تو اس کو تمکین حاصل ہوگئی ۱۲ از کتاب التعریفات۔ مترجم

شخص اپنے اندرون سے آفتاب کی طرح اکوانِ ملکوت پر چڑھ جاتا ہے۔ اسی وجہ سے نظر اس کی تاب نہیں لا سکتی اور ایسے شخص کی صفت یہ ہے کہ اعمال کو علم سے اور احوال کو سر[1] سے مکمل کیے ہوئے ہو اور ایسے لوگ تین قسم کے ہوتے ہیں (۱) حاضر (۲) غائب اور (۳) غریب پس وہ لطائفِ علم کے ذریعہ سے حاضر ہے اور شواہدِ حقیقت کے اعتبار سے غائب ہے۔ اور غریب وہ ہے کہ اس کے اور ماسوی اللہ کے درمیان سبب منقطع ہو۔ اس لیے جو شخص اس کے نفس کے بغیر اس کے مقابل آئے گا وہ جل جائے گا۔ اور غربت کی حقیقت "این[2]" کا ساقط ہو جانا اور رسم کا مٹ جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اور جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی طرف ہجرت کر کے نکلے پھر اس کو موت آئے تو اللہ کے ذمہ اس کا اجر ثابت ہو چکا[3]" اور اس کی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر اسباب کو ظاہر کر دے اور اس سے حجاب دور کر دے اور اللہ تعالیٰ اس کو امور کے باطن پر بذریعہ کشف و فراست کے مطلع کر دے۔ پس وہ ان کو کشف کے ذریعہ سے اجمالاً اور فراست کے ذریعہ سے تفصیل کے ساتھ اصل وضع اور حقیقت رسم کے مطابق جانے اس لیے وہ اندراج سے ان کی وضع کی حیثیت سے اور اجرام سے ان کی ترکیب کی حیثیت سے خطاب کرے اور علوم کی طرف اشارہ کے رموز سے اشارہ کرے اور کشفِ عبارت کو سمجھے۔ اور تیزی و تندی ہر برائی کی کنجی ہے اور غصّہ تم کو عذر خواہی کی رسوائی کے مقام میں کھڑا کرتا ہے۔ اور عمدہ اخلاق قدرت کے وقت معاف کر دینا ذلت میں انکساری کرنا اور بغیر منت کے عطا کرنا ہے اور جب تم اپنے دشمن پر قابو پاؤ اس پر قابو پانے کے شکریہ میں اس کو معاف کر دو۔ اور کریم وہ ہے جو مصیبت کو برداشت کرے اور ابتلا کے وقت شکوہ نہ کرے۔ اور عمدہ ترین اخلاق والے کا درگزر اور احتیاج والے کی بخشش ہے اور غصہ کا سبب نفس پر اس شخص کی طرف سے جو اس سے بالاتر ہے ایسی باتوں کا ہجوم ہے جن کو وہ ناپسند کرتا ہے اور غصہ انسان کے باطن سے ظاہر کی طرف آتا ہے اور غم انسان کے ظاہر سے باطن کی طرف جاتا ہے اس لیے غم سے دکھ درد پیدا ہوتے ہیں اور غصہ سے سطوت و انتقام ظہور میں آتے ہیں شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں سماع کی ایک مجلس میں گیا جہاں شیخ رسلان بھی موجود تھے۔ قوال نے کوئی شعر گایا تو شیخ رسلان رضی اللہ عنہ حرکت کر کے ہوا میں چلے گئے اور وہیں انہوں نے کئی چکر کیے پھر آہستہ آہستہ زمین کی طرف آئے اور وہ اس طرح کئی مرتبہ کرتے رہے اور حاضرین دیکھتے رہے اور جب وہ زمین پر آ کے ٹھہر گئے تو انجیر کے ایک درخت سے جو اس مکان میں تھا اور خشک ہو گیا تھا اور کئی سال سے اس میں پھل نہیں لگتے تھے، ٹیک لگا کر بیٹھے وہ درخت سرسبز و شاداب ہو گیا۔ اس میں پتے بھی نکلے اور اس سال اس میں پھل بھی لگے۔ دمشق میں رہتے تھے اور سن رسیدہ ہو کر وہیں فوت اور شہر کے باہر مدفون ہوئے۔ لوگ وہاں ان کی قبر کی زیارت کرتے ہیں اور جب لوگوں نے کندھوں پر ان کی

---

[1] سر ان کی اصطلاح میں اس لطیفہ کو کہتے ہیں جو قلب میں اسی طرح ودیعت رکھا گیا ہے جس طرح روح بدن میں اور یہی مشاہدہ کا محل ہے جس طرح روح محبت کا محل۔ اور قلب معرفت کا محل ہے ۱۲۔ مترجم۔

[2] جو حالت کہ مکان میں آنے سے کسی چیز پر عارض ہوتی ہے اس کو "این" کہتے ہیں۔ ۱۲۔ مترجم

[3] (پارہ ۵۔ رکوع ۱۱) سورہ نساء کی نویں آیت۔ ۱۲

نعش اٹھائی تو بہت سی سبز چڑیاں آکر اس پر منڈلاتی رہیں۔

(۲۷۶) شیخ ابو مدین مغربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورحمتہ

بر سر آوردہ بزرگان مغرب اور مربیان صدر نشین میں سے تھے غایت شہرت سے تعریف کے محتاج نہیں ہیں۔ ان کا نام شعیب تھا اور ان کے بیٹے مدین وہ تھے جو شیخ عبد القادر شطوطی کی جامع مسجد واقع مصر میں اس حصار کے باہر جو مصر کے مشرقی جانب سے متصل ہے۔ بر کہ قرع میں مدفون ہیں۔ اور ان کی قبر پر بڑا سا گنبد ہے اور لوگ ان کی قبر کی زیارت کیا کرتے ہیں۔ اور ان کے والد تو شہر تلمسان واقع ملک مغرب کے جبانہ عبادلہ میں مدفون ہیں۔ ان کی عمر اسی کے قریب پہنچی تھی۔ اور ان کی قبر وہاں ظاہر اور لوگوں کی زیارت گاہ ہے۔ ان کے تلمسان آنے کا سبب یہ ہوا کہ امیر المومنین کو جب ان کی خبر پہنچی تو اس نے حکم دیا کہ شہر بجایہ سے لا کر ان کو حاضر کیا جائے تاکہ ان سے برکت حاصل کی جائے۔ چنانچہ جب وہ تلمسان پہنچے تو کہنے لگے کہ مجھے سلطان سے کیا واسطہ۔ آج شب کو ہم بھائیوں سے ملیں گے۔ بعدہٗ وہ اترے اور قبلہ رخ ہوئے اور انہوں نے کلمہ شہادت پڑھا اور کہا کہ "دیکھو میں آگیا دیکھو میں آگیا اور اے میرے رب میں نے تیری طرف آنے میں جلدی کی تاکہ تو راضی ہو" بعدہٗ انہوں نے کہا "اللہ ہی زندہ جاوید ہے"۔ اور ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ شیخ ابو الحجاج اقصری کہتے ہیں کہ میں نے اپنے پیر شیخ عبد الرزاق رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ ۵۸۰ھ میں خضر علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے اپنے شیخ ابو مدین کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ "وہ اس وقت میں صدیقوں کے امام ہیں اور ان کی اس امانت کا بھید یہ ہے کہ جو بھید کہ حجاب قدس میں محفوظ ہے اس کی کنجی اللہ تعالےٰ نے ان کو عطا فرمائی ہے۔ اس وقت آج سے بڑھ کر اسرار مرسلین کا جامع کوئی نہیں ہے"۔ بعدہٗ شیخ عبد الرزاق نے کہا کہ اور ابو مدین رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ ان کے تھوڑے ہی دن بعد فوت ہوئے۔ اور شیخ محی الدین رضی اللہ عنہ نے فتوحات میں ذکر کیا ہے کہ میں اور بعض ابدال کوہ قاف پر پہنچے تو ہمارا گذر ایک سانپ کے پاس سے ہوا۔ جو اس پہاڑ کو حلقہ کیے ہوئے تھا۔ میرے ساتھی نے مجھ سے کہا کہ اس کو سلام کر دیر تمہارے سلام کا جواب دے گا۔ چنانچہ میں نے سلام کیا اور اس نے جواب دیا پھر اس نے پوچھا کہ کس ملک سے آتے ہو ہم نے کہا کہ بجایہ سے۔ اس نے پوچھا کہ ابو مدین کا حال وہاں کے باشندوں کے ساتھ کیسا ہے۔ ہم نے کہا کہ ان پر زندیق ہونے کا اتہام لگاتے ہیں اس نے کہا کہ واللہ بنی آدم کی آنکھوں پر پردے ہیں واللہ میرا یہ گمان نہ تھا کہ اللہ عزوجل اپنے جس بندہ کو دوست رکھے گا اس کو کوئی برا سمجھے گا۔ پھر ہم نے اس سے پوچھا کہ تجھے اس کا علم کیوں کر ہوا اس نے کہا کہ سبحان اللہ روئے زمین پر کوئی جانور ایسا بھی ہے جو ان سے ناواقف ہو۔ واللہ وہ تو ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے ولی بنایا اور ان کی محبت بندوں کے دلوں میں اتاری ہے ان کو تو کافر یا منافق ہی برا سمجھے گا۔ انتہیٰ میں کہتا ہوں کہ بزرگوں نے ان کی تعظیم و اجلال پر اجماع اور ان کا ادب کیا ہے یہ خوش منظر خوب صورت منکسر مزاج زاہد پرہیزگار محقق اور کریم الاخلاق تھے۔ ان کے کچھ اقوال فیض اشتمال یہ ہیں :- قلب کا تو صرف ایک ہی رخ ہے جب ادھر متوجہ ہوا تو دوسری طرف سے محجوب ہو گیا۔ جمع وہ ہے جو تمہارے تفرقہ کو دور کر دے۔ اور تمہارے اشارہ کو مٹا دے اور وصول تمہارے اوصاف کا ڈوب جانا اور تمہاری لغوت کا منتشر ہو جانا ہے۔ غیرت یہ

ہے کہ تم نہ پہچانو اور نہ پہچانے جاؤ۔ سب سے بڑا مالدار وہ ہے جس کے حق کی حقیقت حق تعالےٰ اس پر ظاہر کر دے اور سب سے بڑا محتاج وہ ہے جس کے حق کو حق تعالےٰ اس سے پوشیدہ رکھے۔ جو انس سے شوق سے خالی ہے اس میں محبت نہیں ہے جو شخص ایسی حقیقت کے پائے جانے سے پہلے خلق کی طرف نکل آئے جو اس کو بلائے وہ دھوکے میں ہے۔ اور جس شخص کو دیکھو کہ اللہ کے ساتھ ایسے حال کا مدعی ہے جس کا کوئی ثبوت اس کے ظاہر میں نہ ہو اس سے حذر کرو۔ جب حق ظاہر ہوا تو اس کے ساتھ اس کا غیر باقی نہ رہا جس نے عبودیت کی آنکھ سے تحقیق کی۔ وہ اپنے افعال کو ریا کی آنکھ سے اپنے احوال کو دعوے کی آنکھ سے اور اپنے اقوال کو افترا کی آنکھ سے دیکھے گا جس میں ذرا سا بھی نفس باقی رہا وہ صرنج آزادی تک نہ پہنچا۔ وہ جو تجھے مشاہدہ کرتا ہے۔ اس کو دیکھ اور تو جو اس کا مشاہدہ کرتا ہے اس کو نہ دیکھ۔ قریب اس کے قرب سے خوش ہے اور عاشق اس کے عشق سے عذاب میں ہے۔ فقر توحید کی نشانی اور تفرید کی دلیل ہے اور فقر کی حقیقت یہ ہے کہ اس کے سوا کو تو نہ دیکھے۔ فقر کو جب تک تم چھپائے ہو اس میں ایک نور ہے اور جب تم نے اس کو ظاہر کر دیا تو وہ نور چلا گیا۔ جس کو دینے سے لینا زیادہ پیارا ہو وہ فقر کی خوشبو نہ سونگھے گا۔ اخلاص یہ ہے کہ حق کے مشاہدہ میں خلق تم سے غائب ہو جائے جس شخص نے موجودات کی طرف ارادہ و شہوت کی نگاہ سے دیکھا وہ ان سے عبرت حاصل کرنے اور نفع اٹھانے سے روک دیا گیا۔ جس نے کسی کو پہچانا اس نے خدا کو پہچانا اور باعتبار علم و قدرت کے کوئی چیز اس سے ملی ہوئی ہے۔ جو شخص اس کی معرفت کی صلاحیت نہیں رکھتا اس کو وہ اسی کے اعمال کی رویت میں مشغول کرتا ہے اور جس نے اس کی نئی وہ اسی کے ذریعہ سے پہنچا۔ جس نے شرم کا پردہ نہ اٹھا دیا اس کے لیئے پردے نہ اٹھے۔ حق کو جو کوئی دیکھتا ہے۔ وہ مر ہی جاتا ہے اور جو نہ مرا اس نے حق کو نہ دیکھا۔ اور بزرگان طریقت جو ناقصوں کی صحبت سے منع کرتے ہیں اس کے متعلق ان کا قول ہے کہ ناقص وہ شخص ہے جس نے اس کام کی طرف رخ کیا ہو اور طریقت کا بلندی وہ ہے جس کو معاملات کا تجربہ نہ ہو اور جس کے قدم اس راہ میں جمے نہ ہوں۔ گو اس کی عمر ستر برس کی کیوں نہ ہو۔ اور کہا گیا ہے کہ ناقصوں سے مراد مخلوقات ہیں جو ماسوی اللہ ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ان کی صحبت جو ممنوع ہے اس سے ایسی صحبت مراد ہے جو بغیر ارشاد و تعلیم کے ہو ورنہ ہر فقیر سے ایسے ہی لوگوں کی رہنمائی تو مطلوب ہی ہے اور ان کا قول ہے کہ اخلاص وہ ہے جس کا نفس پر مجھنا فرشتہ پر لکھا جانا شیطان پر بے راہ کرنا اور ہوا و ہوس پر دوسری طرف پھیر دینا مخفی ہو۔ اور یہ کہا کرتے تھے کہ دیکھو کہ طریق کو محکم کر لینے اور احوال میں تمکین حاصل ہونے کے قبل سماع کے میں ہرگز نہ پڑنا ورنہ یہ تم کو کمال کے درجوں سے محروم کر دیں گے اور جو فقیر کہ ہر سانس میں اپنی زیادتی و کمی کو نہ پہچانے وہ فقیر نہیں ہے اور ان کا مقولہ ہے کہ فقر فخر ہے۔ علم غنیمت ہے۔ خموشی نجات ہے ناامیدی راحت ہے زہد عافیت ہے۔ اور پلک جھپکنے بھر بھی حق کی فراموشی خیانت ہے اور حق کے ساتھ حاضر رہنا جنت ہے اس سے غائب ہونا جہنم ہے اس سے نزدیک رہنا لذت ہے۔ اس سے دور رہنا حسرت ہے اس سے مانوس ہونا حیات ہے اور اس سے وحشت کرنا موت ہے اور ان کا قول ہے کہ توبہ صحیح کر لینے سے پہلے ارادت کی طلب غفلت ہے اور یہ بھی انہیں کا قول ہے کہ جو شخص اپنے رب تک پہنچے ہوئے سے الگ ہوا وہ الگ کر دیا جائے گا اور جس نے اپنے رب میں مشغول کو مشغول کیا اس پر نور وبال آئے گا۔ یہ ایک سال تک گھر کے اندر رہے تھے صرف جمعہ کو باہر آتے تھے کہ لوگوں نے ان کے دروازہ

پر مجمع ہو کر ان سے درخواست کی کہ ہمارے سامنے تقریر کیجئے اور جب لوگوں نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا تو یہ باہر نکل آئے۔ اور انہوں نے دیکھا کہ ان کے گھر کے بیر کے درخت پر جو چڑے بیٹھے ہوئے تھے وہ ان کو دیکھ کر بھاگ گئے تو یہ کہنے لگے کہ اگر مجھ میں تمہارے سامنے تقریر کرنے کی صلاحیت ہوتی تو پرندے مجھ سے نہ بھاگتے اور پھر اپنے گھر واپس چلے گئے اور ایک سال اور بھی گھر کے اندر رہے اس کے بعد پھر لوگ آئے اور یہ باہر نکلے تو پرندے ان کو دیکھ کر نہ بھاگے۔ تب انہوں نے لوگوں کے سامنے تقریر شروع کی اور پرندے درخت سے اتر کر ان کے پاس آتے اور پر پھڑپھڑانے لگے حتیٰ کہ بہت سے پرندے مر گئے اور حاضرین میں سے ایک آدمی کی بھی روح پرواز کر گئی۔ اور ان کا قول ہے کہ "ہر بدل" عارف کے قبضہ میں ہوتا ہے کیونکہ "بدل" کا ملک آسمان سے زمین تک ہے اور عارف کا عرش سے فرش تک اور اللہ تعالےٰ نے جوش کو ان کا فرمانبردار بنا دیا ہے۔ ایک دن ان کا گزر ایک ایسی جگہ سے ہوا جہاں شیر ایک گدھے کو کھا رہا تھا۔ نصف کھا چکا تھا اور گدھے کا مالک دور سے کھڑا دیکھ رہا تھا مگر قریب نہیں جا سکتا تھا انہوں نے گدھے کے مالک سے کہا کہ چلے آؤ۔ چنانچہ یہ اُسے لیے ہوئے شیر کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ اس کا کان پکڑ لو اور اپنے گدھے کے بدلے اسی سے کام لیا کرو۔ اس نے شیر کا کان پکڑا اس پر سواری کی اور بجائے گدھے کے برسوں اسی سے کام لیا یہاں تک کہ وہ شیر مر گیا۔ اور ایک مرتبہ عالم رویا میں ان سے پوچھا گیا کہ تمہاری توحید میں تمہارے "سِر" کی حقیقت کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میرا "سِر" ایسے اسرار سے مسرور ہے جن کو الٰہی دریادوں سے مدد پہنچتی ہے اور جن کا افشا کرنا نا اہل پر زیبا نہیں ہے کیونکہ اشارہ ان کے وصف سے عاجز ہے اور خدائی غیرت نہیں چاہتی کہ وہ پردہ سے باہر آئیں اور یہ وہ اسرار ہیں جو وجود کو احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ ان کو صرف وہی سمجھ سکتا ہے جس کا وطن مفقود ہو۔ عالم حقیقت میں اپنے سر سے موجود ہو حیات ابدی میں پلٹے کھاتا ہو اور وہ اپنے سر سے ملکوت کی فضا میں اڑ رہا اور جبروت کے سرا پردوں میں کلیل کر رہا ہو اور وہ اسما و صفات سے متخلق ہو چکا۔ اور مشاہدہ ذات میں ان سے فنا ہو گیا ہو بس وہیں میرے ٹھہرنے کی جگہ میرا وطن میری آنکھ کی ٹھنڈک اور میرا مسکن ہے اور حق تعالےٰ سب سے بے نیاز ہے۔ اس نے میرے وجود میں اپنی قدرت کے عجائبات ظاہر کیے۔ نگہبانی کے ساتھ میری طرف متوجہ ہوئے اور مخفی تحقیق مجھ پر کھول دی ہے۔ پس میری حیات وحدانیت سے قائم ہے اور میرے اشارات فردانیت کی طرف ہیں۔ اس لیے میری روح علم غیب میں راسخ ہے مجھ سے کہتی ہے کہ اے میرے مالک شعیب ہر دن بندوں پر نیا ہے اور ہمارے پاس اس سے بھی زیادہ ہے۔

(۲۷۷) ابو محمد عبدالرحیم مغربی قنادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ مصر کے مشہور جلیل القدر بزرگوں اور عظیم الشان عارفوں میں سے صاحب کرامات خارقہ و الفاس صادقہ تھے۔ مراتب قرب میں ان کا رتبہ بہت بلند اور سرچشمہ وصل میں سے ان کا چشمہ شیریں و دل پسند تھا۔ اور یہ ان لوگوں میں سے ایک تھے۔ جن کو اللہ تعالےٰ نے علم شریعت و حقیقت کا جامع بنایا ہے اور سِر مکنون کے علم کی کنجی اور کتاب و حکمت کا گنجینہ دیا ہے۔ یہ جب موذن کو اشھد ان لا الٰہ الا اللہ کہتے سنتے تو کہا کرتے تھے کہ اسی نے ہماری گواہی اس چیز کی دی ہے جو ہم نے مشاہدہ کیا ہے اور جس نے اللہ تعالےٰ پر جھوٹ باندھا اس کا برا ہو۔ ان کے بعض کلام

معرفت نظام یہ ہیں ۔۔ اللہ تعالیٰ کی سب صفات کی سمجھ مجھے آئی مگر سمیع کی صفت نہ آئی۔ سارے متکلمین عرش حق کے گرد ۲ مدور شد کرتے ہیں۔ مگر اس تک نہیں پہنچتے۔ قطع علائق بجز فقد کے قطع کے ہوتا ہے اور بندہ کے مقام کا ظہور ماسویٰ کی طرف عدم التفات سے اور قلب کا وثوق قدر سابق کی ترتیب سے۔ تجرید باعتبار حکم کے دونوں ذاتوں کا بھول جانا باعتبار حال کے دونوں "کون"[1] سے ذہول ہو جانا اور باعتبار وقت کے "این"[2] سے آنکھ میچ لینا ہے یہاں تک کہ موجودات منقلب ہو کر ظاہر کے لیے باطن اور ساکن کے لیے متحرک ہو جائیں پس قدر کی تمکین سے حکم کے قطعیہ پر قلب کو سکون حاصل ہوتا ہے اور شگفتہ واردات سے خوشی کا حاصل ہونا ہی اکوان کی صورتوں سے صدر کا انشراح ہے مگر اس صورت میں کہ تلوین کے بعد مقام کا ثبوت اور تمکین کا رسوخ پایا جائے اور جب ایسی حالت ہو گی تو آسمان اس کی چادر اور زمین اس کا بچھونا ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کی ہیبت قلب میں یہ ہے کہ اس کے مشاہدہ کے سبب سے چشم بصیرت جس میں اس کے ماسویٰ سے اندھی ہو جائے۔ اس لیے نہ دیکھے مگر انوار جلال سے اور نہ سنے مگر سواطع جمال سے رضا باعتبار حال کے تفرقہ کی نفی کر کے مجاری اقدار کے نیچے قلب کا سکون ہے اور باعتبار جمع کے توحید کا جاننا ہے پس قدرت کو قادر میں اور امر کو آمر میں دیکھے گا اور احوال میں سے کسی حال میں اس سے الگ نہ ہوگا۔ تمکین علم کا شہود بطور کشف کے اس کی طرف احوال کا لوٹنا بطور فقر کے تصرف بذریعہ قادح کے بطور حکم کے اور امر کا کمال از روئے ترتیب کے ہے۔ بھوک میں یہ فائدہ ہے کہ ذکر میں استغراق کے وقت اسرار میں صفائی رہتی ہے۔ شوق ہماری ذکر میں خوشی سے مستغرق ہو جانا بعدہ توسعہ ذکر میں شکر سے غائب ہو جانا۔ بعد کو اوافر ذکر میں صحو سے حاضر ہوتا ہے۔ اس لیے شوق انہیں تین حالتوں میں دائر ہے ہمت کے ساتھ استغراق۔ بے قراری کے ساتھ غیبت اور نعش کے ساتھ حضور۔ پس مشتاق کا ایک تہائی وقت استغراق ہے۔ ایک تہائی غیبت اور ایک تہائی حضور اور حیات یہ ہے کہ قلب کشف کے نور سے زندہ رہے اور حق کے اس راز کو پا جائے۔ جس سے موجودات اپنے اطوار کے اختلاف کے ساتھ ظہور میں آئے ہیں۔ نقل ہے کہ ایک دن ان کے حلقہ میں آسمان کی طرف سے ایک صورت گری جس کو حاضرین نے نہ پہچانا کہ کیا ہے اور یہ ایک ساعت تک سر جھکائے رہے۔ بعدہٗ وہ صورت آسمان کی طرف چلی گئی۔ لوگوں نے اس کی کیفیت پوچھی تو انہوں نے کہا کہ یہ ایک فرشتہ ہے اس سے ایک بے ہودہ بات سرزد ہوئی تھی۔ اس لیے ہم سے سفارش کرنے کو آیا تھا۔ بارے اللہ تعالیٰ نے اس کے حق میں ہماری شفاعت قبول فرمائی اور وہ اوپر چلا گیا۔ ان سے جب کوئی آدمی کسی کام میں مشورہ لیتا تو یہ کہتے کہ مجھے مہلت دو کہ میں تمہاری نسبت جبریل علیہ السلام سے اجازت لے لوں۔ چنانچہ وہ ایک گھنٹے کی مہلت دیتا اس کے بعد وہ جبریل کے کہنے کے مطابق اس شخص سے کہتے کہ اس کام کو کر یا نہ کر۔ **میں** کہتا ہوں کہ جبرئیل سے ان کی مراد وہ فرشتہ ہے جو ان کے فعل پر تعینات تھا نہ کہ انبیاء علیہم السلام کے جبریل واللہ اعلم اور یہ جب کسی عامی سے کہتے کہ علماء کے سامنے تقریر کرو تو وہ آیات و احادیث کے معانی میں اس تیزی سے تقریر کرتا کہ اگر دس ہزار لکھنے والے بھی موجود ہوتے تو لکھنے سے عاجز

---

[1] اہل تحقیق کے نزدیک "کون" وجود عالم کو کہتے ہیں اس حیثیت سے کہ وہ عالم ہے نہ اس حیثیت سے کہ وہ حق ہے ۱۲۔

[2] "این" اس حالت کو کہتے ہیں جو کسی چیز کے مکان میں حاصل ہونے سے عارض ہوتی ہے ۱۲

رہتے تھے اور اس کے بعد جب وہ کہتے کہ خاموش ہوجا تو ان علوم کا ایک کلمہ بھی اُسے نہ آتا تھا بعض عارفین کہا کرتے تھے کہ اگر میں شیخ عبدالرحیم کی وفات کے وقت موجود رہتا تو میں ان کو دفن کرنے نہ دیتا۔ بلکہ میں اُن کو روئے زمین پر رہنے دیتا تاکہ جو کوئی اُن کی طرف دیکھ لیتا وہ حکمت کی باتیں بولنے لگتا انھوں نے مقام قنا واقع صعید مصر میں وفات پائی اور اُن کی قبر وہاں مشہور ہے لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ ان کے پاس سے ایک کتا گزرا تو یہ اُس کی تعظیم کو کھڑے ہو گئے اور لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو انھوں نے کہا کہ میں نے اس کی گردن میں نیلا ڈورا دیکھا جو فقراء کی پوشش میں سے ہے۔ اور ایک بار ایک آدمی نے ان سے درخواست کی کہ مجھے کچھ نصیحت کیجیے۔ تو کہا کہ فقیروں میں اس طرح رہو جس طرح بکریوں کے ساتھ بکرا رہتا ہے۔ یعنی باوجود اس کے کہ اُن کے مصالح سے غافل نہ رہو زبان سے کچھ نہ بولو۔

(۲۷۸) شیخ ابوالعباس احمد ملثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ جلیل القدر محققین بزرگان مصر میں سے تھے۔ تمام ملکوں سے لوگ ان کی زیارت کو آتے اور علماء مصر ان کے سامنے مودب بیٹھتے تھے۔ اور ان کے والد مشرق میں حاکم تھے۔ زمانہ آئندہ کے متعلق ان کے مکاشفات تعجب انگیز تھے۔ جس چیز کی یہ خبر دیتے تھے۔ وہ اُسی طرح واقع ہوتی تھی جس طرح یہ کہتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ میں اپنے اختیار سے باتیں نہیں کرتا۔ یہ کچھ مل جانے کی آرزو میں کھڑے رہا کرتے تھے اور اگر لوگ ان کو کچھ دیتے تھے تو یہ فقیروں کو خیرات کر دیتے تھے۔ ان کی عمر کی نسبت لوگوں میں اختلاف تھا کچھ لوگ کہتے تھے کہ یہ یونس علیہ السلام کی قوم میں سے ہیں بعض کہتے تھے کہ انھوں نے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا اور مصر میں ان کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور بعض کہتے تھے کہ انھوں نے شہر قاہرہ کو اس وقت دیکھا تھا۔ جب اُس کی آبادی جھونپڑوں کی تھی۔ شیخ عبدالغفار قوصی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس اختلاف کے باعث میں نے خود ان سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ اس وقت میری عمر چار سو برس کی ہے۔ مصر والے اپنے یہاں کی عورتوں کو ان کے دیکھنے اور ان کی خلوت میں حاضر ہونے سے منع نہیں کرتے تھے۔ ایک فقیہ (مولوی) نے اس بنا پر ان کو بُرا کہا تو انھوں نے اس سے کہا کہ اپنی خبر لو تمھاری عمر کے ساٹھ ہی دن باقی رہ گئے ہیں۔ تم مر جاؤ گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور جو کچھ ان کو مل جاتا تھا وہی پہن لیتے تھے۔ اس لئے ان کے سر پر کبھی تو سبز اونی عمامہ ہوتا تھا اور کبھی سفید کبھی جبہ وفتوحی زیب تن رہتی اور کبھی گدڑی۔ خلاصہ یہ کہ ایک وضع کے پابند نہ تھے۔ اور ایک مرتبہ ایک قاضی ان کے انکار پر آمادہ ہوا اور اُس نے ان کی تکفیر کا محضر لکھا اور اُس کو صندوق میں رات بھر کے لئے بند کر کے رکھا تاکہ صبح کو ان کو بُلا کر شریعت کا حکم سُنائے گا۔ لیکن سویرے جو اُس نے اس محضر کو ڈھونڈھا تو نہ ملا حالانکہ صندوق کی کنجی کسی کے پاس تھی۔ اور شیخ اُس محضر کو لئے ہوئے قاضی کے پاس آئے اور اُس سے کہنے لگے کہ جس نے تیرے صندوق سے محضر کو نکال لیا وہ تیرے دل سے ایمان کو بھی نکال سکتا ہے

آخر قاضی تائب ہوا اور ڈرا اور اپنے ارادہ سے باز آیا۔ انھوں نے ۶۳۰ھ کے قریب وفات پائی اور حُسنیہ واقع مصر میں دفن ہوئے اور ان کی قبر ایک مسجد میں ہے۔ لوگ اُس کی زیارت کرتے ہیں۔ اور لوگوں نے ان کو تین بار زہر دیا کہ مرجائیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو چنگا کر دیا۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگ شدت سے ان کے منکر تھے۔ ان کا قول تھا کہ قطب قطب اوتاد اوتاد اور اولیا اولیا نہیں ہوتے ہیں مگر اسی سے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی اُن کی معرفت حاصل کی ان کی شریعت کی وقعت اور ان کے آداب کی پابندی کی۔ اور یہ کہتے تھے کہ سیدی احمد بن رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت مجھے خبر پہنچی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ جب حق سبحانہ تعالیٰ کسی بندہ کے قلب پر چھا جاتا ہے تو جو کچھ کہ بندہ کی طرف کا ہے وہ چلا جاتا ہے اور جو کچھ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف کا ہے وہ رہ جاتا ہے۔ تب بندہ مٹی کے برتن کی طرح باقی رہ جاتا ہے جیسا کہ وہ ابتدائے پیدائش میں ہوتا ہے۔ اُس کی خود اپنی ذات کی حیثیت سے کوئی حرکت نہیں ہوتی۔ اُس کی حرکت تو اُسی کی طرف سے ہوتی ہے جو اُس کو جنبش دیتا ہے اور اس میں نہ کوئی اختیار ہوتا ہے نہ ارادہ نہ علم اور نہ عمل۔ اور ان کا قول ہے کہ جب دل نور سے منور ہوگیا تو جتنے پردے کہ بندہ اور اللہ کے بیچ میں ہیں سب اٹھ جاتے ہیں۔

(۲۷۹) شیخ ابوالحجاج اقصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ جلیل القدر کبیر الشان اور مجرد تھے۔ اور ان کے پیر شیخ عبدالرزاق جن کی قبر اسکندریہ میں ہے۔ شیخ ابومدین مغربی کے معزز اصحاب میں سے تھے۔ طریقت میں ان کا کلام بلند تھا۔ اور ان کا تکیہ اور ان کی تربت صعید مصر کے بالائی حصہ میں جسے اقصر کہتے ہیں واقع ہے۔ ان کے مناقب مشہور ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ ان کے زمانہ کے ایک مشہور امیر نے ان کو بُرا کہا۔ تو انھوں نے اس سے کہا کہ تو فقیروں کو بُرا کہتا ہے تو تو فلاں شخص کے پاس کانا چنے والا ہے۔ چنانچہ وہ امیر اپنی بے ادبی و بد اعتقادی کی سزا میں مرنے سے پہلے رقاص ہوگیا۔ اور یہ کہا کرتے تھے کہ جس کو اس راہ کا طالب پاؤ اُسے میرے پاس لے آؤ۔ اگر وہ سچا ہوگا تو اُس کو پہنچا دینے کا میرا ذمہ ہے اور اگر صاحب غفلت ہوگا تو میں اُس کو نکال دوں گا اور دور کر دوں گا۔ تاکہ وہ مریدوں کو ضائع نہ کرے۔ کیونکہ وہ شخص محبوب تک نہیں پہنچا جو اُس کے غیر کے باعث محجوب رہتا ہے۔ ان کے خادم شیخ ابوزکریا تمیمی کا بیان ہے کہ ابوالحجاج اقصری کے مریدوں میں سے ایک شخص نے کئی مرتبہ چاہا کہ اپنے پیر کو مار ڈالے مگر ناکام رہا۔ اس شخص کے عقیدہ میں یہ تھا کہ ان کو مار ڈالنے سے میں ان کے مقام پر پہنچ جاؤں گا کیونکہ وہ اپنے آپ کو اپنے پیر کے باعث محجوب پاتا تھا۔ آخر اُس نے اپنے پیر شیخ ابوالحجاج اقصری، کو اس کی خبر دی۔ انھوں نے کہا کہ اے میرے بیٹے! یہ شیطانی خیال ہے۔ جب تم اپنے پیر کو قتل کرو گے تو اللہ تعالیٰ کا غضب تم پر ہوگا۔ پھر وہ تم کو اس کا مقام کیونکر عطا فرمائے گا؟

میں کہتا ہوں کہ میں نے ایسا ہی واقعہ سیدی ابوالسعود جارحی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ایک شخص کا سُنا مگر یہ اُس مرید سے بھاگ نکلے واللہ اعلم۔ اور ابوالعباس طائفی ناقل ہیں کہ ایک دن میں شیخ

ابو الحجاج کہتے تھے کہ میں اور میرے پیر بھائی ابوالحسن صائغ زرگر، اسکندریہ میں اپنے پیر و مرشد کے پاس حاضر ہوا کرتے تو مجھے اپنا مقام ان کے مقام سے اعلیٰ نظر آتا اور میں دعا کرتا تھا کہ خداوند ان کو مجھ سے بلند تر مقام عطا فرما۔ اور میرے دوسرے پیر بھائی بھی جب اپنے مقام کو میرے مقام سے بلند تر پاتے تو اسی طرح دعا کرتے تھے۔ بھائیوں کا درجہ ایسا ہی ہونا چاہیئے جن کے آپس میں مطلق حسد و کینہ نہ ہو۔ ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ آپ کا پیر کون ہے۔ انھوں نے کہا کہ میرا پیر گبریلا ہے۔ لوگ سمجھے کہ یہ مذاق سے کہتے ہیں۔ مگر انھوں نے کہا کہ میں مذاق نہیں کرتا۔ تب لوگوں نے کہا کہ پھر یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ جاڑوں کی ایک شب میں بیٹھا جاگ رہا تھا کہ میری نظر ایک گبریلے پر پڑی جو چراغ دان پر چڑھنا شروع کرتا تھا۔ چنانچہ میں نے اس کی ناکامیابی کو اس شب میں شمار کیا تو سات سو مرتبہ تک پہنچی۔ مگر وہ ذرا سی جان اپنے منصوبہ سے نہ ٹلی۔ تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ سات سو مرتبہ گرا اور پھر بھی نہ ٹلا!! اتنے میں میں صبح کی نماز کو باہر آیا اور نماز پڑھکر اندر گیا تو دیکھا کہ حضرت چراغ دان کے اوپر چراغ کے بازو میں رونق افروز ہیں۔ پس جو کچھ میں نے سیکھا وہ اس سے سیکھا۔ اور یہ کہتے تھے کہ میں اپنی ابتدائی حالت میں لا الٰہ الا اللہ کا ذکر کیا کرتا اور اس سے غافل نہیں ہوتا تھا کہ ایک مرتبہ میرے نفس نے مجھ سے پوچھا کہ تیرا رب کون ہے۔ میں نے کہا کہ میرا رب اللہ ہے۔ اُس نے کہا کہ تیرا رب تو میرے سوا کوئی بھی نہیں ہے۔ کیونکہ حقیقت میں رب وہی ہے جس کی تم بندگی کرو اور جس کا حکم بجالاؤ۔ اور میں تم کو کھانا کھلانے کہتا ہوں تو تم مجھے کھلاتے ہو، سونے کو کہتا ہوں تو سوتے ہو، اٹھنے کہتا ہوں تو اُٹھتے ہو۔ چلنے کہتا ہوں تو چلتے ہو، سننے کہتا ہوں تو سنتے ہو، پکڑنے کہتا ہوں تو پکڑتے ہو۔ اس سے تم میرے سارے حکموں کو بجالاتے ہو۔ اور اس سبب سے میں ہی تمھارا رب ہوں اور تم میرے بندہ ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ میں اس میں بہت دنوں تک متفکر رہا۔ تب میرے لئے شریعت سے ایک صورت پیدا ہوئی اور اُس نے مجھ سے کہا کہ تو اس سے اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ذریعہ سے جنگ کر۔ اور جب وہ تجھ سے کہے کہ سورہ تو تو اس سے کہہ کہ کَانُوْا قَلِیْلاً مِّنَ اللَّیْلِ مَا یَھْجَعُوْنَ (رات کو بہت ہی کم سوتے تھے) اور جب وہ تجھ سے کھانے کو کہے تو کہہ کہ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ٥ (کھاؤ اور پیو اور فضول خرچیاں نہ کیا کرو) وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا (اور زمین میں اکڑ کر نہ چلا کر) اس کو سُنا دے اور جب تجھ سے کسی چیز کے پکڑنے کو کہے تو یہ آیت اُس کو سُنا دے وَلَا تَجْعَلْ یَدَکَ مَغْلُوْلَۃً اِلٰی عُنُقِکَ وَلَا تَبْسُطْھَا کُلَّ الْبَسْطِ (اور اپنا ہاتھ نہ تو اتنا سکیڑو کہ گویا گردن میں بندھا ہے اور نہ بالکل اس کو پھیلا ہی دو) تب

لے دیکھو (پارہ ۲۶۔ رکوع ۱۸) سورہ الذاریات کی سترھویں آیت۔ اور مطلب سمجھنے کے لئے پندرھویں آیت سے پڑھنا چاہیے تاکہ معلوم ہو کہ پرہیزگاروں کی یہ تعریف ہے۔ ۱۲ مترجم

سے دیکھو (پارہ ۸۔ رکوع ۱۰) سورہ اعراف کی اکتیسویں آیت۔ ۱۲ مترجم

سے دیکھو (پارہ ۱۵۔ رکوع ۴) سورہ بنی اسرائیل کی سینتیسویں آیت ۱۲

لے دیکھو (پارہ ۱۵۔ رکوع ۳) سورہ بنی اسرائیل کی انتیسویں آیت۔ ۱۲ مترجم

میں نے اپنے نفس سے کہا کہ ان کاموں کی یہ حقیقت ہے پھر مجھ پر کیا الزام ہے۔ اگر میں اس سمجھ کے ساتھ ان کو کروں۔ اس نے کہا کہ تب میں تجھے پرہیزگاروں کا خلعت پہناؤں گا عارفوں کے تاج سے سرفراز کروں گا صدیقوں کا پٹکا تیرے زیب کمر کروں گا اور محققوں کا ہار زیب گلو۔ اور عاشقوں کے بازار میں اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ الرَّاكِعُوْنَ الآیہ کا اشتہار تیری نسبت دوں گا۔ اور ان کا قول ہے کہ شیخ سے نہ ملنا اس کی محبت میں حارج نہیں ہے۔ کیونکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ و تابعین کو دوست رکھتے ہیں۔ حالانکہ ہم نے اُن کو دیکھا نہیں ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ معتقدات کی صورت جب ظاہر ہو گئی تو اشخاص کی صورت کی احتیاج نہ رہی بخلاف اشخاص کی صورت کے کہ وہ جب ظاہر ہو تو معتقدات کی صورت کی احتیاج رہتی ہے اور جب دونوں حاصل ہو جائیں تو وہ حقیقی کمال ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس میں خرقہ پہنانے والوں یعنی احمدی رفاعی برہامی وقادری طریقہ والوں کے لئے بہت بڑی دلیل ہے اور جو لوگ انکار کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ سب مُردے ہیں بولتے نہیں ان کا کچھ اعتبار نہیں۔ کیونکہ پیروی تو حقیقت میں اُن کے اقوال و احوال کی کی جاتی ہے جو نقل کے ذریعہ سے ہم کو معلوم ہیں فافہم۔ ابوالحجاج اقصری کے اصحاب میں سے شیخ یعیش بن محمود کہتے ہیں کہ ایک دن صبح کو میں قلیبی سخاوی اور ایک اور شخص حضرت کی زیارت کو حاضر ہوتے اور ادب سے دروازہ پر کھڑے رہے کہ اتنے میں خادم باہر آیا اور کہنے لگا کہ یعیش و قلیبی اندر آئیں اور یہ حضرت جاکر غسل کریں یہ ناپاک ہیں چنانچہ ہم حاضر ہوئے اور ہیبت سے ہمارے اوسان خطا ہوتے جاتے تھے۔ ہم نے دیکھا کہ شیخ تکیہ لگاتے ہوتے ہیں۔ بعدہٗ شیخ نے اس جوان کی نسبت کہا کہ استغفار کرے اور اندر آئے پاس پر میں نے (شیخ یعیش نے) عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو کچھ اشعار سناؤں جو قادوس نے اپنے حسب حال لکھے ہیں مگر اس وقت مجھے اس سبب سے یاد آگئے ہیں کہ وہ ہمارے اور اس جوان کے حسب حال ہیں شیخ نے کہا کہ پڑھو میں نے وہ عربی اشعار پڑھے (جن کا ترجمہ یہ ہے) ؎

اُسی دل ربا کے لئے دل طپاں ہے — پڑی اُس پہ جس کی نگہ نیم جاں ہے
وہ قادوس بیچارہ و دل شکستہ — جدائی سے مجروح و بے خانماں ہے
رکھو دل پہ مرہم اگر وصل کا — بہار آئے فوراً جہاں اب خزاں ہے
ہوئیں مدتیں جب سے ہے مبتلا — ہے دل اُس کا بیٹھا یہ آنسو رواں ہے
رفیق اس کا تھوڑا ہی آگے گیا تھا — نہیں پاتا برسوں سے گرچہ دواں ہے
بجز عشق کے اس میں ہے کیا رکھا — نہ ہمت ہے باقی نہ تاب و تواں ہے

اس کو سنکر شیخ وجد کرنے گھومنے اور کہنے لگے کہ میں برسوں سے دواں ہوں مگر نہیں پاتا۔

ے دیکھو (پارہ ۱۱۔ رکوع ۲ سورہ توبہ کی ایک سو سولھویں آیت یعنی وہ لوگ ہیں جن میں اتنی صفتیں ہیں)، توبہ کرنے والے عبادت گزار خدا کی حمد کرنے والے رکوع کرنے والے۔ آخر آیت تک۔ ۱۲ مترجم۔

(۲۸۰) شیخ کمال الدین ابن عبدالظاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شیخ ابوالحجاج اقصری رضی اللہ عنہ جب قوص میں ساتھ تو یہ ان کے ہمراہ تھے اور ابتدائے حال میں مجذوب تھے۔ بعدہٗ یہ کپڑے پہنتے اور زراعت وغیرہ کے کام کرنے لگے۔ اس کے بعد یہ شیخ ابراہیم بن معضاد جعبری کی صحبت میں رہے جو قاہرہ کے باب النصر میں مدفون ہیں۔ بعدہٗ انھوں نے اخمیم میں اقامت اختیار کی اور وہیں عمدہ و لطیف حال میں نعمتوں سے مالامال اور لوگوں سے غنی و بے نیاز ہو کر قضا کی۔

(۲۸۱) شیخ قطب الدین قسطلانی رضی اللہ عنہ

قاہرہ میں تھے اور علم ظاہر و علم باطن دونوں کا درس دیتے اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے اور طریقہ سہروردیہ کا خرقہ پہناتے تھے۔

(۲۸۲) شیخ ابو عبداللہ قرشی رضی اللہ تعالےٰ عنہ

یہ جلیل القدر اور فقیروں کی نہایت تعظیم کرنے والے تھے اور کہتے تھے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہیں۔ اور کہا کرتے تھے کہ میں نے کبھی کسی شخص کو نہ دیکھا کہ اس نے فقیروں کا انکار کیا اور ان پر بدگمانی کی ہو اور بدترین حالت میں نہ مرا ہو۔ اور ان کا قول ہے کہ فقیروں کو حقیر جاننا رذائل کے ارتکاب کا سبب ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے کسی عارف یا اللہ کے کسی ولی سے دل تنگ ہوا اس کے قلب پر چوٹ پڑی اور جب تک اس کا اعتقاد فاسد نہ ہو جائے گا نہ مرے گا۔ اور یہ اکثر خضر علیہ السلام سے ملا کرتے اور اکثر گیہوں کا دلیا پکایا کرتے تھے۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو انھوں نے کہا کہ ایک رات کو خضر علیہ السلام میری ملاقات کو آئے اور انھوں نے مجھ سے کہا کہ میرے لئے گیہوں کا شوربا بنا تو جب سے میں اس کو خضر علیہ السلام کی محبت کے سبب سے دوست رکھتا ہوں۔ اور یہ اپنے مریدوں سے عہد لیتے تھے کہ اپنے گھروں میں ایک ہی کھانا پکوایا کریں تاکہ ایک کو دوسرے پر امتیاز نہ حاصل ہو۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ان کے اصحاب میں سے ایک نے اپنی بیوی سے کہا کہ کس چیز کو تیرا جی چاہتا ہے؟ بتا تا کہ وہی خریدی اور پکائی جائے۔ بیوی نے کہا کہ تم اپنی بیٹی سے پوچھو چنانچہ انھوں نے بیٹی سے پوچھا کہ تیرا کس چیز کو جی چاہتا ہے اس نے کہا کہ جس چیز کو میرا جی چاہتا ہے اس کو آپ پورا نہیں کر سکتے۔ انھوں نے کہا کہ نہیں میں اس کو بہم پہنچا سکتا ہوں گو وہ ہزار دینار کی کیوں نہ ہو اور کہا کہ تو ضرور اس کو مجھ سے بیان کر۔ اس نے کہا کہ آپ مجھے قرشی سے بیاہ دیجئے۔ اور شیخ قرشی رضی اللہ عنہ ایسے اندھے اور مجذوم تھے کہ عورتیں ایسے آدمی سے بیاہ کرنے پر راضی نہیں ہو سکتی تھیں۔ اس شخص کا بیان ہے کہ آخر میں قرشی کے پاس آیا اور ان سے میں نے ماجرا بیان کیا۔ حضرت نے قاضی کو بلانے کا حکم دیا۔ چنانچہ

قاضی نے آکر نکاح باندھا۔ اور وہ عورت بناؤ سنگار کر کے حضرت کے پاس حاضر کی گئی۔ جب عورتیں چلی گئیں تو حضرت غسل خانہ گئے اور وہاں سے نکلے تو اچھے خاصے خوش رو جوان بے ریش و بروت عمدہ لباس پہنے ہوئے تھے اور ان کے بدن سے بہت اچھی خوشبو آرہی تھی۔ اس عورت نے شرما کر اپنا منہ ڈھانک لیا۔ حضرت نے کہا کہ تم پردہ نہ کرو میں وہی قرشی ہوں۔ عورت نے کہا کہ تم قرشی نہیں ہو۔ تب انھوں نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی۔ تو عورت نے پوچھا کہ یہ بھیس کیسا ہے؟ قرشی نے کہا کہ میں تمھارے ساتھ اسی شکل و صورت میں رہوں گا۔ اور تمھارے سوا دوسروں کے ساتھ پہلی حالت میں لیکن جب تک میں نہ مروں کسی سے اس کو نہ کہنا اس نے کہا کہ اچھا۔ مگر میں تمھاری اُسی حالت کو بہتر سمجھتی ہوں جس میں تم لوگوں کے درمیان رہتے ہو یعنی جذام برص اور اندھے پن کی۔ اس کو سُن کر شیخ نے کہا کہ خدا تم کو جزائے خیر دے۔ چنانچہ وہ برابر اسی حالت میں ان کے ساتھ رہی۔ اور یہ اپنے کپڑوں اور پاؤں کے نیچے کوئی چیز رکھ دیا کرتے تھے جس میں ریم جمع ہوتی رہتی تھی اور اُن کی یہ بیوی حمام سے نکل کر آئیں اور بجائے پانی کے اسی ریم کو پی جایا کرتی تھیں۔ جب شیخ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تب ان کی بیوی نے ان کے حالات لوگوں سے بیان کئے۔ اور فقیروں میں ان کی ویسی ہی عزت تھی جیسی شیخ قرشی کی اُن کی حیات میں۔ ان کا قول ہے کہ بندگی اور اُس کے آداب کو کبھی ہاتھ سے نہ دو اور اُس سے اُس تک پہنچنا نہ چاہو کیونکہ جب وہ تم کو اپنے لئے چاہے گا تو خود ہی اپنے تک پہنچا دے گا اور کونسا عمل خالص ہے جس سے پہنچنا چاہو گے؟ اور یہ کہتے تھے کہ بشریت اس کو قبول ہی نہیں کرتی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہو البتہ سختیوں کی نہیں کہتا۔ لوگوں نے اس کی تفصیل پوچھی تو انھوں نے کہا کہ ایک مرتبہ حج کے راستہ میں مجھے پیاس لگی۔ میں نے اپنے خادم سے کہا کہ دریائے شور سے میرے لئے پانی بھر لا وہ جو پانی بھر کر لایا تو میٹھا تھا۔ اور جب ضرورت نہ رہی اور میں نے پانی پھر انڈیلا تو وہی کھاری تھا۔ اور یہ کہا کرتے تھے کہ ابتلا صرف بڑے مردانِ خدا ہی میں ہوا کرتا ہے۔ قرشی کے حالات بہت ہیں اور مشہور ہیں۔

(۲۸۳) شیخ محمد بن ابی جمرہ رضی اللہ عنہ ورحمہ

یہ اور شیخ اور عبداللہ بن ابی جمرہ اور تھے۔ یہ بڑی شان والے ظاہر میں تنگ حال باطن میں مالا مال تھے۔ ان پر جلال کی صفت غالب تھی۔ شرع کی بڑی عظمت اور اس کے شرائع و شعائر کی پابندی کرنے والے تھے۔ ان کے اس دعوے پر کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بیداری میں ہوا کرتی ہے۔ لوگوں نے انکار کیا اور اس کے لئے مجلس منعقد کی اس لئے یہ گھر میں رہنے لگے اور صرف نماز جمعہ کے لئے باہر آتے تھے۔ اور ان کے منکرین بدترین حال میں مرے اور ان کی کرامت سے واقف ہوئے۔ یہ قرافہ مصر میں مدفون ہیں۔ جہاں ان کی قبر ظاہر ہے اور لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں اُن کے اقوال خواہ استعمال یہ ہیں۔ تمھاری حالت کو صرف وہی سمجھ سکتا ہے جس میں وہی روشنی ہو جو تم میں ہے جب علماء و اولیاء رسولوں کے وارث ٹھیرے تو فرشتوں کا وجود

سلہ دیکھو حاشیہ مندرجہ جلد ہذا تحت ترجمہ نمبر (۲۵۳) مترجم

ناگزیر ہے جو دو عالموں اور دو ولیوں کے زمانوں کے بیچ میں واقع ہوا کریں۔ اس لئے جب اللہ کی طرف بُلانے والے کا طریقہ مٹ جائے گا تو ایک زمانہ کے بعد وہ شخص آئے گا جو اس کی تجدید کرے گا اور جیسا کہ انبیاء کے بیچ کے زمانوں میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کی پرستش مروج ہو جایا کرتی تھی اُسی طرح اولیاء کے درمیانی زمانوں میں ہوا و ہوس و بدعات کی پرستش افعال کی اقوال سے تبدیلیاں وغیرہا جن کو روشن ضمیر لوگ مشاہدہ کرتے ہیں شائع ہو جاتی ہیں۔ جو لوگ لا موجود الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں ہے) کہتے ہیں ان کے مار ڈالنے کی قدرت اگر مجھے ہوتی تو میں ان کو مار ڈالتا۔ ایسے لوگ بول و غائط کی نسبت اور اپنے آپ سے رنج و الم کے دور کرنے میں عاجز رہنے کے بارہ میں کیا کہتے ہیں؟ اور معبود کی شرط تو یہ ہے کہ قادر ہو۔ پھر وہ کس مُنہ سے کہتا ہے کہ میں عین حق ہوں۔ یہ تو بدترین گمراہی ہے۔ اور فقیہ (مولوی) اگر اپنی قرأت میں غور و فکر کرے تو قرآن کے انوار سے ضرور جل جائے اور دیوانہ ہو کر نکل بھاگے اور کھانا پینا سونا وغیرہ چھوڑ دے۔ یہ مثلاً نیشکر کے گٹھوں کو دیکھ کر کہہ دیتے تھے کہ اس سے اس قدر شیرہ اور اس قدر شکر نکلے گی۔ چنانچہ وہ چیز اُسی قدر نکلتی تھی نہ کم اور نہ زیادہ سلطان جب ان کی زیارت کو آیا تو اُس نے ان سے اجازت طلب کی کہ میں آپ کے لئے ایک مسافر خانہ تعمیر کرانا چاہتا ہوں۔ اس پر انھوں نے سلطان کا ہاتھ پکڑا اور اس کو ابن طولون کی جامع مسجد میں لاکر کہا کہ یہ ساری مسجد میرے لئے ہے اس کے جس مقام میں چاہوں گا بیٹھوں گا۔ یہ سُن کر سلطان چُپ ہو گیا۔ اور ان کا قول ہے کہ فقیر کو نہیں چاہیے کہ جب اس کی اہل خانہ حاملہ ہو جائے تو اس کے ساتھ ہم بستر ہو مگر صحیح غرض کے لئے یعنی اُس کی یا اپنی پارسائی کی حفاظت کے لئے اور محض نفسانی خواہش سے اس سے ہم بستر ہونا روا نہیں ہے کیونکہ یہ فقیر میں نقصان ہے۔ اور کہا کرتے تھے کہ دیکھو خبردار! ایسی بات میں لوگوں کا انکار نہ کرو جس میں تاویل کی گنجائش ہو۔ کیونکہ میں نے ایک مولوی کو دیکھا کہ اس نے ایک فقیر کے مقابلہ میں خدا کے دھیان والوں کے خیال کی تاثیر کا انکار کیا اس پر اُس فقیر نے خیال میں اُس مولوی کے لئے ایک دروازہ نکالا اور مولوی کو اس کے ایک مقام میں بٹھلایا اور ایک ہاتھی آیا جس نے اپنی سونڈ میں اُس کو لپیٹا اور زمین پہ دے مارا جس سے وہ مر گیا۔ صبح ہو کر فقیہ کو یہی واقعہ پیش آیا اور وہ دن کے آخر وقت دفن ہوا۔ ان کا بیان ہے کہ ایک دن میں گیہوں کی ایک کھلیان کے پاس سے گزرا تو دیکھا کہ ایک بچہ بالیں چن چن کر اپنی زنبیل میں رکھ رہا ہے میں نے اُس سے کہا کہ بیٹا لوگوں کی کھیتی کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ اس نے کہا کہ تمکو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ یہ لوگوں کی کھیتی ہے واللہ یہ میرے باپ دادے کی کھیتی ہے۔ میں اس کی بات سے فقیروں میں شرمندہ ہوا اور اُس سے کہا کہ میرے بیٹے! خدا تجھے جزائے خیر دے جس وقت میں نے خلاف ادب کیا تو نے مجھے ادب دیا۔ اور یہ کہا کرتے تھے کہ اکثر تین آدمی درست نہیں ہوتے۔ پیر کا بیٹا اس کی بیوی اور اُس کا خادم۔ بیٹا تو اس سبب سے کہ وہ آنکھیں کھولتے ہی دیکھتا ہے کہ مرید اُس کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے کندھوں پر اُٹھائے پھرتے اُس کو متبرک سمجھتے اور جو کچھ وہ چاہتا ہے اس میں اس کا حکم بجالاتے ہیں اس لئے اُس کے نفس میں تکبر آجاتا ہے اور حُبِ ریاست اس کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہوتی ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دل کو تاریک کرنے والے صفات اس میں بھر جاتے ہیں جس کی وجہ سے کسی ناصح کی نصیحت اس میں اثر نہیں کرتی اور بڑے بڑے لوگوں کے مقابلہ میں دلیری کر بیٹھتا اور اُن کو اپنا بزرگ

نہیں سمجھتا۔ اور اگر صلاحیت والا ہو تو اپنے والد پر فوقیت لے جائے اور ہر ایک شخص سے بڑھکر اپنے والد سے فائدہ حاصل کرے۔ اور بیوی اس سبب سے کہ شیخ کو شوہروں کی طرح دیکھتی ولایت کی حیثیت سے نہیں دیکھتی اور اس لئے سمجھتی ہے کہ وہ نفسانی خواہش میں میرا محتاج ہے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ اُس کو نورِ بصیرت عطا فرمائے اور وہ شیخ کو ولایت کے اعتبار سے دیکھے تو ہر شخص سے پہلے اُس کو فائدہ پہنچے کیونکہ وہ تو رات دن اس کے ساتھ رہنے والی ٹھیری۔ اب رہا خادم سو وہ اس میں مزاحم ہے کہ شیخ کو بار بار دیکھتا اور اُس کے بشری احوال یعنی کھانے پینے اور سونے سے برابر مطلع ہوتا رہتا ہے۔ اسی لئے لوگوں نے کہا ہے کہ شیخ کے لئے سزاوار نہیں ہے کہ مرید کے ساتھ کھائے اور نہ اس کے ساتھ بیٹھے مگر ضرورت کے وقت کیونکہ مریدوں کے لئے اندیشہ ہے کہ پیر کی حرمت اُن کے قلب سے جاتی رہے اور اُن کا دل پیر کی برکت سے محروم ہو جائے اور صحبت کی برکت سے بے بہرہ رہے۔ البتہ خادم شیخ کو تعظیم کی نگاہ سے دیکھے تو اس کو ویسا ہی نفع بھی پہنچے اور اوروں سے زیادہ فائدہ میں رہے۔

(۲۸۴) شیخ عبدالغفار قوصی رضی اللہ تعالےٰ عنہ

کتاب التوحید فی علم التوحید کے مصنف۔ شریعت و حقیقت کے جامع بڑے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے والے اور خدا کی طاعت میں جان بیچنے والے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے اپنے بیٹے کے ساتھ کدو کھایا اور اپنے بیٹے سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کدو کو پسند فرماتے تھے۔ بیٹے نے کہا کہ یہ تو گندی چیز ہے۔ بس انھوں نے تلوار کھینچ کر اپنے بیٹے کی گردن اُڑا دی اور صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اپنے لختِ دل کی محبت پر مقدم رکھا۔ ان کے کلام شریعت نظام میں سے ایک یہ نظم ہے جس کا ترجمہ درج ذیل ہے ؎

دل کی یہ حالت کہ ہردم بے قرار — توڑتیں آنکھیں نہیں آنسو کا تار
رنج و غم سے رات ایسی بڑھ گئی — ہے گماں اب دن نہ ہوگا زینہار
کیوں نہ ہو پرہیزگاری چل بسی — ہے خلل اس کی بنا میں آشکار
ساتھ میرے نوحہ گر نوحہ کریں — دیکھ اجڑے دین کے شہر و دیار
سُست بنیادیں عمارت منہدم — ہے نہ محلوں کی وہ شوکت نے وقار
حد ہوئی! تمام نہیں اس کے حدود — ہاں بھر باقی نہیں کوئی شعار
ہوگیا ویسا ہی جیسا تھا غریب — کوئی بھی اس کا نہیں ہے غم گسار
یار سب اغیار ہو کر چل دیئے — توڑ ڈالے اگلے کل قول و قرار

انھوں نے ۷۰۸ھ کے کچھ دنوں بعد وفات پائی۔ یہ کہا کرتے تھے کہ اہل اللہ تعالیٰ کے منکروں کا کلام ویسا ہی ہے جیسا پہاڑ پر ناقوس کا شور و غل پس جیسا کہ سنکھ کا پھونکنا پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹا نہیں سکتا۔ اسی طرح لوگوں کی باتوں سے اہل اللہ متزلزل نہیں ہوتے اور یہ کہتے تھے کہ سماع ہی تو

ایک چیز ایسی ہے جو کامل کے لئے باقی رہ گئی ہے۔ پس اگر وہ کامل تر ہو جائے تو جنبش نہ کرے اور سہروردی قرشی اور ان کے جیسے لوگوں نے سماع سُنا ہے۔ اور یہ کہتے ہیں کہ جب ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کی خلیفہ سے لوگوں نے شکایت کی اور یہ دعویٰ کیا کہ یہ زندیق ہیں۔ تو خلیفہ نے ان سے پوچھا کہ لوگ تم کو کیا کہتے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ مجھے خبر نہیں کہ کیا کہتے ہیں۔ خلیفہ نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ تم بھی اسی طرح کی باتیں کرتے ہو جس طرح کی حسین حلاج نے کی تھیں۔ انھوں نے کہا کہ میں اس کو صرف سماع کے وقت سمجھتا ہوں آپ کسی قوال کو بلوا کر کچھ شعر پڑھنے کا حکم دیں تو میں آپ کو دکھلادوں۔ چنانچہ ان کے سامنے شعر پڑھے گئے اور ذوالنون پھول کر ہاتھی جیسے ہو گئے اور ان کے ہر بُن مو سے خون ٹپکنے لگا۔ یہ ماجرا دیکھکر خلیفہ نے کہا کہ یہ شخص باطل کا نہیں ہے۔ پھر ان کی تعظیم و تکریم کی اور اعزاز کے ساتھ ان کو مصر واپس بھیج دیا۔ اور اُس زمانہ میں وہ اخمیم میں رہا کرتے تھے۔ اور نقل ہے کہ سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ ہر بندہ پر ہر سانس میں توبہ فرض ہے۔ اس پر ان کے شہر والوں نے ان کا انکار کیا اور ان کو کافر قرار دیا۔ آخر وہ تستر سے بصرہ چلے آئے اور وہیں موت ہوئے۔ علم و اجتہاد و علو شان پر تو سہل کا یہ حال ہوا۔ اور علی ہذا لوگوں نے جنید رضی اللہ عنہ کے خلاف میں کئی مرتبہ کافر ہونے کی گواہی دی۔ آخر کار فقہ کو انھوں نے اپنا پردہ بنایا اور اس علم و معرفت پر بھی پیچھے رہے۔ یہ نہایت ہی عجیب و غریب واقعات ہیں۔ اور اس کتاب کے مقدمہ میں ان میں سے بہت سے بیان کر دیئے گئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

(۲۰۵) شیخ ابوالحسن بن صائغ سکندری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدی شیخ عبدالرحیم قناوی کے بزرگ ترین اصحاب میں سے تھے۔ میاں کے اصحاب کے پاس آتے اور ان سے پوچھتے تھے کہ کیا تم میں کوئی شخص ایسا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ عالم میں کوئی نئی بات کرنے والا ہو تو اُس کے وقوع میں آنے سے پہلے اس کو آگاہ فرمادے۔ وہ لوگ کہتے کہ نہیں۔ اس پر یہ کہتے کہ ان دلوں پر رو تو جو اللہ عزوجل سے حجاب میں ہیں۔ ایک مرتبہ یہ ایک خزانہ میں اُترے تو ان کو اس میں سات اردب* سونا ملا مگر انھوں نے اس سے سات ہی دینار لئے اور کہا کہ اس سے زیادہ لینے کی مجھے اجازت نہیں ہے۔ آپ کا قول ہے کہ فقیروں کی خانقاہ کے شیخ کو نہیں چاہئے کہ نوجوان بے ریش وبروت کو ایسے وقت میں اپنے یہاں ٹھیرنے دے جبکہ ان کے ٹھیرنے سے بعض فقیروں کے بگڑنے کا اندیشہ ہو خصوصاً خوش رو نوجوانوں کو۔ البتہ ایسی صورت میں جائز ہو سکتا ہے کہ وہ نوجوان فساد کی راہوں سے مبرا ہو کر اپنے رب کی عبادت کی طرف ایسا متوجہ ہو کہ لہو و لعب کے لئے اس کو وقت نہ ملے اور یہ بھی اس شرط پر کہ شیخ اپنی ذات سے اس کی خدمت کے کام کا نگراں رہے فقیروں کے نقیب

---

* بالکسر و فتح دال و تشدید با۔ مصر میں ایک بڑا پیمانہ ہوتا ہے جس میں چوبیں صاع یعنی اسی لدھیہ کے سیر سے ساڑھے سیر جس کا پختہ ڈیڑھ من ہوتا ہے آتا ہے ۱۲ مترجم از منتہی الارب وغیرہ۔

پر نہ چھوڑ دے مگر ایسی حالت میں کہ نقیب خود اپنی ذات سے ایسا صاحب تمکین ہو کہ فساد اس کے پاس نہ پھٹکے ۔ اور ان کا قول ہے کہ جوان آدمی کو نہ چاہیے کہ مردوں کے ساتھ حلقہ کے وسط میں بیٹھے اس کو حلقہ کے پیچھے ہی بیٹھنا چاہیے اور لوگوں کے مواجہہ میں نہ رہنا چاہیے ۔ اور جب تک اس کی ڈاڑھی نہ نکلے کسی فقیر سے مخالطت نہ کرے ۔ ان کے پاس جب کوئی خوش رو جوان آتا تو اس کے کپڑے اتروا لیتے اور اس کو گڑی لو۔ گڈڑی پہناتے تھے ۔

نقل ہے کہ ایک شخص نے ان کے (شیخ ابوالحسن رضی اللہ عنہ کے) مقبرہ میں ایک امرد سے فعل شنیع کرنا چاہا تھا کہ یہ قبر کے اندر سے چلا اٹھے کہ او فقیر! خدا سے شرم نہیں کرتا ۔

(۲۸۶) شیخ ابوالسعود ابی العشائر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابن شعبان ابن طیب باذبین کے رہنے والے تھے جو ملک عراق میں جنائز واسطہ کے قریب ایک شہر ہے یہ مصر کے بڑے بزرگ مشائخ میں سے تھے اور سلطان ان کی زیارت کو آیا کرتا تھا ۔ ان کی صحبت سے حضرت شرف الدین حضرت خضر کردی اور اس قدر مشائخ نکلے کہ ان کا احاطہ نہیں ہو سکتا ۔ ان کے جوتے اتارتے وقت آہ آہ کی آواز جیسی کہ بیماروں کی ہوتی ہے سنائی دیتی تھی ۔ ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ وہ (کراہنے والا) نفس ہے جب ہم لوگوں سے ملتے ہیں تو جوتوں کے ساتھ تکبر کے خوف سے اس کو بھی الگ کر دیتے ہیں انھوں نے ایام شیر خوارگی میں روزے رکھے تھے ۔ نویں شوال یک شنبہ کے دن سنہ ۶۴۴ھ میں قاہرہ سے ابھی ملک بقا ہوئے اور اسی دن کوہ مقطم[1] کے دامن میں دفن ہوئے ۔

کلام معرفت

ان کے بعض کلام معرفت نظام یہ ہیں :۔ سالک جو اپنے سلوک میں سچا ہو اس کو چاہیے کہ اپنے قلب کو اپنی کتاب بنائے ۔ جس کا شغل طلب ہو گی امید ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے نہ بھٹکے اور جس کا شغل مطلوب ہو گا ۔ امید ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے نہ بھٹکے اور جس کا شغل مطلوب ہو گا ۔ امید ہے کہ وہ کھیرا نہ رہے پس طلب ظاہر کا شغل ہے اور مطلوب باطن کا شغل اور ظاہر درست نہیں ہوتا مگر باطن سے اور ظاہر سلامت نہیں رہتا مگر باطن ہی سے ۔ جو اپنے آپ کو نصیحت نہ کرے وہ تم کو کیا نصیحت کرے گا اور جس نے اپنے آپ سے خیانت کی اس کی خیانت سے بے کھٹکے نہ ہو ۔ جس کو دیکھو کہ تمھاری طرف اس سبب سے میلان رکھتا ہے کہ اس کو تم سے نفع حاصل ہوتا ہے اس کو متہم سمجھو ۔ جو تم کو دنیا یاد دلائے اور تمھارے سامنے اس کی تعریف کرے اس سے بھاگو ۔ اور جو شخص اپنے مولیٰ سے تمھاری غفلت کا سبب ہو اس سے منہ پھیر لو اور اپنے مشغول کرنے والے خطرات کے مادہ کو روکنا اپنے اوپر لازم کر لو جن سے دنیا کی محبت پیدا ہوتی ہے اور جب اس مادہ سے کوئی خطرہ وخیال پیدا ہو تو اس سے منہ پھیر لو اور بجائے اس کے اللہ عزوجل کے ذکر میں مشغول ہو جاؤ خطرات کو دل میں جگہ دینے سے عذر کرو وہ خطرات سے میلان پیدا ہو گا اور ایسا اوقات تم میلان سے غفلت کرو گے تو

---

[1] مقطم کے وزن پر مصر میں قرافہ کے سامنے ایک پہاڑ ہے ۔۱۲ مترجم

اُس سے ارادہ پیدا ہوگا اور اکثر ارادہ پیدا ہوگا اور اکثر ارادہ کے قوی ہو جانے سے ہوا وہوس غالب ہو جائے گی اور جب ہوا وہوس غالب ہوگی تو دل کمزور ہو جائے گا اور اس کا نور چلا جائے گا اور بسا اوقات بالکلیہ تلف ہو جائے گا اور عقل اُس سے کنارہ ہو جائے گی اور اس پر گویا پردہ پڑ جائے گا۔

خدا کا دھیان

اللہ تعالیٰ میں مشغول رہنے کے باعث سب چیزوں سے غافل ہو جانے کو اپنے اوپر لازم کرلو اور اگر ایسی غفلت تمہارے بس کی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ میں مشغول رہنے کو لازم کرلو اور اگر اس میں مشغول رہنے سے بھی عاجز ہو تو اللہ تعالیٰ کی طاعت میں مشغول رہو اور یہ نہیں سمجھنا کہ اس کی طاعت میں مشغول نہ رہنے کا تم کو کوئی عذر ہو سکے کیونکہ یہ ترقی کا پہلا ہی درجہ ہے۔ دل کی درستی توحید و خلوص میں ہے اور اس کا بگاڑ شرک و ریا میں اور خلوص توحید کی نشانی ایسے ایک کا شہود ہے جس کے ساتھ کوئی دوسرا نہ ہو اور اس کے ہمراہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے امید و بیم نہ ہو۔ اور خلوص کل سے مجرد ہو جانا اور جو ذات ظاہر ہو اس کا مٹا دینا اور جو صفت باطنی ہو اس کا گم کر دینا ہے۔ پس جب تم اپنے قلب کا میلان خلق کی طرف دیکھو تو اپنے قلب سے شرک کو نکالو اور جب تم اپنے قلب کا میلان دنیا کی طرف دیکھو تو اپنے دل سے شک کو دور کرو۔ اپنی رعیت کے ساتھ نیکی کرنے کو اپنے اوپر لازم کرلو اور رعیت کی دو قسمیں ہیں عام و خاص۔ عام میں تو لونڈی غلام اور بال بچے داخل ہیں اور ان کے سوا خاص ہیں اس لئے تم کو اپنی روح بعدہٗ اپنے ستر بعدہٗ اپنے قلب بعدہٗ اپنی عقل بعدہٗ اپنے جسم اور بعدہٗ اپنے نفس کا برابر خیال رکھنا لازمی ہے۔

اندرونی مطالبات

پس روح تم سے اس کی طرف کے شوق اور بغیر دم لئے ہوئے تیزی کے ساتھ چلنے کا مطالبہ کرے گی۔ ستر یہ چاہے گا کہ تم اپنے راز کو چھپاؤ۔ قلب کا تقاضا یہ ہوگا کہ اس کے ذکر و مراقبہ میں رہو اور ذکر میں اپنے آپ اور اس کے ما سوا کو بھول جاؤ۔ عقل اُس کے آگے گردن جھکا دینے اُس کی موافقت کرنے اور اس کا مطالبہ کرے گی کہ اپنے نفس اور اپنے سوا کو چھوڑ کر اپنے مولیٰ کے ساتھ رہو۔ جسم تم سے اس کی خدمت اور اطاعت میں خلوص کا متقاضی ہوگا۔ اور نفس تم سے یہ چاہے گا کہ جتنی چیزوں کی طرف وہ مائل ہو اس سے اس کو باز رکھو اور روکو اور اُس کو حبس و قید میں رکھو اور نہ تم اُس کے ساتھ رہو اور اس کو اپنے ساتھ رکھو۔ اور کہا کرتے تھے کہ دیکھو خبردار اپنے مولیٰ سے اور اُس چیز سے جس کا بندہ تم کو تمہارے مولیٰ نے بنا دیا ہے غفلت نہ کرو اور اس چیز میں مشغول نہ ہو جس کا بندہ تم کو تمہاری عبادت نے بنا دیا ہے۔ اور ان کا قول ہے کہ اپنے نفس کی جب تم ہی خبر نہ لوگے تو تمہارا غیر تو بطریق اولیٰ اُسے ضائع کرنے گا اور یہ کہا کرتے تھے کہ میں اپنی تقصیر سے ہر عبادت میں اپنی سانس کے شمار سے خدا تعالیٰ کی آمرزش چاہتا ہوں۔

غفلت اور استغفار

اور ان کا قول ہے کہ اگر میں صدق و اخلاص کے ساتھ ابتداء خلقت سے انتہاء خلقت تک دم بھر بھی رکے بغیر اللہ عزوجل سے استغفار کروں تب بھی میرا استغفار اُس ایک دم کی برابری نہیں کر سکتا۔ جس میں اللہ عزوجل سے غافل ہوا پھر ایسی صورت میں کیا ہوتا ہے۔ جب کہ میری سانسیں بہت ہیں اور میرا استغفار صدق و اخلاص سے خالی ہے۔ اس لئے میرا نقص عیاں اور میری تقصیر نمایاں ہے اور جب میری سانسیں گناہ ہوں اور میرا استغفار بھی غیر متناہی درجہ تک استغفار کا محتاج ہو تو میرا حال

کیا ہوگا اللہ ہی بخش دے تو ہو سکتا ہے۔

قلب اور نفس کی کشمکش

اوران کا قول ہے کہ سارے عمدہ اخلاق قلوب سے پیدا ہوتے ہیں اور سارے بُرے اخلاق نفوس سے پیدا ہوتے ہیں اس لئے جو شخص طلب میں سچا ہو اُس کو چاہیئے کہ اپنے نفس کی ریاضت اور اپنے قلب کی طہارت سے آغاز کرے یہاں تک کہ اس کے اخلاق بدل جائیں پس شک تصدیق سے بدل جائے شرک توحید سے۔ منازعت تسلیم سے۔ غصہ و اعتراض رضا و تفویض سے غفلت مُراقبہ سے تفرقہ جمعیت سے۔ سختی نرمی و مہربانی سے۔ عیب بینی چشم پوشی و نیک بینی سے۔ سنگ دلی رحمت سے۔ کینہ و عداوت نصیحت و خیر خواہی سے۔ اور فخر و ناز مٹو اور تحویل کے خوف سے اور وہ یہ سمجھے کہ میں نے کسی ساعت میں بھی اللہ تعالیٰ کا حق پورا پورا ادا نہ کیا اور نہ اس توفیق کا شکر کیا جو اس نے نیک کام کرنے کی عطا فرمائی تو اس وقت اُس کی بندگی درست اُس کی توحید بے خلش اور اس کی زندگی بے غل و غش ہوگی اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ویسی زندگی بسر کرے گا جیسی بہشت والے بہشت میں بسر کریں گے۔ اور یہی نبیوں صدیقوں ولیوں نیکو کاروں اور باعمل عالموں کے اخلاق ہیں۔ اور ان کا قول ہے کہ اولیاء اللہ جس درجہ تک پہنچے ہیں اُس تک کثرتِ اعمال سے نہیں پہنچے ہیں وہ تو صرف ادب ہی سے پہنچے ہیں۔ اور ان کا قول ہے کہ جب تک نفس اپنے اخلاق و صفات کے ساتھ باقی رہتا ہے اس وقت تک بندہ کے کل حرکات اس کے خطرات کے پیرو ہوتے ہیں اور خطرات دو ہوتے ہیں ایک تو خلق کے لئے اور یہ شرک ہے اور دوسرے نفس کی راحت کے لئے اور یہ ہوا و ہوس ہے اور شرک توحید کو خالص نہیں ہونے دیتا اور ہوا و ہوس عبودیت کو صاف ہونے نہیں دیتی۔ اور سالک جب تک کہ اُس دشمن کو کمزور کرنے میں مشغول نہ ہوگا جو اس کے پہلوؤں کے بیچ میں ہے اس وقت تک اس کا ایک قدم بھی درست نہ پڑے گا گو اُس کے اعمال اس قدر ہوں کہ آسمان و زمین میں بھر جائیں اور پورا مرد وہی ہے جو باہر سے بیماریوں کا علاج کرے اور اُن کی جڑوں کو اندر سے اُکھاڑنا شروع کرے تاکہ اس کا وقت صاف ہو اس کا ذکر خوش گوار اور اس کا اُنس پائدار ہو۔

نفس کی مخالفت

اوران کا قول ہے کہ سالک پر واجب ہے کہ جب وہ اپنے نفس سے کوئی بُرائی مثلاً کبر شرک بخل یا کسی کے ساتھ بدظنی دیکھے تو جس بات کی طرف نفس بُلاتا ہو اس کا اُلٹ کرے اور پھر اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو اور اس کے حول قوت اور اپنے مجاہدات سے مدد چاہے۔ تب اس کے نفس کی بُرائیاں کمزور ہو جائیں گی اور اس کے قلب کا نور زیادہ ہو جائے گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ حق تعالیٰ اپنی محبت کا ایک ذرہ اس میں ڈال دے گا جس سے وہ مصیبتیں جھیلے بغیر چیزوں کو ترک کردے گا اور سختیاں برداشت کئے بغیر ملوفات سے الگ ہو جائے گا۔

تزکیہ کے اصول

اوران کا قول ہے کہ جن اصول پر مرید کو اپنے معاملہ کی بنیاد رکھنی چاہیئے وہ چار ہیں۔ حضورِ قلب کے ساتھ زبان کو اس کے ذکر میں مشغول رکھنا۔ اس کے مراقبہ پر قلب کو مجبور کرنا۔ اس کے لئے نفس و ہوا و ہوس کی مخالفت کرنی۔ اور اُس کی عبودیت کے لئے لقمہ کی صفائی و خوش خوئی اسی پر سب باتوں کا بدلہ ہے اور اسی سے اعضاء کا تزکیہ اور قلب کا تصفیہ ہوتا ہے۔ پس نفس کو اس کا حصہ

کھانے اور پینے میں سے دینا چاہیے اور جو چیز اس کو سرکش بنائے اس سے روکنا چاہیے کیونکہ یہ بندہ کے پاس اللہ عزوجل کی امانت ہے اور یہی وہ سواری ہے جس پر اس کو سیر کرنا ہے۔ اس لیے اس پر ظلم کرنا گویا غیر پر ظلم کرنا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ کیونکہ اپنے نفس کے قاتل کی نسبت خلود کا حکم آیا ہے اور غیر کے قاتل کی نسبت نہیں آیا ہے۔ اور وہ اکسیر جو چیزوں کو کھرا سونا بنا دیتی ہے۔ خلوص کے ساتھ ذکر کی کثرت ہے۔

مراقبہ کے اثرات

ان کا قول ہے کہ اللہ عزوجل کا مراقبہ (ہمہ دم آنکھوں میں رکھنا) ہر سعادت کی کنجی ہے اور یہی راحت کی مختصر راہ ہے۔ اسی سے قلب پاک و صاف نفس پژمردہ اور اُنس زور آور ہوتا ہے۔ تب عشق آتا اور صدق حاصل ہوتا ہے۔ اور وہی نگہبان ہے جو نہیں سوتا اور وہ قیوم ہے جو غافل نہیں ہوتا۔

نفس کُشی کی ضرورت

اور ان کا قول ہے کہ ہر بندہ پر واجب ہے کہ جو چیز نفس کو رنجیدہ کرے اور بُری معلوم ہو کسی میں اس کو ڈالے تاکہ نفس اس کا مطیع ہو جائے۔ کیونکہ یہی تو وہ گھاٹی ہے جس میں گھسنے کی غلامی اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے سر منڈھی ہے۔ اور بندہ اور اس کے آقا کے بیچ میں نفس ہی حجاب ہے۔ اور جب تک اس میں حرکت ہے وقت صاف نہیں ہوتا اور جب تک اس میں خطرات ہیں ذکر بے کدورت نہیں ہوتا۔ اور نفس کے ہی باقی رہنے نے علماء پر تعلیم کے خلوص کو دشوار بنا رکھا ہے۔ کیونکہ جب دل پر نفس غالب ہو گیا تو دل کو اس نے اپنا قیدی بنا لیا اور اسی کی حکومت ہو گئی۔ پس اگر نفس جنبش میں آئے گا تو دل بھی اس کی وجہ سے جنبش میں آ جائے گا۔ اور اگر نفس کو سکون ہوگا تو اس کے باعث دل کو بھی سکون ہوگا۔ اور نفس کے وجود کی صورت میں کبھی حبِ دنیا و حُبِ ریاست بندہ کے دل سے نہیں جاتی ہے۔ پس نفس کے غلبہ کی حالت میں کیونکر کوئی عاقل اپنے اور اللہ عزوجل کے مابین کسی حال کا دعویٰ کر سکتا ہے یا کیونکر کسی عابد کے لئے اپنی عبادت میں خلوص نصیب ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ نفس کی آفتوں کو نہیں جانتا۔ ہوا و ہوس اس کی روح ہے شیطان اس کا خادم ہے شرک کا خمیر اس کی طبیعت میں ہے حق سے جھگڑنا اور اس پر اعتراض کرنا اس کی جبلت میں ہے۔ موز طبی اور کبر و ادعا کے نتائج اور قلت احترام اس کی ہمت ہے۔ شہرت اور نام و نمود کی محبت اس کی حیات ہے۔ اور اس کی آفتوں کی تعداد بہت ہے۔ اور نفس ہی وہ چیز ہے جو چاہتا ہے کہ جس طرح اس کا آقا پوجا جاتا ہے وہ بھی پوجا جائے اور جیسی اس کے مالک کی تعظیم ہوتی ہے ویسی ہی تعظیم اس کی بھی ہو۔ ایسی صورت میں اس کے رہتے ہوئے اور اس سے صلح کی حالت میں بندہ اپنے آقا سے کیونکر قریب ہو سکتا ہے۔ اور جس نے اس پر شفقت کی اس کو کبھی فلاح نہ ہوگی۔ اس لیے خلوص والے پر واجب ہے کہ نفس جن چیزوں کو بُری سمجھے انہیں کو بھلے لگائے اور جن چیزوں کی طرف مائل ہو انہیں کو دور باش کہے اور اس بارہ میں جو لوگ اس کی مذمت کریں اس کو قبول کرے اور جو لوگ اس کی مدحت کریں ان سے کہے کہ جس چیز کو تم سراہتے ہو وہ آنکھ سے اوجھل ہے اور ہر دم اپنے نفس سے کہتا رہے کہ خدا تیری مراد بر نہ لائے اور تجھے تیرے مقصد سے دور رکھے کیونکہ ہم اس زمین سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جس میں نفس کی تر و تازگی پیدا ہو۔ کیونکہ جس نے نفس کی تازگی پر نگاہ کی اور نفس کی

کچھ قدر کی یا یہ سمجھا کہ ہستی میں اُس کے نفس سے زیادہ ذلیل بھی کوئی چیز ہے۔ اس نے اپنے نفس کو نہیں پہچانا پھر وہ کیونکہ اس کو پاک وصاف سمجھتا یا اُس کے لئے غصہ کرتا یا اس کی خاطر سے کسی مسلمان کو ستاتا ہے اُس سے تو اسی طرح بچنا چاہیئے جس طرح زہر سے۔ اور جب تک یہ نفس قلب کے رُخ پر رہے گا۔ کوئی نیکی قلب تک نہیں پہنچے گی۔ کیونکہ وہ اس کے منہ پر سپر ہے اور جوں جوں وہ قلب پر قوت حاصل کرتا جائے گا ووں ووں اس کی برائی بڑھتی اور بھلائی گھٹتی جائے گی اور جب تک اُس کا قطرہ بھی باقی رہے گا شیطان اُس سے کنارہ نہ ہوگا اور بُرے خطرات اس سے موقوف نہ ہوں گے۔

تدریجی اصلاح

ان کا قول ہے کہ سالک پر واجب ہے کہ یکدم اپنے نفس کے مقابلہ میں مشغول نہ ہو جائے کیونکہ جو شخص اس کے مقابلہ میں مشغول ہوتا ہے اُس کو وہ روک دیتا ہے جیسا کہ اس شخص پر جو اس کی باگ بالکل چھوڑ دیتا ہے سوار ہو جاتا ہے۔ بلکہ اُس کو اس طرح پر دھوکہ دے کہ ایک بات اس کے آرام کی کرے اور ایک نہ کرے پھر اس سے کم پر اس کو لے آئے اور جو شخص اُس کا مقابلہ کرتا اور اس کا دشمن بن جاتا ہے۔ اُس کو وہ دوسرے کاموں کی فرصت نہیں دیتا اور جو اس کو دھوکا دے کر پکڑتا اور اس کی خواہش کی پیروی نہیں کرتا ہے اس کا تابع ہو جاتا ہے۔ اور ان کا قول ہے کہ جب نفس کسی مرید پر اپنے حال کو صاف ظاہر نہ ہونے دے اور ترک دنیا اور اس امر کا ادعا کرے کہ اس کا عمل۔ علم وتعلیم خالص اللہ ہی کے لیے ہے تو اُس پر واجب ہے کہ اپنے آپ کو دھوکا نہ دینے والی ترازو پر تولے اور فریب نہ دینے والی کسوٹی پر کسے اور ستائش کے بعد نکوہش قبول کے بعد رد متوجہ ہونے کے بعد منہ پھیر لینا عزت کے بعد ذلت اور تعظیم کے بعد اہانت ہے پس اگر ان باتوں کے وقت اپنے آپ میں تغیر وکبیدگی پائے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اُس میں ابھی نفس باقی ہے۔ اس کے لئے مجاہدہ کرنا واجب ہے اور ڈھیل ڈال دینا جائز نہیں ہے۔ اور تغیر کے وقت اُس کو جان لینا چاہیئے کہ وہ اپنے نفس کے ساتھ کھڑا رہے اس کا بوجھ والا اور اُس کی آفتوں کے حاصل ہونے میں اُس کی مدد کرنے والا ہے اور جس شخص کا حال یہ ہو وہ اللہ عزوجل سے دور ہے۔

خدا سے فریاد

ان کا قول ہے کہ مرید جب اپنے نفس کا مجاہدہ چھوڑ دے اور اُس میں جذب نہ پیدا ہو اور اس کے اخلاق ایسے پائدار ہو گئے ہوں کہ ان کے پنجہ سے چھوٹ نہیں سکتا ہو بلکہ وہ گویا اُسی بنیاد پر روزانہ عمارت بناتا جاتا ہو اور ہر لحظہ اُس کو مستحکم کر رہا ہو۔ یہاں تک کہ اپنی بیماری و حسرت میں مر جائے کیونکہ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ جس کے نفس میں عزت وشہرت کی محبت چھپی ہو اس کا نفس رہائی پائے اس پر واجب ہے کہ اپنے رب عزوجل سے فریاد کرے اُس کے سامنے سر نہوڑاتے اس سے معذرت کرے اور ہر قسم کے دعوے سے خموشی اختیار کرے۔ اور ان کا قول ہے کہ جس شخص کا کوئی ایسا دشمن باقی رہ جائے جس کی نسبت اس کو خوف ہو کہ اس کی مصیبت سے خوش ہوگا اُس کو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ اُس میں نفسانیت اور اُس کے دل میں دنیا کی محبت باقی ہے۔ اور ان کا قول ہے کہ جس شخص سے خلق منہ پھیرے اور اس سبب سے بال بھر بھی اُس میں تغیر واقع ہو وہ انھیں لوگوں کے پاس

ٹھیرا ہوا اپنے پروردگار عزوجل کے ساتھ شرک کرنے والا ہے اور جس شخص کو ہر بیماری توڑ دے اور اس سے اُس میں بال بھر بھی تغیر آئے وہ اپنے نفس کے پاس ٹھیرا ہوا ہے اور اپنے پروردگار سے حجاب میں ہے اور جو شخص ذلت کی حالت میں متغیر ہو اور ویسا نہ رہے جیسا عزت کی حالت میں تھا وہ دنیا کا دلدادہ اور اپنے پروردگار سے دور ہے۔ اور ان کا قول ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دلوں کو غافل کرے وہ دنیا ہے اور جو چیز دلوں کو اس کی طلب سے روکے وہ دنیا ہے اور جو چیز دل میں غم لائے وہ دنیا ہے۔

بھائی کو ہدایت نامہ انھوں نے اپنے کسی بھائی کو یہ خط لکھا تھا۔ یا اخی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ کے بعد مدعا یہ ہے کہ آپ نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ میں آپ کے لئے دعا کروں۔ اگرچہ کہاں یہ بندہ کمترین اور کہاں اجابتِ دعا۔ تاہم بہ نظر بجا آوری حکم ہم آپ کے لئے دعا کرتے اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنا ذکر تمھارے دل میں ڈال دے اور اپنے شکر اور اپنے حکم کی رضامندی تم کو القا کرے اور اپنی توفیق اور اپنی مدد سے تم کو خالی نہ رکھے اور تم کو تمھارے نفس یا اپنی کسی مخلوق پر چھوڑ نہ دے۔ اور تم کو اُن لوگوں میں سے بنائے جنھوں نے اپنے عہد کو پورا کیا اور اپنے قول و فعل میں خلوص برتا اور تم ایسے لوگوں میں سے بنائے جنھوں نے اللہ عزوجل کو چاہا اور خلوص و ادب کے ساتھ اُس کی جستجو میں کوشش کی اور متابعت و تصدیق کے ذریعہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاہا اور اچھے کاموں اور اذیتوں کی برداشت اور ایذا رسانیوں کے ترک سے آخرت کو چاہا۔ اور تم کو اُن لوگوں میں سے بنائے جو اللہ کے ذکر کی مواظبت رکھنے والے اللہ تعالیٰ کے ڈر سے کانپنے والے اللہ عزوجل سے خلوص برتنے والے اللہ عزوجل کی توحید کرنے والے اللہ کو سچا سمجھنے والے اپنی جانوں پر اللہ تعالیٰ کو ترجیح دینے والے اور اپنے حقوق پر اُس کے حق کو مقدم رکھنے والے ہیں جن کے باطن کینہ سے اور دل اُس کے ماسوا سے پاک ہیں اور جنھوں نے اپنے آقا سے دین کے سوا کچھ نہیں مانگا اور جو نہ اپنے آپ کو کسی پر ترجیح دینے نہ کشاکش میں پڑنے نہ خصوصیت جتانے اور نہ اپنے مولیٰ کے سوا کچھ چاہتے ہیں اور نہ اُس کے غیر سے خوش ہوتے اور نہ اُس کے غیر کے چلے جانے سے غم کرتے ہیں۔

نیکوں کے اوصاف وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری امت پر شفقت کرتے اور ان سے نرمی کے ساتھ پیش آتے ہیں مسلمانوں کو نصیحت کرتے اور بُرا نہیں کہتے نرمی برتتے اور ان سے رکھائی نہیں کرتے ہیں۔ اور جس میں عیب ہے اس کے عیب سے چشم پوشی کرتے اور اس پر پردہ ڈالتے ہیں اور مسلمانوں کے چھپے عیبوں کے پیچھے نہیں پڑتے۔ جو لوگ کہ تمام حرکات و سکنات میں اللہ ہی کو پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ جن کا غصہ بغیر کینہ اور بغیر بدخواہی کے اللہ ہی کے لئے اور خوشنودی بغیر ہوا و ہوس کے اللہ ہی کے لئے ہوتی ہے۔ جو لوگ کہ اپنی بساط بھر حکم نہیں دیتے مگر انھیں باتوں کا جن کا شریعت نے حکم دیا ہے اور منع نہیں کرتے مگر انھیں چیزوں کو جن کو شریعت نے منع کیا ہے جن پر اللہ کے بارہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ جو لوگ کہ ظالم کے ظلم سے غضبناک ہوتے ظالم کو بُرا جانتے اور اُس کی تعظیم نہیں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے

ہیں کہ ظالموں کو بے بس کردے تاکہ وہ ظلم نہ کریں اور اللہ تعالیٰ اُن کو توبہ کی توفیق دے تاکہ توبہ کریں۔ جو لوگ کہ اللہ تعالیٰ کی اُتاری ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کہی ہوئی باتوں کا حکم دیتے ہیں۔ جو دنیا اور خلق سے بیزار اور ہمہ تن حق کی طرف توجہ کرنے والے ہیں۔ جو لوگ کہ اپنے مولیٰ کی ہر چیز اور ہر بات سے راضی ہیں اور اس کو اچھی ہی جانتے ہیں اور اپنی ہر چیز اور ہر بات سے وحشت کرتے اور اُس کو بُری ہی جانتے ہیں۔

مخلصوں کے اخلاق

اے اخی! تم کو اُن توحید کرنے والوں میں سے بنایا جن میں کچھ بھی شرک نہیں ہے۔ اُن تنزیہ کرنے والوں میں سے جن میں ذرا بھی تہمت نہیں ہے اُن تصدیق کرنے والوں میں سے جن میں مطلق شک نہیں ہے اُن ذکر کرنے والوں میں سے جن میں ہرگز فراموشی نہیں ہے اُن طالبوں میں سے جن میں ہرگز سستی نہیں ہے اُن پیروی کرنے والوں میں سے جن میں نام کو بدعت نہیں ہے اور اُن ایثار کرنے والوں میں سے جو اپنی جانوں پر مطلق شفقت نہیں کرتے۔ جو ایسے زاہد ہیں کہ ما سوئی کی طرف میلان رکھتے نہ کسی سے جھگڑتے ہیں۔ ایسے راضی و شاکر ہیں کہ اُن میں غصہ ہی نہیں ہے خلق پر ایسے مہربان ہیں کہ اُن میں سختی ہی نہیں ہے۔ اور ایسے ناصح ہیں کہ رعایت جانتے ہی نہیں۔ جن لوگوں سے خوف خدا کبھی جدا نہیں ہوتا اور جن کے عظمتِ ربُّ العزت ہمہ دم پیشِ نظر رہتی ہے اور جن کے دل میں کسی کیفیت یا خیال کا کوئی اندیشہ بھی نہیں گذرتا ہے۔

رضائے الٰہی کے مطالب

اے اخی! تم کو طاعت کی نگہداشت اور عادت کو ترک کرنے والوں میں سے بنائے جن کو اُن کے مولیٰ کے سوا کوئی چیز خوشنود نہیں کر سکتی اور جو اپنی جانوں اور اپنی روحوں کو اُس کے لئے خود خوشنود کرنے اور نہ اوروں کو خوشنود کرلے دیتے ہیں جو لوگ کہ کینہ و بغض نہیں رکھتے اور شارع کے نقش قدم پر چلتے اور اُنھیں کا اقتدار کرتے اور اُن کے سب صحابیوں پر رحمت بھیجتے اور قرابت والوں کو دوست رکھتے اور بزرگوں کی بزرگی کا اعتراف کرتے ہیں جو لوگ کہ مسلمانوں کو اپنی رائے واپنی نفسانی خواہش سے نہ بدعتی کہتے اور نہ بدکار قرار دیتے ہیں جو اللہ اور اُس کے فرشتوں اور اُس کی کتابوں اور اُس کے رسولوں اور روز قیامت پر ایمان لائے ہیں جن کے دلوں میں شفقت و رحمت کے سوا کچھ نہیں ہے جن کو دنیا کی آرائش خود پسندی میں مبتلا نہیں کرتی اور جو اس کے عزت دار کو عزت دار نہیں سمجھتے اور نہ اُس کے مال دار کو مال دار جانتے ہیں اور نہ اُس کے بادشاہ کو بادشاہ مانتے ہیں اور نہ اُس کے آرائش کرنے والے کو آسائش کرنے والا کہتے اور نہ اُس کے تندرست کو صحیح و سالم خیال کرتے ہیں۔

ایثار پسند حضرات

جو لوگ کہ ایسے شخص پر رحم کرتے ہیں جو دنیا کو تمام و کمال لئے بیٹھے ہیں کیونکہ اُس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ جو لوگ کہ اپنی ذات سے حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں اور اپنی ذات کے لئے مطالبہ نہیں کرتے جن کو مقررہ میعاد کے سبب سے غم لاحق نہیں ہوتا اور نہ کسی مخلوق سے ڈر لگتا ہے جن لوگوں نے اپنی صفات سے جدائی اختیار کی یہاں تک کہ اُن کا نام ونشان نہ رہا اور اپنے اخلاق کی نفی کی یہاں تک کہ وہ جاتے رہے اور اپنے نفس کی مخالفت کی یہاں تک کہ وہ معدوم ہو گیا۔ جو لوگ کہ اللہ عزوجل کو اُس کی

مخلوق کا محبوب بناتے اور اس کو اُس کی نعمتیں یاد دلاتے ہیں اور اُس کی مخلوق کو اُس کی طاعت پر آمادہ کر کے اور اُس کی نعمتوں کا اعتراف کرا کے اور تقصیر خدمت کی معذرت کرا کے اُس کا محبوب بناتے ہیں۔ جن کے ہاتھ لوگوں کے مالوں سے اور جن کے اعضا مسلمانوں کی ایذا دہی سے رُکے ہوئے ہیں اور مسلمانوں کو اُن کے ساتھ آرام ہے۔ اور جو لوگ کہ بُرائی کا بدلہ معافی و درگذر ہی سے کرتے ہیں۔ آمین اللّٰھم آمین دعا ختم ہوئی. واللہ اعلم۔

میں کہتا ہوں۔ کہ یہ رسالہ سرتا پا کملین کے اخلاق سے معمور ہے۔ اور میں نے اولیاء اللہ کے نزدیک ان سے اور سیدی احمد بن رفاعی رضی اللہ عنہا سے زیادہ وسیع الاخلاق کسی کو نہ دیکھا۔

(۲۸۷) شیخ عارف باللہ سیدی ابراہیم دسوقی قرشی رضی اللہ عنہ

یہ فقیروں کے بہت بڑے بزرگان صاحب خرقہ اور صدر نشینان مقربین میں سے تھے اور صاحب کرامات ظاہرہ و مقامات فاخرہ و سرائر ظاہرہ و بصائر باہرہ و احوال خارقہ و انفاس صادقہ و ہمم عالیہ و رتب سنیہ و مناظر بہیہ و اشارات نورانیہ و نفحات روحانیہ و اسرار ملکوتیہ و محاضرات قدسیہ تھے۔ ان کو معارف میں معراج اعلیٰ اور حقائق میں منہاج اسنیٰ درماہ لوش تر اور معالی میں طور رانع حاصل تھا۔ اور نہایات کے احوال میں ان کا قدم راسخ تھا اور موارد کے علوم میں ید بیضا دکھاتے تھے۔ اور تعریف نافذ در حقائق آیات کے متعلق کشف خارق اور معنی مشاہدات کے فتح مضاعف میں بہت بڑا دست رس رکھتے تھے۔ اور یہ اُن بزرگوں میں سے ایک تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی رحمت کے لئے خلعت وجود بخشا اور دنیا میں ظاہر کیا اور خاص و عام کے نزدیک کامل قبولیت عطا کی اور عالم پر تصرف کرنے والا بنایا اور احکام ولایت پر قدرت بخشی اور اعیان کو بدل دیا اور عادات کو خرق کیا اور غیب کی باتیں اُن سے کرائیں اور اُن کے ہاتھوں پر عجائبات ظاہر کئے اور شیر خوارگی میں اُن سے روزے رکھوائے۔

آپ کے ملفوظات اہل طریقت کی زبان میں ان کا کلام کثرت سے اور بہت بلند پایہ ہے۔ جن میں سے یہ ہے کہ جو شخص اپنی ہدایت میں سخت ریاضت نہ کرے گا اُس کے مرید کو فلاح نہ ہوگی کیونکہ اگر یہ سوئے گا اس کا مرید بھی سوئے گا اور اگر کھڑا ہوگا اس کا مرید بھی کھڑا ہوگا اور اگر لوگوں کو عبادت کا حکم دے گا اور خود لغویت میں رہے گا یا اُن کو مہلات سے توبہ کرنے کو کہے گا اور خود اُس کو کرے گا تو لوگ اس پر ہنسیں گے اور اُس کا کہا نہ مانیں گے اور جب ان سے کہا جاتا کہ ہمیں نصیحت کیجئے اور ارشاد دیجئے تو اکثر بعضوں کے ان دو نوں مقولوں کو تمثیلاً پڑھا کرتے تھے۔ شعر

پہلے عورت بنائے بی بی سی — دیکھیو تب برابری باندی

مصرع — بیمار کو بیمار سے کیا خاک شفا ہو

پیر کی اجازت سے کلام ان کا قول ہے کہ مرید پر واجب ہے کہ اپنے پیر کی اجازت کے بغیر کبھی کلام نہ کرے اگر اُس کا جسم حاضر ہو تو اجازت لے اور اگر غائب ہو تو قلب کے ذریعہ سے اجازت طلب کرے۔ اور اس کی پابندی اس وقت تک کرے کہ ترقی کر کے رب عزوجل کے ساتھ بھی یہی ادب

ملحوظ رکھنے کے مقام تک پہنچ جائے کیونکہ جب پیر دیکھے گا کہ مرید اُس کے ساتھ یہ مراعات برتتا ہے تو لطف آمیز شراب سے اُس کی تربیت کرے گا اور تربیت کے پانی سے اُس کو سیراب کرے گا اور سرِّ معنوی سے اُس کی نگہداشت کرے گا۔ اور اُس کی سعادت کا کیا کہنا ہے جو اپنے مُربّی کے ساتھ حسن ادب سے پیش آئے اور اُس کی شقاوت کا کیا پوچھنا ہے جو سوء ادب دکھلائے۔

خلوص کی اہمیت

کہا کرتے تھے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ سرائر (یعنی تہ دل) سے معاملہ کیا اس کو وہ اسرار وحضائر (ظاہر و باطن) پر اختیار دیدیتا ہے اور جس نے اپنی نگاہ میں غیر کا عکس نہ آنے دیا وہ التباس سے بچا رہا۔ آپ ہی کا قول ہے کہ جو شخص اپنے قلب کے ساتھ اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر رہنے کے باعث غائب رہا وہ قلب کے غائب رہنے کے زمانے میں مکلف نہیں ہے اور جب نکل کر عالم شہادت کی طرف آیا تو جو عبادت اُس سے فوت ہوئی ہے اُس کی قضا کرے۔ اور یہ مبتدیوں کا حال ہے اور کاملوں کا حال یہ ہے کہ ان پر یہ حکم جاری نہیں ہوتا بلکہ وہ فرائض وسنن کو ادا کرنے کے لئے لوٹا دیئے جاتے ہیں۔

شریعت کی پابندی

کہا کرتے تھے کہ جو شخص متشرع متحقق پاک صاف پارسا وشریف نہ ہو وہ میری اولاد میں سے نہیں ہے گو وہ میرا صلبی بیٹا ہی کیوں نہ ہو اور مریدوں میں سے جتنے لوگ شریعت حقیقت طریقت دیانت صیانت زہد وورع اور قلتِ طمع کے پابند ہوں وہی میری اولاد ہیں اگرچہ وہ دور دراز بلاد کے کیوں نہ ہوں؟ ایک مرتبہ ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں تو کہا کہ جو اللہ عزوجل چاہے۔ اور یہ کہا کرتے تھے کہ جتنے ٹھیرنے والے ہیں سب ٹھیرنے کی لذت کو نہیں جانتے اور نہ سب خدمت کرنے والے آدابِ خدمت کے واقف کار ہوتے ہیں اور اسی لئے بہت سے آدمی سخت ریاضتوں پر بھی قطع کردیئے گئے۔

خوفِ خدا

اور کہا کرتے تھے کہ اے میری اولاد میں تم کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر تم سے درخواست کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، کیونکہ تم چھریوں کی بکریاں یعنی کے دُنبے اور دانت کے حلوان ہو۔ وہ شخص جس کو بھوننے کے لئے تنور دہکایا جاچکا ہے اور اے وہ شخص جس کے لئے چھری تیز کی جاچکی ہے اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو آگ سے بچا۔ آپ ہی کا قول ہے کہ فقیر کامل نہیں ہوتا جب تک کہ سب لوگوں کا دوست رکھنے والا سب پر مہربانی کرنے والا اور سب کے عیبوں کا ڈھانکنے والا نہ ہو اور اگر اس کے خلاف ہو اور کمال کا دعویٰ کرتا ہو تو وہ جھوٹا ہے۔

نفرت سے پرہیز

کہا کرتے تھے کہ کسی فقیر کے نہ حال کو بُرا سمجھو نہ لباس کو اور نہ کھانے کو چاہے وہ کسی حال اور کسی جامہ میں ہو۔ بلکہ کسی کو بُرا نہ سمجھو مگر اسی صورت میں کہ ایسے ممنوع کا مرتکب ہو جس کی صراحت شریعت میں ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بُرا سمجھنے سے وحشت پیدا ہوتی ہے اور وحشت بندہ کو اُس کے پروردگار عزوجل سے منقطع کردینے کا سبب ہوتی ہے۔ کیونکہ آدمیوں میں سے کوئی خاص ہوتا ہے کوئی خاص الخاص، کوئی مبتدی کوئی منتہی کوئی متشبہ اور کوئی متحقق اور اللہ تعالیٰ بعض پر بعض کی وجہ سے رحم فرماتا ہے اور نہ زور آور کمزور کے ساتھ چل سکتا ہے اور نہ کمزور زور آور کے ساتھ اور فقراء بادل ہیں اور بادل کی حالت تلوار کیسی ہے۔ اس لئے جب فقیر تم میں سے کسی سے ہنس کر بولے تو اس سے ڈرو اور اس سے جب ملو تو آد

ہی سے ملو۔

شریعت اور حقیقت

ان کا قول ہے کہ شریعت جڑ ہے اور حقیقت شاخ۔ پس شریعت ہر علم مشروع کی جامع ہے اور حقیقت ہر علم خفی کی اور سارے مقامات انھیں دونوں کے اندر ہیں۔ اور ان کا قول ہے کہ مرید پر واجب ہے کہ علم میں سے وہی سیکھے جو فرض و نفل کے ادا کرنے کے لئے اُس پر واجب ہے اور فصاحت و بلاغت میں نہ پھنسے کیونکہ یہ اُس کو اُس کی مراد سے باز رکھیں گی بلکہ عمل میں صالحین کے آثار کی جستجو کرے اور ذکر کی مواظبت رکھے۔ اور ان کا مقولہ ہے کہ مردانِ خدا میں کوئی مرد ہے کوئی آدھا مرد، کوئی چوتھائی مرد کوئی پورا مرد کوئی بالغ کوئی نمو لگ اور کوئی واصل۔ اور ان کا قول ہے کہ خواص کی توبہ کل ماسوی اللہ کا محو کر دینا ہے اور اپنے جس قول و فعل پر مطلع ہوتے ہیں اُس کی نسبت یہ توبہ کرتے ہیں کہ ان کے باطن میں یہ نہ کھٹکے کہ یہ میرا ہے یا یہ وہم بھی نہ گزرے کہ یہ میں پایا جاتا ہے اور وہ "میں" کہنے سے ڈرتے ہیں۔ پس وہ خطرات کی نگہداشت کرتے ہیں۔

عزم اور جزم

کہا کرتے تھے کہ اے مرید! ہمتِ عزم اور تمنتِ جزم کو جمع کرتا کہ راستہ کو یافت سے نہ کہ دریافت سے پہچانے۔ پس جس مقام میں تو ٹھہر جائے گا وہی تیری روک ہو گا بلکہ جو شے تجھ کو تیرے مولیٰ سے روکے اُسے چھوڑ دے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا سب چیزیں باطل ہیں۔ اور ان کا مقولہ ہے کہ روگردانی سے روگردانی پیدا ہوتی ہے۔ اور کہا کرتے تھے کہ اے میرے بچے! لغو بات سے مجھے معاف رکھ اور اپنے قالب سے مجرد ہو کر قلب کا ہو رہ۔ اور کہا کرتے تھے کہ بھائی! اس دعوے سے بچے ہو کر تمھارا کوئی معاملہ خالص یا کوئی حال ہے اور جان لو کہ اگر تم نے روزے رکھے تو اُسی نے تم سے روزے رکھوائے اور اگر تم نے قیام کیا تو اُسی نے تم سے قیام کرایا اور اگر تم نے کوئی کام کیا تو اُسی نے تم کو کام میں لگایا اور اگر تم نے دیکھا تو اُسی نے تم کو دکھلایا اور اگر تم نے اس نرقہ کی شراب پی تو اُسی نے تم کو پلائی اور اگر تم گناہوں سے بچے تو اُسی نے تم کو بچایا اور اگر تم نے ترقی کی تو اُسی نے تم کو منزل پر پہنچایا اور اگر تم پہنچے تو اُسی نے تم کو پہنچایا اور بیچ میں اس کے سوا تمھارے لئے کچھ نہیں ہے کہ تم اپنے گنہگار ہونے کا اعتراف کرو ایک نیکی بھی تمھاری نہیں ہے اور یہی صحیح ہے پھر تمھاری نیکی کہاں سے آئی اُسی نے تم پر احسان کیا اور وہی تم میں حکمران ہے چاہے مقبول بنائے اور چاہے مردود۔ اور ان کا قول ہے کہ قلب کی اولاد صلب کی اولاد سے بہتر ہے اسی لئے صلبی اولاد کو میراث میں سے ظاہری ترکہ ملتا ہے اور قلبی اولاد کو اسرار میں سے باطنی حصہ۔ اور ان کا قول ہے کہ جو شخص دارِ فردانیت میں داخل کیا گیا اور جلال و عظمت اُس پر کھول دی گئی وہ بغیر اپنے رہ جاتا ہے اور اس وقت وہ کچھ زمانہ تک خالی رہتا ہے۔ بعدہ وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت و بیدگی میں لوٹ آتا ہے عام اس سے کہ وہ حاضر ہو یا غائب اور اس کا کوئی حصہ نہ کرامات میں باقی رہتا ہے نہ کلام میں اور نہ نفسانی نظام میں اور عبودیت محضہ کے لئے خالص کر لیا جاتا ہے۔

معرفت کا کلام

کہا کرتے تھے کہ عطیہ والے بہت ہیں اور اس زمانہ کے لوگوں میں ہماہمی کے سوا کچھ نہیں رہا ہے وہ یا تو صفات کے معنی پوچھتے ہیں یا اسماء کے یا حروف مقطعات کے اور مبتدی

کو ان باتوں کا پوچھنا سزاوار نہیں ہے اور جو صاحب تمکین ہے اُس کو جائز ہے کہ جو شخص اس کا اہل ہو اس پر ان باتوں کو روشن کر دے کیونکہ ان چیزوں کے علم کا رستہ کشف کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ اور جو شخص لوگوں کے کلام یاد کرنے یا حقائق کو اور طریقت میں گفتگو کرنے والوں کی باتوں کو جمع کرنے میں مشغول ہو وہ دوسری عمر کہاں سے لائے گا جس میں فانی عمر سے فارغ ہو کر باقی عمر کی طرف جائے گا۔ وہ لوگ تو عاشق تھے اور اُن میں سے ہر شخص اپنے عشق کی زبان اور اپنے مودتِ عرفان سے باتیں کرتا ہے اس لئے وہ ایسا کلام ہے جس کی کوئی حد نہیں ہے اور ایسا دریا ہے جس میں بہت سے لوگ ڈوب گئے اور کوئی اُس کی تہ تک نہ پہنچا اور نہ اُس کے ساحل تک اور عارف جو اوروں کا کلام بیان کرتا ہے تو وہ اپنے آپ کو چھپاتے اور جس کو چھپا نہیں سکتا ہے اُس کو مجبوراً ظاہر کرنے کے لئے کرتا ہے آہ آہ۔ اور خدائے پاک گواہ ہے کہ میں جب کبھی کوئی بات زبان سے نکالتا یا حوالہ قلم کرتا ہوں تو صرف یہی چاہتا ہوں کہ لوگوں کی مشغولی یا کسی غامض معنی کے سمجھنے کا ذریعہ ہو اور کچھ نہیں کیونکہ خلوص اکثر آدمیوں سے چلا گیا۔

طریقہ معرفت

ان کا قول ہے کہ علم توحید و تفسیر میں سارے کلام کرنے والوں معتبروں اور نالوں میں سے کوئی بھی قرآن عظیم کے حروف میں سے ایک حرف کے معنٰی کی معرفت کو دریافت کرکے کنہہ کی شناخت کے عشرِ عشیر تک نہیں پہنچا ہے۔ اور کہا کرتے تھے کہ طریقت کی ابتدا نفس تلف ضیق اور حظ سے باہر نکل آنا ہے۔ کیونکہ فلاح نجاح صلاح ہدیٰ اور ارباح صرف اُسی کے لئے ہیں جو حظ کو چھوڑ دیتا اور تکلیف دہی کے مقابلہ میں برداشت اور بھلی سے کام لیتا ہے اور اپنے خُلق کو وسیع کرتا ہے اور فقیر کے نہ ہاتھ ہوتے ہیں نہ زبان ہوتی ہے نہ کلام ہوتا ہے نہ دور باش ہوتی ہے۔ نہ ڈانٹ ہوتی ہے اور نہ کوئی بُرا فعل ہوتا ہے اور اُس کو اُس کے معشوق سے نہ کوئی پھیرنے والا پھیر سکتا ہے اور نہ تلواریں روک سکتی ہیں اور ان کا قول ہے کہ حرام کا کھانا عمل کو روک دیتا اور دین کو کمزور بنا دیتا ہے اور قول حرام مُبتدی کے عمل کو بگاڑ دیتا ہے اور حرام کھانا عامل کے عمل کو خراب کر دیتا ہے اور دنیا داروں کے ساتھ میل جول دانائی و بینائی میں تاریکی پیدا کرتا ہے اور کہا کرتے تھے کہ اللہ عزوجل اپنے بندوں میں سے اُسی کو دوست رکھتا ہے۔ جو سب سے زیادہ اُس سے ڈرنے والا اور سب سے زیادہ دل، شرم گاہ، زبان اور ہاتھ کو پاک رکھنے والا اور سب سے زیادہ پارسا سب سے زیادہ درگذر کرنے والا سب سے زیادہ فیاض سب سے زیادہ ذکر کرنے والا اور سب سے زیادہ فراخ دل ہوتا ہے اور ان کا مقولہ ہے کہ جو حضور میں رہے گا وہ دنیا و آخرت کو دیکھے گا اور کہا کرتے تھے کہ دیکھو جھوٹے دعووں سے بچتے رہو کیونکہ ان سے روسیاہی حاصل ہوتی ہے اور دل کی بینائی چلی جاتی ہے۔ اور خبردار عورتوں کی دوستی اور اُن کو بے محابا دیکھنے اور شاہدانِ مجازی کا ذکر کرنے اور راستہ میں نوجوانوں کے ساتھ چلنے سے بچتے رہو۔ کیونکہ یہ سب نفسانیتیں اور شہوتیں ہیں اور جس نے خرقہ صوفیہ کے طریقہ میں کوئی ایسی نئی بات نکالی جو اس میں نہیں ہے۔ وہ نہ ہم میں سے ہے اور نہ ہم اُن میں سے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَمَا آتَاکُم[۱]

---

[۱] پارہ ۲۸۔ رکوع ۴۔ سورۂ حشر۔

الرَّسُولُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ؕ (جو چیز پیغمبر تم کو دے دیا کریں وہ تو لے لیا کرو اور جس سے تم کو منع کریں دست کش رہو) یہ عجمی سریانی عبرانی زنگی اور پرندہ وچرندہ سب کی زبانیں بولتے تھے[1]

صحابہ کرام کے مجاہدات ان کا قول ہے کہ عمل کو ہاتھ سے نہ دو اور اس سے بچتے رہو کہ طریقت میں لطافت لسانی دکھلاؤ اور اہل طریقت کے اخلاق نہ اختیار کرو نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھوکے رہتے۔ یہاں تک کہ پیٹ پر پتھر باندھتے تھے اور اس قدر قیام فرماتے تھے کہ پائے مبارک سوج جاتے تھے بعدہٗ بڑے بڑے صحابہ نے اسی میں آپ کی پیروی کی چنانچہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب سانس لیتے تھے تو جگر بریاں کی بو آتی تھی اور انہوں نے اپنا سارا مال خدا کی راہ میں دیدیا اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اس قدر ریاضت کرتے اور تکلیف سہتے تھے کہ اپنی گدڑی میں چمڑے کے پیوند لگاتے اور سر میں نہایت موٹے اور کھردرے کپڑے کا ٹکڑا لپیٹتے تھے۔ اور عثمان رضی اللہ عنہ ہر رات کو کھڑے کھڑے ایک قرآن ختم کرتے تھے اور علی رضی اللہ عنہ بڑے زاہد اور مجاہدہ کرنے والوں میں سے تھے۔ اور اکثر بلاد اسلام انہیں خواص صحابہ کے فتح کئے ہوئے ہیں باوصف اس کے کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب تھا۔ اُن کے اعمال ایسے تھے اور اُن کی ریاضت و زہد و گرسنگی ایسی تھی۔ اس لئے حقیقت و شریعت کو محکم کرو اور اگر چاہتے ہو کہ تمہارا اقتدا کیا جائے تو تفریط کو راہ نہ دو اور حقیقت کا نام صرف اسی لئے حقیقت رکھا گیا ہے کہ معاملات کو اعمال سے محقق کرتی اور دریائے شریعت سے حقائق کے جواہر نکالتی ہے۔

اخلاق اولیاء اُن کا قول ہے کہ جب تک تمہاری زبان حرام چکھتی رہے گی اُس وقت تک اس کی طمع نہ رکھو کہ تم حکمتوں و معرفتوں کا کچھ بھی مزہ چکھو گے۔ اور ان کا مقولہ ہے کہ آنکھ میں جو قوت بینائی ہے اُس کی بھی ایک بینائی ہے اور قلب کی بھی ایک زبان ہے۔ جس کا سمجھنا دقت طلب ہے اور کہا کرتے تھے کہ اُس کو دوست رکھو تو آسمان و زمین والے تم کو دوست رکھیں گے اور اُس کی اطاعت کرو تو جن و انس تمہاری اطاعت کریں گے اور تمہارے لئے دریا خشک ہو جائے گا اور ہوا تمہاری فرماں بردار ہو جائے گی اور اے میرے بچو! ولیوں کے اخلاق اختیار کرو تاکہ تم کو سعادت حاصل ہو اور اگر تم خلافت کا پرچہ حاصل کرو اور جو شخص تم سے جھگڑے اُس سے کہتے پھرو کہ دیکھو میری پیری کی یہ سند ہے اور پیروں کے اخلاق تم میں نہ ہوں۔ تو وہ پرچہ کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ تو حظ نفس ہے تم اُس پرچہ کو پڑھو اور جو نصیحتیں اُس میں ہوں اُس پر عمل کرو تب تم کو فائدہ پہنچے گا اور برگزیدگی حاصل ہوگی اور اولیاء کے درجوں کا ترنا بعد قرن اور نسلاً نسل آخر دنیا تک یہی راستہ ہے۔

مریدوں کے لئے ہدایات جب مرید فصاحت و بلاغت میں مشغول ہوا تو طریقت اُس سے رخصت ہوئی

---

[1] مصنف نے اس مقام پر حضرت کے تین خطبوں کے نام کے نقل کئے ہیں جن میں سے ہر ایک کی ابتدا تو عربی عبارت سے ہے۔ لیکن بعد کو وہ زبان ہے جس کا سمجھنا محال عادی ہے اس لئے اُن کو چھوڑ دیا گیا۔ ۱۲ مترجم

اور جو اُس میں مشغول ہوا وہ الگ کر دیا گیا۔ اور مرید کے لئے نیکو کاروں کی حکایات وصفات کا مطالعہ اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے مگر اُسی وقت تک کہ اس طریق میں اُنھیں پر قناعت نہ کرے اور سارا علم دو باتوں میں جمع کر دیا گیا ہے اور وہ یہ کہ عبودیت کو پہچانے اور اُس کو پوجے پس جس نے یہ کر لیا اُس نے شریعت وحقیقت کو پالیا اور اس سے علماء کا بیکار قرار دینا لازم نہیں آتا بلکہ علم عمل سے پیدا ہوتا ہے اور میں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے کہا ہے۔ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ (جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جائے پڑھ لیا کرو) اور ہر فرقہ کی ایک راہ ہوا کرتی ہے ورنہ کبھی اللہ تعالیٰ ایک ہی شخص میں اس قدر علم وعمل جمع کر دیتا ہے۔ کہ لوگوں کو کل فوائد بتاتا ہے۔ پس شریعت درخت ہے اور حقیقت ثمرہ۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف کی راہ جیڑوں کو نیست ونابود اور جگر کو پاش پاش کر دیتی جسموں کو لاغر بناتی۔ نیند کو اُڑاتی قلب کو بیمار کر دیتی اور دل کو گُھلا دیتی ہے مگر جب پردہ اُٹھ جاتا ہے تو خطاب سنتا اور لوح محفوظ میں رموز کو پڑھتا اور دقیق معنوں پر مطلع ہوتا اور رقیق جاموں میں شراب پیتا ہے۔ پس وہ اپنے قلب کے ساتھ رہتا ہے۔ بعدہٗ قلب نہیں بلکہ مُقلب کے ساتھ کیونکہ اللہ آدمی اور اس کے دل میں آڑے آجاتا ہے۔[2]

درجات سلوک پس جب سب سے باہر نکل جاتا ہے تو بغیر زبان کے وہ زبان آور ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ سخت ریاضتیں کرتا اور اعمال ظاہرہ بجالاتا ہے بعدہٗ اعمال باطنہ کی پابندی کرتا ہے اس کے بعد نہ حرکت رہتی ہے اور نہ کلام اور کھُسر پھُسر کے سوا وہ کچھ نہیں سنتا ہے۔ وہ تو بالکل بے حس ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ صفائی کی صفائی اور وفا کے وفا سے صاف ہو جاتا ہے اور اخلاص میں اخلاص کے لئے اخلاص کے اخلاص سے خالص ہو جاتا ہے۔ بعدہٗ وہ اُن باتوں سے جن سے ہم نشینی حاصل ہوتی ہے۔ تقرب ڈھونڈھتا ہے کیونکہ ہم نشینی کے دوسرے خاص آداب ہیں جن کو عارف ہی جانتے ہیں۔ اور جب عارف عرفان کے مقام میں کامل ہو جاتا ہے تو اللہ اُس کو علم بلا واسطہ کا وارث بناتا ہے اور جو علوم کہ الواح معانی میں لکھے ہوئے ہیں اُن کو وہ اخذ کرتا ہے۔ پس ان کے رموز کو سمجھتا اُن کے کنوز کو پہچانتا اُن کے طلسمات کو توڑتا اور اُن کے اسم ورسم کو جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُس کو اُن علوم پر مطلع فرماتا ہے۔ جو نقطوں میں ودیعت رکھے گئے ہیں اور اُن کو انکار کا اندیشہ نہ ہو تو وہ باتیں بیان کریں جن سے عقلیں دنگ ہو جاتیں اور اسی طرح عبارتوں کے اشارات میں سے اُن کی مغلق عبارتیں اور مختلف زبانیں ہوتی ہیں اور اسی طرح اُن کو حروف وقطع ووصل وہمزہ وشکل ونصب ورفع کے معانی میں غیر محدود باتیں حاصل ہوتی ہیں اور ان پر صرف وہی لوگ مطلع ہوتے ہیں اور علیٰ ہذا اُن کو ان چیزوں پر اطلاع ہوتی ہے جو درخت کی پتیوں اور پانی اور ہوا پر لکھا ہے اور جو کچھ خشکی وتری میں ہے اور جو کچھ آسمانی خیمہ کی گنبد کے صفحہ پر اور جو کچھ کہ جن وانس کی پیشانیوں پر لکھا ہوا ہے کہ دنیا وآخرت میں اُن کو یہ باتیں پیش آنے والی ہیں اور علیٰ ہذا اُن کو اُس چیز کی اطلاع ہوتی ہے جو بغیر

---

[1] پارہ ۲۹۔ رکوع ۱۴۔ سورہ مزمل۔
[2] اِنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ (پارہ ۹۔ رکوع ۱۷) کا یہ ترجمہ ہے۔ ۱۲

لکھے ہوئے سارے مافوق الفوق و ماتحت التحت میں لکھا ہوا ہے اور یہ اُس علیم کے لئے کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے۔ جس کو حکیم علیم سے علم ملتا ہو کیونکہ سر لدنی کی بخشش کا کچھ حال حضرت موسیٰ وحضرت خضر علیہما السلام کے قصہ میں ظاہر ہو چکا ہے۔

اولیاء کرام کی قسمیں

ان کا قول ہے کہ بعض اولیار ایسے ہوتے ہیں۔ جو نہ خطاب جانتے ہیں نہ جواب پس وہ پتھروں کی طرح اسرار کے امانت دار ہیں۔ زبان حال سے باتیں کرتے اور لبوں پر مہر سکوت رکھتے ہیں۔ اسرار غامضہ اُن کے پاس ودیعت رہتے ہیں اور دین مختلف طور کے ہیں اس لئے اولیاء اللہ میں سے کوئی عارف کوئی عاشق کوئی مشغوف۔ کوئی ذاکر کوئی مذکر کوئی معتبر کوئی گویا کوئی خاموش کوئی مستغرق کوئی صائم کوئی قائم کوئی نائم کوئی مفطر کوئی صائم صائن کوئی قائم دائم، کوئی نائم واصل، کوئی واصل بیدار کوئی واقفِ فراموش کار کوئی مدہوش سنت دوہبی کوئی گریہ وتبسم کنندہ کوئی گرفتارِ قبض کوئی خنداں کوئی خوف زدہ کوئی صاحبِ اختلاط کوئی پریشان کوئی حیران کوئی سرگردان کوئی چیخنے والا کوئی نوحہ کرنے والا کوئی اُس کی جمعیت وجمع سے صاحب جمعیت ہوتا ہے اور کوئی ان میں سے ایسا ہوتا ہے کہ جس وقت تحقیق کو پہنچتا ہے کپڑے پھاڑ ڈالتا اور توبہ کرتا اور اس پر حال غالب آجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بعض کی وجہ سے بعض پر رحم فرماتا ہے اور یہ کہا کرتے تھے کہ اے میری اولاد نہ ہے نصیب اُس کے جو اس حال کو پہنچے کہ بندوں کو اللہ تعالیٰ سے قریب کردے اور پھر اُن کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا رہے پس تم اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف بلانے والے بنو۔ اور کہا کرتے تھے کہ مرید کا راس المال محبت وتسلیم اور معاندت و مخالفت کی سپر کا ڈال دینا اور اپنے پیر کی مراد اور حکم کے تحت میں آرام لینا ہے۔ پس جب مرید میں ہر روز محبت وتسلیم کی زیادتی ہوگی تو وہ قطع کردیئے جانے سے بچا رہے گا۔ کیونکہ راستہ کے عوارض اور التفاتات واردات کی گھاٹیاں ہی مدد پہنچنے سے الگ کردیتی اور اصول سے روک دیتی ہیں۔

سالک کے اسرار ورموز

کہا کرتے تھے کہ اے میری اولاد! جب تم میں سے کوئی شخص اپنے مولیٰ سے عمدہ معاملہ نہ رکھتا ہو تو وہ اُن احوال میں نہ پڑے جن کو وہ نہیں جانتا کیونکہ اس فرقہ کے لوگ اُن حضرات کے موافق جن میں وہ داخل ہوتے ہیں کبھی تمزلق کی زبان سے گفتگو کرتے ہیں اور کبھی تحقیق کی زبان سے اور تم نے اے میرے بچے نہ اُن کے حال کا مزہ چکھا ہے نہ تمزلق میں مبتلا ہوئے اور نہ اُن کی حضرات میں داخل ہوئے ہو پھر تم کو کہاں سے یہ معلوم ہوا کہ وہ گمراہی پر ہیں۔ کیا اے بچے تم تیرنا نہ جاننے پر سمندر میں تیرنا چاہتے ہو پھر اگر تم ڈوب گئے تو جاہلیت کی موت مرے، کیونکہ تم نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا اور حق تعالیٰ نے اس کو تم پر حرام کیا ہے۔ بلکہ اے میرے بچے تم پر واجب ہے کہ اس فرقہ کی دعا چاہو اور ان کی برکتوں کی تلاش میں رہو اور یہ اُس حالت میں ہے کہ تم میں اُن کے عمل کی سکت نہ ہو اور اگر تم میں اس کی قدرت اور سکت ہو تو تم ہمیشہ کے لئے صاحب سعادت ہو اور اے میرے بچے! جان لے کہ اس فرقہ کے لوگ جب حضرات میں داخل ہوتے ہیں تو ان کی زبانیں مختلف ہوا کرتی ہیں اور ان کے اشارات وکلمات کچھ سمجھ میں آتے ہیں اور کچھ نہیں آتے اور یہی حال ان کے احوال کا بھی ہے کہ

بعض عبارت میں آسکتے ہیں اور بعض نہیں آسکتے اور علیٰ ہذا ان کے بعض اسرار ایسے ہیں کہ نہ کوئی سؤال و معبر اُن تک پہنچا ہے اور نہ کوئی مطلع و مفتکر کیونکہ ان کے اسرار اللہ تعالیٰ کے راز کی جگہیں ہیں اور جب لوگ اللہ تعالیٰ کے اُن اسرار کو سمجھنے سے عاجز ہیں جو خود اُن میں ہیں تو کیونکر اُن اسرار کو سمجھ سکتے ہیں جو اوروں میں ہیں اس لئے اے میرے بچے اس فرقہ کے معاملہ کے بارہ میں تجھکو اللہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا اور اُن کی نسبت حسن ظن ہی واجب ہے۔ کیونکہ اے میرے بچے میں تیرا ناصح ہوں اور جب تو اُس شخص پر جس کو اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے بہتان و زور سے تہمت لگائے گا اور جس کو اللہ تعالیٰ نے تقرب بخشا ہے اُس پر جرأت کر بیٹھے گا تو اللہ تعالیٰ تجھ سے دشمنی کرے گا اور عداوت رکھے گا پس تو اُس کے بعد کبھی فلاح نہ پائے گا گو تو ثقلین کی عبادت پر ہی کیوں نہ ہو۔

طریقۂ عارفاں کہا کرتے تھے کہ جس نے تڑکے اُٹھ اُٹھ کر قیام کیا اور اُس میں برابر مغفرت چاہتا رہا اُس کے لئے اللہ تعالیٰ نے انوار کو کھول دیا اور اُس کو نزدیکی کے خم سے شراب پلائی اور اُس کے دل میں معانی کے مہرو ماہ طلوع ہوتے اس لئے اے میرے روحانی بچے! جو میں نے تجھے بتایا ہے اُس پر عمل کر فلاح والوں میں سے ہو جائے گا۔ اور ان کا قول ہے کہ بہت سے ایسے ہیں جو اسم اعظم کی تلاوت کرتے مگر نہ اُس سے واقف ہیں اور نہ اُس کے معنی سمجھتے ہیں حالانکہ اولیاء جو درخت کو چھو دیتے اور اُس میں پھل لگتے ہیں تو اُسی کے ذریعہ سے اور چٹان سے جو پانی بہنے لگتا ہے تو اُسی کے ذریعہ سے اور وحشی جانور جو کسی ولی کے مسخر ہو جاتے ہیں تو اُسی سے اور کوئی ولی جو پانی مانگتا ہے اور وہ برسنے لگتا ہے تو اُسی سے اور مُردہ کو جو زندہ کرتے ہیں تو اُسی سے۔ اور ان کا قول ہے کہ آدمی اس راہ کا غوطہ زن نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے قلب اور اپنے سِرّ اور اپنے عمل اور اپنے غم و فکر اور ہر اُس چیز سے جس کا اُس کے دل میں اُس کے رب کے سوا خطرہ گزرے گریز نہ کرے۔ ہائے ہائے کاش کپڑوں پر سے پردہ اُٹھ جاتا اور اندھا اُس حرف کو دیکھتا جو نہ حرف ہے اور نہ ظرف اور جو چیز آنکھیں بند کرنے پر بھی پوشیدہ رہتی ہے وہ نظر آتی اور قفل کا قفل کھل جاتا اور گریبان کا تکمہ وا ہو جاتا واہ ان حضرت والے کے شوق کا کیا کہنا ہے۔ مگر شوق تو صرف اُسی کے لئے ہے جو دور ہوتا ہے۔

تزکیۂ نفس ان کا مقولہ ہے کہ جس شخص کے اعمال و اقوال اُس چیز کی یافت سے روکیں جس کو وہ چاہتا ہے وہ شخص مقام توحید سے اور مقام تفرید سے محجوب ہے اور ولی اپنے رب کی طرف جست نہیں کرتا جب تک کہ اُس کے ماسوا کے ساتھ وقوف کو ترک نہ کرے خواہ وہ کوئی مقام ہو یا کوئی درجہ ہو۔ اور کہا کرتے تھے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ اپنے رب کے پاس مجتمع ہو تو تم اپنے باطن اور اپنے ضمیر کو بدی و نیتِ بد اور اللہ عزوجل کی مخلوق میں سے کسی کی نسبت اپنے دل میں بُرائی کو جگہ دینے سے پاک و صاف کرو۔ اور کہا کرتے تھے کہ اے میرے بچو! دیکھو اپنے حق میں رخصتوں[1] کی بابت ابلیس کے فتوے سے بچتے رہو ایسا نہ ہو کہ

---

[1] لغت میں رخصت کے معنی آسانی و سہولت کے ہیں۔ اور شریعت میں اُس چیز کا نام ہے جو عوارض کے تعلق سے

(باقی اگلے صفحہ پر)

تم عزیمتوں[1] پر عمل کرنے کے بعد رخصتوں پر عمل کرو کیونکہ ابلیس رخصت شرع کی حجت میں تم کو گمراہی و سرکشی ہی کا حکم دیتا ہے خصوصًا جب کہ وہ تم کو کسی ممنوع میں پھنسا تاہے۔ اور اس کے بعد تم سے کہتا ہے کہ یہی تمھارے مقدر میں تھا بھلا تجھے اس میں کیا دخل ہے کیونکہ (اس صورت میں) تم بالکل ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور اے میرے بچے! جان لے کہ اللہ تعالیٰ نے تو تجھکو اپنے نبی ہی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا حکم دیا ہے اور جو چیز دنیا و آخرت میں تجھے اذیت دے اس سے منع ہی کر دیا ہے پھر تجھے کیا پڑی ہے جو اس کی مخالفت کرتا ہے۔

حقیقی اجازت نامہ

اے میرے بچے! اگر تم اُس پرچہ پر قناعت کرتے ہو جس کو تم اپنے گمان باطل میں اجازت نامہ و خلافت نامہ سمجھتے ہو تو سُن لو کہ تمھارا اجازت نامہ صرف تمھارا حسن سیرت اور اخلاص سیرت ہی ہے اور اجازت یافتہ کی شرط یہ ہے کہ سب لوگوں سے بڑھکر گناہوں سے دور رہے شدت سے قیام کرنے والا اور کثرت سے روزے رکھنے والا ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی مواظبت رکھنے والا ہو۔ کیونکہ غلام جس قدر خدمت کرتا ہے اُسی قدر اُس کا آقا اُس کو دوسرے غلاموں پر ترجیح دیتا ہے۔ پس حقیقی اجازت تو یہی ہے۔ لیکن جب تو نے دعوی تو کیا پیر ہونے کا، اور کی اپنے رب کی نافرمانی تو وہ تجھ سے کہے گا کہ تف ہے تجھ پر کیا۔ تجھے شرم نہیں آتی کہاں تو تجھے ہم سے قرب کا دعوے اور کہاں یہ حال کہ ہماری ہم نشینی کے لئے تو نے اپنے میلے کچیلے کپڑے بھی نہیں دھوئے۔ کتنے حرام کو تو اپنے پیٹ میں بھرے ہوتے ہے اور کتنے قدم تیرے گناہوں کی طرف پڑتے ہیں تو کس قدر ایسے وقتوں میں مست خواب رہتا ہے جب ہمارے احباب ایک پاؤں کھڑے رہتے ہیں تو جھوٹا مدعی ہے۔ بس جا یہاں سے ہوا ہو۔ اور ان کا مقولہ ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو ہمارے طریقہ میں مشہور کرتا اور اُس کا حق نہیں ادا کرتا اور ہمارے ساتھ ٹھٹھا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کا دشمن ہو جاتا ہے۔ اور ان کا مقولہ ہے کہ جس نے خیانت کی وہ مٹا اور جس نے ہمارے کلام سے نصیحت نہ حاصل کی وہ ہمارے رکاب میں نہ چلے اور نہ ہمارے پاس آئے اور ہم دوست نہیں رکھتے اپنی اولاد میں سے مگر اُسی کو جو جالاک بلیغ شمائل ہے اور اسی میں یہ صلاحیت ہے کہ صاحب راز بنایا جائے۔ پس اے میری اولاد میں تمھیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ میرے طریق کو بُرا نہ بناؤ اور نہ میری تحقیق کو بازیچہ سمجھو اور اُس میں جعل و فریب اور دعوکا نہ کرو اور خلوص برتو، خلاصی پاؤ گے۔ ہم نے تو تم کو دوست رکھا اور برگزیدہ بنایا ہے۔ اس لئے تم ہماری کدورت کا باعث نہ ہو اور کلام سے ہمارے طریق کو متہم نہ کرو اور جیسا ہم نے تمہاری تربیت و نصیحت کا حق ادا کیا ہے۔ اسی طرح تم سننے اور بات ماننے میں ہمارا حق ادا کرو۔ اور میں نے تم کو وہی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۴ سے آگے) مشروع ہو۔ یعنی جو چیز کسی عذر کی وجہ سے مباح کی گئی ہو حالانکہ اُس کے حرام ہونے پر دلیل موجود ہو۔ اور بعض کا قول ہے کہ جس کی بنا بندوں کے عذر پر ہو وہ رخصت ہے ۱۲ مترجم۔ از کتاب التعریف۔

[1] عزیمت کے لغوی معنی مضبوط ارادہ کے ہیں۔ اور شریعت میں اُس چیز کا نام ہے جو اصل مشروعات میں سے ہے اور عوارض سے متعلق نہیں ہے۔ اس لئے اس میں اور رخصت میں تقابل تضاد کی نسبت ہے ۱۲ مترجم

حکم دیا ہے جس کا حکم تم کو تمھارے رب نے دیا ہے۔ اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ میرا حکم نہیں ہے پس اگر تم نے عہد شکنی کی تو وہ خدا ہی کا عہد ہے اور اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم نے مجھ سے صرف کاغذ کے پرچے لئے ہیں تو ہم کو تمھاری حاجت نہیں ہے۔

مال سے روگردانی

کہا کرتے تھے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اس بات کی بیعت کی ہے کہ میں تمھارے مال کا جویا نہ ہوں گا اور نہ تمھاری میراث لوں گا اور تمھارے قبضہ کی چیز سے میں اپنے خرقہ کو میلا نہ کروں گا۔ اس لئے سنو اور اطاعت کرو اور مجھ سے اور میری جماعت کے اُن لوگوں سے جن کو میرے ساتھ خلوص ہے۔ اپنے مال کو محفوظ سمجھو اور میں اللہ تعالیٰ سے چاہتا ہوں کہ میری بقیہ اولاد کو اُن لوگوں کے ساتھ ملا دے جن کو میرے ساتھ خلوص ہے اور اُن کو ان کے جیسا کر دے۔ پس وہ اپنے بھائیوں پر شفقت اور اُن کو نصیحتیں کریں اور اُن کے مالوں سے کنارہ کش رہیں۔ اور ان کا قول ہے کہ جو شخص یہ گمان نہ رکھتا ہو کہ اس کی ہلاکی اُس کی طاعت میں ہے تو وہ ہلاک ہونے والا ہے۔ کیونکہ ہماری طاعت بھی اُس کے فضل واحسانات میں سے ہے اور بیچ میں ہمارا کچھ بھی نہیں ہے۔ اور کہا کرتے تھے کہ اے میرے بچو! "میں" کہنے سے بچو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ دعویٰ کرنے والوں کو نیچا دکھاتا ہے اور اگر تم ثقلین کے عمل پر بھی ہو گے تو نیچے اُتر و گے یا صاحبِ منزلت ہو گے تو گر پڑو گے۔ اور کہا کرتے تھے کہ واللہ اگر ہم کو گوشہ نشینی کی کوئی تدبیر ہاتھ آتی یا لوگوں کی نگاہوں سے الگ ہو جانے کی کوئی سبیل ہوتی تو ہم ضرور اُسی کو اختیار کرتے کیونکہ اس زمانہ میں قلب پریشان رہتا اور ہر وقت کلیجہ گھلا کرتا ہے۔ اس زمانہ کے لوگوں سے کہاں بھاگ کر جائیں اور کون سی جگہ پناہ لیں یہ وہ زمانہ ہے جس میں قیل وقال زیادہ ہے۔ مگر جس نے ہم کو اس زمانہ کے لوگوں کے ساتھ مبتلا کیا ہے۔ وہی اپنے حول وقوت سے ہماری تدبیر کرتا اور ہم کو مدد دیتا ہے۔

ضبطِ نفس

ان کا مقولہ ہے کہ جس نے اپنے نفس کے مناقشہ سے غفلت کی وہ برباد ہوا اور جس نے مناقشہ سے غفلت کی وہ برباد ہوا اور جس نے مناقشہ میں جلدی نہ کی وہ گھاٹے میں رہا۔ اور ان کا قول ہے کہ اللہ عزوجل فقیر کو کسی امر میں اسی لئے مبتلا فرماتا ہے کہ وہ اُس کو مردانِ خدا کی منزلوں تک پہنچانا چاہتا ہے پس اگر اُس نے صبر کیا غصہ کو دبایا بردباری کی۔ عفو سے کام لیا اور فیاضی برتی تو اُس کے درجے بلند ہوئے اور نہیں تو روکا اور نکال دیا گیا اور ان کا قول ہے کہ تم میں سے کوئی شخص جب کبھی اپنے رب عزوجل کی نافرمانی کرتا ہے اور وہ کمزور سے کمزور کیڑوں مکوڑوں کے پاس سے بھی گزرتا ہے تو وہ یہی چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انھیں قوت عطا فرمائے کہ وہ اُس کاٹ کھاویں۔ اس لئے کہ اُن کو جناب باری تعالیٰ کی نسبت غیرت آتی ہے اور جس چرندہ و پرندہ کے پاس اُس کا گزر ہوتا ہے۔ وہ اُس کے دیکھنے سے خدا کی پناہ چاہتا ہے اور جس پانی کے پاس جاتا ہے وہ یہی چاہتا ہے کہ یہ مجھے نہ پیئے اور جس ہوا کے پاس سے گذرتا ہے وہ اُس کے گزرنے کو بُرا جانتی ہے۔ اور کہا کرتے تھے کہ تم کیونکر یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمھاری کھیتی کو سرسبز کرے اور تمھارے مویشی میں دودھ دے۔ جس حال میں کہ تم امتِ محمدیہ میں سے کسی پر تلوار کھینچو اور اُن کے خون سے اپنے ہتھیاروں کو رنگین کرو۔

خلوص و عمل

ان کا قول ہے کہ جب فقیر اللہ تعالیٰ کی طرف رُخ کرنے میں سچّا ہوگا تو اُس کے لئے اضداد پلٹ جائیں گے۔ چنانچہ جو اُس سے بغض رکھتا تھا وہ اُس کو دوست رکھے گا اور جس نے اُس کو الگ کردیا تھا وہ اس کو ملالے گا اور جو اُس کو پسند نہیں کرتا تھا وہ اُس کی ستائش کرے گا اور اُس کو صرف گنہگار و منافق ہی بُرا سمجھے گا۔ اور ان کا قول ہے کہ اگر مرید کسی دن اپنا وظیفہ موقوف کردیتا ہے تو ضرور اللہ تعالیٰ اُس دن اُس سے اپنی مدد کو روک لیتا ہے۔ اور میرے بچو! جان لو کہ ہمارا یہ طریقہ تحقیق تصدیق، جہد عمل، پاک صاف رہنا، چشم پوشی کرنا اور ہاتھ شرم گاہ اور زبان کا پاک رکھنا ہے پس جس شخص کا کوئی فعل ان امور کے خلاف ہوگا وہ طوعاً و کرہاً اُس طریقہ سے دست بردار ہونے والا ہے۔ اور کہا کرتے تھے کہ اے قرآن یاد کرنے والے اُس کے یاد کرلینے پر نہ پھول جب تک کہ یہ نہ دیکھ لے کہ تو نے اُس پر عمل بھی کیا یا نہیں؟ کیونکہ اللہ عزوجل نے کہا ہے۔ مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا[1] اور جب تک کہ تم اُن سب باتوں پر جو اُس میں ہیں عمل نہ کروگے اور اُس میں ایک حرف بھی ایسا نہ رہے گا جو تمھارے خلاف میں گواہی دے اُس وقت تک تم گدھے ہونے سے خارج نہیں ہو سکتے۔

غفلت اور گناہوں کے اثرات

کہا کرتے تھے کہ اے میری اولاد! کتنی خود پسندی، کتنا لہو و بازی، کتنی گمراہی و ہوا پرستی، کتنا فریب و بیہودہ زندگی، کتنی بے وفائی، کتنا سہو کتنا نسیان، کتنی غفلت، کتنی لغزش، کتنے گناہ، کتنا جھوٹ اور کتنی سُستی!!! کہاں تک نصیحتیں سنوگے اور کان نہ دھروگے تو تم مردے ہی جیسے ہو۔ اور ان کا قول ہے کہ اگر حق تعالیٰ تمھارے دلوں پر سے مضبوط قفلوں کو ہٹالے تو جو کچھ عجائب اور حکمتیں اور معانی و علوم قرآن میں ہیں اُن پر ضرور تم مطلع ہوجاؤ اور اُس کے سوا کسی چیز کے دیکھنے کی تم کو حاجت نہ رہے۔ کیونکہ جو کچھ وجود کے صفحوں میں لکھا ہوا ہے۔ سب اُسی میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ[2]۔ اور اللہ تعالیٰ جس شخص کو اپنی کتاب کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔ اُس کو اُس کے ہر حرف کی تاویل اور اُس کی صفت کیا ہے اور جو حروف علوی سفلی عرش کرسی بادل پانی آسمان ہوا زمین اور تحت الثریٰ میں لکھے ہوتے ہیں سب بتا دیتا ہے۔

صحیح راستہ

ان کا قول ہے کہ جب شرائع و کتاب پر چلنے والا امر و نہی کے درمیان کھڑا رہے گا تو اُس کی کشائش حقیقی ہوگی۔ یہاں تک کہ ہر مشکل اُس سے دور ہوگی اور ہر طلسم اُس سے ٹوٹے گا اور ہر مبہم اُس کے ذریعہ سے پہچانا جائے گا۔ لیکن جب اُس کی کشائش کلام و ترتیب کی یاد اور مقامات

---

[1] اٹھائیسویں پارہ کا گیارھواں رکوع (سورہ جمعہ کی پانچویں آیت) جن لوگوں پر توریت لادی گئی پھر انھوں نے اُس کو انگیز نہ کیا اُن کی مثال گدھے کی سی مثال ہے جس پر کتابیں لدی ہیں۔ ۱۲۔

[2] دیکھو ساتویں پارہ کا دسواں رکوع (سورہ انعام کی اڑتیسویں آیت) ہم نے لوح محفوظ میں لکھنے سے کوئی چیز فروگذاشت نہیں کی۔ ۱۲۔

کا بیان ہو گی تو وہ کشائش نہیں ہے وہ تو اُس کے لئے ادراک کے ادراک اور علوم حق کے مشاہدہ سے حجاب ہے اور وصف بیان کرنے والا اُس شخص جیسا نہیں ہے جو پہچانتا اور یاد رکھتا اور عرفان کی زبان سے باتیں کرتا ہو۔ اور بہت سے ایسے ہیں جن پر ایسی عنایت ہوئی کہ مشاہدہ نصیب ہوا اور اس پر بھی اگر اُن سے مقامات کا حال پوچھا جائے تو وہ نہیں بتا سکتے۔ اور اپنی ساری اولاد سے میرا مقصود یہ ہے کہ وہ چکھنے والی ہو حال بیان کرنے والی نہ ہو اور وہ علوم کو سینہ بسفینہ سے نہیں بلکہ ربانی معدنوں سے لیں کیونکہ اس گروہ نے انھیں چیزوں کی نسبت گفتگو کی ہے جس کو اُس نے چکھا ہے اور اُن کے دل اللہ تعالیٰ کے عطیوں اور بخششوں سے مالامال تھے۔ پس اُن سے آبِ حیات کے قطرے ٹپکتے تھے جو اُن میں موجود تھا اس لئے اُن کے علوم کا چشمہ اصلی سرچشمہ کے اصلی چشمہ سے یعنی آبِ حیات کے جوہر سے نکلتا تھا۔ اور جو وصف بیان کرنے والا ہے وہ تو دوسرے سے نقل کرنے والے کا ناقل ہے اور اخلاق و فائدہ کے اعتبار سے اُس میں اس گروہ کے ذوق کا نقطہ و ذرہ بھی نہیں پایا جاتا اور اس کی نسبت منادی کی جاتی ہے کہ یہ وہ شخص ہے جس نے دھوکے کی جا یعنی دنیا میں پوست پر قناعت کر لی ہے۔ اور ہم نے ایسے مردانِ خدا دیکھے ہیں جن میں سے ہر شخص کو اس بات سے شرم آتی تھی کہ وہ ایسے مقام کا ذکر کرے جس میں وہ نہیں پہنچا ہے گو اُس کے بیان میں دفتر بھرے پڑے ہوں۔ پس اے میری ساری اولاد! جب تم سے کوئی شخص مثلاً تصوف کی نسبت سوال کرے یا معرفت و محبت کو پوچھے تو ہرگز اُس کو اپنی زبان قال سے جواب نہ دو جب تک کہ اُس کے نزدیک تمھارے معاملہ کا ویسا ہی خلوص آشکارا نہ ہو جائے جیسا اس گروہ کا آشکارا ہوا ہے۔ اور جب ایسا ہو تب تمھارا کلام امر حاصل شدہ و حاصل کردہ کی نسبت ہو گا۔ اور جب تم میں سے کوئی شخص اوامر دینیہ پر قائم اور عمل میں صاحبِ خلوص ہو گا، تب اُس کی زبان اُن فوائد کی ترجمان ہو گی جو اُس کے خلوص سے حاصل ہوئے ہیں۔ اور جو شخص راستی و خلوص کا دعوٰی کرے اور ادب و تواضع کا ثمرہ اُس میں نہ پایا جائے وہ جھوٹا ہے اور اُس کا عمل دکھانے اور سُنانے کو ہے جس کا ثمرہ تکبر خود پسندی نفاق و بُرا اخلاق ہی ہو گا خواہ وہ چاہے یا نہ چاہے۔

حقیقی تصوف ان کا قول ہے کہ تصوف صوف (موٹے بالوں کا کپڑا) پہننا نہیں ہے۔ صوف تو تصوف کا ایک شعار (معرکہ) ہے۔ کیونکہ تصوف کی باریکی کا بیان دقّت طلب ہے اور اُس کی ترقی کی رونق و تازگی آہستہ ہی آہستہ حاصل ہوتی ہے۔ پس جب صوفی تصوف معنوی کی حقیقت تک پہنچتا ہے تو کھردرا پہننے کو پسند نہیں کرتا کیونکہ وہ رعونت کے مقامات سے نکل کر لطافت کے مقامات میں پہنچا ہے اور اُس کا ظاہر محسوس اُس کے باطن اِلٰی کی طرف لوٹ آیا اور تفرقت کے بعد مجتمع ہوا ہے اور آتشِ احتراق کی چنگاری اُس میں ڈال دی گئی ہے۔ اس لئے پانی اُس کو جلانے لگا ہے اور برف و ژالہ اُس کی سوزش کو قوت دیتا ہے اور اُس کے ستر کے لطیف اور اُس کی کثافت کے زائل ہو جانے کے باعث باریک کرتہ اُس کی تاب نہیں لا سکتا۔ بخلاف مرید کے کہ وہ اپنی بدایت میں کھردرا کپڑا پہنتا اور کھردرا کھانا کھاتا ہے تاکہ اُس کا نفس مؤدب ہو اور اپنے مولیٰ کے آگے سر جھکائے اور اُس شخص میں اُن مقامات کی صلاحیت پیدا ہو جن میں وہ ترقی کرے گا پس جس قدر پردہ باریک ہوتا جائے گا اُسی قدر کپڑے بھاری معلوم ہوں گے۔

اور کہا کرتے تھے کہ اے میرے قلبی بچو! عزم کی ہمت کو جمع کرو تاکہ طریق کے معنی کو یافت سے نہ دریافت سے پہچانو اور جس مقام میں تم ٹھہر جاؤ گے وہ تم کو تمھارے مولیٰ سے حجاب میں رکھے گا اور جتنی چیزیں کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین اور اُس کی کتاب عزیز کے سوا ہیں سب باطل ہیں اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ آعراض سے اعراض پیدا ہوتا ہے۔

شراب معرفت

کہا کرتے تھے کہ اے میری قلبی اولاد! اپنے قالب سے مجبور ہو کر اپنے رب کی طرف آ اور جس چیز میں تجھے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ یعنی بحث و تکرار اور نقل و بیہودہ گفتار اُس میں مشغول رہنے کو ترک کرکے خموشی اختیار کر اور ارادہ کو مضبوط کرکے اس طریق کے گھوڑے پر سوار ہو اور اُس شراب کے پینے سے پہلے جو باطنی ہے خو... پرہیز کرے اور اُس شراب کے سوا جس میں محو اور سکر ہوتا ہے اور کوئی شراب نہ پی آہ آہ یہ طریق کس قدر شیریں ہے۔ کس قدر روشن ہے! کس قدر تلخ ہے! کیسا قاتل ہے! کیسا نمایاں ہے! کیسا جان بخش ہے! کیسا دشوار گذار ہے! کیسا تکلیف دہ ہے! کس کثرت سے اس کے پھندے ہیں! کیسی سخت اس کی گھاٹیاں ہیں! کیسے تعجب انگیز اس میں آنے والے ہیں! کیسا گہرا اس کا دلدل ہے! کس کثرت سے اس میں شیر ہیں! کس کثرت سے اس میں مدد پہنچتی ہے! کس کثرت سے اس میں سانپ اور بچھو ہیں! پس اے میری اولاد تمھیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ متفرق نہ ہو، ملے رہو اللہ تعالیٰ تم کو تمھارے پیر کی برکت سے بچائے رکھے گا۔

دیدارِ لیلیٰ کے حق دار

کہا کرتے تھے کہ تم کیونکر لیلیٰ کو چاہتے ہو تم تو رات دن اُس پر طعن کرنے والوں اُس کو بُرا کہنے والوں اُس کی بارگاہ کے حاضر باشوں کو بُرا سمجھنے والوں اور ان پر اعتراض کرنے والوں اور اُس کے معاہدوں میں خیانت کرنے والوں کے ساتھ ہو لیلیٰ تو اُسی کے سامنے آئے گی جس نے اُس کے لئے رسوائی اُٹھائی اور اس پر طعن کرنے والوں کی بات نہ مانی اور اس کی بارگاہ کے حاضر باشوں کو بُرا سمجھنے والوں کی بات نہ سُنی۔ اور لیلیٰ تو اُس سے محبت نہیں کرتی جو اُس کے سوا کسی اور سے دل لگاتے یا جس کے دل میں کسی اور کا خیال آئے۔ وہ تو اُسی کو دوست رکھتی ہے جو اُس کی شراب میں مگن بے غم بے خود غرق بیہوش اور بے سدھ ہو یہاں تک کہ اگر جن و انس مل کر بھی چاہیں کہ اُس کے قلب کو اُس کی طرف سے پھیر دیں اور جو پیمانِ وفا اُس نے لیلیٰ سے باندھا ہے اس کو تڑوا دیں تو عاجز رہیں۔ اب اے میری اولاد تم اپنے حال پر نظر دوڑاؤ۔ اور کہا کرتے تھے کہ اے میری قلبی اولاد! محال کے قائلوں اور بیہودہ بکنے والوں اور زبان درازوں کے ساتھ نہ بیٹھا کرو اور ایسے شخص کی ہم نشینی کرو جو اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو یہاں تک کہ لوگ اُس سے طریقت اخذ کرتے ہوں اور تمزیق نے اس کو لاغر کر دیا ہو اور کل دوست اُس سے بچھڑ گئے ہوں اور وہ سوکھ کر تاق ہو گیا ہو اور طریقت کی زہر آلود شراب کے پینے سے اس کا جسم گھُل گیا ہو اور اُس کی نیند اوروں کی عبادت سے افضل ہو کیونکہ وہ اپنے سونے کی حالت میں اپنے پروردگار کی بارگاہ میں رہتا ہے اور اکثر عبادت کرنے والے عبادت میں اپنے نفس کی معیت میں ہوتے ہیں۔

تصدیق و عمل

ان کا قول ہے کہ یہ گروہ جو کچھ دعویٰ کرے، اس کی تصدیق کو لازمی سمجھو کیونکہ تصدیق کرنے والے مراد کو پہنچتے ہیں اور ٹھٹھا کرنے والے نامراد رہتے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خواص بندوں کے دل میں ایسی بات ڈال دیتا ہے۔ جس پر نہ کسی مقرب فرشتہ کو اطلاع ہوتی ہے اور نہ کسی نبی مرسل کو اور نہ کسی بدل و صدیق و ولی کو۔ اور میں یہ اپنے دل سے نہیں کہتا یہ لوگ ان لوگوں کا کلام ہے جن کو اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔ اس لئے عاقل کو تسلیم کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے ورنہ خواص بندے اس سے ملیں گے اور نہ یہ ان سے ملے گا اور اُن کے فوائد سے محروم اور دونوں جہان میں گھاٹے میں رہے گا اور ان کا قول ہے کہ سچے مرید کی علامت یہ ہے کہ رات دن اور صبح و شام اس راہ میں چلتا ہے نہ لیٹے اور نہ آرام لے اور اُس کا راہوار گوشت سے خالی اور شجاعت سے بھرا ہوا ہو اور اُس کی ہمت نے اس کی سواری کو تھکا دیا اور بیمار بنا ڈالا ہو نہ کوئی قید اُس کی ہمت کو مقید کر سکتی ہو اور نہ کوئی ہلاکت اس کو ہیبت دلا سکتی ہو۔ نہ تلواروں کے وار اُس کو مبتلائے درد یا بیمار بنا سکتے ہوں اور نہ کوئی بدراہ شیطان یا سرکش دیو اس کا خیال ہٹا سکتے ہوں جو شخص اُس سے اُس کے معشوق کے بارے میں جھگڑے وہ منہ کی کھائے نہ آرام لے نہ سوتے اور نہ ہوش میں آئے بلکہ اس کا سارا وقت معشوق ہی کی دُھن میں صرف ہو۔ اس طور سے وہ چلا جائے۔ یہاں تک کہ لیلیٰ کے خیموں تک پہنچ جائے اور خیموں کی طنابوں پر اپنے گال رکھدے۔ اور جب احباب سے مرحبا کی آواز سنے تو ہوش میں آئے اور خوش ہو اور قاب قوسین سے یہ صدائیں سنے کہ یہاں پہنچ گیا تو آرام لے۔ کتنے دنوں سے تو جنگلوں بیابانوں پہاڑوں اور دریاؤں کو قطع کر رہا اور تاریکیوں اور آتشیں گھاٹیوں کو طے کر رہا تھا۔ اور کتنی مدت سے تو تھکن اور رنج و مصیبت میں مبتلا تھا اور کتنے عرصہ سے اور لوگ رستہ سے لوٹے چلے جاتے تھے۔ مگر تو آ پہنچا۔ اللہ تعالیٰ تیرا مرتبہ بلند کرے اور تیری کوشش کو نیک لگائے۔ آج تم ہمارے یہاں مہمان ہو۔ اور ہمارے دن کا ابدالاباد تک خاتمہ نہیں ہے۔

فقیر کی شان

ان کا قول ہے کہ فقیر کی شان یہ ہے کہ وہ حسد غیبت سرکشی فریب دہی مکابرہ باہمی رشک و حب جاہ و چاپلوسی و دروغ گوئی، غرور، خود پسندی، خود نمائی، شیخی اکڑ مکڑ اور نفس کی لذتوں سے مبرا ہو اور مجلسوں میں صدر بن کر نہ بیٹھے اور اپنے بھائی کے مقابلہ میں اپنے آپ کو کوئی چیز نہ سمجھے۔ لڑائی جھگڑے سے کنارہ رہے اور کسی اہل طریق کے آزمانے یا ناقص ثابت کرنے یا اس کی نسبت بدظنی رکھنے میں نہ پڑے اور یہی برتاؤ اُن لوگوں کے ساتھ بھی رکھے جو اس گروہ کے لباس میں ہوں اور کبھی کسی صاحب خرقہ پر اعتراض نہ کرے مگر جس صورت میں کہ وہ اختیاراً صریح کتاب و سنت کی مخالفت کرتا ہو۔ اور یہ بھی ان کا قول ہے۔ کہ فقیر کی شرط یہ ہے کہ عزت و جاہ۔ کھڑے ہونے اور بیٹھنے۔ قبول و روگردانی اور اسی قسم کے احوال ظاہرہ میں مخلوق کی مراعات کی طرف اس کی توجہ نہ ہو کیونکہ وہ صرف اللہ ہی کو پیش نظر رکھتا ہے۔ اور ان کا قول ہے کہ جب تک "میں" اور "تم" ہے۔ اُس وقت تک محبت کہاں ؟ محبت تو روحوں کا جسموں کے ساتھ مل جانا اور شہد شکر ہو جانا ہے۔ اور ان کا قول ہے کہ اس فرقہ کا کوئی شخص بدعتی نہیں ہے۔ یہ لوگ تو ادب میں سیدالامم ہی کی پیروی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ،

"مسلمانو! اپنے گھروں کے سوا (دوسرے) گھروں میں گھر والوں سے پوچھے اور ان سے سلام علیک کئے بدون نہ جایا کرو" چنانچہ اس آیت کے اترنے کے بعد لوگوں کی یہ حالت تھی کہ کھڑے ہو کر تین مرتبہ آواز دیتے تھے اور اگر اجازت ہوتی تھی تو جاتے تھے ورنہ اپنی جگہ پر واپس چلے آتے تھے۔

گوشہ نشینی اور کرامات ان کا قول ہے کہ اگلے لوگ ایک جا ہونے کی آفتوں سے ڈرتے تھے اسی لئے ان لوگوں نے گوشہ نشینی اختیار کی تھی صرف نماز جمعہ اور علم کی ایسی مجلسوں میں شریک ہونے کے لئے باہر نکلتے تھے جن میں ریا ہوتی تھی نہ نزاع نہ خودنمائی اور نہ کسی کی خاطرداری اور ہمارے زمانہ میں ان باتوں سے بچاؤ کی بہت کم صورت نظر آتی ہے۔ اس لئے اُن چیزوں کے حاصل کرلینے کے بعد جو اللہ تعالیٰ نے تم پر واجب کی ہیں، تنہائی ہی اختیار کرو کیونکہ اے میرے بچے! تم ساتویں صدی میں ہو جس کے اکثر آدمی سالک کی شریعت کو شریعت کے مخالف اور عشق کی حقیقت کو طریقت کی بدعت قرار دیتے ہیں۔ گویا انھوں نے کبھی اللہ کی بخشش اور اللہ کی مدد کے عطیوں اور اُن کے خلاف عادت عجائبات کو جانا ہی نہیں ہے بلکہ اپنے بُرے حال کی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ بخشش کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اور جس شخص کا ایسا اعتقاد ہو وہ تو اللہ تعالیٰ ہی پر اُس کے فعل کی نسبت معترض ہے۔ اور اعتراض سے اللہ پناہ دے۔ لیکن جو لوگ کہ حاضران بارگاہ ہیں اُن کو ایسے لوگوں سے جو اس سے روگرداں ہیں متمائز کرنا ضروری ہے۔ تاکہ ولیوں سے کرامات سرزد ہوتے دیکھکر روگرداں کو بھی اُس بارگاہ کا شوق پیدا ہو۔ پس جو شخص فقیروں کی قدر نہیں جانتا وہ کس قدر جاہل اور کیسا اندھا ہے۔ اُس فرقہ کی نسبت کیا کہا جائے گا جس کے سب لوگ اللہ تعالیٰ کے طالب ہیں۔ کیا کوئی مسلمان ان کو بُرا سمجھے گا؟ واللہ کبھی نہیں۔

وجد و رقص کا سبب جنید رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ ایک فرقہ کے لوگ وجد کرتے اور رقص کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خوش ہونے دو اور صرف اُسی گناہ کو بُرا سمجھو جس کی تصریح شریعت میں ہے۔ اور اس فرقہ کے جو لوگ ہیں ان کے جگر کو اس طلب نے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا اور مصیبت و ماندگی نے ان کی آنتوں کی دھجیاں اُڑا دی ہیں اور تنگ حال بھی ہیں اس لئے کہ اگر یہ اپنی حالت کا علاج کرنے کے لئے سانسیں بھریں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور بھائی جان! جو مزہ وہ چکھتے ہیں اگر تم چکھتے تو ان کو چیخنے چلانے اور کپڑے پھاڑنے میں معذور سمجھتے۔ پس اللہ تعالیٰ میری اولاد کو ہدایت کی راہ پر چلنے کی تعلیم فرماتے۔ بے شک وہ سننے والا قبول کرنے والا ہے۔ اور ان کا قول ہے کہ اس فرقہ کے اخلاق سے کم آشنائی بدنصیبی ہے کیونکہ ان کے ساتھ بے ادبی ہلاکت کا باعث ہوتی ہے اور دروازہ کھلا ہوا ہے۔ بند نہیں ہے۔ سُن رکھو کہ یہ فرقہ اللہ کے دروازہ پر کھڑا ہوا ہے اور پردہ میں چھپا کر جو راز و نیاز کی باتیں ہوتی ہیں وہی جواب ہے۔

---

[1] پارہ ۱۸۔ رکوع ۱۰) سورہ نور۔ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا۔

فیض الٰہی

ان کا قول ہے کہ سب سے درست تفسیر تو وہ ہے جو سلف سے مروی ہے اور سب سے اجنبی وہ ہے جو ہر زمانہ میں دلوں پر منکشف ہوتی ہے اور اگر کوئی محرک ہمارے دلوں کو حرکت میں نہ لاتا تو ہم اس کے سوا جو سلف سے وارد ہوا ہے۔ کچھ بھی زبان پر نہ لاتے مگر جب کوئی مضمون ہمارے دلوں کو حرکت میں لاتا ہے تو ہم اپنے پروردگار کے دروازہ سے کشایش چاہتے ہیں اس سے اجازت طلب کرتے اور اس سے سوال کرتے ہیں کہ اپنے کلام کی سمجھ عطا فرما تب ہم اس قدر کلام کرتے ہیں جس قدر کشائش ہمارے دلوں پر ہوتی ہے۔ اس لئے ہماری باتوں کو تسلیم کرلو تو سلامت رہو گے کیونکہ ہم تو خالی ظرف ہیں اور علم اللہ تعالیٰ ہی کا علم ہے اور ان کا قول ہے کہ جب ربوبیت کا فیض پہنچتا ہے تو ریاضت و اجتہاد سے بے پروا کردیتا ہے کیونکہ ریاضت کرنے والے کو جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی بخشش نہ پہنچے وہ قاصر ہے اور خداوند تعالیٰ کبھی قاصر کو اس قدر عطا فرماتا ہے کہ بڑے بڑے علم والوں کو نہیں ملتا اور اس فرقہ کا مطلوب معرف وہی ہے۔ اس لئے جب اس کی معرفت تک پہنچ گئے تو بغیر اس کے بتانے کے اور بغیر محنت و مشقت کے ہر چیز کو جان جائیں گے۔ پھر جب ان کو صحیح معرفت حاصل ہوگئی تو اس کے بعد کوئی پردہ نہ رہا۔ البتہ اس کی نہیں کہتا کہ مخذول[1] ہو جائے۔ اللہ اس سے بچائے۔ اور ان کا قول ہے کہ جو شخص فنا میں فانی ہوا وہ بقا میں باقی رہا اور فنا بھی ایک حجاب ہے۔ مگر اس صورت میں کہ باطل کی فنا ہو جیسا کہ بعضوں نے کہا ہے کہ اس نے موسیٰ کو موسیٰ سے فنا کیا۔ یہاں تک کہ وہی متکلم ہوگیا۔

شفقت اور اطاعت

ان کا قول ہے کہ جس میں خلق اللہ پر شفقت کرنے کی صفت نہ ہو وہ اہل اللہ کے مرتبوں تک نہ پہنچے گا اور روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب بکریاں چرائیں تو انھوں نے ایک کو بھی لکڑی سے نہ مارا اور نہ ان کو بھوکا رکھا اور نہ ان کو تکلیف دی۔ اس لئے جب اللہ تعالیٰ نے ان کا کمال شفقت بکریوں پر دیکھا تو ان کو نبی بنا کر بھیجا۔ کلیم بنایا اور بنی اسرائیل کا چرواہا مقرر کیا اور ان سے سرگوشیاں فرمائیں۔ پس جو شخص خلق کی عزت اور اس پر شفقت کرے گا وہ مردوں کے مراتب پر پہنچے گا والسلام۔

اور کہا کرتے تھے کہ واللہ اگر لوگ سچی مہاجرت کریں اور امر کے تحت میں داخل ہوں تو ان کو پیروں کی ضرورت نہ رہے مگر لوگ اس راستہ کی طرف علتیں اور بیماریاں لے کر آتے ہیں۔ اسی لئے ان کو حکیم کی حاجت ہوتی ہے۔ اور یہ جب کسی فقیر کی بیعت لیتے تو اس سے کہتے تھے کہ اے فلاں اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق عمل کرنے نماز کے پابند رہنے زکوٰۃ دینے۔ رمضان کے روزے رکھنے بیت اللہ کا حج کرنے اور جتنے اوامر مشروعہ اور اخبار مرضیہ ہیں ان کی پیروی کرنے اور قول و فعل و اعتقاد سے اللہ تعالیٰ کی طاعت میں مشغول رہنے کی بنا پر زہد اختیار کر اور اے میرے بچے دنیا کے مال و منال اس کی سواریوں پوشاکوں سامانوں راحتوں اور لذتوں کی طرف نگاہ نہ کر اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی پیروی کر

---

[1] جس سے دوستی چھڑادی جائے۔ ۱۲۔

اور اگر یہ تجھ سے نہ ہو سکے تو اپنے پیر کے خلق کا پیروردہ اور اگر اس سے بھی تو نیچے اترا تو ہلاک ہوا۔ اور سُن لے! کہ توبہ نہ تو کاغذ کے ورق پر لکھنے سے ہوتی ہے نہ بغیر عمل کے زبان سے کہنے سے۔ توبہ تو گناہوں کے نہ کرنے کا ایسا مضبوط ارادہ ہے کہ جان جائے تو جائے مگر اس ارادہ سے باز نہ آئے۔ اے میرے بچے! اندھیری رات میں سنبھل کر قدم رکھ اور ان لوگوں میں سے نہ ہو جو مہملات میں مشغول رہتے اور غلط گمان رکھتے ہیں کہ اہلِ طریقت میں سے ہیں اور جو شخص چیزوں سے ٹھٹھے کرے گا چیزیں بھی اس کو چٹکیوں میں اڑائیں گی والسلام۔

مجاہدہ اور نفس کشی

ان کے پاس ایک فقیر نے آکر خرقہ پہننے کی درخواست کی تو اس کی طرف دیکھا اور کہا کہ میاں صورت بنا لینا کچھ اچھی بات نہیں ہے۔ خرقہ پہننا صرف اسی کو زیبا ہے۔ جس کو زمانے نے رگڑے دیئے ہوں اور جس نے راستہ کی کڑیاں جھیلی ہوں اور جس کا معاملہ خلوص کے ساتھ ہو اور جس نے اس خرقہ کے رموز کے معنی پڑھے ہوں ان کے اخبار پر نگاہ ڈالی اور اس کے سارے حرکات سکنات سفر خلوت و جلوت میں اس کے مقصود کو پہچانا ہو۔ بس اگر تم سچے ہو تو مسخرا پن اور دل لگی نہ کرو اور نہ بچوں کی سی عقل سے کام لو۔ کیونکہ بندہ کے تُبتُ اِلَی اللہ تعالیٰ (اللہ سے میں نے توبہ کی) زبان سے بغیر قلب کے کہنے سے یا کاغذ پر لکھ دینے سے کچھ نہیں ہوتا، بندہ کی توبہ کا معاملہ تو یہ ہے کہ موجودات کو قلب کی آنکھوں سے دیکھنے اور اپنے مولیٰ کے سوا کو آنکھوں میں جگہ دینے سے باز آئے۔ پس جب فقیر کا یہ معاملہ درست ہو گیا تو مردوں کے مقامات میں پہنچنے کی اس میں صلاحیت آگئی۔ اور ان کا قول ہے کہ بتدی کی روزی بھوک اس کا مینہ اس کے آنسو اور اس کی حاجت مولیٰ کی ہمہ دم جستجو ہے۔ وہ روزے رکھے۔ یہاں تک کہ نرم و رقیق ہو جائے اور اس کے قلب میں رقت داخل ہو اور اس کی عقل کی سماعت کھُل جائے اور اس کے کانوں کی ٹھیٹھیاں نکل جائیں۔ پس کانوں اور زیرِ دل سے قرآن کے مضامین و نصائح کو سننے لگے اور جو شخص کہ کھانا اور سورہنا اور بیہودہ باتیں کرتا اور رخصتوں پر عمل کرتا اور کہتا ہے کہ ایسا کرنے والے پر کچھ الزام نہیں ہے۔ اس سے کچھ ہونا ہوانا معلوم والسلام۔ اور کہا کرتے تھے کہ ہم نے اپنے اس طریقہ کی بنا صرف موج زن و شور افزا دریا اور شعلہ زن اور دہکتی ہوئی آگ اور بھوک اور زردی جسم پر رکھی ہے اس میں نہ زبان آوری ہے اور نہ لاف زنی۔ مگر میں نے اپنی اولاد میں سے ایک کو بھی مردوں کے نقش قدم پر چلتے نہ پایا اور نہ کسی میں محلِ اسرار ہونے کی صلاحیت دیکھی۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اس بے وفا زمانہ سے۔

درویش کی شاہانہ صفات

ان کا مقولہ ہے کہ فقیر ہیبت میں بادشاہ کے مانند اور عاجزی و فروتنی میں ذلیل غلام جیسا ہوتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ وہ اپنی پارسائی علو ہمتی۔ کثرت درگذر و معافی۔ شرافت نفسی اور عدم منت نہی وغیرہ کے سبب سے بادشاہ کے مانند ہوتا ہے۔ بلکہ وہ بادشاہ سے زیادہ ہیبت کے لائق ہے۔ کیونکہ وہ حق کا ہم نشین ہے اور اکثر بادشاہ حق کی ہم نشینی کے لائق نہیں ہوتے۔ کیونکہ وہ یہ رتبہ تلوار سے حاصل کرتے یا بدعتی وغیرہ ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ اور ان کا مقولہ ہے کہ پیر مرید کا حکیم ہوتا ہے اور جب بیمار حکیم کے کہنے پر نہ چلے گا تو اس کو شفا نہ ہوگی۔ اور کہا کرتے تھے کہ جب سے ہم نے اپنی ہمت اس کی طرف پھیری اس نے ہم کو ماسوا سے بے نیاز کر دیا

ہم نے تو کبھی ابلیس لعین کو پہچانا ہی نہیں۔ اور ان کا مقولہ ہے کہ فقیر کی خلوت اس کا سجادہ ہے اور اس کی جلوت اس کا اندرون اور اس کا بطون ہے۔ اور ان کا قول ہے کہ قرآن تلاوت کرنے والے پر واجب ہے کہ تلاوت کے لئے اپنے منہ کو بک بک اور فحش سے پاک وصاف کرے اور صرف خالص حلال وقت کی خوراک کھائے جس میں اسراف نہ ہو کھا ہے۔ پس اگر اس نے حرام کھایا تو بے ادبی کی اور اپنے کپڑوں اور جسم کو خوشبو سے بسائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے اس قدر خوشبو لگاتے تھے کہ اگر کسی چیز کو آپ ہاتھ لگاتے تھے تو زمانہ تک اس سے خوشبو آتی تھی اور آنحضرت صلعم کی مانگ سے مشک چمکتا نظر آتا تھا۔ اور ان کا مقولہ ہے کہ غیبت مولویوں کا نقل بدکاروں کی ضیافت بادشاہوں کی نزہت گاہ عورتوں کی چراگاہ اور پرہیزگاروں کا گھوڑا ہے۔ اور کہا کرتے تھے کہ اے میرے بچے! میرے کلام کو اسی شخص کے پاس ودیعت رکھو جو ہم میں سے ہو اور ہمارے طریق پر چلنے کو دوست رکھتا ہو اور اس کو اسی کے سامنے ڈالو جو ایسا صاحب محبت حق پرست ہو کہ ہمارے زمرہ میں داخل ہو کیونکہ نااہل کے سامنے بات کہنی داخل عیب ہے۔

عارفوں کا طریقہ

کہا کرتے تھے کہ ہمارا طریقہ دروغ بافی کا نہیں ہے بلکہ تحقیق راست بازی تصدیق جاں سپاری کوشش جاں نشانی محنت مستعدی اور بغیر دعوے کے نفس کشی اور عاجزی وفروتنی ذلت و فراست اور رقوم وعلوم کا ہے۔ پس اے میری اولاد! جب تم میری نصیحت پر عمل کرو گے اور میرے سارے اشارات تم میں عود کر آئیں گے تو میری اجازت ستر ومعنی میں پاک وصاف کرنے والی اور کامل بنانے والی ہوگی کیونکہ مقامات جو تم سے چھپے ہوئے ہیں تو صرف تمہاری ہی وجہ سے۔ اور ان کا قول ہے کہ فقیر فقیر نہیں ہوتا جب تک کہ وہ سارے خلائق کی ایذا دہی کو اس کی تعلیم کے لئے جس کے وہ بندے ہیں برداشت نہ کرے۔ پس جو اس کو ایذا دے اس کو ایذا نہ دے اور جس بات سے اس کو سروکار نہ ہو اس میں زبان نہ ہلائے اور کسی کی مصیبت سے خوش نہ ہو اور محرمات سے بچے رہنے اور شبہات میں رک جانے کی نظر سے کسی کو غیبت سے یاد نہ کرے جب بلا میں گرفتار ہو صبر کرے۔ جب قابو پائے بخش دے۔ چشم پوشی کرنے والا ہو اپنے جسم سے زمین کو آباد کرے اور اپنے قلب سے آسمان کو اس کا طریقہ غصہ کو پی جانا۔ اور بخشش وایثار معافی ودرگذر اور ہر ایسے شخص کی نسبت تحمل کر لینا ہو جو اس کے بارہ میں ناپسندیدہ باتیں بیان کرے۔

روحانی پستی کے اسباب

کہا کرتے تھے کہ فریاد ہے اس زمانہ کے لوگوں سے واللہ اگر زندگی میں گنجائش ہوتی تو میں ضرور پہاڑوں کی چوٹیوں اور وحشت خیز جنگلوں کے بیچوں بیچ سکونت اختیار کرتا۔ کیونکہ اس زمانہ میں جو آدمی ان لوگوں میں رہتا ہے وہ سخت مصیبت میں مبتلا رہتا ہے۔ دل دہشت زدہ۔ احوال ڈانواں ڈول اور شہوتیں غالب ہیں۔ احوال میں خلوص نام کو نہیں ہے۔ کیونکر کوئی شخص روح کو ان کے میل جول اور ان کی دوستی سے بچا سکتا ہے اور کیونکر ان کے عیوب کے دیکھنے سے شب وروز چشم پوشی کر سکتا اور ہر فتنہ وشہوت وایذا دہی میں بغیر اس کے کہ ان کا ویسا ہی بدلہ کرے ان کے ساتھ ٹھیر سکتا ہے۔ اس کی طاقت صالحین کے سوا کسی میں نہیں ہے۔ اور ان کا قول ہے کہ بہتیرے لوگ پانی میں کھڑے رہتے اور تشنہ کام و پریشان رہتے ہیں۔ یعنی جب اس کو اپنے مولیٰ کی طلب میں خلوص حاصل نہ ہوا بلکہ کسی علت سے

اُس نے اپنے رب کی پرستش کی تو وہ گویا پانی میں ہے اور پیاسا ہے۔ اس لئے خلوص سے عمل کرو تاکہ تمھاری پیاس بجھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی راہ نہیں ملتی مگر نفس کو مار ڈالنے اور مجاہدہ و مخالفت کی تلوار سے اس کو حلال کر دینے سے۔ اور کہا کرتے تھے کہ تم میں سے کوئی شخص کیونکر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے طریق کا مرید ہے۔ حالانکہ غنیمتوں کے ملنے خزانیوں کے کھلنے علوم کے پھیلنے رقوم کے ظاہر ہونے اور حیِ قیوم کی تجلی کے وقت وہ پڑا سوتا ہے۔ اے جھوٹو! تم جھوٹے دعووں سے شرماتے نہیں تمھاری ہمتیں خوابیدہ اور تمھارے ولولے افسردہ ہیں۔ اہلِ طریق اس طور پر تو راہ نہیں لگتے۔ پس اللہ ہی میری سب اولاد کو فلاح کی راہ پر لگا دے آمین۔ اور ان کا قول ہے کہ زہد اس کا نام نہیں ہے کہ بندہ کسی چیز سے الگ ہو جائے۔ زہد تو بس یہ ہے کہ اپنی امارت یا پیشہ ہی میں رہے اور اس کا قلب الگ اور حائل ہو اور ذکر و فکر حضرت مجاہدہ و ربط میں گم نام اللہ عزوجل کے ذکر میں مشغول صبح و شام ہو۔

شراب معرفت کے اثرات کہا کرتے تھے کہ اے میری قلبی اولاد قہوۂ قرقفیہ[۱] کے پینے اور اُس کے استعمال کرنے کو لازمی سمجھو کیونکہ میں اُس کی عزت و جلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو شخص تم میں سے راست باز و صاحبِ خلوص ہو گا وہ جس شخص کو مس کر دے گا اُس میں حکمت جوش مارے گی اور ایسی شراب اور ایسا نشہ اُس کو حاصل ہو گا کہ اس دار ناپائدار کا اُس کو ہوش بھی نہ آئے گا۔ اے میری اولاد اہلِ تمکین کی آنکھوں کے سامنے دنیا ایک حلقہ کی طرح ہے ایک گروہ تو اقطاب کی طرف جا رہا ہے اور ایک گروہ کی طرف ... چلے آتے ہیں۔ میں اپنی اولاد میں سے صرف اُسی کو دوست رکھتا ہوں جس کو میں ہر ساعت ایک مقام سے دوسرے مقام پر ترقی کرتے دیکھتا ہوں۔ بس اُس وقت میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں اور اُس وقت اُس سے فائدہ پہنچنا شروع ہوتا ہے۔ اے میرے بچے اگر تو چاہتا ہے کہ تیری دعا کی شنوائی ہو تو اپنی زبان کو لوگوں کے بارہ میں کلام کرنے سے محفوظ رکھ اور شہادت سے بچا رہ۔ اے میرے بچے! اگر تجھے میرے قول میں شبہہ ہو تو جو کچھ میں تجھے کہتا ہوں اُس پر عمل کر اور تھوڑا تھوڑا کر کے اپنے نفس کو آزما تب تجھے میرے قول کی سچائی معلوم ہو گی۔ پس جو ثابت قدم رہے گا اُس کے قدم جمائے جائیں گے اور جو اطاعت کرے گا اس کی اطاعت ہو گی۔ پس جب تو اپنے مولیٰ کی اطاعت کرے گا تو آگ پانی ہوا اور جن و انس سب تیری اطاعت کریں گے۔ اور ان کا قول ہے کہ خلوت اسی صورت میں فائدہ دیتی ہے جب پیر کے اشارہ سے ہو ورنہ اس میں بھلائی سے زیادہ بُرائی ہے۔ اور ان کا قول ہے کہ تم کو زیبا نہیں ہے کہ اوروں پر حکم کرو مگر اس حالت میں کہ تم شریعت کے حدود پر قائم رہنے کی وجہ سے پاک صاف ہو گئے ہو۔ اور ان کا قول ہے کہ جسم کی تین قسمیں ہیں دل زبان اور اعضا پس زبان و اعضا پر تو فرشتے متعین ہیں اور دل اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں ہے۔

شریعت اور حقیقت کا تعلق ان کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میں حقیقت کی راہ پر چلنا چاہتا ہوں

---

[۱] قرقف عربی میں شراب کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ قہوۂ قرقفیہ سے مراد عشق الٰہی کی شراب ہے۔ ۱۲ مترجم۔

انھوں نے اُس سے کہا کہ اے میرے بچے! پہلے تم اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق' جو ایسی پسندیدہ چمکتی ہوئی اور روشن ہے کہ اس کے نور سے تاریکیاں دور ہوئیں اور مکہ و مدینہ شام و مصر عراق و یمن مشرق و مغرب اور افق علوی و سفلی منور ہو گئے' زہد و عبادت کرو اور جب تم اس پر عمل کرو گے تو اسی سے علم حقائق و اسرار کی چنگاریاں نکلیں گی۔ پس اے بھائی جیسا میں نے تم سے کہا اُسی راستہ پر تدریج کے ساتھ تھوڑا تھوڑا کرتے چلو اور اگر تم میں خلوص و راست بازی ہو گی تو اللہ تمھاری نگہداشت کرے گا اور ان کا قول ہے کہ اہل اللہ کے علم سے زیادہ پاکیزہ' زیادہ منور اور زیادہ فائدہ مند کوئی علم نہیں ہے۔ کیونکہ اس علم کا ایک ذرہ بھی اوروں کے پہاڑ برابر عمل پر بھاری ہے۔ اس لئے کہ یہ علتوں سے خالی ہے اور نیز یہ وجہ ہے کہ اس فرقہ کے لوگوں کا عمل دلوں اور جسموں دونوں سے ہوتا ہے اور دوسروں کا جسموں ہی سے ہوتا ہے دلوں سے نہیں ہوتا اور یہی وجہ ہے کہ طاعت کی کثرت سے ان کے غرور و خود پسندی ہی میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور ان کا قول ہے کہ میاں اگر تم کو نماز میں خشوع حاصل ہو تو تمھاری عقل ٹھکانے نہ رہے اور سمجھ بوجھ نہ رہے اور رعب و دہشت کے مارے تم قرآن کی ایک سورہ بھی نہ پڑھ سکو۔ کیونکہ جب سوئی کے ناکہ کے ننانویں جزوں میں سے ایک جزو کے برابر تجلی ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گر پڑے اور مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگے اور یہ تجلی ہر نمازی کو واقع ہوتی ہے۔ بشرطیکہ وہ بھی ویسا ہی سمجھے جیسا موسیٰ علیہ السلام سمجھے تھے۔ اور کہتے تھے کہ اہل شریعت کہتے ہیں کہ لحن فاحش سے نماز باطل ہوتی ہے اہل حقیقت خلق فاحش سے نماز کو باطل قرار دیتے ہیں پس جب آدمی کے باطن میں کینہ حسد یا کسی کی نسبت بد یا دنیا کی محبت ہو گی تو اس کی نماز باطل ہے۔ کیونکہ جس کے یہ اخلاق ہوں گے۔ وہ نماز میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کے شہود سے حجاب میں ہو گا اور جس کا قلب محجوب رہا اس نے نماز نہ پڑھی۔ کیونکہ صلوٰۃ اللہ تعالیٰ سے مواصلت ہے۔

سچے درویش کی نشانی

کہا کرتے تھے کہ اے میری قلبی اولاد! بک بک اور جھگڑے کرنے والوں سے میل جول نہ رکھو اور ان میں سے کسی کو اپنا ہم نشین نہ بناؤ اور ایسے شخص کی صحبت میں بیٹھا کرو جو شریعت و حقیقت کا جامع ہو کیونکہ ایسے شخص سے تم کو اپنے سلوک میں بڑی مدد ملے گی اور کہا کرتے تھے کہ اگر تم واقعی میری اولاد اور خلوص سے میرے پیرو ہو تو اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہو جاؤ اور اپنے ہی دل کو اپنا واعظ بناؤ اور خوب عمل کرو اور کسی کے درہم (روپیہ پیسے) کی جستجو نہ کرو بس یہی میرا طریقہ ہے اور جو شخص مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ میرے ساتھ اس راہ میں چلے گا کیونکہ سچا فقیر وہی ہے جو اوروں کو کھلاتا ہے۔ اُن کا کھاتا نہیں ہے۔ اوروں کو دیتا ہے۔ اُن سے لیتا نہیں ہے نہ دنیا کی جستجو کرتا ہے اور نہ اس کے کسی سامان کی اس لئے کہ اس راستہ میں رشوت لینی حرام ہے اور تمھارے پیر نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا ہے کہ کسی شخص سے پیسہ یا روپیہ نہ لے گا اور میں جو تم کو یہ حکم دیتا ہوں تو صرف اللہ کے لئے ورنہ اس کا باعث کوئی غرض یا کوئی دنیوی امر یا کوئی حصول منفعت نہیں ہے اور نہ اظہار دعویٰ ہے میرا مقصود تو صرف یہ ہے کہ بھائیوں کی نصیحت میں میں پورا بری الذمہ ہو جاؤں اُس میں کچھ کسر نہ باقی رہے۔

نذرانہ لینے کی ممانعت

اور میری اولاد سن رکھے کہ جو شخص ہوا و ہوس اور نفس کے غلبہ سے میرے طریقہ میں کسی چیز کے لینے کو مستحسن قرار دے گا وہ اپنے پیر کے طریقہ سے خارج ہو جائے گا۔

اے میرے بچو! دنیا کے میل دلوں کو سیاہ مطلوب سے بے راہ کرتے اور کتابتِ گناہ کا سبب ہوتے ہیں اور میں اس شخص سے راضی نہیں ہوں جو اجازت دینے میں ایک پیسہ بھی لے اور جو شخص کہ فقیروں کو خرقہ پہنانے میں دنیا کا طالب ہو اللہ تعالیٰ اُس کو دشمن سمجھتا ہے اور اگر دنیا کے کام دھندے کرے اور اپنی ذات اور اپنے بال بچوں کے لیے کوئی پیشہ کرے تو اُس کے لئے بہتر ہے اور میرا یہ طریق تو تحقیق و تصدیق و تمزیق و تدقیق کا طریق ہے اور جو شخص کہ اس طریق میں دنیا کا کوئی سامان لے گا اور میرے بعد میرے طریق کو ضائع کرے گا اور دین کے ذریعہ سے دنیا حاصل کرے گا اور جس روش پر میں اور میرے اصحاب ہیں اس کی مخالفت کرے گا میں اُس سے اللہ تعالیٰ کی برأت چاہتا ہوں۔ خداوندا! اگر میرے یہ اصحاب میرے بعد میرے طریقہ کی خلاف ورزی کریں تو ان کو ان کے گناہوں کے سبب سے ہلاک نہ کر بے شک اللہ اس فقیر کو دوست نہیں رکھتا جو اپنے راز کو بیچتا یا اُس کے ذریعہ سے ایک لقمہ بھی کھاتا ہے۔ اور کہا کرتے تھے کہ میرے بچو! میں چاہتا ہوں کہ تم سرنگوں دنیا سے روگرداں خدا سے ڈرنے والے فروتنی برتنے والے ساری دشتنوں کا بوجھ اٹھانے والے اپنے مولیٰ کی محبت میں مست رہو تم کو جورو بچے بھائی مصاحب کسی کی طرف التفات نہ ہو اور نہ کسی دنیوی وظیفہ و یومیہ کی پروا ہو اور نہ اپنے مولیٰ کے سوا کسی سے رسم و راہ ہو۔

تقرب مرشد کا ذریعہ

کہا کرتے تھے کہ میرے بچو! اگر تمھارا عہد میرے ساتھ درست ہو تو میں تم سے قریب ہوں دور نہیں ہوں اور میں تمھارے ذہن میں تمھارے کانوں میں اور تمھاری آنکھوں میں ہوں اور میں تمھارے سارے ظاہری و باطنی حواس میں ہوں اور اگر تمھارا عہد میرے ساتھ درست نہیں ہے تو تم کو مجھ سے دوری ہے مشاہدہ کرو گے۔ اور کہا کرتے تھے کہ میں اللہ تعالیٰ کی کسی مخلوق کے لئے لہو لعب کو پسند نہیں کرتا۔ پھر میں اپنی کسی اولاد کے لیے کیونکر پسند کروں گا۔ پس اے میری اولاد جب تو میری نصیحت قبول کرے گی اور اپنے باطن میں ریاضت و مجاہدہ سے کام لے گی اور اس کو نصب العین رکھے گی تو تجھ سے اپنے پیر کا کلام سُنائی دے گا گو تو مشرق میں ہو اور وہ مغرب میں اور اُس کی مثالی صورت دیکھے گی پس جب تجھے اپنے امور باطن میں کوئی مشکل یا کوئی ایسی بات پیش آئے جس میں تو اپنے پروردگار سے استخارہ کرے یا کوئی شخص تیرے ستانے کا ارادہ کرے یا اور کوئی امر ہو تو اپنے پیر کی طرف متوجہ ہو کر اپنا مافی الضمیر بیان کر اور اپنی حِسّی آنکھوں کو بند کر اور قلبی آنکھوں کو کھول پس تو اپنے پیر کو دیکھ لے گی اور اپنے تمام امور میں اس سے مشورہ کر سکتی اور اپنی حاجت اس سے طلب کر سکتی ہے اور وہ جو کچھ تجھ سے کہے اس کو قبول کر اور اس کی تعمیل کر۔ اور کہا کرتے تھے کہ اے میرے بچو! اگر تم صائم الدہر و قائم اللیل ہو اور تمھارا دل پاک اور معاملہ خلوص کے ساتھ ہو تب بھی دعویٰ نہ کرو اور صرف یہی کہو کہ میں گنہگار رونادار ہوں اور نفس کے غرور زور سے بچتے رہو کیونکہ بہت سے فقیر اسی سے برباد ہو گئے ہیں۔

اعمال کی اہمیت

کہا کرتے تھے کہ اگر تو میری اولاد میں سے ہونا چاہتا ہے تو ہمیشہ قیام کیا کر اور مجاہدہ و ریاضت

کی دائمی پابندی کر اور نہ گھبرا نہ منہ پھیر اور نہ اندیشہ ماندگی کی جہت پر نفس کو شغل عبادت کے ترک کرنے کی اجازت دے کیونکہ پرکھنے والا داناو بینا ہے اور فریب و دھوکا دینا نفس کا شیوۂ دیرینہ ہے۔ اور ان کا قول ہے کہ ایسا نہیں ہے کہ جو شخص اس فرقہ کا لباس اختیار کرے اس کو وہ لباس یا نوشتہ یا خرقہ کچھ فائدہ پہنچائے۔ یہ تو ظاہری چیزیں ہیں اور اس فرقہ کے زینے تو ان کے اعمال ہیں۔ کیونکہ یہ اعمال ہی کے ذریعہ سے مردانِ خدا کے مرتبوں کو پہنچے ہیں اور ہیں نے تو کسی شخص کو نہ دیکھا کہ وہ جبّہ پہن لینے یا خلافت نامہ حاصل کر لینے کے سبب سے مردانِ خدا کے رتبہ کو پہنچا ہو بلکہ خلافت نامہ لکھ دینا تو مرید کو طلبِ مزید سے روک دیتا ہے اور اس میں قرار کہاں ہے؛ اور کہا کرتے تھے کہ اے میری اولاد! اگر تم کسی کی غیبت کرنی چاہو تو اپنے والدین کی غیبت کرو، کیونکہ وہ تمھاری نیکیوں کے اوروں سے زیادہ مستحق ہیں۔ اور ان کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں پر رات اور دن میں ۳۶۰ مرتبہ نظر فرماتا ہے۔ اس لئے اے میری اولاد! اپنے رب کے محل نظر کو صاف ستھرا رکھو اور اس کو پاک و صاف عمدہ نکھرا چمکیلا روشن سچا باخلوص بناؤ تاکہ قرب کے گلشن میں تم چہچہاؤ اور اس میں نور کا ظہور ہو۔ کیونکہ اگر فانوس شفاف نہ ہوگا تو بتی کی روشنی اس سے ظاہر نہ ہو گی۔

درویشوں کا لائحہ عمل

کہا کرتے تھے کہ اے میرے بچو! اپنے صفحۂ رخسار پر اپنے سبق کے تورات کو اور اپنی فہم کے انجیل کو اور اپنے ذکر کے مزامیر کو اور اپنی صفوت کے زبور کو اور اپنی تفریق کے فرقان کو اور اپنی جمع کے مجموع کو نقش کر لو اور اپنے حضور کے سرود اور اپنے نگہبان کے مراقبہ میں مشغول ہو اور قیل و قال کو چھوڑ کر اپنے نفس میں معروف رہو اور ہرگز ایسے شخص کی صحبت کا رُخ نہ کرو جو غفلتوں میں اپنی اوقات اور اپنے انفاس کو ضائع کر کے بزرگ بنا چاہتا ہو کیونکہ اس کی صحبت تمھارے لئے ہلاکت ہے۔ اور کہا کرتے تھے کہ اے میرے بچو! اپنے عزم کے عزمات کو درست کرو اور اپنے وہم کے تخیلات کو دور کرو اور حقائق کے دریا میں اُترو اور معاملہ کو اللہ کے سپرد کرو اور اپنے شیخ کا اقتدا اور اس کے حکموں کی پیروی کرو اور اپنی سپر ڈال دو اور اپنے نفس کی خبر اوروں سے نہ پوچھو، بلکہ عمل کرتے جاؤ یہاں تک کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ عَرَفَ رَبَّهٗ (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا) کے حقائق تم پر کھل جائیں۔ اور ان کا قول ہے کہ جب فقیر اتباعِ شرعی کی روش پر عمل کرے گا تو اس کا نفس روحانی ہو جائے گا اور روحانی بھی کیسا کہ لطیف و نورانی جو سیرِ قلب و معنی کی دوڑ دوڑے گا اور روشِ اتباعِ شرعی کے معنی وہ ہیں جو اس قسم کی آیتوں میں مذکور ہیں۔ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَافْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ[1]۔ مسلمانو! رکوع کرو اور سجدے کرو اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو اور نیکی کرتے رہو تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو۔

گناہوں سے اجتناب

ان کا قول ہے کہ مرید پر واجب ہے کہ اپنے اعضا کو غفلتوں اور اللہ کے ذکر میں سستیوں سے پاک کرے جیسا کہ ان کا پاک کرنا گناہوں سے واجب ہے اور یہ

---

[1] پارہ ۱۷، رکوع ۱۱ (سورہ حج)۔ ۱۲

حسنات الابرار سیات المقربین[1] کے قسم میں سے ہے۔ اور ان کا قول ہے کہ قرآن عظیم کے حامل کو سزاوار ہے کہ نہ اپنے منہ کو حرام باتوں سے اور نہ مؤمن و مومنہ کی آبروریزی کر کے حرام کھانے سے آلودہ کرے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَرۡمُوۡنَ الۡمُحۡصَنٰتِ الۡغٰفِلٰتِ الۡمُؤۡمِنٰتِ لُعِنُوۡا فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ ۵ ۔ جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں اور وہ بے خبر ہیں اور ایمان رکھتی ہیں (ایسے لوگ) دنیا و آخرت میں ملعون ہیں) اور جو شخص قرآنِ عظیم کو منہ سے تلاوت کرتا ہے اور اس کا منہ غیبت یا چغلی یا بہتان سے آلودہ ہے اس کی مثال اس شخص کیسی ہے جو مصحف مجید کو نجاست میں رکھ دے۔ حالانکہ علماء ایسے شخص کی تکفیر کے قائل ہیں۔ اور کہا کرتے تھے کہ اے میری اولاد! تم میں سے کوئی شخص بُری نیت دل میں نہ رکھے کیونکہ جس چیز پر تم پردہ ڈالتے اور جو کچھ تم مخفی رکھتے اور جو کچھ تم دل میں دبائے رکھتے ہو عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو ظاہر کرے گا اور صاف صاف کہکر اور ڈانٹ کر تم پر منادی کرائے گا کہ فلاں شخص نے یہ کام کئے اور لوگوں سے پوشیدہ رکھتا تھا اور اللہ سے نہیں چھپاتا تھا۔ فلاں شخص حرام باتوں اور بُرائیوں کا ارتکاب کرتا تھا اور جھوٹ موٹ لوگوں کے سامنے نیکوکاری ظاہر کرتا تھا اور فلاں شخص عورتوں کو گھورتا تھا اور دعویٰ کرتا تھا کہ بلااختیار نگاہ پڑگئی تھی۔ حالانکہ وہ چور کی طرح دیکھتا اور نظر پھیر لیا کرتا تھا۔ پس ہائے رسوائی اُس شخص کی جس نے فقیروں کا لباس پہنا اور ان کے طریقہ کے خلاف چلا۔ اے میری ساری اولاد سنو! میرے کلام تو بس نصیحتیں اور یاد دلانا اور ڈرانا ہیں اور جو ادب حاصل کرنا چاہے اُس کے لئے رغبت دلانا ہے۔

پیر کی محبت اور فیض کہا کرتے تھے کہ اے میری اولاد! اپنے شیخ کے سوا کسی کی صحبت اختیار نہ کرو اور اُس کی جفا پر صبر کرو کیونکہ واللہ اکثر تم کو اس نے آزمائے گا کہ تم کو نیکی پہنچائے اور تم اُس کے اسرار کے محل اور اُس کے انوار کے مطلع ہو تاکہ تم کو اس کے ذریعہ سے اللہ عزوجل کی معرفت تک پہنچائے پس جس نے اپنے قلب کو اپنے پیر کی محبت میں مشغول رکھا اُس کو اللہ عزوجل ترقی دے گا اور اگر پیر مریدوں کی ترقی کا زینہ نہ ہوتا تو ضرور اللہ تعالیٰ ہر ایسے دل کو بُرا سمجھتا جس میں اُس کے ماسوا کی محبت ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ غیور ہے۔ اور کہا کرتے تھے کہ اے میری قلبی اولاد! اگر تم چاہتے ہو کہ قیامت کے دن یَاۤ اَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ کہکر پکارے جاؤ تو ضرور ہے کہ تمھاری غذا ذکر، تمھاری بات فکر اور تمھاری خلوت اللہ کے ساتھ موانست و مشغولی ہو نہ عذاب کا خوف اور نہ ثواب کی امید اور ہر ایک کے لئے ایک مُعلّم ناگزیر ہے اور جو فیض اللہ تعالیٰ نے ہم کو پہنچایا ہے اُس سے ہم فیض کے منتظر رہتے ہیں اور ہم اپنے پروردگار کی راہ کے سوا کچھ نہیں چاہتے اور علم دو طرح کے ہیں ایک تو کتابوں سے حاصل کئے جاتے ہیں اور دوسرا ہمارے رب کی طرف سے عطا ہوتا ہے۔ اور ان کا قول ہے کہ جو مراقبہ میں رہتا ہے اُس کو کسب کرنے کی فرصت نہیں ہوتی اور جو شخص محبت کا دعوے کرتا ہو اور محبت نے اُس کو فنا نہ کر دیا ہو وہ کچھ بھی نہیں ہے۔

روحانی مدہوشی ان کا قول ہے کہ جب عروس کلام رتبہ الہام میں جلوہ گر ہوتی ہے تو آفتاب معارف

---

[1] نیکوکاروں کی نیکیاں مقربوں کی بُرائیاں ہیں۔ ۱۲

جگمگاتا اور اندھیری رات میں چودھویں کا روشن چاند چمکتا ہے۔ اس لئے اس کیفیت والے ظاہر میں مست و مدہوش اور باطن میں باخبر و باہوش ہوتے ہیں جب رات ہوتی ہے تو یہ قیام میں بسر کرتے ہیں اور جب نسیم سحر چلتی ہے تو استغفار کر کے مر رہتے ہیں اور جب فجر کے وقت اجرے کر اپنے آپے میں آتے ہیں تو منادی پھر "سونے والے بھی کیا بدنصیب ہیں!" کہکر پکارتا ہے۔ اور ان کا قول ہے کہ جو شخص اپنے طور سے جدا نہ ہوا اور اپنے نفس سے باہر نہ نکلا اور "ھوٗ" کے پاس بلا "ھوٗ" آیا وہ ایسی حالت میں "ھوٗ" کو نہ پائے گا۔ میں نے تمھاری نصیحت میں سخت کوشش کی ہے۔ پس اگر تم کاربند ہوگے تو مراد کو پہنچو گے۔ اور کہا کرتے تھے کہ اے میرے بچو! نکھری ہوئی اور عمدہ فقیری کا کرتہ زیب بدن کرو یہاں نہ تو کپڑے پہننے سے کام نکلتا ہے اور نہ گنبدوں خانقاہوں اور گوشوں میں رہنے سے نہ عبا و قبا و نیلا جامہ اختیار کرنے اور مونچھیں کتروانے سے اور نہ صوف و نعل[؎] مخصوف دکھلانے سے فقیری تو بس یہ ہے کہ اپنے کل عمل کو اپنے دل میں خالص کرے اور صدقِ عزم کا لباس پہنے اور "اپنے ایمان کی مستعدی سے کمر باندھے۔ پس جب تیرا کل عمل تیرے دل میں ہوگا تو سراسر فائدہ و نفع ہی ہوگا اور دل کی آگ کو سلگائے گا اور دل میں جو کوڑا بھرا ہوا ہے اس کو جلائے گا اور دل کو اللہ تعالیٰ کے خوف و محبت سے بھر دے گا اور اس وقت باریک اور موٹے کپڑے والے سب برابر ہیں۔

مجذوب اور خواص حضرات

مگر جب دل میں انوار قوی ہو جاتے ہیں تو وہ شخص نہ باریک کپڑے کا متحمل ہوتا ہے اور نہ تہمد کا' اور یہی سبب ہے کہ بعض مجذوب اور ہوش والے کپڑا پہننا ترک کر دیتے ہیں واللہ اعلم۔ شیخ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ ایسے آدمی کی عریانی قابل ملامت نہیں ہے۔ گو وہ باتیں کرتا ہو یا خاموش رہتا ہو۔ کیونکہ اس سے ملامت دور ہو چکی ہے اور اگر جلتوں کی راتوں میں اس کو چھینٹے دیئے جائیں تو اس کی آگ اور بھی بھڑکے اور کھانے پانی میں سے جو چیز اس کے اندر پہنچے وہ نار ہی ہو جائے اور لو ہی بڑھائے۔ پس اے میری اولاد! فقیر تو سب ہی مجھے پیارے معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے تم بھی ان کو ویسا ہی سمجھو اور ان کو برا سمجھنے سے حذر کرو۔ اور کہا کرتے تھے کہ خصوصیت والوں میں سے خاص الخاص نے اپنے قلوب کو اپنی خلوتیں اور اپنے تقویٰ و خوف خدا کو اپنا لباس بنا یا کرامات کو چھوڑ بیٹھے اور ان سے راضی ہوئے اور باہر نکل آئے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ ان کے اعمال کے ثمرے ہیں۔ چنانچہ وہ نہ ہوا میں اڑے نہ پانی پر چلے نہ حشرات الارض ان کے غلام بنے' نہ شیروں نے ان کے سامنے دم ہلائی نہ انھوں نے زمین میں پاؤں مار کر پانی نکالا، نہ جذام و برص والے کو چھو کر اچھا کیا' اور نہ اس قسم کا اور کوئی کام کیا۔ بس ایسے لوگ بھرپور اجرے کر دنیا سے گئے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اور کہا کرتے تھے کہ اے میرے بچو! تمھاری عمریں الٹ رہی ہیں اور تمھاری موتیں پاس آ رہی ہیں۔ دنیا سمٹی جا رہی ہے اور اس کا سرا اس کے آخر سے ملایا جا رہا ہے اس لئے سعادت اور پوری سعادت اس کے لئے ہے۔ جس کے ہر روز کا نامۂ اعمال بہت ضخیم ہو کر لپیٹا جائے اور صاف ستھرے کاموں اور خوش آئندہ و پسندیدہ کارناموں سے معطر و معنبر ہو اور شقاوت اور

[؎] کفش با پارہ دوخت دار د۔ ۱۲

پرلے سرے کی شقاوت اُس کے لئے ہے جس کے ہر روز کا نامۂ اعمال بڑی بڑی برائیوں اور بھاری بھاری لغزشوں سے سیاہ ہو کر پیچاچ جائے۔ اے میری اولاد! گویا تم میدان قیامت میں ہو جو پھیلا پڑا ہے اور پہاڑوں پر ہو جو ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے اور تتیروں میں ہو جو زناٹے سے اڑ رہے ہیں اور سنگریزوں کے پاس ہو جن سے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ اس لئے دوڑو عمل کرو اور حد سے نہ بہکو ورنہ ندامت اُٹھاؤ گے۔ بس میری یہی وصیت تم سے ہے اور میرا یہی ہدیہ تمہارے لئے ہے۔

مقربین کی صفات

ان کا قول ہے کہ "حسنات الابرار سیات المقربین" (نیکو کاروں کی نیکیاں مقربوں کی بُرائیاں ہیں) اسی لئے کہا گیا ہے کہ مقرب خطرات و لحظات کی اور اس کے بعد هفوات کی نگہداشت کرتا ہے۔ اور نفوس میں جو خیالات گزرتے ہیں اُن کی ٹوہ لگاتا ہے اور اپنے سانسوں کے نکلنے کو آنکھوں میں رکھتا ہے اور اپنی نیکیوں سے ویسا ہی ڈرتا ہے جیسا گنہگار اپنی بُرائیوں سے اور نیکوکار اُس حالت کی قدرت نہیں رکھتے اور اس قول کی یہ وجہ بھی ہے کہ مقرب اپنی شراب پی کر نہ تو آہ آہ کرتا' نہ واہ واہ کہتا' نہ ہاتھ سے تالیاں بجاتا نہ بنکارتا نہ کپڑے پھاڑتا نہ سر کو پتھر پر دے مارتا نہ دیوانہ وار چکر لگاتا نہ پانی پر چلتا اور نہ ہوا میں اڑتا ہے۔ پس جب اُس سے ان میں سے کوئی بات سرزد نہیں ہوتی تو اہل طریق اُس کو ثابت قرار دیتے ہیں اور جو شخص یہ باتیں کرتا ہے اُس کو منفی کہتے ہیں اس لئے کہ وہ واردات پر کم ثابت قدم رہتا ہے۔ گو اس کے حال کو تسلیم کرتے ہیں مگر غلبہ کا اعتبار کرتے اور اس کے حسنات کو سیات قرار دیتے ہیں حالانکہ مقربین میں سیات نہیں ہوتیں وہ تو اعلیٰ درجہ کے نفیس محاسبے ہوتے ہیں۔ اور کہا کرتے تھے کہ تم میں سے کوئی شخص کیونکر نیکو کاروں میں سے ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ حالانکہ وہ بُرے کاموں میں پڑتا چنگی وصول کرنے والوں رشوت لینے والوں سود کھانے والوں ظالموں اور اُن کے مددگاروں کے یہاں کا کھانا کھاتا ہے اور کیونکر دعویٰ کرتا ہے کہ نیک کرداروں میں سے ہے۔ حالانکہ جھوٹ غیبت لوگوں کی بدگوئی و آبروریزی میں پڑتا ہے اور کیونکر چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سچا ولی حبیب پاک صاف یا پسندیدہ لکھا جائے۔ حالانکہ وہ مناہی میں پڑتا ہے اور طرفہ یہ ہے کہ اُس نے ابھی توبہ تک نہیں کی ہے۔ پھر کیونکر طریقت کا دعویٰ کرتا' یا اوروں کو توبہ کراتا ہے۔

اسرار قرآنی

کہا کرتے تھے کہ اے میرے بچے! اگر تو قرآن عظیم کے اسرار کو سمجھنا چاہے تو اپنے دعویٰ کے نفس کو قتل کر اپنے قول کی صورت کو حلال کر اور اپنے نفس نفیس کو اپنے قدموں کے نیچے ڈال اور اپنے گالوں کو خاک پر بچھا اور اس کا مشاہدہ کر کہ تیرا نفس ایک مشت خاک ہے اور اپنے گناہوں کی کثرت کا اقرار کر اور اس سے ڈر کہ کہیں تیری عبادت تیرے منہ پر نہ ماردی جائے اور یہ کہہ کہ بھلا مجھ جیسے کا بھی کوئی عمل مقبول ہو سکتا ہے۔ پس جب تو اس رنگ میں ہو گا تب تیرے لئے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ تم تو اپنے رب کے کلام کے معانی کی خوشبو سونگھ سکے ورنہ سمجھنے کا دروازہ تجھ پر بند ہے اور میں اپنے پروردگار کی عزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ قرآن عظیم کا ایک ایک حرف ایسا ہے کہ اس کی تفسیر سے جن و انس عاجز ہیں اور اگر ساری مخلوق اتفاق کر کے اپنی عقل سے "ف" کے معنی جاننا چاہے تو بھی ممکن نہیں ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ

اپنے بندہ کو جتلانا نہ چاہے تو کوئی شخص اپنی ذات سے تھوڑا یا بہت کچھ نہیں کر سکتا اور اگر کرنا چاہے تو وہ گویا ز کام میں مبتلا اور سمندر میں تیرتا ہے اور پردہ میں ہے نہ سونگھنے کی قوت رکھتا ہے نہ اندر آنے کی نہ اُس کو علم ہے اور نہ حس۔ اور جس نے اس فرقہ کے مقام کا مزہ نہ چکھا اور اُس کو رویت و مشاہدہ ہوتا ہے وہ نہ اس دریا کی کیفیت بیان کر سکتا ہے جس کو ٹھیراؤ نہیں ہے اور نہ اس ساحل کی حالت کہہ سکتا ہے جو ختم ہی نہیں ہوتا اور نہ اس کی تہ تک تیر سکتا ہے اور نہ اس کی مچھلیاں اس کے ہاتھ آ سکتی ہیں۔ یعنی وہ راز محفوظ کے معانی کو جان نہیں سکتا۔ البتہ جب وہ اپنے بندہ کو اس کا علم عطا فرمائے تب کوئی مانع نہیں ہے۔

شراب معرفت کا حق دار

ان کا قول ہے کہ اس فرقہ کی شراب وہ شخص نہیں پیتا جس کے قلب میں میل کی تلچھٹ تاریکی کا بقیہ نفسانی لذتیں شیطانی دعوے امارت کا غرور اور نفس پُر شور موجود ہو۔ اور ان کا قول ہے کہ بہت سے علم ایسے ہیں کہ لوگ اس کو سنتے ہیں اور سمجھتے نہیں اس لئے اس کو تلف کر دیتے ہیں اسی لئے علماء سے عہد لیا گیا ہے کہ اُسی شخص کے پاس علم کو ودیعت رکھو جس کی عقل چست اور فہم درست ہو۔ اور ان کا قول ہے کہ علماء کے قولوں میں سے یہی صحیح ہے کہ عقل قلب میں ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ اِنَّ فی الجَسَدِ مضغۃ الخ لیکن اگر عقل کی کُنہہ پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ سرامر دنیا کی تدبیر کرتا ہے اور قلب اور آخرت کی، اس لئے جس نے مجاہدہ کیا مشاہدہ کیا اور جو خواب میں مخمور رہا وہ دور رہا۔ اور ان کا قول ہے کہ اس راستہ میں کسی شخص کو سن زیادہ ہونے یا زیادہ زمانہ گذرنے کی وجہ سے تقدم نہیں ہوتا تقدم تو بس کشایش ہی سے ہے اور بارہا ہم تم میں سے جس کو کشاکش نہ ہوئی وہ اپنے آپ کو اُس سے بہتر نہ سمجھے۔ جس کو کشایش ہوئی ہو، اور اے میرے بچو! ابلیس لعین کی حالت پر غور کرو کہ جب اُس نے اپنے آپ کو آدم علیہ السلام سے بہتر سمجھا اور کہا کہ میں اُس سے مقدم اور عبادت و لوزمیں زیادہ ہوں تو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو دور باش کہا اور نکال دیا۔

علم و عمل کی جستجو

ان کا قول ہے کہ قرآن کے حامل پر واجب ہے کہ نہ اپنے پیٹ کو حرام سے بھرے اور نہ اپنے جسم کو حرام سے ڈھانکے اور اگر وہ ایسا کرے گا تو قرآن اس کے اندر سے اس پر لعنت کرے گا۔ اور ان کا قول ہے کہ اللہ کی لعنت ہے اُس پر جس نے کلام اللہ کی تعظیم نہ کی۔ اور کہا کرتے تھے کہ جو شخص میرا بیٹا بننا چاہتا ہو اُس کو لازم ہے کہ اپنے نفس کو شریعت کے کوزہ میں بند کرے اور حقیقت کی انگوٹھی سے اس پر مہر لگائے اور مجاہدہ اور تلخیاں سہنے کی تلوار سے اس کو قتل کرے اور جو یہ سمجھا کہ اس کا کوئی عمل ہے وہ اپنے رب کی آنکھ سے گرا اور اس کے ملاحظہ سے محروم رہا۔ اور ان کا قول ہے کہ عارف کو اپنی نیکیاں گناہ نظر آتی ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ اس سے اُس کی تقصیر کے باعث مواخذہ کرے تو وہ عدل ہوگا۔ اور کہا کرتے تھے کہ اے میرے بچو! علم کی جستجو میں رہو اور نہ ٹھیرے رہو نہ گھبرا جاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سید المرسلین سے ارشاد فرمایا تھا کہ[1] "تم کہو کہ اے میرے پروردگار مجھے اور زیادہ علم نصیب کر" تو پھر ہمارا کیا پوچھنا ہے۔ ہم بیچارے

---

[1] دیکھو سولھویں پارہ کا پندرھواں رکوع (سورہ طٰہٰ کی ایک سو چودھویں آیت) قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔

تو بہت بُرے حال اور آخر زمانہ میں ہیں اور زیادتی علم کی جستجو کا سبب ادب ہے یعنی زیادتی علم کی اس لئے جستجو کرو کہ تمہارا ادب جو میرے ساتھ ہے اُس میں اور زیادتی ہو وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ اور لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ویسی قدر نہ کی جیسی ہونی چاہیئے اور جب یہ کسی مرید کو خرقہ پہناتے تو اُس سے کہتے تھے کہ اے میرے بچے سُن! اس راستہ کی صحت و بنیاد و استحکام بھوک سے ہے اس لئے اگر سعادت کے طالب ہو تو بھوک کو لازمی سمجھو اور نہ کھاؤ مگر فاقہ پر کیونکہ بھوک جسم میں سے شیطان کی جگہ کو دھو دیتی ہے پس اگر تم بغیر پرہیز کئے دوا پینا چاہتے ہو تو یہ نہیں ہو سکتا۔

مومن کی فراست آن کا قول ہے کہ مومن کی فراست سے بچتے رہو وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے تمہارے باطن کو دیکھتا ہے اور اُس میں وہ چیز پاتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے پس اگر تم سننا دیکھنا اور سمجھنا چاہتے ہو تو اپنے باطن میں فوائد کو محفوظ رکھو اور ہاتھ کے بوسہ اور سرداری پر قناعت نہ کرو اور فقیر کامل نہیں ہوتا، جب تک کہ حقیقت کے معانی نقل سے نہیں بلکہ ذوق سے اور قول سے نہیں بلکہ فعل سے بیان نہ کرے اور اپنے باطن میں سِرّ و معنیٰ کے ساتھ برگزیدہ ہونے کے زیور سے آراستہ نہ ہو تاکہ وہ حکمت کی باتوں کا زمزمہ پرداز اور بیان کرنے والا ہو اور سرِ مخفی کا جاننے والا و محقق ہو پس جو بات منہ سے نکالے وہ سچی ہی ہو اور جو کلام کرے وہ حق ہی ہو اور جب اس حالت کو پہنچ جائے تب اس کے لئے درست ہے کہ خلق کو اللہ تعالیٰ کی طرف بُلائے۔ اور کہا کرتے تھے کہ اے میرے ولی بچو! دخل در معقولات کرنے والوں اور بُرے ملنے والوں سے بچو اور اگر اپنے بھائی کی طرف سے خشومت یا حسد معائنہ کرو تو اس سے بھلائی کے ساتھ پیش آؤ اور اپنے آپ کو اس سے بچائے رکھو اور جو تمہارا دوست ہے وہ اگر تم سے خلوص برتے تو اُس کی حفاظت کرو۔ اور اے میرے بچو! آدمی کو اس سے چارہ نہیں ہے کہ سب لوگوں سے ہوشیار رہے کیونکہ ہم آخری زمانہ میں ہیں جس میں خیر خواہی اس قدر کم ہو گئی ہے کہ شاید تم کو ایک خیر خواہ بھی نظر نہ آئے گا اور ایسے لوگوں کو کہ تم ان کی خوشی کے درپے رہو اور وہ تمہارے رنج کے درپے ہوں اور تم اُن کو بلند کرو اور وہ تم کو پست کرنے کی کوشش کریں اور تم ان کے ساتھ نیکی کرو تو وہ تمہارے ساتھ بدی کریں بلکہ تم ان کے ساتھ نیکی بھی کرو تو وہ تمہارے ساتھ بدی ہی کریں اور تم ان پر مہربانی کرو اور وہ تم کو برچھیوں پر ڈال دینا اور کانٹوں میں گھسیٹنا چاہیں اور تم ان کو فائدہ پہنچاؤ اور وہ تم کو ضرر پہنچائیں اور تم ان کی بھلائی کے درپے ہو اور وہ تم پر جفا کرنے کو تُلے رہیں اور تم اُن سے جوڑو اور وہ تم سے توڑیں اور تم ان کو کھانا کھلاؤ اور وہ تم کو محروم رکھیں اور تم اُن کو آگے بڑھاؤ اور وہ اگر قدرت پائیں تو تم کو پیچھے ہٹائیں اور تم ان کی تعلیم کرو اور وہ کہیں کہ میں نے ہی ان کی تعلیم کی ہے اور تم ان سے صاف رہو اور وہ تم سے خیانت کریں اور تم اُن سے نرمی برتو اور وہ تم سے فریاد کریں۔ واہ رے دنیا اور اہلِ دنیا!

منافقوں سے پرہیز جب انبیا علیہم السلام کے زمانہ میں نفاق موجود تھا تو ساتویں صدی اس سے کیونکر خالی ہو سکتی ہے۔ اس لئے اے میرے بچو! بُروں سے تنہائی اختیار کرو اور اچھوں سے نیکی حاصل کرو۔ اور اگر تم میں اس کی قدرت ہو کہ ایسے شخص کی صحبت نہ اختیار کرو جس کی

صحبت میں پریشانی حاصل ہوتی ہو تو ایسا ہی کرو کیونکہ اگر تم اس کی صحبت میں رہوگے تو تم پچھتاؤگے اور میں نے تم کو سمجھا دیا ہے۔ اور اس زمانہ میں جو اہل تمکین ہیں انھوں نے رذیل لوگوں کے اخلاق چھوڑ دیئے ہیں اُن کے فعلوں کو بخش دیا ہے اُن کے نقائص سے آنکھیں بند کرلی ہیں اُن کے قولوں کے سننے سے اپنے کانوں کو بہرا بنا لیا ہے اور سب کو اللہ کے لئے ترک کردیا اور اس زمانہ کے لوگوں کے لئے عفو شامل چاہا اور اُن کی بُرائیوں کا مقابلہ بھلائیوں سے اور ان کی مضرتوں کا نیکیوں اور مسرتوں سے کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اہل تمکین کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے "اور جو تمہارا ہاتھ نہ بٹائے اس کو بیچ ڈالو اور خدا کی مخلوق پر عذاب نہ کرو" اور اہل تمکین نے جو کچھ کیا ہے وہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس زمانہ میں اولی پر چلنے کا دروازہ بند کردیا گیا ہے اس لئے کہ اگر فقیر اہل زمانہ کی اصلاح میں مشغول ہو تو اپنے نفس کے مہمات سے باز رہے اور اس کا کچھ نتیجہ بھی نہیں ہے جیسا کہ دیکھا جاتا ہے واللہ اعلم۔

آداب شیخ کہا کرتے تھے کہ مرید اپنے شیخ کے ساتھ مردہ کی طرح رہتا ہے نہ حرکت کرتا ہے نہ بولتا ہے اور نہ اس کی قدرت رکھتا ہے کہ اُس کے سامنے باتیں کرے۔ مگر اس کی اجازت سے اور شادی بیاہ آنا جانا ملنا، یا الگ رہنا، کسی علم یا قرآن کا ذکر میں مشغول ہونا خانقاہ میں خدمت کرنا وغیرہ کوئی کام اس کی اجازت کے بغیر نہیں کرتا سلف وخلف سب کا یہی طریقہ اپنے پیروں کے ساتھ رہا ہے کیونکہ پیر تو باطنی کا باپ ہے اور بیٹے پر واجب ہے کہ اپنے باپ کی خلاف ورزی نہ کرے اور خلاف ورزی کا کوئی ضابطہ نہیں ہے۔ جس کو میں محدود کرسکوں سارے احوال کے لئے حکم عام ہے اور مرید کو ویسا ہی قرار دیا گیا ہے۔ جیسا مردہ شو کے سامنے مردہ اس لئے اپنے باپ کی اطاعت کو لازمی سمجھو اور اس کو جسمانی باپ سے بڑھکر جانو کیونکہ باعتبار جسمانی باپ کے روحانی باپ زیادہ نفع پہنچاتا ہے اس کو روحانی فرزند ٹھنڈے لوہے کے ٹکڑے کی صورت میں ملتا ہے جس کو یہ تاکر پگھلاتا اور اس پر کیمیا ٹپکاتا یعنی اندر ہی اندر اپنا کام کرتا اور پھر اُس کو کندن بنا دیتا ہے۔ اے میرے بچے اس کو سن رکھو فائدہ اٹھاؤگے۔ اور بہتیرے فقرا مرتے دم تک اپنے پیروں کی صحبت میں رہتے اور ادب نہ ہونے کے باعث کچھ نفع نہیں اٹھاتے ہیں اور ان میں سے بعض دشمن بن جاتے ہیں۔ مردانِ خدا کی روگردانی اضداد کی صحبت اور محال پر مرید کے کان دھرنے سے خدا بچائے۔

اولیاء اللہ کے مراتب کہا کرتے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام کی مناجات کے وقت میں موسیٰ تھا علیؓ رضی اللہ عنہ کے حملوں کے وقت میں علیؓ تھا میرے ہی ہاتھ میں روئے زمین کے ہر ولی کا خلعت ہے ان میں سے جس کو میں چاہتا ہوں پہناتا ہوں میں نے آسمان میں اپنے رب کو مشاہدہ کیا اور کرسی پر اُس سے مخاطب ہوا میں نے ہی اپنے ہاتھ سے دوزخ کے دروازے بند کئے اور میں نے ہی اپنے ہاتھ سے جنت الفردوس کے دروازے کھولے جس نے میری زیارت کی میں نے اس کو باغ فردوس میں جگہ دی اور سن اے میرے بچے! کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء ایسے ہیں کہ نہ ان کو خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔ اللہ سے ملے ہوئے ہیں اور جو ولی اللہ تعالیٰ سے ملا ہوا ہے وہ اُسی طرح اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے جس طرح موسیٰ علیہ السلام اپنے رب سے سرگوشی کرتے تھے اور جو ولی ہے وہ کافروں پر اُسی طرح حملہ کرتا ہے

جس طرح علیؓ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کرتے تھے اور میں اور اللہ تعالیٰ کے اولیاء ازل میں قدیم ازلی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیر تھے اور اللہ عزوجل نے مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے پیدا کیا اور مجھے حکم دیا کہ سب ولیوں کو میں اپنے ہاتھ سے خلعت پہناؤں چنانچہ میں نے اپنے ہاتھ سے ان کو خلعت پہنائے اور مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابراہیم تو ان پر نگہبان ہو چنانچہ میں تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور میرے بھائی عبدالقادر میرے پیچھے تھے اور ابن الرفاعی عبدالقادر کے پیچھے۔ بعدہٗ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف رخ کیا اور فرمایا کہ اے ابراہیم مالک (دوزخ) کے پاس جا اور اس سے کہہ کہ دوزخ کے دروازے بند کردے اور رضوان (جنت کے نگہبان) کے پاس جا اور اُس سے کہہ کہ بہشت کے دروازے کھول دے۔ چنانچہ مالک نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی اور رضوان نے بھی اور اسی مضمون کے کلام کو انھوں نے بہت طول دیا اور اس کے بعد کہا ہے کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اس کو صرف وہی جانے گا جو اپنے پردوں کی کثافت سے باہر نکل آیا اور فرشتوں کی طرح روحانی ہوگیا ہے۔

شیخ کا نسب نامہ

میں کہتا ہوں کہ یہ کلام استطالت کے مقام کا ہے اس مقام والے کو یہ رتبہ عطا ہوتا ہے کہ جو چاہے بولے اور ان سے پہلے شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اس قسم کی باتیں کی ہیں۔ اس لئے سزاوار نہیں ہے کہ اس کی مخالفت کی جائے مگر نص صریح سے والسلام۔ ان کا نسب نامہ یہ ہے۔ ابراہیم بن ابی المجد بن قریش بن محمد بن ابی النجا بن زین العابدین بن عبدالخالق بن محمد بن ابی الطیب۔ بن عبداللہ کاتم بن عبدالخالق بن ابی القاسم بن جعفر زکی ابن علی محمد جواد بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علیؓ زاہد بن علیؓ زین العابدین بن حسین بن علیؓ بن ابی طالب قرشی ہاشمی رضی اللہ عنہم اجمعین۔ انھوں نے امام شافعی رضی اللہ عنہ کے مذہب کی فقہ حاصل کی بعدہٗ سادات صوفیہ کی روش اختیار کی اور مسند شیخوخیت کو رونق بخشی اور ان کی شہرت کا علم بلند ہوا۔ تینالیس سال کی عمر پائی اور کبھی نفس و ہوا و شیطان کے مجاہدہ میں غفلت نہ کی۔ اور ۶۷۶ھ میں عالم جاودانی کی راہ لی۔

ان کی نظم کا ترجمہ

معشوقِ حقیقی نے دیا جامِ محبت !
عشاق سے پنہاں میں ہوں اور گوشۂ عزلت

اُس نورِ جلالت کی تجلّی ہوئی مجھ پر
ہے کوہ میں بھی جس کے تحمّل کی نہ طاقت

اُس بزم میں کتنے جتنے ہیں اُن کے تھے ساقی
ہر دور میں پھرتے تھے ہیں چرخ کی صورت

دی اُس نے مجھے چھُپ کے مئے حکمت و اسرار
تھے اس میں رسولِ عربی پیرِ طریقت

اقرار لئے مجھ سے رہا جن کا میں پابند
چھوٹا نہ کبھی ہاتھ سے سررشتۂ الفت

سب دیو و پری جن و بشر ہو گئے محکوم
دی سارے جہان کی مجھے اس طرح حکومت

چھوٹا نہیں مجھ سے کوئی خطّہ کوئی گوشہ
ہر ملک میں ہے مانی ہوئی میری ولایت

وہ چیز ہوں میں جس کو ہر اک آنکھ نہ دیکھے
گو حکمِ خدا سے ہیں سبھی میری رعیت

آئے علماء بر سرِ انکار بہت سے
پر فضلِ خدا سے گئے باخرقہ و بیعت

اس قول سے منظور نہیں مجھکو تفاخر
ہے حکم کہ لوگوں پہ کھُلے میری طریقت

ان کی دوسری نظم کا مضمون

ہوا جلوہ فگن میرے لئے معشوق ہر جانب
کیا نظارہ اُس کا میں نے ہر معنی و صورت میں

اُٹھا کے میرے دل کے پردے پوچھا "مجھکو بھی جانا"
کہا۔ جانان ! تجھے کیونکر نہ جانوں ایسی حالت میں

تو ہی ہے میرے دل کی آرزو۔ بلکہ میں ہوں تو ہی
کھُلا یہ راز تو عینِ حقیقت ہے حقیقت میں

کہا۔ "ہے بات تو یونہیں" مگر تعیین حائل ہے
مثنیٰ میرے ہی نسخہ کا ہے تو بھی کتابت میں

ہوئی وصلت سے میری ذات اُس سے متحد لیکن
حلول اس میں نہیں ممکن۔ یہ ہے تحقیق نسبت میں

بقائے دائمی میں ہو گیا میں بھی فنا ایسا
نشاں باقی نہیں میرا دوامِ سرمدیت میں

مجھے غائب کیا نظروں سے میری اس طرح اُس نے
کہ اپنی ذات کو خود پوچھتا پھرتا ہوں غیبت میں

بنا ہوں اپنے ہی آئینہ میں نظارگی اپنا
یہی تھی منتہائے آرزو میری حقیقت میں

مٹاتے ہیں علوم اور وہم قائم رکھتا ہے مجھکو
مری روداد اب دائرہ ہے منفی اور مُثبت میں

گذر جس جا نہیں ممکن ہے گل رویانِ عالم کا
نشیمن ہے وہی اس کا ہمارے دل کی جنت میں

میں ہی وہ قطب ہوں چلتا ہے جس کا حکم عالم میں
مرے ہی گرد گردش کرتے ہیں سب اپنی نوبت میں

میں ہی وہ مہر ہوں جو نور افشاں ہے بصیرت پر
میں غائب ہوں اُن آنکھوں سے جو ناقص ہیں بصارت میں

ہے زنگ آلود آئینہ میں میری شکل کا جویا
نظر آئے بھلا کس طرح مجھکو نور ظلمت میں

نبوت میری ہی قائم ہوئی ہر اک زمانہ میں
ہیں راہیں مختلف لیکن سبھی ہیں میری اُمت میں

کوئی مسجد نہیں ایسی نہ ہو منبر مرا جس میں
کیا مختار اس درجہ تک اس نے اپنی حضرت میں

مری آنکھوں نے عینِ ذات ہی کو ہے فقط دیکھا
سوا اس کے سماتا کب ہے اس چشمِ بصیرت میں

مری ہی ذات سے قائم ہیں ذاتیں ذرہ ذرہ کی
مکیں تو ایک ہی ہے ہر نئے قصر و عمارت میں

نہ لیلیٰ تھی نہ سلمیٰ تھی نہ علوی تھی نہ سعدیٰ تھی
یہ تصویریں تھیں مری شکل و صورت کی حقیقت میں

مرا نشو و نما تھا عشق میں آدم سے بھی پہلے
میں پیدائش سے اپنی بھی مقدم ہوں محبت میں

میں نورِ احمدی کے ساتھ تھا عرشِ معلیٰ پر
مکینِ دُرّۃ البیضاء تھا اپنی خاص خلوت میں

جو ابراہیم نے دیکھا تھا قصہ خواب میں اپنے
میں ہی مقصود تھا بالذات اُس لطف و عنایت میں

گئے جو حضرتِ ادریس باغِ خلد کو یاں سے
ملیں جب نعمتیں ان کو میں تھا اُن کی معیت میں

میں تھا ہمراہ عیسیٰؑ کے جو گہوارہ میں باتیں کیں
حلاوت میں نے ہی داؤد کو بخشی تھی نعمت میں

خلائق نے بھی دیکھا تھا کہ تھا میں نوحؑ کا ساتھی
وہ سیلاب اور کشتی سب تھے واں میری ہی قدرت میں

میں ہر حالت میں شیخ وقت اور قطبِ زمانہ ہوں
میں ابراہیم بندہ - پیر ہوں راہِ طریقت میں

اشعار کا خلاصہ

میں کہتا ہوں کہ ان اشعار میں جو کچھ حد سے متجاوز باتیں ہیں وہ ارواح کی زبان سے ہیں اور اس کو نہیں جانتا مگر وہی شخص جس نے ارواح کے صادر ہونے کا مشاہدہ کیا ہے کہ کہاں سے آئیں اور کہاں تک جائیں گی اور ان روحوں کے مومنوں میں عضو واحد کی طرح ہونے کو سمجھا ہے کہ جب ایک میں درد ہو تو سارے اعضاء بیقرار ہو جائیں اور یہ کامل محمدی کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کے سوا اور کوئی اس سے واقف نہیں ہے۔ اور سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ میں اپنے مریدوں کو اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے روز سے پہچانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ کون کون اُس دن میرے دائیں جانب تھے اور کون کون بائیں جانب اور اُسی دن سے میں اپنے مریدوں کی برابر تربیت کرتا رہا ہوں اور وہ صلبوں میں تھے مگر مجھ سے چھپے ہوئے نہ تھے اور اس وقت تک یہی حال ہے۔ اس کو ابن العربی رضی اللہ عنہ نے فتوحات میں نقل کیا ہے۔

آخری قول

حضرت ابراہیم دسوقی کا قول ہے کہ جب میں چھ برس کا تھا تو اللہ تعالیٰ نے جو کچھ کہ عالمِ بالا میں ہے مجھے مشاہدہ کرایا تھا۔ اور جب میں آٹھ برس کا تھا تو لوح محفوظ میں نگاہ کی تھی۔ اور جب نو برس کا تھا تو آسمان کا طلسم توڑا تھا۔ اور سبع مثانی میں میں نے ایک ایسا حرف معجم دیکھا جس میں جن و انس حیران تھے مگر میں اس کو سمجھ گیا اور اس کے سمجھنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر کیا اور جو ساکن تھا اُس کو میں نے حرکت دی اور جو متحرک تھا اس کو ساکن کیا اور اُس وقت میں چودہ برس کا تھا والحمدللہ رب العلمین۔ یہ مضامین میں نے ان کی کتاب الجواھر سے جو ایک ضخیم جلد ہے خلاصہ کئے ہیں

---

(۲۸۸) ابوالعباس سیدی احمد بدوی شریف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تمام روئے زمین میں ان کی اس قدر شہرت ہے کہ میری تعریف کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن ان سے برکت حاصل کرنے کے لئے میں ان کا تھوڑا سا حال حوالہ قلم کرتا ہوں اور اللہ ہی کی توفیق سے کہتا ہوں کہ ان کا مولد شہر فاس ہے۔ جو ملک مغرب کا مشہور شہر ہے۔ کیونکہ ان کے اجداد حجاج کے زمانہ میں جب اس نے بہت سے سیدوں کو قتل کر ڈالا۔ یہاں چلے آئے تھے۔ یہ جب سات برس کے ہوئے تو ان کے والد ماجد نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ اے علی! اس ملک سے مکہ مشرفہ کو نقل وطن کر کیونکہ اس میں ہمارا ایک بڑا مقصد ہے یہ واقعہ ۶۰۳ھ کا ہے۔

مکہ معظمہ کا سفر سید احمد رضی اللہ عنہ کے بھائی سید حسن کہتے ہیں کہ چنانچہ ہم روانہ ہوئے اور برابر عربوں ہی کے پاس اترتے چلے اور سب تعظیم و کشادہ دلی کے ساتھ پیش آنے لگے۔ بالآخر چار سال میں ہم مکہ مشرفہ پہنچے اور سارے شرفاء مکہ ہم سے آکر ملے اور سب نے ہماری تعظیم و تکریم کی اور ہم نہایت فراغ حالی و فارغ البالی کے ساتھ ان میں رہے۔ یہاں تک کہ ۶۲۷ھ میں ہمارے والد نے وفات پائی اور باب المعلاۃ میں دفن ہوئے اور ان کی قبر وہاں ایک زاویہ میں ظاہر اور لوگوں کی زیارت گاہ ہے۔ سید حسن کہتے ہیں کہ میں اور میرے بھائی وہیں اقامت پذیر رہے اور احمد عمر میں ہم سب سے چھوٹے اور دل کی شجاعت میں سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ اور چونکہ یہ اکثر ڈھاٹا باندھتے تھے۔ ہم نے ان کو بدوی کا لقب دے رکھا تھا۔ میں نے ان کو اپنے بیٹے حسین کے ساتھ مکتب میں قرآن پڑھایا۔ مکہ کے سواروں میں ان سے بڑھ کر دلیر کوئی نہ تھا اور مکہ والوں نے ان کا نام عطّاب رکھ دیا تھا۔

عشق الٰہی کی مدہوشی مگر جب ان پر عشق و سراسیمگی کی حالت طاری ہوئی تو ان کی حالت بالکل بدل گئی لوگوں سے کنارہ اور برابر چپ رہنے لگے۔ کسی سے بات نہیں کرتے تھے مگر اشارہ سے اور بعض عارفین کہا کرتے تھے کہ ان کو حق تعالیٰ پر ایسی جمعیت حاصل ہوئی ہے کہ ابد تک ان کو مستغرق رکھے گی اور ہمارے اس زمانہ تک برابر ان کا حال بڑھتا ہی رہا۔ بعدہ ۶۳۳ھ کے شوال میں انھوں نے تین بار خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص کہتا ہے کہ اٹھ اور مطلع آفتاب کی طرف جا اور جب مطلع آفتاب تک پہنچ جائے تو آفتاب کے جائے غروب کی راہ لے اور طنتدتا تک جا کیونکہ اے جوان یہیں تیرا مقام ہے۔ یہ خواب دیکھ کر انھوں نے اپنے اقرباء سے مشورہ لیا اور عراق تک سفر کیا۔ اور بزرگان عراق نے ان کو خیر مقدم کہا۔ جن میں سیدی عبدالقادر[1] و سیدی احمد بن رفاعی بھی تھے۔ ان دونوں بزرگوں نے کہا کہ اے احمد! عراق۔ ہند۔ یمن

---

[1] ظاہر ہے کہ ان بزرگوں کے خیر مقدم کہنے اور کنجیاں پیش کرنے سے روحانی تصرفات مراد ہیں نہ جسمانی۔ کیونکہ یہ واقعہ جیسا کہ عبارت کتاب سے ظاہر ہے۔ ۶۳۳ھ یا اس کے بعد کا ہے۔ اور ۶۳۳ھ کے بہت قبل دونوں بزرگ اس زندگی کو الوداع کہہ چکے تھے۔ ۱۲ مترجم

روم ۔مشرق و مغرب کی کنجیاں ہمارے ہاتھوں میں ہیں ان میں سے جو کنجی تم چاہو اس کو پسند کرو۔ مگر سیدی احمد رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ مجھے تمھاری کنجیوں کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ میں تو صاحبِ کلید ہی سے کنجی لوں گا۔ سید حسن کہتے ہیں کہ سید احمد اولیاء عراق جیسے شیخ عدی بن مسافر وحلاج وغیرہ کے مزاروں کی زیارت سے جب فارغ ہوئے تو ہم نے خطۂ طنند تا کے ارادہ سے کوچ کیا اور تمام اطراف وجوانب کے لوگوں نے ہم کو گھیر لیا اور ہم سے عداوت و معاوضہ اور ہم کو تنگ کرنے لگے اُس وقت سید احمد نے ہاتھ سے اُن کی طرف اشارہ کیا تو سب کے سب گر پڑے اور کہنے لگے کہ اے احمد! تم جوانوں کے باپ ہو اور سب سرنگوں ہوکر اُلٹے پاؤں لوٹ گئے اور ہم سب ام عبیدہ کی طرف چلے۔ یہاں سے سید حسن مکہ معظمہ کو لوٹ گئے۔

فاطمہ بنت بری کی توبہ

سید احمد رضی اللہ عنہ فاطمہ بنت بری کے یہاں گئے۔ یہ بہت بڑی صاحبِ حال اور بدیع الجمال بی بی تھیں اور مردوں کے احوال سلب کر لیا کرتی تھیں۔ مگر سید احمد رضی اللہ عنہ نے ان کے احوال کو سلب کر لیا اور بی صاحبہ نے ان کے ہاتھ پر توبہ کی کہ اب سے کسی سے تعرض نہ کروں گی اور جتنے قبائل کہ بنت بری کے پاس آکر جمع ہو گئے تھے سب اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے اور اولیاء اللہ میں یہ بہت بڑی خوشی کا دن تھا۔

طنند تا کا سفر

بعدہٗ سید احمد رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ ہاتف کہتا ہے کہ اے احمد طنند تا کی طرف جا کیونکہ تو وہیں اقامت گزیں ہوگا اور وہاں بہت سے مردان و بہادران راہ خدا عبدالعال وعبدالوہاب وعبدالمجید وعبدالمحسن وعبدالرحمٰن کی تربیت کرے گا۔ یہ واقعہ شہر رمضان ۶۳۴ھ کا ہے۔ چنانچہ وہ مصر پہنچے اور بعدہٗ طنند تا کو روانہ ہو گئے اور وہاں جا کر فوراً بڑی تیزی کے ساتھ ایک شخص مسمّٰی بہ ابن شحیط کے گھر میں جو اس شہر کے مشائخ میں سے تھے چلے گئے اور ان کی کھڑکی کی چھت پر چڑھ گئے اور شب و روز متحیر آسمان کی طرف نظر کئے ہوئے کھڑے رہنے لگے۔ اس زمانہ میں ان کی آنکھوں کی سیاہی اس قدر سرخ ہو گئی تھی کہ شعلۂ آتش نظر آتی تھی اور چالیس چالیس دن بلکہ اس سے بھی زیادہ بےخواب و خور کھڑے رہا کرتے تھے۔ اس کے بعد چھت سے اُتر آئے اور فیشا المنا سالا کے اطراف کی طرف روانہ ہوئے اور لڑکے ان کے پیچھے چلے جن میں عبدالعال اور عبدالمجید بھی تھے۔ اور سید احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ سوج گئی تھی اس لئے انھوں نے عبدالعال سے کہا کہ ایک انڈا لے آؤ تو میں اُسے اپنی آنکھ پر رکھوں۔ عبدالعال نے کہا کہ سبز لکڑی جو آپ کے پاس ہے وہ مجھے دیدیجئے۔ چنانچہ اُنھوں نے دیدی اور وہ اپنی ماں کے یہاں آئے اور کہنے لگے کہ یہاں ایک بدو ہے جس کی آنکھ دکھنے کو آئی ہے۔ اس نے مجھ سے ایک انڈا مانگا ہے اور یہ لکڑی مجھے دی ہے۔ مگر اُس کی ماں نے کہا کہ میرے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ انھوں نے واپس آکر سیدی احمد رضی اللہ عنہ سے ماجرا بیان کیا۔ تب اُنھوں نے کہا کہ خانقاہ چلا جا اور وہاں سے ایک انڈا میرے لئے لے آ۔ چنانچہ عبدالعال نے خانقاہ آکر جو دیکھا تو وہ انڈوں سے بھرا پڑا تھا۔ اس میں سے ایک لے لیا اور اُن کے پاس پہنچے۔

عبدالعال کی رفاقت

اسی وقت سے عبدالعال نے سید احمد رضی اللہ کے ساتھ ساتھ پھرنا اختیار کیا

اوران کی ماں ان کو سید احمدؒ کے پنجہ سے نہ چھڑا سکیں اور کہا کرتی تھیں کہ اے بدّو تو ہمارے لئے منحوس ہے۔ مگر سید احمد رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر پہنچی تو وہ کہا کرتے تھے کہ اگر وہ "اے بدّو ہمارے لئے تو نیکی ہے"۔ کہتیں تو زیادہ سچ ہوتا۔ بعدہٗ انھوں نے عبدالعال کی ماں کو کہلا بھیجا کہ بیل کے سینگ کے دن سے یہ میرا بیٹا ہے۔ اور اس کا واقعہ یہ تھا کہ عبدالعال شیرخوارہ ہی تھے کہ ان کی ماں نے ایک دن ان کو ایسے مقام پر رکھ دیا تھا جہاں بیل کا چارہ تھا۔ بیل وہاں پر چارہ کھانے کو جو آیا تو اُس نے بچہ پر اپنے سینگ ڈال دیئے اور عبدالعال کو اپنے دونوں سینگوں پر اٹھالیا اور وہ ایسا برہم تھا کہ کوئی شخص عبدالعال کو اُس سے چھڑا نہ سکا اُس وقت سید احمد رضی اللہ عنہ عراق میں تھے۔ انھوں نے وہیں سے ہاتھ بڑھایا اور عبدالعال کو اُس کے سینگوں سے چھڑا لیا۔ پس عبدالعال کی ماں کو وہ واقعہ یاد آ گیا اور اُسی دن سے وہ حضرت کی معتقد ہو گئیں۔

چھتوں پر قیام

آمدم برسر مطلب۔ سید احمدؒ بارہ برس تک برابر چھتوں ہی پر رہے اور سید عبدالعال جب کسی مرد یا لڑکے کو لے کر آتے تو وہ چھت سے اُتر کر ایک نگاہ اُس پر ڈال کر اُسے نعمتوں سے مالامال کر دیتے اور عبدالعال سے کہتے کہ اس کو فلاں شہر یا فلاں جگہ لے جاؤ۔ اس لئے ان فقیروں کا نام "اصحاب السطح" یعنی چھت والے پڑ گیا۔ اور سید احمد رضی اللہ عنہ ہمیشہ دو ڈھاٹے باندھے رہتے تھے اور سید عبدالمجید کو ایک دن یہ خواہش ہوئی کہ سید احمد رضی اللہ عنہ کا چہرہ دیکھتے۔ چنانچہ انھوں نے کہا کہ یا سیّدی میں چاہتا ہوں کہ آپ کا روئے انور دیکھوں تاکہ پہچان سکوں انھوں نے کہا کہ اے عبدالمجید ہر دیکھنا دیکھنے والے کی استعداد کے لحاظ سے ہوا کرتا ہے۔ عبدالمجید نے کہا کہ یا سیّدی مجھے دکھا دیجئے گو میں مر ہی کیوں نہ جاؤں۔ چنانچہ انھوں نے اوپر کا ڈھاٹا کھولا تو عبدالمجید بیہوش ہو کر گرے اور فوراً راہی ملک عدم ہوئے۔ اور طندتا میں ایک فقیر حسن زرگر اخنائی اور دوسرے سالم مغربی تھے۔ اور جب سید احمد رضی اللہ عنہ عراق سے پہلی مرتبہ آئے ہوئے مصر کے قریب پہنچے تو حسن زرگر نے کہا کہ اب یہاں ہم نہیں ٹھیر سکتے ملک کا مالک آ گیا چنانچہ وہ اخنا کے اطراف میں چلے گئے اور اس وقت تک ان کا مزار وہاں مشہور ہے۔ اور سالم رضی اللہ عنہ ٹھیرے رہے اور انھوں نے سید احمد رضی اللہ عنہ کو صاحبِ ولایت تسلیم کیا اور ان سے کچھ تعرض نہ کیا اس لئے سید احمد رضی اللہ عنہ نے ان کو بحال رکھا اور ان کی قبر طندتا میں مشہور ہے۔

منکروں کو زوال

اوروں نے ان کا انکار کیا اس لئے اُن سے نعمتیں چھین لی گئیں اور ان کا نام و نشان مٹا دیا گیا۔ ان میں سے ایک طندتا میں عظیم الشان محل والے تھے جن کا نام وجہ القمی تھا اور یہ بڑے ولی تھے۔ ان کو حسد کا جوش ہوا اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا اس لئے کورے بنا دیئے گئے۔ اور اس وقت طندتا میں اُن کی قبر پر کتے بھرے رہتے ہیں اور اس میں مطلق نیکی و مدد کی بو نہیں ہے۔ طندتا کے خطیبوں نے ان کی طرف داری کی اور ان کے عرس کا ایک زمانہ مقرر کیا۔ اور بہت سارا مال اس میں خرچ کیا اور ان کے تکیہ کی بہت بڑی عمارت بنوائی۔ مگر عبدالعال رضی اللہ عنہ نے اس کو پاؤں سے ٹھوکر ماری تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے زمانہ تک وہ ویران پڑی ہے سچ ہے سے

کسے را کہ قہرِ تو از سر فگند بہ پا مردی کس نہ گردد بلند

اور ملک الظاہر بیبرس ابوالفتوحات سید احمد رضی اللہ عنہ کا بہت بڑا معتقد تھا اور ان کی زیارت کو آیا کرتا تھا۔ اور جب وہ عراق سے آئے تو وہ مع اپنے لشکر کے اُن سے ملنے کو مصر سے باہر نکلا اور حد درجہ ان کی عزت و توقیر کی۔

حلیۂ مبارک سید احمد رضی اللہ کی پنڈلیاں پُر گوشت تھیں ہاتھ لمبے تھے۔ منہ بڑا سا تھا آنکھیں سرگیں تھیں قد لمبا اور رنگ گندمی تھا۔ ان کے چہرہ پر سیتلا کے تین داغ تھے۔ ایک دائیں رخسارہ پر اور دو بائیں پر۔ ناک بلند اور نیلی تھی اور دونوں کنارہ پر مسور کے دانہ سے چھوٹے چھوٹے دو سیاہ مسے تھے۔ اور ان کی آنکھوں کے بیچ میں اُسترے کے زخم کا نشان تھا۔ جب یہ مکہ معظمہ میں تھے تو ان کے بھائی حسین کے بیٹے نے ان کو یہ چرکا لگایا تھا۔ یہ چھٹپن سے برابر دو ڈھاٹے باندھے رہتے تھے۔ قرآن مجید حفظ کر لینے کے بعد مدت تک امام شافعی رضی اللہ عنہ کے مذہب کی تعلیم پاتے رہے۔ یہاں تک کہ جب کیفیت عشقیہ پیدا ہو گئی تو اس کو تہہ کر کے رکھ دیا۔ یہ جو کپڑا یا عمامہ استعمال کرتے تھے اس کو نہ دُھونے کے لئے اُتارتے تھے اور نہ بدلنے کے لئے۔ جب وہ گل جاتا تھا تو لوگ دوسرا پہنا دیتے تھے۔ اور جو عمامہ کہ ہر سال ان کے میلاد کے دن ان کا خلیفہ (یعنی سجادہ نشین) زیب سر کرتا ہے۔ وہ حضرت ہی کا عمامہ ہے جو خلیفہ کے قبضہ میں ہے۔ لیکن خراسانی سرخ اونی چادر عبدالعال رضی اللہ کا لباس ہے۔ سید احمد رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ میں اپنے رب کی عزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میری نہریں بحر محیط پر گھومتی ہیں اگر دنیا کی ساری نہروں کا پانی نبڑ جائے تو بھی میری نہروں کا پانی نہ نبڑے گا۔

آپ کے خلفاء سید احمد بدوی رضی اللہ عنہ نے ۶۷۵ھ میں ملاء اعلیٰ کا سفر کیا۔ اور ان کے بعد فقراء پر سیدی عبدالعال رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔ انھوں نے نیک روش اختیار کی اور خانقاہ و مناروں کی تعمیر کرائی اور فقراء و اصحاب طریقت کا کھانا مقرر کیا اور چھوٹی روٹیاں پکانے کا حکم دیا جیسی کہ آج تک چلی آتی ہیں۔ اور جو فقراء کہ صحیح الاحوال تھے ان کو جس جس مقام میں سکونت اختیار کرنے کا حکم دیتے تھے اس سے مخالفت کرنے کی کسی کو مجال نہ تھی۔ چنانچہ انھوں نے اسمٰعیل انبابی کے باپ یوسف کو انبابہ میں اور احمد ابوطرطور کو انبابہ کے سامنے میدان میں اور عبداللہ جیزی کو جیزہ کے سامنے کے میدان میں اور وہیب کو برقموم کبی نی میں اقامت گزیں ہونے کا حکم دیا۔ لیکن یوسف رضی اللہ عنہ کی طرف مصر کے اُمراء و اکابر جھکے اور ان کے دسترخوان پر وہ کھانے ہوتے تھے جو اکثر امیروں کے مقدور سے باہر تھے۔ اس پر شیخ احمد ابوطرطور نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ ہم کو بھائی یوسف کے یہاں لے چلو دیکھیں اُن کا کیا حال ہے۔ چنانچہ وہاں پہنچے تو یوسفؒ نے کہا کہ یہ خوشبودار کھانے کھاؤ اور سید احمدؒ کی مسور و پیاز کا جو میل تمھارے پیٹوں میں ہے اس کو دھو ڈالو۔ اس کلام سے شیخ ابوطرطور کو غصہ آیا اور انھوں نے کہا کہ اے یوسف کیا ایسا ہی ہے؟ یوسف نے کہا کہ یہ تو مذاق تھا۔ مگر ابوطرطور نے کہا کہ نہیں یہ تو تیروں کی جنگ ہے۔ اور انھوں نے آکر عبدالعال رضی اللہ عنہ سے یہ ماجرا بیان کیا۔ عبدالعال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے ابوطرطور تم پراگندہ خاطر نہ ہو جو کچھ اس کے پاس تھا میں نے چھین لیا اور اس کا نام و نشان گم کر دیا اور اس کے بیٹے اسمٰعیل کو وہ نام و نشان دیدیا۔ چنانچہ

اُسی دن سے ہمارے زمانہ تک یوسف کا نام کوئی بھی نہیں لیتا۔

شیخ اسمٰعیل کی کرامات اللہ تعالیٰ نے اس کے بیٹے اسمٰعیل کے ہاتھ پر کرامتیں ظاہر کیں چوپائے ان سے باتیں کرتے تھے۔ اور یہ خبر دیتے تھے کہ میں نے لوح محفوظ کو دیکھا ہے اور فلاں فلاں شخص پر یہ واقعہ گذرنے والا ہے اور ایسا ہی واقع ہوتا تھا۔ اس پر مالکی مذہب کا ایک عالم ان کا منکر ہوا اور اُس نے فتویٰ دیا کہ ان کو سزا دی جائے۔ یہ خبر جب اسمٰعیل رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انھوں نے کہا کہ میں نے تو لوح محفوظ میں یہ دیکھا ہے کہ یہ قاضی دریائے فرات میں ڈوب جائے گا۔ اور ہوا بھی ایسا ہی کہ بادشاہ مصر نے اس کو فرنگیوں کے بادشاہ کے پاس اُس کے ہاں کے پادریوں سے مباحثہ کرنے کو بھیجا۔ کیونکہ اس نے وعدہ کیا تھا کہ اگر یہ مباحثہ میں مسلمان عالم سے مغلوب ہو جائیں گے تو دین اسلام قبول کرلیں گے۔ اور مصر میں اس قاضی سے بڑھکر کوئی مقرر و حجتی نہ ملا اس لئے اس کو بھیج دیا چنانچہ یہ وہاں جاکر دریائے فرات میں ڈوب گیا۔ اور سید احمد رضی اللہ عنہ کے خاندان میں جو اجلاف کی مشہور ترتیب اس وقت تک چلی آتی ہے یعنی نان بائیوں، چرواہوں گھاس لانے والوں اور جھاڑو دینے والوں وغیرہم کی اولاد کی یہ ترتیب سید عبدالعال رضی اللہ عنہ کی قائم کی ہوئی ہے اور کبھی اجلاف کی اولاد خلیفہ (سجادہ نشین) کے احاطہ میں بلا اجازت سواری پر نہیں آتی ہے مگر گھاس لانے والوں کی کیونکہ لوگوں کو معلوم تھا کہ سید احمد رضی اللہ ان کو دوست رکھتے تھے۔

دیگر خلفاء اور عبدالوہاب جوہری رضی اللہ عنہ کا جو محلہ مرحوم کے قریب مدفون ہیں یہ حال تھا کہ جب کوئی شخص ان کی صحبت میں داخل ہوئے کو آتا تو اس سے کہتے کہ اس میخ کو اس دیوار میں گاڑ دے۔ اگر وہ میخ دیوار میں ٹھیر جاتی تو اس کو مرید کر لیتے اور اگر گر پڑتی اور نہیں ٹھیرتی تو اس سے کہتے کہ چلے جاؤ تمھارا حصہ ہمارے ہاں نہیں ہے۔ میں ان کی خلوت کے اندر گیا اور اس دیوار کو میں نے دیکھا اس میں اکثر دراڑ تھے۔ اور اُس میں تھوڑی ہی میخیں ٹھیری تھیں۔ اور یہ بزرگ کشف کے ذریعہ سے جانتے تھے کہ کون ان کی اولاد میں ہے اور کون نہیں ہے اور اس کو وہ اس لئے ظاہر کر دیتے تھے کہ مرید قائل ہو کر اپنے ہی دل میں فیصلہ کرے اور پیر سے رد و کد نہ کرے۔ اور شیخ محمد المعروف بہ قمرالدولہ کا واقعہ یہ ہے کہ یہ سید احمد رضی اللہ عنہ کی صحبت میں زمانہ تک نہ رہے بلکہ ایک مرتبہ سخت گرمی کے زمانہ میں یہ سفر میں تھے اور آرام لینے کو طنتدا میں ٹھیر گئے۔ یہاں انھوں نے سُنا کہ سید احمد رضی اللہ عنہ ضعیف ہو گئے ہیں۔ یہ ان کی زیارت کو حاضر ہوئے اور عبدالعال وغیرہ موجود نہ تھے۔ یہ جو پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ سید احمد رضی اللہ عنہ نے تربوز کا پانی پیا اور پھر اسی تربوز میں اس کو قے کر دیا۔ شیخ محمد نے اُس پانی کو لیا اور پی گئے اس پر سید احمد رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ تو میرے اصحاب کا قمرالدولہ ہے۔ عبدالعال اور جماعت نے جو اس کو سُنا تو شیخ محمد سے لڑنے اور ان کو مار ڈالنے کو باہر نکلے۔ شیخ محمد نے ایڑ مار کر اپنے گھوڑے کو اُس کنوئیں میں ڈال دیا جو تربت نقاضہ کے ٹیلے کے قریب تھا اور سہ

طلسم تازہ یہ دیکھو کہاں ڈوبے کہاں نکلے۔

اُس کنوئیں میں سے نکلے جو دنیا کے کنارہ پر واقع تھا۔ اور لوگ بہت دیر تک اُسی کنوئیں کے پاس

ان کے منتظر کھڑے رہے جس میں انھوں نے گھوڑا ڈالا تھا۔ اور جب یہ خبر آئی کہ وہ نفیا کے قریب والے کنویں سے نکلے تو لوگ ان کا پیچھا چھوڑ کر لوٹ گئے۔ قصہ کوتاہ شیخ محمد تادم مرگ نفیا میں رہے اور عبدالعال کے غور سے پھر طنتدتا نہ گئے۔ شیخ محمد رضی اللہ عنہ سلطان محمد بن قلاون کی فوج میں تھے۔ اور ان کا عمامہ اور کپڑا اور ان کی کمان و ترکش و تلوار ان کے مزار واقع نفیا میں لٹکی ہوئی ہے۔

مولف کی بیعت کا واقعہ میں کہتا ہوں کہ سید احمد رضی اللہ عنہ کے مولد میں میرے ہر سال حاضر ہونے کا سبب یہ ہے کہ میرے شیخ عارف باللہ تعالیٰ حضرت محمد شناوی رضی اللہ عنہ نے جو اس خاندان کے سربرآوردہ بزرگوں میں سے ہیں، میری بیعت گنبد کے اندر سید احمد رضی اللہ عنہ کے منہ کے مقابل میں لی اور مجھے اپنے ہاتھ سے ان کے سپرد کیا۔ چنانچہ مزار سے دست مبارک نکلا اور اُس نے میرا ہاتھ پکڑا اور میرے پیر نے کہا کہ یا حضرت آپ کی نگاہ اس پر رہے اور اس کو آپ اپنی آنکھوں میں رکھیں اس پر میں نے سُنا کہ سید احمد رضی اللہ عنہ نے قبر سے کہا کہ "اچھا" اس کے بعد دوسری مرتبہ میں نے ان کو مصر میں دیکھا کہ خود ہیں اور سیدی عبدالعال اور مجھ سے کہتے ہیں کہ طنتدتا میں ہماری زیارت کرو اور ہم تیری ضیافت کے لئے ملوخیہ[1] پکوائیں گے۔ چنانچہ میں سفر کرکے وہاں پہنچا تو وہاں کے اکثر لوگوں نے میری دعوت کی اور اُس میں ملوخیہ ضرور کھلایا۔ اس کے بعد میں نے ان کو قحافہ کے پل پر طنتدتا کے سامنے دیکھا کہ یہ شہر پناہ کی طرح محیط ہیں اور مجھ سے فرماتے ہیں کہ یہیں ٹھیرے رہو جس کو چاہو میرے پاس آنے دو اور جس کو چاہو روک دو۔ اور جب میں نے فاطمہ ام عبدالرحمٰن سے جو باکرہ تھیں شادی کی تو پانچ مہینے گذر گئے اور میں ان کے پاس نہ گیا۔ اُس وقت میں نے حضرت کو دیکھا کہ میرے پاس آئے اور مجھے مع میری بیوی کے اپنے ساتھ لے گئے اور گنبد کے اُس ستون پر جو اندر کے بائیں جانب ہے۔ میرے لئے فرش بچھایا اور میرے لئے حلوا تیار کیا اور زندوں و مُردوں کی دعوت کی۔ اور مجھ سے کہا کہ یہیں اُس کی بہار لوٹ۔ چنانچہ اُسی رات کو میں کامیاب ہوا۔

شیخ کی کراماتکے ذاتی واقعات ۹۴۸ھ میں ان کے مولد میں اپنے پہنچنے کے معمولی دن نہ پہنچا۔ مجھے دیر ہوگئی اور وہاں بعض اولیا موجود تھے انھوں نے مجھے خبر دی کہ اس دن سید احمد رضی اللہ عنہ اپنے مرقد کا پردہ ہٹا کر کہتے تھے کہ عبدالوہاب نے دیر لگائی نہ آیا۔ اور ایک سال میں نے ارادہ کیا تھا کہ اب کے نہ جاؤں گا اس پر میں نے سید احمد رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ سبز لکڑی ہاتھ میں لئے ہیں اور سارے اطراف سے لوگوں کو بلا رہے ہیں اور بے شمار خلقت ان کے پیچھے اور دائیں بائیں ہے۔ پھر وہ میرے پاس پہنچے ہیں اور میں مصر میں ہوں اور مجھ سے کہا کہ کیا تو نہیں جائے گا۔ میں نے

---

[1] یہ ایک ساگ ہے جس کو دہی اور گوشت کی ماگ سے عرب لوگ پکاتے ہیں سید احمد صاحب فرہنگ آصفیہ اس لفظ کے تحت میں لکھتے ہیں کہ یہ ساگ اس طرز سے پکا ہوا نہایت خوش ذائقہ ہوتا ہے اور اس کا پکانا عربوں کے ساتھ مخصوص ہے اور راقم نے کھایا ہے۔ ۱۲ مترجم

کہا کہ مجھکو درد ہے انھوں نے کہا کہ درد عاشق کو نہیں روک سکتا۔ بعدہٗ مجھے اولیاء، غیر اولیاء، زندوں اور مُردوں کا ایک انبوہ کثیر دکھلایا جن میں بہت سے بوڑھے اور اپاہج تھے اور اپنے کفن لئے ہوئے پاؤں گھسیٹتے جاتے تھے اور سب کے سب مولد میں شریک ہونے کو جا رہے تھے۔ ان کے بعد مجھ قیدیوں کی ایک جماعت دکھلائی جن کے زنجیریں اور بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور فرنگیوں کے ملکوں سے کھسکتے ہوئے آرہے تھے۔ ان کو دکھلا کر مجھ سے کہا کہ ان لوگوں کو دیکھو کہ اس حال میں بھی غیر حاضر رہنا نہیں چاہتے۔ یہ ماجرا دیکھکر میرا حاضری کا ارادہ قوی ہوا اور میں نے اُن سے عرض کیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم حاضر ہوں گے۔ مگر انھوں نے کہا کہ تم پر پیادہ تعینات کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ انھوں نے ہاتھی کی طرح کے دو عظیم الشان سیاہ درندے مجھ پر مسلط کر دیئے اور ان سے کہا کہ لو جب تک کہ تم ان کو لا کر حاضر نہ کر دو ان سے الگ نہ ہو۔

مولد کا بلاوا

میں نے یہ واقعہ حضرت شیخ محمد شناوی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا تو انھوں نے کہا کہ "سارے اولیاء تو لوگوں کو قاصدوں کے ذریعہ سے بلاتے ہیں اور سیدی احمد رضی اللہ عنہ خود ہی لوگوں کو حاضر ہونے کے لئے کہتے پھرتے ہیں۔ بعدہٗ ارشاد فرمایا کہ میرے پیر شیخ محمد سروی رضی اللہ عنہ ایک سال حاضری میں پیچھے رہ گئے تو سید احمد رضی اللہ عنہ نے ان پر عتاب کیا اور کہا کہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوتے ہیں اور اُن کے ہمراہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اصحاب و اولیاء آتے ہیں، وہاں حاضر نہیں ہوتا۔ چنانچہ شیخ محمد رضی اللہ عنہ مولد کے ارادہ سے روانہ ہوئے تو اُنھوں نے لوگوں کو واپس آتے ہوئے دیکھا اور ان کو وہ مجمع نہ نصیب ہوا اس سبب سے وہ آنے والوں کے۔ کپڑوں کو چھوتے اور اپنے چہرہ پر ملتے تھے" انتہیٰ۔

شیخ کی عالمگیر شہرت

ایک مرتبہ میری اور میرے بھائی ابو العباس حریثی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شہر مصر میں ہندوستان کے قریب ایک ولی سے ملاقات ہوئی۔ اس ولی نے کہا کہ تم میری ضیافت کرو کیونکہ میں غریب الوطن ہوں اور ان کے ساتھ دس آدمی تھے۔ چنانچہ میں نے ان کے لئے چپاتیاں اور شہد منگوایا اور انھوں نے نوش جان کیا۔ بعدہٗ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کس ملک کے رہنے والے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہند کے۔ میں نے کہا کہ مصر میں آپ کو کیا کام ہے۔ انھوں نے کہا کہ سید احمد رضی اللہ عنہ کے مولد میں میں حاضر ہوا تھا۔ اس پر میں نے پوچھا کہ آپ ہندوستان سے کب روانہ ہوئے تھے۔ انھوں نے کہا کہ میں منگل کے دن نکلا چار شنبہ کی رات کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سویا پنج شنبہ کی رات کو شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا اور جمعہ کی رات کو سید احمد رضی اللہ عنہ کے پاس طنتا میں تھا۔ ہم نے اس پر تعجب ظاہر کیا تو انھوں نے کہا کہ اللہ عزوجل کے اولیاء کے نزدیک ساری دنیا ایک قدم ہے۔ اور ہم سے اور اُن سے ہفتہ کے دن آفتاب نکلتے جو وقت کہ مولد کے میلے کے چھٹنے کا تھا ملاقات ہوئی تھی۔ پھر میں نے اُن سے پوچھا کہ ملک ہندوستان میں آپ کو سید احمد رضی اللہ عنہ کی کس نے خبر دی۔ اُنھوں نے کہا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ہم ان کو نہ جانیں ہمارے تو چھوٹے چھوٹے بچے سید احمد رضی اللہ عنہ ہی کی برکت کی قسمیں کھاتے ہیں اور یہ اُن کی بہت بڑی قسم ہے اور کوئی بھی ایسا ہے جو احمد رضی اللہ عنہ کو نہ جانتا ہو

بحر محیط کے بیرے اور تمام ملکوں اور پہاڑوں کے اولیاء تو ان کے مولد میں حاضر ہوا کرتے ہیں۔

مولد کی حاضری کی اہمیت

ہمارے پیر شیخ محمد شناوی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے ان کے مولد میں جانے کو بُرا ٹھیرایا تو اس کا ایمان سلب ہوگیا بال برابر بھی اس میں ایمان نہ رہا جس سے وہ دین اسلام کی طرف جھکے۔ آخر اس نے سید احمد رضی اللہ عنہ سے فریاد کی آپ نے کہا کہ دیکھو پھر ایسا نہ کرنا۔ اس نے کہا کہ پھر نہ کروں گا۔ تب آپ نے اس کو خلعت ایمان واپس دیا اور اُس سے پوچھا کہ ہمارے ہاں کی کون سی بات تو بُری سمجھتا ہے۔ اس نے کہا کہ مردوں اور عورتوں کا اکٹھا ہونا۔ سید احمد رضی اللہ عنہ نے اُس سے کہا کہ یہ تو طواف میں بھی ہوتا ہے۔ مگر اس کو کسی نے بھی منع نہیں کیا ہے۔ بعدہ آپ نے کہا کہ میں اپنے پروردگار کی عزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے مولد میں جس نے گناہ کیا اُس نے ضرور توبہ کی اور اس کی توبہ اچھی سمجھی گئی اور جب میں وحشی جانوروں کی جگہوں میں اور مچھلیوں کی سمندروں میں رکھوالی کرتا اور ایک کو دوسرے سے بچاتا ہوں تو کیا اللہ عزوجل مجھے اُن لوگوں کی نگہداشت سے مجبور رکھے گا جو میرے مولد میں حاضر ہوا کرتے ہیں۔

منکروں کو سزا

یہ بھی میرے پیر ہی نے مجھ سے بیان کیا کہ شیخ ابو الغیث بن کتیلہ محلہ کبری کے ایک عالم اور وہاں کے صالحین میں سے ایک شخص مصر میں تھے وہ بولاق جو آئے تو لوگوں کو اس مولد کے لئے اہتمام کرتے اور کشتیوں میں سوار ہوتے ہوئے دیکھ کر آزردہ خاطر ہوئے اور کہنے لگے کہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ یہ لوگ جس قدر اہتمام احمد بدوی کے مولد کے لئے کرتے ہیں اس قدر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مولد کے لئے نہیں کرتے اس کے جواب میں ایک شخص نے ان سے کہا کہ سید احمد بہت بڑے ولی ہیں۔ عالم صاحب نے کہا کہ اس مجلس میں وہ شخص موجود ہے۔ جس کا مقام اُن سے بھی اعلیٰ ہے۔ اس کے بعد ایک شخص نے اس پر جادو کیا اور اس کو مچھلی کھلائی جس کا کانٹا اس کے حلق میں پھنس گیا اور کسی حیلہ و تدبیر سے نہ فرو ہوا نہ باہر نکلا۔ جس سے اُس کا گلا سوج کر مکھیوں کے چھتے کی صورت کا ہوگیا۔ اور اس کو نو مہینے گذر گئے۔ اس کو نہ کھانے پینے میں مزہ آتا تھا اور نہ سونے میں۔ اور اس عرصہ میں سبب کی طرف اس کا خیال نہ گیا۔ نو مہینے بعد خدا کی کریمی سے اس کو سبب یاد آیا۔ تب اس نے لوگوں سے کہا کہ مجھے سید احمد رضی اللہ عنہ کی گنبد کو لے چلو۔ لوگوں نے اس کو وہاں پہنچایا تو اس نے سورہ یٰسین پڑھنی شروع کی۔ تھوڑی دیر میں اس کو زور سے چھینک آئی اور وہ کانٹا خون میں لتھڑا ہوا خود بخود نکل پڑا۔ تب اس نے کہا کہ یا سیدا حمد میں نے توبہ کی اور فوراً اس کا درد و ورم جاتا رہا۔

شیخ کی کرامات

شیخ خلیفہ کے بیٹے نے جو جوابیار کے علاقہ کا رہنے والا تھا اپنے شہر کے لوگوں کے سامنے اس مولد میں جانے کو بُرا کہا اور ہمارے شیخ محمد شناوی نے اس کو سمجھایا مگر اس نے اپنی رائے نہ بدلی تب اس کی شکایت سید احمد رضی اللہ عنہ سے کی۔ وہاں سے ارشاد ہوا کہ عنقریب اُس کے ایک دانہ نکلے گا جو اُس کے منہ اور زبان کو کھا جائے گا۔ چنانچہ اُسی دن دانہ نکلا اور اُس کا منہ گل گیا اور اسی سے وہ مرگیا۔ اور ابن اللبان نے سید احمد رضی اللہ عنہ کے حق میں زبان درازی کی تو ان کے دل سے قرآن و علم

دایمان سب محو ہو گئے اور یہ برابر اولیاء اللہ سے فریاد کرتے رہے مگر کسی کی مجال نہ ہوئی کہ ان کے معاملہ میں دخل دے۔ تب لوگوں نے ان سے یاقوت عرشی کے پاس جانے کو کہا۔ اور یہ سید احمد رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضر ہوئے اور ان سے ہم کلام ہوتے اور انھوں نے قبر ہی سے جواب دیا۔ انھوں نے عرض کیا کہ آپ جوانان راہِ خدا کے باپ ہیں اس مسکین کی کمائی واپس کر دیجئے۔ انھوں نے کہا کہ اگر توبہ کرے۔ چنانچہ انھوں نے توبہ کی اور جو بات ان سے جاتی رہی تھی وہ پھر حاصل ہو گئی۔ یہی سبب تھا جو ابن اللبان کو یاقوت رضی اللہ عنہ پر اعتقاد تھا۔ اور یاقوت رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کی شادی بھی ان سے کر دی تھی اور یہ اپنی بیوی کی پائینتی میں بمقام قرافہ دفن ہوئے۔

ابن دقیق العید کا امتحان

ابن دقیق العید کا واقعہ اور ان کا سید احمد رضی اللہ عنہ کا امتحان لینا مشہور ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ شیخ تقی الدین نے جن کی کنیت ابن دقیق العید تھی اور جو اپنے زمانہ کے مشہور محدث تھے، عبد العزیز دیرینی کو کہلا بھیجا کہ میری طرف سے ان مسائل میں اُس شخص کا امتحان لو جس نے لوگوں کو اپنی طرف مشغول کر رکھا ہے۔ پس اگر وہ تم کو ان مسئلوں کا جواب دے تو وہ ولی اللہ ہے۔ چنانچہ عبد العزیز ان کے پاس گئے اور ان مسائل کے جواب کے طالب ہوئے۔ انھوں نے نہایت عمدہ جواب دیئے اور کہا کہ یہ جواب کتاب الشجرہ میں لکھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ جیسا انھوں نے کہا تھا ویسا ہی اُس کتاب میں لکھا ہوا ملا۔ اور عبد العزیز دیرینی سے جب سید احمد رضی اللہ عنہ کو کوئی پوچھتا تھا تو وہ کہتے تھے کہ ایسے سمندر ہیں جس کا ٹھکانا نہیں معلوم ہوتا۔

قیدیوں کی امداد

سید احمد بدوی رضی اللہ عنہ عیسائیوں کے ملکوں سے مسلمان قیدیوں کو لے آتے۔ رہزنوں کے مقابلہ میں لوگوں کی فریاد کو پہنچتے اور جس نے ان سے مدد چاہی اس کو مدد دینے کے واقعات اس قدر ہیں کہ دفتروں میں نہیں آسکتے۔

میں کہتا ہوں کہ میں نے ۹۲۵ھ میں خود اپنی آنکھوں سے عبد العال رضی اللہ عنہ کے منارہ پر ایک قیدی کو دیکھا کہ اس کے بیڑیاں اور زنجیریں پڑی ہوئی تھیں اور وہ مخبوط العقل تھا۔ میں نے اُس سے حال پوچھا تو اس نے کہا کہ میں فرنگی کے ملک میں تھا اور آخر شب میں نے سید احمد رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کیا۔ بس فوراً وہ میرے پاس تھے اور وہ مجھے لے کر ہوا میں اُڑے اور یہاں لا کر انھوں نے مجھے رکھ دیا۔ چنانچہ یہ شخص دو دن تک وہاں ٹھیرا رہا، کیونکہ شدت پرواز سے اُس کے سر میں چکر تھا۔

(۲۸۹) شیخ عارف کامل محقق مدقق یکے از اکابر عارفین باللہ سیدی محی الدین بن العربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابن العربی الف ولام تعریف کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ میں نے ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا کتاب دستب الخرقہ میں دیکھا ہے۔ محققین اہل اللہ کا سارے علوم میں ان کی بزرگی پر اجماع ہے جیسا کہ ان کی

تصنیفات شاہد ہیں۔ اور جنھوں نے ان کا انکار کیا ہے۔ اُن لوگوں نے صرف ان کے کلام کی دقت کی وجہ سے نہ کسی اور سبب سے ایسا کیا ہے۔ کیونکہ جو شخص طریق ریاضت پر چلے بغیر ان کے کلام کا مطالعہ کرتا ہے اُس کو لوگ اس وجہ سے بُرا سمجھتے ہیں کہ مبادا اس کے اعتقاد میں شبہہ واقع ہو جائے اور شیخ کے مقصود کے مطابق اس کی تاویل اس کو نہ سوجھے اور اسی حال میں وہ مر جائے۔ اور شیخ صفی الدین بن ابی المنصور وغیرہ نے ان کو ولایت کبریٰ اصلاح عرفان وعلم کے ساتھ متصف قرار دیا ہے۔ چنانچہ کہا ہے کہ وہ شیخ امام محقق اجلاء عارفین و مقربین کے سردار صاحب اشارات ملکوتیہ و نفحات قدسیہ وانفاس روحانیہ و فتح مؤنق وکشف و بصائر خارقہ و سرائر صادقہ و معارف باہرہ و حقائق زاہرہ تھے۔ منازل انس میں مراتب قرب میں سے ان کا مقام بہت بلند تھا اور مناہل وصل میں ان کا مورد شیریں و خوش گوار۔ معارج دُنوّ میں سے ان کو اعلیٰ بلندی حاصل تھی۔ اور احوالِ نہایت کی تمکین میں ان کا قدم راسخ تھا۔ اور احکام ولایت کے تصرف میں ان کو بڑی قدرت تھی۔ اور یہ اس طریق کے ایک رکن تھے۔ اور ایسا ہی ان کے حال میں شیخ عارف باللہ محمد بن اسعد یافعی رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے اور ان کا ذکر عرفان وولایت کے ساتھ کیا ہے۔ اور ابو مدین رضی اللہ عنہ نے ان کو سلطان العارفین کا لقب دیا ہے۔

فتح قسطنطنیہ کی پیشین گوئی

آدمی کے باطنی مقام پر سب سے زیادہ اس کا کلام دلالت کرتا ہے۔ اور ان کی کتابیں لوگوں میں خصوصاً ملک روم میں مشہور ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنی ایک کتاب میں سلطان سلیمان بن عثمان اول اور اس کے فتح قسطنطنیہ کی حالت لکھی تھی کہ فلاں وقت میں وہ اسے فتح کرے گا اور جیسا انھوں نے لکھا تھا ویسا ہی واقع ہوا حالانکہ ان کے اور سلطان موصوف کے درمیان نناوے سال کا فاصلہ تھا۔ اس سلطان نے شام میں ان کی قبر پر بہت بڑا گنبد تعمیر کرایا اور عمدہ تکیہ بنوایا ہے۔ جہاں لوگوں کو کھانا اور خیرات دی جاتی ہے۔ اور جو کوتاہ نظر ان کے منکر تھے اور ان کی قبر پر پیشاب کرتے تھے، وہ ان کے مزار کی زیارت پر مجبور ہوئے۔

مخالفوں کو عذاب

میرے بھائی شیخ نکوکار حاجی احمد حلبی نے مجھے خبر دی کہ شیخ محی الدین رضی اللہ عنہ کی قبر کے قریب ان کا مکان واقع تھا ایک دن نماز عشاء کے بعد منکروں میں سے ایک شخص آگ لیئے ہوئے شیخ کے تابوت کو جلانے آیا اور وہ قبر سے نو ہاتھ کے فاصلہ پر زمین میں دھنسا اور ہمارے دیکھتے دیکھتے زمین میں غائب ہو گیا اور اسی رات سے اس کے اعزا واقربا اس کو ڈھونڈتے پھرتے تھے۔ میں نے ان سے یہ ماجرا بیان کیا۔ اس پر ان لوگوں نے اس جگہ کو کھودنا شروع کیا اور اس شخص کا سر دکھائی دیا مگر جیسے جیسے وہ کھودتے تھے وہ زمین میں دھنستا ہی چلا جاتا تھا۔ آخر لوگوں نے مجبور ہو کر اس کو مٹی سے بھر دیا۔

تصنیف کتب اور سیاحت

شیخ رحمۃ اللہ پہلے عرب کے ایک بادشاہ کے منشی تھے۔ اس کے بعد زہد و عبادت و سیاحت اختیار کی۔ اور مصر و شام و حجاز و روم پہنچے اور جس جس شہر میں پہنچے وہاں کتابیں تالیف کیں۔ شیخ عزالدین بن عبدالسلام جو مصر کے شیخ الاسلام تھے۔ ان کی بہت برائی کیا کرتے تھے۔ مگر جب شیخ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ کی صحبت میں پہنچے اور اس گروہ کے احوال سے واقف

ہوئے تب ان کو ولایت، وعرفان وقطبیت کے ساتھ یاد کرنے لگے۔ شیخ نے ۹۳۲ھ میں عالم بقا کا سفر کیا۔ میں نے اپنی کتاب تنبیہ الاغبیاء علی قطرۃ من بحر علوم الاولیاء میں ان کے علوم واحوال پر بحث کی ہے اس کو دیکھو واللہ اعلم۔

(۲۹۰) شیخ داؤد کبیر بن ماخلا رضی اللہ عنہ

سیدی محمد وفی شاذلی رضی اللہ عنہ کے پیر۔ یہ حاکم اسکندریہ کے گھر میں سپاہی تھے اور حاکم کے سامنے بیٹھا کرتے تھے۔ اور دونوں میں اشارہ مقرر تھا جس سے قابل سزا وقابل برأت معلوم ہو جاتا تھا۔ چنانچہ اگر یہ اشارہ کرتے کہ یہ بری ہے تو وہ اس کو رہا کر دیتا تھا اور اگر اشارہ کرتے کہ جو الزام اس پر ہے اس کا یہ مرتکب ہے تو اس کو سزا دیتا تھا۔ اور وہ اشارہ یہ تھا کہ اگر یہ اپنی ڈاڑھی کو پکڑ کر سینہ کی طرف کھینچتے تھے تو سمجھا جاتا تھا کہ وہ مجرم ہے اور اگر اوپر کی طرف تو یہ کہ بری ہے۔ اور تصوف میں بلند مضامین انھوں نے بیان کئے ہیں۔ حالانکہ اُمّی تھے نہ لکھنا جانتے تھے نہ پڑھنا اپنی کتاب مسمی بہ عیون الحقائق میں انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد انما الاعمال بالنیات[۱] اور انما لکل امرئ ما نوی[۲] کی نسبت کہا ہے کہ تمھاری نیت میں جس قدر بلند ہمتی ہو گی اُسی قدر تمھارے دانائے راز کے نزدیک تمھارا درجہ بلند ہوگا۔

آپ کے ملفوظات ان کا قول ہے کہ دوری وحجاب کے سبب سے علل واسباب ہیں اور جس نے اپنے قلب کو منور کیا اس نے جانا کہ رب الارباب کے سامنے فروتنی بغیر کسی سبب کے ضروری ولازمی ہے۔ اور ان کا قول ہے کہ دل کے دو نور ہوا کرتے ہیں ایک تو عنایت ورحمت کا جس سے وہ تصد کرنے والوں کو کھینچتا ہے اور دوسرا فیض وعزت وقہر کا جس سے وہ دور رہنے والوں اور کجی اختیار کرنے والوں کو دفع کرتا ہے۔ کیونکہ وہ فضل وعدل کے دونوں دائروں میں گھومتا رہتا ہے۔ پس جب فضل کے ساتھ تعینات کیا جاتا ہے تو ظاہر ہوتا اور اپنی طرف کھینچتا اور نفع پہنچاتا ہے اور جب عدل وغلبہ کے ساتھ متعین ہوتا ہے تو حجاب میں پوشیدہ رہتا ہے اور ہنکاتا ہے اسی لئے بعض رخ کرتے ہیں اور بعض پیٹھ پھیرتے ہیں۔ اور جیسے جیسے بندہ کا علم بڑھتا ہے اُس کی محتاجی وطلب بڑھتی ہے اور ہمت بلند ہوتی ہے۔ کیونکہ جہل کی حالت میں وہ علم کا طالب ہوتا ہے اور علم کی حالت میں علوم کے جلال کا اور معلومات کے اس قدر درجے ہیں کہ نہ اُن کے منتہیٰ کا کچھ پتہ ہے اور نہ ان کے مقصود کی بلندی کا۔ ہائے عجیب وغریب تشنگی ہے کہ جس قدر زیادہ سیرابی ہوتی ہے اُسی قدر زیادہ شعلے بھڑکتے ہیں۔

ظاہری اور باطنی علوم ایک وہ اسرار ہیں جن پر علم اُترتا ہے اور دوسرے وہ ہیں جو ترقی کرکے علم تک پہنچے میں اور ان دونوں میں اعلیٰ اول الذکر ہیں کیونکہ جب علم ان پر وارد ہوا تو

---

[۱] اعمال نیتوں ہی پر موقوف ہیں ۱۲

[۲] ہر شخص کو وہی ملے گا جو اس نے نیت کی ہے ۱۲۔ یہ دونوں صحیح متفق علیہ حدیثیں ہیں ۱۲۔

یہی اُس میں اصل ٹھیرے اس لئے اسرار کی نشانیاں چھپی رہیں گی اور ان کے علوم ظاہر رہیں گے اور ان کے شواہد دقیق ہوں گے اور جب اسرار ترقی کرکے علوم تک پہنچیں گے تو علوم کے جام میں اسرار کے مزہ کی آمیزش رہے گی اور ان کی بخششوں کے خلعت اسرار کے جنس لباس سے ملتے جلتے ہوں گے۔ اس لئے ان میں ایک قسم کا اخفا و اشکال ہوگا۔ اور ظاہر کے عالم کا علم جس قدر وسیع ہوتا جائے گا اُسی قدر صاف و واضح ہوگا اور باطن کے عالم کا علم جس قدر وسیع ہوتا جائے گا اُسی قدر بلند اور ادراک کے نزدیک دقیق اور مائل بخفا ہوگا کیونکہ پوشیدہ چیز کا عالم بھی پوشیدہ ہوگا بخلاف ظاہر کے اور یہ بھی ہے کہ ظاہر کے عالم کا علم اس دار نا پائدار کے ساتھ چلا جائے گا کیونکہ اس کا مدار تکلیف پر ہے۔ البتہ اُسی صورت میں باقی رہے گا جب اس میں صدق اور خالص اللہ ہی کے لئے جزاء و ثواب ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے کے بعد سب سے بڑی نعمت اُس نور ولایت پر ایمان لانا ہے جو اس کے خلق میں ہے۔ عام اس سے کہ وہ اُسی بندہ کی ذات میں ظاہر ہو یا بندوں میں سے کسی اور میں۔ کیونکہ جیسا یہ مطلوب ہے کہ جو نور غیر میں ہے۔ اس پر ایمان لایا جائے ویسا ہی یہ بھی مطلوب ہے کہ جو نور ولایت خود اس میں ہے اس پر بھی ایمان لائے۔ اور لوگوں کی دو قسمیں ہیں ایک قسم تو دنیا میں اور اس کی سلطنت اور اس کے شعائر دین کے قائم رکھنے میں مشغول ہے اور یہ علماء مسلمین کی کفالت میں ہے اور دوسری قسم وہ ہے جن کی ہمتیں اُن باتوں کے حاصل کرلینے کے بعد جو اگلوں نے حاصل کی تھیں اسرار کے سمجھنے اور ایسے شخص کی جستجو کرنے کی طرف بلند پروازیاں کرتی ہیں جن کے سہارے سے تحقیق کی منزلیں طے کرے وہ عارفوں کی کفالت میں ہے۔ عبادت سے تمہارا سب سے بڑا مقصود صرف معبود کا قرب ہونا چاہیئے نہ اجر و ثواب کیونکہ جب تم کو بارگاہ میں آنے سے سرفراز کیا جائے گا تو وہیں سارے اجر اور ان سے بھی اعلیٰ چیزیں ہیں بعدہٗ تم کو ایسی نعمت عطا ہوگی کہ خود تمہیں نعمت دہندہ ہو جاؤ گے۔ اور ان کا مقولہ ہے کہ کل کی برداشت جزء سے نہیں ہوسکتی۔

عارفوں کی خصوصیات

ان کا قول ہے کہ جس کی ولایت کسی بڑے شخص کے باعث درست ہوئی اُس کے باطن میں اُسی کا نور ظاہر و پوشیدہ محیط رہے گا اور حضرات قرب میں سے کسی حضرت میں داخل نہ ہوگا مگر وہ اس کے ساتھ رہے گا۔ اور جب محجوب شخص عجیب و غریب علوم و فہوم کی باتیں کرے تو اس کو تعجب کی نگاہ سے نہ دیکھو کیونکہ غیب کے قلم کی سیاہی فیاض ہے۔ اور عارفوں کے قلوب سے یہ نہیں ہوسکتا کہ بغیر یقین کے خبر دیں۔ اور عارف کی زبان وہ قلم ہے جس سے قلوب مریدین کے تختوں پر لکھا جاتا ہے۔ پس اکثر تمہارے قلب کے لوح پر وہ بات لکھدی جاتی ہے جس کے معنی تم نہیں جانتے اور جب اُس کی نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں تب اس کے معنی ظاہر ہوتے ہیں۔ اور ان کا قول ہے کہ قلب روح کے نور کا سایہ ہے اور روح ستر کے نور کا سایہ ہے اور ستر اُس حقیقت ادلیٰ کے شعاعوں کی تجلی کا مظہر ہے جو اداسل تکوین میں تھی۔ اور نفس قلب کے عالم شہادی کی سیاست کی طرف متوجہ ہونے اور عالم شہادت کی تدبیر پر التفات کرنے کا نام ہے۔ اور قلب کا لاالٰہ الا اللہ کے ساتھ متوجہ رہنا دنیا بھر کے عمل سے جو اللہ عزوجل سے اغراض کے ساتھ ہو بہتر ہے۔ اور عارف کا اثر اُس سے تعلیم پانے والوں

میں اس کی امداد و انوار کے سبب سے خود ان کے اعمال و اذکار کے اثر سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔ اور عارف کا دل آگ کی طرح آدمی کا جلنے والا ہے۔ نہ باقی رکھتا ہے اور نہ چھوڑتا ہے۔

شہود و خفار

سب سے بڑا گناہ ماسوی اللہ کا شہود ہے۔ یعنی اس کا ایسا شہود جو اپنی ذات سے قائم ہو۔ اور قلب کا اللہ کی طرف رُخ کرنا ایسی نیکی ہے کہ امید ہے کہ اُس کے ساتھ کوئی گناہ ضرر نہ کرے اور قلب کا اللہ سے منہ پھیر لینا وہ بُرائی ہے کہ اس کے ساتھ کوئی نیکی فائدہ نہیں کر سکتی۔ اور غافل کا شہود سمِ قاتل ہے۔ اور جب اللہ عزوجل کسی بندہ پر کرم فرماتا ہے تو اُس سے اس کی خصوصیت کے شہود کو الگ کر دیتا ہے اور اس کی عبودیت کی تحقیق میں اس کو جماتا ہے۔ اس لیے جب بندہ اپنی عبودیت کے حقوق کی نگہداشت سے غائب ہوتا ہے تو اس کی نسبت شطح[1] و انبساط و حدود و ادب سے تجاوز کرنے اور سیدھی راہ سے بُھل جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوتا ہے اور دل کو الہام ہوتا ہے۔ اور مومنوں کے قلوب اولیا کے قلوب کے سایہ میں ہوتے ہیں اور اولیا کے قلوب انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قلوب کے سایہ میں اور انبیا کے قلوب اُن انوار عنایت و امداد کے سایہ میں ہوتے ہیں جو ان کے اوپر نازل ہوتے اور جن کے بعد مشاہدہ کا ظہور ہوتا ہے۔ اور یہ شان نہیں ہے کہ خفا میں خفا ہو شان تو بس یہ ہے کہ ظہور میں خفا ہو۔ اور کشایش کا سب سے بڑا دروازہ بندہ کا اپنی غفلت سے بیدار ہونا ہے۔ اور ان نفسوں سے بچتے رہو کیونکہ ان کی طاعتوں میں کھوٹ اور آفتیں ہوا کرتی ہیں۔ اور جس نے موجودات کی طرف قلب کی نگاہ سے دیکھا وہ حجاب یا حساب یا عذاب میں مبتلا ہوا۔ اور نبوت کے نور سے ایمان چمکتا اور اعمال وزنی ہوتے ہیں اور ولایت کے نور سے عبادتیں پاک و صاف ہوتی اور احوال نتیجہ پیدا کرتے ہیں۔

انسانی درجات

جب فرزند آدم دنیا و آخرت کے مصالح انجام نہ دنیا و آخرت کے معاملہ میں مشغول ہو تو وہ حیوان کے مانند ہے اور اپنی فکر میں اُس چیز کے متعلق جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے مشغول ہو تو وہ فرشتہ کا سا ہے۔ پس خدا تم پر رحم کرے دیکھو کہ کس درجہ میں تم شامل ہونا چاہتے ہو۔ اور اولیاء میں سے بعض اپنے قلب کے خزانہ سے باتیں کرتے ہیں اور بعض غیب کے خزانہ سے۔ پس اپنے قلب کے خزانہ سے باتیں کرنے والا محصور ہے۔ اور خزانہ غیب سے باتیں کرنے والا غیر محصور ہے۔ اور خلائق کے دلوں میں جوں جوں تاریکی بڑھتی جائے گی ووں ووں عارفوں کی زبانیں زیادہ صراحت کے ساتھ حقائق کو بیان کریں گی کیونکہ دیکھنے والوں کی نگاہوں سے محفوظ ہیں۔ اور جو کچھ تم نے پایا اگر اس پر قانع ہو گئے تو تم نے کچھ نہیں پایا کیونکہ نعمت نعمت دہندہ سے ملنے کا شوق دلاتی ہے۔ اور اگر تم نے پایا اور نعمت نے تم کو بھڑکا کر نعمت دہندہ کی طرف کھینچا تو یہ اور نعمتوں کے ملنے کا مژدہ ہے اور انہی نے بعضوں نے کہا ہے کہ اللہ کا فر کو نعمت نہیں دیتا ہے وہ تو نقمت (سزائے کردار) ہی ہوتی ہے۔ اور حقیقت کی شان اس سے کہیں بڑی ہے کہ بشریت اس کے

---

[1] شطح ایسے کلمہ کو کہتے ہیں جس میں رعونت و دعوے کی بو پائی جائے۔ اور یہ محققین کی لغزشوں میں داخل ہے۔ — مترجم

ملنے کا محل ہو، لیکن جب وہ چاہتا ہے کہ اس کو تم تک پہنچائے تو تمھارے قلب میں اک شعاع ڈال کر اس کو حقیقت سے ملاقی ہونے کا محل بناتا ہے اس لیے تم حقیقت کو اس شعاع سلطانی کے سبب سے پاتے ہو نہ اپنے سبب سے سہ

اپنی ہی آنکھ اُس نے عاشق کو ہے دی
کب نگاہِ غیر اُس پر ہے پڑی

اور حقیقت کی شان اس سے کہیں اعلیٰ ہے کہ اُس کی جزا مخلوق سے ہو سکے اس کی جزا تو رب العالمین سے طلب کی جاتی ہے۔ اور کسی مرید سے ہو نہیں سکتا ہے کہ اپنے پیر کو جس سے اُس نے تعلیم پائی ہے کبھی بدلہ دے سکے کیونکہ جو چیزیں اس نے حاصل کی ہیں اُن کا بدلہ اعراض سے کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور علماء ظاہر کے قلوب عالم صفا اور کدورتوں کے مظاہر کے بیچ میں واسطے ہیں اور یہ اُن عامیوں پر رحمت کے لئے ہیں جو معانی غیبیہ وادراکات حقیقۃ تک نہیں پہنچے ہیں۔

اہل تصوف اہل تصوف وہ لوگ ہیں جنھوں نے اجسام سے ان کے ماورا کی طرف سفر کیا اور بارگاہ وفا میں اُترے اور محفل صفا میں داخل ہوئے۔ اور سب سے زیادہ تعجب انگیز یہ ہے کہ عاشق معشوق کے سوا اور کے دروازہ پر ٹھیرے۔ اور کریموں سے سوال میں بٹ کرو اور اگر تم عطا کے سزاوار نہ ہوگے تو ان کے اخلاق بہت پسندیدہ ہوتے رہیں۔ اور کوئی قلب کبھی اپنے پیدا کرنے والے کے لیے ذلیل نہ ہوا مگر اُس نے اُس کو نور دلے کی بخشی۔ اور کسی مرید کی ہمت اپنی رفتار میں کبھی کسی ہستی کے پاس کسی ہستی کے لئے نہ ٹھیری مگر منادی تحقیق نے اُس کو للکارا کہ جس کے ساتھ تو ٹھیرا ہوا ہے اُس کے وجود کو ثابت کر۔ اور اپنے ایمان کا تکیہ گاہ انسانی غور و فکر کے نتیجوں کو نہ بناؤ بلکہ اس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھاگو اور اس سے اللہ کی پناہ ڈھونڈھو بلکہ ایمان کو اللہ عزوجل کی مدد سے چاہو۔ اور انھیں سے دوسری روایت میں یہ ہے کہ اگر تم راہ واضح وروشن پر چلنا اور انقیاد کے رتبہ پر پہنچنا اور اعلیٰ مرتبہ والوں سا اقتدار کرنا چاہتے ہو تو دیکھو ہرگز اپنے دین وایمان کو عقل وفکر کا نتیجہ اور معقولیوں کے دلائل پہ موقوف نہ جھنا بلکہ اعلیٰ مقام اور نادر الوجود منزل کی طرف چڑھ جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے برکات وانوار کی مدد چاہو اور اللہ تعالیٰ سے سوال کرو کہ وہ تم پر احسان کرکے اپنے پاس سے ایسی مدد پہنچائے کہ تم کو کسی غیر کی حاجت نہ رہے اور وہ اپنے نور سے تمھیں اپنی طرف کی راہ دکھائے تاکہ اُس میں تم صرف اُسی کو دیکھو اور یہ کہو کہ اے میرے پروردگار میں تیری پناہ ڈھونڈھتا ہوں کہ میرا ایمان تیری نسبت اور تیری اُتاری ہوئی کتابوں کی نسبت اور تیرے رسولوں کی نسبت ایسی فکر سے مستفید ہو جس میں نفسانی اوصاف کی آمیزش ہو یا جو ایسی عقل کی طرف مستند ہو جو بشریہ کے ساتھ لگی ہوئی ہو بلکہ تیرے نور سے ہیں اور تیری اُتاری امدد اور تیرے نبی مصطفیٰ کے نور سے مستفاد ہو۔

نور معرفت اگر تم ولی کے نور کی معرفت تک پہنچنا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے طالب ہو بس وہیں تم اسے پاؤگے کیونکہ اولیا اس کے غیب کی امانتیں اور اس کے بارگاہ کی پوشیدہ چیزیں ہیں۔ انوار اعمال وعلوم واحوال کی نسبت یہ نہ چاہو کہ وہ تمام بشری آمیزشوں سے خالص وپاک ہوں ورنہ تکلیف مالایطاق میں

پڑ جاؤ گے اور جس کا وجود ممکن نہیں ہے اُس کو شہود غلط گمان کرے لگو گے بلکہ آب و خاک کی نجاست اور معدہ کی کے ادراک سے پوشیدہ چیز کے خون کے بیچ میں سے خالص[1] دودھ نکلتا ہے جو پینے والوں کے لئے خوش گوار ہوتا ہے۔ اور بدکاروں کی کثرت اور نیکوکاروں کی قلت سے ہرگز نہ ڈرو کیونکہ گو ان کی تعداد کثیر ہے مگر اُن کا معاملہ چھوٹا اور حقیر ہے اور اگرچہ ان کا شمار کم ہے لیکن ان کا معاملہ اہم ہے۔ اُن کی ظاہری باتوں کے سائے اور اُن کے زوال پذیر معانی جو حقیقی نہیں ہیں بہت ہیں اس لئے وہ گھاس پات کی طرح عالم ثانی میں داخل ہیں کیونکہ ان کے قالب نبات کے ہیں جو معانی لدنیہ سے خالی اور نفوس خسیسہ ارضیہ سے معمور ہیں ان کی آبادی کی علامتیں معانی رذیلہ حیوانیہ اور صفات اشکال شیطانیہ ہیں اُن کا بہت بھی تھوڑا اور اُن کا ذی عزت بھی صاحب ذلت ہے۔ وہ چوپایوں[2] کی طرح بلکہ اُن سے بھی زیادہ بے راہ ہیں اور یہی لوگ تو غافل ہیں۔ اور ان نیکوکاروں کی ظاہری تعداد قلیل اور باطنی امداد کثیر ہے ان میں کا ایک آدمی اپنے مِنْس کے نیکوکاروں میں سے بہتیروں کے برابر سمجھا جائے گا۔ پھر اُن لوگوں کے مقابلہ میں جن کا کچھ بھی وزن نہیں ہے۔ اپنے انوار کی وسعت کے اعتبار سے اس کا کیا کچھ وزن نہ ہوگا۔ اور جن لوگوں کی کچھ بھی قدر نہیں ہے۔ اُن کی مقدار زیادہ ہونے سے اُن کی وقعت زیادہ نہیں ہو سکتی۔ اور جوں جوں بندہ مومن خلوص سے حقیقت ایمان کی تجدید کرتا ہے، ووں ووں اُس کی یہ تجدید عالم کون کے فنا کی مقتضی ہوتی ہے۔ اور غنی الاعظم کے سایہ میں فنا۔ اکبر کے اندر آجانا نعمت عظمیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ثُمَّ ذَرْهُمْ[3] فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ اور حدیث میں ہے۔ کان اللہ ولا شئی معہ۔ اور لوگوں نے کہا ہے ؎

چھپا اس کے دامن میں اہل زماں سے — لگا دیکھنے دوسروں کو میں واں سے
مجھے پر کسی نے نہ دیکھا نہ جانا — کہ ہے نام کیا اور کہاں ہے ٹھکانا

مرد کامل ان کا قول ہے کہ وہ مرد نہیں ہے جو استعمال کرنے کے لئے تم کو دوا بتا دے بلکہ مرد تو وہی ہے جو اُس کی حضرت میں تمھاری دوا کرے۔ اور اعلیٰ درجہ کا لوز وہ ہے جو قلوب و اسرار میں تیر جائے اور اسی دار ناپائدار کے ختم ہونے تک، ظاہر نہ ہو اور یہ اس وجہ سے کہ وہ جلد ظاہر ہونے والے سے زیادہ پائدار زور دار بلند و اعلیٰ ہوتا ہے۔ اور تم غور سے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ جو دانے دیر سے اُگتے ہیں وہ دوسروں سے جو اس طرح کے نہیں ہوتے زیادہ تر پائدار زور دار اور بر کو جانے والے ہوتے ہیں۔

محبت اور ادب اللہ تعالیٰ کی یا اللہ تعالیٰ کی راہ کی ذرہ برابر محبت کو بھی ڈھیروں اعمال کے بدلے نہ بیچو

---

[1] دیکھو چودھویں پارہ کا پندرھواں رکوع آیت ۶۶۔ نُسْقِيكُمْ مِّمَّا فِي بُطُونِهِ مِن بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِّلشَّارِبِينَ ۵

[2] دیکھو نویں پارہ کا بارھواں رکوع آیت ۱۷۹۔ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ۔ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ۵

[3] پھر ان کو پڑے جھک مارنے دو کہ کھیل بنایا کریں (پارہ ساتواں سترھواں رکوع ۔ آیت ۹۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی جس کو دوست رکھتا ہے اُسی کے ساتھ رہتا ہے۔ اور ایک آدمی دوسرے سے معانقہ کرتا ہے گر دہ روحوں میں مشرق ومغرب کی دوری ہوتی ہے اور زبان ایک باطن کی ہے ایک روح کی الگ قلب کی اور ایک عقل کی اور یہ اپنے اصل ماخذ اور اصلی سرچشموں سے پہچانی جاتی ہیں اور عارف کامل ان میں سے ہر ایک کو اُسی کی زبان اور اُسی کی لُغت میں خطاب کرتا اور اُسی کے جام میں اپنی شراب ڈالتا ہے۔ اور وحدت ہستی نہیں ظاہر ہوتا ہے مگر شحنۂ معرفت کے غائب ہونے کی صورت میں اور اگر معرفت نہ ہوتی تو وحدت ہستی کبھی پکڑا نہ جاتا اور اگر دوسری تشبیہ دے کر کہنا چاہو تو یوں کہو کہ ہستی کا ستارہ روشن نہیں ہوتا ہے مگر آفتاب معرفت کے نظر نہ آنے کی حالت میں اور جب توحید کے مشرق سے معرفت کا آفتاب طلوع ہوتا ہے۔ تب آثار کے ستارے اور اغیار کے تارے ڈوب جاتے ہیں اور اگر لوگ ولی کی قدر جانتے تو ضرور ہر آدمی سے باادب پیش آتے کیونکہ سب کا یکساں لباس اور ایک سی صورت ہے اور جب علم والے تم کو کسی بات کا حکم دیں یا کسی بات پر ڈانٹ بتائیں تو حکم کو مان لو اور ڈانٹ کی جگہ میں رُک جاؤ گو تمہارا مقام اعلیٰ اور منازل قرب میں تمہارا مرتبہ بہت نزدیک ہو کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کا ادب اور اس کے حقِ حکمت کا پورا کرنا اور اوامر الٰہیہ کے حدود کے پاس رُک جانا ملحوظ ہے۔ اس لئے کہ بادشاہ کے ہم نشیں کا کمالِ ادب یہ ہے کہ جب دربان ڈانٹے تو شاہی آداب کی تکمیل کے خیال سے سرِ تسلیم خم کرے۔

معرفت کے اثرات

کبھی کوئی علوی یا سفلی کرشمہ ظاہر نہیں ہوتا مگر وہ حضرت ربانیہ اور معرفت خفیہ کے اثر کی دلیل ہوتا ہے اور بہت سے معارف ایسے ہیں جن کی نہ کوئی مثال ہوتی ہے اور نہ کسی ذی بصیرت دل میں ان کا تصور آتا ہے۔ اور نہ کسی ذی بصیرت دل میں اُن کا تصور آتا ہے۔ اور جب تیر معرفت کسی قلب کے ایمان کو نشانہ نہ بنائے گا تو ضرور اُس پر جا کر بیٹھے گا خطا نہ کرے گا۔ اور یہ عالم بتدریج پیدا ہوا ہے۔ پس جب پیدائش آخری دائرہ اور نشاۃ ثانیہ کی طرف متوجہ ہوئی تو آسمان بمنزلہ باپ کے ہو گیا اور زمین بمنزلہ ماں کے اور پیدا ہونے والا ایک دفعہ میں ایک ہی تھا اس لئے آدمیوں کی روئیدگی کے دانے زمین کے بطن سے ایک ہی روئیدگی کے حکم میں ثابت ہوئے۔ اور جب عارف کی زبان معرفت میں گویا ہوتی ہے تو اُس کا سارا وجود خاموش ہو جاتا ہے۔

اگر نفوس اُس چیز کی قدر جانتے جس کی طرف بُلائے جاتے ہیں تو اس کی طرف جانے میں اپنے بلانے والوں سے پیش قدمی کرتے۔ اور دنیا کی شراب نہ پیو مگر اُس کو شراب آخرت کے ساتھ ملانے کے بعد اور یہ اس لئے کہ تم محفوظ رہو۔ اور کوئی جدید وقت ایسا نہیں ہے جس میں جدید مدد نہ آتی ہو جو گہرا دو سائطِ وقت کو پہنچتی ہے کیونکہ یہی وقتی مدد کے اہل اور اس کے سفیر ہیں اور اثر میں آیا ہے کہ "تمہارے اس دہر میں تمہارے رب کے نفحات ہیں اس لئے سن رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نفحات کے سامنے آؤ" اس میں وقتی مدد کی طرف اشارہ ہے۔ اور کبھی کوئی حقیقت کسی عارف پر وارد نہ ہوئی مگر اس کا شہود سلطان انوار حقیقت کے نیچے دب گیا لیکن جو شخص اس سے سننے والا ہے۔ اُس کے شہود کا باقی رہنا ممکن ہے باوجود اس کے کہ وہ حقیقت اُس سے اس کو پہنچی بھی ہو۔ کیونکہ اس کے پاس وہ بشر کے ذریعہ سے آئی ہے۔ اور ارواح اشباح اور اجسام میں چھپ گئیں کیونکہ اس جہان میں اشباح ظاہر ہیں اس لئے لوگوں کو اُسی کے ساتھ اعتناء ہوتا ہے اور بندہ اپنے ظاہر کے شہود میں مشغول ہو کر

قلب و باطن کی نگہداشت سے غافل ہوجاتا ہے اور صاحبِ توفیق سعادت مندوہ ہے جو اپنی روح کے لئے زحمت اُٹھا کر اُس کو ظاہر کرتا اور اس کی اصلاح حقیقت میں مجاہدہ کر کے اُس کو رہائی دلاتا اور آزاد کرتا ہے۔

کامل بشریت

وہ بڑا شخص نہیں ہے جو اپنے امور بشریہ کو تم سے چھپا کر اپنے آپ کو تم سے مخفی رکھے بڑا آدمی وہی ہے جو امور و اوصاف بشریہ کو ظاہر کردے۔ بعدہٗ بشریت پر تحقیق کے آثار تمھارے سامنے نمایاں کرے اور اس کے چھپے ہوئے خزانہ سے غیب کے ذخیرے نکال کر بتاتے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے اس قول کے سمجھنے کا اشارہ ہے[1]۔ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ (اے محمدؐ! تم کہو کہ میں تو تمھارا ہی جیسا بشر ہوں مجھ پر وحی آیا کرتی ہے) اور عارف کسی حال میں غیر اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہیں رہتا اور نہ اُس چیز کے ساتھ ٹھیرتا ہے جو حق سے اُس کے لئے ظاہر ہوتی ہے اور جب اُس کے ساتھ ٹھیرا تو اس کے باعث اپنے پروردگار سے محجوب ہو گیا۔ اور بہت سے مفید دوا کے پینے والے صورت کے سبب سے اُس کو پانی سمجھتے ہیں مگر اُس میں سب بیماریوں سے شفا ہوتی ہے۔ یہی حال ولیوں کا بھی ہے کہ جو آدمی اُن کو عوام کی صورت میں دیکھتا مگر اُن کے پاس پہنچ جاتا ہے اُس کو وہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں پہنچا دیتے ہیں مگر وہ غافل رہتا اور اپنے مقام کو نہیں جانتا ہے۔ بعدہٗ جب اُس کا قلب منور ہو جاتا ہے۔ تب اُس کو پہچانتا ہے۔ اور سلطان نورِ تجلّی کے سامنے آدمی ثابت قدم رہا اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ طینت بشر کا خمیر اصل اصیل سے ہے۔ بخلاف پہاڑ کے۔

اسرار غیبیہ

زبانیں تین ہیں ایک تو زبان سے نقل کرنے والی دوسری قلب سے نقل کرنے والی اور تیسری غیب سے نقل کرنے والی۔ پس پہلی محض ناقل ہے دوسری عالم ہے اور تیسری عارف ہے اور زبان کی زبان ہوا کی ہوا ہے۔ اور قلب کی زبان سیدھی راہ کی طرف رہنما ہے۔ اور غیب کی زبان عالم محو و فنا کے جانب اشارہ کرتی ہے۔ اور ادنیٰ فرع اعلیٰ اصل میں پیچیدہ ہے۔ اور علوم کا مبہم کا مَتن ہے۔ اور حقائق کا مبہم حقائق کے غلبہ میں فنا ہو جاتا ہے۔ اور عارف کا نفس جو معیشت حیات دنیا کی سیاست پر مقرر کیا گیا ہے۔ اس کے نور معرفت کے تحت میں ایک شاگرد اور اس کی روح کے ہاتھ کے نیچے ایک مرید ہے جو سارے شاگردوں کے ساتھ تعلیم پاتا اور کل مریدوں کی طرح تربیت کیا جاتا ہے اور اُس کی خصوصیت پر ویسا ہی ایمان رکھتا ہے جیسا اور مومن جن کو خدا چاہتا ہے اور اس کے علوم ربانیہ کے حقائق اور اُس کے مقامات علویہ کی واقفیت سے معزول رہتا ہے کیونکہ یہ سب ایسے اسرار غیبیہ ہیں کہ علمائے ظواہر ان پر مطلع نہیں ہوئے صرف ان کے ظاہری آثار کو جان سکتے ہیں۔ اور اگر تجلیات و انوار سے غیب میں تیری آواز نہ پہنچے تو طاعت و اذکار سے پہنچا۔ اور اگر کسی پر ایک ہی وقت میں تین تین بیداریاں طاری ہوں تو یہ دلیل اس بات کی ہے کہ اُس میں چند غفلتیں ہیں اور خصوصیت والوں کے لئے بیداری نہیں ہوتی کیونکہ اُن میں غفلت ہی نہیں ہے۔ اور جب تم اپنے نطفہ کی پیدائش میں اُس کی تخلیق و تصویر کے محتاج ہو تو اپنی حقیقت اصلیہ کی ہدایت میں

---

[1] چوبیسواں پارہ پندرھواں رکوع سورہ حم سجدہ کی چھٹی آیت ۱۲

کیونکہ اُس کی عنایت وتنویر کے محتاج نہ ہوگے ۔ اور اللہ عزوجل نے کہا ہے کہ اے میرے بندے جب تو مجھ سے ایسی حالت میں ملے گا کہ تو میرا پہچاننے والا ہوگا تو جس قدر موجودات ہیں اتنی ہی تیری نیکیاں لکھوں گا

دوائے دل

بہت سے بندے جو اپنے نفس کو اس قدر ذلیل سمجھتے ہیں کہ اُن کو تعجب ہوتا ہے کہ وہ موجود کیوں ہوا اُن کو جب فضل کا خلعت عطا ہوتا ہے تو وہ اللہ سے شرماتے ہیں کہ اُس کا وجود کوئی اللہ کے ساتھ مشہود کیوں ہوا۔ اور اُن تر و تازہ خبروں کے سننے کو واجب جانو جو غور و فکر سے پیدا نہیں ہوئی ہیں کیونکہ یہ دلوں کی دوائیں ہیں ۔ اور تمھاری ذات آئینہ ہے اور تمھاری ذات کی شکل تمھاری ذات کی آئینہ ہے ۔ اور جب تم نے دیکھنے والے کو دیکھا تو دیکھ لیا ۔ اور جو حقیقت ایسی جلوہ گر ہو کہ اُس کے غلبہ میں اُس کے شہود کا شاہد غائب ہو جائے وہ مشہد حق ہے اور اگر غائب نہ ہو تو اُس کے شہود میں آمیزش و تلبیس ہے ۔ اور خود روحوں کی کوئی صورت نہیں ہے اور جو ہے وہ اجسام کے اعتبار سے ہے اسی لئے جب بنی آدم نے نافرمانی کی تو ارواح کے اشتمال کی وجہ سے برائی ظاہر ہوئی کیونکہ عالم ارواح کا جب ظہور ہوگا تو اُس کے رب کا شہود ہوگا اور اس شہود کی صورت میں عصیاں کہاں ۔ اور سب سے نادرالوجود چیز طلب میں خلوص کا پایا جانا ہے اور اسی کے لگ بھگ قبول ہے اور ان دونوں سے زیادہ کمیاب وصول پر دسترس ہے ۔ اور دو چیزیں ایسی ہیں جن پر بہت کم دل جما رہتا ہے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا سے باہر آجانا ۔ اور عمدہ بات یہ نہیں ہے کہ تمھارے معشوق کی تجلی ہو اور تمھارا رقیب موجود نہ ہو بلکہ عمدہ بات یہ ہے کہ رقیب کے رہتے ہوئے تمھارے حبیب کی تجلی ہو ۔ اور عارف کو اگر خلق اس لئے تلاش نہ کرے کہ اُس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ تک پہنچے تو اللہ تعالیٰ کے حق کے اقتضاء سے وہی اُس کو تلاش کرے گا ۔ اور جنت مطلوب ہے اور دوزخ طالب ہے اسی لئے اُس سے طلب کا معاملہ کیا جاتا ہے اور اس سے بھاگنے کا ۔

ہمدرد روحانی طبیب

ہر آن باپ اپنے چھوٹے بچے کو اس طور پر طبیب کے پاس بھیجتا ہے کہ اُسے خبر نہیں ہوتی اور طبیب کو کہلا بھیجتا ہے کہ اُس کے ساتھ نرمی و مہربانی سے پیش آنا اس کا احسان مجھ پر ہوگا اور اُس کو نہ بیماری کی خبر کرنا نہ علاج کی اسی طرح عارف سے کہا جاتا ہے کہ میرے بیمار بندے جب تمھارے پاس آئیں تو اُن کا اُن آسانیوں کے ساتھ جو ہم نے بتادی ہیں اس طور پر علاج کرنا کہ وہ خبر نہ ہوں اور اُن کو اُن کی بیماری و دوا سے واقف ہونے کی تکلیف نہ دینا کیونکہ بسا اوقات اُن پر شاق گذرے گا اور تم بھی اُن سے اسی طرح پیش آنا جس طرح ہم پیش آتے ہیں کیونکہ تم تو ہماری طرف بُلانے والے اور ہمارے حق کا مطالبہ کرنے والے ہو دیکھو ہم نے اُن کو اپنی بارگاہ اور اپنی جنت کی طرف بُلایا ہے اور نہ وہ اس کو جانتے ہیں اور نہ عارفوں کے سوا حقیقت میں حقائق کے کنہ کو پہچانتے ہیں ۔ اور اسرار و انوار میں باہم کشاکش ہوتی ہے اور اُن میں سے ہر ایک اپنے جام کا دور دوسرے کو دیتا ہے ۔ پس وہ دونوں پر نشہ چڑھتا ہے اور دونوں اپنے وجود سے غائب ہو جاتے ہیں ۔ پھر تو نہ اسرار ہوتے ہیں اور نہ انوار ۔ اور نعمت اور بہت بڑی نعمت تم سے خطاب ہے ۔ گو ایک ہی لفظ سے کیوں نہ ہو ۔ اور عارف اُس چیز کی رویت کے لئے جو اشرف و اعلیٰ و بزرگتر ہے ۔ دونوں جہان سے دست بردار ہو گئے ہیں ۔ اور عابد اپنے نفس کے فعل سے دشمنی رکھتے ہیں اور عارف

خود اپنے نفس ہی سے۔ اور لا الٰہ اللہ کہنے کی اس قدر پابندی کرو کہ لا الٰہ اللہ کے ذریعہ سے لا الٰہ اللہ سے غائب ہو جاؤ۔ اور لوگوں کو عارف محقق سے اُن کا شرک ہی روکتا ہے۔ کیونکہ عارف اُن کو حضرات جمع و تفرید میں دھنساتا ہے۔ اس لیے اُن کے نفوس انوار کی آگ کی گرمی سے اغیار کے سایوں کی طرف بھاگتے ہیں۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی وہ ہر چیز کو جس کا سبب وہ ہے۔ دوست رکھے گا جیسا کہ بنی عامر کے مجنون کا قول ہے ؎

تیرے سبب سے یہ کالے بھلے لگے مجھکو
سگِ سیاہ نظر آتے ہیں سگے مجھکو

عارف کی تربیت عارف جب اپنے آثار بشریہ کی شکایت کرتا ہے تو اُس سے کہا جاتا ہے کہ ہم تو تیرے ذریعہ سے جس کے دائروں کو اُسی طرح آباد کرنا چاہتے ہیں جس طرح قدس کے دائروں کو تجھ سے ہم نے آباد کیا ہے۔ اور فرزند آدم گوشت و پوست کے بازوے کر دنیا میں آیا اور اُس کے اوپر آسمان ہے اور نیچے آگ ہے۔ پس اگر اُس نے اپنے بازوؤں اور پَروں کی پرورش کی تو اُڑا اور اگر اُن کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا تو آگ میں گرا اور حدیث میں آیا ہے کہ مومن کا لوتھڑا اک پرندہ ہے جو بہشت کے درخت میں لٹکا رہتا ہے اور یہ بھی قہار کا ایک قہر ہے کہ بہت سی چیزوں کا تم کو مشاہدہ کرائے اور نہ تم میں اُن پر چلنے کی سکت ہو اور نہ تم اُن کے اقتضاء پر عمل کرتے ہو مگر جب وہ چاہے اور ارادہ کرے۔ اور جس چیز کا تم ارادہ کرو اور تم اس سے محجوب ہو تو وہ عین امر مطلوب نہیں ہے۔ اور بندہ جس قدر حضوری میں زیادتی کرے گا اُسی قدر اُس کے وقت میں نور کی زیادتی ہوگی۔ اور آگ نہیں کھاتی ہے مگر شرک ہی کی جگہ کو اگر سارا ہے تو سارے کو اور تھوڑا ہے تو تھوڑے کو اور بعض مومنوں تک جو آگ پہنچے گی تو اُس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے گناہوں کے باعث شرک میں بھی مبتلا رہیں گے۔

حقیقت شناسی حقیقت ستر دونوں جہان میں کسی پر ظاہر نہیں ہوتی۔ اور اضطرار کے وقت بھی اسرار اظہار مباح نہیں ہے مگر اُن کے علماء کے فتوے سے۔ اور حقیقت انسان کا مغز ظاہر نہیں ہوتا مگر اُس کی ظاہری طینت کو نکال پھینکنے سے جیسا کہ بعض میووں کا باطنی مغز اُس کے ظاہری چھلکے ہی کو اُتار دینے کے بعد ظاہر ہوتا ہے۔ اور آداب معاملات کے اوصاف کو بیان کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُن کے ساتھ اتصاف بھی پایا جائے لیکن جو شخص اُن سے متصف ہو اُس کا بیان سننے والے کے لیے زیادہ مفید ہے اور غیر متصف کا بیان شانی اور اُس کے علم کا پھیلانا طلب سے خالی نہ ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ بنی آدم سے فرماتا ہے کہ تم نے زمین کو طول و عرض میں گھیر لیا مگر تم میں سے ہمارے پاس تھوڑے ہی سے پہنچے۔ اور کبھی کوئی عارف خاموش نہ ہوا گو ایک ہی سانس کے لئے مگر اپنے زمانہ والوں کے عذاب کے لئے اور کبھی کوئی کلمہ اس کے منہ سے نہ نکلا مگر جتنے لوگوں نے اُس کو سُنا اُن کو فائدہ پہنچا۔ اور بندہ کی غفلت اور اُس کے دل کا اندھاپن ہے جو وہ چیزوں کی نسبت اپنے رب کے سوا اوروں کی طرف کرتا ہے۔ اور تم سے ہو نہیں سکتا ہے کہ تم شیطان سے بچ سکو جو تمہارے نفس وجود سے ملا ہوا تمہارے قلب کے کانوں سے چپکا ہوا

اور تمہارے خون کی طرح تمہاری رگوں میں دوڑتا پھرتا ہے مگر اُسی کی طرف رجوع کرنے سے جو باعتبار شیطان کے تم سے زیادہ تر قریب ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ اور معاملات کے راستہ میں ظاہر کی بدیاں معاف ہونے کے قابل ہیں کیونکہ یہ ان سُنے ہوئے حکموں کی مخالف ہیں جو پردہ کے باہر سے مخلوق پر اُترے ہیں۔ بخلاف دلوں کے انوار و اسرار کے کہ جب ان میں خلل واقع ہوا تو نہ ان کی بُرائیوں کی معافی ہے اور نہ ان کے نقصان کی تلافی چنانچہ بعض شخص جو اس خلل میں مبتلا تھے اُن سے کہا گیا تھا کہ ؎

تری ہر خطا سے ہے یاں درگذر نقط بے رخی ہی گوارا نہیں
دیئے بخش اگلے تمہارے قصور یہ دل پہ تمہارا اجارا نہیں

اور جب کبھی کسی خالی یا تاریک وقت کے بعد ندامت لاحق ہوئی تو ضرور وہ معمور یا منور ہو گیا۔ اور پہلی مرتبہ تم سنتے ہو دوسری مرتبہ سمجھتے ہو تیسری مرتبہ جانتے ہو چوتھی مرتبہ دیکھتے ہو اور پانچویں مرتبہ پہچانتے ہو۔

عالم اور قلوب

بنی آدم کے لئے تین عالم ہیں۔ عالم انسانی عالم شیطانی اور عالم روحانی پس خاکی ہونے کے باعث اس میں جہل و نسیان ہے اور یادِ شیطانی کے سبب سے جھٹلانا ناشکری انکار اور سرکشی اور وصف روحانی کی وجہ سے تصدیق و اعتقاد و بعدہٗ یقین و عرفان اور بعدہٗ شہود و عیان اور قلوب تین ہیں۔ ایک تو قلب ارضی جس میں شیطان پناہ لیتا ہے اور اکثر اغوا کے ذریعہ سے اس پر چھا جاتا ہے۔ دوسرا قلب سماوی جس کی طرف شیطان ڈال دیا جاتا ہے اور جس کے اردگرد سے باتیں چراتا ہے پس شیطان اُس کی خبریں سُن لیتا ہے اور اکثر اُس کے انوار کے شہاب کی مار اس پر پڑتی ہے اور تیسرا قلب عرشی ہے شیطان جس کے قریب کبھی نہیں آتا اور نہ کبھی اُس تک پہنچ سکتا ہے۔ اور قرآن کے سننے کا پہلا مرتبہ یہ ہے کہ سننے والا موجودات کے شہود سے غائب ہو جائے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو نیکی پہنچانا چاہتا ہے تو ایسے طریق جس میں نہ ظاہری شرعیات کی تکلیفیں ہیں اور نہ قواعد عقلیات کی زبردستیاں اُس کے قلب تک علوم حقیقیہ کو جو بارگاہِ ربوبیت سے ملتے ہیں پہنچا دیتا ہے۔ اور عالم شہادت سارے کا سارا آدم کی ظاہریت میں پیچیدہ ہے اور اُس کی ظاہریت اس کے معنی روح میں پیچیدہ ہے جو اپنے پھونکے جانے کے بیچ میں غائب ہے اور پھونکا جانا افاضہ میں پیچیدہ ہے اور یہ منقطع الاشارہ ہے۔ اور جب ہستی فانی چشم غفلت سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی موجود کو دیکھتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی یکتائی کی غیرت کے سبب سے اُس کی رفتار کا حکم جاری فرماتا ہے۔

عارف کا حال اور علم

اگر عارف اپنی حقیقت کی زبان سے کلام کرے تو ہستی شہادی میں اُس کا ایک کلمہ بھی نہ سما سکے۔ اور گویا حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے وہ شخص جس نے مجھ سے طلب کیا ہے لے اور اے وہ شخص جو مجھے طلب کرتا ہے ٹھیر جا۔ اور جس نے یاد ہی کے جام میں اپنی بغیریت کا ذرہ برابر بھی ملا کر تم کو دیا اُس نے تم کو اذیت دی۔ اور اگر عارف کو اختیار دیا جائے کہ چاہے ایک لاکھ خصوصیتیں قبول کرے اور چاہے حجاب کا دور ہونا تو وہ ضرور اسی کو پسند کرے گا کہ ذرہ برابر بھی اُس کا حجاب دور ہو جائے۔ اور حال وہ ہے جو تم کو اُس کی بارگاہ کی طرف کھینچے اور علم وہ ہے جو تم کو اُس کی خدمت کی طرف پھیر لائے۔ اور اگر راہیں تنگ نہ ہوتیں تو تم نور کو بہتا ہوا دیکھتے اور نسیم قرب کی خوشبو سونگھنے سے تم کو کسی

چیز نے باز نہیں رکھا ہے مگر تمھاری تاریکی نے۔ اور اپنے محبوب سے جس شخص کی محبت کسی نئے سبب سے زیادہ ہو جاتے وہ انتہائی محبت کے دعوے سے کوسوں دور ہے۔ اور جس حالت پر کوئی اعتراض نہ ظاہر ہو اور نہ باطن سے وہ ایسا "جمع" ہے جس میں "شطح" نہیں ہے اور ایسا "فرق" ہے جس میں شرک نہیں ہے۔

عارف اور اسرار الٰہی

جس نے اللہ تعالیٰ کے ایسے اسرار کھول دیئے جن کا کھولنا مناسب نہیں اور ایسے پوشیدہ علم کی کوئی بات افشا کردی جس افشا سزاوار نہیں اُس کو یہ سزا دی جاتی ہے کہ لوگ اُس سے بدگمان ہو جاتے ہیں یا اس سے بھی بڑھکر عقوبات میں مبتلا ہوتا ہے۔ اور اگر تجھ سے "میں" نکل جائے تو تجھ پر روشن ہو جائے کہ میں کون ہے۔ اور شیطان کا مطلب آدمی سے حاصل نہیں ہوتا مگر جس وقت وہ اپنی خواہشوں کی زمین میں اُتر آتا ہے۔ اور عابد خلق اللہ سے اس لئے بھاگتے ہیں کہ ان میں اللہ تعالیٰ کے جو اسرار ہیں اُن سے وہ ناواقف ہیں اور اگر وہ اُن اسرار سے واقف ہوتے تو ضرور ان سے ویسے ہی مانوس ہوتے جیسے عارف مانوس ہیں۔ اور کشف غیبی جس قدر دقیق و خفی ہوگا اُسی قدر اعلیٰ ہوگا۔ اور جن دلیلوں سے تم اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنی چاہو گے اُن سب سے زیادہ واضح خود تم ہو۔ اور اس دار ناپائیدار میں عارف نہ کسی حال پر عمل کرتے ہیں اور نہ کسی مقام پر وہ تو صرف اللہ کی طرف جمع ہونے کی تحقیق پر عمل کرتے ہیں اور سب باتیں اسی کے ضمن میں ہیں۔ اور موجودات میں جتنی چیزیں ایسی ہیں کہ اپنے افعال میں اپنے اختیار کے شہود سے دور ہیں اُن کی بقا میں پائداری ہے جیسے آسمان، زمین، پہاڑ اور دریا اور جو اپنے اختیار کے شہود سے قریب ہیں اُن کی عمر کوتاہ ہے جیسے آدمی اور جانور تاکہ عقل والے سمجھیں اور عنایت سابقہ ہدایت ناطقہ کے پیشتر ہوا کرتی ہے۔ اور دنیا میں تم ٹھیرنے والے نہیں ہو اور آخرت تک تم ابھی پہنچے نہیں ہو اس لئے قریب مجیب کی طرف رجوع کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ اور اللہ عزوجل کی بندہ پر اس سے بڑھکر کوشش نہیں ہے کہ اُس کے قلب کو منور کردے۔ اور جس وقت عارف ایک کلمہ بھی بولتا ہے تو اُس میں سننے والے کا وجود غائب ہو جاتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کلام بمنزلہ مرد کے ہے اور کان بمنزلہ عورت کے "اور مرد[1] عورتوں کے سردھرے ہیں" اور اگر عارف کسی شہر میں سالن ہے تو جو بندہ اُس میں ہوگا اُس کا ایمان مضبوط ہو جائے گا۔ اور ہر وصول غیبی کے سامنے عارض شہوانی ہے۔

عارف اور مرید

جس عارف کا وجود اُس کے مرید کے سامنے مرنہ جائے اُس کا مرید اللہ تعالیٰ تک نہ پہنچے گا۔ اور حضرات انوار تک نہیں پہنچتے مگر وہی اسرار جو خالص ہوتے ہیں۔ اور جس مرید نے عارف کو توقیر وداد کی نگاہ سے دیکھا وہ راہ حق در شاد کا سالک ہوا اور فہم کے ساتھ توحید مباح نہیں ہے مگر خاص کر تکلیف کے محل میں اور جس نے سمجھکر ایسے مقام میں بہ تکلف وجد کیا جس میں وہ پہنچا نہیں ہے اُس کا قدم اُس مقام سے جس میں وہ ہے نیچے کی طرف پھسل جائے گا یہ صرف

---

[1] الرجال قوامون علی النسآء ع سورہ نساء ر۲،

اُسی کو مباح ہے جس کو اجازت ہے یا جو کسی عارف کے اشارہ کے تحت میں ہے۔ اور واردات ربانیہ سمجھ سے باہر ہیں اور جو سمجھ میں آتے ہیں وہ تو اُس کے پانی کے چھینٹے اور اُس کی روشنی کی شعاعیں ہیں۔ اور جب تک کہ عام موجودات سے باہر نہ چلے آؤ تمہارے لئے حقائق ایمان کا نور نہیں چمکے گا۔ اور علم حقیقی کی ایک علامت یہ ہے کہ جب دل میں اُتر جائے تو اشکال و صورتیں مٹ جائیں گو امثال ظنیہ حقائق اصلیہ کے اخذ کا سبب ہوں اور جو کچھ تم میں پیدا کیا گیا ہے وہ صرف اس لئے کہ اُس کے ذریعہ سے تم موجودات کو پہچانو نہ کہ موجود کنندہ کو کیونکہ وجود اللہ تعالیٰ ہی کے ذریعہ سے پہچانا جاتا ہے۔

حکمت کی فضیلت

حکمت کے مواد انسانی قوت کے اندر پیچیدہ ہیں مگر حکیم کو اوروں پر صرف اس لئے فضیلت ہے کہ وہ اُن کو قوت سے فعل کی طرف لاتا ہے۔ اور آدمی پر اشارہ واقع نہیں ہوتا کیونکہ وہ ایک نسبت ہے جو فنا کے اطوار میں سرگرداں ہے۔ اور اگر وصول میں تمہاری کوئی نیت ہوگی تو تمہارا کچھ اثر اس میں باقی نہ رہے گا۔ اور فرزند آدم کی خوبیاں چھپی ہوئی رہتی ہیں اس لئے اُس کو اُن کے اعتبار سے دیکھو تو امید ہے کہ تم کو اُس کا کچھ جمال نظر آئے۔ اور ایمان کے جواہر آئینے ہی سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور حیاتِ دنیا میں شہوات کا حائل ہونا فوری عذاب ہے مگر چھپا ہوا۔ اور جب حقائق اپنے وصف کے ساتھ ظاہر ہوں گے تو اُن کے ظہور میں خفا اور خفا میں ظہور ہوگا اور اُن کو **ھوالاول والاخر والظاھر**۔ کی داد سے مدد پہنچتی ہے۔ اور کوئی اعلیٰ واردات نہیں آتی مگر اُس کے ساتھ قطع کا اندیشہ لگا رہتا ہے۔ اور محققوں کی دو قسمیں ہیں ایک کو تو رہنمائی و صاف گوئی کی اجازت ہوتی ہے اور دوسرے کو اس کی اجازت نہیں ہوتی اور دنیا کے مال و متاع میں خوبی و برکت اس لئے ہے کہ وہ نہ منقطع ہونے والی عطا اور نہ ختم ہونے والے احسان ہیں اور عالم بقا اور فضاء اعلیٰ کی طرف جانے والے ہیں۔ اور جب تمہارے پاس سے غیب کے حقیقی بادل کا کوئی ٹکڑا گزرے تو اُس کے نیچے ٹھیر جاؤ کیونکہ وہ یا تم پر سایہ ڈالے گا یا تم کو تر کرے گا۔ اور آدمی کے آزاد نہ ہونے کی ایک علامت یہ ہے کہ جدھر اُس کو ہوا و ہوس چلائے اُدھر ہی اُس کا قدم اُٹھ جائے۔ اور اپنے حسن نیت پر جمے رہو تاکہ اصل مقصود کی صورت پیدا ہو۔ اور مومن کا شوق ایسی چیز کی نسبت جس میں ہوائے نفس ہے۔ اور جو چیز اُس کے نفس کے لئے مناسب نہ ہو اُس سے اُمید و بیم اُس کی استقامت کی دلیلیں ہیں۔

باطنی خصوصیات

اور اگر کوئی شخص اپنی ظاہری بشریت کے پانی کا کٹورا تیرے سامنے پیش کرے تو خبردار اُس میں سے نہ پینا کیونکہ وہ تجھے پیروی حرص و گمراہی کی طرف کھینچ کرلے جائے گا اور اگر اپنی باطنی خصوصیت کے پانی کا کٹورا تھکو دے تو اُس کو بے تکلف خوشی خوشی پی جاؤ یہ شربت تم کو نفع کرے گا اور جس کلام کے رد و قبول میں تم کو اختیار ہو اُس سے تم کو تھوڑا نفع پہنچے گا اور جو کلام تم کو قبول کرنے پر مجبور کرے وہی تم کو زبردستی اچھے اور عمدہ کام کی طرف لے جائے گا۔ اور مرید کی سیر باطن سے ہوا کرتی ہے اور اُس کا ظاہر تابع ہوا کرتا ہے اور عابد کی سیر ظاہر سے ہوتی ہے اور اُس کا باطن تابع ہوتا ہے۔ اس لئے عابد اپنے اوراد کی نگہبانی کرتا ہے اور مرید اپنے واردات کی۔ اور علما۔ اس لئے علم نہیں حاصل کرتے کہ معصوم بنیں بلکہ اس لئے کہ لوگوں پر رحم کریں اور اس لئے نہیں کہ اپنے علم کے ذریعہ سے تقدیری امور سے محفوظ رہیں بلکہ بحاجت و محتاجی کے ساتھ

اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔ اور اہل معرفت کے احوال نہایت ہی عجیب ہیں کیونکہ اگر وہ اپنی بشریت کے ساتھ ہیں تو پانی کی مچھلیاں ہیں اور اگر اپنی خصوصیات کے ساتھ ہیں تو ہوا کی چڑیاں ہیں اس لئے وہ جب اپنے نفسوں کے اوصاف میں ہوں گے تو دنیا کے دریاؤں میں ڈوبے ہوتے ہوں گے اور جب اپنی روحوں کے اوصاف میں تو عالمِ اعلیٰ کے افق میں چکر لگانے والے اور ہر عالم سے جس کو عالم اعلیٰ سے زیادہ مشابہت ہے دنیا میں بہت ہی کم ٹھیرنے والے اور اصالت میں بہت زور آور ہوں گے اور جتنی چیزیں کہ عقل کے ادراک سے بالاتر ہیں اُن یں دو ہی ذریعوں سے چل سکتے ہیں اور وہ یا نور ہے یا اعتقاد۔ اور مخلوقات کی طرف سے جس قدر کم تدبیریں وں گی اُسی قدر زیادہ خالق کی طرف سے توفیق و اعانتیں پہنچیں گی۔ اور بنی آدم کا اصل حجاب سایہ کے حقائق کو ب العین نہ رکھکر سایہ کے ساتھ ٹھیرا رہنا ہے جیسا کہ وہ علم کی وجہ سے اس لئے مجوب ہیں کہ اُس کے حقائق سے رہوکر اُس کے پردہ کے پیچھے ٹھیرے ہوئے ہیں۔

وارِ الٰہی کا منبع

حالتِ شکر میں شکر کرنے والے کی ایک زبان ہوتی ہے جو اپنے رب کی طرف سے یہ کلام کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی زبان سے فرماتا ہے کہ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ (شخص اُس کا شکر کرتا ہے اللہ اُس کی سُنتا ہے) اور مرید کو جیسی حاجت اپنے پیر سے ہوتی ہے اُس سے ھ کر پیر کو اپنے مانوق کی ہوتی ہے۔ اور مریدوں کے دل تک انوار پہنچنے کی راہ سچی محبت ہے۔ اور عارف یا میں غیر کے لئے ہے نہ اپنے لئے اور غیر عارف خود اپنے لئے ہے نہ غیر کے لئے اور بندہ جس قدر اپنے قلب کو للہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرے گا اُسی قدر اُس کو اطمینان ہوگا اور جس قدر خلق کی طرف مائل کرے گا اُسی قدر یشان ہوگا۔ اور جو سبب تجھے تفرقہ میں ڈالے وہ تجھے فنا کر دے گا اور مار ڈالے گا اور جو سبب تیری جمعیت کا اعث ہو وہ تجھے جلائے گا اور پائدار بنائے گا۔ اور محبت ارواحِ حقائق کا جسد اور اُن کے حضرات کا دروازہ ہے ور عابدوں کے لوگوں سے بھاگنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کو اپنی ظاہری بشریت کے باعث مردار دنیا کی بدبو معلوم دی اور عارفوں نے جو ان کی طرف رُخ کیا اُس کا سبب یہ ہے کہ ان کو اپنی باطنی خصوصیت کے سبب سے اللہ ی خوشبو محسوس ہوئی۔ اور اللہ عزوجل کو اپنے ولی کے بارہ میں رشک آتا ہے کہ اُس کو اور کوئی پہچانے۔ اور ب تک کہ اللہ تعالیٰ نہ پہچنوائے ولی پہچانا نہیں جاتا کیونکہ یہ اُس کے پاس ہوتا ہے اور اگر اُس کے پہچنوانے ے پیشتر پہچانا جائے تو اُس کے لئے اللہ تعالیٰ سے حجاب ہو جائے گا۔ اور اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے جاننے کے ہی طریقے ہیں۔ اولیاء کے لئے الہام اور انبیاء کے لئے وحی۔ اور نگاہوں کے اعتبار سے چار قسم کی آنکھیں ہیں۔ بھلی چنگی اور تیز نگاہ اور یہ نبیوں کی آنکھیں ہیں۔ بھلی چنگی اور سست نگاہ اور یہ ولیوں کی آنکھیں ہیں۔ ذات کے اعتبار سے موجود مگر نگاہ میں محجوب اور یہ غافل مومنوں کی آنکھیں ہیں۔ اور اندھی اور یہ کافروں نادانوں کی آنکھیں ہیں۔ اور جب سے آدمی قالبِ بشری میں گھیرے گئے اور مظاہرِ حیات کے قیدخانوں میں قید کئے گئے ا وقت سے اُن کے پاس عالمِ غیبی کی کوئی سانس اور محلِ کونی کے انوار کی کوئی شعاع اور کوئی نیا علم حقیقی نہ یا مگر نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ سے اور پھر اُن کے پیرووں یعنی ولیوں، صدیقوں اور معرفت والے عالموں کے یہ سے اور ان میں سے کسی کو اُس سے زیادہ علم نہیں ہوتا جتنا کہ اوائل فطرت میں اُن کو ملا ہے اس لئے ان کے

پاس نئے اور تروتازہ علوم نہیں ہوتے مگر اُنھیں اعلیٰ درجہ کے قدسی منبعوں سے نکلے ہوئے۔

عارف کی عجیب کیفیات

جس نے عارف کو پہچانا عارف کو اُس سے مشقت ہی حاصل ہوتی۔ کیونکہ اُس کی ساری تبدیلیوں میں عارف ہی کو اُس کا بوجھ اُٹھانا پڑا اور جس نے عارف کو نہ پہچانا عارف کو اُس سے راحت نصیب ہوتی اور جس قدر عارف کی معرفت بڑھتی جائے گی اُسی قدر اُس کی محتاجی و مفلسی زیادہ ہوتی جائے گی کیونکہ جس قدر معرفت بڑھے گی اُسی قدر قرب بڑھے گا اور قرب سے نسب زائل ہوجاتا ہے۔ کیونکہ دوری و حجاب ہی کے ساتھ نسب و اسباب پائے جاتے ہیں۔ اور دنیا میں عارف کی مثال اُس شمع کی ہے جو خود چھپی ہوئی ہو مگر روشنی دیتی ہو۔ اور جس دن اہلِ باطل خسارہ میں ہوں گے اُس دن نبی یا نبی کا پیر ہو یا متبع کے سوا کسی کو نجات نہ ملے گی اور مثالیں مریدوں کے لئے ہیں اور حقائق عارفوں کے لئے اور عارف کی مثال اُس شخص کی ہے جو دریا کے پاس ہو کہ جہاں سے چاہے پانی نکال لے اور مرید کی مثال اُس شخص کی ہے جس کے پاس تھوڑا سا منجمد پانی ہو اور وہ اس انتظار میں ہو کہ وہ پگھلے تو اُسے نوش جان کرے۔ اور جب تمھارا نفس قرآن کے سمجھنے کا قصد کرے تو یہ تمھارا عجیب حال ہے۔ کیونکہ جو چیز تم میں مؤثر ہے تم اُس کے مؤثر بننا چاہتے ہو۔ اور جب مومن ایک دن ایمان کے ساتھ رہا تو اُس نے لاکھ سے زیادہ رسیاں پکڑیں جن میں سے کوئی بھی ٹوٹنے والی نہیں ہے۔ اور اگر شیطان انسان کو گناہ و عصیاں کی طرف ہنکا کرلے گیا اور اُس نے اصرار نہ کیا بلکہ رجوع و توبہ کی تو گویا اُس نے کبھی شیطان کی فرماں برداری ہی نہ کی تھی۔

عارف کے لئے ہدایات

جب تم نے کسی بندہ کو ایسی چیز کی طرف بُلایا جس میں اُس کی ہوائے نفس نہیں ہے؟ تو جہاں تک تمھارے امکان میں ہو اُس سے بچو کیونکہ وہ اپنے نفس سے تم کو دشمن سمجھے گا اور اپنے ایمان سے تم کو دوست رکھے گا۔ اور جب تم نے اپنا عمل درست کیا تو جنت نے تمھاری طرف رخ کیا اور جب تم نے اپنا دل درست کیا تو حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے احسان سے تمھارے جانب متوجہ ہوا۔ اور جس طرح بندہ کو ہزار ناپاکیوں کے بدلے بھی ایک ہی غسل کافی ہے، جس سے اُس کا نماز میں داخل ہونا جائز ہے۔ اسی طرح جب بندہ غفلت سے ہزار گناہ کرے بعدہٗ ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ کو یاد اور اُس سے آمرزش کی فریاد کرے تو یہ اُن گناہوں سے اُس کو پاک کردے گا اور حضرات میں اُس کو داخل ہونے کے قابل بنا دے گا۔ اور جب تم کو دو بہترین باتیں حاصل ہو جائیں تو پھر کچھ پروا نہ کرو۔ ایک اللہ پر ایمان اور دوسرے بار بار اللہ کی طرف رجوع و میلان۔ اور واللہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے اولیا کو اس دارنا پائدار میں چھپانا نہ چاہتا تو وہ کسی کو اُس سے گے ستانے گے لئے اُن پر مسلط نہ فرماتا۔ اور فراخ حالی میں حقائق کے ظاہر ہونے سے پیشتر بھی سے باز رکھنے کے لئے جوڑ دانٹ بتائی جائے اور جو فائدہ مند نصیحتیں کی جائیں اُن کو سُن لو۔ کیونکہ حقائق میں پہلی چیز کتاب ہے۔ دوسری خطاب تیسری عتاب چوتھی حجاب اور پانچویں عذاب" جس دن[۵] تمھارے رب کی بعض نشانیاں آئیں گی اُس دن کسی شخص کو اُس کا ایمان فائدہ نہ دے گا۔ اور تمھاری نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف تقصیر کے ساتھ

۵ے دیکھو آٹھویں پارہ کا ساتواں رکوع یعنی سورہ انعام کی آیت (۱۵۸)

بھی اُس کے غیر کی طرف وفا و خلوص کی نسبت سے کہیں بہتر ہے۔ اور گویا حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے مجھ سے ایسی شے طلب کی جس سے اُس کی شہرت ہو تو اُس نے مجھ سے اپنا وصف مانگا۔ اس لئے وہ محرومی سے قریب تر ہے اور جس نے مجھ سے میرا وصف چاہا وہ کامیابی سے قریب تر ہے۔ اور جب تم نے نفس کو خواہش سے روکا تو بس جنت ہی ٹھکانا ہے اور جب تم تقویٰ کے قدم سے اُس چیز کی طرف دوڑے جس میں نفس کی خواہش نہیں ہے تو بس وہ بارگاہ ہی تمہارا ٹھکانا ہے۔ اور اگر تم سے حجاب اُٹھ جائے تو کتاب نظر آئے۔

انبیاء اور اولیاء کرام انبیاء علیہم السلام کے حقائق غیب کے دائروں میں گھیرے ہوئے ہیں۔ اس لئے وہ اپنی ذاتوں سے وہاں ہیں اور ظاہر کے دائروں کا حق پورا کرنے کے لئے عالم شہادت میں اُن کے رقائق ہیں اور اولیاء کے حقائق عالم شہادت میں اُن کے رقائق ہیں اور اولیاء کے حقائق عالم شہادت میں گھیرے ہوئے ہیں اور عالم غیب میں اُن کے چکر کھانے والے رقائق ہیں بس انبیاء اپنے حقائق سے حجاب کو طے کرتے ہیں اور اولیاء اپنے رقائق سے۔ اور جو شخص اپنے اختیار سے آزاد بندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بُلاتا ہے اُسی کی سُنی جاتی ہے اور تمہارے صلاح حال میں تمہارا راس المال وجود اقبال ہے۔ اور قطعی مقبول نماز وہی ہے جو حقیقی پیروی سے ملی ہوئی ہے۔

تذکیر کے فوائد اگر کوئی عارف باللہ مشرق میں حقیقت پر گفتگو کرے اور اللہ کا کوئی عاشق مغرب میں ہو تو اس کو بقدر اپنی قسمت و محبت کے اُس سے ضرور حصہ ملے گا۔ اور ہر عمل کی جزا کا آئندہ وعدہ کیا گیا ہے مگر سمجھانا کہ اس کی جزا آئندہ کے علاوہ فوری بھی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ[1] وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (اور سمجھاتے رہو کہ سمجھانا ایمان والوں کو فائدہ بخشتا ہے) اور عارفوں کی معرفت اس سے کہیں اعلیٰ ہے کہ دار دنیا اس کے ظہور کی جگہ ہو اور تیرا اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملنا کہ تیرا قلب نورانی مستنیر ہو اس سے بہتر ہے کہ تو اس سے ملے اور تیرا عمل کثیر ہو۔ اور جس کی زبان عجمی (قاصر) ہے اور دل کی زبان عربی (کامل) ہے اس لئے جب تم کو حسن کے قصور بیان سے کوئی مشکل پیش آئے تو اُس کو اپنے قلب کی عربیت سے حل کرو تم کو راہ راست مل جائے گی۔ اور قلوب ہمیشہ اپنی اصلی سادگی پر رہتے ہیں۔ لیکن جب تذکرہ (سمجھانے) کے ذریعہ سے اُن کو حرکت دی جاتی ہے تو اگر سیدھے رہے تو اللہ تعالیٰ اُس پر توجہ فرماتا ہے اور اگر ٹیڑھے رہے تو اللہ تعالیٰ اُن کی کجی کو اور زیادہ کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔[2] وَاِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ اِيْمَانًا۔ (دونوں آیتوں کے اخیر تک) اور حق کا کہنا اور سننا عبادت ہے

---

[1] پارہ ۲۷۔ رکوع ۲۔ یعنی سورہ ذاریات کی آیت ۵۵۔ ۱۲۔

[2] گیارھویں پارہ کا پانچواں رکوع۔ یعنی سورۃ توبہ کی ایک سو چوبیسویں اور ایک سو پچیسویں آیتیں۔ اور وہ دونوں یہ ہیں:- واذا ما انزلت سورۃ فمنھم من یقول ایکم زادتہ ھذہ ایمانا فاما الذین امنو فزادتھم ایمانا وھم یستبشرون ۝ واما الذین فی قلوبھم مرض فزادتھم رجسا الی رجسھم وماتوا وھم کفرون ۝۔ ان دونوں کا ترجمہ یہ ہے۔ اور جس وقت کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان میں سے بعض لوگ پوچھنے لگتے ہیں کہ بھلا اس سورت

(باقی اگلے صفحہ پر)

چاہے کوئی اُس پر عمل کرے یا نہ کرے۔ اور خلق اللہ دو دنیا سے سروکار رکھنے پر عارف اس لئے مجبور ہوئے ہیں کہ جو یہاں ڈوبتے ہیں اُن کو نکالیں جو قید ہیں اُن کو چھڑائیں اور بہتیرے کمزوروں کے بار اُٹھائیں۔ اور دنیا میں توحید کی زبان گویا کوا ہے جو دنیا کے نیست و نابود ہوجانے کی کائیں کائیں لگاتا ہے۔

حقائق و اسرار

چونکہ یہ امت اخیر اُمتوں سے حقائق توحید میں زیادہ قوی ہے۔ اس لئے اُن سے جسم میں کمزور اور عمر میں کم ہے۔ اور جو اسرار کہ خواص بنی آدم میں پھیلے ہوئے ہیں اُن میں ملاء اعلیٰ کا کچھ بھی واسطہ نہیں ہے اُن کو تو حق تعالیٰ ہی اپنی قدرت سے اُن کے باطن میں پہنچا دیتا ہے اور اسرار کے سوا اور چیزیں عالم بالا ہی کے واسطے سے اسفل کی طرف آتی ہیں اور جب کسی موجود کو تم خطاب کرتے ہو یا وہ تم کو خطاب کرتا ہے تو حقیقت اصلیہ وہاں نہیں ہوتی مگر حقائق کہ تم اُن سے عین ذات اصلی ہی کے ساتھ ملتے ہو۔ اور اگر سچے مرید کے قلب کو صریح حقائق سے واسطہ پڑے تو سارے عالم میں اُس کی گنجائش نہ ہو۔ اور حقیقت جب اعلیٰ درجہ کی ہوگی تو نہ ظاہر ہوگی مگر ساری مخلوقات میں سے اعلیٰ و اشرف ہی پر جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور چونکہ انوار میں سب سے اعلیٰ تھا اس لئے نہ ظاہر ہوا مگر بہترین و بزرگ ترین بشر پر صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور باعتبار بولنے والے کے سننے والے کے ذہن میں حقیقت زیادہ ٹھیرتی ہے کیونکہ اُس میں کلام کرنے والا اُس کو صاف مشاہدہ کرتا ہے اس لئے اُس کے پاس حقیقت کے ٹھیرنے کا زمانہ کم ہوتا ہے اور سننے والا اُس کو شہادت سے اخذ کرتا ہے۔ اس لئے اس کے پاس ٹھیرنے کا زمانہ طویل ہوتا ہے اور جب کوئی نور تمہارے لئے چمکے تو شہود یا محبت کے ذریعہ سے اُس کا اپنے ہمراہ رہنا چاہو کیونکہ تمہارا حصہ اُس سے تم کو حاصل ہو چکا ہے۔ اور انوار عرفانیہ غیر محل بشریت سے صاف نظر آتے ہیں اس لئے اگر تم اُن تک پہنچنا چاہو تو بشریت کو اُس کی شرط نہ قرار دو اور جب تم کسی مرد خدا کا کلام کسی کتاب میں دیکھو یا نقل کے ذریعہ سے سنو تو اگر ناقل کو اُس کے شہود حقیقت کے ساتھ نسبت نہیں ہے۔ تو تم کو اُس کلام سے نفع نہیں پہنچے گا۔

حجاباتِ حقیقت

جب دنیوی ہستی عارض ہوئی تو حجاب آیا اور جب اُخروی ہستی عارض ہوئی تو نیرا اوہا اور ہوائے نفوس و دنیا کی ہوا حقیقت کے نور آفتاب کو بجھا نہیں سکتی۔ کیونکہ یہ جواہر دریائے قلوب کے قعر میں جاگزیں ہیں نفس و ہوا کا غواص وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور اگر حقیقت عارف کو اُس کی ذات سے دور نہ کرتی تو بھی اُس کی تعبیر بہت کم ممکن تھی۔ اور جب عارف اپنی چشم بصیرت سے دیکھتا ہے تو اُس کے آئینہ میں دنیا غائب ہوجاتی ہے۔ کیونکہ اُس کی بصیرت کا حلقہ دنیا سے زیادہ وسیع ہے اور عالم دنیوی معنی انسانی کے ظہور کا اور دخولِ جنت کی ابتدا سے سرِ عرفانی کے ظہور کا۔ اور ہر حقیقت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ایک علم ہے جس کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو علم اس سے نیچے ہے اُس میں لوگوں کے درجے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷۲ سے آگے) ہے تم میں سے کس کا ایمان بڑھا دیا سو جو ایمان رکھتے ہیں اس نے اُن کا ایمان تو بڑھا دیا اور وہ خوشیاں مناتے ہیں۔ اور جن لوگوں کے دلوں میں روگ ہے تو اس نے اُن کی خباثت پر ایک خباثت اور بڑھائی اور یہ لوگ کفر ہی کی حالت میں مر گئے۔ ۱۲

متفاوت ہیں۔ اور جو دل غافل ہیں وہ جب حقائق کو سنتے ہیں تو بھاگتے ہیں اور سماع حقائق میں نہیں ٹھیرتا ہے مگر وہی دل جس کی حق تعالیٰ ترقی چاہتا ہے۔ اور دنیا میں کوئی ولی کبھی اپنی حقیقت کے ساتھ نہیں ہوتا وہ اپنے علم کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے نہ ذات کے ساتھ، مگر جب قیامت کا دن آئے گا اللہ تعالیٰ اُن کو اُن کے حقائق واعیان کے ساتھ ظاہر فرمائے گا۔

فرزند آدم سے خطاب اے فرزند آدم تونے کیا خوب انصاف کیا دنیا کی طرف بلانے والا جانے والی نیلی اور مٹنے والی چیز کے لئے ایک بات ایک دن کہدیتا ہے تو تو ہزار دن اُس کا کہا مانتا ہے اور آخرت کی طرف بلانے والا رہنے والی صاف اور پائدار چیز کے لئے ہزار دن تجھ سے کہتا ہے، مگر تو ایک دن بھی اُس کا کہا نہیں مانتا۔ اے کاش آخرت میں آنے سے پہلے تو دونوں کو برابر ہی سمجھے۔ اور تعجب کی بات ہے کہ آدمی دنیا کے آفتاب کو دیکھتا ہے اور اُس کی روشنی سے منور ہوتا اور اُس کے اثروں سے نفع اٹھاتا ہے اور اُس کے سر وجود میں انوار کا آفتاب ہے مگر اپنی خاکی ذات کی تاریکی کے باعث اُس کی حقیقت کے شہود سے غافل ہے۔ اور ہمارے اس دین کی دو قسمیں ہیں ظاہر علم اور باطن حقیقت پس اس کا ظاہر اصول و نقول سے ضبط کیا ہوا ہے اور اس کا باطن قلوب کما نوار سے پس جو شخص تمہارے پاس ان میں سے کوئی قسم لے کر آئے اُس سے اُسی قسم کا شاہد طلب کرو ظاہر والے سے ظاہر کا اور باطن والے سے باطن کا مگر جو شخص ظاہر کی کسی چیز دشخص معتبر کی نقل کے بغیر مان لے گا وہ ٹھوکر کھائے گا اور جو شخص باطن کی کسی بات کو قلب کے گواہوں کے بغیر تسلیم کرے گا وہ گمراہ ہوگا۔ اور بہت عمدہ دو نور ہے جو مرید کے قلب پر اترے اور دعوٰی کی تاریکی سے آلودہ نہ ہو۔ اور واللہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والوں کا مقصود نہ علوم ہیں نہ احوال نہ مقامات نہ خصائص اور نہ اور کوئی شے ان کا قصد تو صرف یہ ہے کہ دین کا کلمہ جیسا ظاہر میں مجتمع ہے ویسا ہی اُس کو باطن میں کردیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ روحوں کے پاؤں میں وہ بھاری بیڑیاں نہ ڈالتا تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کی طرف اُڑ جاتیں۔

میں کہتا ہوں کہ دو بیڑیوں سے شاید امر و نہی مراد ہو۔ اور یہ عارفوں کے دل کاتب ہیں۔ مریدوں کے دل مکتوب فیہ اور غافلوں کے دل نہ کاتب نہ مکتوب فیہ۔ اور حقائق جب تمہارے سامنے ظاہر ہوئے تو وہی علم ہے اور جب تم ظاہر ہوئے تو وہی کشف ہے۔

عالم ربانی عالم ربانی وجود میں قلب کے مانند ہے اور اُس کا وجود بمنزلہ شکم کے ہے " اور اللہ تعالےٰ نے کسی شخص کے شکم میں دو قلب نہیں رکھے ہیں " اور اگر اس عالم میں دو عارفوں سے برابر برابر مدد حقیقی پہنچے تو حاصل کرنے والوں کے دلوں میں شرک خفی کا وجود ضرور سرایت کرجائے گا نعم۔

میں کہتا ہوں کہ ان کی مراد یہ ہے کہ ہر زمانہ میں ایک ہی شخص کو نفس العزیز مرتبہ ملتا ہے اور جو زائد ہوتے ہیں وہ اُسی کے معاون و مددگار ہوتے ہیں واللہ اعلم۔ اور کسی بندہ میں کوئی خصوصیت دوسانس نہ ٹھیری اوصاف کے شہود سے پاک وصاف کرلیتا ہے۔ اور جو مومن اپنے نفس سے جاہدہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے اسلام پر لاکھ با

لے ماجعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ ۰ اکیسویں پارہ کا ستر ھواں رکوع) ۱۲

سے زیادہ مہر (صاد) کر دیتا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے مجاہدہ کی تلواروں سے بار بار قتل ہوتا ہے۔ اور کسی عارف کے نقش قدم پر تمھارا ایک قدم چلنا اس ہزار فرسخ چلنے سے بہتر ہے جو حرص د ہوا کے ساتھ ہو۔ اور کلمۂ حکمت کو عالی خاندان دلہن سمجھو جس کو اگر جوڑ کا مَبر نہ ملے تو اپنے میکہ کو واپس چلی جائے۔ اور دنیا میں مغفرت کا اعلیٰ مقام حقیقی کشائش کا پایا جانا ہے اور یہی فرمان ولایت ہے۔

عارف کے اعلیٰ مراتب

عابد اپنی عمر بھر میں ایک مرتبہ اسلام لاتا ہے اور مرید اپنی زندگی بھر جانے کتنی مرتبہ مسلمان ہوتا ہے۔ اور ہر گروہ کے تابعین اعتقاد وایمان سے سیکھتے ہیں اور اس گروہ کے تابعین مشاہدہ وعیان سے۔ اور عارف کے قلب نہیں ہوتا جس کے ساتھ وہ جیتا ہو کیونکہ وہ اپنے رب کے ساتھ ہوتا ہے نہ قلب کے ساتھ اور بعض عارف کہا کرتے تھے کہ جس کے قلب نہیں ہے اُسی نے زندگی کی اور اسی مضمون کو اس طرح کسی نے شعر میں ادا کیا ہے۔ ؎

کہتے ہیں دل کی حفاظت کی نہیں! عارفوں کے دل بھی ہوتے ہیں کہیں!

اور وارد کا دیر تک ٹھیرنا اُس کے اعلیٰ درجہ کا ہونے کی دلیل ہے۔ اور بندۂ مومن یا عارف کے دل کے اندر جو کچھ چھپا ہے اگر وہ ظاہر ہو جائے تو سارے موجودات جگمگائیں۔ اور لابدی ہے کہ عارف جنت میں بیٹھیں لوگوں سے اس سے بالاتر بات یعنی جنت اور اُس کے معاملہ وآداب کی بیان کریں اور لوگوں میں سے سب سے زیادہ نعمت وبخشش اُس کو ملتی ہے۔ جس کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی روزی دیتا ہے۔ اور اگر خلائق کی روح نہ ہوتی تو خلائق کی موت تھی۔ اور اگر تم کو اپنی وہ قدر معلوم ہوتی جو تمہارے باپ آدم سے پہلے تمھاری تھی تو تم کو مرنے دم تک ندامت رہتی۔ اور ہرگز سَمِعْتُ وَرَوَيْتُ (میں نے سُنا اور میں نے روایت کی) پر قناعت کرو بلکہ شَهِدْتُ وَرَأَيْتُ (میں نے مشاہدہ کیا اور میں نے دیکھا) پر۔ اور عارف ہزاروں برس تک باتیں کرے اور پھر بھی اللہ تعالیٰ کے پاس سکوت کے وصف کے ساتھ آئے گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "جس دن اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع کرے گا تو پوچھے گا —— کہ تم کو کیا جواب ملا تھا۔ وہ کہیں گے کہ ہم کو کچھ معلوم نہیں تو ہی پوشیدہ باتوں کو خوب جانتا ہے[1] اور عارف کو خواہی نخواہی اپنے مرید کی تربیت کے اپنی ہمت کی بلندی سے نیچے اُترنا پڑتا ہے۔ اور مردِ کامل وہ دائروں یعنی اُبوت وامومت کے ذریعہ سے تربیت کرتا ہے۔ اور اگر واحد الزمان مبیح ہوتے ہی خلائق کے معاملہ کی طرف متوجہ نہ ہو تو یک بارگی اللہ کا حکم اُن پہنچے اور اُن کو ہلاک کر دے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل کی تمیع میں رات بسر کرنی رکوع وسجود میں رات گذارنے سے تمھارے لئے بہتر ہے۔ اور جو شخص حضرت میں حاضر ہوا اُس کلمہ کا نام ہے نہ صفت۔ اور اللہ تعالیٰ اہل جنت میں سے خواص کو ایسے خلعت پہنائے گا جس میں کوئی رنگ نہ ہوگا اور اگر جنت کا ایک درخت بھی اپنی حقیقت کے ساتھ جلوہ گر ہو تو اہل جنت اُس کی طرف دیکھنے کی تاب نہ لا سکیں۔ اور آج تم موجود سے کہتے ہو کہ اپنے موجد

---

[1] يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ (ساتویں پارہ کا پانچواں رکوع)

مجھے بتاؤ اور آخرت میں وہ تم سے کہے گا کہ تم میرے موجد کو مجھے بتاؤ۔ اور جو شخص دنیا کی محبت سے الگ ہوا اُس کا نام عابد زاہد رکھا گیا اور جو شخص اپنے نفس اور اُس کے عالم سے الگ ہوا وہ عارف کہلایا۔ جس شخص نے اللہ کو پہچاننے سے پیشتر اللہ کے ماسوا کو پہچانا وہ محجوب ہوا اور جس نے خلق کو پہچاننے سے پہلے اللہ کو پہچانا وہ محجوب نہ ہوا اور واعظوں کے افعال کو نہ دیکھو ورنہ اُن کے اقوال کے فائدہ سے محروم رہو گے اور عارفوں کی ذات کو نہ دیکھو ورنہ اُن کے اشارات کے سمجھنے سے قاصر رہو گے۔ اور تم اپنے خالق کو کسی ایسی چیز کے ذریعہ سے کیونکر پہچان سکتے ہو جس کو اُسی نے تمھارے اندر پیدا کیا ہے۔ کیونکہ ہر ادراک کرلینے والے کو اُس چیز پر جس کو وہ دریافت کرتا ہے غلبہ ہوتا ہے۔ حالانکہ وہی غالب اپنے بندوں سے بالاتر ہے؎ اور جس نے یہ گمان کیا کہ حروف اُس کے حافظ کے خزانہ میں جمے رہتے ہیں۔ اُس کی عقل پر پردہ ہے۔ اور جنت حقیقۃً عالم وصول کا اشراق ہے۔

مرشد کامل کی فضیلت

کلام ربانی کے جاننے والے کے چاروں طرف لوگوں کی وہی قطع ہے جیسی صاحب فصاحت کے اردگرد اُن لوگوں کی جو صاف طرح سے باتیں کرنی بھی نہیں جانتے اس لئے اُن کے لئے دانست کی شرط نہیں ہے۔ اور باپ کی خدمت پر پیر کی خدمت مقدم ہے اس لئے کہ تمھارے باپ نے تم کو میلا کچیلا کردیا اور پیر نے تم کو صاف کیا اور تمھارا باپ تم کو نیچے لایا اور تمھارا پیر تم کو اوپر لے گیا اور تمھارے باپ نے تم کو ماء وطین (پانی اور مٹی) میں ملادیا اور تمھارے پیر نے تم کو اعلیٰ علیین تک پہنچا دیا۔ اور جو شخص دنیا میں آیا اور اُس نے کوئی ایسا مرد کامل نہ پایا جو اُس کی تربیت کرتا وہ دنیا سے آلودہ گیا۔ گو اُس نے ثقلین کے برابر عبادت کیوں نہ کی ہو اور اس کی وجہ کہ نماز میں بندہ کو وسوسہ لاحق ہوتا ہے اور جب عارف کے سامنے اُس کے کلام کو سنتا ہے تو نہیں لاحق ہوتا صرف یہی ہے کہ نمازی اپنے پروردگار سے سرگوشی کرتا ہے اور عارف کے کلام سننے والے سے اُس کا رب سرگوشی کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا بندوں پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اُن کے درمیان میں کسی عارف کو ظاہر کرے گو وہ اُسے نہ دیکھیں اور نہ پہچانیں۔ اور جب تو نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا تو کسی برائی کا گمان نہ کر کیونکہ اُس کی معرفت کے بعد یہاں کوئی برائی نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ عارفوں سے اُن کے بہت سے مقامات و کرامات کو پوشیدہ رکھتا ہے تاکہ انھیں دعوے کا خیال نہ آئے۔ اور مرد عارف کو چاہیے کہ خود کشتی میں ہو اور اولیاء اُس کے چاروں طرف پانی پر چلتے اور اُس سے تعلیم پاتے جاتے ہوں اور وہ اگر کشتی سے اُتر کر ان کی معیت میں آئے تو ڈوب جائے۔ اور جو چیز تجھے اللہ تعالیٰ سے روکے وہی گناہ ہے۔ اور اہلِ جنت کی سب سے بڑی نعمت وہ علم ہوگا جو اللہ تعالیٰ اُن کو وہاں عطا فرمائے گا۔ اور جب تو حضرت "لا این" میں داخل ہو تو "این الآن" کا انتظار کر۔ اور کامل وہ ہے جو اپنے باطن کو اپنے ظاہر سے ڈھانکے رہے۔ اور جب صور پھونکا جائے گا تو مرید صادق کہے گا کہ میں تو اس کو زمانہ سے سن رہا ہوں۔ اور اہلِ سعادت کے گناہ اوہام کے مانند ہیں اور اہل شقاوت کے تحقیقی۔ اور عارف سے ایک لحظہ میں ادب کا ایک کلمہ سننا ظاہر میں باپ اور معلم سے بیس برس تک سننے سے افضل ہے کیونکہ عارف کی مجلس میں اغیار میں سے کوئی آجاتا ہے تو عارف سے کہا جاتا ہے کہ اس وقت تو اپنی فکر کے خزانہ سے خرچ کر اور جو کچھ تیرے قلب کے خزانہ میں ہے۔

ؔ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ۵ (ساتواں پارہ آٹھواں رکوع)

اُس کو ڈھانک دے اور جب تیری مجلس کے خاص لوگ آجائیں اور اُن کے ساتھ اُن کے دل بھی ہوں تو اس خزانہ کو کھولنا۔ اور جس نے تمھارے جسم سے تم کو سیراب کیا اُس نے تم پر ظلم کیا مگر جس نے تمھارے قلب کی شراب تم کو پلائی اُسی نے تمھارے ساتھ دوستی کی۔ اور علوم تین ہیں ایک تو سلوک کا علم ہے۔ اس کا ظاہر کر دینا واجب ہے دوسرا کشف کا علم ہے اس کا ظاہر کرنا کبھی غیر مباح بھی ہوتا ہے اور تیسرا باطن کا علم ہے! اس کا ظاہر کرنا کبھی جائز نہیں ہے۔ اور افعالِ خلق کی کیفیت کے کُنہ پر اور اُس کی مکنونات کی تدبیر کے اسرار پر اور اسباب کے باہمی لگاؤ پر مطلع ہونا اور ان میں جو حکم جاری ہوں اُن کی وجہ کو سمجھنا اور اُن کا اور اُن کے اوصاف اور اُن کی نسبتوں کا تحقیقی علم ہونا جنس بشر کے لئے متعذر ہے۔ البتہ میں اُن کی نہیں کہتا جو اللہ تعالیٰ کے نور سے مؤید ہیں پس ہمیشہ نفوس بشریہ ان چیزوں کے علم کے جویا رہتے ہیں اور جب اُس انداز سے کہ اُن کی طبیعتوں میں امور ظنیہ یا خیالیہ یا وہمیہ یا تجربیہ یا تقلیدیہ کی ترکیب ہے یہ باتیں اُن پر روشن ہوتی ہیں تو جھٹ سے وہ ان کے علم کا دعا کر بیٹھتے ہیں حالانکہ وہ غلط ہوتا ہے۔ اور کوئی بندہ کسی عمل کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا مگر اُس کی نسبت پکارا جاتا ہے کہ اس بندہ کا قلب کہاں ہے جہاں اس کا قلب ہو وہیں اس کا دیوان عمل قائم کرو۔ اور اہل دوزخ پر جنت کی محرومی کے عذاب سے بڑھکر اور کوئی عذاب نہ ہوگا۔ اور عارف جب اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے تو انسان کی جو چیز سب سے پہلے اس کا جواب دیتی ہے وہ روح ہے۔ پس اگر وہ عوارض سے بچی ہوئی ہے تو عارف کے ساتھ ہولیتی ہے۔ ورنہ واپس چلی آتی ہے اور اہل عصمت کے سوا باقی آدمیوں کی شکلیں بت جیسی ہیں اس لئے جو ان پر جھکا اُس نے ان کو پوجا اور جس نے ان سے منہ پھیر لیا اُس نے اللہ تعالیٰ کو پالیا۔ اور جب موسیٰ علیہ السلام کے سایہ میں ستر آدمی سمائے اور انھوں نے ربانی کلام سنا تو کیا محمدی سایہ میں سات لاکھ بلکہ اس سے بھی زائد نہ سما سکیں گے حالانکہ اُن میں سے بعض بوالہوس بھی تھے اور ان میں سے سب نے پہچانا ہے اور کیا ہی عزیز الوجود اس گروہ کی راہ ہے اور کیسے عزیز الوجود اس کے طالب ہیں اور کس قدر کمیاب اس کے پانے والے ہیں اور کتنے نایاب وہ ہیں جو اس کے پالینے کے بعد اس پر ثابت قدم رہتے ہیں۔ اور جب مُرید صادق عارف کی مجلس میں پہنچتا ہے تو چھوؤں[1] سمتوں سے اُس کا کلام سنتا ہے۔ اور جو کچھ تیرے قلب کے لوح میں ہے وجود اُس کو ہمیشہ مٹاتا رہتا ہے اور اُس میں لکھتا رہتا ہے۔ اور عارف کی مراد یہ ہوتی ہے کہ مرید عالمِ غیب میں تنگی سے نکل کر وسعت میں آئے گو مرید کو اس کی خبر نہ ہو۔ اور عارف خلق سے باتیں کرتے ہیں مگر وہ حق کے ذریعہ سے حق کے ساتھ ہوتے ہیں جیسا کہ ابو القاسم جنید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے تیس سال ہو گئے مگر لوگوں کا گمان یہ ہے کہ میں اُن کے ساتھ کلام کرتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ جن اعمال میں وہ مصروف ہوتے ہیں اُن کی وجہ سے کوئی مرید اُن کے حکم کے تحت میں داخل ہونے کی سکت نہیں رکھتا اور اگر وہ اپنے کمبلوں میں سے کوئی کمبل اُس پر ڈال دیں تو وہ سیسہ کی طرح پگھل جائے۔ اور بندہ کا عمل تولا نہ جائے گا مگر جب

---

[1] یعنی آگے پیچھے داہنے بائیں نیچے اوپر ۱۲

تجلیات کے انوار سے عاری ہوگا اور اگر انوار تجلیات کا لباس اُس کو پہنا یا جائے تو اُس کے عمل کی سمائی میزان میں ہوگی اور بعض مردانِ خدا وہ ہیں جن کے لئے مقام کی صورت کھڑی کی جاتی ہے اور بعض مقام کو مشاہدہ کرتے ہیں اور بعض کو مقام کی لذت محسوس ہوتی ہے۔ اور جو شخص اپنے نفس کے خزانہ سے تم کو کچھ دے اُس سے کچھ بھی نہ قبول کرو اور جو اپنی عقل کے خزانہ سے کچھ پیش کرے اُس کو اُس مقدار سے کہ اُس کی عقل کو نورِ حکمت سے لگاؤ ہو قبول یا ترک کرو اور جو اپنے قلب کے خزانہ سے تم کو کچھ عطا کرے اُس کو قبول کرو اور زیادتی کے طالب ہو اور اس میں سے ذرہ بھی واپس نہ کرو اور جو شخص اپنے غیب کے خزانہ سے تم کو کچھ بخشے تو وہ ایسا گنج گرانمایہ ہے جس پر لوگ جان دیتے ہیں۔ اور دنیا کی طرف بلانے والا تم کو تمھاری خواہش و میلان کی چاٹ پر بلاتا ہے اور آخرت کی طرف بُلانے والا تم کو وہاں بلاتا ہے جہاں سے تم بھاگتے اور جس کو تم ناپسند کرتے ہو اور حقیقت کی طرف بُلانے والا تم کو وہاں بُلاتا ہے جہاں تم فنا ہو جاؤ گے اور تمھاری نمود باقی نہ رہے گی۔ اسی لئے نفس پہلے کی فوراً سن لیتے ہیں اور دوسرے کی بدشواری سنتے ہیں اور تیسرے کی سُننے سے رکے رہتے ہیں مگر جب پوشیدہ عنایت ہوتی ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ تیرے بے زبان اعضا کو یا بے زبان موجودات کو گویا کر دے تو تجھ سے وہی باتیں کہیں جو عارف کہتا ہے۔ اور واللہ میں یہ نہیں چاہتا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے لکھے ہوئے صحیفے لے کر جاؤں میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ اُس کے پاس ایسے دل لے کر جاؤں جن کو میں اُس کی طرف کھینچتا اور اُس کے پاس کی نعمتوں پر مائل کرتا اور اُس کو اُن کا محبوب بناتا ہوں۔ اور حجاب سے بڑھکر حجاب حجاب ہے۔ اور عارف اگر نعرہ مارے تو اُس کی آواز دنیا میں نہ سمائے۔ اور اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ علم حقیقی تک نہ پہنچے مگر وہی جو ذات کے مشاہدہ سے اپنے قلب کو الگ کرے۔ اور اگر کوئی موجود اپنے اُس وجود کے ساتھ جو حقیقت میں ہے ذکر کیا جائے تو انوار توحید اُسے جلا ہی ڈالیں اور اُس کا وجود ذرہ ذرہ ہو جائے گویا اس کا وجود تھا ہی نہیں اور جو شخص غیب کی نسبت ٹھیک کانٹے کی تول گفتگو کرے اُس سے کسی کو کچھ اخذ کرنا درست نہیں ہے مگر اُسی کو جو مردانِ خدا میں سے قوت والے ہیں اور جو شخص تلوب کی نسبت ویسا ہی کلام کرے اُس سے مُریدوں کو اخذ کرنا اور سالکوں کو فائدہ اٹھانا درست ہے۔ اور گویا حق تعالیٰ اپنے بندگان عارفین سے فرماتا ہے کہ میرے بندوں کو میری طرف سے میری حجت پہنچا دو اور اُن کو میری راہ صاف کرکے بتا دو تو میں تمھارے لئے وہ حسنات لکھوں گا جن کو تم نہ اعمال سے حاصل کر سکتے ہو اور نہ اپنے عمدہ احوال سے۔ اور تمھارا یہ وجود تمھاری چشم بصیرت کے لئے خس و خاشاک ہے۔ پس اگر تمھاری بشریت کی آنکھ سے یہ خس و خاشاک دور ہو جائے تو اُسے اپنا پانی اور اپنی چراگاہ دکھائی دینے لگے اور اپنی بہبودی و راہ راست کو دیکھنے لگے۔ اور ہر زمانہ کے لوگ مختلف آوازوں سے حجت پیش کرتے ہیں اور اُن میں سے سچے صاحبِ حق اور پہنچنے والے تھوڑے ہوتے ہیں اور اس راستہ کی حقیقت یہ ہے کہ تم مفلس اور ہمیشہ اعلیٰ کے طالب رہو اور جہاں تم نے گمان کیا کہ تم پہنچے تو نہیں پہنچے اور جہاں تم نے گمان کیا کہ تم کامیاب ہوئے تو نہیں کامیاب ہوئے اور جہاں تم نے گمان کیا کہ تم نے اپنے لئے کوئی حال حاصل کیا تو تمھارا کوئی حال نہیں ہے۔ اور عارف رات اور دن میں سو مرتبہ رنگ بدلتا ہے اور عابد برسوں ایک ہی حالت پر رہتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عارف دائرہ تعریف کی طرف اور عابد دائرہ

تکلیف کی طرف مائل ہے۔ اور کشائش کی نشانی یہ ہے کہ سب لوگ سوتے نظر آئیں۔ اور جب عارف دنیا میں نعرہ مارتا ہے تو حقائق اُن کے لئے ملاء اعلیٰ میں نعرہ مارتے ہیں اور اگر وہ خاموش رہیں تو اُن کے حقائق خاموش نہیں رہتے۔ اور جنت کی ہر ہستی اللہ عزوجل کے غیبوں میں سے ایک غیب ہے۔ اور اس معاملہ (تصوف) کی ابتدا سننا اور تصدیق ہے۔ بعدہ سمجھنا اور تدقیق ہے اور اس کے بعد شہود و تحقیق ہے۔ اور یہ سیدی ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ کے اس قول پر کہ "زہے نصیب اُس کے جس نے مجھے دیکھا یا جس نے میرے دیکھنے والے کو دکھایا جس نے میرے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو دیکھا" کہتے تھے کہ دیکھنے والے تین قسم کے ہوا کرتے ہیں۔ مجوبٌ۔ نافذٌ۔ اور وارثٌ۔ پس جو مجوب دیکھنے والا ہے اُس کا کچھ اعتبار نہیں اور جو نافذ دیکھنے والا ہے۔ وہی یہاں مراد ہے اور جو وارث دیکھنے والا ہے۔ وہ وہی کہہ سکتا ہے جو یہ کہتے ہیں۔ اور ہر موجود تسبیح کرتا اور اپنی تسبیح میں کہتا ہے کہ میں اپنے خالق کو اس سے مبرا جانتا ہوں کہ میں اُسے ادراک کر سکوں۔ اور جب تمھارے لئے آسمان میں منادی کردی گئی کہ آسمان والے تم کو پہچان لیں تو تم کو اس کی کیا پرواہ ہے کہ زمین میں منادی کی جائے کہ لوگ تم کو پہچانیں اور جو شخص تم سے ناواقف رہے گا وہ اپنا حصہ جو تم سے اُس کو ملتا کھوئے گا۔ پس اپنے آپ کو مزہ پہنچائے گا نہ تم کو۔ اور اگر خاص عام کے راستہ پر پڑے تو وہ جل جائے گا مگر اس صورت میں کہ اللہ عزوجل کے حکم سے تنزل واقع ہو۔ اور جس نے تصوف کی تشریح کی وہ صوفی نہیں ہے اور جس نے تصوف کو نظر میں رکھا وہ بھی صوفی نہیں ہے تصوف تو بس یہ ہے کہ بندہ تصوف سے غائب ہوجائے۔ اور یہ اپنے مریدوں سے کہا کرتے تھے کہ جو شخص مجھکو اپنے حضور قلب کا مژدہ سُنائے اُس کو امر عظیم تک پہنچ جانے کی خوش خبری سُنا دو اور ان کا قول ہے کہ بعض کلمہ کے تحت میں ایک ہزار کلمے ہیں اور بعض کے تحت میں ایک لاکھ اور بعض کے تحت میں دریا ہیں جن کے قطرات کا احاطہ نہیں ہو سکتا اور جن کی بڑی غایات کا پتہ نہیں لگ سکتا۔ اور ہر مومن کا قلب اُس کے جسم کے لئے شب قدر ہے اور ہر سال کی شب قدر اُس سال کا قلب ہے۔ اور مرید دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ کہ جو کچھ تعلیم کرنے والے سے اُس کو پہنچتا ہے اُس کو قبل اس کے کہ وہ اُس کے قلب تک پہنچے اپنی عقل سے جانچ لیتا ہے، اور دوسرے وہ جو اُس کو عقل سے نہیں جانچتا بلکہ بادی الرائے سے قلب تک پہنچا دیتا ہے اور یہ نفع سے قریب تر ہے اور یہ نفع سے قریب تر ہے اور بھلائی دونوں میں ہے۔ اور نفس جب سالکوں کے بیچ میں آتا ہے تو اُن کو اذکار کی زیادتی اور طاعتوں کے حاصل کرنے سے روکتا ہے اور جب عارفوں کے بیچ میں آتا ہے تو اُن کو مشاہدات لذیذہ اور اوپر کے درجوں پر ترقی کرنے سے مانع ہوتا ہے۔ پس نفس دونوں گروہ کو چلنے سے روکتا ہے اور آغاز توحید میں نفس کو "لا" کی لگام ڈال دی جاتی ہے تاکہ اپنے سارے دعووں سے باز نہ آئے اور اعلیٰ ترین جام وہی ہے کہ جس کو ملے وہ اُسے تنہا نوش جان نہ کرے۔ یہاں تک میں نے ان کے کلام سے انتخاب کیا ہے۔ خدا ان سے راضی و خوشنود رہے۔

(۲۹۱) عارف باللہ تعالیٰ شیخ محمد بن عبدالجبار نضری رحمہ اللہ

یہ چوتھی صدی کے بزرگوں میں سے تھے لیکن ہم نے اتفاق سے ان کا ذکر یہاں لکھ دیا گو ہم نے اولیاء اللہ کے ذکر میں ترتیب زمانی کا التزام نہیں کیا ہے۔ اس گروہ کے طریق کے متعلق ان کا کلام بلند ہے۔ یہ مواقف کے

مصنف ہیں ۔ شیخ محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ وغیرہ نے ان سے نقل کی ہے ۔ یہ سارے علوم میں امام ماہر تھے مواقف میں ان کے جو کلام ہیں اُن میں سے تھوڑے سے یہ ہیں ۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ عارفوں کے دل کیونکر غمگین نہ ہوں وہ مجھے دیکھتے ہیں کہ میں جو عمل کی طرف نگاہ کرتا ہوں تو بُرے عمل سے کہتا ہوں کہ تو وہ صورت بن جا جس صورت میں تیرا کرنے والا آ کرلے گا اور اچھے عمل سے کہتا ہوں کہ تو وہ صورت بن جا جس میں تیرا کرنے والا آ کرلے گا ۔ اور عارفوں کے قلوب ادراک کی سلوٹوں سے نکل کر علوم کی طرف جاتے ہیں اور یہی اُن کا کفر ہے اور اسی سے اللہ تعالیٰ اُن کو منع فرماتا ہے ۔ اور گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب عارف نے معرفت سے دل لگایا اور دعویٰ یہ کیا کہ اُس نے مجھ سے دل لگایا تو وہ جیسا خدا کے نہ پہچاننے سے بھاگا تھا ویسا ہی پہچاننے سے بھاگا ۔ اور گویا حق تعالیٰ عارفوں کے قلوب سے فرماتا ہے کہ ساکت وصامت رہو تاکہ پہچانو اور اگر تم نے مجھ تک پہنچنے کا دعویٰ کیا تو تم اپنے دعوے کے باعث حجاب میں ہو اور جو وزن تمہاری ندامت کا ہوگا وہی وزن تمہاری معرفت کا ہوگا کیونکہ تمہاری آنکھیں میثاقوں کو دیکھتی ہیں اور تمہارے دل ابد کو دیکھتے ہیں ۔ پس اگر تم سے یہ نہ ہو سکے کہ اقدار کے پیچھے رہو تو افکار کے پیچھے کو رہو ۔ اور جس طرح تم حکمت کا قصد کرنے والوں کے مُنہ سے حکمت سیکھتے ہو اسی طرح اُس سے غافل رہنے والوں کے مُنہ سے بھی سیکھو کیونکہ تم اللہ وحدہ کو غافلوں ہی کی حکمت میں پاؤ گے نہ کہ قصد کرنے والوں کی حکمت میں ۔ اور معرفت کا حق یہ ہے کہ عرش وحاملانِ عرش اور جو اُس پر حاوی ہیں یعنی ہر ذی معرفت کو اپنے حقائق ایمان سے یہ کہتے ہوئے مشاہدہ کرو کہ اُس کی جیسی کوئی چیز نہیں ہے اور وہ یعنی عرش اپنے رب سے حجاب میں ہے پس اگر اُس کا حجاب اٹھا دیا جائے تو چشم زدن میں یا اُس سے بھی کم میں سارا عالم جل جائے ۔ اور تم اپنے مقام کو نہ چھوڑو ہر چیز زائل ہوگی اور تمہارا اسقام نہیں ہے ۔ مگر اللہ تعالیٰ کی رویت پس جب تم اُس کی رویت پر مداومت کرو گے تو ابد کو بلا عبارت دیکھو گے کیونکہ ابد میں گوئی عبارت ہی نہیں ہے اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اوصاف میں سے ایک وصف ہے لیکن جب ابد نے تسبیح کی تو اللہ تعالیٰ نے اُس کی تسبیح سے رات اور دن کو پیدا کیا ۔ اور جب تم نے کسی بھائی کو چن لیا تو جو کچھ اُس کا ظاہر ہو اُس میں تم اُس کے ساتھ رہو اور جو کچھ اُس نے چھپایا اُس میں اُس کے ساتھ نہ رہو کیونکہ یہ تم سے الگ اُس کا ایک راز ہے پس اگر وہ اُس کی طرف اشارہ کرے تو تم بھی اشارہ کرو اور اگر اُس کو صاف بیان کرے تو تم بھی صاف بیان کرو ۔ اور گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا خاص اسم اور میرے اسماء تیرے پاس میری امانت ہیں ان کو نہ نکال ورنہ میں تیرے قلب سے نکل جاؤں گا اور جب میں تیرے قلب سے نکل جاؤں گا تو وہ قلب میرے غیر کو پوجے گا اور پہچاننے کے بعد مجھے نہ پہچانے گا اور اقرار کے بعد مجھ سے مُکر جائے گا اس لئے نہ میرا نام بتا اور نہ میرے نام کا معلوم بتا اور نہ اُس سے باتیں کر جو میرا نام جانتا ہے اور نہ یہ کہہ کہ جو شخص میرے نام سے واقف ہے اُس کو تو نے دیکھا ہے اور اگر کوئی بیان کرنے والا میرے نام کے بارہ میں تجھ سے کچھ بیان کرے تو اُس کی سُن لے اور اُس سے اپنی نہ کہہ ۔ اور جس گناہ سے اللہ عزوجل غضب میں آتا ہے اُس کی علامت یہ ہے کہ اُس کے بعد گناہ کرنے والے میں دنیا کی رغبت پیدا ہو اور جو دنیا کا راغب ہوا اُس نے اللہ عزوجل سے کافر ہونے کا دروازہ کھول لیا کیونکہ گناہ کفر کے قاصد ہیں اور جو شخص

اُس دروازہ میں داخل ہوا اُس نے کفر میں سے اُسی قدر لیا جس قدر وہ داخل ہوا واللہ اعلم۔ اور میں نے مختصر المواقف میں ان کے کلام میں سے بہت کچھ بیان کیا ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

(۲۹۲) شیخ ابوالفتح واسطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ممالک محروسہ مصر کے بلاد غربیہ کے شیخ المشائخ تھے۔ یہ سید احمد بن رفاعی کے ساتھ رہنے والوں میں سے تھے۔ مگر انھوں نے ان کو شہر اسکندریہ کی طرف جانے کا حکم دیا اس لیے یہ وہاں گئے اور بے انتہا لوگوں نے ان سے طریقت حاصل کی جن میں سے شیخ عبدالسلام قلیبی۔ شیخ عبداللہ بلتاجی۔ شیخ بہرام دمیری۔ شیخ جامع المفضلین رلونثری۔ شیخ ملی ملیجی۔ شیخ جمال الدین بخاری۔ شیخ عبدالوہاب و شیخ عبدالعزیز دیرینی اور اُن کے امثال بھی ہیں اور یہ اس مصیبت میں مبتلا تھے کہ لوگ ان کا انکار کرتے تھے۔ اور اسکندریہ میں لوگوں نے ان کے خلاف میں مجلس منعقد کی اور اُنھوں نے دلیل سے اُن کو معقول کر دیا۔ اور مسجد جامع العطارین کا خطیب سب سے زیادہ ان کے خلاف تھا مگر ایک دن وہ منبر پر جا چکا تھا اور اُس کے سامنے اذان ہو رہی تھی کہ اُسے یاد آیا کہ میں ناطاہر ہوں اُسی وقت شیخ ابوالفتح نے اپنی آستین اُس کے سامنے بڑھادی اور وہ کیا دیکھتا ہے کہ ایک گلی ہے جس میں وہ چلا گیا وہاں اُسے پانی اور لوٹا ملا۔ چنانچہ وہ نہا کر باہر آیا اور منبر پر بیٹھا بس جب شیخ نے اس طرح اُس کا پردہ رکھا تو وہ معتقد ہو گیا اور ان کے بزرگ ترین اصحاب میں سے ہوا۔ شیخ نے ۵۸۰ھ کے قریب جامۂ ہستی اُتار دیا اور اسکندریہ میں مدفون ہوئے جہاں ان کا مزار ظاہر ہے لوگ اُس کی زیارت کرتے ہیں۔

(۲۹۳) شیخ علی ملیجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورحمہ

شیخ ابوالفتح کے جن کا ترجمہ ابھی گذرا اصحاب میں سے تھے۔ یہ سید احمد بدوی رضی اللہ عنہ کے ہم عصر تھے۔ اور سید احمد بدوی رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ جب عبدالعالؒ کو کسی کام کے لئے بھیجتے تو اُن سے کہہ دیتے کہ جب تم جمزہ پہنچو تو اپنے جوتے اُتار لینا وہاں ملیجی کے ڈیرے پڑے ہوئے ہیں اور سید احمد رضی اللہ عنہ کے پاس ایک معمار تھا جو اُن کے یہاں تعمیر کا کام کیا کرتا تھا اُس کو علیؒ نے بلوایا اور زیادہ مزدوری دینے کی ترغیب دی۔ وہ ملیج کو روانہ ہوا مگر جب وہاں پہنچا تو اُس کا ایک ہاتھ اُکھڑ کر گر پڑا۔ علیؓ رضی اللہ عنہ نے اُس کو اٹھا لیا اور اپنا تھوک لگا کر اُس کو چپکایا تو وہ جڑ گیا اور سید احمد رضی اللہ عنہ کو مذاق کے طور پر کہلا بھیجا کہ تم توڑتے ہو اور ہم جوڑتے ہیں۔ ہر سال سید احمد رضی اللہ عنہ کے مولود سے ایک جمعہ پیشتر ان کا مولود ہوا کرتا ہے جس میں بڑا مجمع ہوتا ہے اور لوگوں کو کپڑے وغیرہ بہت کچھ ملتے ہیں۔

(۲۹۴) سیدی عبدالعزیز دیرینی رضی اللہ عنہ

یہ شیخ عابد زاہد و پیشوا صاحب حالات فاخرہ واحوال شریفہ و کرامات مشہورہ تھے۔ ان کی بہت سی تصنیفیں تفسیر فقہ لغت تصوف وغیرہ میں ہیں اور ان کی نقلیں بہت اور تمام شایع ہیں۔ بہت سے علما ان کی صحبت

میں رہ کر فیضیاب ہوئے۔ اور یہ ملک مصر کے زراعتی علاقہ میں رہا کرتے تھے۔ اور تمام اطراف کے لوگ اِن سے برکت حاصل کرنے کو آیا کرتے تھے۔ اور مصر سے مشکل مشکل مسئلے ان کے پاس بھیجے جاتے تھے اور وہ اُن کے عمدہ ترین جواب دیتے تھے۔ یہ علی ملیجی رضی اللہ عنہ کی ملاقات کو بہت جایا کرتے تھے ایک دن علیؓ ملیجی نے ان کے لیے ایک چوزہ ذبح کیا جس کو انھوں نے تناول کیا اور علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے ضرور ہوا کہ آپ کے ساتھ اس کا بدلہ کروں اُنھوں نے کہا کہ اچھا ایک دن آپ بھی میری دعوت کیجیے۔ چنانچہ اُنھوں نے علی رضی اللہ عنہ کے لئے ایک چوزہ ذبح کیا۔ جس سے ان کی بی بی رنجیدہ ہوئیں۔ اور جب وہ چوزہ پک کر آیا تو علی رضی اللہ عنہ نے "ہش" کہا اور وہ چوزہ اُٹھکر چلنے لگا۔ اور علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رنجیدہ نہ ہو ہم کو شوربا ہی کافی ہے۔ اور عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے فقرا۔ کی ایک جماعت نے کرامت طلب کی تو عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اُن سے کہا کہ میرے بچو! کیا کوئی کرامت اس سے بڑھکر ہوسکتی ہے کہ باوجود اس کے کہ ہم اس قابل ہیں کہ زمین میں دھسا دیئے جائیں اس پر بھی اللہ تعالیٰ ہم کو زمین پر روکے ہوئے ہے اور نہیں دھنساتا۔ انھوں نے ۶۹۰ھ میں اس دارنا پائدار سے سفر کیا اور اُن کی قبر دیرین میں ہمارے وقت تک ظاہر ہے اور لوگ اُس کی زیارت کرتے ہیں۔

(۲۹۵) شیخ عبداللہ بن ابی جمرہ اندلسی مرسی رحمہ اللہ

امام پیشوائے ربانی۔ مصر چلے آئے تھے۔ اور جامع المقسم کی سیڑھیوں میں ان کا تکیہ ہے۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کے پابند اور صاحب حالت اور عبادت پر مستقل تھے۔ اور اخلاص اور موت کے لئے آمادگی اور لوگوں سے بھاگنے اور کنارہ رہنے میں بہت مشہور تھے۔ صرف جمعہ میں لوگوں کے نزدیک آتے تھے۔ اور جب انھوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت بیداری میں دیکھتا اور اُن سے دو بدو باتیں کرتا ہوں تو لوگ ان کے منکر ہو گئے اور بعض آدمی ان کے خلاف میں اُٹھ کھڑے ہوئے اِس لئے یہ خانہ نشین ہو گئے اور مرتے دم تک باہر نہ نکلے۔ انھوں نے ۶۷۵ھ میں قبر کو آرام گاہ بنایا۔

میں کہتا ہوں کہ ابن ابی جمرہ ایک اور ہیں جن کا نام احمد تھا۔ انھوں نے کتاب مدونہ علی مذہب الامام کو حفظ کیا تھا اور ۵۹۹ھ میں بمقام مرسیہ وفات پائی۔

(۲۹۶) شیخ عبداللہ بن محمد عرشی مرجانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ امام پیشوا۔ واعظ مفسر اور فقہ و تصوف میں بڑے سربرآوردہ لوگوں میں سے تھے۔ مصر میں آکر انھوں نے وعظ کہا اور شہروں میں اِن کی شہرت ہوئی اور تونس میں ۶۶۹ھ میں قضا کی۔ یہ امتحان میں مبتلا ہوئے اور علماء نے ان کی تکفیر کا فتویٰ دیا مگر جب اس کا اِن پر کچھ اثر نہ ہوا تو حیلہ کرکے ان کو مروا ڈالا۔

(۲۹۷) شیخ عبد الحق بن سبعین مرسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دین کے قطب۔ بڑے بزرگوں میں سے تھے۔پچپن سال کی عمر میں ۶۶۷ھ میں بمقام مکہ مشرفہ راہی ملک بقا ہوئے۔

(۲۹۸) شیخ محمد قولوی صوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ

ابن العربی رضی اللہ عنہ کے ساتھی۔ ان سے سورۃ فاتحہ کی تفسیر ایک مجلد میں ہے اور دوسری تصنیفیں کبھی ہیں۔ کچھ اوپر ساٹھ سال کی عمر پائی اور ۶۷۲ھ میں تونیہ میں وفات پائی اور یہ وصیت کی کہ ان کا تابوت اٹھ کر دمشق جائے اور شیخ محی الدین ابن العربی کے پاس جوانِ کے پیر تھے دفن کیا جائے مگر ایسا نہ ہوا۔ اور مرتے دم تک لوگ ان کے منکر رہے۔

(۲۹۹) شیخ محمد عبدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فاسی بعدہٗ مصری مالکی مذہب اور ابن الحاج مشہور تھے۔ یہ عالم نیکوکار۔ اور لوگوں کے مقتدیٰ تھے اور ابو عبد اللہ بن ابی جمرہ کے جن کا ذکر اوپر گذرا اصحاب میں سے تھے۔ یہ کتاب المدخل فی الحوادث والبدع کے مصنف ہیں۔ تقریبًا اسّی سال زندہ رہے اور ۷۳۷ھ میں فوت ہوئے۔

(۳۰۰) شیخ ابراہیم جعبری رضی اللہ عنہ

ابن معضاد ابن شداد۔ عابد زاہد صاحب احوال غریبہ ومکاشفات عجیبہ تھے۔ اِن کے وعظ کی مجلس سامعین کو خوش وقت کرتی اور گنہگاروں کو کھینچ کر لاتی تھی۔ اپنی وفات سے پہلے اپنی موت کی خبر دے دی اور اپنی قبر کی جگہ بتا دی تھی۔ اور کہا تھا کہ "اے قبیر تیرے پاس دُبیر آیا" (یعنی ذلیل قبر تیرے پاس ذلیل بدبخت آیا) یہ جب جاتے تھے تو اہل مجلس کو عین گریہ کی حالت میں ہنسا دیتے اور عین خندہ کی حالت میں رُلا دیتے تھے۔ اور اہل مجلس کے بیچ میں ٹہل ٹہل کر وعظ کہتے تھے اور ان کی ایک مریدنی تھی کہ جب یہ مصر میں وعظ کہتے تھے تو وہ سرزمین اسوان سے جو انتہائی صعید میں واقع ہے سُنا کرتی تھی۔ چنانچہ یہ ایک دن وعظ کہہ رہے تھے اور لوگ رُو رہے تھے کہ انھوں نے کلام موزوں میں کہا کہ "وہ دریچہ میں بیٹھی ہے۔ اور کتا گوندھا ہوا آٹا کھا رہا ہے۔ ہاں بے کتے کھا اور مزے کر۔ آٹے کا کوئی والی وارث نہیں ہے" اس پر اُس عورت نے جو مڑ کر دیکھا تو کتا اُس کا آٹا کھا رہا ہے۔ لوگوں نے اس واقعہ کی تاریخ لکھ رکھی اور وہاں سے اس کی تصدیق ہوئی۔ آن کے اصحاب میں سے شیخ کمال الدین بن عبد الظاہر تھے جن کی قبر کی صعید میں لوگ زیارت کرتے ہیں۔ اور وہ ایک دن وعظ کہہ رہے تھے اور لوگوں پر گریہ طاری تھا کہ انھوں نے لوگوں سے کہا کہ تم بھی میرے ساتھ "شقع بقع یا اللہ یقع" کہو۔ چنانچہ خبر آئی کہ مذہب مالکی کا قاضی قلعہ مصر کے دروازہ

مں برج سے اُتر آتا تھا کہ گرا اور اُس کی گردن ٹوٹ گئی۔ اور خبر ملی کہ لوگوں نے اس لئے ایک مجلس منعقد کی تھی کہ ان کو وعظ سے روکا جائے اور لوگوں نے کہا تھا کہ یہ قرآن و حدیث میں اعراب کی غلطیاں کرتے ہیں مگر اور تینوں مذاہب کے قاضیوں نے تامل کیا اور مالکی مذہب کے اُس قاضی نے ان کے روکنے کا فتویٰ دیا۔ آخر اُن تینوں قاضیوں نے حاضر ہو کر شیخ کے پاؤں کو بوسہ دیا اور کہا کہ اگر ہم آپ کے بارہ میں کوئی فتویٰ دیتے تو ہم سب کے سب ہلاک ہو جاتے۔ اس پر شیخ نے کہا کہ ہم غلطیاں نہیں کرتے تمہاری سماعت ہی غلطی کرتی اور باطل و ناراست سنتی ہے۔ یہ سلطان مصر کو خطوط میں "از جانب ابراہیم جعبری بطرف سگِ زوبری" لکھا کرتے تھے اور سلطان کہتا تھا کہ ان کو میرا وہ نام کس نے بتلا دیا جو میرے ملک میں میرا تھا واللہ یہاں آنے سے پہلے اپنے دیس میں میرا یہی نام تھا۔ اس بنا پر عالموں نے ایک مجلس منعقد کی اور شیخ کو سزا دینے کا فتویٰ دیا۔ شیخ نے ان علماء اور نیز سلطان کا پیشاب بند کر دیا اور ان لوگوں سے کوئی تدبیر بن نہ آئی۔ آخر سب نے آکر شیخ سے معافی چاہی۔ شیخ نے ان سے کہا کہ میرے لوٹے سے استنجا کرو۔ چنانچہ اُن سب کا حرج جاتا رہا۔ اور ایک نصرانی نے ان کے اصحاب کی ایک جماعت کو تنگ کیا۔ شیخ نے اُس کو کہلا بھیجا کہ اگر تم نے دوبارہ اُن کو ستایا تو میں اپنے اس قلم پر ضرور قط دوں گا۔ نصرانی نے اپنے دل میں کہا کہ ان کے قط دینے سے میرا کیا ہوگا۔ آخر ادھر انھوں نے قلم کو قط دیا اُدھر نصرانی کا سر قلم ہو گیا۔ یہ ظالموں اور حاکموں کے حق میں دہکتی ہوئی آگ اور بھلائی کے سخت آمر تھے۔ ان کی بہت سی نظمیں اور مقفی و مسجع نثریں اور صوفیانہ و شطحی کلام ہیں۔ سنہ ۶۸۷ھ کے محرم میں فوت اور باب النصر کے باہر اپنے تکیہ میں دفن ہوئے۔ جہاں ان کی قبر ظاہر ہے اور لوگ اُس کی زیارت کرتے ہیں۔

---

(۳۰۱) شیخ عبداللہ منوفی مالکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نیکوکار عابد زاہد و یکتائے روزگار تھے۔ ان کی کرامتیں بہت تھیں اور بہت سے امام ان کے شاگردوں میں تھے۔ ساتویں رمضان کو ۷۴۹ھ میں راہی ملک بقا ہوئے۔ اور سلطان قائتبائی کی قبر کے سامنے جو اس وقت میدان میں ہے دفن ہوئے۔ ان کی وفات کے دن دفع وبا کی دعا کے لئے اس میدان میں جمع ہوئے تھے۔ اس لئے تیس ہزار آدمی کے قریب ان کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ ان کے شاگرد شیخ خلیل رضی اللہ عنہ نے ان کے حالات پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔

(۳۰۲) شیخ حسین جاکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جامع جاکی کے امام و خطیب یہ نیکوکار واعظ تھے لوگوں کو نصیحتیں کرتے تھے اور ان کے کلام سے لوگ فائدہ اٹھاتے تھے۔ سلطان کے پاس ان کو وعظ کہنے سے روکنے کے لئے ایک مجلس منعقد ہوئی اور جا کر کہا گیا کہ یہ غلطیاں کرتے ہیں چنانچہ بادشاہ نے ممانعت کا فرمان جاری کیا انھوں نے اس کی شکایت اپنے شیخ ایوب کناس (جاروب کش) سے کی ایک دن بادشاہ بیت الخلا میں تھا کہ شیخ ایوب اپنے کاندھے پر جھاڑو لئے ہوتے بڑے سے شیر کی صورت میں دیوار سے اس کے سامنے نکلے اور منہ کھول کر سلطان کو نگل جانے کا ارادہ کیا۔ یہ دیکھکر سلطان کا بدن کپکپانے لگا اور وہ غش کھا کر گر پڑا۔ اور جب اسے ہوش آیا تو شیخ ایوب نے اس سے کہا کہ شیخ حسین کو وعظ کہنے کا حکم دے ورنہ میں تجھے ہلاک کر ڈالوں گا۔ یہ کہکر وہ پھر دیوار میں چلے گئے اور بادشاہ شیخ حسین کے پاس آیا۔ اور اس نے شیخ ایوب سے ملنا چاہا مگر انھوں نے اجازت نہ دی۔ شیخ حسین نے ۸۰۰ھ میں وفات پائی اور باب النصر کے باہر شیخ ایوب کے تکیہ میں دفن ہوئے ان کی قبر ظاہر ہے اور ہر چار شنبہ کی رات اور اس کے صبح ہوکر لوگ اس کی زیارت کیا کرتے ہیں۔

(۳۰۳) شیخ خضر کردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الملک الظاہر بیبرس کے پیر جن کی کنیت ابوالفتوحات تھی۔ کثرت سے لوگ ان کے پاس آتے تھے اور صوفی صاحب کشف و صاحب ہمت و مدد تھے۔ بادشاہ اکثر ان کی زیارت کو آیا کرتا اور اپنے راز ان سے کہا کرتا اور اپنے سفر میں ان کو ساتھ رکھا کرتا تھا۔ آخر حلال زادوں نے ان کے اور بادشاہ کے درمیان لگائی بجھائی کی۔ آخر بادشاہ نے برہم ہو کر ان کو قید کر دیا۔ اس کے بعد ہی سلطان کی پیٹھ میں پھوڑا نکلا جس سے اس کی پیٹھ گلنا شروع ہوئی۔ تب اس نے شیخ کو رہا کر دیا اور معذرت کہلا بھیجی۔ شیخ نے کہا کہ

میری موت سلطان کی موت کے قریب ہی واقع ہوگی. چنانچہ تھوڑے ہی دن کے فصل سے دونوں نے وفات پائی۔ اور شیخ خضر نے سنہ ۶۷۵ھ میں بادشاہ سے کئی دن پیشتر سفر آخرت اختیار کیا۔ اور یہ چار سال قید میں رہے۔ اور بایں ہمہ بادشاہ ان کے لئے قید خانہ میں نفیس کھانے بھیجا کرتا تھا۔ ان کا قول ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی سے مخاصمہ کرنا چاہے تو پہلے سے باتیں سوچ کر نہ رکھے۔ کیونکہ جو کلام بنایا ہوا ہوتا ہے وہ درست نہیں رہتا یہ اپنے ہی تکیہ میں ملک الظاہر کی جامع کے روبرو جو مصر میں خلیج حاکمی پر واقع ہے دفن ہوئے۔ اور ان کی قبر ظاہر زیارت گاہ ہے۔

(۳۰۴) شیخ شرف الدین کُردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قاہرہ کے باہر حسینیہ میں مدفون ہیں۔ ان کا مقام بہت بڑا اور ان کی کرامتیں بہت ہیں۔ اور ہر چار شنبہ کی شب کو ان کا ایک خاص وقت ہے۔ یہ طریقت میں شیخ خضر کے بھائی اور شیخ ابو اسعود بن ابی العشائر (جن کا[عہ] ترجمہ سابق میں گذرا) کے اصحاب میں سے تھے۔ دونوں کی مناقب مشہور ہیں۔ اور دونوں[عہ] نے سنہ ۶۶۳ھ میں قضا کی۔

(۳۰۵) شیخ محمد بن ہارون رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورحمہ

یہ شہر سنہور کے تھے جو غربی دریا پر واقع ہے۔ یہی بزرگ حضرت ابراہیم وسوقی کے والد کو دیکھکر جب وہ ان کے پاس سے گذرتے تھے کھڑے ہوجایا کرتے اور کہتے تھے کہ ان کی پشت میں ایسا ولی ہے جس کی شہرت پورب اور پچھم تک پہنچے گی۔ اور ان کے وطن شہر سنہور کے ویران ہوجانے کا سبب یہ ہوا کہ ان کو کشف ہوا کہ اس شہر پر آسمان سے بجلی گرے گی جو اس کو مع باشندوں کے جلادے گی۔ اس لئے ان کے حکم سے تیس گائیں ذبح ہوئیں اور ان کا گوشت پکا کر ان کے تکیہ میں رکھا گیا۔ اور انھوں نے تکیہ کے منتظموں سے کہہ دیا کہ جس کا جتنا جی چاہے اس میں سے کھائے یا لے جائے۔ چنانچہ لوگوں نے کھایا اور جہاں تک ان سے ہو سکا اٹھا لیا۔ اتنے میں میلا کچیلا بکھرے ہوئے بالوں والا۔ ستر کھولے ہوئے ایک فقیر آیا اور اس نے کہا کہ مجھے کھانا کھلاؤ۔ چنانچہ لوگ اس کو کھلاتے کھلاتے تھک گئے مگر اس کو سیر نہ کر سکے آخر لوگوں نے اس کو ہٹادیا اور وہاں سے نکال دیا۔ کہ اتنے میں شہر پر بجلی گری۔ یہ بزرگ اپنی بیوی بچوں اور اپنے پیروں کو ساتھ لے کر شہر سے باہر نکلے اور وہاں کے سارے باشندے بازاروں اور اپنے گھروں میں مر کر رہ گئے۔ تب شیخ نے منتظم سے کہا کہ میاں تم نے یہ کیا کیا ایک شخص سیر ہوکر ہمارے شہر سے بلا کو دور کرتا

عہ دیکھو ترجمہ (۲۸۶) مندرجہ حصہ دوم۔ ۱۲ مترجم۔

عہ اصل میں بصیغہ تثنیہ ہی ہے۔ لیکن بصیغہ واحد ہونا چاہیئے۔ اس لئے کہ خود انھوں نے شیخ ابو المسعود کی وفات سنہ ۶۳۴ھ میں اور شیخ خضر کی سنہ ۶۷۵ھ میں لکھی ہے۔ (دیکھو ترجمہ ۲۸۶-۳۰۳ و ۳۰۳) مترجم۔

چاہتا تھا مگر تم نے اُس کو سیر نہ ہونے دیا۔ چنانچہ وہ شہر اس وقت تک ویران پڑا ہے اور لوگوں نے اُس کے مقابل جانب کو آباد کیا ہے۔ وہ شہر بہت بڑا تھا لوگوں نے دیکھا تھا کہ وہاں سیسہ کی چھتیں تھیں اور اندر بوریوں کی جگہ ریشمی چھت گیریاں تھیں۔ اور ہمارے شیخ سیدی علی الخواص نے مجھ سے نقل بیان کی کہ ایک مرتبہ مداری کے ایک لڑکے نے شیخ محمد بن ہارون کی حالت سلب کرلی۔ اور اس کا واقعہ یہ تھا کہ جب یہ جمعہ کی نماز پڑھکر باہر نکلتے تھے تو شہر والے ان کے پیچھے پیچھے ان کے گھر تک جاتے تھے۔

مداری کے لڑکے کا واقعہ

بس ایک جمعہ کو اسی طرح سے یہ جارہے تھے کہ مداری کے ایک لڑکے کے پاس سے گذرے۔ وہ لڑکا ایک دیوار کے نیچے اپنی گدڑی میں سے جوئیں نکال رہا اور پاؤں پھیلائے تھا۔ اس پر شیخ کے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ لڑکا بے ادب ہے۔ مجھ سا شخص جارہا ہے اور یہ ٹانگیں پھیلائے بیٹھا ہے۔ اس خیال کا دل میں آنا تھا کہ فوراً ان کی حالت جاتی رہی اور جتنے لوگ ساتھ تھے سب ان کے پاس سے بھاگ گئے۔ اب انھوں نے لوٹ کر اُس لڑکے کو جو دیکھا تو وہ نہ ملا۔ تب شہر بشہر اُس کو ڈھونڈھنا شروع کیا اور آخر ملک مصر کے ٹی میلہ میں اُس کو اس طرح سے پایا کہ بڑے مداری نے جو تماشہ سے فارغ ہوکر کھڑا تھا ان کو آواز دے کر اپنے پاس بلایا اور ان سے کہا کہ "تمھارے جیسے شیخ کے دل میں یہ خیال گذرے کہ وہ صاحب مقام ہے اور اُس کی قدر ہے۔ اسی لڑکے نے تمھارا حال سلب کرلیا تھا اس لئے اس کا یہ منصب ہے کہ تمھارے سامنے پاؤں پھیلائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے یہ باعتبار تمھارے زیادہ تر قریب ہے"۔ شیخ نے کہا کہ میں نے توبہ کی۔ تب اُس نے ان سے کہا کہ سنہور شہر پہنچکر اُسی دیوار کے پاس جاؤ جہاں یہ جوئیں نکال رہا تھا اور اُس عورت کو پکارو جو میں ایک ڈرار میں رہتی ہے اور اُس سے کہو کہ فلاں مجھ سے خوش ہوگیا تو میرا حال مجھے پھیردے۔ چنانچہ جب یہ وہاں پہنچے اور آواز دی تو اُس عورت نے نکل کر ان کے چہرہ پر پھونک دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی پہلی سی حالت کردی۔

(۳۰۶) شیخ یحییٰ صنافیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بڑے صاحب مکاشفہ عالم نیکوکار تھے۔ تمام اطراف سے لوگ ان کی زیارت کو آیا کرتے تھے ۷۶۲ھ میں راہی دار آخرت اور شیخ ابوالعباس بصیر کے مقبرہ واقع قرافہ میں دفن ہوئے۔ اور ان کے جنازہ کی شہرت ہوئی اور جب یوسف عجمی رضی اللہ عنہ بلاد عجم سے مصر پہنچے تو انھوں نے شیخ یحییٰ سے شہر میں آنے کی اجازت چاہی اور انھوں نے اجازت دی اور کوئی ولی مصر میں داخل نہ ہوتا تھا مگر اُن کی اجازت سے۔ یحییٰ رضی اللہ عنہ نے اس مضمون کے شعر پڑھے تھے ؎

میں صراف ہوں کیا نہیں جانتے — محک ہے میرا دل ہیں زر او لیا
کوئی قلب ہے اور کسی میں ہے کھوٹ — میں کھوٹے کو کرتا ہوں تاکر کھرا
تپا کر کیا ہے تجھے میں نے صاف — تو کندن ہے اب اور بے غش طلا

(۳۰۷) شیخ ابوالعباس بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کو کشف تام اور قبولیت عام حاصل تھی۔ اور یہ شیخ ابوالسعود بن ابی العشائر کے معاصر تھے۔ شیخ آخرالذکر اپنے تکیہ سے جو پل کے دروازہ پر واقع تھا۔ پتیوں کے ذریعہ شیخ ابوالعباس سے اس طور پر مراسلت کیا کرتے تھے کہ جس زمانہ میں دریائے نیل کو جوش ہوتا اور اس کا پانی باب الخرق تک پہنچ جاتا جہاں ان کا تکیہ تھا اس زمانہ میں وہ پتی پر لکھکر اس کو پانی میں ڈال دیتے تھے اور جب وہ یہاں پہنچ جاتی تھی تو شیخ ابوالسعود کی پتی نکال لے جاتی اور شیخ ابوالعباس کی پانی میں ڈال دی جاتی تھی وہ سیدھی دریا میں چلی جاتی اور بھیگتی نہ تھی۔ حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے بیس سال تک شیخ ابوالسعود کی خدمت کی اور میں اُن سے سوال کرتا رہا کہ میری بیعت لیجئے مگر وہ مجھ سے یہی کہتے رہے کہ تو میری اولاد میں نہیں ہے تو میرے بھائی ابوالعباس کی اولاد میں ہے۔ جو عنقریب ملک مغرب سے آنے والے ہیں۔ چنانچہ جب یہ مصر آئے تو حضرت ابوالمسعود نے حاتم رضی اللہ عنہ کو بلوا بھیجا اور اُن سے کہا کہ آج رات کو تمہارا پیر آگیا جاؤ بولاق میں اُس سے ملو۔ اس لئے اہلِ مصر میں سے جو شخص سب سے پہلے ان سے آکر ملا وہ حاتم رضی اللہ عنہ تھے۔ اور جب انھوں نے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیا تو انھوں نے کہا کہ آؤ میرے بچے حاتم اللہ میرے بھائی ابوالسعود کو جزائے خیر دے گا کہ میرے آنے تک تیری حفاظت کی۔

گدڑی سے مرصّع لباس

نقل ہے کہ ابوالعباس رضی اللہ عنہ کی بیوی کو ایک بڑے امیر کے یہاں سے شادی کی تقریب میں بلاوا آیا۔ اور اس بیچاری کے پاس پہننے کو گدڑی کے سوا کچھ نہ تھا۔ بیوی نے اپنے میاں سے مشورہ کیا کہ جاؤں یا نہ جاؤں۔ میاں نے اجازت دی تو بیوی نے کہا کہ کیا یہی گدڑی لگائے جاؤں۔ انھوں نے کہا کہ ہاں۔ چنانچہ وہ وہی گدڑی پہنے گئیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اُس کو ایسا کامدار ریشمی لباس بنا دیا کہ اُس میں اس قدر انمول جواہرات جڑے ہوتے تھے کہ بادشاہوں کے خزانوں میں بھی نہ نکلتے۔ بیبیاں اُن کے لباس کو دیکھکر حیرت میں رہ گئیں اور کہنے لگیں کہ فقیر کی بی بی کے پاس ایسا لباس کہاں سے آیا۔ اور ایک بی بی نے کہا کہ ہزار دینار دیتی ہوں "اس میں کا ایک نگ مجھے دیدو۔ مگر شیخ کی بی بی راضی نہ ہوئیں اور کہنے لگیں کہ مجھے اس کی اجازت نہیں ہے اور انھوں نے گھر واپس آکر شیخ سے یہ ماجرا بیان کیا تو شیخ نے مسکرا کر کہا کہ بے شک اللہ اپنے بندوں میں سے جس کی چاہتا ہے ستر پوشی فرماتا ہے۔ اور شیخ ابوالعباس کی وفات کے بعد اُن کا ایک مرید عبدالرحیم قناوی کے پاس آیا اُس وقت یہ بہت سے لوگوں کی جو وہاں حاضر تھے بیعت لے رہے تھے آخر انھوں نے شیخ ابوالعباس کے اُس مرید کی طرف بھی ہاتھ بڑھایا۔ بس اُسی وقت دیوار سے شیخ ابوالعباس کا ہاتھ نکلا اور شیخ عبدالرحیم کے ہاتھ کو اُس نے روک دیا۔ اس پر شیخ عبدالرحیم نے کہا کہ میرے بھائی ابوالعباس پر خدا رحمت بھیجے اُن کو اپنی اولاد کی غیرت حالت زندگی وحالت موت دونوں میں ہے۔

ع؎ اصل کتاب میں ابوالسعود ہی ہے۔ لیکن میں خیال کرتا ہوں۔ کہ ابوالعباس ہونا چاہیے۔ اس لئے کہ اگر یہ نقل ابوالسعود سے متعلق ہوتی تو اُن کے ترجمہ میں لکھی جاتی۔ ابوالعباس کے حالات سے اس کو کوئی تعلق اور یہاں بیان کرنے کا کوئی باعث نہ تھا۔ مترجم

(۳۰۸) شیخ حسن شیخ مسلمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بڑے سردار تھے۔ ۶۶۴ھ میں جامع قبلہ واقع رصد سے عالم بالا سدھارے اور قرافۂ کبریٰ واقع مصر میں شیخ ابوالخیر اقطع کی قبر کے قریب جو دلمیہ کے نزدیک ہے دفن ہوئے۔

(۳۰۹) شیخ علی سدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ اپنے تکیہ میں جو حارۃ الہدم میں دروازہ نہر دیلہ کے قرب میں ہے، مدفون ہیں پہلے بیر کی پتیاں بیچا کرتے تھے۔ بعدہٗ خانہ نشین ہوتے اور لوگ ان کی زیارت کو آیا کرتے تھے۔ اور ۶۷۰ھ میں اس دارفانی سے عالم جاودانی کو سدھارے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے ان سے مہندی مانگی تو انھوں نے بیر کی پتیاں دیں اُس شخص نے واپس کر دیں اور کہا کہ یہ بیر کی پتیاں ہیں مجھے تو دولھا کے لئے مہندی چاہیے انھوں نے کہا کہ پچھلے پہر تم کو بیر ہی کی پتیاں درکار ہوں گی۔ تم کو مہندی کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ آخر شب کو دولھا نے قضا کی اور وہی پتیاں اُس کے غسل میں کام آئیں۔

(۳۱۰) شیخ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا نام علی بن عبداللہ بن عبدالجبار شاذلی (شین وذال سے جو دونوں نقطہ دار ہیں) ہے۔ اور شاذلہ افریقہ کے ایک گاؤں کا نام ہے۔ یہ بصیر زاہد مقیم اسکندریہ اور سلسلہ شاذلیہ کے شیخ الطایفہ۔ عالی مقام مشہور دیار و امصار تھے۔ ان کی عبارتیں رموز سے ماموز ہیں۔ ابن تیمیہ نے اپنا تیر ان پر چلایا تھا۔ لیکن انھوں نے اُس کو اُسی پر لوٹا دیا۔ شیخ نجم الدین اصفہانی اور ابن مشیش وغیرہما کی صحبتوں میں رہے۔ اور کئی حج کئے اور حج ہی کے ارادے سے جا رہے تھے کہ عین اب کے صحرا میں عازم ملک عدم۔ اور ۶۵۶ھ کے شہر ذیقعدہ میں اُسی جگہ دفن ہوئے۔ شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ اور ان کے شاگرد ابوالعباس نے ان کے حالات پر مستقل کتاب لکھی ہے۔ اور میں جو کچھ لکھوں گا وہ اُسی کا خلاصہ ہوگا۔

اب میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں کہ اُنھوں نے کتاب لطائف المنن میں شیخ ابوالحسن رضی اللہ عنہ کے حالات اس طور پر لکھے ہیں کہ اپنے زمانہ کے قطب اپنے وقت میں اہل عیان کے عَلَم بردار گروہ صوفیہ کی حجت سیدھی راہ پر چلنے والوں کے لئے سہارا۔ عارفوں کی زینت۔ بڑے بڑے لوگوں کے پیر۔ زمزم اسرار۔ معدن انوار۔ قطب غوث جامع ابوالحسن علی شاذلی رضی اللہ عنہ جب تک کہ علوم ظاہرہ کے مناظرہ کے لئے مستعد نہ ہو لئے اس گروہ کی راہ میں داخل نہ ہوتے۔ اور شیخ ابوعبداللہ بن نعمان نے ان کی قطبانیت کی گواہی دی تھی۔ اور اس طریقہ میں یہ عجیب و غریب باتیں لائے۔ شیخ تقی الدین ابن دقیق العید رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ میں نے کسی کو شیخ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ سے بڑھکر اللہ کا عارف نہ پایا۔ ذیل میں اُن کے کچھ کلام درج کئے جاتے ہیں۔

آپ کے ملفوظات استغفار کو اپنے اوپر لازم کرلو، گو کوئی گناہ سرزد نہ ہوا ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار سے نصیحت حاصل کرو کہ اپنے پہلے اور پچھلے گناہوں کی بخشائش کی نسبت یقین ہوجانے اور بشارت آجانے کے بعد بھی آپ آمرزش چاہا کرتے تھے۔ اور جب معصوم کا جو کبھی گناہ کے پاس بھی نہ پھٹکے۔ یہ حال تھا تو جو لوگ کسی وقت عیب وگناہ سے خالی نہیں ہیں ان کا کیا پوچھنا ہے

کتاب وسنت کو ترجیح جب تمہارا کشف کتاب وسنت کا معارض ہو تو کتاب وسنت پر جمے رہو اور کشف کو ترک کرو اور اپنے نفس سے کہو کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب وسنت میں میرے لئے بچنے کی ضمانت فرمائی ہے اور کشف والہام اور نیز مشاہدہ کی جانب میں اس کی ضمانت نہیں فرمائی ہے۔ علاوہ بریں اس پر اجماع ہے کہ کشف یا الہام یا مشاہدہ پر عمل کرنا مناسب نہیں ہے۔ مگر کتاب وسنت سے ملا لینے کے بعد۔

صحرائے عیذاب میں خضر علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ اے ابوالحسن اللہ تعالیٰ کا لطف جمیل تیرے ساتھ ہے اور وہ سفر وحضر میں تیرے ہمراہ ہے۔

جب حق کے ہاتف تجھے کھینچیں تو دیکھو خبردار غیبی حقائق کے لئے محسوسات سے دلیل نہ طلب کرنا اور اُن کو رد نہ کرنا ورنہ جاہل رہوگے اور اس سے بچتے رہنا کہ ان میں سے کسی میں عقل کے ذریعہ سے داخل ہو۔
جب تجھے کوئی ایسی حالت پیش آئے جو تجھکو اللہ سے روکے تو ثابت قدم رہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے " مسلمانو! جب کسی فوج سے تمہاری مٹھ بھیڑ ہوجایا کرے تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ"[1]

جس علم سے تمہارے دل میں خطرات پیدا ہوں اور نفس کا میلان اُس کی طرف ہو اور طبیعت کو اُس میں مزا آتا ہو اُس کو پھینکو، گو وہ حق ہو اور اللہ کے اُس علم کو لو جس کو اُس نے اپنے رسول پر اتارا تھا اور رسول وخلفاء وصحابہ وتابعین کا جو اُن کے بعد ہوتے اور اُن ائمہ ہادی کا اقتدا کرو جو نفسانی خواہش اور اُس کی پیروی سے مبرا تھے تو گمان وشک ووہم اور اُن جھوٹے دعووں سے بچوگے جو سیدھی راہ اور اُس کے حقائق سے گمراہ کرنے والے ہیں۔ اور اگر تم خدا کے بندہ ہو اور تمہارے پاس نہ علم ہے نہ عمل تو تمہیں کچھ پرواہ نہیں ہے۔ علم میں سے وحدانیت کا علم اور عمل میں سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور صحابہ کی محبت اور جماعت کی نسبت حق ہونے کا اعتقاد بس کرتا ہے۔ ایک شخص نے پوچھا تھا کہ یارسول اللہ قیامت کب آئے گی؟ تو آنحضرت نے فرمایا کہ تم نے اُس کے لئے کون سا سامان مہیا کیا ہے۔ اُس نے کہا کہ کچھ بھی نہیں مگر اتنی بات ہے کہ میں اللہ اور اُس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ اس پر آنحضرت صلعم نے ارشاد کیا کہ " آدمی اُسی کے ساتھ رہے گا جس سے اُس کو محبت ہے "

---

[1] یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ پارہ دہم رکوع دوم (سورہ انفال کی پینتالیسویں آیت)

جب تجھے کثرت سے خطرات دو سوسے گذریں تو یہ پڑھا کر۔ سُبحَانَ المَلِکِ الخَلاقِ اِنْ یَشَاءُ یُذْهِبْکُمْ وَیَاتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ (پاک ہے بادشاہ سب کا پیدا کرنے والا اگر چاہے تو تم کو مٹا کر نئی خلقت کو لے آئے اور یہ خدا پر کچھ دشوار نہیں ہے)

جب تک کہ یہ نہ ہو کہ تمھارے قلب میں تمھارے علم اور تمھارے جد وجہد کے ساتھ کوئی تعلق باقی نہ رہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا سب سے ناامید نہ ہوجاؤ اُس وقت تک تم کو نہ روحانی راحت پہنچے گی نہ مدداوٗ نہ مردوں کا مقام نصیب ہوگا۔

گناہوں کی بلا میں پڑنے سے بچنے کے لئے سب سے مضبوط قلعہ استغفار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے[عہ] "اور خدا ایسا نہیں ہے کہ تم ان لوگوں میں موجود رہو اور وہ اُن کو عذاب دے اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ لوگ معافی مانگتے رہیں اور وہ اُن کو عذاب دے۔"

طریقت کی ضرورت جب تیری زبان پر ذکر گراں گذرے اور تیری گفتگو میں لغو کی کثرت ہو اور تیری نفسانی خواہشوں میں تیرے اعضاء کو انبساط حاصل ہو اور تیرے مصالح میں غور و فکر کا دروازہ بند ہوجائے تو سمجھ لے کہ یہ تیرے بھاری گناہوں یا تیرے دل میں نفاق موجود رہنے کے سبب سے ہے اور تیرے لئے کوئی تدبیر نہیں ہے۔ مگر طریقت و اصلاح اور اللہ کا سہارا پکڑنا اور اللہ تعالیٰ کے دین میں خلوص برتنا کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا ہے۔ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِیْنَهُمْ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ[عہ] اور "من المومنین"[عہ] نہ فرمایا اگر صاحب علم ہو تو اس پر غور کرو۔

اپنے پروردگار کے ساتھ جھگڑا کرنے سے باز آؤ موحد ہوجاؤ گے۔ ارکان شرع پر عمل کرو غنی ہوجاؤ گے اور دونوں کو جمع کرو محقق ہوجاؤ گے۔

مجھ سے کہا گیا کہ اے علی روئے زمین پر فقہ کی کوئی مجلس عزالدین بن عبدالسلام کی مجلس سے اور علم حدیث کی کوئی مجلس شیخ عبدالعظیم منذری کی مجلس سے اور علم حقائق کی کوئی مجلس تیری مجلس سے زیادہ پُر رونق نہیں ہے۔

جو شخص اس امر کو دوست رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کی مملکت میں اُس کا گناہ نہ کرے۔ وہ یہ پسند

عہ وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون ۵ پارہ نہم رکوع ہیجدہم (سورۃ انفال کی تینتیسویں آیت) ۱۲

عہ مگر جن لوگوں نے توبہ کی اور اپنی حالت درست کرلی اور اللہ کا سہارا پکڑا اور اپنے دین کو خدا کے واسطے خالص کرلیا تو یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ ہوں گے۔ (پانچواں پارہ اٹھارھواں رکوع سورۂ نساء کی ایک سو چھیالیسویں (۱۴۶) آیت ۱۲۔ مترجم۔

عہ دیکھو ترجمہ اُس میں ہے کہ "یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ ہوں گے" یہ نہیں ہے کہ مومنوں یعنی مسلمانوں میں سے ہوں گے۔ مترجم۔

کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت ورحمت ظاہر نہ ہو اور نہ اُس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا ظہور ہو۔

جب تک کہ تم دنیا واہلِ دنیا سے پرہیز و زہد نہ کروگے ولایت کی خوشبو نہ سونگھوگے۔

قبض[1] کے اسباب تین ہیں۔ گناہ جس کا ارتکاب تم نے کیا ہو یا دنیا جو تم سے چلی گئی ہو، یا کوئی شخص جو تم کو تمھاری جان یا آبرو کی نسبت اذیت دیتا ہو۔ پس اگر تم نے گناہ کیا ہے تو استغفار کرو۔ اگر تم سے دنیا چلی گئی ہے تو اپنے رب کی طرف رجوع کرو۔ اور اگر تم نے ظلم کیا ہے تو صبر و تحمل کرو وہ تمھاری دوا ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ تم کو قبض کے سبب پر مطلع نہ فرمائے تو اجرائے احکامِ الٰہی کے نیچے ٹھیرے رہو وہ چلتا ہوا بادل ہے۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ متابعت کی حقیقت کیا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہر شے کے نزدیک ہر شے کے ساتھ اور ہر شے میں متبوع کا دیکھنا۔

پیر وہ ہے جو تم کو راحت کی راہ دکھائے نہ کہ وہ جو مصیبت کی۔

جس نے اللہ تعالیٰ کی طرف بجز اس صورت کے جس صورت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاتے تھے بلایا وہ بدعتی ہے۔

آدابِ مجلس بڑے لوگوں کے ساتھ بیٹھنے والے کے آداب میں سے یہ ہے کہ ان کے مخالفوں سے کنارہ کش رہے اور انھیں کی طرف مائل رہے اور انھیں سے محبت و خصوصیت رکھے اور ان کے عقائد کی تفتیش سے باز آئے۔

جب تم علماء کے ساتھ بیٹھو تو ان سے باتیں نہ کرو مگر علوم منقولہ وروایات صحیحہ کی اس طرح سے یا تم ان کو فائدہ پہنچاؤگے یا وہ تم کو اور ان سے غایت درجہ کا نفع بھی ہے اور جب تم عابدوں زاہدوں کے ساتھ بیٹھو تو ان کے ساتھ تم بھی زہد و عبادت کے مصلے پر بیٹھو اور جس چیز کے وہ عادی ہوں اس کو انھیں کرنے دو اور جس چیز کو وہ دشوار سمجھتے ہوں اس کو ان پر آسان کردو اور معرفت میں سے جس چیز کا مزا انھوں نے نہ چکھا ہو وہ ان کو چکھادو۔ اور جب تم صدیقوں کے ساتھ بیٹھو تو جو کچھ تم جانتے ہو اس کو چھوڑ دو تو علم مکنون تک پہنچ جاؤگے۔

جب فقیر نے اپنے نفس کی پیچ کی اور اس کی طرف سے جواب دیا تو وہ اور مٹی دونوں یکساں ہیں۔

جو فقہ پنج وقتی نمازوں میں حضور جماعت کا برابر پابند نہ ہو اس کا اعتبار نہ کرو۔

جس شخص پر اپنے ارادہ کا شہود غالب ہوگا اس کی عزیمتیں مراد کی سرعت و کثرت اور اس کے انواع کے اختلاف کی وجہ سے فسخ ہوا کریں گی۔ اور کو لسنا وسیع وقفہ اس کو ملے گا کہ وہ ارادہ باندھے گا۔

---

[1] حالت وامید و بیم سے ترقی کرنے کے بعد کی۔ قبض و بسط دو حالتیں ہیں۔ پس عارف کے لئے قبض ویسا ہی ہے جیسا مستامن کے لئے خوف۔ اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ خوف ورجا (امید و بیم) آئندہ کے مکروہ یا محبوب امر سے متعلق ہوتا ہے اور قبض و بسط امر موجود فی الوقت کے متعلق ہوتا ہے جو عارف کے قلب پر غالب ہو نیز وارد غیبی۔ مترجم۔

یا توڑے گا یا اپنے امور میں سے کسی کا عزم کرے گا یا نیت کرے گا۔ کیونکہ اُس کے ارادے متعدد اور اُس کے صفات مضمحل ہوں گے تم کو اُس شخص کے نور سے کیا نسبت جنھوں نے اپنے رب کے نور سے نظر کی اور وسعت حاصل کی اور منظور الٰہیہ نے اُن کو اُس سے باور نہ رکھا، جس کے ذریعہ سے نظر کی تھی۔ چنانچہ اُنھوں نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شے نہ ہوئی اور کوئی شے نہ ہو گی مگر میں نے اُس کو دیکھا ہے الحدیث۔

جب تم کو اپنے احوال باطنہ یا ظاہرہ میں سے کوئی اچھے معلوم ہوں اور تم کو اُس کے زائل ہو جانے کا اندیشہ ہو تو ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ پڑھا کرو۔

محققین کا ورد ہوا کا دور کرنا اور مولیٰ کی محبت ہے اور محبت نہیں چاہتی کہ عاشق کو معشوق کے سوا کسی کے کام میں لگائے۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ محققین کا ورد تمام وقتوں میں حق کے ذریعہ سے نفس کا باطل سے پھیرنا ہے۔

عالم کے لئے اس گروہ کی راہ میں چلنا کمال کو نہ پہنچے گا مگر برادر صالح یا پیر ناصح کی صحبت میں۔

ایک وقت کی عبادت کو دوسرے وقت پر نہ ٹالا کرو ورنہ اُس کے یا اُس کے مثل کے فوت ہو جانے کی سزا میں گرفتار رہو گے کیونکہ تم نے اُس وقت کو ضائع کیا حالانکہ ہر وقت کے لئے ایک خاص حصہ ہے پس حق بندگی ربوبیت کے حکم سے اپنے حق کو چاہتا ہے۔ اور عمر رضی اللہ عنہ جو وتر میں آخر شب تک دیر کرتے تھے تو یہ اُن کی عادت جاریہ اور سنت ثابتہ تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے اُسی وقت لازم کر دیا تھا مگر اس شرط کے ساتھ کہ اُس کی نگہداشت کریں اور تم کو یہ بات کہاں نصیب ہو سکتی ہے تمہارا میلان تو آرام و راحت کی طرف ہے اور رجحان شہوت کی طرف ہے اور مشاہدات سے غفلت ہے۔ ہیہات ہیہات ہیہات۔

دونوں جہان کی عزت

یہ کہا کرتے تھے کہ جو شخص دونوں جہان کی عزت چاہے اُس کو چاہیے کہ دو دن ہی ہمارے مذہب میں آجائے۔ اِس پر ایک شخص نے ان سے کہا کہ میرے لئے اس کی کیا صورت ہے اُنھوں نے کہا کہ تم بتوں کو اپنے دل سے نکال دو اور دُنیا سے اپنے بدن کو آسائش دو اس کے بعد جس طرح چاہو رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ اُس بندہ پر عذاب نہیں کرتا جو فروتنی کے ساتھ تکان سے آرام لینے کے لئے پاؤں پھیلائے وہ تو اُسی کو عذاب دیتا ہے جس کے پاؤں پھیلانے میں تکبر ملا ہوا ہو۔

یہ راہ نہ رہبانیت کی ہے اور نہ جو اور کھو سا کھانے کی یہ تو اوامر پر صبر اور ہدایت کی نسبت یقین سے طے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے[1] وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ۝

جس کے علم سے عمل (یعنی اپنے پروردگار کی طرف احتیاج اور خلق کے ساتھ فروتنی) نہ بڑھا وہ

---

[1] اکیسویں پارہ کا سولھواں رکوع (سورہ سجدہ کی چوبیسویں آیت) اور ہم نے اُن میں سے پیشوا بنائے تھے کہ ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے جبکہ وہ ایذاؤں پر صبر کئے رہے اور ہماری آیتوں کا یقین بھی رکھتے تھے ۱۲۔

ہلاک ہونے والا ہے۔

پاک ہے وہ جس نے بہت سے اہلِ صلاح کو اُن کی مصلحت سے اُسی طرح جدا کیا جس طرح مفسدوں کو اُن کے فساد سے۔

مومنوں کی جماعت کو نہ چھوڑو گو وہ گنہگار بدکار ہی کیوں نہ ہوں اور اُن پر حدود قایم کرو اور اگر اُن کو چھوڑو تو اُن پر رحم کرکے نہ کہ اُن سے اپنے آپ کو بڑا سمجھکر اور اُن کی سرزنش کے خیال سے۔

بدکار مسلمانوں کے یہاں کا کھانا کھاؤ اور مشرکوں کے رہبان کے یہاں کا نہ کھاؤ اور حجرا سود کو دیکھکر کہ وہ سیاہ نہیں ہوا ہے مگر مشرکوں ہی کا ہاتھ لگنے سے نہ مسلمانوں کا۔

یہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک ہاتف کو سُنا کہ وہ کہتا ہے کہ کتنا تم اکڑنے والوں کے ساتھ اکڑوگے حالانکہ میں سننے والا قریب ہوں اور میرا پہچان لینا ہی تجھے اولین وآخرین کے علم سے بے پروا کردے گا سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علم کے۔

ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ آپ کے پیر کون ہیں تو انھوں نے کہا کہ پہلے میں اپنے آپ کو شیخ عبدالسلام بن مشیش کی طرف منسوب کیا کرتا تھا مگر اب کسی کی طرف منسوب نہیں کرتا بلکہ دس دریاؤں میں تیرا کرتا ہوں محمدؐ ابوبکر عمر عثمان علی جبرئیل میکائیل عزرائیل اسرافیل اور روح اکبر

شیخ ابوالعباس مرسی کا قول ہے کہ شیخ عبدالسلام بن مشیش رضی اللہ عنہ بلاد مغرب میں قتل ہوئے ان کو ابن ابی الطواجن نے قتل کیا۔

صاحب یقین

شیخ ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نسبت علم الیقین اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیری وقعت کی ایک نشانی یہ ہے کہ جس کام سے تو خدائے تعالیٰ کے کے نزدیک ذلیل نہ ہو اور کج راہ لوگ اس کو بُرا سمجھتے ہوں اُس کے کرنے میں تجھے خلق سے عار نہ آئے مثلاً بازار سے اپنا سودا سلف اور کھانا پکانے کو لکڑیاں چُن کر اور اپنے سر پر رکھ کے نے آنا اور کسی ضرورت کے لئے اپنی بیوی کے ساتھ پیادہ پا بازار جانا اور اُس کے پیچھے گدھے پر تمھارا سوار ہونا وغیرہ اور جو کام ایسے ہیں کہ اُن سے خلق کی آنکھوں میں تمھاری ذلت ہو اور شرع کو اس پر اعتراض ہو وہ علم الیقین میں سے نہیں ہے اُس کا ارتکاب نہیں چاہیے۔

اگر تو مومن صاحب یقین ہے تو سب کو دشمن قرار دے جیسا کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا تھا کہ یہ سب میرے دشمن ہیں مگر رب العالمین۔

سچے صاحب یقین کو اگر روئے زمین والے جھٹلائیں تو اس سے اُس کی تمکین میں زیادتی ہی ہو۔

جو شخص کرامات کا طالب ہوتا اور اپنے دل میں اُن کا خیال لاتا ہے اُس کو نہیں ملتی اور نہ اُس کو جو اُن کی طلب میں اپنے نفس سے کام لے یہ تو اُسی کو عطا ہوتی ہیں جو نہ اپنے نفس پر نگاہ رکھتا ہے اور نہ

عہ فانھم عدو لی الا رب العالمین ہ

اپنے عمل پر اللہ تعالیٰ کی محبت میں مشغول اُس کے فضل پر نگاہ رکھنے والا اپنی ذلت اور اپنے عمل سے نااُمید ہوتا ہے۔ اور کبھی ایسے شخص سے کبھی کرامت ظاہر ہوتی ہے جو اپنے ظاہر پر مستقل رہتا ہے گو اُس کے باطن میں نفس کی چوریاں ہوں جیسا کہ اُس عابد کو واقع ہوا تھا جس نے پانچ سو برس تک جزیرہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تو اُس سے کہا گیا میری رحمت سے میری جنت میں داخل ہو۔ اس پر اُس نے کہا کہ نہیں بلکہ اپنے عمل سے

ایمان اور سنت کی متابعت

ایمان اور سنت کی متابعت سے بڑھکر یہاں کوئی کرامت ہی نہیں ہے اور جس کو یہ دو باتیں عطا ہوں اور وہ ان کے سوا اور باتوں کا مشتاق ہو وہ جھوٹا مفتری بندہ یا صواب کے علم میں بر سرِ خطا ہے اور اُس کی مثال ویسی ہی ہے کہ جس شخص کو بادشاہ کے حضور میں جانے کی عزت ملی وہ چار پاؤں کے درست کرنے کا مشتاق ہوا۔

جس کرامت کے ساتھ اللہ سے اور اللہ کی جانب سے رضامندی اور اللہ کے لئے اور اللہ سے محبت نہ ہو ایسی کرامت والا صاحب استدراج مغرور یا ناقص ہلاک ہونے والا ہے۔

قطب کے لئے پندرہ کرامتیں ہیں پس جو شخص ان کا یا ان میں سے کسی کا دعویٰ کرے اُس کو چاہیئے کہ یہ دکھلائے کہ اُس کو رحمت۔ عصمت۔ خلافت۔ دنیابت کی مدد کرنے والوں اور حاملان عرش عظیم کی مدد کرنے والوں سے مدد پہنچتی ہے۔ اور حقیقتِ ذات اور احاطۂ صفات کا اُس کو کشف ہوتا ہے اور وہ اس کرامت سے سرفراز ہے کہ دونوں وجود اور اول سے انفصال اول اور جو اُس سے انتہا تک متصل ہے اور جو اُس میں قایم ہے اُس کے درمیان حکم جاری کرتا اور فیصلہ دیتا ہے۔ اور وہ حکم ماقبل و حکم مابعد اور اُس شخص کے حکم سے واقف ہے جس کا نہ قبل ہے اور نہ بعد۔ اور اُس کو علم البدء حاصل ہے اور یہ وہ علم ہے جو ہر علم اور ہر معلوم پر محیط ہے اور سرِ اول سے شروع ہوکر منتہا تے سر تک پہنچا اور اُسی کی طرف لوٹتا ہے۔

میں نے غیب کی آواز سے سُنا کہ اگر تو میری بخشش و عنایت چاہتا ہے تو میری طاعت کی پابندی اور میری نافرمانی سے روگردانی اپنے اوپر لازم کرلے۔

ایسا معلوم ہوا کہ گویا میں اللہ عزوجل کے سامنے کھڑا ہوں اور اُس نے کہا کسی چیز میں میرے مکر سے بے غم نہ ہو گو میں تجھے امن بھی دوں کیونکہ احاطہ کرنے والا میرے علم کا احاطہ نہیں کر سکتا اور اسی طرح لوگوں نے مراتب میں ترقی کی ہے۔

کسی علم یا کسی مدد کی طرف مائل نہ ہو اور اللہ کے ساتھ رہ اور اس سے بچارہ کر تو اپنے علم کو اس غرض سے پھیلائے کہ لوگ تیری تصدیق کریں بلکہ اپنے علم کو اس لئے پھیلا کر اللہ تعالیٰ تجھے سچا سمجھے۔

دلوں میں علوم اُسی طرح ہیں جس طرح روپے پیسے ہاتھوں میں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اُس سے تم کو نفع پہنچائے اور اگر چاہے تو ضرور پہنچائے۔

یہ کہتے ہیں کہ ایک شب کو میں یہ آیت پڑھ کر سو گیا۔ ولا تتبع اھواء الذین لا یعلمون ۔ انھم لن یُّغنُوْ

عہ پچیسویں پارہ کا اٹھارھواں رکوع (سورہ جاثیہ کی آیت ۱۸ و ۱۹)

مِنَ اللہِ شَیْئًا ۞ (اور اُن لوگوں کی خواہشوں پر نہ چلو جن کو علم نہیں۔ اللہ کے مقابلے میں یہ لوگ تمھارے کچھ بھی کام نہیں آسکتے) تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں اُن لوگوں میں سے ہوں جو جانتے ہیں مگر اللہ کے مقابلے میں تمھارے کچھ بھی کام نہیں آسکتے۔

جو شخص کمال کے درجوں پر پہنچنے کے قبل پورے طور سے خلق کی طرف جھکا وہ اللہ تعالیٰ کی نظر سے گرا اس لئے اس بھاری بیماری سے پرہیز کرو۔ کیونکہ بہت سے لوگ اس میں پھنسے اور مشہور ہو جانے اور ہاتھ کے چومے جانے پر قانع ہو گئے اس لئے اللہ کے سہارے پر رہو اللہ تم کو سیدھی راہ کی طرف لے جائے گا۔

ولی کی چھپی ہوئی خواہشوں میں سے اُس کا یہ ارادہ ہے کہ جس نے اُس پر ظلم کیا ہے اُس پر اُسے فتح حاصل ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے معصوم اکبر سے ارشاد فرمایا ہے کہ "جس طرح ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا تم بھی صبر کرو" یعنی اللہ تعالیٰ بعض مرتبہ اُن کو ہلاک کرنا نہیں چاہتا۔

جب تم اُس راہ پر پہنچنا چاہو جس میں ملامت نہیں ہے تو لازم ہے کہ "فرق" تمھاری زبان میں موجود اور "جمع" تمھارے باطن میں مشہور ہو۔

جس اسم کے ذریعہ سے تم کوئی نعمت حاصل کرنی چاہو یا کسی زحمت سے بچنا چاہو وہ ذات اور توحید بالصفات سے حجاب ہے مگر یہ مراتب و مقامات والوں کے لئے ہے اور عام مومنین جو ہیں وہ اس سے علیحدہ کر دیئے گئے اور ابھی اپنی حدوں کی طرف رجوع کرنے والے ہیں اور اللہ اُن کے اجروں میں سے کچھ کم کرنے والا نہیں ہے۔

اگر نوح علیہ السلام کو معلوم ہوتا کہ اُن کی قوم سے آئندہ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اللہ عزوجل کی توحید کریں گے تو وہ اُن کے لئے بددعا نہ کرتے اور یہی کہتے کہ یا اللہ میری قوم کو بخش دے یہ نہیں جانتی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا مگر ان میں سے دونوں نے خدائی علم و دلیل کی تعمیل کی تھی۔

مخلصانہ عبادت جس نے نماز و روزہ پر اُجرت و رشوت لی اور سر جھکانے اور ذکر میں مشغول ہونے کے وقت لوگوں کی نگاہیں پڑنے سے لطف اٹھایا اُس کے لئے کچھ اجر نہیں ہے اور ایسے لوگوں کا جرم غیروں کی اضافات اور رویت طاعات کی وجہ سے اُن جرموں سے زیادہ ہوتا ہے جو گناہوں اور کثرت مخالفات کے سبب سے ہوتے ہیں اور اُن کے لئے وہی کفایت کرتا ہے جو ان سے طاعات و دعاؤں کی اجابت و نیکیوں کی طرف سبقت کا ظہور ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ ناپسند وہ شخص ہے جو صبح کے وقت طاعات کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی چاپلوسی اس لئے کرتا ہے کہ اس سے اپنی مسرت چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ خالص خدا ہی کی فرماں برداری مدنظر رکھکر اُسی کی عبادت کئے جاؤ۔ سُن لو کہ خالص فرماں برداری

ے فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ ۔ سورہ احقاف کی آخر آیت (پارہ ۲۶۔ رکوع ۴)

ے فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ

خدا ہی کے لئے ہے "

اللہ تعالیٰ کے عارف کو حظوظ نفس منغص نہیں کرتے ۔کیونکہ وہ جو کچھ لیتا اور جو کچھ ترک کرتا ہے اُس میں وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے مگر اُس صورت میں کہ یہ حظوظ گناہ ہوں۔

جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو ذلیل کرتا ہے تو اُس کے حظوظ نفس کو ظاہر کر دیتا اور اُس کے دین کے عیوب کو ڈھانک دیتا ہے ۔پس وہ اپنی خواہشوں میں پھنسے کھاتا رہتا ہے ۔یہاں تک کہ ہلاک ہو جاتا اور سمجھتا نہیں ہے۔

جب عارف بوجہ غفلت کے ایک سانس یا دو سانس بھی ذکر کو ترک کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس پر شیطان کو مسلط کر دیتا ہے اور وہی اُس کا مصاحب ہو جاتا ہے ۔لیکن جو عارف نہیں ہے اُس کی اس قسم کی باتوں سے چشم پوشی کی جاتی اور مواخذہ نہیں کیا جاتا مگر جب ایک دقیقہ یا دو دقیقے یا ایک زمانہ یا دو زمانے ایک گھڑی یا دو گھڑیاں علیٰ اختلاف المراتب گذر جائیں ۔

شراب معرفت کا لطف بعض اولیا ایسے ہیں جن کو جام کے دیکھنے ہی سے نشہ ہو جاتا ہے اور وہ پھر اُسے چکھتے بھی نہیں ہیں۔ پھر شراب کو چکھنے اور اُس سے چھک جانے کے بعد کیا حال ہوتا ہوگا ۔اور جاننا چاہیے کہ بہت تھوڑے آدمی چھک جانے کے مطلب کو سمجھتے ہیں ۔ یہ اوصاف سے اوصاف کے ۔ اخلاق سے اخلاق کے ۔ انوار سے انوار کے ۔ اسمار سے اسمار کے ۔نعتوں سے نعتوں کے ۔ اور افعال سے افعال کے مل جانے کا نام ہے ۔اور جو پیتا ہے وہ قلب پٹھوں اور رگوں کا اس شراب سے اس قدر سیراب ہو جاتا ہے کہ نشہ ہو جائے ۔اور جام یا پیالہ حق تعالیٰ کی وہ معرفت ہے جس میں خالص چھپی ہوئی شراب طہور اپنے خاص بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے ۔پس پینے والا کبھی اُس پیالہ کو صورۃً مشاہدہ کرتا ہے اور کبھی معنوی طور پر اور کبھی علمی طرز پر صورت تو جسموں اور نفسوں کا حصہ ہے اور معنویہ دلوں اور عقلوں کا اور علمیہ ارواح اور اسرار کا ۔ ہائے وہ کیسی عمدہ شراب ہے ،کیا اُس کی شیرینی ہے زہے نصیب اُس کے جس نے اُس کو نوش کیا۔

دیکھو اپنے آپ کو بار بار گناہ میں پڑنے سے بچاؤ کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی حدوں سے تجاوز کرتا ہے وہی ظالم ہے اور ظالم امام نہیں ہوتا اور جس نے گناہ ترک کئے اور جس میں اللہ تعالیٰ نے اُس کو مبتلا کیا ہے اُس پر صبر کیا اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ و وعید کا یقین کیا ۔وہی امام ہے گو اُس کے پیرو تھوڑے ہیں۔

ایک ہی مرید جس میں اس کی صلاحیت ہو کہ تمہارے اسرار کے رکھنے جانے کا محل ہو ایسے ہزار مریدوں سے بہتر ہے جس میں اس کی صلاحیت نہ ہو۔

ہم تو اللہ تعالیٰ کی طرف ایمان و ایقان کی بصیرتوں سے دیکھتے ہیں اس حتے ہم دلیل و برہان سے بے نیاز ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ ہی کو مخلوقات کی دلیل بنانے لگے ہیں ۔کیا بادشاہ معبود حق کے سوا کوئی اور چیز بھی وجود میں ہے ۔اس لئے اُن کو نہ دیکھو اور اگر ان کا دیکھنا لابدی ہو تو ان کو اسی طرح دیکھو جس طرح ہوا میں ذرّوں کو اُڑتے دیکھتے ہو کہ اگر اُن کو چھوؤ تو کچھ بھی نہ ملے۔

اللہ تعالیٰ کے انوار سے جس کا قلب معمور ہو جاتا ہے اُس کی بصیرت اُن نقصانوں اور برائیوں سے

اندھی ہو جاتی ہے جو اُس کے مومن بندوں میں مقید ہیں۔

کھد ہی دور ہوتی اور معنی کی بینائی آئی۔ بس اللہ تعالیٰ کی طرف نگاہ کرو وہی تمھارا ملجا و ماویٰ ہے اس لئے نگاہ کرو تو اُس کی طرف اور سنو تو اُس سے سنو اور باتیں کرو تو اُس کی باتیں کرو اور اگر موجود ہو تو اُس کے پاس موجود ہو اور اگر نہ ہو تو اُس کے سوا کوئی چیز نہیں ہے۔

روح اسلام بصیرت کا بھی وہی حال ہے جو بصارت کا یعنی جس طرح آنکھ میں ادنیٰ سی چیز کے پڑ جانے سے نظر میں فتور واقع ہوتا ہے گو وہ اندھاپن کے درجہ تک نہ پہنچے، اُسی طرح بُرائی کی صفات کا خطرہ بصیرت کی نگاہ میں خلل انداز ہوتا اور فکر و ارادہ کو دھندلا کر دیتا اور نیکی کو سرے سے غائب کر دیتا ہے اور اُس پر عمل کر لینا صاحب بصیرت کے اسلام کا ایک حصہ زائل کر دیتا ہے اور اگر اُس بُرائی پر جما رہا تو اسلام حصہ حصہ کر کے زائل ہوتا رہتا ہے اور جب علماء و صالحین کی بدگوئی اور حبِ جاہ اور ظالموں کے نزدیک منزلت حاصل کرنے کے لئے اُن کی دوستی تک اُس کی انتہا پہنچی تو سارا اسلام اُس سے رخصت ہوا اور ہرگز اُس کے ظاہری صلاح و تقویٰ سے دھوکا نہ کھانا کیونکہ اُس میں جان نہیں ہے۔ اسلام کی جان تو اللہ اور اُس کے رسول کا عشق اور آخرت اور اللہ کے نیک بندوں کی محبت ہے۔

اللہ عزوجل کی نظر ایسی ہے کہ کوئی چیز اُس سے ممتد نہیں ہوتی ہے مگر اُسی نے اُس کو پیدا کیا ہے اور نہ کوئی چیز اُس میں ٹھیرتی ہے اور نہ منظور سے مُڑتی ہے اُس کا رتبہ اس سے کہیں اعلیٰ ہے کہ اُس میں قصور و نفوذ و تجاوز و حدود کو دخل ہو۔

چیزوں کو صفات میں اُسی طرح مرکوز تصور کر جس طرح وہ اپنے وجود سے پہلے تھیں بعد اُس کے نگاہ دوڑاؤ تو کیا تم کو ذات کے لئے کوئی مقام یا ہستی کی کوئی ہستی یا اُس چیز کی کوئی نشان دکھائی دے گی؟ بس یہی حال وجود کے بعد بھی ہے۔

جو شخص اپنے دل کی آنکھ کے کھل جانے کا مدعی ہو اور اللہ تعالیٰ کی طاعت میں بناوٹ کرے اور خلق اللہ کے مال کی طمع رکھے وہ جھوٹا ہے۔

تصوف نفس کو بندگی کا خوگر کرنا اور احکام ربوبیت کی طرف پھیر لانا ہے۔

صوفی اپنے وجود کو اُسی طرح دیکھتا ہے جس طرح ہوا میں اُڑنے والے ذروں کو جو نہ موجود ہے اور نہ معدوم اور اُس حالت کے مطابق رکھتا ہے جس پر وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتا ہے۔

حقائق کی تشریح ان سے حقائق کی نسبت سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ یہ معانی ہیں جو قلوب میں قائم ہیں اور جو قلوب کے نزدیک واضح و منکشف ہوتے ہیں وہ غیوب ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش و انعام ہیں اور انھیں کے ذریعہ سے لوگ نیکی و طاعات تک پہنچتے ہیں اور اس کی دلیل آنحضرت کا حارثہ سے پوچھنا ہے کہ تم نے کیونکر صبح کی انھوں نے کہا کہ حقا مومن ہونے کی حالت میں میں نے صبح کی الحدیث۔

جس نے وجود کو پا لیا وہ ہر موجود سے فنا ہو گیا اور جو وجود کے ساتھ ہوا اُس کے لئے ہر موجود

ثابت ہوا۔

بندوں کے افعال کو اللہ تعالیٰ کے اثبات سے ثابت کرو اور تم کو یہ ضرر نہ کرے گا۔ ضرر تو وہ اثبات کرے گا جو انھیں کے ذریعہ سے اور انھیں کی طرف سے ہو۔

محققین غیر اللہ تعالیٰ کے شہود سے ابا کرتے ہیں کیونکہ قیومیت کے شہود اور دیومیت کے احاطہ کی تحقیق اُن کو اُسی سے ہوتی ہے۔

قلب سے ہوا و ہوس کے زائل ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ ہر سانس میں بغیر اختیار کرنے اُس حالت کے جس میں وہ شخص ہو اللہ تعالیٰ کے لقاء کی محبت ہو۔

قرب کی حقیقت قرب کے سبب سے قربت کی عظمت کے باعث قرب سے غائب ہو جانا ہے۔

جب تک کہ بندہ کے ساتھ خواہشوں میں سے کوئی خواہش اور اپنی مشیئوں میں سے کوئی مشیت رہے گی وہ ہرگز اللہ تعالیٰ تک نہ پہنچے گا۔

اللہ تعالیٰ کے سبب سے اولیا تمام چیزوں سے بے نیاز ہو جاتے ہیں اور اللہ کے ساتھ اُن کی نہ کوئی تدبیر رہتی ہے اور نہ کوئی اختیار اور علماء تدبیریں کرتے اختیار کرتے نگاہیں دوڑاتے اور اور حاصل کرتے ہیں اور یہ ہمیشہ اپنی عقل و حواس کے ساتھ رہتے اور نیک کام کرتے ہیں اور گو ان کے جسم میں اطمینان رہتا ہے مگر ان کے باطن میں کشاکش و منازعت ہوتی ہے اور ان کے احوال کے بیان کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا گر ولی اپنی انتہا میں اس واسطے تمھارے لئے ان کی ظاہری نیکو کاری بس کرتی ہے اور ان کے باطنی احوال کی شرح سے اسی پر کفالت کر لینی چاہیئے۔

کسی امر میں کچھ اختیار نہ کرو اور یہ اختیار کرو کہ کچھ اختیار نہ کرو اور اُس مختار سے اُسی طرح بھاگو جس طرح ہر چیز سے اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگتے ہو۔ اور تمھارا رب پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور اختیار کرتا ہے لوگوں کو کچھ اختیار نہیں ہے۔ اور شرع کی کل چھپی ہوئی باتیں اور اُس کی ترتیبات تو اللہ ہی کی اختیار کی ہوئی ہیں تم کو اُن میں کچھ دخل نہیں ہے اور تم کو اُن سے چارہ نہیں ہے۔ سنو اور اطاعت کرو۔ اور یہ تقدیر الٰہی اور علم الٰہی کی جگہ ہے۔ اور جو حقیقت کہ اللہ تعالیٰ سے ماخوذ ہے اُس کے علم کی اُس شخص کے لئے کہ سیدھا ہو یہی زمین ہے فافہم۔

جو پرہیز گاری کہ تمھارے حق میں علم و نور کی مثمر نہو اُس کا کوئی اجر شمار میں نہ لو اور جس بُرائی کے بعد خوف اور اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگنا و تورع پیش آئے اُس کا کوئی وبال حساب میں نہ لو۔

جب تک کہ تجھے اوپر نہ چڑھایا جائے اوپر نہ جا ورنہ تیرا قدم پھسل جائے گا۔

ضروری ہدایات

بدبخت ترین آدمی وہ ہے جو اپنے مولیٰ پر اعتراض کرے اور اپنی دنیا کی تدبیر میں پھنسا ہے اور مبدا و منتہیٰ اور اپنی آخرت کے لئے عمل کرنے کو بھول گیا ہو۔

نفس کے چار مرکز ہیں۔ ایک مرکز خواہش نفسانی کے لئے مخالفتوں میں ہے۔ دوسرا مرکز خواہش نفسانی کے لئے طاعتوں میں ہے۔ تیسرا مرکز آرام کی طرف میلان میں ہے۔ اور چوتھا مرکز مفروضات کے ادا کرنے

عاجزی میں ہے "اس ع لئے مشرکوں کو تم جہاں پاؤ قتل کرو۔ اور اُن کو گرفتار کرو اور روک رکھو اور ہر گھات کی جگہ اُن کی تاک میں بیٹھو"۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑی قربت یہ ہے کہ نفس کے ارادہ کو قطع کر دینے کے ذریعہ سے اُس سے مفارقت اختیار کرے اور جس چیز کی اُس کو خواہش ہو اور اُس سے اُس کے زندہ رہنے کی امید کی جاتی ہو اُس کے ترک کے ذریعہ سے اُس سے رہائی چاہے۔

سب سے زیادہ بدبختوں میں سے وہ ہے جو چاہتا ہو کہ لوگ اس کے ساتھ اس کے کل ارادہ کے موافق معاملہ کریں اور یہ اپنی ذات میں لوگوں کے بعض ارادہ کے موافق بھی معاملہ کرنے کی صلاحیت نہ پائے۔

اور تمھاری ذات سے اپنی تعظیم کا طالب ہو اور اپنی ذات سے تمھاری تعظیم کا طالب نہ ہو اور تمھیں کو تکلیف دینا چاہتا ہو۔

میں خود اپنی ذات کے لئے اپنی ذات کے نفع رساں ہونے سے نا اُمید ہو بیٹھا ہوں تو کیونکر غیر کے میرے لئے نفع رساں ہونے سے نا اُمید نہ ہو جاؤں اور اپنے غیر کے لئے اللہ سے امید رکھتا ہوں تو کیونکر خود اپنے لئے اُس سے امید نہ رکھوں۔

اگر تم چاہتے ہو کہ تمھارا قلب زنگ آلود نہ ہو اور تم پر کوئی رنج و مصیبت نہ آئے اور تم پر کوئی گناہ نہ رہے تو سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ عِلْمَهَا فِيْ قَلْبِيْ وَاغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ ٥۔ کثرت سے پڑھا کرو۔

ہمارے نزدیک کوئی گناہ کبیرہ ان چیزوں سے بڑھکر نہیں ہے ترجیح کے ساتھ دُنیا کی محبت اور رضامندی کے ساتھ جہل پر ٹھیرا رہنا کیونکہ دنیا کی محبت سب گناہوں کی چوٹی ہے اور جہل پر ٹھیرا رہنا کل معصیتوں کی جڑ ہے۔

اگر تم چاہتے ہو کہ تمھارے ہاتھ سے کیمیا ٹھیک اُترے تو خلق کو اپنے قلب سے دور کرو اور اپنے پروردگار سے اس کی طمع نہ رکھو کہ جو تمھارے لئے پہلے مقدر ہو چکا ہے اُس کے سوا تم کو وہ عطا کرے گا۔ اس کے بعد جس چیز کو تم ہاتھ لگاؤ گے جو تم چاہو گے وہی ہو جائے گی۔

اگر تم حق سے ربط پیدا کرنا چاہتے ہو تو اپنے نفس سے بیزار ہو جاؤ اور اپنے حول وقوت سے باہر نکل آؤ۔

مجرب اوراد و وظائف

اگر تم قول میں راستی چاہتے ہو تو اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ۔ اگر اپنے سارے احوال میں اخلاص چاہتے ہو تو قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ اگر رزق کی فراخی چاہتے ہو تو قل اعوذ برب الفلق اور اگر بُرائی سے سلامتی چاہتے ہو تو قل اعوذ برب الناس کثرت

ع فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ٥

دسویں پارہ کا ساتواں رکوع و سورۂ توبہ کی پانچویں آیت)

سے پڑھا کرو۔

میں کہتا ہوں کہ بعضوں نے کہا ہے کہ کثرت کا اقل مرتبہ ستر بار ہر روز ہے سات سو تک۔

چار چیزیں ایسی ہیں کہ اُن کے رہتے ہوئے علم کچھ فائدہ نہیں دیتا - دنیا کی محبت - آخرت سے غفلت - افلاس کی دہشت - اور آدمی کی ہیبت -

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے سچا قول ستھرائی کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کہنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے عشق کی طرف سب علموں سے بڑھکر لے جانے والا دنیا کو دشمن سمجھنا اور اہل دنیا کی موافقت سے نا امید ہو جانا ہے۔

ترک دنیا میں حد سے تجاوز نہ کر جاؤ ورنہ اُس کی تاریکی تم کو ڈھانک لے گی اور تمھارے اعضا اُس کے لئے کھُل جائیں گے جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اُس سے باہر نکل آنے کے بعد تم ہمت یا فکر یا ارادہ یا حرکت کے ذریعہ سے اُسے گلے لگانے کو لوٹو گے۔

دنیا کو دوست رکھنے والے میں تقویٰ کہاں تقویٰ تو اُس میں ہے جو اُس سے منہ پھیرے۔

جب تم دنیا یا آخرت کی کسی چیز کی طرف متوجہ ہو تو یَا قَوِیُّ یَا عَزِیْزُ یَا عَلِیْمُ یَا قَدِیْرُ یَا سَمِیْعُ یَا بَصِیْرُ کہہ لیا کرو۔

جب دنیا یا آخرت میں سے زیادہ تم کو حاصل ہو تو حسبنا اللہ سیوتینا اللہ من فضلہ ورسولہ انّا الی اللہ راغبون کہا کرو۔

ایک ہی خصلت ایسی ہے کہ جب بندہ اُس کو اختیار کرے گا تو اپنے زمانہ کے لوگوں کا پیشوا ہو جائے گا اور وہ دنیا سے مُنہ پھیر لینا اور اہل دُنیا کی تکلیفیں برداشت کرنا ہے۔

جب تم میں سے کوئی شخص مقروض ہو جائے تو اُس کو چاہیے کہ اپنے قلب سے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرے اور اُس دین کو اللہ تعالیٰ پر ڈال دے کیونکہ جو دین بندہ اللہ تعالیٰ پر ڈال دیتا ہے اُس کا ادا کر دینا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو جاتا ہے۔

اللہ کی طرف رجوع اگر ایسی دہشت سے جو تم کو معلوم ہے تمھیں کوئی حادثہ پیش آئے تو اُس سے اللہ کی طرف اُسی طرح بھاگو جس طرح تم آگ سے بھاگتے ہو۔ یہ باتیں علوم معاملہ کے متعلق علوم معرفت کے عجائبات میں سے ہیں۔

ان پر جب قرض ہو جاتا تھا تو کہا کرتے تھے کہ اَللّٰھُمَّ عَلَیْکَ تَدَایَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْکَ اَمْرِیْ فَوَّضْتُ - خدایا تجھی پر میں نے قرض لیا ہے اور تجھی پر میں نے بھروسا کیا ہے اور تیرے ہی سپرد اپنا معاملہ کیا ہے۔

ایک ہی خصلت ایسی ہے جو اعمال کو باطل کر دیتی ہے اور بہت سے لوگوں کو اس سے متنبہ نہیں ہوتا اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر بندہ کا ناراض ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ[1] اُس سبب سے ہے کہ خدا نے جو اُتارا اُس کو ان لوگوں نے ناپسند کیا - پس اُن کے اعمال اکارت کر دیئے۔

---

[1] ذَالِکَ بِاَنَّھُمْ کَرِھُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَھُمْ ۵ چھبیویں پارہ کا پانچواں رکوع (سورہ محمد کی نویں آیت)

دنیا کے بارہ میں لوگوں سے جھگڑے کو ترک نہ کرے گا مگر وہی شخص جو قسمت پر ایمان رکھتا ہے۔

میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان وزمین کے بیچ میں ایک چلانے والا چلا رہا ہے کہ تم کو کہیں جوے جاتے ہیں تو صرف تمھاری روزی یا تمھاری موت یا ایسے امر کے لئے جس کا حکم اللہ تم پر یا تمھارے لئے جاری کرے گا۔ بس یہ پانچ باتیں ہیں اِن کا چھٹا کوئی نہیں ہے۔

جو نیکی کہ تمھارے لئے اُسی وقت نور یا علم کی مثمر نہ ہو اُس کے اجر کو شمار میں نہ لو اور جس برائی کا ثمرہ اللہ تعالیٰ سے خوف اور اُس کی طرف رجوع ہو اُس کے وبال کو حساب میں نہ لو۔

دو نیکیاں ایسی ہیں کہ ان کے ساتھ گناہوں کی کثرت ضرر نہیں کرتی ایک تو قضائے الٰہی پر رضامندی اور دوسرے اللہ کے بندوں سے درگذر۔

دیکھو خلق کے ساتھ ٹھہرنے سے بچو بلکہ مضرتوں اور منفعتوں کی اُن سے نفی کرو۔ کیونکہ یہ چیزیں اُن سے نہیں ہیں اور اُن کو اس طور پر مشاہدہ کرو کہ اللہ کی طرف سے اُن میں ہیں اور جو حکم کہ تم پر اور اُن پر جاری ہے یا تمھارے اور اُن کے فائدہ کے لئے ہے اُن کو مشاہدہ کر کے اللہ کی طرف بھاگو اور ایسا نہ ڈرو کہ اُس میں اللہ تعالیٰ سے غافل ہو جاؤ اور حکم خدا کو اُن کی طرف نہ پھیرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

جس نے اپنے ظاہر میں گناہوں کو چھوڑا اور اپنے باطن سے دنیا کی محبت کو نکال پھینکا اور نگہداشت اعضا اور مراعات باطن کی پابندی کی اُس کو اُس کے رب کے پاس سے زوائد عطا ہوں گے اور اُس پر نگہبان مقرر کیا جائے گا جو اللہ کے پاس سے اُس کی نگہبانی کرے گا اور اُس کے سب امروں کے نشیب وفراز اللہ تعالیٰ اُس کا ہاتھ پکڑے گا۔ اور زوائد سے مراد علم الیقین ومعرفت کی زیادتیاں ہیں۔

بندہ کی نسبت نہیں کہا جائے گا کہ اُس نے گناہ چھوڑ دیئے تاوقتیکہ اُس کی یہ حالت نہ ہو جائے کہ گناہوں کا دل میں خیال بھی نہ آئے کیونکہ چھوڑنے کی حقیقت یہ ہے کہ متروک کو بھول جائے۔ مگر یہ کاملوں کے لئے ہے۔ اور اگر یہ حالت نہ ہو تو تکلیف سہہ کر اور مشقت کر کے چھوڑنا چاہیئے۔

بندہ دوزخ سے دور نہیں ہوتا مگر اُسی صورت میں کہ اپنے اعضا رکو اللہ کے نافرمانیوں سے روکے اور اللہ کی امانت کی حفاظت کو اپنی زینت بنائے اور اپنے قلب کو اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ کے لئے اور اپنی زبان کو اُس کی مناجات کے لئے کھولے اور اپنی اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے بیچ کے پردہ کو اٹھا دے اور اللہ تعالیٰ اُس کو اپنے کلمات کی روحوں کا مشاہدہ کرا دے۔

غل تو خیانت ومکر وفریب کے ساتھ دل کے ربط کا نام ہے اور حقد انھیں امور کے ساتھ دل کے سخت ربط کا نام ہے۔

ارتکاب محرمات کی سزا عذاب کے ذریعہ سے ہے اور اہل طاعات کی سزا حجاب کے ذریعہ سے ہے کیونکہ اُن سے ان میں سوء ادب واقع ہوتا ہے اور اہل مراقبات کی سزا ترک مزید کے ذریعہ سے ہوتی ہے قلق وجلدبازی کی سزا ستر کی ہلاکت ہے۔

جس شخص نے مردانِ خدا کے احوال پر اعتراض کیا اُس کے لئے لابدی ہے کہ موت سے پہلے اُس کو

تین دوسری موتیں آئیں - ذلت کی موت - افلاس کی موت - اور لوگوں کی طرف احتیاج کی موت - اور کوئی شخص ان حالتوں میں اُس پر رحم کرنے والا نہ ملے -

شیخ یمین الدین اسمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ اور لوگ تو اللہ تعالیٰ کے دروازہ کی طرف بُلاتے ہیں اور ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ لوگوں کو اللہ کے پاس داخل کر دیتے ہیں -

غیر اللہ سے بے نیازی

شاذلی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ یہ بھی نفاق کی ایک صورت ہے کہ ظاہر میں سنت پر عمل ہو اور اللہ تعالیٰ کے علم میں اُس شخص کی نسبت کچھ اور ہو - اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اولیاء و شفعاء بنا لینا بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھیرانے کی ایک صورت ہے - اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اُس[1] کے سوا تم لوگوں کا نہ کوئی کارساز ہے اور نہ کوئی سفارشی کیا تم نہیں سوچتے"!

جس شخص نے جاہ و منزلت کی طلب یا دنیاوی غرض کے لئے سفارش کی اُس کو اللہ تعالیٰ اس پر عذاب دے گا اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے توبہ کی توفیق دیتا ہے -

اللہ کے سوا خلق سے مدد چاہنی اللہ تعالیٰ کی نسبت سوء ظن رکھنا ہے - اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "جو شخص گمان کرتا ہے کہ دُنیا و آخرت میں اللہ اُس کی مدد نہ کرے گا" (آخر آیت تک)

میرے پیر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے مجھے نصیحت کی کہ بصارت ایمان کی تجدید کرو تو تم اللہ تعالیٰ کو ہر چیز میں اور ہر چیز کے پاس اور ہر چیز کے ساتھ اور ہر چیز کے اوپر اور ہر چیز کے قریب اور ہر چیز کو احاطہ کئے ہوئے پاؤ گے - مگر ایسے قرب کے ساتھ جو اُس کا وصف ہے اور ایسے احاطہ کے ساتھ جو اُس کی صفت ہے -

اور ظرفیت وحدود - اور اماکن وجہات - اور صحبت وقرب بالمسافات - اور دَور بالمخلوقات سے باز آؤ - اور اُس کے وصف الاوّل والاخر والظاہر والباطن سے کل کو مٹاؤ - اللہ تعالیٰ موجود تھا اور کوئی چیز اُس کے ساتھ نہ تھی -

جس کا قلب غافل ہوا اُس نے اپنے دین کو ہنسی ٹھٹھا بنایا اور جو خلق میں مشغول ہوا اُس نے اپنے دین کو کھیل بنایا -

جب وہ لوگ کہ دقاق پر عمل کرتے ہیں نفاق سے نہیں بچتے ہیں تو اوروں کا کیا پوچھنا ہے -

اوصاف حق کے حامل

جو کامل ہوتے ہیں وہ اوصاف حق کے بھی حامل ہوتے ہیں اور اوصاف خلق کے بھی - پس اگر تم اُن کو خلق کے اعتبار سے دیکھو گے تو تم کو بشر کے اوصاف نظر آئیں گے اور اگر حق کی حیثیت سے دیکھو گے تو حق کے وہ اوصاف اُن میں پاؤ گے جن سے حق تعالیٰ نے اُن کو آراستہ کیا ہوگا - پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی پیروی سے اُن کے ظاہر میں فقر اور اُن کے باطن میں غنا دیکھو گے - اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے - ووجدك عائلا فاغنیٰ (اور تم کو مفلس پایا تو مالدار بنا دیا) تو کیا

---

[1] مَا لَكُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ -
اکیسواں پارہ چودھواں رکوع سورہ سجدہ کی چوتھی آیت

اُن کو مال سے غنی بنایا تھا؟ ہرگز نہیں۔ آنحضرت نے تو بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھا اور سارے لشکر کو دوڈھائی سیر میں کھلایا اور مکہ سے پاپیادہ باہر نکلے اور آپ کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی جس کو جان دار کھا سکے مگر اس قدر کہ بلالؓ کی بغل اُس کو ڈھانک لے۔

تنگ دستی ہر آدمی کے لئے شرف ہے یا قطب یا خلیفہ یا ایسے امین کے لئے جو ذرہ برابر بھی اپنے آپ کو اُن لوگوں پر جن پر وہ خرچ کرتا ہے۔ یعنی عیال وفقراء پر ترجیح دے کر اللہ تعالیٰ سے خیانت نہ کرتا ہو۔

انبیاء اور اولیاء اہل تحقیق کے علوم ہیں وہ علوم جن کے جاننے والوں کی تعریف آئی ہے گو شرف رکھتے ہوں ظلمت ہیں۔ اور اہل تحقیق وہ ہیں جو جزوذات کے شناور اور قعر صفات کے غواص ہیں اور وہاں وہ اپنے سے الگ ہیں۔ اور یہ وہ اعلیٰ درجہ کے خاص لوگ ہیں جو انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کے احوال میں شریک ہیں۔ اور اُن کو ان میں سے بقدر وارث اپنے مورث کے حصہ ملا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "علماء انبیاء کے وارث ہیں" یعنی علم وحکمت کی راہ سے نہ کہ تحقیق بالمقام اور حال کی راہ سے اُن کے قایم مقام ہیں۔ کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات اس سے برتر ہیں کہ اُن کے حقایق پر ان کے سوا کسی اور کی نگاہ پڑے۔

ہر وارث موروثی منزلت میں صرف اپنے مورث ہی کے انداز پر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "بے شک[1] ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دے رکھی ہے۔" جس طرح اُن میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ اُسی طرح اُن کے وارثوں کو بھی بعض پر فضیلت دی ہے کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حق کی آنکھیں ہیں اور ہر آنکھ سے اُس کے اندازہ کے موافق دکھائی دیتا ہے۔ اور ہر ولی کے لئے ایک مخصوص مادّہ ہوا کرتا ہے۔

اولیا کی دو قسمیں ہیں صالحین وصدیقین۔ صالحین انبیاء کے بدل ہیں۔ اور صدیقین رسولوں کے۔ اس لئے صالحین وصدیقین کے مابین وہی فرق ہے۔ جو نبیوں اور رسولوں میں۔ اِن میں سے ایک گروہ اُن لوگوں کا ہے جن کا مادّہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے ہے اور وہ اس مادّہ کو چشم یقین سے دیکھتے ہیں۔ اور یہ تعداد میں تھوڑے اور تحقیق میں بہت ہیں اور ہر نبی وہر ولی کا مادّہ باعتبار اصل کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے ہے۔ لیکن بعض اولیاء اپنی ذات کا مشاہدہ کرتے ہیں اور بعض پر اُن کی ذات اور اُن کا مادّہ مخفی رہتا ہے پس جو اس پر وارد ہوتا ہے اُس میں وہ فانی ہو جاتا ہے اور اپنے مادّہ کی تلاش میں مشغول نہیں ہوتا بلکہ اپنے حال میں ایسا مستغرق رہتا ہے کہ اپنے وقت کے سوا وہ کسی کو نہیں دیکھتا اور ان میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہے جس کو نورالٰہی سے مدد پہنچتی ہے اور وہ اُس سے دیکھتے ہیں تو پہچان لیتے ہیں کہ اُن میں سے کون تحقیق پر ہیں اور یہ اُن کی کرامت کے سبب ہے جس سے وہی شخص انکار کرے گا جو اولیا کی کرامات کا منکر ہے۔ خدا عرفان کے بعد نکران سے بچائے۔

روحانی ترقی کے منازل پہلی منزل جس میں اپنے سے ترقی کرکے اوپر کی طرف جانے کے لئے عاشق قدم دھرتا

---

[1] وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَىٰ بَعْضٍ ۝

ہے نفس ہے پس جب اُس کی سیاست وریاست میں مشغول ہوا یہاں تک کہ اُس کی شناخت وتحقیق تک پہنچ گیا۔ تب اُس پر دوسری منزل کے انوار چمکتے ہیں اور وہ قلب ہے اور جب اُس کی سیاست میں مشغول ہو کر اُس کو پہچان لیا اور اُس کا کچھ بھی اثر اس پر نہ رہا تب تیسری منزل کے انوار اس پہ چمکتے ہیں اور وہ تیسری منزل روح ہے اور جب اس کی سیاست میں مشغول ہوا اور اس کی معرفت کامل ہوگئی تب اس پر تھوڑا تھوڑا کر کے یقین کے انوار جلوہ افروز ہونا شروع ہوتے ہیں یہاں تک کہ اُس کی نہایات تک پہنچتا ہے۔ اور یہ عوام کا راستہ ہے اور جو خواص کا راستہ ہے وہ بادشاہی راہ ہے جس کے اقل قلیل کی شرح میں بھی عقل پاگل ہے۔

روحانی مشاہدات

اللہ تعالیٰ جس کی مدد عقل کے نور اصلی سے فرماتا ہے وہ ایسے موجود کو مشاہدہ کرتا ہے جس کی اس بندہ کے اختیار سے کوئی حدود غائت نہیں ہے اور ساری کائنات اُس میں مضمحل ہو جاتی ہے پس کبھی تو وہ کائنات کو اُس میں اُسی طرح مشاہدہ کرتا ہے جس طرح معمار گھر کو ہوا میں اور آفتاب کی روشنی میں دیکھتا ہے اور کبھی آفتاب کی روشنی کے وہاں سے منحرف ہو جانے کے باعث اُس گھر کو نہیں دیکھتا پس وہ آفتاب جس کے ذریعہ سے وہ دیکھتا ہے۔ وہی وہ عقل ہے جو مادہ کے بعد ضروری اور نور یقین رکھنے والی ہے اور جب یہ نور مضمحل ہو جاتا ہے تو ساری کائنات چلی جاتی اور یہ موجود باقی رہ جاتا ہے پس یہ کبھی فانی ہوتا اور کبھی باقی رہتا ہے۔ یہاں تک کہ جب اس کو کمال پر پہنچانا منظور ہوتا ہے تو اس کو پوشیدہ آواز دی جاتی ہے جس میں آواز نہیں ہوتی اُس وقت اُس کے سمجھنے کے لئے مدد دی جاتی ہے (بجز ایسے شخص کے جو غیر اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہے۔ یہ اللہ کی جانب سے کسی شمار قطار میں نہیں) بس اس وقت وہ اپنے نفسوں سے بیدار ہوتا اور کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار مجھے ثابت قدم رکھ ورنہ میں ہلاک ہوا اور یقین کے ساتھ جانتا ہے کہ اللہ عزوجل کے سوا اس دریا سے اُس کو کوئی نہیں بچائے گا۔ اور اس وقت اُس سے کہا جاتا ہے کہ یہ موجود وہی عقل اول ہے جس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو پیدا کیا وہ عقل ہے" پس اس بندہ کو اس موجود کے نور کے سامنے اظہار خواری (فرمانبرداری) کی توفیق عطا ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ اس کی حدوغایت پر قادر نہیں ہوتا مگر جب اللہ تعالیٰ اس بندہ کی اپنے اسماء کے نور کے ذریعہ سے مدد فرماتا ہے تو اس کو چشم زدن میں یا جس طرح اللہ چاہے قطع کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "ہم جس کے درجے چاہتے ہیں بلند کرتے ہیں" اس کے بعد اللہ تعالیٰ روح ربانی کے نور کے ذریعہ سے اُس کو مدد دیتا ہے تب اُس موجود کو پہچانتا۔ اور روح ربانی کے میدان تک ترقی کرتا ہے۔ اور جتنی چیزوں سے یہ بندہ مزین تھا اور جن سے خالی تھا سب خواہی نخواہی چلی جاتی ہیں۔ اور لاموجود کی طرح رہ جاتا ہے۔ اس کے بعد اُس کو اللہ تعالیٰ اپنی صفات کے نور سے زندہ کرتا ہے۔ اور اس حیات کے ساتھ اُس کو اس موجود ربانی کی معرفت کے اندر سے آتا ہے۔ اور جب اُس کی صفات کے مبادی کی ہوا اُس کو لگتی ہے تو وہ کہنے کو ہوتا ہے کہ یہی اللہ ہے۔ مگر عنایت ازلیہ آکر اُسے آواز دیتی ہے کہ سن لو! کہ یہ وہی موجود ہے جس کی نسبت کسی کو جائز نہیں ہے کہ کسی صنعت سے اُس کو موصوف کرے اور نااہل کے سامنے اس کو اس کے کسی صفت سے تعبیر کرے۔ لیکن اس کے غیر کے نور سے اس کو پہچانے۔ پس جب ستر روح کے نور سے اللہ تعالیٰ اُس کی مدد کرتا ہے۔ تو وہ اپنے آپ کو

میدان السّر کے دروازہ پر بیٹھا ہوا پاتا ہے۔ اور اپنی ہمت کو بلند کرتا ہے کہ اُس موجود کو جو ستر سے پہچانے مگر اُس کے ادراک سے اندھا ہو جاتا ہے اور اُس کے تمام اوصاف کی ایسی دھجیاں اُڑ جاتی ہیں کہ گویا کچھ بھی نہ تھے۔ پس جب اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے نور سے اُس کی مدد فرماتا ہے تو اس کو ایسی پائدار زندگی سے زندہ کرتا ہے۔ جس کی کوئی غایت نہیں ہے۔ اس لئے وہ تمام معلومات کو اُسی زندگانی کے نور سے دیکھتا اور نور حق کو ہر چیز میں اس طرح شایع پاتا ہے کہ اُس کا غیر نظر ہی نہیں آتا ہے۔ تب قریب سے اُسے آواز دی جاتی ہے کہ اللہ پر نازاں نہ ہو کیونکہ محجوب وہی ہے جو اللہ کے ذریعہ سے اللہ سے محجوب ہوا کیونکہ یہ تو محال ہے کہ اُس کا غیر اُس کا حاجب ہو۔ اور یہاں آکر وہ ایسی زندگی سے زندہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اُس میں ودیعت فرمائی ہے۔ بعدہ وہ کہتا ہے کہ اے میرے رب میں تجھ سے تیری ہی پناہ چاہتا ہوں تاکہ میں تیرے غیر کو نہ دیکھوں۔ اور یہی حضرت علی الاعلیٰ تک ترقی کی راہ ہے۔ اور یہی اُن عاشقوں کا طریق ہے جو انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ابدال ہیں اور اس منزل کے بعد جو کچھ اللہ تعالیٰ اُس کو عطا فرماتا ہے اُس میں سے ذرہ برابر کو بھی کوئی شخص بیان نہیں کر سکتا والحمد للہ علی نعمائہ۔

طریقۂ محجوبین جو طریق محجوبین کے ساتھ مخصوص ہے وہ اُس سے اُس کی طرف اُسی کے ذریعہ سے ترقی کرتا ہے کیونکہ اُس کے غیر کے ذریعہ سے اُس تک پہنچنا محال ہے اس لئے اُن کا پہلا قدم بلا قدم ہے۔ اس لئے کہ اُن پر اُس کا نور ذات ڈالا جاتا ہے جو اُن کو اُس کے بندوں کے درمیان غائب کر دیتا ہے اور اُن کو خلوتیں پسند آتی ہیں اور اعمال صالحہ اُن کے نزدیک ذلیل نظر آتے ہیں اور آسمان و زمین کے پروردگار کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ پس جس اثنار میں کہ وہ اس حالت میں ہوتے ہیں یک بارگی اُن کو عدم کا جامہ پہنایا جاتا ہے۔ اور اب جو وہ نگاہ کرتے ہیں تو اپنے آپ کو نہیں پاتے۔ اس کے بعد ظلمت ان کی ردیف بنادی جاتی ہے جو اُن کو اُن کی نظروں سے غائب کر دیتی ہے۔ پس ان کی نظر عدم بلا علت ہو جاتی ہے۔ اس لئے تمام علتیں مٹ جاتی ہیں اور سب حادث زائل ہو جاتے ہیں پھر تو نہ حادث ہے اور نہ وجود بلکہ اُس عدم بے علت کے سوا کچھ نہیں ہے۔

نور اعلیٰ کا ظہور اس سبب سے معرفت اُس سے متعلق نہیں ہوتی۔ معلومات مضمحل ہو جانے اور رسومات ایسے زوال سے زائل ہو جاتے ہیں کہ اُس میں کوئی علت ہی نہیں ہے اور وہ اپنے ستر سے اپنی ذات کے لئے اپنی ذات میں ایسے ظہور سے ظاہر ہوتا ہے جس کے لئے اولیت نہیں ہے بلکہ اُس نے اپنی ذات سے اپنی ذات کے لئے اپنی ذات میں نگاہ کی ہے۔ اور یہاں آکر بندہ ایسی زندگانی کے ظہور سے زندہ ہوتا ہے جس کی کوئی علت نہیں ہے اور اپنے ظہور میں ایسا اول ہو جاتا ہے جس کے قبل کوئی ظاہر نہیں ہے۔ اس لئے اشیار اُس کے اوصاف کے ساتھ پائی جاتی ہیں اور اُسی سبحانہ وتعالیٰ کے نور سے اُسی کے نور میں ظاہر ہوتی ہیں۔ اس کے بعد وہ بندہ ایک دریا کے بعد دوسرے میں غوطے لگاتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ دریائے ستر تک پہنچتا ہے اور جب دریائے ستر میں داخل ہوتا ہے تو ایسا ڈوبتا ہے کہ ابدالآباد تک اُس سے باہر نہیں آتا۔ پس اگر اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب بنا کر بھیجتا اور اُس کے ذریعہ سے اپنے بندوں کو زندہ فرماتا ہے اور اگر چاہتا

ہے تو اُس کو چھپا دیتا ہے۔ اُس کو اختیار ہے کہ اپنی ملکیت میں جو چاہے کرے۔ بس سُن لو یہ ہے خواص و عوام کے طریق کا عطر و خلاصہ۔ انتہیٰ۔

میں کہتا ہوں کہ بھائیو ہم نے تمھارے لئے یہ باتیں جو اہل اللہ میں سے مکملین کے ساتھ مخصوص ہیں اس اس لئے زیب خامہ کی ہیں کہ تم کو اُن کے مقامات کا شوق پیدا ہو اور جب تم اُن سے اس قسم کے تذکرے سنو گے تو تمھارے لئے اُن کی تصدیق کا دروازہ کھل جائے گا جیسا کہ اس کتاب کے خطبہ میں ہم نے اشارہ کیا ہے۔ اور اس وقت تک ہم نے یہ مضمون ان کے سوا اور اولیاء اللہ کے کلام میں نہیں دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نعمت دہندہ ہے جس کو جو چاہتا ہے مرحمت فرماتا ہے۔ واللہ اعلم۔

(۳۱۱) شیخ سیدی امام احمد ابوالعباس مرسی رضی اللہ عنہٗ

اکابر عارفین میں سے تھے۔ اور لوگ کہتے تھے کہ شیخ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ کے علم کا ان کے سوا کوئی وارث نہ ہوا اور جتنے لوگوں نے اُن سے طریقت کی تعلیم پائی اُن میں سب سے بزرگ یہی تھے۔ انھوں نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ اور ان کا قول تھا کہ اس گروہ کے علوم تحقیق ہیں۔ اور عامہ خلائق کی عقل علوم تحقیق کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ علیٰ ہذا القیاس ان کے پیر شیخ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ نے بھی کچھ تصنیف و تالیف نہ کی اور ان کا قول تھا کہ میری کتابیں میرے اصحاب ہیں۔ ۶۸۶ھ میں انھوں نے دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کیا۔ ان کے کلام یہ ہیں:۔

آپ کے ملفوظات کل انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام رحمت سے پیدا کئے گئے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم عین رحمت تھے۔

فقیہ وہ ہے جس کے قلب کی آنکھوں کا حجاب دور ہو گیا ہو۔

رات ہی کے مرد مرد ہیں اور جوں جوں وقت تاریک ہوتا جاتا ہے خواہی نخواہی ولی کا نور قوی ہوتا جاتا ہے۔

اللہ کا ولی اللہ کے ساتھ اُسی طرح رہتا ہے جس طرح شیرنی کا بچہ اُس کی گود میں کیا تم نے اُسے کبھی دیکھا ہے کہ جو شخص اُس کے بچہ کو پھسلا لینا چاہتا ہے اُس کے سامنے وہ اُسے چھوڑ دیتی ہے؟

اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں جن کے افعال کو اُس نے اپنے افعال سے اوصاف کو اپنے اوصاف سے اور ذات کو اپنی ذات سے مٹا دیا اور اپنے اسرار میں سے اُن پر اس قدر بار کر دیا ہے کہ عامہ اولیاء اُس کے سننے سے عاجز ہیں۔

خودی کی تعریف حدیث من عرف نفسہ عرف ربہ کے معنیٰ میں کہتے تھے کہ جس نے اپنے نفس کو اُس کی خواری و عاجزی کے ساتھ پہچانا اُس نے اللہ تعالیٰ کو اُس کی عزت و قدرت کے ساتھ پہچانا۔

میں کہتا ہوں کہ سب جوابوں سے یہ جواب محفوظ تر ہے واللہ اعلم۔

میں نے شیخ ابوالحسن رضی اللہ عنہ کی زبان سے سُنا کہ اگر کسی ولی کی حقیقت کھول دی جائے تو ضرور وہ پوجا جائے کیونکہ اُس کے اوصاف اُس کے اوصاف اور اُس کی خوبیاں اُس کی خوبیاں ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ "پوجے جانے" کے معنی یہ ہیں کہ اُس کی اطاعت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

لا تعبد والشیطان ۔ شیطان کو نہ پوجو یعنی جس چیز کا وہ تم کو حکم دے اس میں اُس کی اطاعت نہ کرو واللہ اعلم۔

بعضوں نے کہا کہ میں نے شیخ ابوالعباس کے پیچھے نماز پڑھی تو دیکھا کہ ان کا جسم انوار سے بھر گیا اور اُن کے وجود سے وہ انوار یہاں تک پھیلے کہ میں اُن کی طرف نگاہ نہ کر سکا۔

اور شیخ ابوالعباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ نے کسی عارف سے کہا کہ آپ مجھ سے اپنی آرزو بیان کریں۔ اس پر عارف نے اُس سے کہا کہ تم مجھ سے ایسی بات کہتے ہو حالانکہ میری ملکیت میں دو غلام ہیں جن کی ملکیت میں تم ہو اور میں اُن پر غالب ہوں اور وہ تم پر۔ اور وہ دونوں شہوت و حرص ہیں پس تم میرے غلام کے غلام ہو پھر میں تم سے کیا اپنی آرزو بیان کروں گا۔

مریدوں کے لیے صحیح معیار

میں نے شیخ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ جس کی دوستی اللہ تعالیٰ سے مضبوط ہوئی وہ موت کو بُری نہ سمجھے گا۔ اور یہ مریدوں کے لیے ترازو ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کی دوستی کا ادعا کریں تو اپنے آپ کو اس میں تول لیا کریں کیونکہ نفس کی شان یہ ہے کہ جو راہ اعلیٰ مراتب تک پہنچاتی ہے اُس پر چلے بغیر اپنے آپ میں بلند مرتبوں کے پائے جانے کا دعویٰ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ "اگر تم سچے ہو تو موت کی آرزو کرو"۔[1]

کبھی ولی علوم و معارف و حقایق سے معمور اور ان امور میں مشہور ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جب اُس کو بیان کرنے کی قوت عطا ہوتی ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلام کرنے کی اجازت ہوئی ہے اس کے اشارات خلق کے کانوں میں بہت بڑی وقعت کے ہوں گے۔

اجازت یافتہ کے منہ سے جو بات نکلے گی وہ چمکتی دمکتی اور تر و تازہ ہوگی اور غیر اجازت یافتہ کی بات کے انوار گہنائے ہوئے ہوں گے۔

جو ظہور کو دوست رکھتا ہے وہ ظہور کا بندہ ہے اور جو خفار کو دوست رکھتا ہے وہ خفار کا بندہ ہے اور جو خدا کا بندہ ہے اُس کے لئے ظہور و خفار دونوں برابر ہیں۔

طیّ کی دو قسمیں ہیں طیِّ اصغر اور طیِّ اکبر۔ طیِّ اصغر جو اس گروہ کے عام لوگوں کے لئے ہے یہ ہے کہ اُن کے لئے مشرق سے مغرب تک زمین ایک سانس میں سمٹ جائے۔ اور طیِّ اکبر نفوس کے اوصاف کا سمٹ جانا ہے۔

یہ کہتے ہیں کہ ایک شخص جس نے راستہ میں ایک عورت کے چہرہ پر نگاہ ڈالی تھی۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو اُنھوں نے کہا کہ بعض آدمی آتے ہیں اور زنا کے آثار اُن کے چہرہ سے نمایاں ہوتے ہیں۔

کبھی اللہ تعالیٰ ولی کو جبکہ اُس کو وہ پسند فرماتا ہے۔ رسولوں علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پیرو ہونے کی وجہ سے اپنے غیب پر مطلع فرماتا ہے اسی لئے وہ غیب کی باتیں بیان کرتے اور اُن میں بر سرِ حق و صواب ثابت ہوتے ہیں۔

ہمارا یہ طریقہ نہ مشرقیوں کی طرف منسوب ہے اور نہ مغربیوں کی طرف بلکہ ایک ہے اور ایک ہی سے آیا ہے اور حسن بن علی بن ابی طالب تک پہنچتا ہے اور یہ سب سے پہلے قطب ہیں۔

---

[1] فتمنّوا الموت ان کنتم صٰدقین ۵ ۔ سورہ جمعہ کی چھٹی آیت (پارہ ۲۸ ۔ رکوع ۱)

شیخ کا ادب جب آدمی ایسے طریقہ میں ہو جس میں خرقہ پہنایا جاتا ہے تو اُن پیروں کی تعین واجبات میں سے ہے جس کی طرف اُس کا استناد ہے۔کیونکہ یہ ایک قسم کی روایت ہے اور روایت میں اُس کی سند کے رجال کی تعین ضروری ہے اور ہمارا یہ طریقہ ہدایت ہے۔اور کبھی اللہ تعالیٰ بندہ کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور اویسی کو پیر کا ممنون نہیں ہونے دیتا اور کبھی اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا دیتا ہے۔پس وہ اُن سے ہی تعلیم پاتا ہے اور یہی منت اُس کے لئے کافی ہوتی ہے۔

یہ جب کوئی کلام نقل کرتے تو بہت کہا کرتے تھے کہ "شیخ نے یوں کہا ہے۔ شیخ نے یوں کہا ہے" اس پر ایک شخص نے ان سے کہا کہ میں آپ کو کبھی نہیں دیکھتا کہ کوئی بات آپ اپنی طرف منسوب کرتے ہوں۔اس پر انھوں نے کہا کہ اگر میں چاہتا کہ ہر سانس میں قال اللہ قال اللہ کہوں تو کہہ سکتا تھا۔اور اگر ہر سانس میں قال رسول اللہ کہنا چاہتا تو یہ بھی کہہ سکتا تھا۔اور اگر ہر سانس میں " میں کہتا ہوں " کہنا چاہتا تو یہ بھی ممکن تھا۔لیکن میں ادب سے " قال الشیخ " کہتا اور اپنا ذکر چھوڑ دیتا ہوں۔

ہر زمانہ میں ہمیشہ ولی ہوا کرتے ہیں لیکن اکثر آدمی اُن کو خیال میں نہیں لاتے اور جب وہ مر جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ فلاں شخص ولی تھا۔

واللہ اولیاء، وابدال قاف سے قاف تک نہیں جاتے جب تک کہ مجھ جیسے ایک سے مل نہیں لیتے۔

اِن کے پیر ابوالحسن رضی اللہ عنہ لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ شیخ ابوالعباس کا دامن نہ چھوڑو۔واللہ اس کے پاس وہ بدوی آئے گا جو اپنی ٹانگوں پر موتتا ہے اور وہ اللہ تک واصل ہو کر ان کے پاس سے جائے گا۔اور واللہ جو ولی اللہ کے موجود ہیں اور موجود ہونے والے ہیں اُن میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے معہ اُس کے نام و نسب و حسب اور اُس کے حصہ کے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں اُس کا ہے اس پر ظاہر نہ کر دیا ہو۔

ان کا قول ہے کہ میں نے شیخ ابوالحسن رضی اللہ عنہ کی زبان سے سنا کہ وہ گروہ ہرگز ہلاک نہ ہوگا جس میں چار امام و ولی و صدیق و شیخ موجود ہوں۔

اور ابوالحسن رضی اللہ عنہ نے اُسی مجلس میں کہا تھا کہ امام تو یہی ابوالعباس ہیں۔

اور ان کا قول ہے کہ ولی جب چاہے معتق ہو جائے۔

شیخ کے مراتب شیخ ابوالحسن نے مجھ سے کہا کہ اے ابوالعباس میں نے تم کو اپنی صحبت میں نہیں رکھا ہے مگر اس لئے کہ تم میں ہو جاؤ اور مَیں تم ہو جاؤں۔

یہ کہتے تھے کہ مجھے چالیس سال ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محجوب نہیں ہوا ہوں اور اگر آنکھ جھپکنے بھر بھی محجوب ہوں تو میں اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار نہ کروں اور جنت اور ہر سال عرفہ میں وقوف کی نسبت بھی ایسا ہی کہتے تھے۔

اگر حق سبحانہ و تعالیٰ کو خلاف سنت پسند ہوتا تو نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرنے سے قطب غوث کی طرف منہ کرنا بہتر ہوتا۔واللہ کبھی ایک زمانہ میں اس علم کے دو جاننے والے نہ ہوئے بلکہ ایک کے بعد ایک حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تک ہوتے آئے۔

میں آج کے دن روئے زمین پر اپنے سوا کسی کو نہیں جانتا جو اس علم میں کلام کر سکتا ہو۔

ایک شخص ان کا امتحان لینے کو ان کے پاس ایسا کھانا لایا جس میں شبہ تھا۔ پس یہ اس کے کھانے سے رُک گئے اور کہنے لگے کہ حضرت محاسبی کی انگلی میں ایک رگ تھی کہ جب وہ ایسے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے جس میں شبہ ہوتا تو وہ تڑپنے لگتی تھی۔ اور میرے ہاتھ میں تو ساٹھ رگیں ہیں جو تڑپنے لگتی ہیں۔ یہ سُن کر وہ شخص متعجب اور ان کے ہاتھ پر تائب ہوا۔

یہ کہا کرتے تھے کہ جب میں پہلی بار شیخ ابو الحسنؒ کے پاس قاہرہ میں آیا اور اُن کے سامنے منقری کی کتاب الموافق پڑھی جاتی تھی اور انھوں نے مجھ سے کہا کہ میرے پیارے بیٹے تم بیان کرو خدا تم میں برکت دے گا بس اُسی وقت سے مجھے قوتِ بیان عطا ہوئی۔

اگر علماء عراق و شام کو معلوم ہو جائے کہ ان بالوں کے نیچے (اپنی ڈاڑھی کو پکڑ کر) کیا کچھ ہے تو ضرور آئیں بلکہ اپنے مُنہ کے بل آئیں۔

واللہ ہم اہلِ طریقت کے کلام کو صرف اس لئے دیکھتے ہیں کہ دیکھیں ہم پر اللہ تعالیٰ کا کتنا فضل ہوا ہے۔

جب آدمی کامل ہو گیا تو اللہ عز و جل کے الہام سے تمام زبانوں میں باتیں کر سکتا اور تمام زبانیں جان سکتا ہے۔

جو شخص خلوص کے ساتھ بزرگوں کی صحبت میں رہے گا اور وہ ظاہر کا عالم ہے تو اُس کے علم کا ظہور زیادہ ہوگا۔

پیر سے یہ فرمائش نہ کرو کہ تم اُس کی خاطر میں گذرو بلکہ اپنی ذات سے یہ مطالبہ کرو کہ پیر تمھاری خاطر میں گذرے کیونکہ جس قدر وہ تمھارے دل میں رہے گا اُسی قدر تم اُس کے پاس رہو گے۔

یہ خط مُقسم واقع قاہرہ میں رہا کرتے تھے مگر ہر شب کو اسکندریہ آتے اور شیخ ابو الحسن کے معتاد بیان کو سُن کر قاہرہ واپس جایا کرتے تھے۔ اور ان سے حکیم ترمذی کی کتاب ختم الاولیا پڑھا کرتے تھے۔ اور یہ اور ان کے پیر شیخ ابو الحسن دونوں حکیم ترمذی کو بہت بزرگ سمجھتے اور ان کی عظمت کرتے تھے۔

ایک شخص ان کا منکر تھا اور کہا کرتا تھا کہ صرف ظاہری علم کے عالم ہیں حالانکہ بڑے بڑے امروں کے دعوے کرتے ہیں جن سے ظاہر شریع ابا کرتا ہے۔ ایک دن وہ شخص ان کی مجلس میں حاضر ہوا تو اُس کی عقل دنگ ہو گئی اور اپنے انکار سے باز آیا۔ اور کہنے لگا کہ یہ شخص تو خدائی دریا اور ربانی مدد کے فیض سے باتیں نکال کر لاتا ہے بعدہٗ ان کے خاص الخاص اصحاب میں سے ہو گیا۔

فقہاء جس میں ہیں اُس میں ہم اُن کے شریک ہیں مگر جس میں ہم ہیں اُس میں وہ ہمارے شریک نہیں ہیں۔

غیب کی خبریں انھوں نے سخت گرمیوں کے دن میں ایک مرتبہ عصیدہ جو ایک قسم کا حلوہ ہوتا ہے پکوایا تو لوگوں نے کہا کہ عصیدہ تو صرف جاڑوں کے دنوں میں پکتا ہے تب انھوں نے کہا کہ یہ عصیدہ میرے لڑکے یاقوت کا ہے جو آج کے دن ملک حبشہ میں پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ یاقوت برابر ایک مالک کے پاس سے دوسرے کے ہاتھ بکتے ہوئے شیخ ابو العباس تک پہنچے اور لوگوں نے ان کی عمر کا جو حساب لگایا تو وہی دن ان کی پیدائش کا نکلا جو شیخ نے کہا تھا۔

یہ اپنی مجلسوں میں اکثر عقل اکبر۔ اسم اعظم اور اس کے چار شعبوں۔ اسماء۔ حروف اولیاء کے دائروں،

عرش کے پاس یقین رکھنے والوں اور مقرب فرشتوں کے مقامات علوم اسرار۔ امداد اذکار۔ مقدورات کے دن۔ تدبیر کی شان۔ علم البدء۔ علم المشیئت قبضت کی شان تبضت کے مردود۔ علم الافراد اور اُس چیز کا جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے افعال اپنے بندوں کے ساتھ یعنی اُس کے علم وانعام ووجوہ انتقام ہوں گے۔ ذکر کیا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ اگر عقلوں میں ضعف نہ ہوتا تو جو کچھ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوگی اُس کی میں ضرور خبر دیدیتا۔

ابن عطار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ شیخ ابوالعباس رضی اللہ عنہ علوم معاملہ کی طرف صرف تھوڑے دنوں میں بعض لوگوں کی احتیاج کے سبب سے تنزل کرکے آتے تھے۔ اور اسی لئے جن کے علوم وہ ہوتے ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا اُن کے پیرو تھوڑے ہوتے ہیں کیونکہ مونگے کے خریدار تو اکثر بہت ہوتے ہیں اور یاقوت کی خریداری میں بمشکل دو آدمی بھی جمع ہوتے ہیں۔ اور اہل حق کے پیرو ہمیشہ سے کم ہی لوگ ہوتے آئے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کی نسبت ارشاد فرمایا ہے کہ "اُن کو نہیں جانتے مگر تھوڑے ہی سے" اور اہل اللہ لوگوں کے امور کے "کہف" یعنی ماویٰ وملجا ہیں۔ لیکن تھوڑے ہی ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو پہچانیں۔

ولی کی خصوصیات

سیدی ابوالعباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ ولی کا پہچاننا اللہ عزوجل کے پہچاننے سے بھی زیادہ دشوار ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو اپنے کمال وجمال کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے۔ مگر تم جیسا آدمی کیونکر پہچانا جاتے جو تمھاری ہی طرح کھاتا اور تمھاری ہی طرح پیتا ہو۔

اسکندریہ کے نائب نے ان کو بُلا بھیجا کہ مجھ سے آکر ملئے اور میرا ہاتھ پکڑیئے، میں آپ کو اپنا پیر بنانا چاہتا ہوں مگر انھوں نے قاصد سے کہا کہ مجھ جیسے آدمی سے دل لگی نہیں کیا کرتے اور اُس سے نہ ملے یہاں تک کہ وہ مرگیا۔

ان کی عادت تھی کہ سفر کی حالت میں جب کسی شہر میں یہ ہوتے اور ان کو معلوم رہتا کہ وہاں کا بڑا آدمی ان سے ملنا چاہتا ہے تو رات ہی کے وقت فجر سے پہلے وہاں سے کوچ کرجاتے۔

ان کا قول ہے کہ حُب دنیا کی علامت خوفِ مذمت اور حُب ستائش ہے۔ کیونکہ اگر دنیا سے دست بردار ہو تو کسی چیز سے نہ ہیبت ہو نہ محبت۔

پرہیزگار وہ ہے جس کو اللہ بچائے۔

جو نہ دُنیا کے کام کا ہو اور نہ آخرت کے وہ اللہ کے کام کا ہے۔

گوشہ نشینوں کی پرہیزگاری سوءظن اور غلبہ وہم سے پیدا ہوئی ہے اور ابدال وصدیقین کی پرہیزگاری کھلی ہوئی دلیل اور بڑھی ہوئی بصیرت پر مبنی ہے۔

واللہ میں نے عزت نہ دیکھی مگر خلق سے ہمت بلند رکھنے میں ایک دن میں نے ایک کُتّا دیکھا اور اُس وقت میرے ساتھ روٹی تھی میں نے وہ روٹی اُس کے سامنے ڈال دی مگر اُس نے اُس کی طرف التفات نہ کیا۔ تب میں نے اُس کے منہ سے لگادی تب بھی اُس نے اُس پر توجہ نہ کی۔ اُسی وقت مجھ سے کہا گیا کہ تف ہے اُس پر جس سے کُتّا زیادہ پرہیزگار رہو۔

لوگوں کے لئے اسباب ہوا کرتے ہیں اور ہمارا سبب ایمان وتقویٰ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

"اور[1] اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لاتے اور پرہیز گاری کرتے تو ہم آسمان اور زمین کی برکتیں ان پر کھول دیتے"

جو کچھ تم نے مجھ سے سنا اور اس کو سمجھا ہے اسے امانت رکھو اللہ تعالیٰ ضرورت کے وقت اس کو تم پر وارد کرے گا اور جس کو نہیں سمجھا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرو۔ اللہ اپنے بیان کا خبرگیراں ہے اور اپنے دلوں کے آئینوں کی صفائی میں کوشش کرو ہر چیز تمہارے لئے واضح ہو جائے گی۔

جب ولی کی حالت محدود تنگ ہو گی تو جو شخص اس کو ایذا دے گا وہ اسی وقت ہلاک ہو جائے گا اور جب اس کی معرفت وسیع ہو گی تو دونوں جہان کی ایذائیں برداشت کرے گا اور اس کے سبب سے کسی کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔

اولیاء کا گوشت زہر آلود ہوا کرتا ہے اور گو وہ تم سے مواخذہ نہ کریں مگر خبردار خبردار اس سے بچے رہنا۔

اور ان کے بارہ بواسیری پھوڑے تھے اور ان کو پتھری اور گردوں کا ہرج بھی تھا مگر لوگوں کے مجمع میں بیٹھا کرتے اور اس عرصہ میں کبھی کراہتے نہ تھے اور نہ مجمع والوں کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ ان مصیبتوں میں گرفتار ہیں۔

یہ کہا کرتے تھے کہ میرے چہرہ کی سرخی پر نہ جاؤ یہ میرے قلب کی سرخی کا عکس ہے۔

واللہ میں لوگوں میں نہ بیٹھا جب تک کہ مجھے سلب کی دھمکی نہ دی گئی اور مجھ سے کہا گیا کہ اگر تو نہ بیٹھے گا تو جو کچھ ہم نے تجھے عطا کیا ہے تجھ سے سلب کر لیں گے۔

آپ کے معمولات

یہ کسی معاملہ میں حکام سے خط و کتابت نہ کرتے تھے بلکہ سائل سے کہہ دیتے تھے کہ میں یہ تیرے لئے اللہ تعالیٰ سے مانگ لوں گا۔ اور پیروں کے اس برتاؤ کو برا سمجھتے تھے کہ جب ان کے پاس مرید آئے تو اس سے کہیں کہ گھنٹہ بھر تک ٹھیرو اور کہتے تھے کہ مرید اپنے پیر کے پاس بھڑکی ہوئی ہمت لے کر آتا ہے اور جب اس سے کہا گیا کہ گھنٹے بھر ٹھیرو تو جو کیفیت لے کر آیا تھا وہ ٹھنڈی پڑ گئی۔ اور اپنے پیر کا قول بیان کرتے تھے کہ وہ اپنے مریدوں سے کہا کرتے تھے کہ تم میری صحبت میں رہو اور میں تم کو کسی اور کی صحبت میں رہنے سے منع نہیں کرتا اور اگر تم کو اس سے زیادہ شیریں و خوش گوار کوئی چشمہ مل جائے تو اسی پر اتر پڑو۔

یہ جب کسی مرید کو اپنے نفس و ہوا کے تقاضے سے اوراد میں مشغول ہوتے دیکھتے تھے تو اس کو ان وظیفوں سے نکال لیتے تھے۔ اور اگر کوئی شخص ان کی تعریف میں قصیدہ کہکر لاتا تھا تو اس کو انعام و اکرام سے سرفراز کرتے تھے۔ اور اپنے اصحاب سے کہا کرتے تھے کہ جب میرے پاس کوئی رئیس قوم آئے تو مجھے پہلے سے اس کی خبر کر دیا کرو تاکہ میں باہر نکل کر اس کا استقبال کروں۔ اور ایسا شخص جب ان سے رخصت ہوتا تھا تو چند قدم اس کے ساتھ چل کر واپس آتے اور کہتے کہ ان لوگوں نے مجھ سے ملنے کے لئے تکلیف اٹھائی اور ہم ان سے ملنے کو نہ گئے۔

جو کھانا کہ ان کے لئے چھپا کر رکھا جاتا تھا اس کو نہ کھاتے تھے اور نہ ایسے کھانے کو جس کی اطلاع اس کے آنے سے پہلے ان کو کر دی جاتی تھی۔ اور محسن کے لئے دعا نہیں کرتے تھے جب تک کہ وہ ان کی مجلس سے چلا نہ جائے اور جا چکنے کے بعد اس کی غیبت میں اس کے لئے دعا کرتے تھے۔ اور ان کی عادت تھی کہ جب تھوڑی

---

[1] وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۹ نویں پارہ کا دوسرا رکوع۔

چیز ان کے لئے تحفہ آتی تو خندہ روئی کے ساتھ اُس کو لیتے اور جب بہت سی چیز ہدیہ آتی تو خودداری اور اُس سے بے نیازی کے اظہار کے ساتھ لیتے۔ اور حسد کے اندیشہ سے کسی مرید کی تعریف اور مریدوں کے سامنے نہیں کرتے تھے۔ اور ان کی نماز اول سے آخر تک مختصر ہوتی تھی اور یہ کہتے تھے کہ یہ ابدال کی نماز ہے۔ اور کہا کرتے تھے کہ جب قرآن پڑھو تو ایسا پڑھو کہ گویا اللہ عزوجل کے حضور میں پڑھ رہے ہو۔ اور جب کسی شخص کے منہ سے اللہ تعالیٰ یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نکلتے دیکھتے تو اپنا منہ اُس کے قریب لے جاتے تھے کہ اُس نام کو اُس کی بزرگی کے خیال سے گویا چگ جائیں اور وہ ہوا میں نہ ظاہر ہونے پائے۔ اور جب کسی شخص کی زبان سے سُنتے کہ آج شب قدر ہے تو کہتے کہ الحمدللہ کہ ہمارے کل اوقات شبِ قدر ہی ہیں۔ اور لوگوں کی تعظیم اُس رتبہ کے لحاظ سے کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُس کا ہوتا تھا۔ چنانچہ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ نماز و روزے والے ان کے پاس آتے تو یہ اُن کی طرف التفات بھی نہ کرتے تھے۔ کیونکہ وہ اپنی عبادت کو دیکھتے تھے اور کوئی گنہگار آتا تھا تو اُس کے لئے اُٹھ کھڑے ہوتے تھے کیونکہ وہ نفس کی خواری اور انکسار کے ساتھ آتا تھا۔ ایک مرتبہ ان کے سامنے لوگوں نے ایک شخص کے علم کی تعریف کی۔ مگر اس شخص کو وضو و نماز میں وسوسہ بہت ہوتا تھا۔ اس لئے شیخ نے کہا کہ تمہارا وہ کونسا علم ہے جس کے جاننے کی اس شخص کی تعریف کرتے ہو تو وہی ہے جو دل پر اس طرح نقش ہو جائے جس طرح سفید میں سفیدی اور سیاہ میں سیاہی۔ اور انھوں نے ایک شخص سے جو حج کرکے آیا تھا پوچھا کہ آپ کا حج کیسا رہا تو اُس نے کہا کہ بڑا سستا سماں تھا، پانی کی بہتات تھی۔ فلاں فلاں چیزوں کا یہ نرخ تھا۔ شیخ نے اُس سے منہ پھیر لیا۔ اور کہا کہ میں تو ان سے ان کے حج کو پوچھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو کیا علم و مراد کشائش عطا ہوئی اور یہ نرخ کی ارزانی اور پانی کی فراوانی بیان کرتے ہیں۔

پیر اور مرید

ان کا قول ہے کہ پیر کو مریدوں کے حال کی تفتیش چاہیے اور مریدوں کے لئے جائز ہے کہ جو کچھ ان کے باطن میں ہو اس سے پیر کو مطلع کرتے رہیں کیونکہ پیر بمنزلہ طبیب کے ہے اور مرید کا حال ستر کا سا ہے اور علاج کی ضرورت کے لئے کبھی طبیب کے سامنے ستر بھی کھولنا پڑتا ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ جو مرید اپنے پیر کے مقابلہ میں اپنی کوئی چیز چھپانے کے قابل سمجھے وہ اُس کے ساتھ متحد نہیں ہوا ہے۔

شیخ پر لازم ہے کہ جب تک مرید قاصر ہو اُس وقت تک اُس سے دعوے کی باز پرس کیا کرے۔ لیکن جب وہ مریدوں کے رتبہ کو پہنچ جائے تو اس کے دعوے پر اُس سے برہان نہ طلب کرے۔ کیونکہ وہ تلبیس کے مقام سے باہر چکا ہے۔ اور جس شخص کو دنیا کی نسبت زہد کرتے دیکھتے اُس سے کہتے تھے کہ بھائی! جس وقت تم دنیا کے وجود کو خاطر میں لائے اُسی وقت تم اُس کو بڑی چیز سمجھے تب تو اُس کی نسبت تم نے زہد کیا مگر وہ تو اس قابل بھی نہیں ہے ؎

ترک دنیا کا سوچ کیا ناسخ
کچھ بڑی ایسی کائنات نہیں

صوفیوں کے اقوال کی تشریح

یہ اس فرقہ کے مشکل اقوال کی تفسیر بہت کیا کرتے تھے سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے قول "تم ابناء دہر میں سے نہ ہو اور ابناء ازل میں سے ہو" کی یہ تفسیر کی

کہ اللہ کے علم میں جو پہلے سے ہے اُس کو ملاحظہ کرو اور اپنی عمر بھر اپنے علم اور اپنے عمل کی بنا پر کلام نہ کرو۔ اور بشر حافی رضی اللہ عنہ کے اس قول کی کہ "چالیس برس سے مجھے بھُنے ہوئے گوشت کی خواہش ہے مگر مجھے اس کی پاک و صاف قیمت نہیں ملتی" یہ معنیٰ انھوں نے بیان کیے کہ حق تعالیٰ نے مجھے اُس کے کھانے کی اجازت نہ دی کیونکہ اگر مجھے اجازت ہوتی تو پاک و صاف قیمت بھی مل جاتی۔ اور اگر یہ معنیٰ نہ ہوں تو پھر وہ چالیس سال تک کہاں سے کھاتے رہے۔ اور جنید رضی اللہ عنہ کے اس قول "میں نے عارفوں سے ملا جن میں سے سب اللہ تعالیٰ کو گمان و وہم پر پوجتے تھے۔ یہاں تک کہ بھائی ابو یزید کو بھی اگر ہمارے بچوں میں سے کوئی بچہ مل جاتا تو وہ اُس کے ہاتھ پر اسلام لاتے" کا یہ مطلب بیان کیا کہ وہ لوگ کہتے تھے کہ جن مقامات پر ہم پہنچے ہیں اُس کے بعد کوئی مقام ہی نہیں ہے۔ بس یہ گمان و وہم ہے کیونکہ ہر مقام کے اوپر ایک مقام ہے، غیر نہایت تک اور اس کے یہ معنیٰ نہیں ہیں کہ اُن کی معرفتِ خدا میں گمان و وہم تھا۔ اور اُس کے ہاتھ پر اسلام لانے کے یہ معنیٰ ہیں کہ اُس کے مطیع و منقاد ہو جاتے کیونکہ اسلام اطاعت و انقیاد ہی ہے اور ابو یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول "میں نے اُس دریا میں غوطہ لگایا جس کے ساحل پر انبیا کھڑے تھے" کے یہ معنی بیان کیے کہ وہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام تک اپنے پہنچنے کی نسبت اپنے ضعف و عجز کی شکایت کرتے ہیں، کیونکہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بحرِ توحید میں غوطے لگائے اور دوسری جانب فرق کے ساحل پر جا کھڑے ہوئے جہاں سے خلق کو غوطہ لگانے کی طرف بلا رہے ہیں۔ یعنی اگر میں کامل ہوتا تو میں بھی وہیں کھڑا رہتا جہاں وہ کھڑے ہیں۔

ابنِ عطاء اللہ کہتے ہیں کہ شیخ ابو العباس رضی اللہ عنہ نے شیخ ابو یزید رضی اللہ عنہ کے کلام کی جو تشریح کی ہے۔ وہی شیخ ابو یزید کے مقام کی شایاں بھی تھی، کیونکہ ان کا یہ بھی قول ہے کہ جو کچھ ولیوں کو ملا ہے اُس کی نسبت اُس سے جو نبیوں کو ملا ہے ویسی ہی ہے کہ ایک مشک شہد سے پُر ہو اور اُس سے کچھ رستا ہو۔ پس جو کچھ مشک کے اندر ہے وہ تو انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا حصہ ہے اور یہ قطرات اولیاء کے لئے ہیں۔ اور ابو یزید رضی اللہ عنہ کی نسبت مشہور ہے کہ مراسمِ شریعت کی تعظیم کرتے اور شریعت سے نہایت ادب کا برتاؤ کرتے تھے۔ اس لئے اکابر اہلِ استقامت کے احوال کی تاویل کرنی حق ہے نہ کہ انکار کی طرف دوڑ جانا۔

اور شیخ ابو العباس رضی اللہ عنہ نے حارث بن اسد رضی اللہ عنہ کی اس نقل کے بارہ میں کہ "جب یہ ایسے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے جس میں شبہ ہوتا تھا تو انگلی کی رگ تڑپنے لگتی تھی" کہا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے دودھ آیا اور انھوں نے اُس کو نوش جان کیا۔ بعدہٗ اپنے قلب میں اُس کی کدورت پائی اور پوچھا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا تھا۔ تب اُن کے ایک غلام نے کہا کہ ایام جاہلیت میں میں نے ایک قوم کے لئے کہانت کی تھی اُسی کی اُجرت مجھے ملی تھی جس سے یہ دودھ خریدا گیا ہے۔ آخر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قے کر کے اُس کو نکال دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت صدیق میں کوئی اس طرح کی تڑپنے والی رگ نہ تھی جو شبہ کا کھانا کھاتے وقت تڑپتی۔ حالانکہ یہ بالاتفاق حارث سے افضل تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بندوں کو شریعت بتانے والے تھے۔ اس لئے ان کی ویسی حالت نہ رکھی گئی تاکہ ایسے لوگ بھی ان کا اقتدا کر سکیں جو نادانستگی میں مشتبہ چیز بھی کھا لیتے ہیں اور جاننے کے بعد بہ تکلف اُس کو نکال دیتے اور اُس پر

اللہ تعالیٰ اُن کو ثواب دیتا ہے۔ اور حارث رضی اللہ عنہ اُس زمانے میں نہ شریعت بتانے والے اور نہ مقتدیٰ تھے وہ تو صرف اپنے ہی فائدے کے لئے عمل کرتے تھے اور معلوم ہے کہ مقتدیٰ کی شان یہ ہے کہ تعلیم کے لئے مقام میں تنزل کرے۔

حضرت قشیری اور سمنون

ان کا قول ہے کہ قشیری رضی اللہ نے اپنے رسالہ میں فضیل بن عیاض و ابراہیم بن ادہم کے حالات سے اس لئے شروع کیا ہے کہ ان دونوں پر قطعیت کا زمانہ گذرا تھا مگر جب انھوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رُخ کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر توجہ مبذول فرمائی۔ پس ان کے ذکر سے اس لئے شروع کیا کہ جن مریدوں سے قبل میں لغزشیں اور مخالفتیں وقوع میں آئی ہوں اُن کی اُمیدیں بھی وسیع ہوجائیں اور وہ جانیں کہ اللہ کا فضل کسی عمل پر موقوف نہیں ہے اور اگر وہ جنید۔ سہل بن عبداللہ عتبہ غلام اور اِن کے جنس کے لوگوں سے جنھوں نے اللہ کے طریق ہی میں نشو ونما پایا تھا شروع کرتے تو ممکن تھا کہ کوئی کہنے والا کہتا کہ بھلا ان لوگوں کے رتبہ تک کون پہنچ سکتا ہے جن سے پہلے نہ لغزشیں وقوع میں آئیں اور نہ مخالفتیں سرزد ہوئیں۔

اور سمنون عاشق کے اس قول کے متعلق ؎

مجھکو تو فقط مزا ہے تجھہ میں
جس طرح سے چاہے آزما دیکھ

کہتے تھے کہ وہ پیشاب بند ہوجانے کے مرض میں مبتلا ہوئے اور کہنے لگے کہ اپنے چچا کو "کذاب" کہکر پکارا کرو۔ اگر سمنون " جس طرح سے چاہے آزما دیکھ" کی جگہ پس مجھے معاف کردے کہتے تو آزمائش چاہنے سے بہتر تھا میں کہتا ہوں کہ سمنون کو اس سبب سے آزمائش پیش آئی کہ انھوں نے دعوی کی تبری سے غفلت کی۔ پس اگر وہ یہ کہتے کہ اپنی قوت سے میری مدد فرما اور اُس کے بعد جس طرح چاہے آزما تو آزمائے نہ جاتے۔ ہمارے شیخ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ جب تجھ سے پوچھا جائے کہ کیا تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو کہہ کہ ہاں، لیکن اُسی قدر کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ میں خوف پیدا کیا ہے اور ایسا ہی اس سوال کے جواب میں بھی کہ "کیا تو اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے"۔ پس جو شخص یہ راستہ اختیار کرے گا اُس کو امتحان پیش نہ آئے گا۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے نہ اپنی ذاتی قوت پر۔ اور لوگوں نے کہا ہے کہ ہر مدعی کا امتحان ہوتا ہے اور یہی اُس کی میزان ہے واللہ اعلم۔

دیگر اقوال کی تشریح

سری رضی اللہ عنہ کے اُس قول کے متعلق جو توبہ کی حد کی نسبت ہے کہ "توبہ یہ ہے کہ تم اپنے گناہ کو نہ بھولو" یہ کہتے ہیں کہ یہ قول جنید رضی اللہ عنہ وغیرہ کے اِس قول سے کہ "توبہ یہ ہے کہ تم اپنے گناہ کو بھول جاؤ" بہتر ہے اس لئے کہ سری رضی اللہ عنہ کا قول ابتدائی مقامات پر دلالت کرتا ہے اور وہ اپنے کمال کی وجہ سے بندوں کے مقامات کے موافق کلام کرنے پر مکلف تھے اور جنید رضی اللہ عنہ وغیرہ اُس زمانہ میں مقتدیٰ و پیشوا نہ تھے فافہم۔

بعض کا جو یہ قول ہے کہ " صوفی صوفی نہیں ہوتا جب تک کہ اس حالت کو نہ پہنچ جائے کہ بائیں جانب کا

فرشتہ بیس برس تک اُس کا کوئی گناہ نہ لکھے"۔ اس کے متعلق یہ کہتے تھے کہ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ بیس برس تک اُس سے کوئی گناہ ہی سرزد نہ ہو۔ اس کے معنی صرف یہی ہیں کہ گناہ پر اصرار نہ ہو اور جب گناہ سرزد ہو تو فوراً توبہ کرے اور آمرزش چاہے۔

جب تجھ کو محاضرہ وشہود کے محل تک جو علل سے الگ ہے بلندی بخشی جائے تو وہی تعریف وایمان حقیقی کا مقام اور اسرار ازل کے اُترنے کا میدان ہے اور جب تجھے مجاہدہ ومکابدہ کے محل تک اُتارا جائے۔ تو وہی تکلیف کا مقام ہے جو علل سے مقید ہے اور وہی اسلام حق اور حقایق ابدیہ کی تجلی کا میدان ہے۔ اور محقق کو کچھ پروا نہیں ہونی چاہیئے وہ جس صفت پر ہو۔

اللہ تعالیٰ کے قول[1] ۔ کہو میرا طریق تو یہ ہے کہ خدا کی طرف بُلاتا ہوں میں اور جو لوگ میرے پیرو ہیں بصیر پر ہیں" میں کہتے تھے کہ" بصیرت سے مراد معاتنہ ہے جو ہر صنف کو اُس کا طریق دکھا کر اُس طریق پر اور نیابت پر برانگیختہ کرتا ہے۔

عارف کی دُنیا نہیں ہوتی کیونکہ اُس کی دُنیا اُس کی آخرت کے لئے ہے اور اُس کی آخرت اُس کے رب کے لئے ہے۔

زاہد دنیا میں اجنبی ہے۔ کیونکہ اُس کا وطن آخرت ہے اور عارف آخرت میں اجنبی ہے کیونکہ وہ اللہ تعالےٰ کے پاس ہے اور دنیا میں اُس کے اجنبی رہنے کے معنی یہ ہیں کہ حق کے ساتھ قیام میں اُس کی مدد کرنے والے تھوڑے ہیں اور مقام میں اُس کے مماثل کم ہیں۔ اور عارف کی غربت آخرت میں یہ ہے کہ اُس کی سیر اللہ تعالیٰ کے ساتھ بغیر "این" یعنی ظرف کے ہے اور اعتبار اُس محل کا ہے جس میں قلب ہو نہ اُس کا جس میں جسم ہو۔ اور عارف کا قلب آخرت میں رہتا ہے جیسا کہ زاہد کا دُنیا میں رہتا ہے۔ اور آخرت تو اُس کی روح کا نشیمن ہے اور اگر یہ نہ ہوتا تو دُنیا کے بارہ میں اُس کا زُہد کیونکر صحیح ہوتا۔

عوام جب ڈرائے جاتے ہیں تو ڈرتے ہیں اور خوش کئے جاتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور خواص جب ڈرائے جاتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب خوش کئے جاتے ہیں تو ڈرتے ہیں۔

انسان نہ ہونے کے بعد موجود ہوا اور ہو جانے کے بعد عنقریب فنا ہوگا۔ پس اُس کے دونوں طرف عدم ہے۔ اس لئے یہ عدم ہے۔ ابن عطاء اللہ نے کہا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وجود مطلق کا رتبہ کائنات کے لئے ثابت نہیں ہوتا کیونکہ وجودِ حق تو صرف اللہ ہی کا ہے اور احدیت اُسی کے لئے ہے اب رہا عالم ہُو اُس کا وجود اُس کے عدم سے ہے اور جو ایسا ہو اُس کا وصف فی نفسہٖ عدم ہے۔

فقیرانہ لباس سے اعتراض

ان کا اور ان کے پیر ابوالحسن رضی اللہ عنہ کا طریقہ یہ تھا کہ فقیرانہ لباس ودلق پہننے سے اعراض کرتے تھے۔ کیونکہ یہ لباس بآوازِ بلند کہتا ہے کہ میں فقیر ہوں مجھے کچھ دلواؤ اور فقیر کا افشاءِ راز کرتا ہے اس لئے جس شخص نے یہ وردی پہنی اُس نے ادعا کیا۔

---

[1] قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ؀ پارہ ۱۳ رکوع ۶ (سورہ یوسف آیت ۱۰۸)

میں کہتا ہوں کہ شیخ کا مطلب یہ نہ تھا کہ فقیروں کے خاص لباس پہننے کو وہ معیوب جانتے تھے۔ ان کا مقصود صرف یہ تھا کہ ہر شخص کے لئے جس کو اس فرقہ کی نعمتوں سے حصہ ملے فقیروں کا لباس پہننا لازمی نہیں ہے۔ پس نہ موٹے جھوٹے پہننے والے پر کوئی الزام ہے اور نہ نرم و نازک پہننے والے پر اگر وہ احسان والوں میں سے ہو کیونکہ اعمال تو نیتوں سے وابستہ ہیں۔

اور شیخ ابوالعباس کا قول ہے کہ لفظ صوفی کے اشتقاق میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے اور سب سے عمدہ یہ قول ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے فعل کی طرف منسوب ہے جو اُس کے ساتھ ہے یعنی صافاہ اللہ تعالیٰ فصوفی (اللہ تعالیٰ نے اُسے دوست رکھا۔ پس وہ دوست رکھا گیا) پس اس سبب سے لوگوں نے ان کا نام صوفی رکھا۔

عیسٰی علیہ السلام کے اس قول "اے بنی اسرائیل میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو شخص دوبارہ پیدا نہیں ہوا ہے وہ آسمان و زمین کی بادشاہت میں داخل نہ ہوگا" پر وہ کہا کرتے تھے کہ میں واللہ اُن لوگوں میں سے ہوں جو دو مرتبہ پیدا ہوتے ہیں ولادت اولیٰ توطبیعت کی پیدائش ہے اور ولادت ثانیہ روح کی پیدائش ہے معارف کے آسمان میں۔

ولی اللہ تعالیٰ تک ہرگز نہیں پہنچتا جب تک کہ اُس سے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کی خواہش دور نہ ہو جائے۔ یعنی ادب کی راہ سے نہ کہ گھبرا کر۔ کیونکہ اُس کے قلب پر تفویض غالب رہنی چاہیے۔

برائیوں سے اجتناب

اللہ تعالیٰ نے آدمی کے تین جزء بنائے ہیں۔ ایک جزء زبان ہے ایک جوارح اور ایک قلب۔ اور ہر جزء سے وفا کا طالب ہوا۔ پس قلب کی وفا یہ ہے کہ فریب، مکر، دھوکے اور حسد میں مشغول نہ ہو۔

زبان کی وفا یہ ہے کہ غیبت نہ کرے۔ جھوٹ نہ بولے اور لاطائل باتیں نہ کرے اور جوارح کی وفا یہ ہے کہ کبھی معصیت کی طرف نہ دوڑیں اور نہ کسی مسلمان کو ستائیں۔ پس جس نے قلب سے دغا کی وہ منافق ہے۔ اور جس نے زبان سے وہ کافر ہے اور جس نے جوارح سے وہ گنہگار رہے۔

جس شخص نے تیلی سے تیل لیا اور اُس سے بتی کے لئے ایک دھاگا بھی زیادہ لیا تو اس کا دین اُس دھاگے سے بھی باریک و کمزور ہے اور جس نے کوئلے بیچنے والے سے کوئلہ خریدا اور خرید لینے کے بعد اُس سے کہا کہ ایک کوئلہ اور ڈال دے اُس کا دل اُس کوئلہ سے بھی زیادہ سیاہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے پاس نہیں جا سکتے ہیں مگر دو دروازوں سے ایک تو فناء اکبر کے دروازہ سے جو موت طبعی ہے اور دوسرے اُس فنا کے دروازہ سے جس کو یہ گروہ برداشت کرتا ہے۔

کائنات چار قسموں پر منقسم ہے۔ ایک تو جسم کثیف اور یہ بغیر آمیزش کے جماد ہے۔ دوسرے جسم لطیف اور یہ بغیر آمیزش کے جن ہے۔ تیسرے شفاف روح اور یہ بغیر آمیزش کے فرشتہ ہے۔ اور چوتھی روح کی سرِ غریب اور مجموعہ کے یہی معنی ہیں۔ پس آدمی کی ظاہری صورت تو جماد ہے۔ اور نفس کے وجود اور اُس کے خالی ہونے اور متشکل ہونے کے اعتبار سے جن ہے۔ اور اپنی روح کے سبب سے فرشتہ ہے اور سرِ غریب عطا ہونے کے سبب سے اس کا مستحق ہے کہ خلیفہ و نائب بنے۔

اُس پر تعجب نہیں ہے جو آدھے میل میں چالیس برس تک سرگرداں رہا تعجب تو اُس سے ہے جو بالشت بھر جگہ میں ساٹھ ستر اور اسّی برس تک سرگرداں رہتا ہے یہ بالشت بھر جگہ پیٹ ہے۔

اولیا کے لئے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات کے نزدیک پہنچنا ممکن ہے لیکن ان کے مقامات پر محیط وحاوی ہو جانا ممکن نہیں ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اولیاء کے مقامات پر حاوی ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے سب اسماء ویسے ہی صفات پیدا کرنے کے لئے آتے ہیں مگر اللہ کا اسم کہ یہ صرف لگاؤ پیدا کرنے کے لئے ہے۔ کیونکہ اس کا مضمون الٰہیت (معبود ہونا) ہے اور الٰہیت کی صفت ہرگز پیدا نہیں کی جاتی۔

آسمان ہمارے نزدیک بمنزلہ چھت کے ہے اور زمین بمنزلہ گھر کے اور ہمارے نزدیک وہ مرد نہیں ہے جس کو یہ گھر گھیرے رہے۔

ہم دُنیا میں اپنے جسموں کے ساتھ ہیں اور یہاں ہماری روحیں بھی موجود ہیں۔ اور عنقریب ہم آخرت میں ہوں گے اور وہاں ہمارے جسم بھی موجود ہوں گے۔

(میں کہتا ہوں کہ) اس میں اُن لوگوں کے قول کی تردید ہے جو کہتے ہیں کہ لوگ جنت میں اپنی روحوں کے ساتھ رہیں گے نہ اجسام کے ساتھ۔ اور ناقص کشف والوں کی ایک جماعت اسی رائے پر ہے۔ اور ان کی غلطی کا سبب یہ ہے کہ ان کو شہود ہوتا ہے کہ اہلِ جنت جس صورت میں چاہیں آسکتے ہیں اور یہ شان ارواح کی ہے نہ اجسام کی۔ مگر ان کو اس کا خیال نہ آیا کہ وہاں اجسام ارواح میں پیچیدہ ہیں معدوم نہیں ہیں جیسا کہ دارِ دنیا میں روحیں اجسام میں پیچیدہ ہیں واللہ اعلم۔

اور شیخ ابوالعباس کہتے ہیں کہ مومن اور فاجر کے گناہ میں تین وجہوں سے فرق ہے۔ مومن ارتکاب سے پہلے اُس کا قصد نہیں کرتا۔ کرتے وقت اُس سے خوش نہیں ہوتا۔ اور اُس پر اصرار نہیں کرتا۔ اور فاجر کا یہ حال نہیں ہے۔

یہ اپنے اصحاب کو اسم اللہ کے ذکر کی تاکید کرتے اور کہتے تھے کہ یہ اسم سلطان الاسماء ہے اور اس کی بساط ہے اور ثمرہ ہے۔ اس کی بساط علم ہے۔ اور اس کا ثمرہ نور ہے۔ اور اگر نور حاصل ہو جائے تو کشف دعیاں کا وقوع ہوتا ہے۔

فتوت کی حقیقت

فتوت آب و نمک سے نہیں ہے فتوت تو ایمان و ہدایت سے ہے۔ اور ابراہیم خلیل علیہ السلام فتیٰ (صاحب فتوت) صرف اسی لئے کہلائے کہ انھوں نے حسی بتوں کو جو اُن کے ہاتھ لگے توڑا تھا اور اے بیٹے تمھارے لئے پانچ معنوی بُت ہیں اگر تم نے ان کو توڑا تو تم بھی فتیٰ ہو اور وہ پانچ بت یہ ہیں۔ نفس۔ ہوا۔ شیطان۔ شہوت۔ اور دنیا۔ اور مجھ کو اسی مقام پر "لا سیف الا ذوالفقار ولا فتی الا علی" ہے کامل وہ ہے جو اپنے حال کا مالک ہو اور اُس کو علم پہ دسترس ہو۔ جیسا کہ ایسے ایک شخص سے کسی نے پوچھا کہ کل سماع میں آپ نے جنبش نہ کی۔ انھوں نے کہا کہ اُس مجمع میں ایک بڑے شخص تھے میں نے اُن کا لحاظ وخیال کیا۔ اور اگر میں تنہائی میں اکیلا ہوتا تو میں اپنے وجد کی لگام ڈھیلی کر دیتا اور حال لاتا۔ پس دیکھو کیونکر ان کے حال کی عنان ان کے ہاتھ میں تھی کہ جب چاہا روک لی اور جب چاہا چھوڑ دی۔ اور جب اللہ تعالیٰ کی معرفت سے دل وسیع ہو جاتا ہے تو واردات اُس میں غرق ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے

اکابر کے احوال مقامات والوں کو نہیں معلوم ہوتے اور احوال والے مشہور ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ جب اپنے ضعف کی وجہ سے اور اپنی وسعت کی تنگی سے چھپا نہیں سکتے تو مواہب کے آثار ان سے ظاہر و عیاں ہوتے ہیں۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ باعتبار صاحب مقام کے صاحب حال کو اللہ کے پاس اور اس کی طرف متوجہ ہونے کے ذریعہ سے خلق کے پاس کبھی زیادہ ملتا ہے۔ حالانکہ صاحب مقام سے اور اس سے آسمان و زمین کا فرق ہوتا ہے۔ اور اسی لئے ابن عطاء اللہ نے لکھا ہے کہ مرد جس قدر علوم الٰہیہ و معارف ربانیہ میں صاحب تمکین ہوگا اسی قدر اس عالم میں اجنبی سمجھا جائے گا کیونکہ اس کے پہچانتے والے قلیل اور اس کو پورے طور سے جان کر اس کا وصف بیان کرنے والے مفقود ہوتے ہیں۔

جو شخص ادب تمہارے لئے ادب کا خمیر ہو وہ ادب ہے۔

جنید رضی اللہ عنہ علم میں قطب تھے۔ سہل تستری رضی اللہ عنہ مقام میں قطب تھے۔ اور ابو یزید رضی اللہ عنہ حال میں قطب تھے۔

حجاب و حیرت لطف ایک حجاب ہے لطیف کی طرف سے جب بندہ اس کے ساتھ ٹھہر جائے اور حق اس کو دوست نہیں رکھتا کہ اس کا بندہ اس کے غیر سے مانوس ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی تھی کہ کیا اچھا بندہ بلخ ہے۔ اگر وہ نسیم صبح سے مانوس نہ ہوتا اور اگر وہ مجھے پہچانتا تو میرے غیر سے اس کو آرام نہ ملتا۔

ابو عبدالرحمٰن سلمی کے قول "عارفوں کی عقلیں حیرت تک پہنچ کر رہ گئیں" کے متعلق یہ کہتے تھے کہ اس کے معنیٰ یہ نہیں کہ حیرت تو صرف مومنوں کے پاس ہے اور جو محقق ہیں اُن کو اُن چیزوں میں حیرت نہیں ہے۔ جن میں مومنوں کو حیرت ہے۔

تھوڑا سا عمل اللہ تعالیٰ کی منت کے شہود کے ساتھ اُس زیادہ عمل سے بہتر ہے جو تقصیر نفس کے شہود کے ساتھ ہو۔

یہ اپنے پیر کا یہ مقولہ بیان کرتے تھے کہ زاہد و عابد اس دار دنیا سے جاتے ہیں اور اُن کے دل اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہی رہتے ہیں۔ اور یہ مقولہ کہ جو شخص ان علوم میں داخل نہ ہوا وہ کبائر پر اصرار کی حالت میں مرا اور خبر نہ ہوا۔ اور یہ مقولہ کہ جس جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو منع فرمایا ہے وہ آدم علیہ السلام کے شجرہ کے معنی میں ہے۔ لیکن ہم میں اور اُن میں فرق یہ ہے کہ آدم علیہ السلام نے جب شجر میں سے کھایا تو ارضِ خلافت کی طرف اُتر کر آئے اور تم جب منع کئے ہوئے شجر کو کھاؤ گے تو ارضِ قطیعت کی طرف اُتارے جاؤ گے اس لئے دیکھو بچو!

شیخ ابوالعباس کہتے ہیں کہ لوبیا میں سے ایک بزرگ جو موٹے تازہ آدمی تھے ملک مغرب میں لوگوں کے سامنے وعظ کہہ رہے تھے کہ ایک شخص سر برہنہ جس کا سر بڑا تھا وہاں آیا اور اس نے اپنے دل میں کہا کہ یہ شخص دنیا کی نسبت زہد کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور موٹا ہے۔ واعظ کو کشف کے ذریعہ سے معلوم ہو گیا۔ تو انھوں نے منبر پر سے کہا کہ اے چھوٹے سر والے مجھے اس کی محبت ہی نے تمہاری باتیں سُنا دیں۔

اصحاب کو نصیحت یہ اپنے اصحاب کو نصیحت کیا کرتے تھے کہ جب تم کسی شخص کے یہاں کھانا کھاؤ تو پانی بھی اُس کا پیو کہ تم کو پورا ثواب حاصل ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جس نے پانی رہنے کی صورت میں مومن کو ایک مرتبہ پانی پلایا اُس نے گویا اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ستر آدمی کو آزاد کیا۔

ان کا قول ہے کہ فقیر کو نہ چاہیے کہ کسی شخص سے کوئی چیز اپنے نفس کے فائدہ کے لئے لے فقیر صرف اسی لئے لے کہ دینے والے کو ثواب پہنچائے اور اُس کا بدلہ اُسے دے سا س لئے جس کا نفس ایسا پاک و مقدس ہو وہ تو قبول کرے اور نہیں تو نہیں۔

انھوں نے اپنے بعض اصحاب سے پوچھا کہ تم نے میری مجلس میں آنا کیوں موقوف کیا۔ اُنھوں نے کہا کہ یا حضرت اب میں آپ سے مستغنی ہو گیا۔ شیخ نے کہا کہ کوئی شخص کسی کے ذریعہ سے حضرت ابو بکر کے برابر مستغنی نہ ہوا۔ مگر اس پر بھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دن کے لئے بھی الگ نہ ہوئے

جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو وہ بے چین ہوئی تو پہاڑوں سے اُسے دبا دیا۔ یہی حال نفس کا بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا تو یہ بے قرار ہوا اس لئے اس کو عقل کے پہاڑوں سے دبایا۔

جتنے موجودات ہیں سب بندے ہوئے غلام ہیں اور تم اُس کی بارگاہ کے غلام ہو۔

اپنے اصحاب سے کہا کرتے تھے کہ جب تم مکہ جاؤ تو لازم ہے کہ تمھارا مقصود صاحب خانہ ہو نہ خانہ۔ اور اُن لوگوں میں سے نہ ہونا جو بتوں اور مورتوں کو پوجتے ہیں۔

جس نے اللہ کو پہچانا وہ اُس کے پاس آرام نہیں لیتا۔ کیونکہ اللہ کے پاس آرام لینے میں ایک طرح کا امن ہے[1] اور اللہ کے مکر سے امن میں نہیں ہیں مگر گھاٹا اٹھانے والے۔

ولی جب اپنی فنا کی حالت میں رہتا ہے تو ضرور ہے کہ اُس کے ساتھ لطیفہ علیہ باقی رہے کہ اسی پر تکلیف مترتب ہو اور اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک آدمی تاریک گھر میں ہے کہ اپنے وجود کا اُس کو علم ہے گو اُس کو مشاہدہ نہیں کرتا۔

یہ کہا کرتے تھے کہ واللہ میں نہ بیٹھا جب تک کہ میں نے کل کرامات کو اپنے سجادہ کے نیچے نہ کر لیا۔

ابن عطاء اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ ابو العباس کے سامنے محاسبی کی کتاب الرعایۃ پڑھی تو انھوں نے کہا کہ جو کچھ اس کتاب میں ہے اُس کی جگہ میں دو جملے بس کرتے ہیں اللہ کی عبادت کرو بشرط علم کے اور اپنے نفس سے کبھی راضی نہ ہو اور پھر مجھے اس کتاب کے پڑھنے کی اجازت نہ دی۔

اور شیخ ابو العباس کا مقولہ ہے کہ جو ظالم سے ملنے کا مشتاق ہو وہ ظالم ہے۔

جس علم کا سبب معلوم نہ ہو وہ نہیں لاحق ہوتا مگر اہل تخصیص کو۔

شکر کی اہمیت اگر شیطان کو معلوم ہوتا کہ کوئی راہ اللہ تک پہنچانے والی شکر سے بھی افضل ہے تو وہ

---

[1] ولا یأمن مکر اللہ الا القوم الخاسرون ۔

اُسی پر جا کر کھڑا ہو جاتا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ کیونکر اُس نے کہا ہے کہ "بعدۂ میں اُن کے پاس آؤں گا اُن کے آگے سے اور اُن کے پیچھے سے اور اُن کے دائیں سے اور اُن کے بائیں سے اور تو اُن میں سے اکثر کو شکر کرنے والا نہیں پاتا" اور شکر کرنے والے کی جگہ اُس نے صبر کرنے والا اور ڈرنے والا اور رجوع کرنے والا کہا ابو بکرؓ و عمرؓ خلفاء رسالت تھے اور عثمانؓ و علیؓ خلفاء نبوت تھے۔

عوام الناس اگر ایسے آدمی کو جو جنگلوں اور صحراؤں سے آیا ہو ولایت کی طرف منسوب ہوتے دیکھتے ہیں تو تعظیم و تکریم کے ساتھ اُس کی طرف جھکتے ہیں۔ حالانکہ اُن کی پیٹھ سے لگے ہوئے بہت سے اولیاء و ابدال ہوتے ہیں مگر اُن کی طرف مطلق خیال نہیں کرتے اور طرہ یہ ہے کہ یہی لوگ ان کا بار اُٹھاتے اور اغیار کو ان کے پاس سے ہٹاتے ہیں۔ اس لئے اول الذکر کی مثال جنگلی گدھوں (گورخروں) کی ہے کہ شہر میں آتا ہے تو لوگ اُس کے ساتھ ساتھ پھرتے اور اس کے چمڑے کی دھاریوں اور صورت کی خوبیوں سے تعجب کرتے ہیں اور جو گدھے کہ اُن کے پاس رہتے اُن کے بوجھ منزل مقصود تک پہنچاتے اُن کی مٹی ڈھوتے اور اُن کی عمارتوں کے اسباب لاد کر لاتے ہیں اُن کی طرف التفات بھی نہیں کرتے۔

اس فرقہ کے سبب سے ہلاک ہونے والوں کی تعداد اِن کے سبب سے نجات پانے والوں سے زیادہ ہے

(۳۱۲) سیدی یاقوت عرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

معارف میں امام، عابد زاہد اور شیخ ابو العباس سے تعلیم پانے والوں میں سب سے بزرگ تھے۔ جس دن یہ ملک حبشہ میں پیدا ہوئے تھے اُسی دن ابو العباس رضی اللہ عنہ نے اِن کی خبر دی تھی۔ اور اسکندریہ میں گرمیوں کے موسم میں ان کے پیدا ہونے کی خوشی میں عصیدہ یعنی حلوہ پکوایا تھا۔ اس پر ان سے کہا گیا کہ عصیدہ جاڑوں ہی میں پکتا ہے۔ تو انھوں نے کہا کہ یہ عصیدہ تمہارے بھائی یاقوت کا ہے جو ملک حبشہ میں پیدا ہوا ہے اور عنقریب تمہارے پاس آئے گا۔ چنانچہ جیسا انھوں نے کہا تھا ویسا ہی ہوا۔ اور یہی وہ بزرگ ہیں جنھوں نے شیخ شمس الدین ابن اللبان کی سفارش کی تھی جب انھوں نے حضرت احمد بدوی رضی اللہ عنہ کا انکار کیا اور ان کا علم و حال سلب ہو گیا تھا۔ حالانکہ پہلے وہ سب ولیوں کا وسیلہ ڈھونڈ چکے تھے اور حضرت احمد نے اُن کی سفارش قبول نہ کی تھی۔ بالآخر یہ اسکندریہ سے حضرت احمد کے مزار پر حاضر ہوئے اور ان سے درخواست کی کہ اس بیچارہ کا دل خوش کریں اور اُس کا حال اُس کو واپس کر دیں چنانچہ انھوں نے مان لیا۔ بعدہ حضرت یاقوت نے ابن اللبان کو اپنی بیٹی بیاہ دی۔ اور ابن اللبان نے مرتے وقت وصیت کی کہ مجھے میری بی بی کی پائینتی میں دفن کرنا کیونکہ اُن کے والد شیخ یاقوت کی تعظیم ملحوظ تھی۔ ان کو عرشی اس سبب سے کہتے تھے کہ ان کا قلب ہمیشہ عرش کے نیچے رہتا تھا اور زمین میں صرف ان کا جسد تھا۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس نام کی وجہ یہ تھی کہ یہ حاملانِ عرش کی اذانیں سنتے تھے۔

ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُم مِّن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَن شَمَائِلِهِمْ ۖ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ

کبوتر کی سفارش یہ سفارشیں بہت کرتے تھے۔ایک مرتبہ ایک کبوتر ان کے مونڈھے پر آکر بیٹھ گیا اُس وقت یہ فقراء کے حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔اور سرگوشی کے طور پر اُس نے کچھ ان کے کان میں کہا۔انھوں نے کہا کہ بسم اللہ میں ایک فقیر کو تیرے ساتھ بھیجتا ہوں۔مگر کبوتر نے کہا کہ میرا کام تو آپ ہی سے نکلے گا۔آخر یہ اپنی خچری پر سوار ہو کے اسکندریہ سے مصر کہنہ کو آئے۔اور جامع عمرو کے اندر جاکر کہنے لگے کہ میں فلاں موذن سے ملنا چاہتا ہوں۔لوگوں نے اسے بلوایا۔اور جب وہ آیا تو اُس سے کہا کہ ان کبوتر نے اسکندریہ جاکر مجھ سے بیان کیا کہ جب جب یہ منارہ میں بچے نکالتا ہے تم اُن کو حلال کر ڈالتے ہو۔اُس نے کہا کہ اس نے سچ کہا ہیں نے کئی مرتبہ اس کے بچے حلال کئے ہیں۔انھوں نے کہا کہ اب ایسا نہ کرنا۔موذن نے کہا کہ میں نے خدا سے توبہ کی۔اس کے بعد شیخ اسکندریہ لوٹ آئے۔ان کے مناقب بہت ہیں اور فرقہ شاذلیہ میں جو مصر وغیرہ میں ہیں مشہور ہیں۔۷۰۰؁ھ میں اسکندریہ سے جناتِ عدن کی راہ لی۔

(۳۱۳) شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ اسکندری رضی اللہ عنہ

زاہد ذکر کرنے والے بڑے رتبہ والے اور شیخ یاقوت رضی اللہ عنہ سے تعلیم پائے ہوئے تھے اور پہلے ابوالعباس مرسی رضی اللہ عنہ سے تعلیم پائی تھی لوگوں کو اپنے اشارات سے نفع پہنچاتے تھے۔دلوں میں ان کے کلام کی حلاوت وجلالت محسوس ہوتی تھی۔۷۰۷؁ھ میں راہی آخرت ہوئے اور قرافہ میں ان کی قبر ہے جس کی لوگ زیارت کرتے ہیں۔ان کی تالیفات میں سے کتاب التنویر فی اسقاط التدبیر اور کتاب الحکم اور لطائف المنن وغیرہ ہیں

(۳۱۴) میرے جدِ پنجم شیخ موسیٰ جن کی کنیت ابوعمران تھی رحمہ اللہ

دیار بہنسا واقع صعید مصر زیرین میں رہتے اور شیخ ابو مدین تلمسانی شیخ المغرب کے بزرگ ترین اصحاب میں سے تھے اور سلطان مولائے ابوعبداللہ زغلی بالضم زاء معجمہ وسکون غین معجمہ عرب مغرب کے ایک قبیلہ کی طرف جو بنوزغلہ کہلاتا ہے منسوب ہے کی اولاد میں تھے جو تلمسان اور اُس کے مضافات کا بادشاہ تھا۔شیخ موسیٰ نے جب ہوش سنبھالا تو ملکِ دنیا کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کا طریق اختیار کیا جس سے اُن کے والد پریشان خاطر ہوئے مگر جب وہ مغلوب الحال ہوئے تو باپ نے مطلق العنان کر دیا۔اور شیخ موسیٰ شیخ ابو مدین رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔انھوں نے ان سے پوچھا کہ تمہارا نسب کس سے ملتا ہے انھوں نے کہا کہ سلطان مولائے ابوعبداللہ سے پھر پوچھا کہ تمہارا نسب کہاں تک پہنچتا ہے۔انھوں نے کہا کہ سید محمد بن الحنفیہ بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تک۔شیخ نے کہا کہ طریقہ فقر اور بادشاہت وسیادت جمع نہیں ہوتی۔

بندۂ عشق شدی ترکِ نسب کن جامی
که درین راه فلاں ابن فلاں چیزے نیست

انھوں نے کہا کہ یا سیدی میں آپ کو گواہ رکھتا ہوں کہ میں نے آپ کے سوا اوروں کی نسبت سے

دست برداری کی۔ تب اُنھوں نے ان کی بیعت لی۔ ان سے بہت سی کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ بہایم اور دوسرے حیوانات نے ان سے باتیں کیں اور شیران سے ڈرتے تھے۔ اور جب ابو مدین رضی اللہ عنہ نے اپنے متعدد اصحاب کو مصر کی طرف بھیجا تو اُن میں ان کو بھی روانہ کیا اور ان سے کہا کہ مصر پہنچکر تم علاقہ ھوس کو چلے جانا جو صعید زیرین میں واقع ہے وہیں تمھاری قبر ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور ان کی اولاد اطراف وجوانب میں پھیل گئی۔ ایک جماعت تو منشیۃ الامرا میں آئی اور ایک جماعت بلینسورہ میں۔ اور کچھ لوگ علاقہ اجراج کو چلے گئے۔ ان کو جب کوئی مرید پکارتا تھا تو ایک سال بلکہ زیادہ کی مسافت سے اُس کو جواب دیتے تھے اور اپنے اصحاب کو اُنھوں نے میرے جد ادنیٰ الشیخ علی رضی اللہ عنہ کی جن کے مناقب کا ذکر نویں صدی صدی کے لوگوں میں آئے گا خبر دی تھی۔ ۵۰۰ھ میں جیسا کہ لوگوں کا بیان ہے طُورِ آخرت کو سدھارے۔

(۳۱۵) عارف باللہ تعالیٰ سیدی محمد وفا رضی اللہ عنہ

اکابر عارفین میں سے تھے۔ اور ان کے فرزند علی رضی اللہ عنہ نے خبر دی تھی کہ یہ خاتم الاولیا صاحب رتبہ علیہ تھے۔ یہ اُمی تھے اور اس فرقہ کے علوم میں عجیب وغریب زبان پائی تھی اور ان کی بہت سی تالیفات ہیں جو بچپن یا دس برس کی عمر میں لکھوائی تھیں اور کہولت کے زمانہ کا کیا پوچھنا ہے۔

ان کی نظموں اور نثروں میں ان کی خاص رموز ہیں جو ہمارے وقت تک طلسم سربستہ ہیں اور جہاں تک ہم کو معلوم ہے کسی نے اُس کو توڑ کر ان کے معنیٰ کے خزانہ پر دست رس حاصل نہ کیا۔ جب ان کی وفات کا زمانہ قریب پہنچا تو انھوں نے اپنا پٹکا ابزاری صاحب موشحات کو عنایت کیا اور کہا کہ اس کو تم اپنے پاس امانت رکھو میرے بیٹے علی کو دیدینا چنانچہ جب تک یہ پٹکا ان کے پاس رہا انھوں نے بہت ہی عمدہ عمدہ موشحات تصنیف کئے۔ اور جب علی رضی اللہ عنہ بڑے ہوئے تو اُن کو دیدیا اور جب سے موشحات کا لکھنا بند ہوا گویا کبھی انھوں نے لکھا ہی نہ تھا۔ جیسا کہ خود انھوں نے اپنی نسبت بیان کیا ہے۔[۱]

ان کا نام وفا اس سبب سے ہوا کہ دریائے نیل کا پانی اپنی حالت پر رہا یعنی پورے ہونے (وفا) کے زمانہ تک نہ بڑھا۔ اس سبب سے اہلِ مصر نے وہاں سے چلے جانے کا ارادہ کیا۔ اُس وقت یہ دریا پر آئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اوپر آ۔ چنانچہ اسی دن سترہ ہاتھ چڑھ گیا اور پورا ہو گیا۔ بس لوگوں نے ان کا نام وفا (پورا ہوا) رکھدیا۔ ان کے بیٹے علی رضی اللہ عنہ باوجود اس کے کہ عالی مقام تھے جب لوگوں نے ان سے درخواست کی کہ اپنے والد کے قصیدہ تائیہ کو کچھ بیان کریں تو انھوں نے کہا کہ میں اُس کا مطلب نہیں سمجھتا اس لئے کہ ہم جیسے کے لئے اُس کی زبان اعجمی ہے۔

آپ کے ملفوظات | ان کے اقوال میں سے ہے کہ حق نے مجھ سے کہا کہ اے مخصوص تیری ہر چیز کے نزدیک

---

[۱] مولف نے اس مقام پر شیخ محمد وفا کی کتاب نصول الحقائق کی عبارت جو حمد میں ہے نقل کی ہے۔ جس کا ترجمہ باوجود سخت دقت کے نہایت غیر دلچسپ ہوتا اس لئے ترک کیا گیا۔ مترجم۔

ایک مقدار ہے اور میرے نزدیک تیری کوئی مقدار نہیں ہے۔ کیونکہ مجھ میں تیرے غیر کی گنجائش نہیں ہے اور تجھ جیسی کوئی چیز نہیں ہے تو میرا عین حقیقت ہے اور ہر چیز تیری مجاز ہے اور میں حقیقت میں موجود ہوں مجاز میں معدوم ہوں۔ اے میرے عین مطلع تو میری مصنوعات کی مدجامع و مانع ہے۔ تیری ہی طرف ہر امر رجوع کرتا ہے اور میری طرف تیرا مرجع ہے کیونکہ تو ہر شے کا منتہیٰ ہے۔ اور تو کسی شے تک منتہی نہیں ہوتا۔ پس نے تیرے لئے ساتوں زمینوں کو سات دانوں اور گٹھلیوں میں پیچیدہ کر دیا ہے۔ جو کہ فعل میں مختلف قسم کے نباتات کے انواع میں ظاہر ہوتے ہیں۔ پس جب تو اُن کو پھیلانا چاہتا ہے تو اُن میں آسمان کے جواہر اصل کرتا ہے اور وہ حرکت میں آتے اور پیدا ہوتے اور ہر ایک عمدہ جوڑے سے اُگتے ہیں بے شک جس نے اُن کو زندہ کیا وہ ضرور مردوں کا زندہ کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ پس جب اُس کی خلقت کامل ہو جاتی اور وہ موجود و آراستہ ہو جاتا ہے تو اقدام کے قدموں سے بحکم استقصا تیری مسجد اقصٰی کی طرف دوڑتا ہے اور تیرے حواس کلیہ و جزیہ کے ارباب کے لئے سجدہ عبودیت میں گر پڑتا ہے۔ تقدیس کی زبانوں سے تیری تسبیح کرتا۔ اور تنزیہ کے منہ سے تیری تقدیس کرتا۔ اور جس طرح مخلوق خلاق کی تعظیم کرتا ہے ویسی تیری تعظیم کرتا ہے پس اس کے املاک تسبیح و ثنا اور اس کے افلاک قیام و سجدہ کرتے ہیں اور تو اپنی سلطنت کی مجلس میں بیٹھا ہوا اپنے ناطقہ انسان کے عرش پر مستوی ہے۔ بے شک احسان کی زبان نے موجودات کے محضر میں یہ آیت تلاوت کی ہے "اور دب گئیں[۱] آوازیں رحمٰن کے لئے پس گھسر پھسر کے سوا تم کچھ نہیں سنتے اور اس کو انھوں نے اس قدر طول دیا ہے کہ عقل میں اُن کی گنجائش نہیں ہے جس کا جی چاہے اصل کی طرف رجوع کرے۔ ان کی تالیفات میں سے کتاب العروس کتاب الشعائر بڑا سا دیوان اور بہت سی کتابیں ہیں۔ اور ہم نے ان کے مناقب ایک مستقل کتاب میں بیان کئے ہیں

(۳۱۶) استاد سیدی علی فرزند سید محمد وفا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورحمہ

حد درجہ کے خوش رو و صاحب جمال تھے۔ مصر میں اُن سے زیادہ خوبصورت و جامہ زیب دیکھا نہ گیا ان کی نظم زبان زد ہے۔ اور اپنے دلچسپ موشحات میں انھوں نے اہل طریقت کے اسرار عمدہ سانچہ میں ڈھالے ہیں۔ اور ان کی متعدد عمدہ تالیفات ہیں۔ اور ان کو فرق و تفصیل کی ایسی زبان عطا ہوئی تھی جو جمع پر فائق تھی اور اولیاء میں ایسے تھوڑے ہیں جن کو یہ بات عطا ہوئی ہو اور ادب میں ان کا کلام بلند پایہ اور نفیس ہے نفیس اور کار آمد وصیتیں کئی جلدوں میں ہیں جن کو انھوں نے تین دنوں میں لکھوایا تھا۔ اس لئے میں نے چاہا کہ ان اوراق میں اُن کا خلاصہ اس طور پر درج کروں کہ جو باتیں کہ غیر اہل کشف کے لئے گہری ہیں اُن کو چھوڑ کر صاف اور واضح امور کو لے لوں۔ کیونکہ یہ کتاب اہل و نااہل سب کے ہاتھوں میں پہنچے گی۔ پس میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔

---

۱ وخشعت الاصوات للرحمن فلا تسمع الا همسا

آپ کے ملفوظات | ان کا قول ہے کہ میری ولادت شب یک شنبہ گیارھویں محرم ۸۹۸ھ میں واقع ہوئی جیسا کہ میں نے ان کے ہاتھ کے نوشتہ میں دیکھا ہے اور ۹۷۳ھ میں جیسا کہ کہا گیا ہے ان کی وفات ہے۔

اللہ تعالیٰ کے قول وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ[1] کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ اے صاحب حق اپنی شان کے ظاہر کرنے میں ایسا اہتمام نہ کر جو خلق سے مدد چاہنے کا باعث ہو، کیونکہ اگر تو نورِ حق پر ہے تو وہ اللہ کے ذریعے ظاہر ہو کر رہے گا اور اللہ کا دست ہونا اور اللہ کا معاون ہونا بس کرتا ہے۔ اور اگر تم ظلمتِ باطل پر ہو تو اُس کے ظاہر کرنے اور پھیلانے کے اسباب نہ ڈھونڈو کیونکہ تم اس سے تمتع نہیں حاصل کرنے کے اور اگر تمتع بھی حاصل کروگے تو بہت ہی کم۔ اور اس کے بعد اللہ کا زور سب سے زیادہ قوی اور اس کی سزا سب سے زیادہ سخت ہے تو جو دین حق کی راہ دکھائے، کیا وہ اس کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ اُن کے حکم کی پیروی کی جائے تو جب ہم قرآن پڑھ چکا کریں تو اس کے پڑھنے کی پیروی کرو اور شب معراج کی حدیث کے انھوں نے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ یہ جو فرمایا گیا ہے کہ "میں آدم سے ملا" یعنی میں حقیقت آدم کی صورت میں آیا اور اُن کے ناطقہ کے ذریعہ سے ناطق ہوا۔ اور جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شب کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو دیکھنے کی نسبت فرمایا ہے سب کی نسبت انھوں نے یہی کہا اور یہ تصریح کی ہے کہ آپ سب کے حقایق کی صورتوں اور سب کے ناطقوں میں ظاہر ہوئے اور اُن پر جو بڑھایا وہ بڑھایا اور ہم اُن کے رقایق کے وارث ہیں۔

رسولوں میں سے سات اولوالعزم ہیں اور وہ آدم نوح۔ ابراہیم۔ موسیٰ۔ داؤد۔ سلیمان اور عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اور اس کے سر میں طویل تقریر کی ہے۔

خاتم الانبیاء کا زمانہ اُن کے زمانہ کے ولیوں کی تعداد کے مطابق ہوگا اور ان ولیوں کی تعداد کل زمانوں کے ولیوں کی تعداد کے مساوی ہے۔ لیکن اُن کا ظہور خاتم الانبیا کے ساتھ ویسا ہی تھا جیسے ستاروں کا آفتاب کے ساتھ۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اس لئے قابل نسخ نہیں ہے کہ اس میں وہ سب باتیں آئی ہیں جو اُن کے متقدمین میں تھیں اور اُن کے علاوہ مخصوص زیادیاں بھی ہیں اور ان کی شریعت فلک ہشتم ستاروں والے فلک کرسی سے اتری ہے اور یہ فلک ثابت ہے۔ اسی لئے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعتیں قابل نسخ تھیں اور ان کی قابل نسخ نہیں ہے۔ اور اس میں انھوں نے کلام کو طول دیا ہے

سب سے تعجب امر حق تعالیٰ کا موسیٰ سے لن ترانی فرمانا ہے یعنی یہ فرمانا کہ باوجود اس کے کہ تو مجھے ہمیشہ دیکھتا ہے، تو مجھے ہرگز نہ دیکھے گا اس کو سمجھو۔

تفسیر و تشریح | اللہ تعالیٰ کے قول اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ جس چیز کو تم اپنے لئے بڑی اور ممنوع امر سے روکنے والی اور عدل و احسان قائم کرنے

---

[1] اور اللہ تو اپنے نور کو پھیلا کر رہے گا گو کافروں کو برا ہی کیوں نہ لگے۔ پارہ ۲۸ رکوع ۹۔ سورۃ صف ۱۲۔

والی پائو بس وہی ہر مقام میں اُس کے موافق نماز ہے" اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے" اس لئے ہر مرتبہ صلوٰۃ میں یہی سر فعال ہے۔ اور صلوٰۃ بندہ اور اُس کے رب کے درمیان صلہ (یعنی پیوند) ہے" "اور بے شک اللہ کا ذکر بڑا ہے"۔ اور یہ اُس کی ذات وحدہٗ لاشریک لہٗ کا شہود ہے جس کے سوا کوئی چیز موجود نہیں ہے فافہم۔

جنید رضی اللہ عنہ کے قول "پانی کا رنگ اُس کے ظرف کا رنگ ہے" کے بارہ میں جو انھوں نے معرفت اور عارف کی نسبت سوال میں کہا تھا۔ یہ کہتے ہیں کہ اس کی دو قسمیں ہیں ایک یہ ہے کہ پانی کا کوئی رنگ ہو اور اس کے ظرف کا کوئی رنگ نہ ہو جیسا کہ اُن برتنوں کا حال ہے جو شفاف اور رنگ سے معرا ہوں اس صورت میں ظرف اپنے پانی کی رنگت میں دیکھا جائے گا۔ اور دوسری قسم اس کا عکس ہے۔ اس صورت میں پانی اپنے ظرف کی رنگت میں مشہور ہوگا۔ اور صورت اولیٰ میں پانی ہی کی رنگت دیکھنے میں آتی ہے اور اُس کے ظرف میں ہونے کی وجہ سے تشبیہہ وہمی ہے اور صورت ثانیہ میں اس کا اُلٹا ہے۔ اس لئے تحقیق نہیں ہے مگر ہر مقام میں اس مقام کے موافق ہر حقیقت کو بنفسہا الگ کر کے بیان کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے قول اَلَآ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْئٍ مُّحِیْطٌ (سُن لو کہ وہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے) کی تفسیر میں ان کا قول ہے کہ جس طرح دریا کا پانی اپنی موجوں کو صورتہً اور معنیً گھیرے ہوتے ہے۔ پس وہی ہر چیز کی حقیقت اور وہی ہر چیز کی ذات ہے اور ہر چیز اُس کی عین اور اُس کی صفت ہے۔ فافہم

عارفین اپنا وجدان دیکھنے والوں کے لئے ظاہر کرتے ہیں جو ان کی مقبولہ دلیلوں کے آئینوں میں دیکھتے ہیں اور دیکھنے والے اپنا وجدان مقبولہ دلیلوں سے اخذ کرتے ہیں فافہم۔

جس نے پالیا اور اس کے بعد کریدا تو اُس کا کریدنا ہر مقام میں اُسی کے انداز سے عیب ہے۔

جب تم نے حقایق کو لواحق اور نسبتوں سے مجرد کر لیا اور جن چیزوں سے رتبوں کی آپس میں تمیز ہوتی ہے اُس سے الگ کر لیا تو صرف عادت دخورہ جائے گی۔ پس اگر تم نے حقیقت تحقیق کو چکھا ہے تو یہی ہے اُس کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔

تغایر حجابوں اور کثرتوں کی جڑ ہے۔ پس جس نے نہ دیکھا مگر ایک ہی کو اُس کے نزدیک کچھ زائد نہیں ہے۔ اور جس نے صرف حق ہی کو قابلیت والے مخلوق میں فاعل دیکھا اُس کے نزدیک کوئی چیز باطل نہیں ہے اور جس نے نہ دیکھا مگر رحمٰن ہی کے حکم کو اُس کے نزدیک شیطان کا امر ہی نہیں ہے۔ اور اسی پر قیاس کر لو۔ پس ہر مقام کے لئے ایک خاص گفتگو ہے۔

معبود کا تصور جس نے جان لیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اُس کو کسی سے کوئی مواخذہ نہ رہا خصوصاً اُس سے جس کو اس کا اعتراف ہو۔ اس لئے جانو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اپنے گناہ کی مغفرت چاہو یعنی لاالٰہ الا اللہ کے ذریعہ سے حدیث قدسی انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی (میں اپنے بندہ کے گمان کے پاس ہوں جو اُسے میرے ساتھ ہے اور میں اُس کے ساتھ ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے) کی شرح میں کہتے ہیں کہ یعنی صورتوں میں جس صورت سے

مجھے تصور کرے گا میں اُسی صورت کے ساتھ اُس کا مدد کرنے والا اُسی صورت کے افق سے اُسی صورت کے حکم کے ساتھ ہوں

کسی پوجنے والے نے کسی معبود کو نہیں پوجا ہے مگر اس حیثیت سے کہ اُس میں کوئی خدائی رُخ پایا ہے لیکن کامل ناطقہ النواطق کو خدائی رُخ کی قید سے جو اپنے معبود کے مرتبہ میں محجوب ہے۔ خصوصًا جبکہ اس کی معبودیت آدمی کی نظر میں ناشناختہ ہو رہائی کی طرف بلاتا ہے۔ اور اس کے بیان کو انھوں نے طول دیا ہے۔

تعابُد (ایک کے دوسرے کو پوجنے) کے مرتبہ کی طرف نظر دوڑاؤ کہ کیونکر اُن میں سے ہر ایک اپنے ظہور میں اُس دوسرے کی طرف جو اُس کے مقابل میں ہے محتاج ہے۔ پس اگر واجب نہ ہوتا تو ممکن ہو کر ظاہر نہ ہوتا اور اگر ممکن نہ ہوتا تو واجب واجب ہو کر ظاہر نہ ہوتا۔ پس ہر ایک کا دوسرے میں اثر ہے جیسا کہ علت و معلول اور فاعل و مفعول اور عالم و معلوم۔

حضرت موسیٰ اور فرعون کے اقوال کی تشریح

ان سے فرعون کے قول "وما رب العلمین" ؟ (رب العالمین کیا ہے) کی نسبت پوچھا گیا کہ آیا یہ اللہ تعالیٰ کی ماہیت کی نسبت سوال تھا جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ اور آیا جواب مطابق ہے موسیٰ علیہ السلام کا عدول کرنا مسائل کی غلطی پر متنبہ کرنے کے لئے تھا کہ اُس نے مجرد حقیقی کی نسبت لفظ "ما" کے ذریعہ سے سوال کیا جس سے ایسی چیز کی حقیقت دریافت کی جاتی ہے۔ جس کے جنس و فصل ہوتے ہیں اور وہی جواب میں واقع ہوتے ہیں۔ اس کا جواب انھوں نے یہ دیا کہ یہ اللہ کی صفات میں سے ایک صفت کی ماہیت کا سوال تھا نہ کہ اللہ کی ماہیت کا۔ اور جواب میں رسمی مطابقت ہے۔ کیونکہ انھوں نے اُس خاصیت سے جواب دیا جو سائل کو معلوم تھی۔ اور ممکن ہے کہ جواب کو لفظ کی تفسیر اس بات پر متنبہ کرنے کو قرار دیا کہ مُسمّٰی ہر عاقل کے نزدیک اپنی دلیلوں کے واضح ہونے کے سبب سے بدیہی پہچان سے پہچانا ہوا ہے اس لئے اُس کی نسبت سوال نہ کرے گا مگر توہین کرنے والا یا جس کو عقل نہ ہوگی اور اسی لئے حضرت موسیٰ نے تیسری بار میں "إن كنتم تعقلون" (اگر تم کچھ عقل رکھتے ہو) کہا۔ پھر ان سے پوچھا گیا کہ آیا اس میں کوئی بھید ہے؟ انھوں نے کہا کہ اس میں بہت سے بھید ہیں۔ ایک یہ ہے کہ رب العالمین وہی ہر موجود پر اپنی تربیت کے ذریعہ سے قایم ہے تاکہ وہ موجود تو ہی ہو جائے اور کہے کہ جس کے تو نے اُس کی تربیت کے لئے متوجہ ہوئے وہی کل کا وجود ہے اور سارا امر اُسی کا ہے اور اسی لئے فرعون کا قول "لئن اتخذت الٰها غیری لاجعلنك من المسجونین" (اگر میرے سوا کسی اور کو تو نے خدا مانا تو میں تجھکو قیدیوں میں داخل کروں گا) چسپاں ہوا۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے اُس کی حضوری کی حرمت کا پاس کر کے اس سے زیادہ جواب اُس کو نہ دیا کہ "أَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِينٍ" (کیا اگر میں ایک کھلا ہوا معجزہ آپ کو لا دکھاؤں تو بھی؟) چنانچہ وہ عصا لائے جو اژدہا ظاہر ہوا اور عصا کا وجود جو اژدہا کی صورت میں متعین ہوا وہی تھا پس عصا کے لانے سے نہ آیا مگر وہی اس نے اپنی تعینات کے پردوں اور اپنی تجلیات کے مظہروں میں وہی اپنی ذات سے تصرف کرنے والا ہے۔ اس لئے

وہ کھلا ہوا حق لائے کیونکہ آیا ہے کہ "لقد جاءت رسل ربنا بالحق" (ہمارے رب کے رسول حق لائے) مگر فرعون بلا ادب کے دیکھنے والا تھا اور موسیٰ زندہ جاوید کے مشاہدہ کرنے والے تھے۔ اور کہاں فرعون کا کہنا اُن سے "انی لاظنک یا موسیٰ مسحورا" (موسیٰ! میں تیری نسبت ایسا خیال کرتا ہوں کہ کسی نے تجھ پر جادو کر دیا ہے) اور کہاں موسیٰ کا یہ کہنا کہ "لقد علمتُ"[1] (میں ضرور جان چکا ہوں) یعنی جو شخص مسحور مجنون ہوتا ہے وہ تو مستور و محجوب ہوتا ہے اور اس کو نہیں جانتا ہے مگر مشاہدہ کرنے والا عارف کہ اُس کا مشہود اس کے سوا سے مستور ہوتا ہے۔ اور یہی حال اس وقت ہوا جب جادوگروں نے کہا کہ "اٰمنا برب العلمین رب موسیٰ و ھٰرون" (ہم رب العالمین پر ایمان لائے جو موسیٰ و ہارون کا رب ہے) پس یہ لوگ اپنی استعدادوں پر ہر مقام میں اُس کے موافق چھپانے کا پردہ ڈال کر ایمان لائے۔ اسی لئے جادوگر مسلمان ہوئے اور مغفرت چاہی تب ان سے فرعون نے کہا کہ "تم اُس پر ایمان لائے" پس یہاں اُس کے کشف و تحقیق کو دیکھو اگر وہ اُس تلبیس کی طرف مائل ہونے سے بچا رہتا جو مرتبہ ابلیسیت کی شان ہے (تو گمراہ نہ ہوتا) اس لئے اللہ نے اُس کو علم کی بنا پر گمراہ کیا "ولقد اریناہ اٰیاتنا کلھا فکذب وابیٰ واستیقنتھا انفسھم لقد علمتُ ما انزل ھٰؤلاء الا رب السموات والارض بصائر"[2] یعنی کھلے ہوئے حق کا وجود۔ اور ہر مقام کے لئے مقال اور ہر مجال کے لئے رجال ہیں۔

دیگر اقوال کوئی شخص کبھی کسی قوم کا سردار نہیں ہوتا مگر اُسی صورت میں کہ اُن کو اوروں پر ترجیح دے اور ہر مقام میں اُس کے موافق ہو۔

شیطان کی کنیت ابومرہ (مرہ کا باپ) ہے اور خبر بھی ہے کہ یہ "مرہ" کون ہے جس کا وہ باپ ہے؟ وہ نفس جسمانیہ بڑی شانوں والا ہے۔ جس کو شہوت بہیمیہ کہو تو آزاد نہیں ہے اور دشمنوں جیسے غضب والا کہو تو نیک نہیں ہے اور یہ بھی جانتے ہو کہ اس کا "مرّہ"[3] کیوں نام ہوا؟ اس لئے کہ جس چیز میں یہ داخل ہوا اُس کو اس نے ضرور ہی بگاڑا۔ جیسا کہ اندرائن معدہ کو بگاڑ دیتی ہے۔

حدیث "فاذا احببتہٗ کنتُ سمعہٗ" اور بروایتے "کنتہٗ" کی شرح میں یہ کہتے ہیں کہ اس نے

---

[1] جہاں سے یہ سوال و جواب شروع ہوئے ہیں وہاں سے سورۂ شعراء (پارہ ۱۹) کی تفسیر میں آیت ۵۰ تک کو پیش نظر رکھ لینا ضرور ہے ورنہ کچھ بھی سمجھ میں نہ آئے گا۔ اور اس مقام پر انھوں نے سورۂ بنی اسرائیل (پارہ ۱۵، رکوع ۱۲) کی آیت ۱۰۱ اور آیت ۱۰۲ کو بھی شامل کر لیا ہے۔ اور اس کو بھی سمجھ لینا چاہئے کہ مشہور قرأت عَلِمْتَ بفتح تا یعنی بصیغۂ واحد مذکر حاضر ہے۔ اور ان کی گفتگو کا مدار عَلِمْتُ بضم تا پر نبیشہ وجدان حکایت نفس متکلم پر ہے۔ اور قرأت آخر الذکر حضرت علی و زید بن علی رضی اللہ عنہما و کسائی سے منقول ہے اس صورت میں معنی یہ ہوتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی نسبت خبر دیتے ہیں کہ وہ مسحور نہیں ہیں جیسا کہ خدا کے دشمن فرعون نے گمان کیا ہے بلکہ وہ جانتے ہیں کہ ان معجزوں کو نہیں اتارا ہے مگر آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے نے۔ دیکھو تفسیر روح المعانی جلد چہارم مترجم [2] اور بے شک ہم نے اس کو اپنی سب نشانیاں دکھا دیں مگر اس نے جھٹلایا اور انکار کیا اور اُن کی جانوں نے اُن نشانیوں کو یقین کیا بے شک تم جانتے ہو کہ ان کو آسمان و زمین کے پروردگار ہی نے اتارا ہے [3] بالکسر فارسی میں پت کو کہتے ہیں۔

مراد نفس الامر میں معنیٔ حدوث نہیں ہے کیونکہ وہ ذات سے تو ایسا ہے ہی اور یہ اس لئے ہے کہ شہود اُس شرط یعنی محبت پر مترتب ہو پس ترتیب شہودی کی حیثیت سے حدوث آیا ہے نہ کہ تعزیر وجودی کی حیثیت سے اپنے بھائی کی ذات کو ترک نہ کرو بلکہ اُن برائیوں کو ترک کرو جن میں وہ آلودہ ہوا ہے لیکن جب وہ اُس سے توبہ کرلے تو وہ تمہارا بھائی ہے۔

اپنے بھائی کو دنیا کے عیبوں کی وجہ سے عیب نہ لگاؤ کیونکہ وہ اس بارہ میں اگر مظلوم ہے تو ضرور اللہ اُس کی مدد فرمائے گا اور اگر گنہگار ہے تو سزا پائے گا اور اللہ اُس کو پاک کر دے گا اور اگر آزمایا گیا ہے تو اللہ پر اُس کا اجر ہے۔

یہ بھی رعونت ہے کہ جس چیز کے چھن جانے سے تم بے غم نہ ہو اُس پر فخر کرو یا ایسی بات پر کسی کو بُرا سمجھو جس کا تم میں پایا جانا محال نہ ہو اور تم جانتے ہو کہ جو اوروں کے لئے جائز ہے وہ تمہارے لئے بھی جائز ہے اور علیٰ ہذا اس کا عکس۔

احادیث کی تشریح

حدیث "انکم لن تروا ربکم حتی تموتوا" (بے شک تم اپنے رب کو ہرگز نہ دیکھو گے جب تک کہ مر نہ جاؤ گے) کی شرح میں ان کا قول ہے کہ چونکہ اس کا ظاہر طبیعی ہی موت ہے اس لئے عاملوں نے اس کو دشوار اور مشتاقوں نے آسان سمجھا اس لئے معنوی موت کی توجیہ سے دونوں گروہوں کے لئے تخفیف کر دی گئی۔ اس لئے ارشاد ہوا: "موتوا قبل ان تموتوا" (مرنے سے پہلے مر جاؤ) یعنی اگر اپنے نفوس کو صفات مذمومہ سے خالی کر دو گے تو اُس کو مار ڈالو گے اور اس کی تائید عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے ہوتی ہے جو پیاز کے بارہ میں ہے کہ اگر تم خواہی نخواہی اُس کے کھانے والے ہو تو پکا کر اُسے مار ڈالو، یعنی اُسے اس قدر پکاؤ کہ اُس کی بُرائی چلی جائے۔

شیطان نار ہے اور حضرتِ رب نور اور نور نار کو بجھاتا ہے۔ پس اُس پر ایسی سختی نہ کرو کہ اُس کے ساتھ تم اپنے رب حق کی حضرت سے دور ہو جاؤ۔ بلکہ اُس کے ساتھ اس طور پر مجاہدہ کرو کہ اُس کو تم اپنے رب کے نور کے سامنے کر دو۔

پس اگر سعادت میں اُس کا کچھ حصہ ہوگا تو اُس کی ناریت بجھ جائے گی اور نور صاحب اسلام ہو جائے گا تم کو حکم نہ دے گا مگر نیکی ہی کا۔ اور نہیں تو تمہارے رب کا نور اُس کو بجھا دے گا اور اُس کے شہاب اُسے جلا ڈالیں گے اور وہ خاکستر ہو کر رہے گا۔

ابن عمر کی اس مضمون کی حدیث کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ تم اپنے آپ کو مردوں میں سے شمار کرو" کی شرح میں یہ کہتے ہیں کہ ایسے ہو جاؤ کہ تم سے سب کفور (ناشکرے)، اسی طرح مایوس ہو جائیں جس طرح کفار اصحاب قبور سے۔ کیونکہ مردہ کو اس سے چھٹکارا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طور پر کھڑا کیا جائے کہ اپنے نفس کے لئے کچھ تصرف نہ کرے نہ شہوت میں اور نہ غضب میں اور جس طرف پھرے اپنے رب کے سوا کسی کو نہ دیکھے۔

اللہ کی راہ اسکا طریق ہے جو اُس میں مرا وہ شہید ہوا اس لئے مومنین سب کے سب اللہ کی راہ کے شہدا رہیں، "اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے اُن کو مردے نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں آلایۃ"[1]

یہ کہتے ہیں کہ سیدی ابو الحسن شاذلی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ عشق قطب ہے اور ساری نیکیاں اُسی پر چکر لگایا کرتی ہیں۔

اس حدیث " لخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک (روزہ دار کے منہ کا لعاب اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ اچھا ہے) کی شرح میں یہ کہتے ہیں کہ۔ وہ اللہ کو اس قدر پسند ہے کہ اُس پسندیدگی کی تعبیر اس سے کی جاتی ہے کہ اگر روزہ کا مکلف تقرب اور عبادت کی ستھرائی کے لئے اپنے منہ میں مشک تل لے تو لعاب کی بُو اُس مشک کی خوشبو سے بڑھی رہے گی۔

پیشوائے ہدایت اپنے پیرووں کے سامنے اپنے وہی افعال ظاہر کرتے ہیں جن میں اُن کے کمال ہوتے ہیں۔ اور جو خصوصیتیں ہیں اگر اُن کو وہ ظاہر بھی کریں تو ان کا فائدہ اپنے پیرؤوں کو یہ جتلانا ہے کہ ان کے پیشوا میں ایسی باطنی خصوصیتیں ہیں جیسی کہ اُس کے وقت میں کسی اور کو حاصل نہیں ہیں۔ تاکہ اُن کا ایمان قوی ہو اور وہ جان لیں کہ اُن کے لئے اُس کا کوئی بدل نہیں ہے۔

اطاعت مرشد

جب تم کو ایسا شخص ملے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے تو اُس کو دوست رکھو۔ اور اس باعث اُس سے نہ رکو کہ وہ اُس گروہ کا ہے جس کے غیر کی طرف تم منسوب ہو۔ کیونکہ تمھارے قبل اشقیاء ایسی ہی باتوں کی وجہ سے رُکے تھے۔ چنانچہ یہودیوں نے کہا کہ اگر محمد ہم میں سے ہوتے تو ضرور ہم اُن کی پیروی کرتے مگر وہ تو عربوں میں سے ہیں اس لئے ہم اُن کی پیروی نہ کریں گے اور بنی اسرائیل کو نہ چھوڑیں گے اور جنوں نے جو رابطہ میں اُن سے زیادہ عاقل تھے موافقت کی اس لئے کہ انھوں نے کہا کہ "اے ہماری قوم! اللہ کی طرف بلانے والے کو مانو اور اُس پر ایمان لاؤ" آخر آیت تک۔ اور جان لو کہ ہر دور میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والی حقیقت اس دور کا صاحب وقت ہی ہے۔ قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ اور اُس کے زمانہ کے سب بلانے والے صرف اُسی کے تابع اور " انا ومن اتبعنی کی زبانیں ہوتے ہیں۔ اور اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اُن کے بیانات اور کشوفات اس کے بیان و کشف میں مندرج رہتے ہیں اور وہ باعتبار اُن کے ایسی باتوں سے مخصوص ہوتا ہے جن کی طرف انھیں راہ نہیں ہوتی مگر اُسی کی مدد اور اُسی کے فیض سے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کے سامنے اپنی سپر اور اپنے اسباب اور اپنی معلومات و معمولات کو جن پر تم کو تکیہ ہو ڈال دو تا کہ اُس کا حکم اور اُس کی حکمت اُن کو اپنا لقمہ بنالے۔ پس تمھارے لئے کوئی سہارا باقی نہ رہے مگر اُسی کے حق پر اور تم نہ پہنچو مگر اُسی کے صدق سے۔ تاکہ وہ تم کو اپنے نفس کے تئیں مٹا دینے کی حالت میں ایک رات اپنے رب کے پاس شب باش لے جائے۔ اور دشمن کی حکومت

---

[1] ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاء

کی جگہوں سے نکال کر مولیٰ کی حکومت کے مقامات میں پہنچاتے۔ بس یہاں اگر زلزلے بھی چاہے وہ جس قدر شدید ہوں تم کو متزلزل نہ کرسکیں گے۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہیوں نے کہا تھا کہ "اب تو دشمن نے ہم کو آلیا (موسیٰ نے) کہا ہرگز نہیں کیونکہ میرے ساتھ میرا پروردگار ہے کوئی دم میں وہ مجھکو راستہ دکھائے گا"۱ چنانچہ اُن کے رب کی حکمت سے اُس قوم کے لئے جس کو شبا شب لے چلے تھے۔ ہوا جو کچھ ہوا۔ پس سمجھو کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام فرعون کے شہر سے ڈر کر اپنے رب کی اُمید پر اور اُس میں مستغرق باہر آئے تو اُن کا معاملہ مقام مناجات تک پہنچا تو یہی طریقہ ان کے پیروؤں میں جاری ہوا پس اللہ کے بندوں کو ارض فرعون سے ایسی حالت میں لے جاتے ہیں کہ وہ ڈرتے امید رکھتے اپنے نور ایمان میں مستغرق رہتے ہیں اس سے اُن کا معاملہ مقام نجات تک پہنچتا ہے۔

حضرت خضر کے اعمال کی توضیح خضر علیہ السلام نے جو کشتی کو ایسی حالت میں کہ اس پر لوگ سوار تھے توڑ دیا تو اس میں چند حکمتیں تھیں جن میں سے ایک یہ تھی کہ اُن پر اس بات کو کھول دیں کہ کشتی اگر اپنے تختوں اور رسّوں کی وجہ سے لوگوں کو اٹھائے رہتی ہے تو ضرور تھا کہ اُس کے پھٹ جانے پر سب ڈوب جاتے۔ لیکن اُن کا خدا ہی اُن کو خشکی و تری میں اٹھائے لئے پھرتا ہے۔ اس لئے یقین کامل والے کے نزدیک کشتی کا وجود و عدم دونوں برابر ہیں۔ اور اسی لئے جن کو یہ یقین حاصل تھا وہ پانی پر چلے اور اگر وہ ہوا پر چلنا چاہتے تو بھی ممکن تھا۔

جب میں نے دیکھا کہ خضر علیہ السلام کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پانے تک کی حیات عطا ہوئی تو میں سمجھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے فتی (خادم) یعنی یوشع علیہ السلام، کے ساتھ اُن تک پہنچنے کی راہ نہ ڈھونڈی تھی اگر اس مشہور قول کے مطابق ہے "کاش میں دیکھتا اُن کو یا جو دیکھے اُن کو"۔

موسیٰ علیہ السلام خضر سے جو اپنے خادم کے ساتھ ملے تو صرف اسی لئے کہ اپنے خادم کے لئے بحرِ رسالت کو جو اُن کی نبوت سے نکلا تھا اور بحرِ ولایت کو جو خضر علیہ السلام کی خصوصیت سے نکلا تھا جمع کریں اور اس میں بھید یہ تھا کہ ولی کا حکم اُس رسول کے حکم کے ساتھ جس کی شریعت کی پابندی اُس پر لازم ہے دلیسا ہے جیسا ستارہ کا حکم آفتاب کے ساتھ۔ اور اُس کی تمثیل یہ ہے کہ جب نص پا یا گیا تو اجتہاد کے سارے احکام اُس کے تحت میں آگئے اور نص ہی کا حکم باقی رہا۔ اور جب نص غائب ہوگیا تو ہر مجتہد اپنے حکم کی طرف لوٹ آیا۔ پس جس طرح ہر مجتہد کا حکم نبی کی زندگی میں نبی کے حکم میں مندرج ہے اگر یہ ثابت رکھے تو ثابت رہے اور یہ مٹا دے تو مٹ جائے۔ ایسا ہی ولی کا حکم ہے رسول کے ساتھ۔ لیکن ابوبکر اور ان کے بعد جو خلیفہ ہوئے اُن کے زمانہ میں ہر مجتہد کے لئے اپنا حکم تھا اُس پر غیر کے اجتہاد کی پابندی نہ تھی۔ بس اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں اولیاء بنی اسرائیل کے حکم اُن کے حکم میں مندرج تھے۔ پس جب اُن کی

---

۱ سورہ شعراء کی آیت ۶۲ و ۶۳ (پارہ ۱۹) رکوع ۴۔ فلما ترآء الجمعٰن قال اصحٰب موسیٰ انا لمدرکون ٥ قال کلا ان معی ربی سیھدین ٥

وفات نزدیک پہنچی اور اُن کی رسالت کا آفتاب اُن کے اُس خلیفہ کے حجاب میں چھپ گیا جو اُن کے بعد اُن کے خلیفہ ہونے والے تھے اور وہ خلیفہ وہی (فتیٰ) خادم تھے جن کو ساتھ لے کر خضر علیہ السلام کے پاس گئے تھے تو جانا گیا تھا کہ اہلِ ولایت کے احکام عنقریب اُس فتیٰ کے زمانہ میں ظاہر ہوں گے اس لئے اُن کو یہ بات دکھلائی کہ ان کا معاملہ لوگوں کے ساتھ کیسا ہونا چاہئیے جو کہ ان کی خلافت کے زمانہ میں ظاہر ہو اور ان کے لئے امرِ رسالت اور امرِ ولایت دونوں کو جمع کر دیا۔ اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے اپنے فتیٰ (خادم) سے کہا کہ میں نہ ٹلوں گا۔ یعنی نہ مروں گا جب تک کہ میں دو دریاؤں کے ملنے کے مقام پر نہ پہنچ لوں یعنی جمع میں سالہا سال گذار دوں گا۔ یعنی زندہ رہوں گا اُس وقت تک کہ یہ حاصل ہو جائے گو میں سالہا سال ہی کیوں نہ زندہ رہوں۔ پھر جب یہ دونوں اُن دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ پر پہنچے اپنی مچھلی بھول گئے اس کے بعد جو کچھ معاملہ پیش آیا اُس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمادیا ہے۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے اُن کو (اپنے فتیٰ یوشع علیہ السلام کو) تعلیم دی کہ باطن کی رو سے اولیاء کی اطاعت کریں اور اگر شرع اُن کے کسی امر کے انکار کی مقتضی ہو تو ظاہر کی رو سے دریافت کرنے کے طور پر انکار کریں تاکہ جو اُن کے مقام میں نہیں ہیں وہ اُن کے احکام سے مشتبہ نہ ہو جائیں۔ ورنہ موسیٰ علیہ السلام کو کیا ہوا تھا جو اُن باتوں کی وجہ سے جن کو خضر نے ظاہر کیا تھا اُن پر احکام شریعت جاری کرنے سے باز رہے۔ کیونکہ اس قسم کی توجیہوں سے ظاہر شرع کا مطالبہ ساقط نہیں ہوتا۔ کیونکہ جو کوئی کسی قوم کی کشتی اُن کی اجازت کے بغیر توڑ دے اور کہے کہ میں نے اُس کو اس لئے توڑا ہے کہ زبردستی چھینی نہ جائے تو ظاہر میں اس سے مطالبہ ساقط نہیں ہوتا۔ اور جو شخص کسی بچہ کو مار ڈالے اور کہے کہ مجھکو یہ اندیشہ ہوا کہ بڑا ہو کر اپنے والدین کو سرکشی و کفر سے کہیں ایذا نہ دے۔ تو اُس سے اس بیان کی وجہ سے ظاہر شرع میں مطالبہ ساقط نہیں ہونے کا۔ اور ولی کا یہ کہنا کہ اس کو میں نے اپنے حکم سے نہیں کیا ہے ظاہری حکم میں اس قسم کے کاموں کو جائز کرنے والا نہیں ہے گو اُس کی ولایت متحقق ہو۔ پس اولاً موسیٰ علیہ السلام کا انکار نہ تھا۔ مگر نظام شرع کی حفاظت کے لئے۔ اور آخر میں اُن کا باز رہنا حکم اللہ کی نگہداشت کے لئے جو اپنے اولیاء کے بارہ میں اُس کا تھا اور "جو صاحب دل ہے یا کان لگا کر حضور قلب سے سنتا ہے اُس کی نصیحت کے لئے"۔

اور موسیٰ و خضر علیہما السلام کے قصہ میں یہ کہتے ہیں کہ مقصود یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جن کو اُس نے مکتسبات (کسبی امور) کے بیان کرنے کو مقرر فرمایا ہے اور کچھ بندے ایسے ہیں جن کو وہبی باتوں کے بیان کے لئے تعینات فرمایا ہے اور ان دونوں میں سے کسی کو جائز نہیں ہے کہ دوسرے پر اعتراض کرے اور جس پر ایک مقرر کیا گیا ہے اُس میں دوسرا اُس کی شرکت نہ کرے گو اُن دونوں میں سے ایک نبی اور دوسرا ولی ہو۔

۱؎ اس پورے پارہ گراف کے سمجھنے کے لئے سورۂ کہف (پارہ ۱۵ و ۱۶) کے آٹھویں اور نویں رکوع تمام و کمال سامنے رکھ لینا واجبات میں سے ہے۔ م۔

وحی کی اہمیت

جبال اور رجال دونوں مماثل ہیں۔ پس جس طرح جبال کو اپنی جگہ سے جب تک کہ عالم ہے کوئی چیز ہٹا نہیں سکتی مگر شرک۔ اسی طرح ولی ہے کہ جس نے اس کی پناہ لی ہے اس کے قلب سے ولی کی ہمت کو کوئی چیز ہٹا نہیں سکتی ہے مگر اس کے قلب کے موضع محبت میں بدون اپنے رب کی ورار کے شرک خالص۔ گو ان کا مگر ایسا ہو کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں تب بھی ولی اپنے مرید کے قلب کو اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ اور بجز شرک کے نہ کوئی تقصیر اور نہ کوئی اور چیز مرید کو ولی سے جدا کرتی ہے۔

خضر علیہ السلام نے جو موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا "ما فعلته عن امری" اس میں لفظ "ما" موصولہ[1] ہے اور خضر کا امر ان کی شان تھی۔ کیونکہ یہ افعال الہام ربانی کی روح کے احکام تھے۔ فافہم۔

خضر علیہ السلام مظہر عرفانی تھے ان میں موسیٰ علیہ السلام نے ان کے پائے جانے کے وقت وہ چیز دیکھی جس کے شہود میں دیکھنے کی درخواست انھوں نے اپنے مقام عرفانی میں کیا تھا۔ اور یہ مظہر اسی سے اور اسی کی طرف تھا۔ فافہم۔

کسی رتبہ میں کوئی کامل نہیں ہے مگر وہ اپنے رتبہ کے نیچے کے کمالات کا جامع اور اس کے اوپر کے کمالات کا محتاج ہے۔ یہاں تک کہ امر اس شخص تک منتہی ہوتا ہے۔ جس کے لئے منتہی ہے اور اس کے پرے تیر چلانے کی جگہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

روح کا مفہوم

نفس وہ ہے جس کے لئے ادراک ہے اور روح وہ ہے جس کے ذریعہ سے ہر مقام میں اس کے موافق ادراک ہے۔ اسی لئے قرآن کا نام روح ہے عیسیٰ کا نام روح ہے اور جبرائیل اس نبوی وحی کی روح ہیں جو معانی جلالیہ میں بھیجی جاتی تھی اور میکائیل اس وحی کی مراتب جمالیہ میں روح ہیں اور الیاس کی نشانی آگ ہے

جہاں کہ وہ جاتے ہیں آگ ساتھ جاتی ہے۔ اور خضر جو ہیں وہ خشک زمین پر بیٹھے تو سرسبز ہوگئی اور چونکہ موسیٰ کے لئے اس کی تجلی میں آگ اور درخت دونوں اکٹھے کئے گئے اور ان کے لئے یہ پورا ہوا اس لئے ان کے لئے دونوں امر کا عین ان کی قوم کے الیاس و خضر میں ظہور پذیر ہوا اور اسی لئے جس طرح نبیوں کے لئے جبرائیل ہیں اسی طرح ولیوں کے لئے الیاس ہوئے اور اکثر ان کے دیکھنے والے اصحاب مجاہدات ہوئے۔ اور خضر ان لوگوں کے لئے بمنزلہ میکائیل کے ہیں اور ان کے دیکھنے والے اکثر اصحاب مشاہدات ہوئے۔ اور یہ دونوں کسی کے لئے ظاہر نہیں ہوتے مگر اپنے غیب سے اپنی شہادت کی طرف متمثل ہو کر۔ اور ہر شخص ان دونوں کو اپنے حال اور اپنے مقام کے موافق دیکھتا ہے۔ اور ان دونوں کو آنِ واحد میں متفرق جماعتیں دور دور کے مقامات میں مختلف شکلوں میں دیکھتی ہیں۔ اور یہ دونوں بیک وقت ظاہر نہیں ہوتے مگر اسی شخص کے سامنے جس میں

---

[1] عام مفسرین کے موافق اس میں لفظ "ما" نافیہ ہے اور اس بنا پر اس کا ترجمہ یہ ہے کہ "میں نے اس کو اپنے حکم سے نہیں کیا ہے۔" اور "ما" موصولہ ہونے کی صورت میں معنے یہ ہوتے ہیں کہ جو کچھ میں نے کیا ہے وہ میری شان میں سے ہے "یعنی میرے مقام وحال کا اقتضا ہے۔ ۱۲ امترجم

کمالِ ذاتِ جلال وجمال کی روح ہے۔

تابع ومتبوع عبدالرحمن بن عوف کے پیچھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ جو شخص باطن میں متبوع ہو وہ کبھی ظاہر میں تابع ہوتا ہے۔ جیسا کہ کسی چیز کی غایت اُس چیز کے اعتبار سے پس ظاہری اتباع کو لازم نہیں ہے کہ متبوع باطن میں بھی تابع سے افضل ہو۔ چنانچہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہ وحی آئی تھی کہ "ملت ابراہیم کی یک سو ہو کر پیروی کرو" حالانکہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "میں سردار فرزند آدم ہوں قیامت کے دن تک یہاں تک کہ ابراہیم اس دن کہیں گے کہ مجھے تم اپنی امت میں داخل کر لو"۔

دُنیا کے مزے غلاظتیں ہیں۔ پس جس شخص نے اپنے پاس کی خصوصیات ربانیہ کو اس لئے ظاہر کیا کہ اس ذریعہ سے دنیا دی مزے لوگوں سے حاصل کرے گا۔ اُس نے ساری سلطنت کو غلاظتوں کے بدلے بیچ ڈالا۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ایک مرتبہ گھورے کے پاس اس قدر ٹھہرے رہے کہ لوگوں نے گھبرا کر اُن سے کہا کہ آپ نے ہم کو یہاں کیوں روک رکھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہی تو تمھاری وہ دنیا ہے جس پر نفسا نفسی کرتے ہو۔

جو چیز اللہ کے عارف کو خوش کرے گی وہ اُس کے معروف (اللہ تعالیٰ) کو بھی خوش کرے گی۔ اور جو چیز اُس کو ناخوش کرے گی وہ اُس کو بھی ناخوش کرے گی۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ بے شک اللہ عمرؓ کے خوش ہونے سے خوش ہوتا ہے اور اُس کے رنجیدہ ہونے سے رنجیدہ ہوتا ہے۔ اور یہی مضمون حضرت فاطمہؓ و بلالؓ و علیؓ و سلمانؓ و خبیبؓ کے بارہ میں بھی آیا ہے۔ پس اے مرید! ایسے کام کرو کہ عارفین تم سے راضی و خوش ہوں۔ اگر تم اپنے پروردگار کی رضا مندی اور اُس کی نعمتوں کی فراخی اپنے لئے چاہتے ہو۔ اور بچتے رہو! کیونکہ اس کے عکس میں نتیجہ بھی برعکس ہے۔ اور اللہ سے درخواست کرو کہ تم کو اس کی توفیق دے۔

حق کی طرف سے تکلیف و آزمایش اُسی صورت میں واقع ہوتی ہے جب خلق کی طرف سے اختیار و اقتدار کا دعویٰ ہوتا ہے۔ اس لئے جس نے عاجزی کی اور سرِ تسلیم خم کیا وہ تکلیف و امتحان سے بچا!۔ (میں کہتا ہوں) کہ تکلیف سے بچے رہنے کے معنی یہ ہیں کہ تکلیف میں اُس کو کوئی دشواری نہ معلوم ہوگی۔ لہٰذا نماز منتج بہ دعویٰ رعونت ہے اور نیند منتج بہ تقویٰ معونت ہے۔

کسب کی زبان کہتی ہے کہ "جو کچھ تمھارے پاس ہے نبڑنے والا ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے باقی رہنے والا ہے"[1] اور وجود کی زبان کہتی ہے کہ "جو رحمت اللہ آدمیوں کے لئے کھول دیتا ہے۔ اُس کا کوئی روکنے والا نہیں ہے"[2]

---

[1] ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق

[2] ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لھا

جو شخص اپنے ایمان کے لئے کمزور کیا گیا اُس کے لئے آخر میں تمکین و بلندی شان ہے "ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین" الآیۃ۔ اور جو شخص اپنے گناہوں کے موسم سے بڑا بنا اُس کا مآل حقارت ہے "سیصیب الذین اجرموا صغار عند اللہ وعذاب شدید" الآیۃ۔

تعلیم کرنے والا جو کچھ مستفید کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ وہ حقیقت میں خود اُسی کے لئے ہوتا ہے۔ جو غلام کہ اپنے آقا کی جگہ کام کرتا ہے وہ قوم کا غلام خود قوم کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور اللہ کی طرف سے کوئی چیز نہیں آتی مگر اُسی کی طرف اُس کو سمجھو اور میری بات کو اُن لوگوں کے سوا جو میری طرف منسوب ہیں دوسرا نہیں سمجھتا۔

اس حدیث "قیامت قایم نہ ہوگی جس حال میں کہ روئے زمین پر اللہ اللہ کہنے والا ہوگا" کی شرح میں یہ کہتے ہیں کہ یعنی عارف باللہ حقاً۔ پس خلق کے درمیان حق کے عارف کا وجود اُن پر ہولناک قیامت ہونے سے امان ہے۔

مشاہدہ حق

کسی نے اللہ کی عبادت نہ کی مگر غیب پر۔ لیکن ذوق والی شرع نے تیرے لئے ذوق شرعی محمدی میں اس طور پر جمع کی طرف ایک دروازہ کھول دیا ہے کہ تو ہر چیز کو یہاں تک کہ اپنی عبودیت کو بھی اپنے معبود کی طرف سے مشاہدہ کرتا ہے پس تو اُسے دیکھتا ہے کہ وہی ان احکام کو تجھ پر جاری کرتا ہے اور اپنی قیومیت سے اُن کو تجھ میں قائم رکھتا ہے۔ پس اس شہود کے وقت تو ایسا ہو جاتا ہے کہ "تو اُس کی عبادت اس طرح کرتا ہے کہ گویا تو اُسے دیکھتا ہے" کیونکہ اگر تو اُسے دیکھتا تو اُسے تو اپنا وجود اپنی کُل صفات کے ساتھ دیکھتا۔ اور لسان محمدی نے اس شہود کا نام مقام احسان رکھا ہے۔ اور اس کے بعد نہیں ہے مگر ایقان کا مقام اور وہی عیان ہے۔

کسی شخص کے لئے حلال نہیں ہے کہ خلق اللہ میں سے کسی شخص کو اپنا ہاتھ اور اپنا پاؤں چومنے دے مگر اُسی صورت میں کہ اس کے ساتھ حق کی طرف سے وہی باتیں ہوں جو سنگ اسود میں ہیں۔ یعنی خلق میں حق تعالیٰ کے عہد کی نگہداشت اور اللہ وحدہ کا قصد اور نہیں وہم کی زبردستی کے لوث سے خوب پاک ہونا اور غفلت میں ڈالنے والی شہوت اور باز رکھنے والے مزون اور گمراہ کرنے والی رعونتوں کا نہ ہونا۔ اور خلق کی خطاؤں کا بار اٹھانا اور سیاہ ہو جانے کی پروا نہ کرنا۔ اور اُن کو اُن کے رب کی یاد دلانا جس سے اُن کے دل اُجلے ہو جائیں۔ پس جس میں یہ صفات جمع ہوں وہی ان کے لئے زمین میں اللہ کا ہاتھ ہے "بے شک[1] جو لوگ تمھارے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں"۔

ہر زمانہ کے لئے ایک "واحد" ہوا کرتا ہے جس کا علم و حکمت میں نہ اُس کے اہل زمانہ میں سے اور نہ اُن لوگوں میں سے جو اُس کے زمانہ سے پہلے گذرے ہیں۔ مثل ہوتا ہے۔ کیونکہ ایک دوسرا زمانہ اس سے پہلے گذر چکتا ہے۔ اور اس واحد کی زبان اپنے زمانہ میں اپنے تلامذہ سے کہتی ہے کہ "لوگوں[2] کے لئے جس

---

[1] ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ۔ پارہ ۲۶ رکوع ۹ (سورہ فتح کی دسویں آیت)

[2] چوتھے پارہ کا تیسرا رکوع (سورہ آل عمران کی ایک سو دسویں آیت) کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الآیۃ

قدر امتیں پیدا ہوتیں ان میں تم سب سے بہتر ہو ؎ کیونکہ ان لوگوں نے ایسے امام سے اخذ کیا کہ اُس کا مثل اُس سے پہلے نہ گذرا اور نہ اُس کا نظیر اُس کا معاصر ہوا۔ اور جو حکم امام کا وہی اُس کے مقتدی کا۔ پس اگر وہ اس بات کو اپنی زبان سے کہے تو یہی حق اور سچ ہے اور اگر وہ یہ کہے مگر وہ اس مقام کے لوگوں میں سے نہ ہو تو اُس کا حال اُس کے مقال کو جھٹلائے گا۔ اور حق ہی اس کا سزاوار ہے کہ اُس کی پیروی کی جائے۔

حق تعالیٰ کو آخرت میں بلا حجاب نہ دیکھیں گے مگر تنزیہ مطلق ہی والے۔ اور یہ توحید کو ایسے شرک سے مجرد کرتا ہے جس میں اُس کا تقابل یا تقابل کا شائبہ پایا جائے۔ کیونکہ یہ لوگ احد کو ایسا یکتا مشاہدہ کرتے ہیں کہ مطلق اُس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اور اُس عیاں کا ستر ہے جس کے ساتھ حجاب محالات میں سے ہے۔ اور جو تنزیہ مقیدوالے ہیں اُن کے لئے حجاب لابدی ہے۔ جیساکہ اس حدیث میں اُس کی طرف اشارہ ہے۔

"درمیان اہل جنت کے اور درمیان اس کے کہ وہ اپنے رب کو دیکھیں، نہ ہوگی مگر رداء کبریا اُس کے چہرہ پر جنت عدن میں" اور یہی وہ لوگ ہیں کہ جب حق تعالیٰ قیامت کے دن ان کے غیر معتقدات میں ان کے لئے تجلی فرمائے گا تو حق تعالیٰ کو نہ پہچانیں گے۔

حضرت عمرؓ کی منت کا واقعہ ان سے ایسے مرید کی نسبت پوچھا گیا جس نے دعویٰ کیا کہ میں نے اپنے پیر کا کمال مشاہدہ کیا ہے۔ بعدہٗ اُس نے اُس کی حضوری سے مکہ معظمہ یا مدینہ طیبہ یا بیت المقدس کی زیارت کا ارادہ کیا اور اُس پر یہ سند لایا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری سے اپنی منت پوری کرنے کے لئے مکہ کا سفر کیا تھا۔ اس کے جواب میں انھوں نے کہا کہ سچا مرید سب سے پہلے جو کمال اپنے پیر میں دیکھتا ہے وہ یہ ہے کہ اُس کو حضرت حق میں پاتا ہے جہاں اُن سب لوگوں کی روحیں ہوتی ہیں جو اُس کی نسبت میں ہدایت کے امام ہیں پھر اس کے ساتھ وہ کیونکر اُس بارگاہ کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے آثار کی جگہوں کے لئے جو اُس بارگاہ سے جس میں اُس نے اپنے پیر کو دیکھا ہے کم ہیں چھوڑے گا؟ اور کیونکر اُس مکان کو چھوڑ کر جس کو حق نے خود اُس کے لئے بنایا ہے اُس مکان کی طرف مشغول ہوگا جس کو اُس نے لوگوں کے لئے بنایا ہے؟ یا ارواحِ انبیاء کے مظہر کی ہم نشینی اور اُن سے دوبدو اور رودررو ملنے کو چھوڑ کر اُن کے اجسام و افعال کے آثار میں مصروف ہوگا؟ اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا سفر تو اللہ کے حکم عام کی تعمیل کے لئے تھا کیونکہ قرآن میں ہے "یوفون بالنذر" (منت پوری کرتے ہیں) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص حکم کی بجا آوری کے لئے کیونکہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ "یارسول اللہ میں نے جاہلیت کے زمانہ میں منت کی تھی کہ مسجد حرام میں اعتکاف کروں گا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کرو" اور تمھارے لئے یہ اشارہ بس کرتا ہے کہ جس دن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ منت مانی تھی اُس دن اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم نشینی کو ہر چیز پر مقدم جانتے۔ انما المومنون الذین امنوا باللہ ورسولہ واذا کانوا

ؔ انما المومنون الذین امنوا باللہ ورسولہ واذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذھبوا حتی یستاذنوہ ان الذین یستاذنونک اولئک الذین یومنون باللہ ورسولہ فاذا استاذنوک لبعض (باقی اگلے صفحہ پر)

معہ علی امر جامع لم یذھبوا حتی یستاذنوہ ۔ واستغفر لھم اللّٰہ تک ۔ اب دیکھو کہ ضروری کاموں کے لئے جانے میں باوجود اجازت مانگنے اور دیئے جانے کے کیونکر وہ اپنے استغفار کے لئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے محتاج کئے گئے اور اس بارہ میں خود اُن کا استغفار اُن کے لئے کافی نہ ہوا۔ اس لئے مرید صادق کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنی ہدایت کے امام کی حضوری سے کبھی جدا ہو۔

(میں کہتا ہوں کہ) جج مفروض کا شیخ کے کلام سے مستثنیٰ ہونا متیقن ہے ۔

روح عیسیٰ کی توضیح

اور اللہ تعالیٰ کے قول "مسیح یعنی عیسیٰ بن مریم تو بس اللہ کے رسول اور اُس کے کلمہ ہیں جس کو اللہ نے مریم کی طرف ڈالا تھا ۔ اور اُس کی طرف سے اک روح ہی ہیں" کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے کلمہ علمیہ اور روح ارادیہ کو ایک جا فرمایا اور کہا کہ "پس بھیجا میں نے اس کی طرف اپنی روح کو پس وہ اچھے خاصے آدمی کی صورت بن گئی" پس روح تو وہی ہے جو اپنے حکم علمی سے اُس لوتھڑے پر جو مریم سے وجود میں آیا تھا غالب آئی اور اُس لوتھڑے کے سبب سے اُس نے صورت اختیار کی ۔ اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ" اور اُس کو لوگوں نے قتل نہ کیا" کیونکہ جو چیز ان پر غالب تھی وہ حیات کی صورت اختیار کی تھی کوئی حکم اُن حکموں میں سے جو لوتھڑے کے مناسب تھے واقع ہوا تو اس سبب سے وہ صورت اختیار کرنے والے میں ہرگز موثر نہیں ہو سکتا ۔ کیونکہ جو چیز بالذات ہے وہ حقیقۃً عرض سے زائل نہیں ہو سکتی ۔ اور اگر وہ دوسرے حکم میں جو اُس کے مخالف ہو پوشیدہ ہو جائے تو یہ اس شخص کے اعتبار سے ہے جس نے اُس سے ادراک نہ کیا ۔ مگر اُسی حکم کو جس کے اعتبار سے وہ پوشیدہ ہوا ہے ۔ اور اکثر لوگ کہتے ہیں کہ اگر یہ توجیہ صحیح ہے تو یہ واقعہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کی آنکھ نکال لی تو وہ لوٹ کر پروردگار کے پاس گیا اور اُس نے وہ آنکھ اُسے واپس دی ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فرشتہ طبعی روح ہے جو صورت طبیعیہ میں متشکل ہوتا ہے ۔ اس لئے اس سے یہ امر بعید نہیں ہے ۔ کیونکہ یہ اُسی کے عالم میں سے ہے ۔ اور اگر وہ طبعی نہ ہوتا تو آنکھ نکالنے کا وقوع نہ ہوتا مگر صرف مثال میں اور اس کے بعد وہ دوسری مثال میں متشکل ہوتا اور نکالی ہوئی آنکھ کی جگہ میں دوسری درست آنکھ بدل دی جاتی اور اس میں انھوں نے تقریر کو طوالت دی ہے ۔

ذات وصفات

بعض صوفیوں کے قول "حق ہر چیز کی ذات ہے اور محدثات اُس کے نام ہیں" کے بارہ میں ان کا قول ہے کہ پہلے جملہ کے معنی یہ ہیں کہ ہر چیز کا قایم و ایجاد و محقق کرنے والا

(بقیہ حاشیہ ۴۳۶ سے آگے) شانھم فاذن لمن شئت منھم واستغفر لھم اللّٰہ ان اللّٰہ غفور رحیم۔ سورہ نور کی باسٹھویں آیت (پارہ اٹھارہ رکوع پندرہ) مسلمان تو بس وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں اور جب کسی ایسی بات کے لئے جس میں لوگوں کے جمع ہونے کی ضرورت ہے، پیغمبر کے پاس جمع ہوتے ہیں تو جب تک پیغمبر سے اجازت نہ لیں نہیں جاتے۔ جو لوگ تم سے اجازت لے لیتے ہیں حقیقت میں وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں تو جب یہ لوگ اپنے کسی کام کے لئے تم سے جانے کی اجازت طلب کیا کریں تو تم ان میں سے جس کو چاہو اجازت دیدیا کرو اور خدا کی جناب میں اُس کے لئے مغفرت کی دعا بھی کردو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔۱۵۰۔

نہیں ہے مگر حق ہی کیونکہ عرض کی متقوم و محقق ذات ہی ہے۔ اور حق جب اس منزلت میں محدثات میں سے ہوا تو وہی محدثات کا وہ قایم رکھنے والا ہوا جس کے بدون اس کا قیام نہیں ہے اس لئے حق پر اُن کی ذات کا اطلاق ہوا۔ اور محدثات کا اس کے اسمار ہونا اس سبب سے ہے کہ محدثات کی دلالت اس پر ایسی ہے کہ اُن کی ذات کو لازمی ہے جیساکہ مفعول کی دلالت اپنے فاعل پر۔ اور نام وہ ہے جو اپنی ذات سے اُس پر دلالت کرے جس کے لئے وہ وضع کیا گیا ہے۔ پس اسی وجہ سے محدثات کو اُن کے اُس قیوم کے اسمار کہا گیا ہے جو اُن کو وجود میں لایا ہے۔

جو شخص یہ چاہے کہ عالم ذاتی اطاعت سے اُس کی اطاعت کرے وہ نہ طلب کرے مگر اللہ ہی کو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کمال کی صورت پر پیدا کیا گیا ہے جس کو ساری مخلوقات اُسی طرح ڈھوتی ہے جس طرح رحمٰن کو۔ کیونکہ وہ عالم ہستی میں اس کا نائب ہے۔

ذات کی شان یہ ہے کہ نفی نفسہا مطلق رہے اور اُس کی صفات کی نسبتیں برابر ہوں اسی لئے کسی موجود کو اطلاق کا شعور نہیں ہوتا مگر اُسی صورت میں کہ وہ اپنی ذات سے باعتبار تقید کے اطلاق کا زیادہ ترگرویدہ ہو اور اس میں انھوں نے طولانی تقریر کی ہے۔

روح و قلب کا تزکیہ جب روحیں صاف ہوتی ہیں تو آسمان و زمین کے اطراف سے نکل جانا چاہتی ہیں تاکہ عالم کثافت و غبار کے حکم سے جدا ہو کر عالم لطافت و محض خیر کی طرف چلی جائیں۔ اور اُن کے جسم خاکی ہونے کا حکم اُن کو روکتا ہے۔ اس لئے کشاکش واقع ہوتی ہے۔ اور اکثر ایسی روح والے کدُورکا و ٹوں سے خالی نہ ہونے پر برابر حسرت و افسوس رہا کرتا ہے۔ اور اس مقام پر پہنچ کر وہ نالہ و فریاد کرتا اپنے آپ کو سیلی و طمانچے لگاتا اور کپڑوں اور اپنے چہرے کو نوچتا ہے۔ اور بعض اوقات نفس کا حال ان روحوں پر غالب آجاتا ہے تو معارف بدن سے الگ ہو جاتے ہیں اور موت حاصل ہوتی ہے۔ اس کو انھوں نے طوالت سے بیان کیا ہے۔

جہاں تک کہ قوم کا ساربان اُن کے عشق و حال میں اُن کے مطلب کے موافق ہوگا اسی قدر اُس کی تاثیر اُن میں زیادہ ہوگی۔

امام رہنما کی شان یہ ہے کہ مریدوں کے دلوں کو پاک و صاف کرنے سے غافل نہ رہے۔ کیونکہ یہ حق کے مظاہر کا طواف کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لئے پاک و صاف کرو اور اعتکاف پر قائم رہنے والوں اور رکوع و سجدے کرنے والوں کے لئے" بذریعہ قربت ایمانی حسی کے۔ اور اس میں تقریر کو انھوں نے طول دیا ہے۔

حرم ولی کا اہل و محرم، وہ شخص ہے جو اُس کے پاس قلب سلیم کے ساتھ آئے جو حظوظ و شہوات بہیمیہ سے بچا ہوا ہو کیا تم نہیں دیکھتے کہ دلہن کے اہل و محرم نہیں ہیں مگر وہی لوگ جو شہوت بہیمیہ سے اُس کی طرف نہیں دیکھتے جیسے باپ بھائی چچا اور شوہر کہ یہ بھی اُس کی طرف شہوت بہیمیہ سے نہیں دیکھتا بلکہ ارادہ امر سے۔ اور عورتیں منع کر دی گئی ہیں کہ اپنے چہرے اور اپنی بیٹھوں اور چھپانے کے قابل زینت کو ظاہر

نہ کریں مگر قرابت مندوں یا اُن مردوں کے سامنے جن کو عورتوں سے غرض مطلب نہیں یا اُن لڑکوں سے جو عورتوں کی پردے کی بات سے آگاہ نہیں ہیں" اور یہ اُن ضعیف عقل والوں کی مثالیں ہیں جو پختہ دلی کے ساتھ اہلِ نظر کے مقلد اور حقائق کے ادراک سے قاصر ہیں۔ بس یہی حال ہر مرید کا ہے۔ جو اپنے پیر کی بارگاہ میں خلوص کے ساتھ آتا ہے وہ اُس کے اہل میں سے ہوتا ہے اور اُس پر اُس کا ستر کھلتا اور اسرار کا جلوہ ہوتا ہے اور جو نہیں تو نہیں۔

خلوص کا مطالبہ اہلِ تخصیص کی خصوصیت کو پہچاننے کے لئے اپنے نفس سے خلوص کا مطالبہ کرو۔ اور جو کچھ تم اُن سے چاہتے ہو وہ تم کو اُن کے دوست رکھنے سے حاصل ہوگا۔ اور اُن سے یہ فرمایش نہ کرو کہ وہ اپنے دلوں کو تم میں مشغول کریں اور تم اپنے نفس کے معاملہ کو چھوڑ بیٹھو کیونکہ اس میں تھوڑا فائدہ ہے۔

جو امور کہ کسب سے پیدا ہوتے ہیں اُن کے لئے اسباب ویسے ہی ہیں جیسے کھیتی کے لئے پانی کہ جب اُس کو پانی نہ ملے گا وہ خشک ہو جائے گی۔ بس یہی حال سوچنے والوں کا ہے کہ جب وہ غور و فکر چھوڑ دیں گے۔ ان کے معتقدات نظریہ بیکار ہو جائیں گے۔ اور علیٰ ہذا تنگی سے زندگی بسر کرنے والے کہ جب وہ اپنی سختیوں کو چھوڑ دیں گے اُن کی تاثیرات کونیہ اور مکاشفات صوریہ جاتی رہیں گی۔ اور جو چیز اللہ تعالیٰ کی وہبی ہوتی ہے وہ برابر یکساں رہتی ہے

جس نے اپنا راز چھپایا وہ اپنے معاملہ کا مالک ہوا۔ اور جس نے ایسے احوال ظاہر کئے جو راز پر دلالت کرتے ہیں اُس نے کچھ بھی نہ چھپایا۔ اور اپنے گروہ پر نہ ظاہر کرو مگر اُسی قدر جس کو تم جانتے ہو کہ وہ تمھاری نسبت مان لیں گے "کہیں[2] اپنے خواب کو اپنے بھائیوں سے نہ کہہ بیٹھنا کہ تجھکو کسی نہ کسی آفت میں پھنسانے کی تدبیریں کرنے لگیں"

شکر و اطاعت شکر کامل کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کا جو شکر کرے اُس کو اللہ ہی کی طرف سے مشاہدہ کرے "اور[3] کوئی شکر کرتا ہے تو اپنے لئے شکر کرتا ہے" اور حقیقت میں اللہ کا شکر نہیں کرتا ہے مگر اللہ ہی۔ اور بندہ اس سے عاجز ہے۔

جب تم کو معلوم ہو کہ تمھارے پیر کو تمھارے سارے احوال کی اطلاع ہے تو گویا تم نے اپنا نامۂ اعمال اُس کے سامنے پیش کر دیا اور اُس نے اُس کو پڑھا۔ پس وہ یا تو تمھارا شکر کرے گا۔ یا تمھارے رب سے تمھاری بخشایش چاہے گا۔ اس لئے اُس کی سنو اور اطاعت کرو۔ اور اگر اللہ تعالیٰ تمھیں کو بصیرت عطا فرمائے

---

[1] دیکھو سورہ نور کی اکتیسویں آیت (پارہ ۱۸ رکوع ۱۰)

[2] لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ عَلَىٰ إِخْوَتِكَ فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا ۵ سورہ یوسف کی پانچویں آیت (پارہ بارہ۔ رکوع ۱۱)

[3] وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ ۔ سورہ نمل کی بیالیسویں آیت (پارہ ۱۹۔ رکوع ۱۸)

تو تم اس کے ذریعہ سے جان لوگے ۔ گویا تم کو تمھارا نامۂ اعمال پڑھنے کے لیے مل گیا ۔ بس اگر اول نیکیوں پر تم نے عمل کیا جو اُس میں ہیں تو تم کو نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں ملا ۔ اور اگر اُس کے مضمون کی تم نے مخالفت کی تو تم کو وہ نامہ بائیں ہاتھ میں ملا ۔ اور اگر تم نے اُس کے دیکھنے میں غفلت کی تو تم کو وہ نامہ تمھاری پیٹھ کے پیچھے سے ملا ۔ اور جہاں کہیں یہ بیان تم کو ملے تو اپنے نامہ کو پڑھ لیا اور اپنے حساب کو لکھ لیا کرو ۔ "آج[1] اپنا حساب لینے کے لئے تو آپ ہی بس کرتا ہے " بس اس کو سمجھو ۔

شفاعت پیشوایان ہدایت اللہ عزوجل کے امان میں ہیں ۔ اور وہ جو روتے اور گڑگڑاتے ہیں تو اپنی پیروی کرنے والوں کے لئے یعنی خواہ اُن کو تعلیم ہو کہ کیونکر عمل کرنا چاہیئے یا شفاعت غیبیہ ہو ۔ اور کوئی شک نہیں کہ تعلیم بھی شفاعت ہے ۔ اس لئے کہ جس نے سیکھا اور عمل کیا اُس کے حق میں سفارش منظور ہوئی اور اُس کو فائدہ پہنچا ۔ اور جن لوگوں نے ایسا نہیں کیا اُن کو سفارشیوں کی سفارش فائدہ نہ دیگی "پس[2] ان لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ نصیحت سے روگردانی کرتے ہیں "۔

کشف و وہم کشف تمھارے پروردگار علیم کی طرف سے ہے اور اُس پر پردہ تمھارے بھی وہم کی طرف سے پڑتا ہے ۔ اس لئے کشف کے لئے اپنے وہم سے مدد نہ لو اس لئے کہ اس سے اور بھی پردہ بڑھ جائے گا ۔ اور جس وقت تم خلوص کے ساتھ اُس کے وجود کی طرف متوجہ ہوگے تو اپنے رب سے بخل کا اندیشہ نہ کرو کیونکہ وہ تم کو ضرور ہی دے گا ۔

چونکہ حوا آدم کی پوشیدہ شہوت کی مظہر تھیں اس لئے عورت کبھی نہیں دیکھتی مگر شہوت جسمیہ ہی کو جو نہیں جانتی کہ اُس کے اوپر کیا ہے اور اُس کی ہمتِ اعلیٰ کی طرف رُخ ہی نہیں کرتی اور نہ کبھی انجام پر نظر کرتی ہے ۔ وہ تو صرف اُسی چیز کی طرف دوڑ جاتی ہے جس کی طرف اُس کا بھی وہم اُس کی خواہشوں کو حرکت دیتا ہے ۔

بعض باتیں خلق کے لئے کمال کی اور حق کے لئے نقصان کی ہیں مثلاً ازواج و ذرّیت ۔ پس اگر کوئی کہے کہ ازدواج نہ ہو تو نتیجے ظاہر نہ ہوں ۔ تو اُس سے کہو کہ نہیں نتیجہ وہاں سے حاصل ہو سکتا ہے ۔ جہاں سے آدم علیہ السلام کی صورت میں حاصل ہوا ۔ لیکن بالکل اسباب ہی کی طرف رخ کرنا ہی تو وہ ممنوع کھانا ہے جو اُس عذاب کے مسلط ہونے کا باعث ہے جو ضروریات میں ہے فافہم

آیات کی صوفیانہ تفسیر اللہ تعالیٰ کے قول[3] خذوا زینتکم عند کل مسجد میں "زینت" سے یہاں مکارم و محامد و فضائل مراد ہیں کیونکہ نفوس آدمیہ کے لئے تو یہی آراستگی ہے ۔ اور اس کی ضد تو جانوروں کی آراستگی ہے ۔ اور " کُلِّ مَسْجِدٍ " سے مراد کل وہ لوگ ہیں جو اپنے

---

[1] کفیٰ بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا ۝ سورہ بنی اسرائیل کی چودھویں آیت (پارہ ۱۵ ۔ رکوع ۲ ۔) مترجم
[2] فَمَا لَھُمْ عَنِ التَّذْکِرَۃِ مُعْرِضِیْنَ ۝ سورہ مدثر کی انچاس آیت (پارہ ۲۹ ۔ رکوع ۱۶ ۔) مترجم
[3] سورہ اعراف کی اکتیسویں آیت (پارہ ۸ ۔ رکوع ۹) ۔

نورے خلق کو راہ دکھانے اور ان کو حسنِ عبودیت کی طرف لے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے[1] وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِكَ خَیْرٌ ط ذٰلِكَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ہ حق پیدا ہوا ہے حق کی صورت میں بس یہی اُس کی زندگی و شباب ہے۔ اس لئے جب حجابوں اور غفلتوں کے عوارض اُس کو بوڑھا کر دیتے ہیں تو وہ آگ کا سمندر ہو جاتا ہے کہ جب وہ آگ میں ڈالا جائے تو اس کا شباب لوٹ آئے۔ بس اس کو سمجھو۔ اور جو بندہ کہ بخیل یا گنہگار رہے یا اُس میں بغیر حلم کے عجلت ہے اُس پر محبت کی صفت کا اطلاق صحیح نہیں ہے۔

قلب کا نام قلب اس لئے ہوا کہ یہ علم ازلی میں حق تھا جس کی قوت میں اُس کا خلق ہونا پوشیدہ تھا۔ اور علم ابدی میں اس کا اُلٹا ہو گیا یعنی یہ وہ خلق ہوا جس میں اس کا حق ہونا پوشیدہ ہے۔ پس وہ حق جو ازل میں تھا اپنے رب کا گھر ہے۔ اور وہ خلق جو ابد میں ہے اُس کے بندہ کا گھر ہے۔ اور جیسا کہ ازل کے رو سے حق کے ذریعہ سے خلق کا ظہور ہوا۔ اُسی طرح ابد کے اعتبار سے خلق کے ذریعہ سے حق کا ظہور ہوا۔ اور اس میں لمبی تقریر کی ہے۔

جب بندہ پر حق تعالیٰ کی نظر عنایت ہوتی ہے تو جو چیزیں کہ بدبختوں کی شقاوت کے سبب ہوتی ہیں وہی اُس کی سعادت کے ذریعے ہوتی ہیں۔ یہ گناہ کرتا ہے۔ اور اس کے بعد دل شکستہ شرمندہ و ذلیل ہوتا اور حجاب و جدائی کا مزا چکھتا اور اس سے وصل کی قدر پہچانتا ہے۔ اور اس سبب سے زیادہ شکر کرتا اور زیادہ مورد فضل ہوتا ہے۔ اور جو اس کے برعکس ہے اُس کا معاملہ بھی برعکس ہے بے شک اللہ حکم دیتا ہے جو چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے قول وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ[2] الآیہ میں اُن لوگوں سے روگردانی کا حکم ہے جنھوں نے اولیاء کاملین کا مشغلہ بنا رکھا ہے۔ کیونکہ یہی اللہ تعالیٰ کی وہ آیات ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پہنچواتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ[3] (اور مقصود یہ ہے کہ ہم تم کو لوگوں کے لئے ایک آیت یعنی نشانی و نمونہ بنائیں)

چونکہ وکالت سے یہ بات نکلتی ہے کہ جس بات کو موکل نے وکیل کے سپرد کیا ہے اُس میں وہ عاجز ہے اور وکیل کو اُس پر گونہ قدرت ہے کیونکہ بذات خود کام کی انجام دہی کے مانع کا پایا جانا لابدی ہے۔ اس لئے اللہ کو اپنے بندہ کا وکیل کہا گیا اور بندہ اپنے رب کا وکیل نہ کہلایا۔

نکاح کی حکمت

ان سے پوچھا گیا کہ کیا حق کے مُرید (ارادہ کرنے والے) کے لئے جائز ہے کہ ایسی چیز میں مشغول ہو جو اُس کو اُس کی مراد سے روکے؟ اُنھوں نے کہا کہ نہیں۔ تب یہ سوال کیا گیا کہ شارع صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی امت کو نکاح کرنے کی اجازت دی ہے اس میں کیا حکمت ہے؟ حالانکہ اس میں جو رکاوٹ ہے وہ ظاہر ہے۔ اس کے جواب میں انھوں نے کہا کہ نفوس بشریہ کی پیدائش اس پر ہوئی ہے کہ اپنے عوارض مزاجیہ سے مغلوب ہوں۔ اس لئے ان کو ایسی چیز کی اجازت دی گئی جس سے

---

[1] اور پرہیزگاری کا لباس یہ بہتر ہے۔ یہ خدا کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ لوگ غور کریں (سورہ اعراف کی چھبیسویں آیت (پارہ ۸، رکوع ۱۰) ۱۲

[2] دیکھو سورہ انعام کی اڑسٹھویں آیت (پارہ ۷، رکوع ۱۴) مترجم۔

[3] دیکھو سورہ بقرہ کی دوسو انسٹھویں آیت (پارہ ۳ رکوع ۳) ۱۲

ان عوارض کے غلبہ سے رہائی پائے تاکہ یہ عوارض اُن کو حق سے نہ روکیں۔ اور نکاح کرنے سے پہلے ضرورت واقع ہونے کی شرط اس لئے لگا دی گئی کہ یہ حق کی طرف متوجہ نہ کہ اُس سے روگرداں ہونے کا ذریعہ ہو۔ کیا تم اللہ تعالیٰ کے قول "ذالک ادنیٰ ان لا تعولوا" کو نہیں دیکھتے۔ "عول" کے معنی زیادتی کے ہیں۔ یعنی نکاح قریب تر اس سے ہے کہ تم اپنے مولیٰ کو چھوڑ کر اُس کی طرف جو اس سے کم ہے جھکو۔ اس لئے جو شخص اچھی نیت سے نکاح کرے گا وہ اپنے نکاح کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا ہے علاوہ بریں نکاح میں زنا سے بھی جو اللہ تعالیٰ سے بہت ہی بڑا حجاب ہے بچاؤ ہے۔ اور جس نے محض شہوت ہی کے لئے نکاح کیا اُسی کے لئے یہ پروردگار سے باز رکھنے والا ہے۔

تیری روحانی حقیقت کے مبدء کا تیری جسمانی حقیقت کے مبدء سے تجھ پر زیادہ حق ہے۔ اور جب تو نے اس کو جان لیا تو اپنے رب کے کام کو جو تیرا روحانی مبدا ہے سب پر مقدم رکھ۔ اللہ تعالیٰ نے تیری نسبت فرمایا ہے۔ "پس میں نے اُس میں اپنی روح پھونکی" اس لئے تیرے ماں باپ اور اللہ کے سوا ہر چیز سے حق تعالیٰ کا حق تجھ پر زیادہ ہے اور وہ تجھ پر اول سب سے زیادہ مہربان اور سب سے زیادہ تیری خوشی کا خواہاں ہے اور چیز کا مالک سب سے زیادہ اُس چیز کا مستحق ہوا کرتا ہے۔

تیرا مرشد و تربیت کنندہ جس کا خلیفہ ہو وہی اپنی حقیقت کی رو سے تیرا پروردگار و رہنما ہے۔ پس اے مرید اُس شخص کو پہچان جو تیری مراد ہے۔ اور اے شاگرد اُس کو جان جو تیرا اُستاد ہے۔ اور اس کی پابندی کو غنیمت جان۔

علمائے حق و باطل بُرے علماء لوگوں کے حق میں ابلیس سے زیادہ ضرر رساں ہیں۔ کیونکہ ابلیس جب وسوسہ ڈالتا ہے تو مومن سمجھ جاتا ہے کہ یہ کھُلا دشمن و گمراہ کرنے والا ہے۔ اس لئے جب اُس کے وسوسہ کی اطاعت کرتا ہے تو جان لیتا ہے۔ کہ میں نے گناہ کیا اور اپنے گناہ سے پروردگار کی درگاہ میں توبہ و استغفار کرتا ہے اور بُرے علماء حق و باطل کو گڈمڈ کر دیتے اور اپنی کجی اور ہٹ دھرمی سے غرضوں اور خواہشوں کے موافق احکام میں زیادتی کرتے ہیں۔ اس لئے جس نے ان کی اطاعت کی اُس کی محنت رائگاں گئی حالانکہ وہ یہ سمجھا کہ میں نے اچھا کام کیا۔ اس لئے ان سے اللہ کی پناہ چاہو اور پرہیز کرو اور سچے علماء میں سے ہو جاؤ۔

مولویوں سے احکام دین کے علم کا دعویٰ حاصل کروگے۔ اور علماء باعمل سے احکام دین پر عمل کرنا سیکھو گے اس لئے دیکھ لو کہ دونوں میں سے کون سا فائدہ رب العالمین کے نزدیک قربت کا ذریعہ ہے۔ بس استحکام کے ساتھ اُسی کے پابند رہو۔ اور جب تم سے مولوی کہیں کہ تم نے خلوص والے صوفیوں سے کیا حاصل کیا؟ تو اُن سے کہو کہ میں نے احکام دین کے جو اقوال تم سے سیکھے تھے اُن پر خوبی کے ساتھ عمل کرنا میں نے ان سے سیکھا

قربت کی نیت عادات و مباحات کو بھی عبادت بنا دیتی ہے۔ یہاں تک کہ اہل اللہ کے پشمی جبہ کو تم اوروں کے ریشمی لباس سے بہتر سمجھتے ہو۔ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اُس سے اُن کا مقصود اللہ تعالیٰ کا رُخ ہے

لہ وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَزِدْ لَهُ فِيهِ حُسْنًا ۚ سورہ شوریٰ کی تیئیسویں آیت (پارہ ۲۵۔ رکوع ۴) ۱۲ مترجم

جو شخص نیکی کرے گا اُس کے لئے ہم اور زیادہ خوبی پیدا کر دیں گے "۔

تیرے اور تیری دریافت کے بیچ میں یہی ہے کہ تو دُنیا کی محبت کو اپنی پشت پر ڈال دے۔

اولیاء کے کمالات

خاتم الاولیا خاتم الانبیاء کے طور پر ہوتے ہیں۔ اور اس کی علامت یہ ہے کہ کُل اولیاء کی یافت اُس میں ہوگی اور اپنی خاص یافت کے ساتھ مخصوص ہوگا جیسا کہ خاتم الانبیاء میں کل نبیوں کے کمالات تھے اور ان سے اپنی خصوصیت کے باعث ممتاز تھے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ " واحد" دو جہتوں سے دو اعتبار کے باعث صدیق قطب ہوتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ صدیقیت نظام قطبیت کے ضمن میں ہوتی ہے اس لئے کہ وہ اس کے دائرہ کے مراتب میں سے ہے۔

قطب ایسے کمال پر کہ نوع انسان کے لئے اُس کے زمانے اور اُس کے دائرہ کے موافق ممکن ہے نورِ حق کا مظہر ہے اور صدیق ایسے کمال پر جو اُس کے مثل کے لئے ممکن ہے قطب کے نور کا مظہر ہے۔ اور نور وہ ہے جس سے کشف و بیان اور معانی کی تحقیق اعیان میں حاصل ہوتی ہے۔

اولیاءِ عارفین کی مجلسیں روحانی محاضرات ہیں ان میں وہ روحانی زبان کی فصاحت کے سوا کسی چیز کی پروا نہیں کرتے۔ اور وہ ذوق کی رو سے معانی کی تحقیق اور حق و صدق کی رو سے اُن کا حسن قبول ہے۔ اور جب اُن کی یہ فصاحت درست ہے تو ان پر کوئی مواخذہ نہیں ہے چاہے اُن کی جسمانی زبان فصیح ہو یا گُند یا غلط کار یا درست گفتار۔ حدیث میں ہے کہ " اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا ؎

ما بروں را ننگریم و قال را
ما دروں را بنگریم و حال را

ان سے پوچھا گیا کہ شیخ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ کی حزب البحر میں " اعوذ بك من السبعین والثمانیه " سے کیا مراد ہے۔ انھوں نے کہا کہ سبعین یعنی ستر سے وہ زنجیر مراد ہے جس کی ناپ گزوں میں ستر گز ہوگی اور یہ ہلاک ہونے والے فرقوں کا مظہر ہے اور ثمانیہ یعنی آٹھ سے سات راتوں اور آٹھ حسوم یعنی منحوس دنوں کی طرف اشارہ ہے۔ اور یہ سات دروازہائے جہنم کے مظہر ہیں[۱]۔

ہر ولی کے لئے خضر ہے جو اُس کی روح ولایت کی متشکل صورت ہے۔ جیسا کہ ہر نبی کے لئے جبریل کی صورت ہے جو اُس کی روح نبوت کا تمثیل ہے کہ اُس کے حس میں اُس کے نفس کے فوق سے ظاہر ہوتا ہے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ " قسم ہے اُس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ کبھی تم کوئی راہ نہیں چلے مگر شیطان تمہاری راہ کے سوا دوسری راہ چلا "۔ اس سے حضرت عمرؓ کی وہ صورت روحانیہ مراد ہے جس کے ساتھ وہ اس خطاب کے وقت تھے۔ اس لئے اس پر یہ اعتراض نہ ہوگا کہ جاہلیت میں ان کو شیطان نے کیونکر گمراہ کیا تھا۔

---

[۱] دیکھو سورۂ الحاقہ (پارہ ۲۹۔ رکوع ۵) کی ساتویں اور تیسویں آیتیں ۱۲۔ مترجم۔

میرے والد صاحب ختم الاعظم تھے پس شاذلی اور سب اولیا اُن کی سلطنت کے سپاہیوں میں سے تھے۔ اس لئے سارے دائروں میں وہ حاکم تھے محکوم نہ تھے۔ پس ہم سے نہیں کہا جا سکتا ہے کہ تم لوگ شاذلی کا حزب کیوں نہیں پڑھتے کیونکہ تم اُن کے تابعین میں سے ہو۔

(میں کہتا ہوں کہ) جو لوگ احوال میں صادقین تھے اُن میں سے ایک جماعت نے مقام ختمیت کا دعویٰ کیا ہے اور جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر زمانہ کے لئے ایک ختم الاولیا ہوا کرتا ہے۔ اور اس پر قرینہ انھیں کا قول ہے جو اوپر گذرا کہ "ہر ولی کے لئے ایک خضر ہوا کرتا ہے" واللہ اعلم۔

خدا کی بندگی

"اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ" (سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لئے ٹھیرایا گیا وہ یہی ہے جو مکہ میں ہے) اس آیت میں گھر سے آدم علیہ السلام کا قلب مراد ہے۔ کیونکہ یہی پہلا گھر ہے جو بشر میں پروردگار کے لئے ٹھیرایا گیا اور آدم علیہ السلام اپنے جسد کے ساتھ خانہ کعبہ کی چوکھٹ کے نیچے مدفون بھی ہیں جیسا کہ اُن کو کشف ہوا تھا۔ اور کعبہ کی عمارت تو قاصروں کے لئے مثال ہے کہ اس کو دیکھکر معنی کو یاد کریں۔

غذا ہر مقام میں مقام کی مناسبت سے غذا کھانے والے کے مشابہ ہوا کرتی ہے۔ پس جسم کی غذا جسم۔ روح کی روح۔ نفس کی نفس۔ عقل کی عقل علم کی علم۔ حق کی حق اور خلق کی خلق۔ بس اس کو سمجھو۔

خنق کے معنی لغت میں تنگ کرنے کے ہیں اور خانق تنگ راستہ کو کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے جس تکیہ میں رسمی صوفی رہتے ہیں اُس کو خانقاہ کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ اُن شرطوں کی وجہ سے جن کی پابندی خانقاہ کی دوامی سکونت میں کرنی پڑتی ہے اپنے نفسوں پر تنگی کرتے ہیں۔ اور لوگوں کا مقولہ ہے کہ "جو شخص حضور سے غائب ہوا اس کا حصہ بھی غائب ہوا مگر اہلِ خوانق یعنی سختیاں برداشت کرنے والے"۔

جو شخص احترام کو دوست رکھتا ہے اُس کی ہتک حرمت تم نہ کروگے مگر اسی صورت میں کہ تم میں حق سے مغایرت کا کچھ شائبہ باقی ہوگا۔ اور وہی شائبہ تمھاری نسبت یہ حکم لگائے گا کہ تم قلیل الادب ہو کیونکہ اُس مظہر میں احترام کو درحقیقت دوست نہیں رکھتا ہے مگر حق ہی۔ لیکن اگر تم میں حکم غیریت کا شائبہ باقی نہیں ہے تو جو امر تم سے سرزد ہوگا وہ حق کی طرف سے اپنے لئے ہوگا۔ "پس نظر دوڑاؤ کہ کیا دکھائی دیتا ہے" بلکہ خود انسان اپنے مقابلہ میں حجت ہے۔ گو وہ بہانے پیش لایا کرے"۔

بیٹا جب کمانے پر قادر ہوا اور اس کی صلاحیت اُس میں آگئی تو اُس کی کفالت اُس کے باپ پر نہ رہی۔ اور غلام کی کفالت آقا کے ذمہ سے کسی سبب سے ساقط نہیں ہوتی۔ اس لئے جو اس کا بندہ ہو اُس کی بندگی کو لازم کرلو اور غنیمت جانو۔

جب عارف دیکھے کہ وہ اپنے معروف کا عین ہے تو لوگوں کے اُس کی تعظیم کرنے میں اُس پر کوئی الزام نہیں ہے۔

(میں کہتا ہوں کہ) اُس کے عین معروف ہوجانے کے معنی یہ ہیں کہ معروف کی وہ صفات جن سے متخلق ہونے کا حکم ہے اُس میں آجائیں اور یہ بیان اس پر مبنی ہے کہ صفات عین ہیں غیر نہیں ہیں۔

جس کے ساتھ کوئی چیز نہیں ہے اور نہ کوئی چیز اُس کے سوا ہے اُس کے ساتھ تم موجود ہو۔ کیونکہ اول کا وجود دوسرے یا دوسرے کے لوازمات کے نہ رہنے کے ساتھ مشروط ہے۔ فافہم

حضرت ابوبکر کے قول کی تشریح

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول "ارقبوا محمداً فی عترتہ" کی شرح میں یہ کہتے ہیں کہ محمد کو ان کے ذریعہ سے مشاہدہ کرو۔ پس اگر ان میں کوئی ایسی بات پاؤ جو تم پر گراں گذرے تو اُسی طرح اُس کو مان لو اور اُس پر راضی ہو جاؤ کہ گویا وہ تمہارے رو در رو آنحضرتؐ سے آئی ہے اور پھر جو کچھ[1] فیصلہ کردیں اُس سے کسی طرح دل گیر بھی نہ ہو بلکہ دل وجان سے اُس کو قبول کرلو" اور اگر تم کو اُن سے کوئی تعجب انگیز امر پیش آئے تو اس کو رسول اللہ کی عترت میں رسول اللہ کی طرف سے مشاہدہ کرو تاکہ ان کی وجہ سے تم رسول اللہ سے محجوب نہ ہو اور رسول اللہ سے کم ان کو دوست رکھو اور ان کو یاد کرنے کے سبب سے رسولؐ اللہ کو بھول جاؤ۔ اس لئے کہ حقیقت میں ان کو رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی نسبت ہے جو اچھے خاصے بشر کو اُس روح سے جو اُس شکل میں آئی ہے اور کیا شاخ حقیقت میں جڑ کی غیر ہوتی ہے؟ اور اس کے پھل نہیں آتے مگر اُسی میں سے۔ "کُنْتُ کَنْزاً لَّا اُعْرَفُ" (میں ایک غیر معروف گنجینہ تھا) اس سے تجرد کا مرتبہ مراد ہے۔ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ خَلْقًا" (پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں اس لئے میں نے خلق کو پیدا کیا) یعنی تقدیری ذاتیں میں نے مقدر رکیں اور اُن سے اپنے آپ کو پہچنوایا اور ان سب کو انھیں کے ذریعہ سے ان کی راہ دکھلائی پس میرے ہی ذریعہ سے انھوں نے مجھے پہچانا کیونکہ میں ہی تو کل ہوں۔ تحقیق میں اس کلام کی حقیقت یہ ہے جو میں نے بیان کی اور فرقان میں اس کے دوسرے معانی بھی ہیں۔ اور سب اللہ کے پاس سے ہیں۔ فافہم۔

مسجود ملائک

اور ہر صورت آدمیہ میں آدم ہے اور فرشتہ اُس کو سجدہ کرنے والے ہیں۔ اور ایسے ہی اماموں کے حقایق ہیں پس ان میں سے ہر ایک ایک کلی ہے جو اپنے پیروؤں کے اعتبار سے مقتدیٰ ہے "پس جس نے میری پیروی کی پس وہی مجھ سے ہے" پس یہ لوگ مجملاً وہ ہیں۔ اور وہ مفصلاً یہ لوگ ہیں۔

تو اے مرید شاخ ہے اور تیرے پیر کا نور آفتاب ہے جو تجھکو زندہ رکھتا ہے اور ماہتاب ہے جو تیری پرورش کرتا ہے۔

جب تو نے اپنے آلات ادراک کی رکاوٹیں دور کردیں تو تو اُن میں سے ہر ایک سے وہی کام لے گا جو دوسرے سے نکلتا ہے۔ پس تو کسی بات کو نہ سنے گا مگر اُس کو دیکھے گا بھی اور ہر مقام میں اسی کے موافق قیاس کرلو۔

جب تم نے نفس کو قلب کے حکم کا تابع کردیا تو نفس کو کوئی جھگڑا اپنے رب اور حاکم سے نہ رہا۔ ورنہ جس قدر نفس میں شرک رہتا ہے اُسی اندازے اُس میں جھگڑنے کا مادہ رہتا ہے۔

جہاں عالم کے ذمہ کلام کرنا ہے وہاں اس کا سکوت ویسا ہی ہے جیسا جاہل کا کلام کرنا۔

---

[1] یہ سورۃ النساء کی پینسٹھویں آیت (پارہ ۵۔ رکوع ۶) کا اقتباس ہے۔ اس لئے اُس کو دیکھ لو۔ ۱۲۔ مترجم

حدیث "مَنْ وَلِیَ الْقَضَاءَ فَقَدْ ذُبِحَ بِغَیْرِ سِکِّیْنٍ" (جس نے قاضی کا عہدہ قبول کیا وہ بغیر چھری کے ذبح ہوا) کے مطلب میں یہ کہتے ہیں کہ ذبح سے فضلات رویہ کا دور کردینا مراد ہے۔ بس معنوی ذبح یہی ہے کیونکہ یہ بدون چھری کے ہوتا ہے۔ پس جس نے وہی رعونتوں کو دور کرکے قاضی کا عہدہ قبول کیا وہ صاحبِ حکومت اور قاضی بالحق ہے۔ اور جس نے ایسا نہ کیا وہ زبردستی کرنے والا قاضی جور ہے۔

(میں کہتا ہوں کہ) اس کی تائید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے ہوتی ہے جو مردار کے چمڑے کے بارہ میں ہے کہ "اس کا گلایا جانا ہی اس کا ذبح کرنا ہے"۔ فتامل۔

جب تک تیرا تعلیم کرنے والا تعلیم کے ذریعہ سے تیرے نزدیک معلومات کو پیدا کرتا ہے وہ تیرا باپ ہے اور جب اُس کے نور سے تیری روح متحقق ہو گئی تو اُس کا علم تجھ میں معلومات کو عظمت کے ساتھ جلوہ گر کرنے لگا اور وہی وحی ہے اور تیری طرف تیرا رب ہی وحی بھیجتا ہے۔ پس پہچان اور غنیمت جان۔

عاشقوں کی عبادت

اللہ تعالیٰ کے قول "وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ" (اور ہماری یاد کے لئے نماز پڑھا کرو) کی تفسیر میں یہ کہتے ہیں کہ۔ یعنی نہ میرے اجر اور نہ میرے سوا کسی چیز کے لئے۔ بس یہی عاشقوں کی عبادت ہے۔

ہر مُحِق مُصَدِّق ہے اور ہر مصدق محق نہیں ہے۔ پس جس نے حق کو حق کے ذریعہ سے پایا وہ محق مصدق ہے۔ اور جس نے کسی امر زائد سے پایا وہ صرف مصدق ہے۔

جس نے اپنی حد سے تجاوز کیا وہ مقید ہوا اور جس کا کوئی غیر ہی نہیں ہے اُس کے لئے کوئی حد نہیں ہے۔ فافہم تجھکو نہیں دیکھتا ہے مگر تو ہی پھر اُس کے ساتھ جو تو ہی ہے تجھے کون فائدہ پہنچا سکتا ہے کہ تو دکھاوا کرتا ہے تاکہ وہ تجھے دیکھے۔

تیرا مرشد تجھکو تجھ سے زیادہ جانتا ہے کیونکہ وہی تیری حقیقت ہے اور تو ظلمت ہے۔

تم اُسی قدر اپنی حقیقت کو پہچانو گے جس قدر اپنے مرشد کو۔

جب تک کہ تمھارے نزدیک تمھارے مرشد کی مغائرت کا حکم اُٹھ نہ جائے اُس وقت تک حقیقت کے اعتبار سے یقیناً تم نکمے ہو۔ اس لئے اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اُس سے اس چیز کو مانگو۔

جہاں کہیں ربانی خطاب "اے بنی آدم" کے الفاظ میں آیا ہے وہاں اُن سے داہنی جانب والے مراد ہیں۔

جب ایمان کا ریشمی جامہ دونوں جہان کے کانٹوں سے چھوٹ گیا تو اللہ وہاں نہیں ہے مگر اللہ ہی، لیکن اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

حدیث "کل عمل ابن آدم لہ الا الصوم فانہ لی" (فرزند آدم کا ہر عمل اسی کے لئے ہے مگر روزہ کہ وہ میرے لئے ہے) کے متعلق ان کا قول ہے کہ فرزند آدم سے وہ لوگ مراد ہیں جو محجوب ہیں کیونکہ مقربین کے سارے عمل اپنے رب ہی کے لئے ہیں اور وہ سب کے سب روزے ہی ہیں کیونکہ یہ لوگ عملوں کی نسبت اپنی طرف سمجھنے سے بری ہیں

ؔ سورہ طٰہٰ کی چودھویں آیت (پارہ ۱۶۔ رکوع ۱۰/۱۲)

البتہ میں مجاز کے طور کی نسبت کو نہیں کہتا۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

آئینۂ معرفت | مرشد ناطق کی صورت مرید صادق کے ستر کا آئینہ ہے کہ جب اُس میں بصیرت کے ساتھ نظر کرے گا تو اپنے ستر کو اُس کی سیرت کی صورت میں مشاہدہ کرے گا۔ پس مرید کے پہلے مبادی یہ ہیں کہ اُس کا باطن اہل صلاح وولایت کے خط وخال سے آراستہ ہو۔ اور اس کے ہو جانے پر جب اپنی چشم بصیرت اپنے مرشد پر ڈالے گا تو اپنی صلاح وولایت کی صورت اپنے مرشد کی صورت کے صفا میں دیکھے گا اور بول اُٹھے گا کہ اُس کا مرشد ہی ولی صالح ہے۔ تب اُس کی لگا تار نگاہوں کی برکتوں اور اُس کی بلند ہمتوں سے مدد چاہے گا اور برابر اپنے مرشد سے اعلیٰ درجہ کی دعاؤں اور عمدہ ونفیس خطرات کا طالب رہے گا۔ اس سے وہ مرشد کے نزدیک ویسا ہی دوست سمجھا جائے گا۔ جیسا بہت ملنے جلنے والا۔ یہاں تک کہ اسرافیل عنایت اُس کے قلب کی صورت کے صور میں تخفیضِ آدمی کی روح پھونکے گا۔ اور اس مقام پر وہ اپنے مرشد کو آدم زماں اور موجودات کا مالک عنان مشاہدہ کرے گا۔ تب اُس کی ویسی تعظیم کرے گا جیسی کہ جوان بیٹا اپنے بارعب باپ کی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ صورتِ آدمیہ کا حجاب اُٹھ جائے اور اُس کی مخصوص روح محمدیہ کا جمال جلوہ گر ہو جائے۔ اور اس مقام پر وہ اپنے مرشد کو محمدی سردار مشاہدہ کرے گا۔ اور اُس کا غلام بن جائے گا اور اس کے سوا نہ کسی کی طرف حاجت لے جائے گا اور نہ کسی طرف رُخ کرے گا۔ یہاں تک کہ انوارِ روحانیہ اُس کے سدرۂ باطن پر چھا جائیں گے اور کدورت کجی وپردۂ سرکشی کو دور کردیں گے۔ اور اس وقت جب اپنے مرشد پر نظر ڈالے گا تو نہ دیکھے گا مگر ایک ہی کو جو ہر جلوہ گاہ میں دیکھنے والے کی وسعت کے مطابق جلوہ گر ہے۔ تب وہ وجود کے سامنے عدم اور حضرت شہود میں محو ہو جائے گا۔ پس مرید کا اول امر توفیق ہے اور اوسط تصدیق اور آخر تحقیق۔ اور یہی انتہا مقعد صدق میں ملیک مقتدر کے پاس قدم صدق سے دوڑ کر جانے کی ابتدا ہے۔

جو شخص اندرائن کے چھلکے میں شہد رکھتا ہے اُس کا اصل حال ناواقفوں پر مشتبہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ شہد میں جب ظاہری ظرف کی تلخی محسوس ہوتی ہے تو بیوقوف آدمی اُس کو اصل کی تلخی گمان کرتے ہیں۔ "کہو کہ[1] جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اُن کے لئے تو یہ ہدایت وشفا ہے۔ اور جو ایمان نہیں رکھتے اُن کے کانوں کے حق میں گرانی اور اُن کی آنکھوں کے حق میں نابینائی ہے"۔

بندگان مکرمیں کو اُن کی شناخت کے بعد ذلیل وخوار کرنا فوری زہر ہے کہ جہاں قلب میں پہنچا اور فوراً آدمی مرا۔ اللہ کا مخصوص وہی شخص ہے کہ اُس کا ستر وجہر تمام اقطار سے نفوذ کرے۔ پس اس میں غیر اللہ کی سمائی نہ ہو اور نہ اللہ میں اس کے غیر کی گنجائش ہو۔ اور جو اللہ کے مخصوص نہیں ہیں وہ اس کی ضد ہیں اس لئے وہ زمین یا آسمان یا برزخ یا جنت یا دوزخ میں مقید ہیں۔

وحدت وکثرت | ایک نہیں ظاہر ہوتا کل میں مگر ایک ہی گو صورت میں وہ ایک سے زیادہ ہوں۔ اس لئے وہ

---

[1] قل ھو للذین امنوا ھدی وشفاء والذین لا یؤمنون فی اذانھم وقر وھو علیھم عمی۔ سورہ حم السجدہ کی چوالیسویں آیت (پارہ ۲۴۔ رکوع ۱۹) ۱۲ مترجم۔

سر بریت میں ایک ہی ہیں جیسے عیسیٰ و یحییٰ و موسیٰ و ہارون مثلاً پس یہ دونوں حس کی رو سے دو تھے اور حقیقت میں دونوں ایک تھے "پس تم دونوں کہو کہ ہم رب العالمین کا رسول ہوں"۔ یہ ویسا ہی ہے کہ جب تم اسم ذات اقدس کی تعبیر عربی زبان میں کرنا چاہو تو اللہ جل جلالہٗ کہو۔ عبرانی میں تو اٰلو ہیم۔ فارسی میں خدا۔ ترکی میں تنگری رومی میں ثیئوس۔ اور قبطی میں ایصا۔ یعنی ہر زبان میں ایک دوسرے لفظ سے تعبیر کی جاتی ہے۔ اور اس پر نظر دوڑاؤ کہ جبریل جب آدمی کی صورت میں متشکل ہوتے ہیں تو کئی بازوؤں اور متعدد سروں والے جبریل ہونے سے خارج نہیں ہوتے بلکہ وہ دونوں صورتوں میں ایک ہی ہیں متعدد نہیں ہیں۔ عقل "تم" کا حجاب ہے اور نفس "میں" کا اور جوان دونوں سے بلند ہوا اُس نے طور سینا کے محضر سے "قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ" کے مشہد تک ترقی کی۔

معشوق کی عاشقوں کے اغراض سے مخالفت ان کے عشق کے سچے ہونے کی دلیل ہے۔

قریب کا قرب بلاشبہہ قرب ہے اور بعید سے دوری بلا ریب دوری ہے اور ایسا ہی معاملہ شہادت و غیب میں ہے۔ غیر حکیم میں علم کا ہونا ویسا ہی ہے جیسے مغرب سے آفتاب نکلنا۔ اور عمل بغیر ادب کے گویا شہد کو اندرائن کے تلخ چھلکے میں رکھنا ہے۔

مشکور رہو کر پچھتانے سے معتوب ہو کر بچ جانا بہتر ہے۔

مرشد کی اہمیت جس کا کوئی پیر نہیں اُس کا کوئی مولیٰ نہیں اور جس کا کوئی مولیٰ نہیں اُس کے لئے شیطان اولیٰ ہے۔ مرید وہ ہے جس کی مراد اُس کے مرشد کی آنکھوں کے سامنے پائی جائے۔

جو شخص افعال میں اپنے مرشد کی موافقت کرے گا اُس کا مرشد اپنے اُن معارف میں جن کی خبر اُس کو دے گا اُس کو اپنی مطابقت پر لے آئے گا۔ اور جو شخص افعال میں اُس کی مخالفت کرے گا وہ اُس کے اقوال کے معانی کے توہم میں مطابقت کو کھو دے گا۔

جو شخص بدون اپنے اپنے مرشد کے ساتھ ہوگا اُس کا مرشد اللہ کے ساتھ اُس کی معیت میں ہوگا۔

جس شخص کو یہ وہم ہو کہ اس کا مرشد اُس کے غیر کی خبر دیتا اور اُس کے سوا غیر کے ساتھ باتیں کرتا ہے وہ دور پھینکا ہوا ہے۔ مرید صادق اپنے مرشد کی رحمانیت کے استوار کے لئے عرش ہے۔

اللہ نے اپنے اوپر واجب کر لیا ہے کہ اُس قلب میں داخل نہ ہو جس میں اُس کا غیر ہو اور اُس آنکھ کے سامنے ظاہر نہ ہو جس نے اُس کے دیکھنے کی جگہ سے اُس کے غیر کو دیکھا ہو۔

جس کو جہت نے بند کیا وہ حق کا چہرہ نہ دیکھے گا۔ اور جہت سے الگ نہ ہوگا مگر وہی جس نے آسمانوں اور زمین کے اطراف سے نفوذ کیا۔ اور جس میں جسمانیت کا اثر مضبوط ہو گیا ہے وہ اُن کے اطراف سے نفوذ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ انسان کا جسم ہی اُس کا قید خانہ ہے۔ پس جب اس سے چھوٹا تو قید خانہ سے چھوٹا۔

جس نے اپنے آدمی ہونے کی طرف بالکلیہ التفات کیا اُس سے حقائق انسانیہ سلب ہوئے۔ اور جس سے حقائق انسانیہ سلب ہوئے وہ علوم الٰہیہ کے حقائق سے جاہل رہا۔

مُرید کے اپنے مرشد سے کامیاب ہونے کی تین علامتیں ہیں۔ اُس کو سب سے بڑھ کر دوست رکھنا۔ اور جو

کچھ اُس سے سُنے اُس کو مان لینا ۔ اور اُس کے گِل شیون میں موافقت کے ذریعہ سے اُس کے ساتھ رہنا۔

جس نے اپنے مرشد کا تقرب خدمت کے ذریعہ سے حاصل کیا اُس کے دل سے اللہ سخاوت کے واسطے سے قریب ہوا۔

جس نے اپنے مرشد کو اپنی جان پر مقدم رکھا اللہ تعالیٰ نے اُس کے لئے اپنے خطیرۂ قدس کو کھول دیا ۔ اور جو اپنے مرشد کی بارگاہ کو نقائص سے منزہ سمجھا اُس کو اللہ تعالیٰ نے خصائص عطا فرمائے ۔

اور جس کا مرشد اُس سے پلک جھپکنے بھر بھی اوجھل رہا اُس کو اللہ نے جدائی کے مہلکوں میں ہلاک کیا۔ اور مرید اور اُس کے مرشد کے مشاہدہ کے مابین کوئی چیز حائل نہیں ہوتی مگر یہ کہ مرشد کی مراد کی جگہ اپنی مراد کو قائم کرے ۔ اور جس کے مرشد نے اُس کے نقائص پر اُس کی تنبیہ نہ کی وہ اُس کے خصائص کے حضرت میں فرحت اندوز نہ ہوا ۔ اور جس نے مرشد کے کوڑے برداشت نہ کئے اُس کے سامنے عروس مودت کبھی جلوہ گر نہ ہوئی ۔ پھٹکار اُس مرید پر جس نے اپنی طبیعت سے رہنما سے سرکشی کی ۔ بے شک وہ سیدھے راستہ سے بہک گیا۔" اور جس کے لئے اللہ نے کوئی نور مقرر نہ کیا اُس کے لئے کوئی نور ہی نہیں ہے "

اللہ تعالیٰ کی بات نے جو بدلتی نہیں اور اُس کے عمل در آمد نے جو پلٹتا نہیں پہلے سے یہ قاعدہ باندھ دیا ہے کہ کسی مخصوص میں اُس کے علم کی روح نہیں پھونکی جاتی مگر اُس کے لئے خلایق کی دو ٹولیاں ہو جاتی ہیں ۔ ایک تو ملکی جو اُس کو سجدہ کرتی ہے ۔ اور دوسری شیطانی جو اُس سے حسد کرتی ہے ۔ اس لئے تم اس کی حرص کرو کہ نعمت علمیہ والوں کے محتاج بنو ۔ اور اُن سے فروتنی کے ساتھ ملو تاکہ تم بھی یا علم حاصل کر دیا مورد رحم ہو ۔ اور خبردار اُن کے دشمن یا حاسد نہ بنو ورنہ یا تمھاری نعمت چھن جائے گی یا سنگسار ہو گے ، یا محروم رہو گے ۔

عارف کا قلب

عارف کا قلب اللہ کی بارگاہ ہے اور اُس کے حواس اُس بارگاہ کے دروازے ہیں ۔ پس جس نے مناسب نزدیکی کے ذریعہ سے عارف کے حواس کا قرب حاصل کیا اُس کے لئے اُس بارگاہ کے دروازے کُھل گئے ۔ جو اپنے اخلاق کا مالک ہوا اُس نے اپنے خلاق کو پا لیا اور جس کے اخلاق ہی اُس کے مالک ہوئے وہ اپنے خلاق سے محجوب رہا ۔

عادت وہ ہے جس میں لذت نفوس ہو اور عبادت وہ ہے جس کا خالص مقصود ملکِ قدوس ہو ۔ چاہے وہ نماز و روزہ ہو ۔ اور چاہے سونا اور کھانا ۔ عارف کے نزدیک یہ سب عبادتیں ہیں ۔

جس کی مالک اُس کی عادتیں ہوئیں اُس کی عبادتیں رائگاں گئیں ۔ اور جس سے عادتیں دور ہوئیں بس وہی عارف یا مراد یا مشاہد ہے ۔

جس نے اپنے پروردگار کو واحد مختار کی زبان سے یاد کیا اُس نے گھر کو خاص اُسی کے ذکر کے لئے خالی کیا ۔

جس شخص کی برأت گھر سے ظاہر ہو گئی اور اس پر بھی اُس نے کہا کہ " میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا " اُس کے لئے بادشاہ کا فرمان ہوتا ہے کہ اس کو میرے پاس لاؤ میں اسے اپنے لئے خاص کر لینا چاہتا ہوں ۔

مفید ترین علم وہ ہے جس کے فیض کو انہام قبول کریں ۔

آئینہ کو دیکھو کہ تمام صورتوں سے مُعرّا ہوا اور ہر صورت والے کو اُس نے وہ باتیں بھی دکھائیں جن کو وہ دیکھ سکتا تھا اور وہ بھی جن کو اپنی صورت میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اسی طرح جو شخص تمام عالم کے علائق سے مجرد ہے اُس کا بولتا ہوا چہرہ حقائق کا آئینہ ہے کہ جو صورت والا اُس کے سامنے آئے گا۔ وہ ضرور اپنی حقیقت کے چہرہ کو اُس میں دیکھ لے گا۔ پس جس کو خوبی نظر آئے وہ اللہ کا شکر کرے اور جس کو کچھ اور دکھائی دے وہ اپنے ہی نفس کو ملامت کرے۔

جو خون کی پھٹکی کہ دانہ قلب کے گرداگرد ہے وہی وہ سانپ ہے جو ملکوتی میں سے عرش کے گرد حلقہ باندھے ہوئے ہے اور وہی وہ سانپ ہے جو جبروتی میں سے چشمۂ حیات کے گرد حلقہ باندھے ہوئے ہے اور وہی وہ سانپ ہے جو ملکی میں سے قاف کے گرد حلقہ باندھے ہوئے ہے۔

دماغ کا بطن اوسط ہی جس کا نام دودھ (کیڑا) ہے وہ قوت ہے جو بہشت والوں کے لئے ریشم پیدا کرے گی۔

کشفی واردات میں گویا کھڑا تھا کہ روح علمی نے مجھ سے پوچھا کہ جس سے میں نے پیمان باندھا ہے اُس نے جب کہا یا تو بھول گیا، پھر وہ کہاں تھا جس کے ذریعہ سے تم اقرار کرتے اور نہیں بھولتے ہو؟ میں نے کہا کہ روح الامین کے پوٹے میں چنانچہ میرے رب نے جو الہام مجھے کیا تھا اُس کو میرے لئے اُس نے صواب قرار دیا۔ جیسا کہ اُس نے مجھے اُس کا مشاہدہ بھی کرایا اور میں نے اُس کو پایا بھی اور اُسی کے سے فضل واحسان ہے۔

میں سوئے ہوئے کی طرح تھا کہ میرے فہم میں ایک بات گذری جس کا مضمون یہ ہے کہ اے علی وہ پرندہ کونسا ہے جس کو ہم نے ہر انسان کے گلے منڈھ دیا ہے؟ میں نے کہا کہ آقائے من! وہ ناطقہ ہے۔ پھر مجھ سے پوچھا گیا کہ اس پرندہ کا پوٹا کونسا ہے؟ میں نے کہا کہ آقائے من گویائی کی قوت جو عبارتاً زبان کے آلے اور کنایۃً واشارۃً باقی اعضاسے کام لیتی ہے۔ تب مجھ سے کہا گیا کہ اے علی یہ پرندہ جو کچھ حس وخیال وادراک وقلب وفواد کے میدانوں سے چگتا ہے وہ اُس کے پوٹے میں آجاتا ہے۔ بعدہٗ اُس کے سب آلات میں سرایت کر جاتا ہے اور پھر عبارت وکنایت واشارت میں اُس سے ٹپکتا ہے۔ پس جب دنیوی ترکیبیں اپنے اُخروی بساط کی طرف لوٹیں گی تو یہ پوٹا کھلی ہوئی کتاب ہو جائے گا جس میں ہر پرندہ اُن چیزوں کو دیکھے گا جن کو اُس نے چگا تھا۔ اس لئے وہی اچھا ہے جو اچھی بات کہے، یا چپ رہے۔

عقل کی فضیلت فضول کے ترک میں ہے۔ اور جو چیز کتنا یہ سے جس کی محسوس اور معقول دو قسمیں ہیں زیادہ ہے اور جو مقصود کہ غیر ضروری ہے وہ فضول ہے۔ اور جو وسیلہ ایسا ہو کہ اُس کا ضروری مقصود اُس کے بدون حاصل نہ ہو سکتا ہو وہ کسی طرح فضول نہیں ہے۔ اور غذا میں سے تم کو اُسی قدر بس کرتی ہے جو اللہ کے حکم کی تعمیل میں تم کو قوت دے۔

عارف کی ضروریات لباس میں سے تم کو اُسی قدر کافی ہے جس پر عقل والے تم کو بیوقوف نہ بنائیں اور بیوقوف تمھاری ہنسی نہ اڑائیں۔ اور سواری میں سے جو تمھارا بوجھ اُٹھائے

اور تمھاری ٹانگوں کو آرام دے اور تمھارے جیسے آدمی کے لئے معیوب نہ ہو۔ اور گھر میں سے جو تم کو اُن لوگوں سے چھپائے جن کی نسبت تم چاہتے ہو کہ تم کو نہ دیکھیں اور بیبیوں میں سے دوست رکھنے والی بچے بچے جننے والی۔ اور خادموں میں سے امانت دار۔ فرمانبردار۔ اور ساتھیوں میں سے جو تمھارے ہر حال میں تمھارے کمال کا معین ہو۔ اور ادب میں سے جو تم کو کریم وعالم کی ناراضی اور لئیم وظالم کی زبردستی سے بچائے۔ اور علم میں سے جو صحیح مذاق کے مطابق ہو۔ اور اعتقاد میں سے جو تم سے معتقد کی طاعت بغیر روگردانی کے کرائے۔ اور حق کی معرفت میں سے جو تمھارے اختیار کو اس کے غیر کے لئے ساقط کردے۔ اور باطل کی معرفت میں سے جو تم کو اس کے اختیار کرنے سے روکے۔ اور محبت میں سے جو تم کو اپنے محبوب کے تئیں اُس کے ماسوا پر مقدم رکھنے میں مضبوط کردے۔ اور خلق کے ساتھ حسن ظن میں سے جس کے ساتھ نہ بُری تاویل قبول کی جائے اور نہ خوردہ گیر کا قول بلادلیل مانا جائے۔ اور احتیاط میں سے جو ایسے میلان سے روکے کہ اُس کا مآل جدائی ہو۔ اور اللہ کی نسبت گمان میں سے جو نہ اُس کی معصیت پر دلیر کرے اور نہ اُس کی رحمت سے مایوس ہونے دے۔ اور یقین میں سے جو حیرت کے سبب طلب کے رُخ کو پھیر دینے سے بچائے۔ اور توحید میں سے جس کے ساتھ اُس کے غیر کا اثر باقی نہ رہے۔ اور فکر میں سے جو اس کی مراد کی سمجھ تک پہنچائے۔ اور اُس کی نعمتوں پر نگاہ میں سے جس سے اُس کے وداد کی روح دبیع ہو۔ اور خطرات میں سے جو قابل تعظیم کی تعظیم اور قابل تحقیر کی تحقیر کی باعث ہو۔ میں نے تمھارے لئے الفاظ ظاہر کردیئے ہیں۔ پس اگر چاہو تو لو زحاصل کرو۔ اور اصول ثابت ہوچکے اس لئے جامع کو سمجھو اور مانع کو دور کر داس کے بعد قیاس سے کام لو۔

کانوں میں محفوظ رہنے کے لئے تصریح کرنے سے ذہن کی آنکھوں کے لئے منور کردینا زیادہ ترا بکار آمد ہے اور جس نے نصیحت مانی فضیحت سے بچا۔

بالوں کی جگہ ظاہری جسم ہے نہ باطنی اور اگر ایک بال بھی قلب میں چپک جائے تو فوراً موت آجائے اس لئے اپنے باطن کو کسی دنیاوی چیز میں جو جسمانی ہے مشغول نہ کرو۔ اور اپنے قلب کو فانی مشغلوں جو بالوں کے مانند ہیں خالی کرو۔ کیونکہ دل اُس یکتا کی منزل ہے کہ جس نے اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک کیا اُس کو اُس نے اُسی شریک کے ساتھ چھوڑ دیا۔ اور جس نے محبت کے ساتھ اُس کی توحید کی اُس کے قلب کو اُس کے رب کے نور سے تسکین ہوئی جس کے ملک میں کوئی شریک نہیں ہے۔ بس سمجھو کہ کیونکر اللہ کے بندے امرد بے ریش وبروت سرمہ دیئے ہوئے بازو سے بازو ملائے ہوئے ایک دل ہو کر جنت میں داخل ہوں گے۔ اس لئے اگر اُس کی طلعت روشن کا سرمہ تیری چشم بصیرت میں ہے تو ایک ہی کو مشاہدہ کر اور اس ذخیرہ کو غنیمت جان۔

عشق الٰہی کا خزانہ جس کو جو ہر عقل کا خزانہ بغیر موانع کے اور بالکل کھلا ہوا ہاتھ آگیا واللہ وہ خس وخاشاک اور خاک دھول سے اپنے آپ کو بچائے گا۔ اور دنیوی زینت خاک دھول کے سوا اور کیا ہے جو جانے پر تلی ہوئی ہے۔ اور آزمائش کے لئے پیدا ہوئی ہے۔ جس سے اللہ کی سچی محبت رکھنے والے جھوٹوں سے تمیز کئے جاتے ہیں۔ اس لئے جو اللہ تعالیٰ کا عاشق ہے اُس کے نزدیک دنیا مکھی کی

ایک ٹانگ کے برابر بھی نہیں ہے۔ بلکہ اُس کے نزدیک ساری کائنات محض ہیچ ہے۔ اور جو شخص جس صورت کا عاشق ہے اُسی کو وہ پوجتا ہے۔ پس اللہ کا عاشق سارے عاشقوں کا مخدوم ہے۔ وہ ان اسباب میں سے کسی کو نہیں پوجتا۔ اور جو شخص جس صورت کا عاشق ہوتا ہے وہ اُسی میں مل جاتا ہے اس سبب سے اللہ کے عاشق کے سامنے گردنیں جھکتی ہیں۔ پھر وہ خاکی زینت کے سامنے کیا جُھکے گا جس کی ایسی عزت توقیر ہو۔ "جو کچھ زمین پر ہے اُس کو ہم نے اُس کی آرائش بنایا ہے تاکہ ہم لوگوں کو آزمائیں کہ ان میں کون اچھے عمل کرتا ہے" "اور جو کچھ اس پر ہے اُس کو ہم بنجر زمین بنانے والے ہیں"۔ اس لئے خاکی لذتوں سے بچنے والوں میں سے ہو جا کیونکہ تم کو معلوم ہو چکا کہ خزانوں کا خزانہ تمہارے ہاتھ آیا ہے۔

حجاب والوں سے مخالفت یعنی ملنا جُلنا اور جو لوگ اللہ کے ذکر سے غافل ہیں اُن کا دیکھنا عذاب ہے۔ مگر اُن پیشواؤں کے لئے جو دلوں کے طبیب اور اپنے مولیٰ کے حکم کی روح سے ایسی مخالطت قایم کئے ہوئے ہیں جو لوگوں کو خوشنود کرتی ہے "جو شخص[1] ہلاک ہونے والا ہے وہ حجت تمام ہوئے پیچھے زندہ رہے"۔ اور اللہ ہی زندہ رکھتا اور مارتا ہے اور اللہ ہی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے"۔

مومن کا نفس

نفس مومن کا مرکب ہے۔ اس لئے سُن رکھو کہ منہ زوری و بدخوئی میں نفس کو ڈھیل نہ دو اور نہ اُس کو بد کنے کا خوگر ہونے دو ورنہ دیار کی طرف واپس آنے میں اُس کے سبب سے تھک جاؤ گے اور بہشت و دوزخ کے بیچ، برزخ کے صحرا میں چلنے کے وقت اُس کے بارہ میں اپنی تفریط سے پچھتاؤ گے۔

اور جان لو کہ دربار میں جانے والے کے لئے پل صراط سے گذرتے وقت نفس مرکب ہے۔ پس اگر تم اُس سے سختی کرو گے تو تم اُس کو دوزخ کے گڑھے میں گرادو گے اور اگر اُس سے نرمی برتو گے تو اُسے منتہائے مطلوب تک پہنچاؤ گے۔ "پس جو دوزخ سے دور رہا اور جنت میں داخل ہوا بس وہ مراد کو پہنچ گیا"۔

جو شخص اپنے اقتدار و اختیار سے گھر بناتا ہے۔ وہ اُس میں غلاظت ڈالنے منہ ہاتھ دھونے۔ اور استنجا کرنے کی جگہیں نہیں مقرر کرتا مگر کسی حکمت سے جو اُس کو پسندیدہ نظر آتی ہے۔ اس لئے نجس بندہ کو رحمت و رضوان کی ہم جانفزا سے مایوس نہ ہونا چاہیئے وہ جس حالت و کیفیت میں ہو۔

دیکھو ایسا نہ ہو کہ تمہارے بدن اور کپڑے کے دھونے کا وسوسہ تم کو اپنے نفس اور اپنے قلب کی طہارت میں سب بنی سے باز رکھے اور تم اُس وسوسہ میں اپنے وقت کو ضائع نہ کرو اور ناراضی کے مستحق نہ بنو۔ حقیقی طہارت تو یہی ہے کہ تم کہو کہ "خداوندا ہم کو اپنی پاکیزہ نمازوں کے ذریعہ سے پاک کر اور اپنی مبارک تحیتوں کے ذریعہ سے پاک کر۔ اور ہم کو موت کے لئے اور موت کو ہمارے لئے عمدہ بنا۔ اور اپنی عنایت سے موت میں ہمارے دلوں کی راحت بنا۔ اور اپنی معرفت اور اپنے مشاہدہ میں ہماری روحوں کی راحت مقرر فرما کیونکہ تو ہی فتاح علیم ہے۔ اور سُن کہ اب تم نے خوش گوار و صاف دریائے محیط کو پالیا ہے۔ اس لئے اچھی طرح سے طہارت کرو اور الحمد للہ رب العالمین کہو۔

---

[1] سورہ انفال کی بیالیسویں آیت (پارہ دہم۔ رکوع اول)، لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ۔

فتنوں سے پرہیز

دیکھو کہ جو شخص جس چیز کو پسند کرتا ہے اُس کو اُسی سے آرام ملتا ہے گو اُس کا ظاہر اُس پر دشوار ہو اور جو شخص جس چیز کو ناپسند کرتا ہے اُس کو اُسی سے تکلیف پہنچتی ہے گو اُس کا ظاہر اچھا معلوم ہو۔ اس سے ایک ہی چیز ناپسند کرنے والے کے لئے عذاب و اذیت اور پسند کرنے والے کے لئے آرام و راحت ہے۔ پسند و خوشنودی منشائے نعیم اور ناراضی منشائے جحیم ہے۔ خداوندا اپنی وحدانیت کے چہرہ کے مکاشفہ پر اپنے سارے احکام کی نسبت اپنے آپ سے ہم کو رضائے مطلق عطا فرما۔ بے شک تو ہی غنی حمید ہے۔ زمین جو تمھارے لئے فرش بنائی گئی ہے تو صرف اسی لئے کہ تم کو فروتنی کی تعلیم دے۔ اس لئے فروتنی کرو دل کشائی حاصل ہوگی۔

جو شخص ظالم کی طرف مائل ہوگا وہ فتنہ کی آگ سے نہ بچے گا مگر وہی جس پر اللہ رحم کرے۔" اور جن[1] لوگوں نے ظلم یعنی نافرمانی کی اُن کی طرف کو جھکنا بھی نہیں ورنہ آگ تم کو آ لگے گی"۔ اور میلان کے لئے ذکری کافی ہے۔ سُن لو کہ جو ظالم کی طرف مائل ہوا اور فتنہ سے بچ کر نکل آیا تو یہ اُس کی ابراہیمی کرامت اُس کی نسبتاً کے مطابق ہے۔

جو امید و بیم رکھے گا وہی ستایش و ہجو کرے گا۔ اور جس نے رضا و تسلیم برتی اُسی نے تعریف و تعظیم کی۔ اب نظر دوڑاؤ کہ تم کو کیا دکھائی دیتا ہے اگر تم حق کو بغیر شک کے دیکھتے ہو۔ لو بسط اللہ الرزق لعبادہ میں (ہٖ) کی ضمیر لفظ رزق کی طرف پھرتی ہے۔ یعنی اگر رزق کے بندوں کے لئے رزق کو فراخ کر دے تو ضرور سرکشی کرنے لگیں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن کو ربانی حکیم کی طرح تصرف کرنے کی قوت نہیں ہے۔ اس لئے اُن کے تصرفات شہوتوں اور لذتوں سے مغلوب رہتے ہیں۔ اس لئے ایسی قوت والے اللہ رزاق کے بندے ہوا کرتے ہیں نہ رزق کے۔ بس ارزاق اور رزاق کے بندوں کا فرق سمجھو۔ یہ روزیاں اپنی ہستی میں ان لوگوں کی طرف محتاج ہیں۔ اور ان کے بندے اُن کی ذات بلکہ اُن کی ہستی میں ان لوگوں کی طرف محتاج ہیں۔ اور اُن کے بندے ان کی ذات بلکہ ان کی ہستی کے نشان کی طرف محتاج ہیں۔

حدیث قدسی کے جملہ "نبی عرفونی" (پس مجھ سے لوگوں نے مجھے پہچانا) کی شرح میں یہ کہتے ہیں کہ یعنی اس لئے کہ میں ہی اُن کا وجود اُن کی عقلوں کا وجود اُن کے شواہد کا وجود ہوں۔

شاذلی طریقہ

ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ شاذلی فرقہ والے اپنی پوشاک اور اپنی ہیئتوں میں آرائش کرتے ہیں حالانکہ ان کا طریقہ تو سلف صالح تو جیسا کہ یہ لوگ بھی جانتے ہیں موٹے جھوٹے کھانے میلی کچیلی صورت اور پھٹے پرانے کپڑوں میں تنگ حالی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اس کے جواب میں میں نے کہا کہ شاذلیوں نے جب معانی اور حکمتوں پر نظر ڈالی تو اُن کو معلوم ہوا کہ اگلے نیکوکاروں نے ویسی زندگی اُس وقت اختیار کی تھی جب انھوں نے دیکھا تھا کہ اہلِ غفلت اپنی دنیا میں منہمک ہیں۔ اور اُس پر تفاخر کرنے کے لئے اور اُس پر مطمئن ہو کر اور یہ جتلانے کو کہ ہم اہلِ دنیا میں سے ہیں ظاہری زینت کے

---

[1] ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار (۱۱) سورہ ہود کی ایک سو تیرھویں آیت، بارھویں پارہ کا دسواں رکوع۔

حاصل کرنے میں مشغول ہیں تو دنیا کی جس کی اہل غفلت عظمت کرتے تھے۔ حقارت ظاہر کرنے کے ذریعہ سے نیکو کاروں نے اُن کی مخالفت کی اور اہل غفلت جس پر مطمئن تھے اُس سے اللہ کے بھروسے پر بے نیازی ظاہر کی لبس اس وقت اُن کے چیتھڑے زبان حال سے کہتے تھے کہ شکر ہے اُس اللہ کا جس کے سبب ہم دنیا سے غنی ہیں جس کا محتاج ہمارا نفس ہے۔ مگر جب زیادہ زمانہ گذر گیا اور اس معنی کو بھول جانے کے سبب سے دل سخت ہوگئے غافلوں نے پھٹے کپڑوں اور میلی کچیلی صورتوں کو دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا تو معاملہ برعکس ہوگیا۔ اس لئے لوگوں کی مخالفت اللہ کی نعمت اور سلف کا طریقہ وفعل ہوگئی۔ اور حضرت ابوالحسن شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اُس قول میں جو انھوں نے اُس شخص کے جواب میں کہا تھا جو میلی کچیلی صورت میں چیتھڑے لگائے تھا اور ان کی پاکیزہ صورت پر معترض ہوا تھا اسی امر کی طرف جو میں نے بیان کیا اشارہ کیا تھا۔ وہ قول یہ ہے:۔ "اے شخص! میری یہ ہیئت الحمد للہ کہتی ہے اور تمھاری یہ ہیئت کہتی ہے کہ اپنی دنیا میں سے مجھے کچھ دلواؤ۔ اس فرقہ کے افعال ربانی حکمتوں کے ساتھ گردش کرتے رہتے ہیں ان کی مراد اپنے رب کی مرضی اور ان کا ارادہ ہر حال میں ذوالجلال والاکرام کا رخ ہے۔ تم اُن کو اُن کی خوبُو سے پہچان سکتے ہو۔ اس لئے اگر تم اُن کی خو وبو اختیار کرو اور ریاضتیں کرنا اور جھکتے ہوئے چہرے رکھتا ہے تو تم اُن کو پہچان لوگے اور اُن کے مقاصد تم پر ظاہر ہوجائیں گے سے اُن کے افعال کی خوبیاں تم پر ظاہر ہوں گی"۔

وَسَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ (اور اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف جھکو) کے متعلق ان کا قول ہے کہ کسی کہنے والے نے کہا ہے کہ مغفرت نہیں ہوسکتی مگر جہاں گناہ ہوگا اس لئے مغفرت کی طرف جھکنے کا حکم گناہ کرنے کا حکم ہے۔

(میں کہتا ہوں کہ) کوئی ہادی وامام ربانی ایسا نہ کہے گا مگر اس معنی میں کہ بندہ اپنے آپ کو گنہگار ہی سمجھتا ہے گو وہ حتی الامکان اطاعت کرتا ہو تاکہ یہ ثابت ہو کہ کسی حال میں بندہ اپنے رب کا حق پورا پورا ادا نہیں کرسکتا ہیں وہ عاجز ہے۔ قطعہ سعدی۔

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش ۔۔۔ عذر بدرگاہِ خدا آورد
ورنہ سزاوارِ خداوندیش ۔۔۔ کس نتواند کہ بجا آورد

اور اگر اس قول کے یہ معنی ہوں کہ وہ گناہ کا ارتکاب کرے تو یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ جس کا امر کیا جائے وہ گناہ نہیں ہوتا۔ فافہم۔

نفس اور شیطان سے جنگ

میں نے عقول کی مجلس وعظ میں روح القدس کا یہ وعظ سنا۔ اے عقلو جن کی پرورش الہام سے ہوئی ہے اور جن پر اوہام کی نذا حرام کی گئی ہے۔ سنو مجالست کی کثرت فطرت میں مجالست پیدا کرتی ہے۔ اس لئے دیکھو طبیعتوں کی مجالست سے بچے رہو مگر کسی ضرورت کے لئے جس کو اوضاع کے ہاتھ نے مضبوط کردیا ہو۔ پس اگر تم میں سے کوئی طبائع کے حدود

سورہ آل عمران کی ایک سو تینتیسویں آیت (پارہ چہارم رکوع پنجم) ۱۲ مترجم۔

یں آجائے، یہاں تک کہ ان کی قوتوں میں سے کوئی قوت اُس میں پیدا ہوجائے۔ تو اُس کو لازم ہے کہ اپنے اخلاص کے عجیب مرکب پر سوار ہو کر اپنے خلاص کی راہ اختیار کرے اور اپنے حضرت اختصاص کو اُس شخص کی راہ پر لے چلے جو طبایع کے خمروں میں اپنے تابوت کی چھت پر سوار ہے یہاں تک کہ جس وقت اُس کے ملکوت اُس کے لاہوت کے حضرات میں مستغرق ہوں اُس کے ناسوت کے شہر میں داخل ہو۔ اور وہاں کے لوگوں کی غفلت کے وقت شہر کے اندر گھسے اور مشعلوں اور نگہبانوں کو اُس کے گرداگرد پائے تاکہ نور مجرد کے ذریعہ سے اُن جاسوسوں کو گرفتار کرے جو اس کی رعیت کا بھیس بدل کر اُس کی رعیت میں ملے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اُن میں دو شخصوں کو لڑتا ہوا پائے جن میں سے ایک شریف یعنی اُس کی طبیعت عزیزی ہو جو باعتبار اصل کے اچھے صفات اور بزرگان کرام کے اخلاق کو اُس میں پہنچانے والی ہو اور اُس کی قوم میں سے یعنی حقیقت کی مصدر اور شریعت کی مورد ہو۔ اور دوسرا اُن عادتوں کی صورت ہو جو اُس کے دشمن اور رحمٰن کے دشمن سے پیدا ہوئی ہوں جو عالم ہنی میں ریاست و برتری کی عاشق اور جس کی صورت کی قبول کرنے والی اور اُس کے اور اُس کے ابنائے جنس کے درمیان حائل ہوں۔ پس جو اُس کی قوم کا ہو وہ اُس شخص کے مقابلے میں جو اُس کے دشمنوں کا ہو مدد مانگے۔ جس حال میں کہ اپنے سرور کی حالت میں اُس سے لڑتے لڑتے تھک گیا ہو۔ چنانچہ صاحب قوت اپنے اُس نفس کو اختیار میں کرکے جو مشاہدہ قدس کا امین ہے اُس کی مدد کرے اور دشمن کو قدم صدق سے مُکّا مارے۔ اور اُن عادتوں کا خاتمہ کر دے جن کی حالت شیطان کے کاموں کی خوبیوں نے بدل دی تھی۔ بے شک وہ گمراہ کرنے والا کھلا دشمن ہے۔ پس ظالم لوگوں کی جڑ کٹ گئی اور خدا کا شکر ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔ خداوندا میں نے اپنے اوپر آپ ظلم کیا جو اس وقت تک اُس کے احوال کی چھان بین نہ کی۔ اپنے حق کے نور عظیم کی برکت سے طبیعت کی تاریکی کو معاف کردے۔ چنانچہ اُس کو معافی دی گئی بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ اُس نے کہا کہ اے میرے پروردگار اُس تائید کے سبب جو اپنی قوی وامانت دار روح کے ذریعہ سے تو نے مجھے بخشی میں ہرگز گنہگاروں کا پشت پناہ نہ ہوں گا۔

سالک کی روحانی جنگ

پس جب اُس کے حواس کے سامنے سے تکوین کی تاریکیاں دور ہو کر چاندنا ہو آیا تو مکروں اور باقی ماندوں کی مصیبت سے ڈرتا ہوا صبح کو شہر میں آیا اور اس کی نگاہ اُن چھپی ہوئی چیزوں پر تھی جو لذتوں کے کونے کُترے میں رہ گئی ہوں کہ ناگاہ اُسی شخص نے جس نے کل اس سے مدد مانگی تھی اس کو اُس شہوت کے مقابلہ میں جو ارادہ کا دشمن ہے آواز دی۔ پس جب چشم یقین سے اس دشمن کو اس نے گھورا تو اُس قوی نے اُس سے کہا کہ بے شک تو کھلا ہوا گمراہ ہے۔ مگر جب اُس کو پہلے کی طرح پکڑنا چاہا تو اُس نے کہا کہ میں اس شہر میں بقائے نسل اور تکمین کی صورتوں کی حفاظت کے لئے رکھا گیا ہوں جس طرح کل تو نے ایک نفس کو جو کمزوروں کے ساتھ نرمی و مدارات کرتا تھا مار ڈالا تھا اُسی طرح مجھے مار ڈالنا اور سارے شہر والوں کو ہلاک کر دینا چاہتا ہے۔ تو دنیا میں صرف زور و ظلم ہی کرنا اور درست کرنے والوں میں سے نہیں ہونا چاہتا ہے۔ بس یہاں آ کر وہ زور والا اُس کے قتل سے رُک گیا۔ یہاں تک کہ اُس کا خون مجمع البحرین یعنی اپنی جگہ تک پہنچ گیا اور اگر اُسی دن اُس کو قتل کر ڈالتا تو دونوں مدتیں پوری کر دیتا اور

دونوں چوٹیوں کو طے کرلیتا اور نعلین ؏ سے پامال کرتا اور دونوں جانب سے خطاب کیا جاتا اور آنکھ کو مکانیت سے خالی کرنے کے پہلے اُس رویت کی درخواست نہ کرتا جو "تک" سے محدود ہے اور اُس کی بعثت دو میں تقسیم نہ ہوتی اور مجمع البحرین "تک" خادم کو ساتھ نہ لے جاتا اور دو حضوریوں میں اطلاع کی درخواست نہ کرتا اور دو مرتبہ "نہیں" اس کو نہ کہی جاتی اور ہم نشین کے قتل کئے جانے کے وقت تک آپس کی جدائی ملتوی نہ رہتی۔ لیکن یتیموں کے خزانہ کی حفاظت ان سب تاخیروں کی مقتضی ہوئی۔ اور جب قوی امین نے اس ہم نشین کے قتل سے روگردانی کی تو نورِ الٰہی اول مصادر سے شوارعِ آفاق پر دوڑتا ہوا اُس کے پاس آیا۔ اور اُس سے کہنے لگا کہ قوائے بشریہ کے گروہ تیرے بارہ میں مشورہ کر رہے ہیں کہ تیری صورت بشریہ پر غالب آکے تجھے قتل کرڈالیں۔ اس لئے تکوین کے شہر سے نکل کر تمکین کے شہروں کی طرف جا۔ میں تیرے خیرخواہوں میں سے ہوں۔ چنانچہ علایق کی کشش سے ڈرتا ہوا حقائق کے نظر آجانے کی امیدمیں وہاں سے باہر نکلا۔ اور واصلوں کے قواطع کو دیکھکر صدق مراقبہ کی زبان سے اُس نے کہا کہ اے پروردگار ظالم قوم سے مجھے چھڑالے۔ اور جب مدین کے سامنے رخ کیا تو رہنما کی منزل کو اپنے سامنے کا قبلہ بنایا اور کہا کہ قریب ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ دکھائے۔ اور برابر دشوار گزار زمین کو قطع کرتا اور رحیب راہ پر چلتا اور گھاٹیوں پر چڑھتا اور گڑھوں میں اُترتا رہا اور خالص طلب دشواریوں کو اُس پر آسان اور فرطِ ادب کی راہ کی تلخیوں کو اُس کے لئے شیریں و خوشگوار بناتا رہا۔ یہاں تک کہ اُس نے مصرِ شہوات کے حدود کو طے کرلیا اور نگہداشت و خلوات کے مدین تک پہنچ گیا۔

حکمت کے چشمے

جب مدینِ ذوق کے پانی کے پاس اُترا اور اُس وقت وجد کی گرمی اور شوق کی چنگاریوں سے بھڑک رہا تھا تو اُس پر آدمی کے ایک گروہ کو پایا جو حکمت کے چشموں سے اپنی فہموں کو سیراب کر رہے تھے اور ان لوگوں سے الگ فکر و ہمت کو تدبیر و رحمت کی چادروں میں لپٹا ہوا پایا۔ اور ان دونوں کو ساقی نے اپنی اُس رعیت کی حفاظت کے لئے بھیج رکھا تھا جو اُس کی جمعیت کے آثار سے پرورش پاتی تھی۔ پس جب ان دونوں کو اُس نے شنوائی کے حوضوں کے پاس دیکھا کہ مخصوص پیروؤں میں سے جو لوگ قابل ہیں اُن کو بھیڑ چھٹنے تک روکے ہوئے ہیں اور ان دونوں نے کہا کہ جب تک کہ اوقات و انفاس کے نگاہ رکھنے والے معیت کی تنگ پٹ سے الگ نہ ہوجائیں ہم اس رعیت کو نرق کے گھاٹ سے پانی نہ پلائیں گے۔ اور ہمارا باپ ازل و ابد کی راہوں کا پیر ہے اُس کی شہوت مرچکی ہے اور اُس کی قوت کامل ہوچکی ہے۔ پس جب اُس نے سالکوں کے مرشد کے اوصاف نے اور مخصوص پیروؤں کے بارہ میں اُس کے حسنِ رعایت کو دیکھا تو بلند ترین زینہ پر چڑھنے کا سخت مشتاق ہوا اور قریب ترین زینہ سے رُشد کی مودت تک پہنچنے کے لئے گڑگڑایا۔ اس لئے ان دونوں کی خاطر سے جبلت کی چٹان کو جو ساتبان کے مانند تھا اُٹھا کر اپنی ذات کے چشمہ سے پانی بھرا یہاں تک کہ اُن کو خوب سیراب کردیا۔ بعدہٗ سایہ کی طرف لوٹ آیا تاکہ سِرِ ربوبیت سے ملاقی ہو۔

قصہ موسیٰ و شعیب کی روحانی تشریح

اور جب عبودیت کی پوشاک کا اس کو خلعت عطا ہوا تو اس نے کہا کہ اے پروردگار جو کچھ بھی نعمت تو مجھے بھیجے میں اُس کا سخت محتاج ہوں پس اپنے نورِ منیر کی رویت کے نور سے اخلاق مرشد کے آفاق میں بمقابلہ میری فکر و میری حیات و میری قوت و

میری تدبیر کے میری فریاد کو پہنچ ۔ اور عبودیت و ادب کی راہ سے اپنی ساری ہستی سے خالی ہوگیا ۔ اور خلوص طلب کے اقتضاء سے اپنی نگاہ کو اپنے آپ سے پیر و مرشد کی طرف پھیرا ۔ تو مرشد کے قلب کی بصیرت سے بروقت ہمت ارشاد اُس کے اعضاء میں شرما کر چلتی ہوئی آپہنچی ۔ اور جب وہ ہمت تنگ و رقیق ہوجانے کے بعد اس کی صورت کے حجاب کے سامنے آئی تو اُس نے اس کے ساتھ اُس کے اُس ہم نشین کی صورت کو جو ڈوبتے وقت اسلام لایا تھا اُس سوز و گداز کے اجر کی طرف ملتفت دیکھا جو اُس نے برداشت کیا تھا (جیسا کہ دوسری منزلت والے نے کہا کہ اگر تو چاہتا تو اس کی مزدوری لیتا اور انھوں نے کہا کہ یہی میرے اور تمھارے درمیان میں جدائی ہے ۔ پس جو شخص بذریعہ اللہ کے کام کرتا ہے اور جو شخص اللہ کے حکم سے کام کرتا ہے دونوں کے درمیان میں یہی جدائی ہے) اور جب اُس نے اجرت طلب کرنے والے کو دیکھا کہ اپنے حال کو اُس نے اس طور پہ قوی بصیر سے چھپا رکھا ہے کہ "جو کچھ بھی نعمت تو مجھے بھیجے میں اُس کا سخت حاجت مند ہوں "کہ میرا باپ تجھے بلاتا ہے کہ تو نے میرے لئے جو پانی بھرا ہے کہ تو نے میرے لئے جو پانی بھرا ہے اُس کی مزدوری تجھے دے اور اجر کے اعتبار سے تیرے کام کی وہی وقعت کرے جو تو نے میری کی ۔ چنانچہ جب وہ اُس کے پاس آیا اور اُس سے ساری سرگذشت بیان کی اور اُس کی حکمت سے اُس سرگذشت کے کل مضامین کو اعلیٰ درجہ پر لے گیا تو امان دینے کے قلم سے اُس کے لئے یہ فرمان صادر کیا کہ "تو خوف نہ کر ظالم لوگوں سے تو نے نجات پائی" اس موقع پر آ کر فکر نے کہا کہ ابا جان اس کو نوکر رکھ لیجے کہ جس کو آپ نوکر رکھیں گے اُن میں سے قوت والا امانتدار بہتر ہے ۔ چنانچہ اس نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کو تمھارے لئے فرش فہم و عرش علم اس شرط پر بناؤں کہ پورے آٹھ سال تک تم میری مزدوری کرو اور میری خدمت کے مقام میں قیام کرو ۔ پس ایک سال تک کلمات تعریف کی وادی فہم میں تحریف کے عیوب سے نگہبانی کرو ۔ اور ایک سال تک میری سطوت کے احکام کی میری بارگاہ سے بھاگنے کے عیبوں سے حفاظت کرو ۔ اور ایک سال تک میرے نافذ ہونے والے علوم و رسوم کی اس سے حفاظت کرو کہ گذرے ہوئے امور کے ساتھ اُن کا معاوضہ نہ کیا جائے ۔ اور ایک سال تک میرے ارادہ لحظیہ و حفظیہ کو منازعت کے عیوب سے بچاؤ ۔ اور ایک سال تک میری محبت کو جدائی و وصال میں سستی و غفلت کے عیبوں سے محفوظ رکھو۔

(میں کہتا ہوں کہ) اور آٹھواں سال رہ گیا ۔ فتامل ۔

روحانی ترقی کے منازل بس اس مقام پر جس وقت کہ تیری صورت میری بیٹی کے بطن سے ظہور پذیر ہوگی تیری مراد بر آئے گی ۔ اور میں نے نگہبانی کو سال سال بھر پر صرف اسی لئے تقسیم کیا ہے کہ ہر حال کے ساتھ ہر روز تیری طرف سے ایک سلام قایم ہو لیں ہر سلام تیری طرف سے اُس چیز کے ساتھ جو تیری جاری رہے ۔ سبی ہے اور ہر حضرت اُس کے شکر میں قیام کرے جو تیرے لئے وہی ہے ۔ لیکن اگر تم نے دس سال اس طور پر پورے کئے کہ ایک سال تم نے اپنی بصیرت میں میری ذات کو انیت کے عیوب سے محفوظ رکھا اور ایک سال میرے کل ارادہ کو آرزو کے عیبوں سے بچایا تو یہ تمھاری خوشی پر موقوف ہے ۔ میری حقیقت تمھارے پاس آئے گی اور مجھکو تم پر مشقت ڈالنی منظور نہیں ۔ اور جب تم ذات کی طرف

کوچ کرو گے اور پھر تعین کی طرف لوٹ آؤ گے تو انشا ءاللہ مجھے تم مجمع البحرین میں نیکو کاروں میں سے پاؤ گے۔ اُس نے کہا کہ یہ میرے اور تمھارے درمیان میں ہے تمھارا کام حکم دینے کا اور میرا کام قبول کرنے کا ہے اور چلنا اور پہنچنا میرے ذمہ ہے اور اگر جدائی ثابت نہ ہوتی تو عمل درست نہ ہوتا۔ اور اگر مجمع البحرین پر مفارقت نہ ہوتی تو امید بر نہ آتی۔ اس لئے جو معانی کہ نفس میں پوشیدہ ہیں سکوت کی حالت میں سمجھ میں نہیں آتے اور کسی نفس کے لئے جائز نہیں ہے کہ جب تک مرجائے اللہ کو دیکھ سکے۔ اور اسی لئے مرشد جلیل سے انھوں نے کہا کہ دونوں مدتوں میں سے جونسی مدت چاہوں پوری کردوں مجھ پر کسی طرح کا جبر نہیں اور جو میرے اور آپ کے درمیان میں قول و قرار ہے اللہ اُس کا گواہ ہے۔ بعدہ اُس کو نعمت و اہل بخشا یعنی کاشت کاری وخانہ داری کے احکام کی قوت عطا کی۔ پس جب اُس قوی نے مدت پوری کی اور اُس کے حرکات حیوانیہ قابل تلاش ہو گئے اور اُس کی حریم کا مستحق ہو گیا۔ اس لئے کہ حضرت روحانیۃ کی طرف سے اندر آیا اور صورت انسانیہ سے نظرت رحمانیہ کی طرف اپنے اہل کے ساتھ چلا تو اُس نے طور قلب کی طرف سے ایسی آگ دیکھی جو ذکر و تقرب کی موجب ہوئی۔ اور اگر اُس کے ساتھ صرف جبریل علیہ السلام ہی ہوتے تو ضرور نور تنزیل کو سدرہ ڈھانک لیتا۔ اور مقربین سے جدا ہوا تو قاب توسین کے مشہد میں پہنچا۔ اور اس مقام میں نور و نار کا حجاب اُس سے دور رہا۔ اور کلام سے پہلے سلام سے ابتدا کی۔ اور ناموں اور کنیتوں کے حدود نے اُس کو نہ گھیرا۔ اور نفی انکاری میں "لن" کا محتاج نہ ہوا۔ اور نہ اثبات تعریف میں "انا" کا اور نہ بینائیوں سے پردہ کے لئے آنکھ پر پردہ رکھا۔ اور نہ پردوں کے بارہ میں ضرب المثل ہوا۔ بلکہ وہ آنکھ کے سامنے انسان جامع الانوار ہو گیا۔ اور سلام تمام اغیار سے اُس کے لئے ایک پردہ ہو گیا۔

نور مبین کا ظہور

جب اُس ہم نشین کی استعداد کے موافق نورِ مبین ظاہر ہوا۔ اور قوی امین کے سامنے اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ جو دلوں کی جا خبرے گی چمکی اور اُس آگ کے اعتبار سے وہ امام کے مقام میں نہ کہ سلام کے ساحل میں مقام کی زبان حال سے تبارک اسم ربک ذی الجلال والاکرام پڑھتا ہوا کھڑا ہوا۔ تو قوی امین نے اپنی اہل سے کہا کہ ٹھیرو کیونکہ بارگاہ احد کی وسعت میں عدد کی گنجائش نہیں ہے۔ میں نے غیر کے حجاب سے راحت کی آگ سیر کے لئے دیکھی ہے جن کے سامنے نہیں جا سکتے مگر نورانی صورت والے۔ میں عنقریب وہاں سے تمھارے پاس کچھ خبر یا آگ کی ایک چنگاری لے کر آتا ہوں۔ چنانچہ جب اُس آگ کے پاس آیا اور اُس کی قوت نمو بھڑکی ہوئی تھی اور نبات سے سرسبز و شاداب صورت میں تشکل ہوئی تھی تو اُس کے مزاج بشریت مصورہ کی نگہداشت میں قوت مذکرہ نے اُس پر تکیہ کیا اور قوت مفکرہ اس کے ذریعہ سے اعضاء پر اعمال مطہرہ اور علوم محرّزہ کو حرکت دے کر سمیٹ لائی۔ تب شجرہ کے بقعہ مبارکہ میں میدان کے داہنے کنارہ سے آواز آئی۔ اور اگر عالم خلقی کی بقا نہ ہوتی تو ضرور شرقی کنارے سے آواز آتی۔ کہ اے قوی امین ہمیں اللہ ہیں سارے جہان کے پروردگار۔ میں اپنے بندہ کی تربیت کرتا ہوں جیسی چاہتا ہوں اور اپنے مرید کو اختیار کے قید خانے سے باہر لاتا ہوں اور قدم صدق کے ساتھ فرمانبرداری کی بساط پر اُس کو جماتا ہوں اور اپنی مراد کے ذریعہ سے ساری مرادوں سے خالی کرتا ہوں۔ اور تمام اطوار میں اُس کو میں اپنا وجود اور

اپنا ایجاد مشاہدہ کراتا ہوں۔ اور اُس کی طرف وحی بھیجتا ہوں کہ میرے حول وقوت کے سبب سے تو اپنے حول وقوت سے نکل آ۔ اور اپنے عصا کو ڈال دے۔ توجب عصا کو چلتے ہوئے دیکھا کہ گویا وہ سانپ ہے اور دشمن کی حقیقت جان لی تو اپنے جسد کے ذریعہ اپنے نفس کی تدبیر سے پیٹھ پھیر کر بھاگا۔ اور اُس کی حضرت قدس میں اپنے حس پر عتاب نہ کیا۔ تب تدبیر کو ساقط کر دینے کے وقت جیسا کہ حجاب میں مرشد نے کہا تھا رو در رو یہ آواز آئی کہ آگے آ اور خوف نہ کرو تم امن میں ہو۔ پس ظالم لوگوں سے تمھاری واقعی نجات ہوگئی۔ اور اُس کے پہلے دشمن کی صورت پر اُس کو دسترس ہوا۔

قصۂ حضرت موسیٰ سے روحانی اشارات

اُس سے کہا گیا کہ اس کو لو اور خوف نہ کرو اپنا ہاتھ اپنے گریبان کے اندر رکھو۔ اور اپنی شہادت وغیبت میں میرے ہاتھ سے تصرف کرو۔ پس جس وقت تمھارا ہاتھ میرے ہاتھ کے نور میں سما جائے تو وہ بغیر کسی روگ کے بھلا چنگا سفید نکلے گا۔ اور رفع خوف کے لئے اپنے بازو اپنی طرف سکیڑ لو اور پھر جا' میں تیری طرف بہترین پھرنے والا ہوں۔ پس اُسی جگہ تمھاری سیر کا مستقر اور تمھارے پرندہ کے بسیرے کی جگہ ہے۔ اور عادات کے انوار کی طرف لوٹ آؤ تاکہ اُن میں عبادات کی روحیں پھونکی جائیں۔ اُس نے کہا کہ اے پروردگار میں نے ان میں سے ایک جان کو مار ڈالا اور معنیً وحساً اُس کو ان کے تعلق سے باہر نکال دیا۔ یہاں تک کہ میں نے اس کو تیری روح سے لطفاً وُانساً زندہ کیا۔ اس لئے میں ڈرتا ہوں کہ اگر تو مجھے مار ڈالیں گے اور میرے بھائی ہارون کی زبان مجھ سے زیادہ صاف ہے۔ اور حکمتِ تدبیر نے اُن کے لئے عالم حکمت میں بڑی شان مقرر کی ہے۔ اس لئے تو اُن کو مددگار بنا کر میرے ساتھ بھیج کہ وہ لوگ میری تصدیق کریں مجھکو اندیشہ ہے کہ لوگ مجھ کو جھٹلائیں گے۔ اور اگر عصا کو اُس کا سدرۃ المنتہیٰ بنا دینے کے بعد اللہ اُس کو عصا کے لینے کا حکم نہ فرماتا تو وہ یہ درخواست نہ کرتا کہ اُس کے بھائی کو اُس کے ساتھ بھیجے اور اُس کو اُس کا قوتِ بازو بنائے لیکن جب اللہ نے اُس کو واسطوں سے مجبور کر دینے کے بعد سبب کے مراتب کی طرف لوٹا دیا تو اُس نے کہا کہ اے پروردگار ان رتبوں میں مدبر حفیظ کو میرا معین گردان۔ چنانچہ ارشاد ہوا کہ میں تمھارے بھائی کو تمھارا قوت بازو بناؤں گا اور ہمارے ہاتھ کا تصرف تیری طرف سے بچنے کافی ہوگا۔ اور تم دونوں کو ہم اپنے صفات کے ذریعہ سے غلبہ بخشیں گے اور اپنے اصفیاء کا گھر اور وطن بنائیں گے۔ اور جب قطع کرنے والی چیزیں تمھاری طرف رخ کریں گی تو ہم اُن کو وہیں منع کر دیں گے پس وہ تم تک نہ پہنچیں گے۔ اور ہماری آیتوں کے ذریعہ سے تم اور تمھارے پیرو غالب رہیں گے۔ اس لئے اے سننے والو! سمجھو اور اُس رہنما کی پیروی کرو جو سب سے زیادہ اتباع کا سزاوار ہے۔ تاکہ طبائع کے شیاطین پر غالب آؤ۔ اور جب تمھارے پاس کھلا ہوا حق آئے تو کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر بے شک یہی ہمارے پروردگار کی طرف سے حق ہے۔ ہم اِس سے پہلے صاحبِ اسلام تھے۔ اور جب تم کو عمل میں بذریعہ توفیق کے تمھارا اجر ملے اور علم میں بذریعہ تحقیق کے تو دیکھو ہرگز اس کو اسباب کی طرف منسوب نہ کرنا اور اس کے حاصل ہونے کو اکتساب سے گمان نہ کرنا ورنہ کشفِ ساق کے وقت تم خبروں سے اندھے ہو جاؤ گے اور روزِ تلاق تک اپنے اکتساب کے حجاب میں رہو گے۔ اور ہمیشہ اللہ کے لئے احتیاج کے قدم پر کھڑے رہو۔ کیونکہ تمھارا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا اور اختیار کرتا ہے۔ اور جو شخص

صرف اللہ ہی سے خوش ہوا اللہ اپنے پاس کی چیز سے اُس کی مدد کرتا اور اُس کو وہ سِتر مشاہدہ کراتا ہے۔ جس کے کنہہ تک ادراک کی رسائی نہیں ہے۔ اُس کے رُخ کے سوا سب چیز ہلاک ہونے والی ہے یا اُسی کا حکم ہے اور اُسی کی طرف تم لوٹنے والے ہو۔ اور اُس کے محمدی دن کے لئے سارا عالم دوڑے گا۔ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ وشرّفہم وکرّمہم۔ واللہ اعلم۔

(میں کہتا ہوں کہ) میں نے اس قسم کی تقریر کبھی اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی کے کلام میں نہ دیکھی اور یہ ان کے علو حال کی دلیل ہے۔

محبت الٰہی کے اثرات

ان کا قول ہے کہ اگر تو اپنے حس کے محبت کے چقماق سے آگ نکالے تو ضرور اپنے حضرت قدس سے تجھے اپنی نشست کی جگہ دکھائی دے۔ اور جس وقت آفتاب حقیقت کی شعاعوں سے تیرے نفس کی تاریکی کے پردوں کی دھجیاں اُڑیں تو تیرے مٹ جانے کے آفتاب کے مطلع کی حقیقت کی تجھے تحقیق ہو۔ پس سکڑ جانے کے بعد تیری چشم بصیرت کے ٹھپے کھُل جاتیں اور تیری روح تیرے قلب کے مژدہ رساں کو باطن کی زبان سے آواز دے کہ "کہ یہی میری راہ ہے میں بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف بلاتا ہوں" اور اس وقت تو موجودات کے ٹیلوں کی تاریکی نے آفتاب عرفان کے دیکھنے سے تیری بینائی کو روک رکھا ہے۔ پس اگر تو صبح میں جھوٹے خیال کا بندہ اور شام میں وہم غالب کا مغلوب ہوگیا۔ تو حقائق کی خبروں سے تو اندھا ہو جائے گا۔ اور موانع کی طرف مائل ہونے کے باعث گڑھے میں گر جائے گا۔ حالانکہ معشوق غیور کی زبان تجھے باآواز بلند کہہ چکی ہے کہ اے مغرور تو نے اپنے اختیار کو دخل دیا تو حیرت میں مبتلا ہوا اور تیرے وہم نے تجھے تاریکی میں پھینک دیا اور اللہ نے جس کو نور نہ عطا کیا اُس کے لئے کوئی نور نہیں ہے۔ اور اگر تو اپنی فطرت کے آئینہ کو موانع وعلل کے زنگ سے صاف کر کے معارف کے افق سے آفتاب ازل کے سامنے آتا تو ضرور تجھ سے لطائف کی شعاعیں ظاہر ہوتیں اور جو کثافتیں تھیں وہ پگھل جاتیں۔

بایزید رضی اللہ عنہ کے قول "میں نے اُس سمندر میں غوطہ مارا جس کے کنارہ پر انبیاء کھڑے تھے" کے بارہ میں یہ کہتے ہیں کہ ان کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تکلیف کے سمندر کو عبور کر کے سلامتی کے کنارے پر پہنچے اور اُس کے ساحل پر کھڑے ہوئے اُن لوگوں سے ملتے ہیں جو بچ نکلے ہیں۔ اور اُن کو اسی کا حکم دیا گیا اور وہ اسی کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ کیونکہ جس دن آدم علیہ السلام نے اُس شجرہ میں سے کھایا تھا کشتی تو اُسی دن ٹوٹ گئی تھی۔

خلق کے اخلاق اُن کی فطرت ذاتی کے معانی صفاتیہ ہیں۔ جس نے ہوا وہوس کے غلبہ میں اُن کو برتا اور جس نے ہدایت کے کام میں اُن کو لگایا اُس نے بھلا کیا۔ فریب کو دیکھو کہ لڑائی میں حق کا بول بالا کرنے کے لئے اچھا ہو گیا۔ اور مثلاً جھوٹ کہ لوگوں میں میل کرانے وغیرہ مصالح میں جن کی شرع کی رو سے اجازت ہے درست ہے۔ اور جب وہ اخلاق کام میں نہ لائے جائیں مگر ایسے ہی امر میں جو طبیعت کو پسند اور شرع کے نزدیک ناپسند ہو۔ تو وہ ہی بغیر ہُدیٰ کے اتباع ہوتی ہے" اور اُس سے بڑھ کر ظالم

کون ہوگا - جو اللہ سے رہنمائی کے بدون اپنے ہوا کی پیروی کرے "۔

جاہل اکثر ہماری نسبت گمان کرتے ہیں کہ ہم جو بندوں کی خبریں بیان کیا کرتے ہیں تو اس لئے کہ ہم فائدہ اٹھائیں اور اُن کو یہ خیال نہیں آتا کہ عارف کا کام تو صرف یہ ہے کہ اوروں کو دے نعمت عطا کرے اور فائدہ پہنچائے ۔

عارف اپنے معروف کا عین ہے اور محقق اُس چیز کی حقیقت ہے - جس کی اُس نے تحقیق کی ہے۔ اور شہود کمال و تکمیل کے اندازہ سے شاہد کی محبت اپنے مشہود سے ہوتی ہے اور محبت کے اندازہ سے محب کا تحقق اپنے محبوب کے ساتھ ہوتا ہے اور تحقق کے اندازہ سے متحقق کا ظہور متحقق بہ کے حکم میں عین اور اثر کے رو سے ہوا کرتا ہے واللہ بکل شیئٍ علیم۔

ہمہ اوست

مجھ سے کہا گیا کہ سن لو! سارے موجودات میرے موجودات ہیں اس لئے جو چاہو میرا نام رکھو اور جس سے چاہو میری صفت کرو اور جس شخص کا تم نام لوگے یا وصف بیان کروگے تو میرا ہی نام لوگے اور میرا ہی وصف بیان کروگے حالانکہ میں اپنی ذات سے ان سب سے مجرد ہوں اور میری قیومیت اس میں میری معین کرنے والی ہے - سن لو! کہ کوئی بندہ اپنے رب کو نہیں پکارتا مگر میں ہی پکارنے والا ہوتا ہوں اور کوئی بندہ اپنے بھائی کے محل کو اُس کی جنت میں نہیں دیکھتا جیسا کہ سُہیل دیکھا جاتا ہے مگر میرے ہی محل کو دیکھتا ہے اور ملائکہ کسی عرش کو گھیرے ہوئے نہیں ہیں مگر وہ گھیرا ہوا میرا ہی عرش ہے اور کوئی کلمہ الٰہیہ تو نہیں بولتا مگر اللہ ہی اُس کا بولنے والا ہے اور تو کوئی کام نہیں کرتا مگر اللہ ہی اُس کا کرنے والا ہے - اُسی نے اُس کو اپنے علم سے اُتارا اور ملائکہ گواہی دیتے ہیں اور اللہ کی گواہی کافی ہے۔

اس فرقہ کا ناطقہ محققین کا ناطقہ ہے جس طرح کہ محمدی ناطقہ نبیوں کا ناطقہ تھا بس وہی ان کا حق الیقین اور ان کا نور مبین ہے۔

جس کو محبوب کھینچ لے اُس کا کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس کو غیوب کا بلانے والا بلائے اُس کا کوئی باز رکھنے والا نہیں ہے اور جو مطلوب کو چھوڑ کر اور چیزوں میں مشغول ہوا اُس پر سخت افسوس ہے کہ وہ مجوب ہے - جس وقت کہ مصیبتیں دور ہوں گی اور نفس گناہوں میں ڈوبے ہوں گے اُس وقت ایسے شخص کی تلاش ہوگی جو مدد کرے اور اس پروردگار کی طرف رجوع کردے جو توبہ کرنے والے بندہ سے خوش ہوتا ہے - اور جب محبوب تجھ سے خوش ہوا تو تیری خواہش سے بڑھکر تجھے مل گیا۔

ہر مکان میں اُس کے اندازہ سے رب ہی موجود اور اصلاح کرنے والا ہے۔

خط کا مضمون

یہ اپنے غلاموں کو تعلیم کیا کرتے تھے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو خط لکھے تو اُس کو لازم ہے کہ ہمیشہ اس طرح اُس کی ابتدا کرے "بسم اللہ الرحمن الرحیم و صلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ واصحبہ وسلم یا مولائی یا واحد یا مولائی یا دائم یا علی یا حلیم از جانب عبداللہ بن فلاں - بخدمت اخی فلاں ابن فلاں متعہ اللہ بما من بہ علیہ و بلغہ ما

وجہ منہ الیہ۔ اما بعد فانی احمد اللہ الذی لا الہ الا ھو وھو ھو وھو بما ھو سیدی وربی وھو مولائی وحسبی لیس الا ھو وصلی اللہ بذاتہ وسلم باسمائہ وبارک بصفاتہ علی احمدی ومحمدہ احاطتہ تنزلاتہ وحیطتہ تجلیاتہ وعلی الہ وصحبہ ومجلیہ عیون تعیناتہ وشمل تمثلاتہ بمحامدہ وسبحاتہ وکل من عند اللہ والی اللہ ترجع الامور"۔

منقولات اور معقولات

بعض نفوس ایسے ہوتے ہیں جو سب سے زیادہ منقولات کو قبول کرتے ہیں۔ ان کے اُس حال سے جس میں وہ تیرے ساتھ ہیں منتقل ہو جانے سے بے غم نہ رہو کیونکہ وہ بالطبع منقول ہیں۔ اور بعض نفوس ایسے ہوتے ہیں جو سب سے زیادہ معقولات کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ ان سے یہ امید نہ رکھو کہ اس قید سے رہائی پائیں گے گو وہ کوشش کے ساتھ اُس کی طرف میلان ظاہر کریں۔ کیونکہ وہ اصل کے اعتبار سے معقول ہیں۔ اوہ اپنے لئے اُس کو چُن لے جس کو اللہ نے معتدل بنایا اور اپنے ماسوا سے پاک وصاف کر دیا ہو۔ بس یہ نہ پوچھے گا مگر اُسی کو۔ اور وہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔

حدیث "تم میں سے جس کو جمعہ کا دن ملے اُس کو غسل کرنا چاہئے"۔ کے متعلق ان کا قول ہے کہ جسم کا غسل پانی سے قوئی کا غسل بجا آوری حکم اور اُس پر عمل کرنے کے لئے لپک کر جانے سے۔ نفس کا غسل توبہ سے۔ ہمت کا غسل اخلاص سے اور قلب کا غسل توحید سے کرنا چاہیئے۔

توحید و ذکر

یہ اپنے اصحاب سے کہا کرتے تھے کہ میں تم کو محبوب کی توحید کی جیسا اُس نے حکم دیا ہے اور اُس کے ذکر کی برابر پابندی کی تاکید کرتا ہوں۔ کیونکہ جو اُس کا ذکر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس کا ہم نشین ہوتا ہے۔ اور بادشاہ کا مصاحب نعمت سے محروم نہیں رہتا۔ اپنے محبوب کے ذکر کو اُس کے ذکر کی خاطر سے لازم کر لو۔ پھر تو کوئی مشکل نہ ہوگی جس کو وہ آسان نہ کر دے اور کوئی آرزو نہ ہوگی جس کو پوری نہ کر دے۔ نمازوں کی نگہداشت کرو اور بیچ کی نماز کی اور کھڑے ہو اللہ کے لئے گڑگڑاتے ہوئے۔ اور سُن لو کہ سفر میں ہو یا حضر میں عشاء اور صبح کے وظیفہ کے ترک کی رخصت نہیں ہے کیونکہ یہ اپنے صادقین پر اللہ تعالیٰ کا ٹکس ہے۔ پس احسان کی پوشاکیں رحمٰن کی امان میں زیب بدن کرو۔ اور آپس میں نصیحتیں کرو اور ایک دوسرے کی رسوائی نہ کرو چشم پوشی کرو اور آپس میں رد و کد نہ کرو۔ آسانی کرو دشواری پیدا نہ کرو خندہ روئی سے ملو اور آپس میں نفرت نہ کرو۔ اور آپس میں رحم کرنے والے رحمانی اور حکماء ربانی بنو۔

جس نے ہمارے امر کو سُنا اُس نے طاعت کی حقیقت چکھی اور جس نے طاعت کی حقیقت چکھی وہ ایک گھنٹہ میں پہنچ گیا۔

مراقبہ تمھاری کلیت کا تمھارے محبوب کے رُخ کی طرف پھر جانا ہے۔ اور توجہ بندہ کی طرف سے اُس کے دل کے آئینہ کا اپنی صفائی کے سبب سے اس کے لئے مستعد ہونا ہے کہ اُس کا محبوب اُس میں ظاہر ہو۔ اور مستعد ہونا سب مرادوں سے خالی ہو جانا ہے تاکہ جو کچھ تیرا رب چاہے وہ کرے۔ بس یہی استعداد کا مقام ہے۔

نور موجودات کا ستر ہر مقام میں اُس کے موافق ہوتا ہے۔ پس سارے حقایق کی جمع واحد ہے۔ اور اگر متعدد ہو تو وہ واحد کا احد ہے۔ اس لئے کہ واحد مظاہر سے متعدد ہوتا ہے اور احد متعدد نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ واحد کا خلاصہ ہے۔ اس لئے سارے کل کی جمع واحد سے ہے۔ اور اگر واحد اعداد کا آغاز ہے تو وہ اُس کا اختتام ہے۔ پس وہ عین دلیل ہے کیونکہ احد مفرد ہے اور واحد سب کا جامع ہے۔ اس لئے وہ مفرد جامع ہو جاتا ہے۔ پس کل ظاہر میں اُس سے نکلنے والا اور اسی کی طرف لوٹنے والا ہے۔ اور اس پر دلیل یہ قول ہے کہ وہی واحد احد ہے۔ پس جب واحد متعدد ہوا تو وہ کمال دائرہ کی تنزیل ہے۔ اور جب مکمل ہوا تو سب دائروں کی حقیقت واحدیہ احدیہ ہو گیا۔ بس یہی حقایق کا خلاصہ ہے۔ پس جس نے اللہ کی تصدیق کی اُس کو اللہ نے واحد بنایا اور وہ واحد عارف باللہ للہ ہو گیا۔

حقائق والوار اعمال سے بیچ وشترار نہیں ہوتی مگر انھیں صورتوں کی جن کو عقول نظریہ سلسلۂ خیال میں بالفعل یا آئندہ اچھی سمجھتی ہیں۔ لیکن حقایق تو وہ سب امور ہیں جو نفوس کے اوہام سے چھپے ہوئے ہیں۔ پس جو شخص نفوس اور اُن کے عالم سے مجرد ہوا اور تحقیق اُس کو رنج و راحت پہنچانے والے اوہام کے قید خانہ سے باہر لے آئی اُس کے سامنے اُس کا محبوب ظاہر ہوا اور اُس کی آنکھوں کے سامنے اُس کا غیب روشن ہو گیا۔ اور اُس کا طالب و مطلوب متحد ہو گیا۔ اور اُس کا عاشق و معشوق ایک ہو گیا اور اُس کے مرغوب و نامرغوب ایک سے ہونے لگے۔ اور جو کچھ اس سے پرے ہے اُس کی نسبت کہ کیا ہے سوال نہیں ہو سکتا۔

نور ایک جسم لطیف بسیط ہے۔ اور ضیاء ایک معنی ہے جو نور میں اسی طرح قایم ہے جس طرح جسد میں روح یا روح میں حیات۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ماہتاب اک نور باضیاء ہے اور جب اس سے آفتاب جو ضیاء کا باعث ہے آڑ میں ہو جاتا ہے تو اس کا حال یہ ہو جاتا ہے نور بدون ضیاء کے دکھائی دیتا ہے اور وہی اُس کی موت یا نیند ہے اور آفتاب کا یہی حال سب ستاروں کے ساتھ باوجود اُن کی چھٹائی کے ہاں اتنا فرق ہے کہ ماہتاب کی حقیقت ظاہر و متمیز ہے اور ستاروں کی نہیں ہے۔ اور چونکہ آدم کے سوا عالم ہستی میں روح محیط کا کوئی مظہر نہ تھا۔ اس لئے اُس نے فلک قمر پر نزول کیا تاکہ اُس کو اُس شخص کا حال معلوم ہو جو اُس صورت میں اُس روح کی تجلی اور اُس کے اُس سے محجوب ہونے کے وقت اس میں موجود ہو۔

نفس مذمومہ کی روح حیات نفسِ شہوانیہ ہے جو روح حیوانی کا مظہر ہے اور اسی کے سبب سے گہرا پردہ واقع ہوا کرتا ہے اور جب نفس مذمومہ کہ وہی دنیا ہے زائل ہو گیا تو شہوت میں آخرت کا حکم ظاہر ہو گیا بخلاف اُس کے جو ازالہ کے مقارن ہے اور اسی لئے اسم اللہ کا ذکر عمدہ ہے۔

عارف کو جایز نہیں ہے کہ وہ اپنے مفتون کبھی گمراہ ہونے کا گمان کرے۔ اور کیونکر نہ یہ ناجائز ہو وہ تو اپنے معروف کا عین ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ "داؤد نے گمان کیا کہ میں نے اُس کو مفتون کیا ہے اس لئے اُس نے اپنے رب سے مغفرت چاہی۔

چنانچہ میں نے اُس کا یہ گناہ معاف کر دیا۔

تم اس کو پسند نہیں کرتے کہ تمھارے اور تمھارے لباس کے بیچ میں کوئی مکھی یا چیونٹی یا پسّو یا جون آجائے اور تم اپنے حتی المقدور اُس کو دفع کرتے ہو اور اگر وہ دفع نہیں ہوتی تو اُس کپڑے کے پہننے پر ننگے بدن ہو جانے کو ترجیح دیتے ہو۔ پھر تم اس کو کیونکر پسند کرتے ہو کہ تمھارے اور تمھاری حقیقت کے بیچ میں کوئی غیر آجائے۔ بس اس کو سمجھو کیونکہ ہر وہ شخص جس کو تمھارے غیر کے ساتھ تعلق ہے وہ تمھارا غیر ہی ہے گو تم اُسے تم ہی سمجھو۔

اگر تم کو محقق پیر و مرشد مل گیا تو تم کو اپنی حقیقت مل گئی اور جب تم کو اپنی حقیقت مل گئی تو تم کو اللہ تعالیٰ مل گیا اور سب چیزیں حاصل ہو گئیں اس لئے ساری مراد صرف اُسی پیر و مرشد کے ملنے میں ہے۔ فافہم

سچا مرید اپنی تجرید کے بعد اپنے پیر و مرشد کا عین ہے۔

سیادت کا مرتبہ نہ شرکت کو قبول کرتا ہے اور نہ اُس کو برداشت کرتا ہے اس لئے اس کو وہ اپنے آپ سے ایسے شخص جیسے رشک کے ساتھ دفع کرتا ہے جس کے تلووں سے لگی ہو اور اُسے بوسیدہ ہڈی بنا کر چھوڑ دیتا ہے۔

ظہورِ حق کے شرائط

حق کا مظہر اپنے آپ کو تجھ پر ظاہر نہ کرے گا جب تک کہ تجھ میں اُس کے سوا حق کے دیکھنے کی کوئی آنکھ نہ ہو اور جب تک کہ تو اُس کا غیر ہے وہ آنکھ تجھے نصیب نہیں۔ اس لئے جب وہ تجھے مغایرت سے چھڑائے گا تب اپنے آپ کو اپنے نور سے تجھے دکھائے گا۔ اُس وقت تجھے عین الیقین سے تحقیق ہو جائے گی کہ اس کے سوا حق کے لئے اور کوئی آنکھ ہی نہیں ہے۔ پس یہاں آکر وہ تجھے بصیرت کے ساتھ حق کی طرف بلائے گا۔ اس لئے کہ وہ تجھ سے کہے گا کہ میں ہی تیرا رب ہوں یا جس نے مجھے دیکھا اُس نے حق کو دیکھ لیا۔ اور جس نے نہیں اُس نے نہیں۔

جب تک کہ تم یہ سمجھو گے کہ تم میں ایسی آنکھ ہے جو تم کو اُس کی طرف رہبری کرتی ہے اُس وقت تک تم غیب پر ایمان لانے والوں میں سے ہو۔

تم اُسی صورت پر ہو جس پر تم اپنے مرشد کو مشاہدہ کرتے ہو۔ اس لئے جیسا چاہو مشاہدہ کرو۔ اور نگاہ دوڑاؤ کہ کیا دیکھتے ہو۔ اگر تم اُس کو خلق مشاہدہ کرتے ہو تو تم خلق ہو اور اگر حق تو تم حق ہو۔

فرقان نور ہے اور جمع اُس کی ظلمت ہے۔ پھر تنہائی کا کیا کہنا ہے۔ اور مردانِ شب ہی مرد ہیں جہاں نہ نہ بند ہے اور نہ پائجامہ۔ پاک ہے وہ جو اپنے بندہ کو رات کے وقت لے گیا تاکہ یہ اُسے بلا فرقان دیکھے "جو کچھ دیکھا تھا دل نے اس میں کچھ جھوٹ نہیں ملایا"۔

بندہ کا شرف یہ ہے کہ اُس کا آقا اُس سے کام لے کیونکہ جس لباس کو مالک نہیں پہنتا وہ رکھا رکھا میلا اور بوسیدہ اور دھونے سے پرزہ پرزہ ہو جاتا ہے۔ اور اسی لئے مالک اُس کو پاک صاف کرنا نہیں چاہتا۔ اس لئے اپنے آپ کو اپنے پروردگار کے کام میں لگاؤ۔ اور خود اپنے کام میں لگ جانے سے حذر کرو۔ کیونکہ اس میں تم تلف ہو جاؤ گے۔

وہ نہیں ہے مگر تیری یافت اپنے پیرو مرشد کی ۔ اور جب تو نے اپنی مراد پالی تو بس وہیں اللہ تیرا دل ہے اس کو سمجھ ۔

یہ سب صرف تیرے ہی موجودات ہیں جن میں تو ہر مقام میں اُس کے موافق ظاہر ہوتا ہے پس شریف تیرا ہی شریف ہے اور کمینہ تیرا ہی کمینہ ہے ۔

جو شخص کسی موجود کی از حد تعریف کرے گا ۔ اُس کو خدائی علم نصیب نہ ہو گا ۔

جہاں مماثلت و متقابلت ہوئی وہاں مغایرت موجود ہے ۔

جس شخص نے ایک "آیت" (یعنی اللہ کی نشانی) کا انکار کیا اُس کا وجود اُس آیت کے اعتبار سے اُس کے لئے سبب سے گہرا پردہ ہو گیا ۔ پس جب وہ اس کا منکر ہے تو اُسے دیکھ کیونکر سکتا ہے ۔ زہے سعادت ایمان والوں کی اور جو اُن سے اوپر ہیں اُن کا کیا پوچھنا ہے ۔ اور ہر علم والے کے اوپر ایک زیادہ علم والا ہے ۔ فافہم ۔

ہر زمانہ والا ہی اللہ کی بڑی آیت اُس زمانہ میں ہوتا ہے پس اُس کا وجود وہ بڑی آیت ہے جس کے ذریعہ سے اُس کا وجود وہاں ظاہر ہوا ہے ۔ فافہم ۔

عالم نے جانا ، جاہل نے نہ جانا ، اور منکر نے انکار کیا ۔ کیونکہ ہر شخص اپنی بساط بھر کام کرتا ہے ۔

طریقۂ معرفت اے نفس جب تک تو صاحبِ وقت کے ہاتھ میں اُس کا مملوک ہے وہ تجھے مقربین کی گذر کی جگہ میں لے جائے گا اور جب اُس نے تجھے اپنے ہاتھ سے چھوڑ دیا اور اپنی خدمت میں نہ رکھا تو تیرا اُنس وحشت سے اور تیرا جمع فرق سے بدل جائے گا ۔ مگر جب وہ تجھ پر مہربان ہو گا اور دوبارہ تو اُس کے ہاتھ میں آئے گا تو تو اپنی پہلی حالت پر واپس آ جائے گا ۔

انکار سے کنارہ رہو ۔ اس لئے کہ جس نے اپنے کان ایسے حق سے بہرے جن سے اُس کا دل منکر ہے اُس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسا انڈیلا جائے گا ۔

حکیم ہر رتبہ میں مطالبہ نہیں کرتا مگر اُسی رتبہ کی زبان میں اور نہیں معاملہ کرتا مگر اُسی رتبہ کے پیمانہ و ترازو سے "اور نہیں بھیجا ہم نے کسی رسول کو مگر اُسی کی قوم کی زبان میں تاکہ وہ اُن سے آیت کو بیان کرے ۔"[1]

اگر تو اپنے ہم نشین کا رنگ قبول کرنے والا ہے اور جو نعمتیں تجھکو ملی ہیں اُن کو وہ اپنے دل سے پیچ سمجھنے والا ہے تو تو عالم کے لئے رحمت ہے وہ اللہ کا رنگ ہے اور اللہ سے اور کس کا رنگ بہتر ہو گا ۔

بارہا ایسا ہوتا ہے کہ جس چیز کو قلب بلا مرض اچھا سمجھتا ہے ۔ اُس کو نفس غرض سے بُرا جانتا ہے اور پھر قلب بھی اُس کو بالفرض بُرا سمجھنے لگتا ہے لیکن اگر تم کسی دن قلب کو اُس سے پھیر دو تو وہ پھر بھی سکتا ہے ۔ اسی لئے اُس کا نام قلب رکھا گیا ہے کہ اس میں تقلب یعنی پھر جانے کی صفت ہے ۔

---

[1] پوری آیت یہ ہے ۔ وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لھم فیضل اللہ من یشآء ویھدی من یشاء وھو العزیز الحکیم ۔

سورۂ ابراہیم کی چوتھی آیت الخ

اللہ تعالیٰ کے قول[1] وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْ آیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ کے بارہ میں یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں اس کی دلیل ہے کہ سالکوں کو ایسی باتوں میں نہ پڑنا چاہئے جو جمہور کے نزدیک ثابت ہوں مگر ان کی سمجھ کے اعتبار سے دقیق ہوں اور سالک کو ہالک سے کیا نسبت؟

جہاں کہیں تم اُس کو مشاہدہ کرو وہ تمھارے نزدیک اور تم سے اور تم تک ہے۔ فافہم۔

لَقَدْ[2] خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ کے بارہ میں ان کا قول ہے کہ "اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ" سے مراد اعلیٰ علیین ہے اور اس پر قرینہ ثُمَّ[3] رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ہے۔

جہاں کہیں کہ کسی بُرائی یا عذاب یا مصیبت یا پوشش کا کشف آئے تو اس سے مراد حجاب ہے کیونکہ دور نہ ہوگا مگر حجاب ہی اور حجاب بلاشک ہر مقام میں اُس کے موافق لقاء حقیقی کا مانع ہے۔

جس نے تم پر ظلم کیا ہو اُس کے لئے بددعا کرنے سے احتراز کرو کیونکہ ایسی صورت میں تم خود اپنے لئے بددعا کرو گے۔ قرآن میں ہے کہ "اگر تم[4] نے اچھے کام کئے تو اپنے ہی لئے اور اگر بُرے کام کئے تو بھی اپنے ہی لئے"۔ "بے شک[5] تمھارے ہی لئے ہے جو تم حکم دیتے ہو"۔ پس جس پر ظلم ہو اُس کو سمجھنا چاہئے کہ وہ اُسی سے اُسی کی طرف ہے۔ سُن رکھو کہ خلق اور امر صرف اُسی کا ہے پھر ظلم کہاں ہے؟

بشری قیود سے رہائی اس سے حذر کرو کہ تم قدرت کا دعویٰ کرو حالانکہ تم مرتبہ اضطرار کی قیدوں میں ہو اور استغناء کا دعویٰ کرو حالانکہ تم محتاجی کی قیدوں کے مرتبہ میں ہو۔ اور ہر مقام میں اُس کی مناسبت سے عمل کرو۔ اس لئے کہ جہالت سے مددلینی تم جیسے کے لئے سزاوار نہیں ہے تمھاری شان تو احسن تقویم کی ہے۔

جو ہر چیز پر محیط ہے اُس میں کسی چیز کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ تو اس حال میں ہے کہ اس کے ساتھ "چیز" بھی ہے۔ پھر اُس کا کیا پوچھنا ہے جو ہر چیز ہے اور اُس کے سوا کوئی چیز موجود ہی نہ ہوتی۔ اور تجھے یہی بس ہے پس اپنی کوشش میں اپنے نفس کو متحمل بناؤ یا تجرید کو ثابت کرو۔ پس یہی تو بڑا ہنگامہ ہے۔ فافہم۔

غلام اپنے آقا کے لئے ہے پس جس کی چاہو بندگی کرو۔ فافہم۔

ہر مرتبہ ایسا ہے کہ جو اُس کو چاہتا ہے وہ حق کی عبادت نہیں کرتا مگر حقیقت مبتنیہ کا مرتبہ کہ جو اُس کو

---

[1] اور جب ایسے لوگ تمھاری نظر پڑ جائیں جنھوں نے ہماری آیتوں کا مشغلہ بنا رکھا ہو تو تم اُن سے الگ ہو جاؤ یہاں تک کہ ہماری آیتوں کے سوا اور باتوں میں لگ جائیں۔ سورہ انعام کی اڑسٹھویں آیت (پارہ ۷، رکوع ۱۴)

[2] ہم نے انسان کو "احسن تقویم" میں پیدا کیا۔

[3] پھر ہم اُس کو کمتر سے کمتر درجہ میں لوٹا لاتے ہیں۔

[4] اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَھَا

[5] اِنَّ لَکُمْ لَمَا تَحْکُمُوْنَ۔

چاہتا ہے وہ حق ہی کی عبادت کرتا ہے۔ اسی لیے حق نے اپنے ناطق محمدی سے کہا ہے کہ "کہو[1] کہ میں خدا ہی کی فرماں برداری کو نظر میں رکھکر اسی کی عبادت کرتا ہوں تم سوا اُس کے جس کو چاہو پوجو"۔

یعنی اب رہا اُس کا غیر تو اُس کو لوگ نہیں پوجتے مگر صرف اس کے چاہنے سے" اور بے[2] حکم خدا کسی کے اختیار میں نہیں ہے کہ ایمان لے آتے"۔

تمھاری بشری قیدیں تمھارا قید خانہ ہیں اور تمھارا دوست وہ ہے جو تم کو اُس سے رہائی دلائے۔ اس لئے ایسے شخص سے ہرگز ناواقف نہ رہو مبادا تم اُس کو اُس قید کا مضبوط و دائمی بنانے والا گمان کر لو۔ تم اُس سے اپنے دنیاوی ونفسانی امور کی فراخی چاہو۔ یا جو چیزیں تم کو اُس قید سے چھڑانے والی ہیں اُن کے روک دینے کی خواہش اُس سے کرو۔ کیونکہ جو لوگ اُس کو پہچانتے ہیں وہ جو کچھ اُس سے چاہتے ہیں یہ باتیں اُن کے برعکس ہیں۔

اُن لوگوں کو اُن کے آثار سے نہیں پہچانتا مگر وہی شخص جو ان کے حقایق کو پہچانتا ہے اور ان کے بشرہ سے نہیں پہچانتا مگر وہی شخص جو ان کے جیسے اخلاق رکھتا ہے۔

عالم الغیوب کی محبت قلوب کی جبلت میں عالم الغیوب کی محبت ہے۔ اسی لیے سلوگ اُس شخص کو دوست رکھتے ہیں جو اُن امروں کو کہ اُن کے جسموں سے چھپے ہوئے ہیں اُن کے سامنے کھول دے اور اُن کو وسوسوں، وہموں وغیرہ سے بچائے۔ کیونکہ یہ چیزیں اُن کے نزدیک اُن کے ادراک کے قاصر ہونے کی وجہ سے غیب کی بھاری چیزیں ہیں۔ اور کچھ لوگ ایسے شخص کو دوست رکھتے ہیں جو باریک بیں نگاہ سے اُن کے امور دنیا کو کھول کر رکھدے۔ اور کچھ لوگ ایسے شخص کو دوست رکھتے ہیں جو حق کے معارف وحقایق اُن پر ظاہر کر دے۔ کیونکہ ان کے نزدیک غیب تو صرف اللہ ہی ہے۔

چیز جب تک اپنے اصلی مرتبہ میں رہتی ہے اُس کی قدروقیمت نہیں معلوم ہوتی۔ عزت تو اُس سے باہر نکلنے کے بعد ہوتی ہے۔ اس اصول کو تمام جواہرات اور نفیس اشیاء میں دائرہ وسائرہ دیکھ لو یہی حال عارف محقق کا ہے کہ وہ اپنے معروف کا عین ہے اور اس کا معروف اُس کی حقیقت ہے۔ اور جب اپنی اس حقیقت کے حکم میں ظاہر ہوگا تو حق ہونے کی حیثیت سے اُس کی تنزیہ اُن تعینات سے واجب ہوگی جو خلق ہونے کی حیثیت سے اُس میں ہیں اس لئے وہ خوار و ذلیل ہوگا اور اُس کا انا الحق کہنا اُس کے منہ پر مارا جائے گا مگر جب مرتبہ عبودیت اور اپنی تعظیم وعزت کے حکم کے ساتھ ظاہر ہوگا۔

پیرومرشد ناطق تم کو کسی ایسی چیز کا جس کو وہ خود کرتا ہو اور تم پر دشوار ہو حکم نہ دے گا مگر اس وجہ سے کہ تم نے اُس کو کامل طور سے قبول نہیں کیا یا تمھاری استعداد ناقص ہے۔

جب حق تعالیٰ اپنے بندہ کی طرف توجہ فرماتا ہے تو اُس کو ایسی ہر ایک حرکت کے اعتبار سے مُردہ

---

[1] قل اللہ اعبد مخلصا لہ دینی فاعبدوا ما شئتم من دونہ۔ (تیئیسویں پارہ کا سولھواں رکوع)

[2] وما کان لنفس ان تؤمن الا باذن اللہ۔ (پارہ گیارہ، رکوع ۱۷)

بنا دیتا ہے جس میں نہ اُس کا کوئی نفع ہو اور نہ خلق اللہ میں سے کسی کا۔ اور مجھ پر یہ حالت طاری ہے چنانچہ میں اپنے آپ میں کچھ قوت نہیں پاتا مگر نیک قول یا فعل کے وقت۔ اور اس کے سوا میں مجھ سے ایک نیبو بھی نچوڑا نہیں جا سکتا۔ اس لئے میں مردہ بشکل زندہ ہوں۔

یہ نہ چاہو کہ تمہارا کوئی حاسد نہ ہو اور نہ یہ کہ کوئی حسد کرنے والا تمہارا حسد نہ کرے۔ کیونکہ حکم وجودی کا اقتضاء یہ ہے کہ نعمتوں کے مقابلہ میں حسد ہو۔ اس لئے جس شخص نے یہ چاہا کہ اُس کا کوئی حاسد نہ ہو اُس نے اس کی آرزو کی کہ اُس کو کوئی نعمت نہ ملے۔ اور جس نے اپنے حاسد کے شر سے جس کا حسد متحقق ہو چکا کی درخواست کی اُس نے یہ چاہا کہ اُس پر نعمت کا ظہور بھی ہو اور اُس کے بارہ میں مبتلائے پریشانی ہونے سے بھی اُس کو امان ہو۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ "کہو کہ میں[۱] تمام مخلوقات کے شر سے صبح کے مالک کی پناہ مانگتا ہوں اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ شر کرنے لگے" اور "جب" کا لفظ لایا اور یہ نہ کہا کہ "اگر حسد کرے" فافہم۔

عارف کا ظاہر و باطن

جب علیم حکیم ہادی اپنے اہلِ زمانہ کے لئے آدمی کی صورت میں تحویل کرتا ہے تو اُس کا ظاہر اپنے اہل زمانہ کے لئے پیشوا ئے ہدایت ہوتا ہے اور اُس کا ربانی باطن اپنے اہل زمانہ کے لئے رب یعنی سردار ہوتا ہے جو اُن کے پاس اُس صورت میں آتا ہے جس سے وہ اُسے پہچانیں۔ اور اُس کو اس حیثیت سے نہیں دیکھتا ہے مگر وہی شخص جو معنوی موت سے مر چکا ہے اور وہ اس طرح سے کہ اپنے آپ کو بھی اوہام سے خالی کر لیا ہے۔ جیسا کہ یہ حدیث اس کی طرف اشارہ کرتی ہے "کہ تم ہرگز اپنے رب کو نہ دیکھو گے جب تک کہ تم مرو نہیں"۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اُسی طرح اٹھائے گئے ہیں جس طرح عیسیٰ علیہ السلام اُٹھائے گئے تھے اور عنقریب نیچے آئیں گے جس طرح عیسیٰ علیہ السلام اُتریں گے۔

(میں کہتا ہوں کہ) سید علی خواص رضی اللہ عنہ بھی اس کے قائل تھے۔ چنانچہ میں نے اُن کو کہتے سنا کہ نوح علیہ السلام نے کشتی میں سے ایک تختہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نام پر کہ وہ اُس پر بٹھلا کر آسمان کی طرف اٹھائے جائیں گے۔ بچا رکھا تھا۔ چنانچہ وہ برابر قدرت کی حفاظت میں محفوظ رہا یہاں تک کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اُس پر اٹھائے گئے۔ واللہ اعلم

عارف باللہ جب حبیب اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا ذکر آپ کرتے ہوئے دیکھتا ہے اور وہ اُس کو سنتا ہے اور اسی طرح جو شخص اس عارف کو حق الیقین کے طور پر جانتا ہے کیونکہ وہ اپنے معروف کا عین ہے۔

جس مرید کو اپنے مرشد کے ساتھ خصوصیت ہے اُس کی حقیقت مرشد کے اعتبار سے ایسی ہے جیسے کوئی دیکھنے والا آئینہ میں اپنے آپ کو دیکھتا اور آئینہ کے ذریعہ سے مطابقت پاتا ہے

شرم گاہ خیانت کی جگہ ہے پس معصوم وہ ہے جس میں محل خیانت نہ ہو اس لئے اُس میں شرم گاہ بھی

---

[۱] قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ٥ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ (پارہ ۳۰)

نہ ہوگی۔ اور جس کی شرمگاہ کو حق چھپائے وہ اُس کے خوف سے بے غم ہے۔ کیونکہ خوف نہیں ہوتا مگر اس چیز میں خیانت کرنے والے سے جس کو تم بچاتے ہو۔

جو شخص یہ مشاہدہ کرے گا کہ تمام امور پر قدوس ہی قایم ہے وہ وجود میں مشاہدہ نہ کرے گا مگر کمال ہی۔ اور جس نے اس کا اُلٹا کیا وہ سرنگوں ہوا۔

فرشتہ تنزیہ میں مقید ہے اور شیطان اُس کی ضد میں مقید ہے۔ اور دونوں فرقان کے دائرہ میں مقید ہیں۔ اور مخلص وہ ہے جو اُس احاطہ کے شہود کی وجہ سے جو سب میں پوشیدہ ہے دونوں مقید سے رہائی پا گیا ہے۔ اس لئے کسی مقید کا اُس پر زور نہیں باقی ہے۔ پس وہی قائم اور وہی اول و آخر و ظاہر و باطن اور وہی ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

حضرات قدس اللہ کی قدس کے حضرات تو اُس کے عارفوں اور اُس کی راہ دکھانے والوں کے مدارک ہیں۔ اس لئے حسنِ مودت و خدمت اور صدق محبت و تعظیم سے اپنے لئے اُن میں سے ہر ایک میں مستقر بناؤ۔ اور غیر اہلِ حق سے تعلق پیدا کرنے کا قصد نہ کرو ورنہ پچھتاؤ گے۔ اور جس طرف رُخ کرو حق ہی کا قصد کرو تب سلامت رہو گے اور غنیمت حاصل کرو گے۔ واللہ اعلم۔

اللہ تعالیٰ جس کو دوست رکھتا ہے اُس سے اللہ تعالیٰ کی دوستی کا تعلق نہیں ہوتا مگر اللہ تعالیٰ کے اُسی اخلاق کے ذریعہ سے جس سے اُس بندہ نے اپنے آپ کو متصف کیا ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "تخلقوا باخلاق اللہ تعالیٰ" (اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے آراستہ ہو۔) فرمایا ہے۔

جس کو اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے اُسے لوگ صرف اس سبب سے بُرا سمجھتے ہیں کہ جس حال میں وہ ہوتا ہے اُس کو وہ جانتے نہیں اور جس حال میں وہ خود ہوتے ہیں اُس کے خلاف میں اُس کو سمجھتے ہیں اسی لئے اُس کا نام گمراہ کرنے والا اور جادوگر اور کاہن رکھتے ہیں۔ اور جس حال میں وہ ہوتا ہے اگر اُس کو وہ دیکھیں تو اُس کے عاشق ہو جائیں۔ پس لوگ ولیوں کو صرف اپنے نفس کے اوہام کے باعث بُرا جانتے ہیں۔

جو شخص یہ مشاہدہ کرے کہ ہر نفع رساں چیز اعیان حق میں سے ایک عین ہے اور ہر ضرر رساں شے حق کے اعیان ضرر رساں میں سے ہے اور علیٰ ہذا تمام امور یہاں تک کہ نماز و روزہ و زکوٰۃ و خوف و خندہ اور سب صفات بس حقیقت میں ان میں سے ہے ہر چیز کو اپنے پروردگار حق ہی کی دیکھے تو جس طرف ایسا شخص رُخ کرے گا وہیں اللہ کا سامنا ہے۔ اور یہ جب کہے کہ جس طرف میں نے منہ کیا۔ ظاہر احق کا چہرہ دیکھا تو اس کو ملامت نہ کرو۔ اور جب تم اُس کو ملامت کرو گے تو اُس کا دل اُس سے کہے گا کہ "لا تطعه واسجد واقترب" اس کا کہا نہ مانو اور سجدے کرو اور قرب حاصل کرو۔ یعنی کل مظاہر کا۔

حق پر اس وقت کے اعتبار سے نگاہ ڈالو جب اُس نے خلق کو پیدا نہیں کیا تھا اور دیکھو کہ تم کو کیا نظر آتا ہے۔ پس تم ہرگز اُس کے غیر کو نہ دیکھو گے۔

تمہارا وجود و موجود بیان میں دو ہیں اور حقیقت میں ایک۔ بس اس کو سمجھو۔

ہر ربانی کی نماز صورت اسرائیہ ہے۔ اور اسرار محمدی سے کوئی صورت وہاں اعلیٰ نہیں ہے۔ اسی لئے

اسرار کی جائے شہود میں اُس کے سوا اور کوئی صورت فرض نہ ہوئی۔ پس سمجھو کہ نمازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے اور وہاں اُس کے سوا کوئی نہیں ہے اور کلیم اُس کا کلیم اور سمیع اُس کا سمیع ہے۔ جو چیز اللہ کی طرف سے آتی ہے وہ اُسی کی طرف آتی ہے۔ اور جب تم نے اُس سے محبت کی تو تم وہی ہو گئے اور ہمیشہ وہی رہو گے۔ اور اگر تم وہ نہ ہوئے تو تم اُس کے کان اور اُس کی زبان ہوئے کیونکہ وہ متکلم سمیع ہے۔

اہلِ حق میں حق کس قدر اجنبی ہے فافہم

ہر مقام میں اُس کے موافق اسم عین مسمیٰ ہے۔ "اور تم لوگ کہیں بھی ہو وہ تمھارے ساتھ ہے" اور اگر تمھارا امین اُس کی طرف راجع ہے تو پھر تم کون ہو اسے اس کو راہ دکھانے والے جس کا کوئی راہ دکھانے والا نہیں ہے۔ بس وہ وہی ہے۔

دل کی یافت

ضروریات و بدیہیات تو بس وجدانی ہی امور ہیں اور یہی نظریات کے اصول ہیں۔ اس لئے اس باب میں اصل اصول دل کی یافت ہے۔ اور حجتوں و دلیلوں و تعلیموں کی حاجت تو صرف اسی لئے ہوتی ہے کہ وجدان اور اُس کے لگ بھگ کے موقع میں نفس سے مطلوب کی توقع کی جاتی ہے اور جب تم نے مطلوب کو پا لیا تو ان چیزوں کی حاجت نہ رہی۔ اور اسی لئے ضروریات کو دلیل کی حاجت نہیں ہے۔ اس لئے اے تحقیق یا تصدیق کی رو سے حق کے پانے والے تجھکو تیری یافت کافی ہے۔ بس اگر تجھ سے کوئی معترض کہے کہ اس کے حق ہونے کی تمھارے پاس کیا دلیل ہے تو تم کہو کہ میری یافت اور اگر اس پر تم سے وہ کہے کہ اگر میں بھی کہوں کہ وہ باطل ہے اور اس کی دلیل میری یافت ہے تو تم کیونکر بے خطرہ رہ سکتے ہو تو تم اے محقق اُس کو کچھ جواب نہ دو۔ اور اُس سے کہو کہ تمھاری یافت میرے لئے حق ہے۔ قل هو للذین امنوا هدًی وشفاء (کہو کہ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اُن کے لئے یہ ہدایت اور شفاء ہے) اولٰئك کتب فی قلوبهم الایمان وایدهم بروح منه (یہی ہیں جن کے دلوں کے اندر خدا نے ایمان کا نقش کر دیا ہے اور اپنے فیضانِ غیبی سے اُن کی تائید کی ہے) پس اُن کے نزدیک وجدانی معاملہ ہے اور جس چیز کو وہ اپنے نزدیک نقش کیا ہوا پاتے ہیں وہی اُن کے نزدیک وجدانی ہے۔ فافہم۔

تجلیاتِ الٰہی

دائرہ سمعیہ میں کلام عین متکلم ہے جیسا کہ فرمایا ہے ولقد جئنا هم بکتاب (اور ہم نے تو ان کو کتاب بھی پہنچا دی) پس وہی متکلم اور وہی کلام ہے۔ اور قرآن اُس کا عین عقلی ہے۔ و فرقان اُس کا خیالی۔ اور جو چیز پڑھی جاتی اور جس کی تعبیر لفظ "آ" کے ضمیر سے ہوئی ہے اُس کا عین حسی ہے۔ اور فرقان کا تنزل قرآن کا تنزل ہے۔ اور قرآن کلام کا تنزل ہے۔ اور کلام عین متکلم ہے۔ اور یہ سب اُس کی تجلی مجمل کی جس کی تعبیر کلام سے کی جاتی ہے تفصیلی تعینات ہیں۔

پیدا کرنا وہی مقدر کرنا ہے۔ پس جو چیز کہ تحقیق میں عین ہے وہی تخلیق میں شکل یا غیر ہے۔ کیا تم نے حق کا قول اُس کی محمدی جمعیت کی زبان سے نہیں سنا انا کل شئ خلقناه بقدر سے انفکاک کے رتبے کے ساتھ اس تقدیر پر کہ وہ "ان" کی خبر ہے۔

واجب کی حقیقت علم فعلی ہے جس میں اُس کا قائل مضمر ہے اور ممکن کی حقیقت علم انفعالی جس میں

اُس کا فاعل پوشیدہ ہے اور ممتنع کی حقیقت مجردِ علم ہے جو تمیز اثباتی کے صیغہ میں حاصل نہیں ہوا ہے مگر قول میں۔ کیونکہ یہ تعریف اور کُل تعریفیں تمیزی اثباتی صیغے ہیں۔

جو تجھے گھیرے ہوئے ہو اور تو اُس کو گھیرے ہوئے نہ ہو تو نہ اُس کا مثل ہے اور نہ اُس کی صورت پر ہے۔

جب تک تم فرق کے دائرہ میں رہوگے اُس وقت تک شرک و اشراک ناگزیر ہے۔ خداوندا ہم کو خالص بنا اور متخلص کرے آمین۔ اور میں اُس کو کر چکا ہوں۔ فافہم۔

وحدۃ الشہود جب تیرے صفات اصل میں اُسی کے ہیں تو تیرا وہم اُسی کا علم ہے اور تیرا حس اُسی کا علم ہے اور تیری فکر اُسی کا علم ہے اور تیرا سیکھنا اُسی کا علم ہے اور تیرا تخیل اُسی کا علم ہے اور اسی پر قیاس کرلو۔ بے شک وہ ہر چیز کا جاننے والا ہر چیز کو علم سے احاطہ کئے ہوئے ہے۔ پس اگر ہر چیز چاہے جس اعتبار سے ہو اُس کی معلوم نہ ہو تو یہ احاطہ کامل نہیں ہوتا ہے۔ اور جو شخص اس کو اسی طرح سے مشاہدہ نہیں کرتا وہ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْماً کی حقیقت کو مشاہدہ نہیں کرتا۔ اُس نے تو اُس کا شہود کیا ہے جو اُس کی تاویل کی اور جس نے اِس عموم کی تخصیص اور اس اطلاق کی تقلید کی ہے۔ بلکہ اسی وجہ سے وہ اُس کے شہود سے مقید ہو گیا ہے۔ اور یہیں سے وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے) کے معنی ظاہر ہوتے ہیں۔

جب ہر آنکھ سے وہی تیری طرف دیکھنے والا اور ہر ادراک و علم سے تیرا جاننے والا ٹھہرا تو وہاں کوئی ایسا نہیں ہے جس کو تم دکھلاؤ مگر وہی۔ اس لئے اُس کی مرضی کا کام کرنے میں زیادہ تمہاری حاجب نہیں ہو سکتی۔ اور اس سے بچو کہ زندہ دیکھنے والا راور وہ تم نہ ہو) تم کو ایسی جگہ میں دیکھے جس کی نسبت تم کو گمان ہو کہ اُس کی مرضی کے خلاف ہے۔ کیونکہ جس وقت تم ہر ایسے مظہر میں قایم ہوتے ہو جو دیکھتا ہے تو جو تم کو دیکھتا ہے وہ وہی ہے۔ اور جب تمہارا یہ شہود درست ہو جائے گا تو وہ تم کو اللہ میں تمام جہات کے اعتبار سے مستغرق کردے گا۔ "پس جس طرف تم رُخ کروگے وہیں اللہ کا سامنا ہے" فافہم

حقائق بدلتے نہیں ہیں اس لئے مقید مطلق نہیں ہو جاتا اور نہ مطلق مقید ہو جاتا ہے۔ صرف مراتب مقبولہ کی صورتیں یکے بعد دیگرے اُن کے قبول کرنے والے پر آتی رہتی ہیں لکلمات اللہ (اللہ کے کلمات میں کوئی تبدیلی نہیں ہے)

کسی چیز کو تمہارا دوست رکھنا اُسی اندازہ سے ہوتا ہے جس قدر کہ تم اُس کی ضد سے دشمنی رکھتے ہو اور علیٰ ہذا اُس کا عکس تول کی تول مثل کی مثل اور برابر کی برابر۔ اور یہی معاملہ ہر مقابل کا اُس کے مقابل کی نسبت سے ہے۔

کسی شے سے پناہ نہ مانگو بلکہ اُس کے شر سے پناہ مانگو۔

ہر مقام میں اُس کی مناسبت سے تاثیر ربوبیت ہے اور تاثر عبودیت ہے۔

وحدۃ مطلقہ خلق وہی تقدیر ہے اور تقدیر ہر مقام میں اُس کے موافق نقیض کے رتبہ میں تنزیہ ہے۔ اور جب یہ ظاہر ہو گیا تو اللہ تعالیٰ ہی ہر موجود کی ذات ہے اور ہر موجود اُس کی صفت ہے

اور اس کا کوئی مبدء اول نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً کسی موجود کا۔ اور جب تمھارے نزدیک وجود کا یہ معاملہ کھل گیا۔ تو تم کو معلوم ہو گیا کہ جب تم کسی موجود کی طرف نگاہ کرو گے تو اُسی کی طرف اس حیثیت سے کہ تم نے اُس کو ذات پایا ہے نگاہ کرو گے۔ اور تم کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ وجود کے سوا کوئی ذات ہی نہیں ہے۔ تو اس سے ظاہر ہوا کہ وجود حقیقت میں وہی موجود ہے اور موجود نہیں ہے مگر وہی وجود۔ پس اگر تم کہو کہ پھر فرق کہاں سے آیا اور کہاں جائے گا۔ تو میں کہوں گا کہ وجود سے خود اُس کی طرف۔ پھر اگر تم کہو کہ یہ کیونکر حاصل ہوتا ہے۔ تو میں کہوں گا کہ یہ اس طرح حاصل ہوتا ہے کہ تجرید بیانی کے طریقہ پر جو علم معانی و بیان میں مذکور ہے خود اپنے لئے مراتب قرار دے اور تم جانتے ہو کہ تم کو جائز ہے کہ ہر صورت میں تم اپنے نفس سے اپنے نفس کے لئے اپنے نفس میں مجرد ہو جاؤ اور وہ ساری صورتیں تمھارے خیال میں ہوں اور تم اپنے نفس سے ہر صورت کی حیثیت سے ایک خاص معاملہ کرو۔ اور اپنے نفس کو تم ازیاد رفتہ تصور کرو کیونکہ تم نے اپنے نفس کو مجرد کر لیا ہے اور اس فراموشی کا فراموش کرنے والا بھی اور اس کثرت کا متحقق بھی اور تم ایسے ہی ان حیثیتوں سے ہو گے۔ اور یہ اور اس کی مثل اور باتیں نہیں ہیں مگر عین فعل وجود جو کہ تمھیں ہو نہ کہ اُس کی مثال ہو۔ اور حقیقت میں یہ سب امور بغیر کسی زیادتی کے صرف تمھیں ہو۔ پس باوجود کثرت موجودات کے وہاں نہیں ہے مگر وجود ہی بلا حقیقت زائدہ کے۔ پس اگر تم سوال کرو کہ وجود کی اس تقدیر کا مبدء کیا ہے۔ تو ہم کہیں گے کہ اُس کا مبدء حکم دینے کا اقتضائے لذاتہ ہے۔ اور وہاں نہیں ہے مگر وہی اس لئے اپنی ذات سے اپنی ذات کے لئے اور اپنی ذات پر تجرید کے طریقہ سے حکم دیتا ہے۔ جیسا کہ گزرا۔ اور تقضایا منتہی نہیں ہوتے ہیں کیونکہ اقتضائے ذاتی کو تقضایا لازم ہیں۔ اور یہ تقدیرات وجود کی تنزیلات ہیں اُس کی منزلت میں جو معاملہ میں موجود نہیں ہے۔ اور انھیں کا نام موقوفات رکھا جاتا ہے۔ اور بالبداہتہ یہ تقدیر اولاً وجود میں ہوتی ہے۔ کیونکہ وہاں کوئی موجود نہیں ہے۔ اور یہی خلق اول ہے۔ اور انھیں موجودات کا نام مراتب قدم و ازل و ایجاب و صفات و معانی رکھا جاتا ہے۔ اور حقایق بھی اسی طرح ہیں اور اس کے بعد تقدیر اُن امور کی ہوتی ہے جو وجودات کی لاوجودات ہیں۔ پس جس اندازہ سے کہ اُن کے نام ذاتیں اور ماہیتیں اور تعینات و اعیانات اور مثل ان کے رکھے جاتے ہیں اُسی اندازے اُن میں اُن کے مراتب لاحقہ مقدر کئے جاتے ہیں۔ اور یہی خلق ثانی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول میں ہے اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ [1] ''کیا ہم اول پیدا کرنے میں تھک گئے۔ بلکہ یہ لوگ ازسرِنو پیدا کرنے کی طرف سے شک میں پڑ گئے ہیں'' پس اول وجود کی تنزیل ہے اُس چیز کی منزلت میں جو وجود نہیں ہے اور ثانی جو وجود نہیں ہے اُس کا وجود کی منزلت میں لانا ہے۔ پس اس طرز کو دیکھو کہ کیسا عجیب و غریب ہے اور اس تقریر کو انھوں نے طول دیا اور اس کے بعد کہا ہے کہ میں نے تمھارے لئے تحقیق کا دروازہ کھول دیا ہے اگر تم اُس کے اہل ہو تو آگے بڑھو اور نہیں تو نہیں۔ فافہم

---

[1] پارہ ۲۶ رکوع ۱۵۔ سورۂ قٓ کی پندرھویں آیت ۱۲۰

(میں کہتا ہوں کہ) جو کچھ اس تقریر میں ہے اُس کی بنا وحدت مطلقہ والوں کے مذہب پر ہے۔ اور محققین کے مراتب کے اعتبار سے یہ نقصان کا مرتبہ ہے۔ مگر شیخ اس مرتبہ میں اپنے شہود کے اظہار میں مغلوب تھے اور اس کا قرینہ ان وصایا کی کئی جگہوں کا کلام ہے واللہ اعلم۔

عقل و فکر عقل کا نام عقل تقیید تحدیدی کے سبب سے ہوا جو اُس کی شان ہے۔ اور اس کا نام "لُبّ" (جس کے معنی مغز کے ہیں) اس کے تنزل کی حیثیت سے ہے جو خلق کے جدید لباس میں آنے سے ہوا ہے۔ کیونکہ مغز ایسے چھلکوں میں چھپا رہتا ہے جو اُس کے لئے لازم نہیں ہیں اور وہی اس کا مبدا ہے۔

جہاں کہیں فکر پائی جاتی ہے وہاں وہ نہیں آتی مگر حق کے مغایرات سے اور حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے۔ پس وہ حقیقت میں نہیں آتی مگر گمراہ ہونے سے یعنی اُس حقیقت سے جو خیر محض ہے، گمراہ ہو جانے سے۔ اس لئے فکر کبھی خیر محض سے نہیں آتی۔

جعل وضع وابداع وتکوین وتمیز اور اس قسم کے سب فعل خلق بمعنی تقدیر ہیں اگرچہ بعض مراتب میں اُن کا نام خلق نہ ہو۔

وجدانی کیفیت اے صاحب ذوق جب تم کو کوئی وجدانی کیفیت معلوم ہو اور کوئی شخص تم سے اس یافت کو تقیید کے ساتھ پوچھے یعنی تم سے کہے کہ فلاں کیفیت کی نسبت تم کیا کہتے ہو۔ تو تم اُس سے پوچھو کہ آیا میرے سوا کسی نے اس بارہ میں کچھ کہا ہے۔ پس اگر وہ تم سے کہے کہ نہیں یا میں نہیں جانتا۔ تو تم اُس سے کہو کہ میرے نزدیک ایسا ہے۔ پس اگر وہ اُسے مان لے تو خیر اور اگر نہ مانے تو تم اُس کے شر سے بچ گئے۔ اور اگر وہ کہے کہ ہاں۔ تب تم اُس سے کہو کہ اب تم کو میرے قول کی اس بارہ میں حاجت نہیں ہے۔ لیکن اس پر بھی وہ تم سے کہے کہ نہیں مجھے تمھارے قول کی حاجت ہے تو تم اُس سے پوچھو کہ کیا اُس کہنے والے سے تم مجھے افضل اور بہتر سمجھتے ہو یا اُس کہنے والے کو مجھ سے افضل و بہتر جانتے ہو۔ پس اگر وہ کہے کہ اُس کہنے والے کو تو تم کہو کہ اس صورت میں تم اس سے زیادہ میری تصدیق نہیں کر سکتے۔ اس لئے مجھے تم سے کچھ بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ اور اگر وہ کہے کہ میرے نزدیک تم اُس سے افضل ہو۔ تو تم اُس کو جواب دو وہ تم سے معارضہ نہ کر سکے گا گو وہ چال باز ہی کیوں نہ ہو۔

دقائق وحقائق حدیث الانصار شعار والناس دثار[۱] کے متعلق ان کا قول ہے کہ دو کپڑے ایک ساتھ تمھاری ظاہری جلد کو مس نہیں کرتے مس تو بس ایک ہی شعار کرتا ہے اور جو اُس کے بعد ہے وہ دثار یعنی بیرونی کپڑا ہے۔ اور انصار شعار اسی لئے ہوئے کہ ماسوا کو چھوڑ

---

[۱] یہ ابوہریرہؓ کی روایت سے صحیح بخاری کی ایک حدیث کا جو انصار کی تعریف میں ہے ایک جزو ہے (دیکھو مشکوٰۃ جلد چہارم کتاب الفتن۔ باب جامع المناقب) شعار جامہ درونی کہ متصل بجسد باشد۔ و دثار جامہ بیرونی کہ بالا پوشند چنانکہ ردا، و مانند آن ۱۲۔ مترجم۔

صرف اُسی پر راضی ہوگئے ۔" جو اُن کی طرف ہجرت کرکے آتا ہے اُس سے محبت کرنے لگتے ہیں" پس اِن کی محبت اُس کے ساتھ تحقق کے سوا کسی علت سے نہیں ہے ۔ اور دوسرے لوگ دنیا راس سبب سے ہوئے کہ اُن کو ایسی علتوں سے تعلق ہے جو اُس کے ساتھ تحقق سے خارج ہیں ۔" اے گروہ انصار کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ لوگ بکری اور اونٹ لے کر جائیں اور تم اپنی فرودگاہوں کو مجھے لے کر جاؤ ۔ انصار نے کہا کہ ہم راضی ہیں"۔ پس اے بھائی انصار کو اُن کے چہرہ بشرہ سے پہچانو تو بس اُس شخص کے لئے جو یہی اُن کی نشانی ہے اور اُن کو کسی قبیلہ یا گروہ میں مقید نہ جانو ۔ جس میں یہ علامت ہو چاہے جو جو ہو اور جہاں ہو وہ انصار میں سے ہے ۔ فافہم ۔

وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ (اور اپنے کپڑے کو خوب پاک و صاف کر) یعنی تاکہ تم جامۂ نماز ہو جاؤ جس چیز کا حکم دیا جائے اُس کے سوا ہے جو مجرد نہ ہوا تحقیق کے رو سے اُس نے اُس پر عمل ہی نہ کیا ۔

لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ یعنی اُس کے ساتھ متحقق نہیں ہوتے مگر تجرد اختیار کرنے والے ۔ کیونکہ ادروں کو اُن چیزوں کے ساتھ پیوند ہوتا ہے جو اُس سے روکنے والی ہیں ۔ اور طہارت اُن موانع سے خالی ہو جاتا ہے جو نماز کی حقیقت کے ساتھ جو بندہ اور اُس کے رب کے درمیان میں پیوند ہے تلبّس سے باز رکھے ۔

اخلاص کی کمیابی حکم کی تعمیل میں تمھارا مصروف ہونا صرف حکم ہی کی وجہ سے اخلاص ہے ۔ اور اس کی میزان یہ ہے کہ تم فرض کرلو کہ بجائے حکم دینے کے اُس نے تم کو اُس سے منع کیا ہے یا اس کا عکس لو اور اپنے نفس کو خیال کرو کہ اگر وہ دو صورتوں میں سے کسی ایک پر خوش ہوتا ہے تو سمجھ لو کہ تمھاری مصروفیت کسی علت اور نفس کی خواہش سے ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو وہ اخلاص ہے ۔ ہائے اخلاص کس قدر کمیاب اور اُس کا ادراک کتنا دقیق ہے ۔

ایک اعداد کی اصل ہے پس جو قابل قسمت نہیں ہے وہ قابلِ قسمت کی اصل ہے ۔ ہر مقام میں اُس کی مناسبت سے ۔ پس جو گھر تقسیم نہ ہوسکتا ہو وہ اس گھر کا سا نہیں ہے جس کی تقسیم در تقسیم ہو سکتی ہو اس لئے کہ جب تک کہ تم خلق جدید لبسی کے مراتب کے حکم میں ہو اُس وقت تک ربوبیت کی جانب میں طول ظرفی متخیل نہیں ہوتا ۔ فافہم ۔

پس قلب مالک کا گھر ہے اور گھر کا مالک اندر سکونت رکھتا اور ظاہر کی طرف نزول اجلال فرماتا ہے ۔ متخیلات نہیں ہیں مگر وہ ہی امور جو تمھارے غیب اور تمھاری قوت میں ہیں جن سے باعتبار تمھارے

لہ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ ۵ دیکھو سورۂ حشر کی پوری نویں آیت (پارہ ۲۸ رکوع ۴) یہ صرف اس کا ایک ٹکڑا ہے ۔ ۱۲

ت یہ اُسی باب جامع المناقب کی ایک دوسری حدیث ہے ۔ اس کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں آنحضرت کے پاس کچھ مال غنیمت آیا تھا آنحضرت نے اُسے تقسیم فرمایا اس پر بعض کم عمر و کم فہم شخص کو انصار میں سے شکایت ہوئی کہ آنحضرت نے انصار کو کچھ نہ دیا سب اوروں ہی میں تقسیم کر دیا اُس کی خبر جب آنحضرت کو ہوئی تو آپ نے انصار کو بلا کر وہ فرمایا جو متن میں مذکور ہے ۔ ۱۲ مترجم ۔

تو اہل حاجبہ متعین نہیں ہوئے ہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ تمھارے تخیل و توہم میں قایم ہیں۔

آداب بندگی اپنے پروردگار سے کوئی فرمایش نہ کرو گو وہ قلب ہی سے کیوں نہ ہو کیونکہ فرمائش ایک طرح کی حکومت ہے اور یہ بندہ کی شان نہیں ہے۔

بندہ کا اپنے پروردگار سے اُس کے امر و نہی کی علت دریافت کرنی صواب سے نہایت دور ہے کیونکہ پروردگار کو حق ہے کہ جو اُس کی پسند میں آئے وہ کرے اور جو ارادہ کرے اُس کا حکم دے اور بندہ کی شان یہ ہے کہ اپنے رب کی ہر بات کو قبول کرے۔

جو شخص تم کو اللہ کا محقق بنا دے اُس کی مکافات کبھی تم کر ہی نہیں سکتے۔

ذات کسی علم اور کسی ادراک کے احاطہ کے اندر داخل نہیں ہوتی۔

عارف محقق کی نسبت اللہ تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا کہ جن امور کو عارف پسند کرے ان کو وہ اسباب عادیہ کے ذریعہ سے مہیا کرے جن میں اُس کی ہمت مصروف ہو یہاں تک کہ اگر وہ کسی چیز کا سبب دعا اور توجہ کو گردانے تو اُس سبب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اُس امر کو اُس سے روک دے گا۔ اور اُس کی وجہ صرف یہی ہے کہ وہ اپنے اُس معروف کا عین ہو گیا ہے جس کے لئے یہی سزاوار ہے کہ سیادت و عزت کے ساتھ ظاہر ہو جو چاہے وہ کرے۔ اس لئے جب تسبّب کی حیثیت سے ظاہر ہو گا تو بُرا معلوم ہو گا اور مراد میں توقف و تعذر واقع ہو گا۔ پس ہر جولانگاہ کے لئے جداگانہ لوگ ہیں۔

قَدْ جَاءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ (تمھارے رب کے پاس سے تمھارے پاس حق آچکا ہے) کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ تمھارے پاس تمھارا رب کہ وہی بعینہٖ حق ہے آچکا ہے نہ کہ کسی موہوم مثال کے ذریعہ سے

خلاق کی تجلیات عقول اسمار ذات کے حقایق ہیں اور ارواح اسماء صفات کے حقائق ہیں اور نفوس اسمار افعال کے حقائق ہیں۔ اور ہر اسم کے لئے تاثیر کا ایک دائرہ ہے جس کا وہ سلطان ہے اور اُس دائرہ میں اُس کی تجلیاں اُسی کے مسببات کے سبب ہیں۔ پس خلق کے اسباب خلاق کی تجلیات ہیں اور رزق کے اسباب رزاق کی تجلیات ہیں۔ وعلی ہذا القیاس۔

رزقوں کے اسباب کی صورتیں اُن عوام کے لئے جن کی نظریں شہود خلق کی وجہ سے قاصر ہیں رب ہیں اور اُن خواص کے لئے جو تحقق بالحق تک نفوذ کرنے والے ہیں غلام ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ کیونکر عوام خود اُس کا انتظام کرتے ہیں جو اپنے غلاموں پر خرچ کرتے ہیں اور خواص جیسے امرار و وزرا کہ اپنے خرچ کا اہتمام اپنے خادموں کے سپرد کر دیتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خرچ کا انتظام بلالؓ کے سپرد تھا۔

اللہ تعالیٰ کے قول وکلمة اللہ ھی العلیا کے بارہ میں یہ کہتے ہیں کہ اللہ کا کلمہ نفس ہے جس پر حکم الٰہی غالب ہے کیونکہ حکم کا ظہور اُس میں تخلق و تحقق و کشف بیان کے ذریعہ سے ہے۔ اس آیت کے معنیٰ کی یہی حقیقت ہے۔ اور اِس کے یہ معنیٰ بھی ہیں کہ اللہ کا کلمہ یعنی اللہ کا نام ہی سب سے اونچا ہے کیونکہ وہ اسم اعظم جمیع اسمار کے حقایق کا جامع ہے۔

جس نے حق کو پہچانا اُس نے نہ دیکھا مگر حق ہی کو کیونکہ حق کے بعد گمراہی کے سوا اور ہے کیا۔
جب کبھی مقتدی نے اپنے امام میں کوئی کمال یا نقصان دیکھا تو وہ مقتدی ہی کے باطن کی صورت تھی جو امام نے اُس کو مشاہدہ کرائی۔ اور امام کا اُس سے بالاتر ایک دوسرا مظہر تھا۔ اس لئے دیکھو اہل کمال کی نسبت اگر نقصان کا گمان نہ کرو اور کہنے لگو کہ آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اس لئے وہ بے راہ ہوئے۔ بلکہ یوں سمجھو کہ وہ صرف اس لئے ہوا تھا کہ تم پر ظاہر کیا جائے کہ جب تم مبتلا ہو تو اُس حضرت کی عطائی کے لئے کیا تدبیر اختیار کروگے۔ اور اسی پر قیاس کر لو۔

غفران کی عمدہ توجیہ استغفار غفران کی مدد چاہنا اور نقص کی ذلت کے ساتھ علمی وجہ الاستعداد کمال سے آراستہ ہونے کی طرف اور بُرا کہنے کی ذلت کے ساتھ احسان سے آراستہ ہونے کی طرف حقیقتہً متوجہ ہونا ہے۔
اور اس کی غایت یہ ہے کہ محبوب کے ساتھ ایسے تحقیق ذاتی کے طور پر متحقق ہو کہ اُس کے رہتے ہوئے اُس کی ضد کا عارض ہونا محال ہو اور یہی ہر مقام میں اُس کے موافق عصمت ہے اور اللہ تعالیٰ کے قول "لیغفرلك الله ماتقدم من ذنبك وما تاخر" میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اور غایت الغایت اس باب میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حلم سے اپنے ماسوا کا حکم تجھ سے ڈھانک دے پس مجھ میں منکشف نہ ہو مگر اُسی کا پیارا چہرہ۔ کیونکہ غفران کے معنی ہیں سرور انگیز چیز کے ذریعہ سے ضرر انگیز چیز کو بچا لینا۔ اسی لئے خود کو مغفر کہتے ہیں۔ پس ؎

ہر سخن نکتہ و ہر نکتہ مقامے دارد

گیلا ایندھن طبیبوں کا قول ہے کہ زہدان کا ٹھنڈا پڑ جانا حمل قرار نہ پانے کا سبب ہوتا ہے۔ یہی حال مرید کے نفس کا ہے کہ جب اُس میں مقصود کے شوق سے وجد کی حرارت اور طلب کی سوزش نہ پائی جائے گی تو اس میں پیر کے فیض سے اُس کے معاملہ کی صورت نہ پیدا ہوگی۔ پس وہ گیلا ایندھن ہے جس میں چنگاری سے صرف دھواں پیدا ہوتا ہے۔ جیسے وہ دعوے اور رعونتیں کہ اُن نفوس میں پیدا ہوتی ہیں جو شوق و خلوص و طلب و کوشش کی سوزش کے بغیر اس فرقہ میں داخل ہوتے ہیں۔ ایسے نفس کی دوسری مثال نم کاغذ کی ہے جس پر کتابت کا نقش نہیں ہوتا۔ اور ان کی ایک اور مثال بھیگی ہوئی گدڑی کی ہے جس میں چنگاری اثر نہیں کرتی۔

حسب مراتب خصوصیات جو شخص جس مرتبہ میں متحقق ہوتا ہے اُس میں اُس مرتبہ کی خصوصیتیں اور اُس کے امور اُس کے تحقق کے اندازہ سے پائے جاتے ہیں۔ مثلاً جو شخص صورتِ محمدیہ بشریہ میں متحقق ہو اور وہ اللھم صل علی محمد وآته الوسیلة والفضیلة الی آخرہ کہے تو وہ حقیقت میں اس حیثیت سے کہ وہ اُس میں متحقق ہے اس کو خود اپنے ہی لئے طلب کرتا ہے۔ اور جو شخص صورت محمدیہ میں متحقق ہوتا ہے اُس کو یا محمد اور جو صورت موسویہ میں اُس کو یا موسیٰ اور جو صورت عیسویہ میں اُس کو یا عیسیٰ کہا جاتا ہے۔ اور اسی پر قیاس کر لو اور جہاں تک تمہارا ذوق پہنچے

وہاں تک ترقی کرتے چلے جاؤ۔ کیونکہ ہر میدان کے لئے مرد ہوا کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "ہم گروہ انبیاء کے جسم اہل جنت کی روحوں پر اُگے ہیں" کے بارہ میں یہ کہتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُن کی روحیں سماوی اور ارضی شکلوں میں متشکل ہیں اور ہر ایک اپنے جسم کی طرف لوٹنے والی ہے۔

حضورِ قلب

اللہ تعالیٰ نے جو تم کو امر و نہی کی ہے تو اس میں تمہارے سننے والے اور سمجھنے والے دل ہی کو مخاطب کیا ہے۔ اور مکلف کو جن باتوں کی تکلیف دی گئی ہے اُن کو ادا نہیں کر سکتا مگر دل ہی۔ اس لئے جب تمہارا جسم کوئی عمل کرے اور تمہارا دل اُس سے غافل ہو تو وہ عمل نہ کسی شمار میں کیا جائے گا اور نہ تم کو بری الذمہ و سبکدوش کرے گا۔ یہ تو اسی صورت میں ہوگا جب تمہارا دل اُس کی طرف متوجہ ہو۔ اور کسی عمل میں جسم کے معروف ہونے سے جو ظاہری ملامت ساقط ہو جاتی ہے تو صرف حضورِ قلب اور اُس کے ارادہ کے گمان پر۔ اس لئے علام الغیوب کا ہمہ دم دھیان رکھو کیونکہ وہ دلوں ہی کو دیکھتا ہے ؎

ما بروں را ننگریم و قال را
ما دروں را بنگریم و حال را

اللہ کا تکلم

اللہ تعالیٰ کے قول فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ (پس پناہ دو اُس کو یہاں تک کہ اللہ کا کلام سنے) کی تفسیر میں یہ کہتے ہیں کہ۔ یعنی تم سے اور اللہ کے کلام کے ساتھ تکلم نہیں کرتا مگر اللہ ہی۔ پس جب تم کو حق کی راہ دکھانے والا تم سے سرگوشی کرے تو تم اللہ سے سنو اور غنیمت جان کر اطاعت کرو اور یہ سمجھو کہ تمہارا رب تمہارے لئے معارف کی صورتوں میں سے ایک صورت میں تم کو پر جلانے کے لئے جلوہ نما ہوا ہے تاکہ تم اُس کو پہچان کر اُس کی بات مانو اور اُس میں تم متخلق ہو۔

سِر وہ ہے جس کو مشاہدہ نہ کرے مگر ایک ہی پس اگر تم کسی کے سِر کو مشاہدہ کرو تو جان لو کہ اس حیثیت سے کہ وہ سِر تم کو حاصل ہوا تم وہی شخص ہو۔ اور کیا مسترشد کے لئے اپنے مرشد کی صورت کے سوا اور کوئی چیز بھی ہے؟ اور جب یہ حالت ہے کہ جو کچھ مسترشد کی طرف سے مرشد کی طرف ہے وہ تو حقیقت میں مرشد ہی کی طرف سے خود اپنے لئے ہے۔ غلام اپنے آقا کی طرف سے تو تم کا غلام خود اُن کی طرف سے ہے۔ اور کوئی چیز اللہ کی طرف سے نہیں ہے مگر اُسی کی طرف سے اور میری بات کوئی نہیں سمجھتا مگر خود میں ہی۔

شیطان کی نافرمانی

اللہ تعالیٰ کے قول اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ (اے فرزند آدم کیا میں نے تم سے قول نہ لیا تھا کہ شیطان کو نہ پوجنا) کے متعلق ان کا قول ہے کہ۔ یعنی اُس کی اطاعت نہ کرنا اور اُس کے حکم سے خوشنود ہو کر اُس کے فرمانبردار نہ بن جانا۔ کیونکہ جو شخص کسی کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتا ہے وہ اُسی کو پوجتا ہے۔ جیسا بتوں نے اپنے ظالموں

اور جوگیوں کو خدا کے سوا اپنا پروردگار بنالیا"۔ اور کس قدر کثرت سے دیکھا جاتا ہے کہ مقلدین ایسے گمراہی کے پیشواؤں اور بُرے عالموں کی پرستش کرتے ہیں جو اپنے علم سے وہ باتیں چاہتے ہیں جن کو اللہ سے کوئی واسطہ وسروکار نہیں۔

جب شیطان آدم کو ایک سجدہ نہ کرنے کے باعث کافر ہوا تو کیونکر فرزند آدم اس کو پسند کرتا ہے کہ شیطان کو بار بار سجدہ کر کے کافر بنے۔ لیکن جس طرح حق پر ایمان لانے کے بہت سے درجے ہیں ویسے ہی کفر کے بھی بہت سے درجے ہیں۔

حسد کے خطرات

دیکھو پوشیدہ خلعت والوں کو جو ژولیدہ مو گرد آلودہ ردہوں بُرا سمجھنے سے حذر کرو کیونکہ "اُن کے چہرے تر و تازہ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہیں" یہ تو تمھاری ہی آنکھوں کی بیماری ہے جو اُن کی اصلی صورتیں تم کو دیکھنے نہیں دیتی۔

خبردار خبردار! اُس شخص پر حسد نہ کرنا جس کو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے چُن لیا ہے ورنہ اللہ تم کو مسخ کر دے گا۔ جیسا کہ جب ابلیس نے آدم پر حسد کیا اور اُن کو نہ مانا اور اُن سے اپنے آپ کو بڑا جانا تو ملائد صورت سے شیطانی صورت میں مسخ کردیا گیا۔ اور اس واقعہ میں تم کو ڈرایا اور جتلایا گیا ہے کہ جب تم حق کی راہ دکھانے والے امام کو دیکھو تو اُس پر رشک وحسد نہ کرو اور اُس کے سامنے سر تسلیم خم اور اس کی پیروی کرنے میں دون کی نہ لو۔ کیونکہ ایسا کرنے سے تمھاری پسندیدہ صورت چھن جائے گی اور غضبی صورت میں آجاؤ گے مگر جب تم اُس کے سامنے فروتنی اور اُس سے عاجزانہ برتاؤ کرو گے تو وہ تم کو شیطانی صورت سے نکال کر ملکی صورت میں لے آئے گا۔

روزہ عاشورہ وعرفہ

روزۂ عاشورہ کے بارہ کی حدیث میں جو یہ مضمون ہے کہ "ہم باعتبار اُن کے یعنی یہودیوں کے موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ ترحق دار ہیں" اس کے متعلق ان کا قول ہے کہ موسیٰؑ کی قوم سے بڑھ کر یہ اُمت اُن کی حق دار اس لئے ہوئی کہ ہم موسیٰ علیہ السلام پر ویسا ہی ایمان رکھتے ہیں جیسا اُن کے زمانہ کے لوگ کیونکہ ہمارے نبی کا معجزہ یعنی قرآن جس کے معجزہ ہونے کو ہم مشاہدہ سے پہچانتے ہیں نہ کہ خبر سے اُس پر دلالت کرتا ہے۔ اور جن یہودیوں نے اُن کا زمانہ نہ پایا وہ تو صرف خبر کی تقلید پر ایمان لائے۔ اور کہاں وہ جو معجزۂ قرآنی کو آنکھوں سے دیکھکر اور تحقیق کر کے ایمان لائے اور کہاں وہ جو تقلیدی ایمان رکھتا ہو۔ پس ہم سب رسولوں علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ان کی اُمت کے اُن لوگوں سے جو اُن کے زمانہ میں نہ تھے زیادہ ترحق دار ہیں۔

روزِ عرفہ روزِ عاشورا سے اس لئے افضل ہے کہ اُس دن شرع میں حج رکھا گیا ہے جو ارکانِ اسلام میں سے ایک رکن ہے اور عاشورا میں کوئی ایسا رکن نہیں رکھا گیا ہے جو اُسی کے ساتھ مخصوص ہو جیسا کہ عرفہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

تکمیل صدق وہدایت

اللہ تعالیٰ کے قول وَتَمَّتْ کَلِمَةُ رَبِّکَ صِدْقًا وَعَدْلًا[1] (اور تمھارے پروردگار کا ارشاد سچائی اور انصاف کے ساتھ پورا ہوا) کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ مقابلہ

[1] پارہ ۸۔ رکوع ۱

میں ہے۔ یعنی ایک قوم کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے صدق عطا فرما۔ یہاں تک کہ انھوں نے اُس کلمہ کی تصدیق کی اور دوسری قوم کے قلوب کی نسبت عدل کیا یہاں تک کہ انھوں نے اُس کی تصدیق سے عدول کیا۔

تمھارے امام ہدایت ہے جو کچھ تم کو ملے وہ تمھارے رب کی طرف سے ذکر اور تم پر رحم ہے اور تمھارے پاس اُس کا آنا حادث ہے اور اُس کا ظاہر ہونا اُس امام سے اُس کی ہستی کے اعتبار سے ہے لیکن اپنے وجود کی حیثیت سے جو حق مُبین اور ربوبیت و رحمانیت کے مرتبہ میں اُس کی آنکھ کے سامنے تجلی کرنے والا ہے۔ پس وہ ہمیشہ سے قدیم ہے۔ کیونکہ حق مذکور مرتبہ مذکورہ سے ہمیشہ سے متکلم ہے کیونکہ یہ اُس کی ذاتی صفت ہے اور حدوث تو تعلق ظہوری کی وجہ سے حکم بالحدوث کی حثیت سے آتا ہے۔

ایسی چیز کے موجود کرنے کو جو پہلے سے نہ تھی ابداع وابدار کہتے ہیں۔ اور جو پہلے سے موجود تھی اُس کے مثل موجود کرنے کو اعادہ واختراع کہتے ہیں۔

سیادت ربانیہ کا متر جس شخص میں ظاہر ہوتا ہے اُس کے لئے ضرور ہے کہ پیرو بھی ہوں۔ کیونکہ سید رب مصلح مدبر ہے۔

اولاد معنوی

پس اُس کے لئے ایسی جماعت کا ہونا ناگزیر ہے جس میں وہ حکم جاری کرے "اور ہم بہت سے رسول تمھارے پہلے پہنچ چکے ہیں اور ہم نے اُن کے لئے بیبیاں اور بچّے مقرر کئے تھے" یعنی معنوی بچے کیونکہ ان میں ایسے لوگ بھی تھے جن کی نہ ظاہری کوئی بی بی تھی اور نہ صلبی کوئی اولاد جیسے عیسٰی اور یحیٰی علیہما السلام اور یہیں سے سمجھ میں آتا ہے کہ زکریا علیہ السلام نے جو یہ دعا کی تھی کہ "اے پروردگار مجھے تنہا نہ رہنے دے" اِس سے اُن کی کیا مراد تھی۔ پس گویا انھوں نے بھی وہی کہا تھا جو اُن کے بھائیوں نے کہا تھا کہ "اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بی بیوں کی طرف سے اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عنایت فرما اور ہم کو پرہیز گاروں کا پیشوا بنا اللہ تعالےٰ کے نزدیک محبوب ترین مخلوق وہ ہے جو اُس کے بندوں کے لئے زیادہ مفید ہو اس لئے مصلح کی شان کے لئے یہ شرف کافی ہے کہ جن کی ہمت صرف اپنی ہی اصلاح کی ہو اُن سے وہ حق کے نزدیک زیادہ محبوب ہیں۔

ایمان وعمل

جس شخص کا خلق قرآن ہو کہ اُس کی خوشنودی سے خوش ہو اور اُس کی ناراضی سے ناراض ہو وہ نسخۂ حق ہے" والذین آمنوا وعملوا الصلحٰت وامنوا بما نزل علی محمد وھوالحق من ربھم "اور جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک کام کئے اور جو اُس پر ایمان لائے جو محمدؐ پر اُتارا گیا ہے اور وہ اُن کے رب کی طرف سے حق ہے اپس جو شخص اُس کو ہدایت کا پیشوا بنائے گا اور اُس کو اُس کی کتاب سمجھے گا وہ اُس کے امور کو ایمان کی آنکھ سے دیکھ کر نیکو کاری کے ساتھ اُن کی پیروی کرے گا اور اُس کو اپنی کتاب داہنے ہاتھ میں مل چکی اور جو شخص نوشتوں پر اعتماد کرے گا وہ تو اپنے وہم کے حکم اور اپنی سمجھ کی حکمت پر بھروسہ کرے گا۔ اور ایسا نہیں ہے" وہ تو کھلی ہوئی آیتیں

اُن لوگوں کے سینوں میں ہیں جن کو علم عطا ہوا ہے"۔ یعنی اُس کے معنی علماء کی تقریروں میں کُھلے ہوئے ہیں۔
اللہ تعالیٰ اپنے مسلمان بندے کو اسی لئے دوست رکھتا ہے کہ وہ اُس کی صورت پر پیدا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے کہیں زیادہ بزرگ ہے کہ وہ اپنی اُس صورت کے خلاف کو دوست رکھے جو مقدس و کمال مطلق ہے۔

(میں کہتا ہوں کہ یہاں حق کی صورت سے آدم علیہ السلام کی صورت مراد ہے اس لئے کہ وہی سب صورتوں سے اشرف ہے اور اس ذات اعلیٰ کی صورت مراد نہیں ہے)۔ واللہ اعلم۔

اے آدمی جب تک تجھ میں صفات کریمہ پائے جاتے ہیں اُس وقت تک تو انسان اور اپنی اہلیت پر باقی ہے نہ تو نسخ ہوا ہے اور نہ مسخ۔ اور جب تو نے صفات کریمہ کی جگہ صفات ذمیمہ اختیار کر لئے تو تو نے اپنی انسانیت کو شیطانیت سے بدل لیا جس میں تو اب مسخ ہو کر آیا۔ اور اگر تو نے دونوں قسم کے صفات کو گڈمڈ کر دیا تو تو نہ خالص انسان رہا اور نہ محض شیطان۔ اور اسی میں متفاوت ہونے والے متفاوت ہوتے ہیں۔ اور حکم غالب پر لگایا جاتا ہے۔

تدوین کتب تصوف کے مصالح اگر تم سے کوئی شخص یہ کہے کہ عارفوں نے ایسے علوم و معارف کتابوں میں کیوں جمع کئے جو علماء قاصرین کو مضر ہیں اور عوام کو کون پوچھتا ہے۔ کیا حکمت وحسنِ نظر و رحمت کا یہ تقاضا نہ تھا کہ وہ اُن کی تدوین سے باز رہتے۔ اگر وہ باتیں ان کو حاصل تھیں تو اُن کی مخالفت میں نقصان ہے اور اگر حاصل نہ تھیں تو وہ خود ہی ناقص تھے اور حکیم نہ تھے۔ تو اُس کے جواب میں تم کہو کہ کیا وہ علیم و حکیم نہیں ہے جو آفتاب نصف النہار کو روشن کرتا اور ابر و باد سے خالی دنوں میں اُس کی کرنوں کو پھیلاتا ہے۔ حالانکہ کمزور نگاہوں اور بہت سے مزاجوں کو وہ سخت مضر ہیں۔ پس اگر وہ کہے کہ ہاں وہ علیم و حکیم ہے۔ لیکن چونکہ آفتاب سے جو فائدے حاصل ہوتے ہیں وہ نقصانات پر غالب ہیں اس لئے وہ ایسا کرتا ہے۔ تب اُس سے کہو کہ تمھارے سوال کا جواب بھی ایسا ہی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے ایسی تالیفیں کی ہیں انھوں نے جمہور کے لئے نہیں کی ہیں اور نہ اُن کو اس کی اجازت تھی۔ بلکہ ایسے لوگوں پر ظاہر کرنے سے منع کئے گئے ہیں۔ اور اس بارہ میں نہایت تشدید و تحذیر کی گئی ہے۔ اور اُن لوگوں نے اس کی صراحت کر دی ہے کہ انھوں نے تدوین نہیں کی ہے مگر اللہ کے حکم سے صرف اُس کے اہل کے لئے۔ اس لئے ایسی تالیفیں ان لوگوں کے لئے امانتیں ہیں۔ تاکہ ان کے معانی کے ذریعہ سے ان کو وہ باتیں نصیب ہوں جو ایسے کمالات کے دروازوں کے کُھلنے کا ذریعہ ہوں جو خدا کی رحمت سے اُن کے دلوں اور اُن کی زبانوں سے ظہور پذیر ہونے والے ہوں۔ پس زمین اُن کی رہنمائی کے انوار سے جگمگا جائے اور اُن کی ہدایت کے اثر سے زندہ ہو جائے۔ مگر غفلت و حجاب والوں نے ان سرداروں کے حدود سے تجاوز کیا اور ان کی تالیفات کو نااہلوں پر ظاہر کیا۔ جیسا کہ غافلوں نے اپنے پروردگار کے حدود سے باہر قدم رکھا اور قرآن کو دشمن کے ملک میں پہنچایا اور اللہ کے دشمنوں کو بھوے ہوئے دلوں اور امینٹھی ہوئی زبانوں سے اُس کے پڑھنے کا موقع دیا چنانچہ

انھوں نے اُس کو جلایا اور فساد پیدا کرنے اور اس کی تاویل کی لَو لگانے کے لئے اُس کی مبہم آیتوں کی پیروی کی۔ اور کیا امامانِ مجتہدین نے جو کچھ تدوین کی تھی وہ اسی لئے تھی کہ اُن سے نفسانی خواہشوں اور حصول دنیا اور ظالموں اور حکمرانوں کی خواہش کے موافق مسائل پیدا کرنے میں مدد لی جائے۔ واللہ ہرگز نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جو مقدر کر دیا تھا وہ ہو کر رہا۔ اور جب ظاہر ہو گیا کہ معارف و علوم باطنیہ کی تدوین میں بہت بڑے بڑے فائدے ہیں۔ تو یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ ان کی تدوین و تالیف سراسر حق ہے کیونکہ اس کا فائدہ روح حق الیقین کی بقا اور ہادیان بالحق کے مظاہر میں اُن روحوں کا روشن رکھنا ہے۔ جیسا کہ علم ظاہر کی تدوین و تالیف کا نفع روح اجتہادِ ظنی کی بقا اور راہ دکھانے والوں کے مظاہر میں اُس کا ظہور ہے " اور اللہ بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے الگ پہچانتا ہے " فافہم

نکاتِ معرفت

حدیث القلب بیت الرب (دل پروردگار کا گھر ہے) اور اللہ تعالیٰ کے قول ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا (لوگوں کے لئے جو پہلا گھر ٹھرایا گیا وہ یہی ہے جو مکۃ میں واقع ہے) کے متعلق ان کا قول ہے کہ بس پروردگار کے گھر اور لوگوں کے گھر میں تمیز کرو اور ان میں سے ہر ایک کی طرف اُس کی شرط کے ساتھ توجہ کرو اور اُس کا حق ادا کرو اور اُس کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو اور اُس کے گرد طواف کرو اور جو بات تم میں اُس کے مناسب ہے اُس کے ساتھ اُس میں داخل ہو۔ یعنی جسم میں جسم کے ساتھ قلب میں قلب کے ساتھ اور روح میں روح کے ساتھ اور ہر مجال کے لئے رجال ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے قول ان الذین امنوا وعملوا الصالحات کانت لھم جنت الفردوس نزلا (البتہ جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کئے فردوس کے باغ ان کے نزل کے لئے ہوں گے) کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ " نزل " سب سے پہلی خاطر داری کو کہتے ہیں جو مہمان کی کی جاتی ہے پس جب فردوس بریں سب سے پہلی خاطر داری ہوئی تو غایت درجہ کی خاطر و مہمان داری کا کیا کہنا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اُس خاطر داری کا کیا پوچھنا ہے جو اُن دوستوں کی کی جائے گی جن سے کبھی پردہ نہیں رہا ہے۔

جب دنیا وی جائے پناہ کی یہ عجیب و غریب حالت ہے کہ اُس کی پائداری سے ملال دور ہوتا ہے اور اُس کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد اُس پر غم ہوتا اور اُس کی خواہش ہوتی ہے تو مومن کو اپنے رب سے ملے بغیر کیونکر چین آ سکتا ہے

اُس نفسِ مدرکہ جدائی قبول کرنے والے پر غور کرو جس کی طرف تم " لفظ " میں " سے اشارہ کرتے ہو کیونکہ اس کو تمہارے جسم کے سارے اجزا سے تعلق ہے اور کیونکہ ہر ٹکڑے اور ہر عضو پر اُس کا ایک خاص اثر ہے کہیں تو اُس کا اثر دوسرے کے اثر کے مماثل ہے جیسے چھونا کہ سارے سطح بدن سے اور دیکھنا کہ آنکھوں سے اور سننا کہ کانوں سے متعلق ہے اور علیٰ ہذا القیاس اور کہیں اُس کا اثر دوسرے کے اثر سے مبائن ہے جیسے تکلم کہ صرف زبان سے اور چکھنا کہ صرف تالو سے تعلق رکھتا ہے اور علیٰ ہذا۔ پس ایسا ہی حکم نفس کا باعتبار اُن اعضاء و اجزا کے ہے جن سے اُس کو تعلق ہے اور وہی نفسِ کل ہے جو سارے معانی کے ساتھ موصوف ہے اور جس نے اپنے

آپ کو پہچانا اُس نے اپنے پروردگار کو پہچانا۔

پیر اپنے مرید کے لئے سِرِّ ربوبیت کا مظہر ہے اس لئے مرید پر واجب ہے کہ اپنے پیر سے دائیں بائیں نہ جُھکے۔ کیا تم نے حضرت یعقوب کے بڑے بیٹے کا قول نہیں سُنا ہے کہ "جب تک مجھکو والد صاحب اجازت نہ دیں یا جب تک خدا میرے لئے کوئی اور تدبیر نہ کرے میں تو اس جگہ سے ٹلنے والا نہیں" بعدہٗ اپنے بھائیوں سے کہا کہ "تم سب والد صاحب کی خدمت میں لوٹ جاؤ" پس ظاہر ہوگیا کہ اپنے پیر کے سوا مرید کے لئے متوجہ ہونے کو کوئی رُخ نہیں ہے۔ یہاں تک کہ جب اپنے پیر کی حقیقت میں متحقق ہو جائے اور دونوں کے مرتبوں میں مغائرت کا حکم باقی نہ رہے تب اُس پیر کے رخ کی حیثیت سے جس میں وہ مرید متحقق ہوا ہے اللہ اس کا رُخ ہوگا۔ اور اس مضمون میں بڑی طوالت کی ہے۔

قرآن کریم کی ہدایت عالم کو چاہیے کہ ہر سیدھی راہ کے چلنے والے کے لئے قرآن کو ہدایت و رشد سمجھے۔ اس لئے کسی شخص کو اس سبب سے بُرا نہ سمجھے کہ وہ قرآن سے کوئی ایسی بات سمجھے جو اُس کی سمجھ میں ہدایت ہے گو وہ عالم کی سمجھ کے مخالف ہے "اور جو لوگ علم میں بڑی پایگاہ رکھتے ہیں وہ تو اتنا ہی کہکر جاتے ہیں" یعنی ہر ایسی تاویل کے وقت جس میں اوروں کے لئے ہدایت ہے کہ "اس پر ہمارا ایمان ہے سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے" اور "ہر گروہ کے لئے ایک رہنما ہے" اور "ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک شریعت اور دستور العمل ٹھیرایا" فافہم

منکر و نکیر کے بارہ میں یہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں میت کے پاس اُس کے انکار و نکیر کی شکل میں آتے ہیں۔ پس اگر وہ منکر کا منکر اور اہل انکار کو اپنے مضبوط اعتقاد میں جو برہان سے ثابت ہے بُرا سمجھنے والا ہے تو وہ اس سے اپنے عقیدہ پر جما رہتا ہے۔ اور جو اُس کے برعکس ہوتا ہے وہ اوندھے منہ گرتا ہے۔

آخرت کے بادشاہ بادشاہانِ دنیا بادشاہانِ آخرت کے محتاج ہیں اور یہ دنیا کی نسبت تو ظاہر ہے کہ بادشاہانِ آخرت اس سے پرہیز کرتے ہیں اور ان پر حق کی توجہ ہوتی ہے۔ اب رہی شاہانِ آخرت کی تونگری۔ تو اہل تنگ کو اس کے صحیح یا باطل ہونے کی تمیز نہ ہوگی مگر موت کے بعد جب چیزیں ہاتھ سے چلی جائیں گی۔ اور جس نے نصیحت مانی وہ بدبخت سے بچا۔

جس شخص نے تجھے اُس چیز کی راہ دکھلائی جس سے تو خدا کے غضب سے رہائی پاسکتا اور اُس کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے وہ تیری شفاعت و سفارش کر چکا۔ پس اگر تو نے اُس کی اطاعت و پیروی کی اور اُس کی بات مان لی۔ تو تیرے حق میں اُس کی شفاعت قبول ہو چکی اور اُس کا نفع تجھے پہنچ چکا۔ اور اگر نہیں تو اُس قوم کی حالت سے خدا اپنی پناہ میں رکھے جن کو سفارش سے فائدہ نہ ہو اس لئے کہ "نصیحت سے وہ روگرداں ہیں"۔

آخرت کی ترازو کا بوجھ حیرانی و پریشانی کی مقدار سے ہوگا۔ اور اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی سخی داتا تم سے کہے کہ جو شخص جو کچھ لائے گا میں اُسی کی برابر تول کر اُسے چاندی دوں گا۔ پس ایک شخص مشقت اُٹھاکر چٹان لایا اُس کو چٹان کے برابر چاندی تول دی گئی۔ اور دوسرا تِنکا اُٹھا لایا اُس کو اُسی کے ہم وزن چاندی ملی۔ اگر تم بوریہ لپیٹے بیٹھے ہو اور خواہشوں کی قید سے چھٹے ہوئے ہو تو اس سے کہیں بہتر ہے کہ تم پختہ

محل میں ہو مگر اُن کی قید میں اور اپنے معشوق سے حجاب میں ہو ؂

پائے درز نجیر پیش دوستاں

بہ کہ با بیگانگاں در بوستاں

چند آیات کی توضیح اور اللہ تعالیٰ کے قول وَ اَیَّدْنٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۝ (اور ہم نے روح القدس سے اُن کی تائید کی)

کے متعلق ان کا قول ہے کہ۔ روح الامین اس بنا پر کہ روح القدس اُس سے ملتی ہے۔ وہی فکر صادق ہے۔ اور روح القدس عقل ناطق حکمت والی ہے۔ جو نفس حیوانیہ میں حکومت کرتی اور ہر مقام میں اُس کے موافق اس کو رذائل سے پاک وصاف اور فضائل سے آراستہ و پیراستہ کرتی ہے۔

مَا کَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی وَ لٰکِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ (یہ کوئی بنائی ہوئی بات تو ہے نہیں بلکہ جو اس سے پہلے موجود ہیں ان کی تصدیق ہے) کے متعلق ان کا قول ہے کہ اگر اپنے کشف وبیان سے اُن حاضرین کے دلوں میں جو اُس کے سامنے حضورِ ایمانی سے موجود ہوں صدق کی روح میں پھونک دے وہ صادقین میں سے ہو جائے گا۔ اور اُس کا اگلی کتابوں کو اس طور پر سچ جاننا کہ جو کچھ قرآن بس ہے اُس کو اُن کے مضامین سے مطابق کرے تو مشہور بات ہے۔ پس اس کو سمجھو۔

صاحب وجد لا میں اور وجد نعم میں چھپا ہوا ہے۔ پس جو حکم تمھارے پاس حق کی طرف سے آئے اُس سے تم نعم کے ساتھ ملو یعنی اُس کو اختیار کرلو اور نعمتوں میں سے ایک نعمت سمجھو۔

معرفت کی مقدار سے محبت ہوا کرتی ہے اور محبت کی مقدار سے قربت۔

اللہ تعالیٰ کے قول یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْہِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ (جس دن کہ دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گی)، یعنی قلوب کا حکم قالبوں پر ظاہر ہو جائے گا۔ پس جس کے قلب میں نیکی ہوگی وہ ظاہر میں دکھائی دے گی۔ اب رہا آنکھوں کا بدل جانا تو وہ یہ ہے کہ بصیرتوں کا حکم ابصار میں ظاہر ہو جائے گا۔ پس جس چیز کا دیکھنا دنیا میں صحیح نہیں ہے مگر ایمان سے اُس کو آدمی قیامت کے دن آنکھوں سے دیکھے گا۔ اور جو لوگ کہ اس وقت وہ چیز دیکھتے ہیں جس کو اور لوگ نہیں دیکھتے وہ اُسے نہیں دیکھتے مگر اُسی حال میں کہ اُن کا قیام اُس کے ساتھ ہے۔ فافہم۔

عاقل اپنی عزت کے اعتبار سے بخیل اور اپنے جسم کے اعتبار سے سخی ہوتا ہے اور جو اُس کی ضد ہے اُس کی حالت بھی اس کی حالت کی ضد ہے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مردانِ قریش میں سے جو سب سے زیادہ تصدیق وہدایت کی طرف سبقت کی تو اسی وجہ سے کہ ان کا تعلق و رابطہ اُن باتوں سے جو ہدایت کی ضد تھیں اور جن پر جاہلیت کے لوگ تھے سے زیادہ کمزور تھا۔

سلہ اٹھارھویں پارہ کا گیارھواں رکوع (سورۃ نور کی سینتیسویں آیت)

صوم کے معنی لغت میں ایک امر پر ثابت و استوار ہونے کے ہیں۔ کیونکہ جب آفتاب اپنے استوار کی جگہ میں ٹھیر جاتا ہے تو عرب "صام النہار" بولتے ہیں۔ اس لئے نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا کے معنی یہ ہیں کہ میں نے رحمٰن کے لئے اس کے مشاہدہ کے افراد پر ثابت رہنے کی منت کی ہے پس میں اُس کے ماسوا کا مشاہدہ نہ کروں گا۔ اور تمہاری جان کی قسم صوم حق کے لئے اور حق میں ثبوت ہی ہے۔

جس نے حق کو پہچانا اُس کے سارے وقت شب قدر ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ جَمِیْلٌ یُّحِبُّ الْجَمَالَ کے متعلق ان کا قول ہے کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ اس کو دوست رکھتا ہے کہ کوئی شخص اُس کے بندوں میں نقصان نہ سمجھے نہ ظاہر میں اور نہ باطن میں۔ کیونکہ غلام اپنے آقا ہی کا ہوتا ہے اور اس کا معاملہ اسی کی طرف رجوع کرتا ہے۔

اولیاء کرام کی خدمت جو شخص رب العالمین کی حفاظت میں رہنا پسند کرے اُس کو لازم ہے کہ خلوص کے ساتھ اولیاء عارفین کی خدمت کرے۔ قرآن میں ہے۔ وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ عَاصِفَةً تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِیْنَ[1] پس دیکھو کہ کیونکر اللہ نے شیاطین کی اس سبب سے حفاظت کی کہ وہ اُس کے اولیاء عارفین کی خدمت میں تھے۔ اور رب العٰلمین کی حفاظت کے معنی یہ ہیں کہ بندہ کو مخالفات میں پڑنے سے بچائے۔

اللہ تعالیٰ کے قول كَلَّا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ۝ فَاَوْحَیْنَآ اِلٰى مُوْسٰۤى[2] (یہ ہرگز نہیں بے شک میرے ساتھ میرا رب ہے جو ابھی مجھے راہ دکھلائے گا۔ پس وحی بھیجی ہم نے موسیٰ کی طرف) کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ حرف فاء کے ذریعہ سے وحی بھیجنے کو اُس قول کا اس اشارہ کے لئے نتیجہ قرار دیا کہ جو شخص خلوص کے ساتھ وہ قول کہے گا اُس کو پروردگار اُس چیز کے بارہ میں جس کا وہ ارادہ رکھتا ہے رہنمائی کا الہام کرے گا۔

احسان و محبت کے ثمرات جو شخص مقام احسان میں داخل ہوا وہ جوان اور پورا آدمی ہو گیا گو بچہ ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے (موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں) فرمایا ہے فلما بلغ اشدہ واستوی اٰتینٰہ حکما وعلما وکذٰلک نجزی المحسنین[3] (اور جب پہنچا اپنی جوانی کو اور پورا ہوا دیا ہم نے اُس کو حکم اور علم اور اسی طرح جزا دیتے ہیں ہم احسان کرنے والوں کو) یعنی ان کے احسان اور اپنے معبود کو مشاہدہ کرنے پر۔

---

[1] وَكُنَّا بِكُلِّ شَیْءٍ عٰلِمِیْنَ ۝ وَمِنَ الشَّیٰطِیْنِ مَنْ یَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَیَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۝ دونوں آیتوں کا ترجمہ یہ ہے اور واسطے سلیمان کے باد تند کو مسخر کیا چلتی تھی اُس کے حکم سے اُس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت دی تھی اور ہیں ہم ہر چیز کا جاننے والے اور شیطانوں میں سے مسخر کئے وہ جو اس کے لئے غوطہ مارتے تھے اور اس کے سوا بہت کام کرتے تھے اور ہم ان کے واسطے نگہبان تھے (دیکھو سترھویں پارہ کا چھٹا رکوع) ۱۲ مترجم

[2] دیکھو انیسویں پارہ کا آٹھواں رکوع ۱۲۔ [3] دیکھو بیسویں پارہ کا پانچواں رکوع ۱۲۔

توحید و اخلاص محبت کے ساتھ گردش کرتے ہیں۔ اس لئے جو شخص کسی چیز سے محبت رکھے گا وہ نہیں چاہے گا کہ اُس میں اُس کا کوئی شریک ہو۔ غایت یہ ہے کہ جب مرد کو کسی عورت سے محبت ہوتی ہے تو وہ نہیں چاہتا کہ اُس میں اُس کا کوئی شریک ہو۔ اور یہی حال عورت کا بھی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ جس بندہ کو پسند فرماتا ہے اُس کے قلب کو اپنی محبت اور اپنی مرضیات سے بھر دیتا ہے۔ اور جس بندے کو ناپسند کرتا ہے اُس کے دل میں اپنی ناپسندیدہ باتوں کی محبت ڈال دیتا ہے۔

تعلیم پانے والے کی روح کو تعلیم دینے والے کی روح سے اور فائدہ اٹھانے والے کی عقل کو فائدہ پہنچانے والے کی عقل سے وہی نسبت ہے جو شاخ کو جڑ سے ہوتی ہے۔ اور جس مرید نے بدون اپنے پیرو مرشد کے کامل ہونا چاہا وہ مقصود کی راہ سے الگ ہو گیا۔ کیونکہ پھل مراد کو نہیں پہنچتا مگر گٹھلی کے وجود سے جو اُس کی جڑ ہے۔ پس اسی طرح سے کوئی مرید کامل نہیں ہو سکتا مگر اپنے پیر ہی کے ذریعے سے جو اُس کے نزدیک اُس کے نفس و روح و قلب و دل کی حقیقت میں متعین ہو۔

حق و باطل کے طالب گمراہی کے پیشوا کی پیروی نہیں کرتے مگر کجی ہی والے کیونکہ وہ ان کی کجی کی صورت ہوتی ہے۔ جو متشکل ہو جاتی ہے تاکہ وہ اُسے دیکھکر اُس کی طرف جُھکیں" اور جو نور کے برابر برائی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا" یعنی متشکل۔ اور اسی وجہ سے جتنے لوگوں کے دلوں میں کفر و نفاق ہوگا وہ دجال کی پیروی کریں گے اور رہنمائی کے پیشوا کا حکم اِس کے برعکس ہے کہ اُس کی پیروی نہیں کرتے مگر اہلِ ہدایت ہی۔

جس نے حق کو پہچان لیا وہ باطل سے کیونکر ڈر سکتا ہے۔

ہر طالب صرف حق ہی کو ڈھونڈھتا ہے۔ مگر کبھی واقعی اُس تک پہنچتا ہے تو مکاشفہ کی بنا پر اس کو پوجتا ہے۔ اور کبھی وہمی طور پر اُس تک پہنچتا ہے تو حجاب کے ساتھ اُس کو پوجتا ہے۔ اس لئے کوئی پوجنے والا حقیقت میں نہیں پوجتا مگر اللہ ہی کو۔

(میں کہتا ہوں کہ) اس پوجنے والے سے عام اہل اسلام جو مُوحّد ہیں مراد ہیں۔ پس سمجھو۔ اور دیکھو غلطی میں نہ پڑو۔ واللہ اعلم۔

جو شخص اپنے آقا کے سوا کسی اور میں پھنسا اُس کو ضرور ضرر پہنچا۔ کیونکہ اُس غیر سے یا وہ محبت کرے گا تو اپنے آقا سے باز رہے گا جس میں اُس کے لئے خرابی و نقصان ہے۔ یا اُس کو بُرا جانے گا تو اُس کا رنج اُسے اپنے آقا سے باز رکھے گا۔ اس لئے مومن کو اپنے رب سے ملے بغیر راحت نہیں ہے۔ اور جب تک اُس کو غیر کے ساتھ لگاؤ ہے اُس وقت تک وہ اپنے رب سے مل نہیں سکتا۔ پس اسی میں خیر ہے کہ غیر سے تعلق نہ رکھے۔

کل اعمال صرف اسی لئے مقرر کئے گئے ہیں کہ مقرر کرنے والے کو یاد دلائیں تاکہ لوگ اُس کو نہ بھولیں اور غیر کی طرف نہ جھکیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اقم الصلوٰۃ لذکری مجھے یاد کرنے کے لئے نماز کی پابندی کرو۔

دائرہ میں وہی شخص خلیفہ ہے جو عبودیت کے حسن نظام کے ساتھ اُس دائرہ کے قیام کو انتظام تک

پہنچاتے اور اس بات کا معترف ہو کہ وہ بندہ ہے اور اس کے ساتھ نظامِ ربوبیت کا بھی بدرجہ کمال پابند ہو اور اس بات کا معترف ہو کہ جو کچھ اُس سے ظہور پذیر ہوتا ہے وہ اُس کے رب کا ہے۔ اور اُس کا رب ہی قابل ستایش ہے۔

جب تم اپنی محبت میں اعلیٰ و ادنیٰ بھائیوں کی ثابت قدمی اور اس امر کے خواہاں ہو کہ سب کی زبانوں پر تمھاری تعریف ہو تو علم و غفران کے ساتھ اُن سے پیش آؤ۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول پر غور کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا (بے شک اللہ نے تھام رکھا ہے آسمانوں کو اور زمین کو اس سے کہ ٹل جائیں اپنی جگہ سے اور اگر ٹل جائیں نہ تھامے گا اُن دونوں کو کوئی شخص اُس کے بعد۔ بے شک وہ ہے بخشنے والا تحمل والا) پس اللہ تعالیٰ نے تم کو خبر دی کہ حلیم و غفور کے بعد کوئی ان کا روک رکھنے والا نہیں ہے۔ فافہم۔

مقصدِ تخلیق

جب انسان نے رحمان کو چھوڑ کر اپنا دل موجودات میں لگایا تو ذلیل و خوار رہا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اُس نے اپنے آپ کو غلام کا غلام بنا دیا۔ اور جب انسان نے رحمان سے دل لگایا تو معزز و باوقار رہا۔ کیونکہ یہ اپنے آپ کو بزرگی و علت غائی کی طرف پھیر لایا۔ اللہ تعالیٰ گویا فرماتا ہے کہ میں نے ہر چیز کو تیرے لئے پیدا کیا اور تجھے میں نے اپنے لئے پیدا کیا۔ پس جس مقصد کے لئے تو پیدا کیا گیا ہے اُس کو چھوڑ کر اس میں دل نہ لگا جو تیرے لئے پیدا کی گئی ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب کوئی بڑے رتبہ کا آدمی مثلاً وزیر یا امیر کسی ذلیل عورت پر عاشق ہو کر اُس سے نکاح کر لیتا یا کسی جانور کی محبت کے پنجہ میں پھنس کر اُس کی خدمت کرتا ہے تو لوگوں کے دل عقل کی وجہ سے اُس کو ذلیل و خوار سمجھتے ہیں گو امید و خوف کے باعث ظاہراً اُس کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور آدمی گو کیسا ہی ہلکا اور معمولی ہو جب اُس نے اپنے پروردگار برحق سے لو لگائی تو لوگوں کے دل عقل کی ہدایت سے اُس کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں گو نخوت و غرور سے بظاہر اُس سے مُنہ پھیر لیں۔

اللہ تعالیٰ نے جو حضرت آدم سے یہ وعدہ کیا کہ میں تم کو زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں (انی جاعل فی الارض خلیفة) یعنی ملاء ادنیٰ میں تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اُس زمانہ میں وہ آسمان یعنی ملاء اعلیٰ میں خلیفہ تھے ہی۔ کیونکہ ملاء اعلیٰ والے سجدہ میں گرے تھے۔

ہر زمانہ میں کامل ترین مظہر وہی ہوتا ہے جس کے کشف و بیان سے اُس زمانے کے لوگوں کو اللہ کی وہ باتیں ظاہر ہوں جن کو وہ جانتے نہ ہوں، اور وہی اللہ تعالیٰ کا وہ غیب ہے جس پر اطلاع نہیں ہوتی مگر اُسی شخص کو جس سے اللہ خوش ہے۔

جب آدمی کا جسم روزی کی فکر میں مشغول ہو مگر اُس کا دل اُس کی طرف التفات کرنے سے

؎ بائیسویں پارہ کا سترھواں رکوع۔

بری ہو تو یہ ایسی چیز کے لئے جسمانی تکلیف اٹھانی ہوتی جس کی حاجت نہیں ہے۔ اور جب جسم اُس کی فکر سے فارغ ہو مگر دل اُس کی طرف لگا ہو تو یہ اُس چیز کی محبت کا عذاب ہے جو حاصل ہونے والی نہیں ہے۔ پس دونوں صورتیں عذاب ہی کی ہیں۔

کامل انسان

کامل وہ ہے جو اپنے نفس کو توڑے۔ یہاں تک کہ اُس کا رب اُس کو پاک وصاف کردے۔ اس لئے اُس شخص کی پیروی کرنے سے حذر کرو جس نے مخلوق کی زبان سے انا ربکم الا علیٰ [۱] (میں تمہارا سب سے بڑا پروردگار ہوں) کہا تھا۔ ورنہ آخرت و اولیٰ کے عذاب میں پکڑے جاؤ گے۔ کیونکہ اُس کی مثال کُتے کی مثال ہے۔ اور اُس کی پیروی کرو جس [۲] نے کہا تھا کہ رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر (میرے پروردگار جو کچھ بھلائی تجھ سے مجھے پہنچے) میں اُس کا محتاج ہوں)" اور موسیٰ نے اپنے دل میں ڈر چھپایا تو ہم نے کہا کہ تم نہ ڈرو بے شک تو ہی اعلیٰ یعنی غالب ہے"۔

(میں کہتا ہوں کہ) "اس کا رب اُس کو پاک وصاف کرے" کے معنی یہ ہیں کہ اولاً اپنے بندوں کے دلوں میں اُس کی عظمت ڈال دے اور اُن کی زبانوں پر اُس کے محامد کو جاری کردے۔ کیونکہ وحی تو منقطع ہو چکی ہے اور صرف صحیح الہام باقی رہ گیا ہے۔ اور وہ سرخ گندھک سے بھی زیادہ کمیاب ہے۔ واللہ اعلم۔

جو شخص چاہے کہ جو نعمتیں اُس کو عطا ہوئی ہوں اُن کو اللہ تعالیٰ دوامی کردے اُس کو لازم ہے کہ اُن کی نسبت اپنے رب کی طرف کرے اور اُس کی حمد و ثنا انھیں کے ساتھ کرے۔ چنانچہ جب اپنے قلب میں علم دیکھے تو کہے کہ میرا رب ہی علم والا ہے۔ یا قدرت مشاہدہ کرے تو کہے کہ میرا رب ہی قدرت والا ہے۔ اور علیٰ ہذا کل معانی۔ فافہم۔

جس شخص کی فہم نے ایسی چیز سے حکمت و رہنمائی استخراج کی جس کو لوگوں نے غفلت میں ڈال دیا اور ہنسی ٹھٹھا بنالیا ہے وہ بحر ظلمات میں غوطہ لگا کر چمکتے دمکتے جواہر نکال لایا اس لئے اُس کے حق میں بحرِ ظلمات بحرِ نور ہوگیا۔ فافہم۔

معانی اپنے قالبوں کے صدف کے جواہرات ہوتے ہیں۔ اس لئے ایک گروہ کے جواہرات دوسرے گروہوں کے صدف ہیں۔ اس کو سمجھو۔ اور ہر ذی علم کے اوپر زیادہ علم والا ہوا کرتا ہے۔

جب تم اپنے گناہوں کو یاد کرو تو ان پر لاحول ولا قوۃ الا باللہ نہ کہو۔ بلکہ یہ کہو کہ اے میرے پروردگار میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے پس مجھے تو بخش دے بے شک تو ہی بخشنے والا مہربان ہے۔

جو شخص ایسے لوگوں کی صحبت سے لطف اُٹھائے جو اُس کے پروردگار سے پھرے ہوئے ہیں وہ

---

[۱] یعنی فرعون۔

[۲] یعنی موسیٰ علیہ السلام۔ ۱۲

اپنی نسبت باواز بلند یہ منادی کرتا ہے کہ میں اُن لوگوں میں سے ہوں جن کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل وخوار کیا ہے " اور جس کو اللہ ذلیل کرے اُس کو کوئی عزت دینے والا نہیں ہے " پس اُس سے مُنہ پھیرو جس نے ہمارے ذکر سے منہ پھیر لیا ۔ اور نہیں چاہتا مگر ادنیٰ درجہ کی زندگانی اور پورے طور سے ہماری طرف متوجہ ہو جاؤ ۔ اور اس کو غنیمت جانو ۔

جو چیز تمھارے قلب کو تمھارے پروردگار سے غافل کرے وہ تمھارے پروردگار کا دشمن ہے ۔ پس جو شخص اُس سے منہ پھیرے اور اللہ کی طرف جھکے اور اپنے دل اور اپنے جسم سے اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو وہی دردمند تحمل والا ہے ۔ اس کو سمجھو اور اپنے حال پر نظر دوڑاؤ کیونکہ دشمن کا دوست ہوتا ہے اور جس کو تمھارا رب دوست رکھتا ہو صرف اُسی کی صحبت اختیار کرو کیونکہ یہ تم کو تمھارے رب کی یاد دلائے گا ۔

روحانی باپ کی اہمیت تمھارا باپ حقیقت میں وہی شخص ہے جس کے کلام و بیان سے تمھارے نفس کی صورت پیدا ہوئی یہاں تک کہ وہ بالفعل عقل ہو گئی ۔ اور تمھارا جسمانی باپ تو تمھارا مجازی باپ ہے کیونکہ تم یہ جسم تو نہیں بلکہ اُس میں جو روح ہے وہ ہو ۔ اس لئے جب تم کو تمھارا جسمانی باپ تمھارے روحانی باپ سے غافل کرے تو جسمانی باپ سے بیزار ہو جانا تم پر واجب ہے ۔ اور تم پر حلال نہیں ہے ۔ کہ اپنے حقیقی باپ کے سوا اور کے نام سے پکارے جاؤ ، کیونکہ یہ اُس کے فاعل کی ناشکری ہے ۔ ابن مسعود کی قرأت کے موافق قرآن میں ہے ۔ " النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم وازواجہ امہاتھم وھواب لھم " ہو کی ضمیر فصل اور لفظ " اب " پر اس کی تقدیم کے ساتھ ۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مومنوں کا حقیقت میں نبی کے سوا کوئی باپ نہیں ہے ۔ کیونکہ اس ضمیر سے ۔ نبی کا مومنین کی ابوت کے لئے مخصوص ہونا مستفاد ہوتا ہے ۔ اور اگر تم میں روحانیت ہے تو تمھارے لئے یہ دلیل کافی ہے ۔ کیونکہ تمھارے نفس کو خلق جدید کی پوشش سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول نے مجرد کر دیا ہے " میرے نسب کے سوا کل نسب منقطع ہونے والے ہیں " واللہ اعلم ۔

جب تک مرید اپنے مرشد کے زیر حکم رہتا ہے برابر اُس کی ترقی ہوتی رہتی ہے ۔ لیکن اگر اُس پر تکیہ کرکے جو اُس سے حاصل ہوا ہے قولاً و فعلاً اُس کے حکم سے باہر نکل آیا ۔ تو اُس کی مثال اُس پتھر کے ساتھ رہے گی وہ بلند ہوتا جائے گا ۔ اور جب اُس قوت میں سستی آجائے گی وہ زمین کی طرف گرے گا ۔ اس لئے مرشد کے زیر حکم رہو اور اس کو غنیمت جانو ۔

جس چیز کو تم اپنے دل میں مخفی رکھو گے اور خلق سے چھپاؤ گے وہ اُسی دن ظاہر ہوگی جب قلوب اُلٹ جائیں گے اور چھپی باتیں آزمائی جائیں گی ۔ اس لئے اس کو سمجھو اور اس کی کوشش کرو کہ تمھارے دل کے اندر صرف حق ہی ہو ۔

وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ [۱] (اور اُن سے اُس چیز سے جھگڑا کرو جو بہت بہتر ہے) سب سے

---

[۱] دیکھو چودھویں پارہ کا بائیسواں رکوع ۱۲۰

بہتر چیز سے ایسی بات مراد ہے جس سے حق کا منادینا اور اس کے حکم کا باور کرادینا حاصل ہو۔ پس اگر یہ مقصد استدلال و بحث سے حاصل ہو تو یہی سب سے بہتر ہے اور اگر ترغیب ہی سے حاصل ہو تو اُس وقت ترغیب ہی سب سے اچھی چیز ہے۔ اور اگر ترہیب یعنی خوف دلانے ہی سے مطلب برآئے تو اُس وقت یہی سب سے عمدہ ہے۔

تمہارا مرشد وہی ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تم کو سیدھی راہ دکھائے کیونکہ تمہارے رب کے نزدیک وہی تم کو سب سے زیادہ دوست رکھنے والا اور وہی تمہارے رب کی حضرت ہے۔ اُسی کے ذریعہ سے تم باتیں اور اُسی کے ذریعہ سے تم کام کرتے ہو اور جس چیز کی طرف تمہارا نفس تم کو بُلائے اُس کی طرف اپنے مرشد کی رضا کے قبل دوڑ کر نہ جاؤ۔ اور جس چیز کی طرف تمہارا مرشد تم کو بلائے اُس پر فوراً دوڑ پڑو اور اُس میں اس لئے سستی نہ کرو کہ تمہارا نفس اُس پر راضی ہو۔ کیونکہ تمہاری کامیابی اُس کے حکم کی تعمیل میں ہے نہ تمہاری شہوات میں۔

ذاتوں کی ذاتیں تمام معلومات کے پہرے ہیں۔ (میں کہتا ہوں کہ ذاتوں کی ذاتوں سے مراد وہ روح کلی ہے جس سے سب روحیں متفرع ہوئی ہیں۔ فافہم۔

الہام کا مضمون

۵۹۹ھ میں مجھے جو الہام ہوا اُس کا مضمون یہ تھا کہ اے علی! میں نے تجھے روحوں کو اُن کے جسد کی قبروں سے اٹھانے کے لئے چنا ہے۔ پس جب ہم تجھے کسی بات کا حکم دیں تو کان دھر کر سن۔ "اور ان[1] لوگوں کی خواہشوں پر نہ چلو جن کو علم نہیں۔ اللہ کے مقابلے میں یہ لوگ تمہارے کچھ بھی کام نہیں آسکتے۔ اور نافرمان لوگ ایک کے ساتھی ایک اور پرہیزگاروں کا ساتھی اللہ۔"

مرشدوں کے ناطقے اُن کے آفتاب حقائق کے مطلعے ہیں۔ اور عالموں کی قابلیتیں اُن کے وجوہِ قوابلیق کے آئینے ہیں۔

اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ[2] (کیا ہم اُس کو تمہارے گلے مڑھ رہے ہیں اور تم ہو کہ اُس کو ناپسند کئے چلے جاتے ہو) کے متعلق ان کا قول ہے کہ شان سیادت اس کو نہیں حاصل ہوتی جو اُس کی خواہش رکھتا ہے اور نہ اُس کو جبراً دی جاتی ہے جو اُس سے انکار کرتا ہے۔ اس لئے محبت و خلوص پر جمے رہو۔ تمہارا محبوب ہی تمہاری نعمتوں اور خصوصیتوں کا کفیل ہے۔

قدسی نعمتوں کے لئے مرد ہیں۔ اور حسی زینتوں کے لئے عورتیں ہیں۔ پس جس عورت کی ہمت اُن نعمتوں کی طرف جھکی وہ مرد ہوگئی۔ اور جس مرد کی ہمت اُن زینتوں کی طرف مائل ہوئی وہ عورت ہوگیا۔

جس نے علماء عارفین کی تصدیق کی وہی مرد ہے گو بظاہر عورت ہو۔ اور جس نے اُن کی تکذیب کی

---

[1] دیکھو پچیسویں پارہ کا اٹھارھواں رکوع (سورہ جاثیہ کی اٹھارھویں و انیسویں آیتیں) ۱۲

[2] دیکھو بارھویں پارہ کا تیسرا رکوع (سورہ ہود کی اٹھائیسویں آیت)

وہی عورت ہے گو بظاہر مرد ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پہچاننے والے سچے کلمۃ تامہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے جاننے والے کتب جامعہ ہیں۔

درسِ عبرت

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ کسی شخص کے مواجہ میں وہ بات نہ کی جائے جو اُس کو بُری لگے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اُس کی جزا اُن کو یہ عطا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی امت کا ذکر فرمایا اور اُن کو اس طور سے نصیحت کی اور اُن کے عیبوں سے خبردار کیا کہ قصوں کے پیرایہ میں اگلی اُمتوں کے عیوب قرآن میں بڑی عمدگی کے ساتھ بیان فرمائے تاکہ یہ غیروں سے عبرت حاصل کریں اور متنبہ ہو جائیں۔

عاقل نہ اپنے قال سے اپنے آپ کو سراہتا ہے اور نہ اپنے حال سے اپنے آپ کو برا بناتا ہے مگر اس حکمت سے کہ اُس کے کمال سے نقص دور ہو جائے۔

اپنی نسبت اعتقاد رکھنے والے سے بے غم نہ ہو گو اُس کا نفس تمھاری نسبت انتہا درجہ کی تسکین ظاہر کرے۔ کیونکہ اُس کی تسکین اس سبب سے ہے کہ اُس کی عقل نظری نے عارضی احوال و اعمال و اقوال کی ظنی ڈوریوں میں اُسے باندھ رکھا ہے۔ اور گمان منسوخ ہوا کرتے اور عارضی چیزیں باقی نہیں رہتی ہیں۔ اس لئے گویا تم ڈوریوں میں بندھے ہوئے ہو۔ اور جب وہ کھل جائیں گی یا ٹکڑے ہو جائیں گی تو معقول وحشت و فساد کی طرف لوٹ آئے گا۔ اور جو عاشق ہو گا وہ آگ میں بھی سمندر کی طرح اپنی جگہ سے نہ ٹلے گا۔ جو کچھ تم چاہو گے وہی وہ بھی چاہے گا۔ وہ تمھاری ذات میں مشغول رہے گا گو تمھارے صفات رنگ بدلتے رہیں۔

عاشق اور معتقد

عاشق گویا آنکھ کی پتلی ہے کہ اس کا وجود چھوٹا اور شہود بڑا ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ عاشق کسی عارضی چیز سے متاثر نہیں ہوتا اور نہ عوارض اُس کے شہود کو کمزور کرتے ہیں۔ بس اتنی ہی بات سے صاحبِ بصر اور صاحبِ نظر میں تمیز ہوتی ہے۔

عشق والے تھوڑے اور اعتقاد والے بہت ہوا کرتے ہیں۔ اور جو چیز تھوڑی اور نفع رساں ہو وہ اُس چیز سے جو زیادہ ہو اور مشغول رکھنے والی ہو بہتر ہے اور مشغولی سے بڑھ کر کونسا ضرر ہو سکتا ہے۔

جس نے یہ گمان کیا کہ وہ اعتقاد سے مراد کو پہنچے گا وہی وہ شخص ہے جو اللہ کے ذریعے سے اللہ سے گمراہ ہو کر ہر جنگل میں بھٹکتا پھرتا ہے۔ "اور جس کو اللہ گمراہ کرے اُس کا کوئی راہ دکھانے والا نہیں ہے"۔ اور جو شخص یہ سمجھا کہ اللہ تک نہیں پہنچ سکتا ہے مگر اللہ ہی کے ذریعے سے وہی وہ شخص ہے جو پہنچے بغیر نہ رہے گا "اور جس کو اللہ راہ دکھائے اُس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ہے"۔

جب تم حق کی یافت والے کو حق کو پالینے کی حیثیت سے پہچان لو تو سمجھو کہ وہی حق کا وہ رُخ ہے جس کے سامنے اُس نے تم کو کر دیا ہے۔ اس لئے اُس کی طاعت کو لازم سمجھو اور اس آیت کے مصداق ہو جاؤ: "[1] جو تمھارے

---

[1] سورۂ اعراف کی اخیر آیت (نویں پارہ کا چودھواں رکوع) ۱۲۔

پروردگار کے مقرب ہیں وہ اُس کی عبادت سے سرتابی نہیں کرتے اور اُسی کی تسبیح اور اسی کے آگے سجدے کرتے رہتے ہیں۔"

علانیہ نافرمانی کی سزا

بادشاہ کو اُس شخص سے چشم پوشی کرنی سزاوار ہے جو اُس سے چھپا کر اُس کی ناراضی کا کام کرے اور اُس شخص کو سزا دینی مناسب ہے جو کھلے بندوں اُس کی حضوری میں ایسا کام کرے۔ کیونکہ اس کو چھوڑ دینے سے انتظام میں خلل واقع ہوگا۔ پس اس کو سمجھو اور حق کو پس پشت ڈال دینے سے حذر کرو تو محذوم ہو جاؤ گے۔ اس لئے کہ معلوم ہو چکا ہے کہ حق کی مخالفت باوجود مشاہدہ کے فوری سزا کے موجب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "پھر جب[1] ان لوگوں نے ہم کو غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلا لیا" اور ایک سجدہ ترک کرنے پر شیطان کا ملعون ہونا اسی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اُس نے حکم کے بعد حضرت معائنہ میں اُس کو ترک کیا۔ ورنہ بہتیرے بہت سی نمازیں حجاب و جہل کی صورت میں ترک کرتے ہیں اور اُن کو مہلت دی جاتی اور اُن کی سزا میں جلدی نہیں کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے قول انی[2] ذاھب الی ربی (میں تو اپنے پروردگار کی طرف چلا جاتا ہوں) کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ۔ یعنی میں اپنے پروردگار کے وجود میں معدوم ہوتا ہوں نہ مجھ میں کوئی قوت ہے اور نہ کوئی قدرت میرا سارا معاملہ میرے پروردگار ہی کا ہے۔ اس پر غور کرو۔ کیونکہ حقیقت میں اللہ کے سوا وہاں کچھ بھی نہیں ہے پس جب اُس نے تم کو اپنے آپ سے معمور کر دیا تو ہر چیز تم کو یگانہ بھا۔

نہیں کشائش دیتا پروردگار اپنے بندوں کو مگر اُسی چیز کی جس کو اُس نے اُن کی عقل وادراک سے پوشیدہ رکھا ہے۔ پس جس چیز کی اُن کو کشائش ہوتی ہے وہ اُس کو یاد دلاتی ہے۔ فذکر انما انت من کو۔

حق مبین کا غلبہ

حق مبین اپنی مخصوص ناطق زمانی ذات کے ساتھ کبھی کسی زمانہ میں متعین نہ ہوا مگر مدارک نظریہ کے فرشتوں نے اُس کے بارہ میں " اتجعل فیھا من" کیا تو اس میں ایسے شخص کو قائم کرے گا، کہا اور برابر اسی طرح سے اُس وقت تک کہتے رہتے ہیں کہ وہ اپنی رہبوت کے ساتھ تنزل کرتا اور اپنی جبروت کے غلبہ کا ہاتھ پھیلاتا اور اُن کی مملکتوں کو اپنے ملکوت میں داخل کر لینے کی اُس کو قدرت دیتا ہے اور جب یہ ہو جاتا ہے تو وہ فرشتے اُس کے سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور اُس کا دشمن بھیجی وہم کا شیطان ہو جاتا اور اُس کی عداوت پر جم جاتا ہے کیونکہ یہ ہر حاکم کو اُس کے حکم سے خارج کرنا چاہتا ہے۔ اور اس مضمون کی طرف اوروں نے بھی اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ ایک نے کہا ہے کہ کوئی شخص وہ باتیں جو محمد لائے لے کر نہ آیا مگر اُس سے عداوت کی گئی۔ اور دوسرے نے کہا ہے کہ اور انبیاء اسی طرح سے آزمائے جاتے ہیں اور خاتمہ انھیں کے مطابق ہوتا ہے۔ اس لئے صبر کرو اور معاف و درگذر کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا امر لائے یعنی ظاہر ہو اور اپنے حکم کے ساتھ متجلی ہو۔ فافہم۔

---

[1] سورہ زخرف کی پچپنویں آیت (پچیسویں پارہ کا گیارھواں رکوع) ۱۲

[2] سورہ والصفت کی ننانویں آیت (تیسویں پارہ کا ساتواں رکوع) ۱۲

اگر کوئی شخص تم سے وحشی جانوروں کے اخلاق کے ساتھ پیش آئے تو تم بزرگوں کے اخلاق کے ساتھ اُس کی مخالفت کرو۔ کیونکہ ہر شخص اپنے نمونہ پر کام کرتا ہے اور وہی اُس کی پاداش ہے۔

تم کو اللہ کی راہ دکھانے والے کی نضیلت اُن سب چیزوں پر جن کی تم اُس کی امداد سے امید رکھتے ہو ویسی ہی سمجھنی چاہیے جیسی اللہ کی نضیلت اپنے بندوں پر۔

اس کی فرمائش نہ کرو کہ تمھارا مرشد الی الحق تمھارے حدود میں محصور ہو۔ کیونکہ اگر تم نے اس کو نہیں پہچانا کہ وہ تم کو احاطہ کئے ہوتے ہے تو تم اس کو تو پہچانو گے کہ وہ قیام میں تم سے بڑا اور مقام میں علم سے زیادہ وسعت والا ہے اور جو بڑا اور وسعت والا ہو وہ اپنے آپ سے کم میں کیونکر محصور ہو سکتا ہے۔ تمھارے لئے یہی کافی ہے کہ اُس کا حکم باعتبار ذات اور اثر کے تمھاری استعداد کے موافق تم پر غالب ہو۔ فافہم۔

حق کی محبت

حق تعالیٰ کی محبت کسی نہ کسی علت سے ہر مخلوق میں پائی جاتی ہے اور محبت کا خلوص علت سے بالاتر ہے۔ اسی لئے حق کی محبت کے خلوص کا پتہ نہیں لگتا مگر حق ہی کو۔ اور جب اُس نے اس کو پالیا تو کبھی اُس کو جانے نہ دے گا۔ لا تبدیل لکلمات اللہ (اللہ کے کلمات میں تبدیلی کہاں)

نااہلوں کے لئے عشق کی زبان اعجمی ہے اور جو اُس کے اہل ہیں اُن کے لئے صاف و فصیح عربی ہے

دنیا کو غافلوں کے لئے چھوڑ دو اور برزخ کو صلہ چاہنے والوں کے لئے اور دوزخ کو شیطانوں کے لئے اور جنت کو جوں کے لئے اور اے دیان کے بندو تم "سلام قولا من رب رحیم" کہو۔

جو شخص اپنے نقص سے متنبہ ہوا وہ حال کو چھوڑ کر قال پر قانع نہ ہوگا۔

اگر تم داہنے جانب جھکے تو انوار تمھارے حجاب ہوں گے۔ اور اگر تم بائیں جانب جھکے تو آگ کی گھاٹیاں تمھاری حجاب ہوں گی۔ اور اگر تم کسی طرف نہ جھکے تو تم نے اپنے معشوق کو بلا حجاب پالیا۔ اور جیب کا ہر حجاب عذاب ہے۔ اے ہمارے پروردگار ہم سے عذاب کو دور کر۔ فافہم۔

جب تک تم اضداد کے بیچ میں ہو تم غلبہ میں ہو۔ مگر جب تم اُس کے لئے خالص ہو گئے جس کی کوئی ضد نہیں ہے تو تم کو اس غلبہ سے آرام ہوا۔

پیرو مرشد تک نہیں پہنچتا ہے مگر وہی جو اللہ کے نزدیک مخصوص ہے کیونکہ وہ تم کو مرشد تک پہنچائے گا پس اگر تم اُس کو پاؤ تو اُس کے آگے سر تسلیم خم کرو۔ تب تم سلامت رہوگے۔ اور غنیمت پاؤگے۔

تمھارے اعتبار سے تمھارا پیر ہی تم پر اللہ کا فضل اور تمھارے ساتھ اُس کی رحمت ہے۔ پس جو کچھ فائدہ تم نے حاصل کیا ہے اُس سے تمھارا پیر کے ساتھ تحقق ہی بہتر ہے۔[1] قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلك فلیفرحوا ھو خیر مما یجمعون" (کہو کہ لوگوں کو چاہیئے کہ خدا کا فضل اور اُس کی رحمت پاکر خوش ہوں کہ جن چیزوں کے جمع کرنے کے پیچھے پڑے ہیں یہ اُن سے کہیں بہتر ہے")

قلب پروردگار کا گھر ہے جس کا آباد کرنا اُس میں رہنے والے کا پالینا ہے اور اُس میں رہنے والی

---

[1] گیارھویں پارہ کا گیارھواں رکوع (سورۂ یونس کی اٹھاونویں آیت) ۱۲

روح اُس کی روح ہے۔ اور کوئی مخلوق نہ کعبہ کی مالک ہے اور نہ اُس روح کی۔ اور ایسی جگہ سے جس کو بشر نہیں سمجھتا۔ فرشتے اس کی طرف آتے جاتے اور اس میں داخل ہوتے ہیں مثلاً اُس جگہ میں سے جس کا ذکر اجعلتم سقایۃ الحاج سے الذین اٰمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم تک ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے پاس کے بڑے درجہ سے ان کو نہ مال نے روکا اور نہ جان نے اور یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے پروردگار تک پہنچنے والے ہیں۔ فافہم۔

عاجزی اور ثابت قدمی جس شخص کو تم دیکھو کہ باوجود عظمت و علو مرتبت کے اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے علم و حکمت کے ساتھ فروتنی کرتا اور اُس کے خوف سے اپنے آپ کو چھوٹا ظاہر کرتا ہے اُس کا قدم ہرگز نہ چھوڑو۔ کیونکہ یہی وہ شخص ہے جو تمہاری صورتوں کی صورتوں میں الانوار لزانیہ پھونکے گا۔ اور سلام ہے اسرافیل پر اور کس چیز نے تجھکو بتایا کہ اسرافیل کیا ہے اور سلام ہے اُس پر جس نے سیدھے راستہ کی پیروی کی۔ فافہم۔

ثابت قدم رہ پھلے پھولے گا اس لئے کہ جس درخت کا زمانہ ایک جگہ سے اُکھڑ کر دوسری زمین میں اور دوسری سے تیسری میں اور علی ہذا نصب ہی ہوئے میں صرف ہوا وہ کبھی پروان نہ چڑھا۔ فافہم۔

اگر ادراک میں غیر تناہی کی صورت تناہی نہ ہوجاتی تو فہم اُس کا احاطہ نہ کرتا۔

اگر تو احد کے ساتھ متحقق ہونا چاہتا ہے تو اپنے سارے مراتب خارجیہ کی فنا کے لئے آمادہ ہو جا۔ اور بے شک اس سے نیچے کی طرف وحشتیں ہیں "جن کو وہی لوگ برداشت کرتے ہیں جو صبر کرتے ہیں۔ اور یہ توفیق اُن ہی کو دی جاتی ہے جن کے بڑے نصیب ہیں"

یا تحقیق کے مرتبہ میں رہو اور یا تصدیق کے مرتبہ میں اور ان دونوں سے جو مرتبہ نیچے ہے اُس سے حذر کرو کہ وہ اچھا رستہ نہیں ہے۔

حدیث اِنّ اللہ یقول لقوم یوم قیامتھم انا الیوم رسول نفسی الیکم رب بے شک اللہ ایک

لہ یہ اشارہ سورہ توبہ کی انیسویں وبیسویں آیتوں کی طرف ہے (دسویں پارہ کا نواں رکوع) وہ دونوں آیتیں تمامہا یہ ہیں۔
اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن اٰمن باللہ والیوم الاٰخر وجاھد فی سبیل اللہ ۰ لا یستوٗن عند اللہ ۰ واللہ لا یھدی القوم الظٰلمین ۱۹ ۰ الذین اٰمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ ۰ واولٰئک ھم الفائزون ۰
ان دونوں آیتوں کا ترجمہ یہ ہے۔ کیا تم لوگوں نے حاجیوں کے پانی پلانے اور حرمت والی مسجد کے آباد رکھنے کو اُس شخص کی خدمتوں جیسا سمجھ لیا جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لاتا اور اللہ کے رستہ میں جہاد کرتا ہے اللہ کے نزدیک تو یہ دونوں برابر نہیں اور اللہ ظالم لوگوں کو راہ راست نہیں دکھایا کرتا۔ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اپنے جان و مال سے اللہ کے رستہ میں جہاد کیے اللہ کے ہاں درجے میں کہیں بڑھکر ہیں اور یہی ہیں جو منزل مقصود کو پہنچنے والے ہیں۔
لہ سورہ حٰم سجدہ کی پینتیسویں آیت پارہ ۲۴ رکوع ۱۹، مَا یُلَقّٰھَا اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ۰ وَمَا یُلَقّٰھَا اِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِیْمٍ

گروہ سے قیامت کے دن کہے گا کہ آج میں اپنا بھیجا ہوا آپ ہوں تمھاری طرف) کے متعلق ان کا قول ہے کہ پس وہی اُن کا معبود ہے بذریعہ الٰہیت کے اور وہی اُن کا رسول ہے بذریعہ رسلیت کے اور جس شخص نے اپنے ادراک کے ساق سے اپنے وہم بشری کے حجاب کو ہٹا دیا وہ نہ دیکھے گا امر کو مگر اسی طرح ہر مقام میں اُس کے موافق ۔ اس کو سمجھو ۔

نماز بدارج سلوک کا نمونہ

نماز اذان سے لے کر سلام تک مرید کی صورت حال ہے یعنی اُس کی اُس دعا سے لے کر جو اُس کے حجابوں سے ہوتی ہے اُس کے اپنے رب کے ساتھ اپنے حجابوں کی طرف لوٹ آنے تک ۔ پس سمجھو کہ تکبیر اخلاص کی صورت ہے اور یہ مناجات کرنے والے کے حرم کی کنجی ہے ۔ اور جس نے شکر کیا وہ خود اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے ۔ اور اسی لیے نماز کا آغاز خدا کی حمد سے ہوا ہے جو اپنے بندہ کی زبان سے وہ خود ہی کرتا ہے ۔ اور جب اُس نے بندہ کو دوست رکھا تو اُس کی زبان ہو گیا اور واسطے ساقط ہو گئے ۔ اور جب مناجات کرنے والے کا حجاب لوٹ آیا تو اُس نے رب کی قومیت اُس کے بندہ میں دیکھی اور بندہ کی قیومیت کی مماثلت سے اُس کو بہت بڑی سمجھا اس لیے اُس نے تعظیم کے لیے رکوع کیا ۔ اس لیے اس کا رکوع عظمت قیوم کا مظہر ہوا ۔ اس کے بعد وہ کھڑا ہوا اور اُس نے فاتحہ کی تجدید حمد کے ساتھ کی ۔ اور وہ کلیم ہے ۔ اور اُس کا رب سمیع ہے ۔ مگر اس کو دیر نہ ہونے پائی تھی کہ اُس کو غیرت آئی ۔ اس لیے اُس کے قیام کی حجابیت جو باقی رہ گئی تھی اُس کو اُس نے فنا کر کے سجدہ کیا اور اُس کے ساتھ ساتھ اُس ذات کے اعلیٰ ہونے کی جو قومیت میں یگانہ ہے اس طور سے تسبیح کہی کہ اُس کے سوا کو وہ مشاہد نہیں کرتا ۔ اس لیے اس کا سجود اس کی اقربیت میں اس کے رب کی تعلویت کا مظہر ہوا ۔ اور کھڑا ہوا تو اپنے رب ہی متحقق ہو کر برقرار ہوا اور اُس کے ذریعہ سے اُس نے اپنے حجاب کی طرف لوٹنا شروع کیا ۔ پس اُس نے ثابت کیا کہ وہ اپنے قیام و سلام میں مسلوب المغائرت تھا ۔ اس لیے اُس نے التحیات للہ کہا اور یہ وہ تسلیمات ہیں ۔ جن سے اُس کے اُن حضرات میں داخل ہونے والے ابتدا کیا کرتے ہیں جن کی طرف وہ پھر لوٹ آتے ہیں ۔ اس کے بعد وہ اُس کی حضرت نفسانیت میں جو ساری صورت کی جامع ہے داخل ہوا تو اُس نے کہا السلام علیک و رحمۃ اللہ و برکاتہ السلام علینا و علیٰ عباد اللہ یعنی ہر بندہ نیکو کار پر پس اس وقت وہ کون ہے ؟ اور اُس کے شہود میں کون نبی ہے ؟ اس لیے نگاہ دوڑاؤ کہ تم کیا دیکھتے ہو ؟ اور کیونکر تمھارے لیے نماز میں معراج کے مشہد کو اُس نے مختصر کر دیا ہے ۔ اس کو سمجھو کیونکہ عارف اپنے معروف کا مین ہے اور محقق اُس کی حقیقت ہے جس کی اُس نے تحقیق کی ہے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے ۔

دائرہ خلق کی تحقیق

میں نے دائرہ خلق کی تحقیق نہیں کی ہے مگر اسی لیے کہ تم حق کو اُس کے اسماء و صفات کی تفصیل کے ساتھ اس کے آثار کے مظاہر میں پہچانو ۔ " میں غیر معروف گنجینہ تھا پس میں نے خلق کو پیدا کیا اور اُن سے اپنے آپ کو پہچنوایا ۔ " پس میرے ہی ذریعہ سے لوگوں نے مجھے پہچانا ۔ اور اس کا مصداق " اور میں نے جن و انس کو پیدا نہیں کیا مگر اسی لیے کہ وہ میری عبادت کریں " یعنی مجھے پہچانیں پس جو شخص کہ آثار کے حال کا زیادہ تر پہچاننے والا ہے وہ اسماء و صفات کے مظاہر کا زیادہ تر شناسا ہے

اور جو شخص کہ مُسمّی موصوف کے مظاہر کا زیادہ شناسا ہے وہ حقایق ظاہرہ کی معرفت کے اندازہ سے ان مظاہر کے حقایق کا زیادہ شناسا ہے۔

ہر نفس اپنے جسم کے اعتبار سے ایک کلمہ ہے اور ہر عقل اس کی ذات کے اعتبار سے ایک کلمہ ہے۔ اور اللہ ہی کا کلمہ سب سے بالاتر ہے۔ پس ہر مقام کے لئے مقال ہے اور ہر مجال کے لئے رجال ہیں۔ فافہم

جس شخص نے اپنے نفس ردیّہ کو اُس سے مجرد ہونے کے ذریعہ سے مار ڈالا اس نے اُس کی جگہ نفس زکیہ کو قایم کیا۔ پس اگر اپنے نفس زکیہ کو اُس کے دعوی سے خالی کرکے بلکہ جو معاملہ اُس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اُس میں بلند نامی کے شہود سے مار ڈالا تو وہ اُس سے مجرد ہو گیا۔ اور جب وہ اُس سے مجرد ہو گیا تو اُس وقت بندہ اپنے نوافل کے ذریعہ سے اللہ کا مقرب ہو گیا تب اُس کو اللہ نے دوست بنایا۔ پس اُس انانیت کی جگہ میں جس سے وہ مجرد ہوا وہ اپنی روح کے ساتھ اس کی ہویت کی وحدت کے شہود میں اُس کا ہو گیا۔ اور یہ روح اُس نفس زکیہ سے پاکی میں بہتر اور پاس قرابت میں قریب تر ہے فافہم

پیرو مرید کے تعلقات

جس چیز کو محقق تمہارے نزدیک متحقق کر دے اُس کی نسبت جانو کہ وہ اُس کی تجلیات میں سے ایک تجلی ہے۔ اور اُس میں سے جو شخص تمہارے ادراک میں متعین ہو وہ اُس کی تمثیلات میں سے ایک تمثیل ہے۔ اور وہی محقق سب سے زیادہ بزرگ یا تمہارے وجود کے حقایق میں سے وہ بزرگ ترین شخص ہے جو تمہارے شہود میں اُن حقایق کے ذریعہ سے قایم ہے کیونکہ مرید باعتبار اپنے پیر کے اپنے عیُون میں سے ایک عین ہے۔ اور پیر باعتبار مرید کے وجود مرید کی حقیقت ہے۔ اور وجود سب میں ایک ہی ہے جو احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اسی لئے معانی کمال میں مرید اپنے پیر کے ذریعہ سے وجود میں متحقق ہوتا ہے اور متعرفین کے مدارک میں پیر اپنے مرید کے ذریعہ سے شہود میں متحقق ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ پیرو مرشد کامل نے اپنے مرید کامل سے کہا تھا کہ " اے علی تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں "

جو شخص کہ اپنے پیر کے صرف بشریت ہی کے رُخ کو دیکھتا ہو اُس کے لئے جو حق مبین کھول دیا جائے گا۔ وہ اُس کے اعراض و تکذیب و نفرت ہی کو بڑھائے گا۔ اسی لئے تم ہر محقق کو پاؤ گے کہ جس قوم میں وہ ظاہر ہوتا ہے اُسی کے مشاہدہ کی حیثیت میں رہتا ہے اور ہمیشہ اُن کی مماثلت اُس سے ظاہر ہوتی ہے اُن سے باتیں کرتا ہے تو انھیں کی زبان میں اور جو تولتا ہے تو انھیں کی ترازو میں اور ناپتا ہے تو انھیں کے پیمانہ میں۔ یہی سبب تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عام صحابیوں سے کہا کہ مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو۔ بعدہ جب اپنی بشریت سے الگ ہو گئے تو آپ کے خاص صحابہ کی زبان سے نکلا کہ آنحضرت تمام مرسلین اور ملائکہ مقربین سے افضل ہیں اور اس کو بشاشت و خالص تصدیق کے ساتھ اُن لوگوں نے قبول کیا جن سے آنحضرت اگر یہی امر اپنی بشریت کی حالت میں کہتے تو وہ ضرور رشک کرتے اور یہی حال ہر ولی کا ہوتا ہے کہ اُس کی بشریت کے ظہور کی حالت میں اکثر اُس کے سچے کشف بھی نہیں مانے جاتے اور جب وہ اپنی بشریت سے مجرد ہو جاتا ہے اور اپنے صدیق کی زبان سے کہلواتا ہے

تو اُس کی بات مان لی جاتی ہے۔ پس عاشقوں کی وہ باتیں اُن کے معشوق کے بارہ میں مان لی جاتی ہیں جو حجاب مماثلت والوں کے نزدیک خود معشوق سے اپنے بارہ میں نہ مانی جاتیں۔

ذات اور وجود کا مفہوم اگر کوئی شخص تم سے پوچھے کہ ذات کیا ہے؟ تو اُس سے کہو کہ ذات اور وجود دونوں بدیہی ہیں اس لئے ان کی نسبت "کیا ہے" کا سوال نہیں ہو سکتا اور نہ ان کی حد پوچھی جا سکتی ہے۔ پھر اگر وہ کہے کہ میں "تنبیہ" کا طالب ہوں تو اُس سے کہو کہ ذات وہ ہے جس سے ہر حاکم و حکم و محکوم کا قیام ہے۔ پس ان چیزوں میں سے ہے جو ذات سے قایم ہے ذات نہیں ہے۔ پس میں نے تمھاری عاجزی کے سبب سے تم کو متنبہ کر دیا لیکن اگر وہ کہے کہ مجھ سے کھول کر بیان کرو کہ وہ بدیہی کیا ہے تو اُس سے کہو کہ ذات اس حیثیت سے کہ وہ ذات ہے جیسا کہ تم نے سُنا ہے بیان میں آ ہی نہیں سکتی ہے اور وہ یہ بھی ہے اور یہ نہیں ہے مگر ایک جہت سے نہ کئی جہتوں سے کیونکہ وہ اپنی ذات کے لئے حکم دینے کا مقتضی ہے اور وہاں اُس کے سوا کوئی نہیں ہے۔ پس وہ اپنے نفس سے اپنے نفس کے لئے حکم دیتا ہے۔ اور چونکہ اُس کا اُس طور پر حکم دینا اپنے لئے واجب ہے اس لئے اس پر غیر تناہی تقضایا ہیں اور یہ اُس طریقہ پر ہے جس کا نام علماء بیان کے نزدیک تجرید بیانی ہے پس جب تم نے اپنے نفس کو اپنے نفس سے طالب و مطلوب و طلب اور اُس کے ذکر کرنے والے کے اعتبار سے مجرد کر لیا تو تمھارے لئے تشابہ ممکن نہیں ہے۔ اور اُس کو بھول کر تم سے اُس کا ذکر ہو نہیں سکتا۔ کیا تمھاری یہ حالت نہیں ہے کہ ان احکام کے سبب سے تمھارے نزدیک متقابل صورتیں قایم ہوتی ہیں جن میں سے کوئی ایک تم کو دوسرے سے باز نہیں رکھتی ہے پس تم اُن سب کے سب کی حقیقت ہو اور وہ حقیقت میں تم پر زائد نہیں ہیں حالانکہ وہ صورتیں تمھاری اغیار اور فی نفسہا حکم و معاملہ میں تم سے متغایر ہیں۔ بس اسی طرح اُس کو بھی سمجھو۔ پس ذات کا اس حقیقت نضائیہ کے اعتبار سے ذات وجود نام رکھا جاتا ہے۔ پھر موجود کی کئی جہتیں ہیں۔ ایک جہت تو وہ ہے جو مطلقاً وجود ہے اور اس حیثیت سے اس کا علم لفظی عربی ہی اُس کی جہت ہے۔ اور جو کہ ایسا وجود ہے جو ہر ایسی چیز سے مجرد ہے جس پر زیادتی کا حکم لگایا جاتا ہے اور اُس کا اسم علم ہُوَ ہُوَ ہے اُس کی جہت وہ وجود ہے جو تعین کے اعتبار سے ہر موجود کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔ پس وہی ہر موجود کی ذات ہے اور ہر موجود اُس کی صفت و تعین ہے اور اُس کا اسم علم "اللہ" ہے جو ہرگز کسی چیز سے مشتق نہیں ہے۔ اور اس مضمون کو انھوں نے اس قدر طول دیا ہے کہ عقل سلیم کی وسعت سے باہر ہے چہ جائیکہ غیر سلیم۔ واللہ اعلم۔

اخلاق کریمہ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (پس معاف کر اُن سے اور گذر بے شک اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو) کے متعلق ان کا قول ہے کہ۔ اور جب اُن کو دوست رکھا تو مدرکوں کے ادراک میں اُن کو موجود کرتا ہے۔ پس جب تم نے

لہ چھٹے پارہ کا ساتواں رکوع، سورہ مائدہ ۱۲۔

اُس کو دوست رکھا تو تم وہی ہو گئے، اور اِسی پر قیاس کرو اور دیکھو کہ نہیں عبادت کرتے ہیں ٥ قال کے رو سے مگر وہی لوگ کہ اللہ اُن کو وہ حال عطا کرتا رہتا ہے جس کی وہ خواہش کرتے ہیں پس سمجھو کہ جو کچھ تم سے ہوتا ہے وہ تمھاری ہی طرف آتا ہے اور تمھاری طرف نہیں آتا ہے مگر تمھاری ہی طرف ہے۔ بے شک تمھارے لئے وہی ہے جس کا تم حکم دیتے ہو۔

جودُ وسعتِ بخشش کو کہتے ہیں اور ہبہ عطیہ کے پائدار بنانے اور موہوب لہٗ پر اُس کے پورا کر دینے کو کہتے ہیں۔ اور سماحت بخشش کی سہولت کو اور سخاوت محتاج کی حاجت دور کرنے کے لئے دینے کو کہتے ہیں۔

جب وجود دائرہ دلالت میں اپنے موجود سے ظاہر ہوتا ہے تو موجود کا نام مظہر ہوتا ہے اور وجود کا ظاہر۔ اور یہ اس دائرہ کے ہر مقام میں اُس کے مناسب ہوا کرتا ہے۔

وجود جہاں اور جس طرح سے اور جس کے ذریعہ سے ظاہر ہو تمھارے نزدیک ظاہر نہ ہوگا مگر اسی حیثیت سے کہ وہ وجود ہے اور تم اُس کو اور اُس کی کسی چیز کو ادراک نہیں کرتے ہو مگر اسی ذریعہ سے کہ وہی تمھارا وجود اُس کا ادراک کنندہ اُس کے ادراک سے اس حیثیت سے کہ وہی تمھارا وجود مُدارک ہے۔ وہاں کوئی خلاف نہیں ہے۔ اس کو لو اور روشن رکھو کہ وہ ہر چیز کو احاطہ کئے ہوتے ہے۔

جیسا کہ حق تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو نہیں معاف فرماتا ہے۔ اُسی طرح سے اُس کے مظاہر اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو معاف نہیں کرتے کیونکہ اُن کی حقیقت ظاہر جو اُن میں صورت پذیر ہوئی ہے وہی ہے۔ پس وہ یہ ہیں اور وہ ان کی قوتیں ہے اور ان کے کل امور اُس کے امور ہیں۔ پس جب تم ان میں سے کسی کو دیکھو کہ جس شخص کی محبت و تعظیم اُس کے لئے متعین ہے اُس کی اس بات کو وہ ناپسند کرتا ہے کہ اُس کے سوا کسی اور سے ویسی محبت کرے یا ویسی ہی تعظیم بجالائے تو جان لو کہ یہ اُس اللہ کی شان ہے جو اپنی نسبت شرک کو معاف نہیں کرتا اور وہ اُس کے ذریعہ سے اُس کے مظہر میں ظاہر ہوئی ہے۔ پس سمجھو پہچانو اور برابر لگے لپٹے رہو۔

اس حدیث کے متعلق کہ "جس نے اپنے گناہ کا اعتراف کیا اور پھر توبہ کی تو اللہ نے بھی اُس کی توبہ قبول کی" یہ کہتے ہیں کہ۔ یعنی اس لئے کہ گناہ کا انکار اور جھوٹ کے ساتھ اُس سے اعتذار "گنہگار نفس کو بے گناہ دکھلانا۔ جھوٹی گواہی دینی۔ اور اُس کو جاہل قرار دینا ہے جس کے سامنے معذرت کی جائے "اور تمھارے ایسے ہی گمان نے جو تم نے اپنے رب کی نسبت گمان کیا تم کو ہلاک کیا" دیکھو کہ ایسے لوگوں نے کیونکر اپنی نسبت جھوٹ کہا۔ اور اس کو تو ہم سب اپنے آپ میں پاتے ہیں کہ گنہگار جب اقرار کرتا اور گڑگڑاتا ہے تو اُس پر ہم رحم کرتے اور اس کو سزا دینی اور جھڑکنا بُرا سمجھتے ہیں۔ حضرت یوسف

ؔ وذلکم ظنکم الذی ظننتم بربکم اردٰکم فاصبحتم من الخسرین۔ ٥ چوبیسویں پارہ کا ستروان رکوع ۱۲۰۔

علیہ السلام کے بھائیوں نے "کہا کہ اَللہ کی قسم ترجیح دی تجھکو اللہ نے ہم پر اور ہم بے شک خطاوار تھے" یوسف علیہ السلام نے "کہا کہ آج کے دن تم پر سرزنش نہیں ہے" اور جب اُس کا برعکس ہوتا ہے تو نتیجہ بھی برعکس نکلتا ہے۔ فافہم۔

جس شخص نے کسی چیز کی نسبت اپنے آقا کو چھوڑ کر خود اپنی ملکیت کا دعویٰ کیا اُس نے خیانت و فریب کیا اور اُس پر اُس کا وبال آیا۔ اور جس نے اس کا اقرار کیا کہ جو کچھ اُس کے قبضہ کی چیز اُس کی ہے وہ فساد و استدراج میں پڑا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر غور کرو کہ "زمین کے خزانوں کی کنجیاں مجھے عطا ہوئی ہیں" پس آپ جانتے تھے کہ بندہ کے املاک جس قدر زیادہ ہوں گے اُسی قدر اُس کو اوروں پر فضیلت و وسعت ہوگی اور اللہ کا فضل اُس پر زیادہ ہوگا پس بندہ کی طرف مالوں کی نسبت ویسی ہی ہے جیسی ملکوں کی نسبت اُن کا انتظام کرنے والوں کی طرف۔ واللہ اعلم۔

عیسائیوں کی تکفیر کی وجہ

لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّ اللہَ ھُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ[۲] (البتہ کافر ہوئے وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ وہی ہے مسیح مریم کا بیٹا) کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ وہ کافر اس سبب سے ہوئے کہ باوجود اس اعتراف کے کہ وہ اللہ ہیں اُن کی یہ صفت بیان کرتے ہیں کہ وہ مریم کے بیٹے ہیں۔ اور اس سبب سے کہ اُن لوگوں نے مسیح کو لفظ اللہ سے ایسے زمانہ میں موصوف کیا جس میں وہ اُس کے موصوف نہ تھے۔ کیونکہ وہ حق مبین کے وصف کے ساتھ اپنی محمدی جہت کی حیثیت سے موصوف ہیں۔ اور ہر زمانہ میں اُسی صفت سے موصوف ہوتا ہے جس میں ظہور ہوا کرتا ہے۔ اور وہ جہت جو سارے وجوہ عینیہ الٰہیہ فرقانیہ پر محیط ہے عیسیٰ اور اُن کے سوا اور لوگ ہیں۔ اور نیز اس سبب سے کہ اُن لوگوں نے اُن کو اللہ ہونے کے ساتھ موصوف تو کیا اور اُن کے اس قول پر مقتضائے ایمان کے موافق قائم نہ رہے "وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ[۳]" اور نہ اس قول پر "اعبدوا اللہ ربی وربکم" (عبادت کرو اللہ کی جو میرا پروردگار اور تمہارا پروردگار ہے) یعنی جو اپنی محمدی جہت سے ظاہر ہے۔ اور اس مضمون کو طوالت دی ہے۔

انبیاء کے حقیقی وارث

جب تک کہ بادشاہانِ دنیا اُن اولیاء کے مطیع رہیں گے جو علماء حق ہیں اور ان کا حکم اُن میں چلتا رہے گا اُس وقت تک ان میں صلاح و فلاح پائی جائے گی۔ اور جب اس کا خلاف ہوگا تو معاملہ برعکس ہوگا۔ کیونکہ تحقیق کی رو سے اولیاء ہی نبیوں کے وارث ہیں۔ اور علم لادنے والے جو غرض کے موافق اور ہوا و ہوس کی پیروی کے مطابق مسائل پیدا کرنے والے ہیں۔ اُن کو اس

---

[۱] قالوا تاللہ لقد اٰثرک اللہ علینا وان کنا لخاطئین ۵ قال لا تثریب علیکم الیوم الآیۃ۔ تیرھویں پارہ کا چوتھا رکوع (سورہ یوسف ۱۲)

[۲] چھٹے پارہ کا ساتواں رکوع (سورہ مائدہ ۱۲)

[۳] اور خوشخبری دینے والا اس رسول کی نسبت جو میرے پیچھے آئے گا اور جس کا نام احمد ہے اٹھائیسویں پارہ کا نواں رکوع (سورہ یوسف)

وراثت سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ یہ تو وہی ہیں جن کی صفت "الذین حملوا التورات ثم لم یحملوھا" ہے اس لئے قرین صواب یہ ہے کہ ان کے بوجھ سے فائدہ اٹھایا جائے مگر نہ ان کو حکومت دی جائے اور نہ ان سے رائے لی جائے اور نہ ان کو تصرف کا موقع دیا جائے۔ کیونکہ گدھا بوجھ لادنے اور نفع حاصل کرنے کے لئے نہ اس لئے کہ وہ حکومت کرے یا اُس کی بات سُنی جائے یا اس کی اطاعت کی جائے۔ فافہم۔

(میں کہتا ہوں کہ) شاید شیخ کی مراد اُن لوگوں سے ہے جو جھوٹ سے اپنے ہوا و ہوس کی تائید کرتے ہیں۔ مثلاً وہ لوگ جو اپنی بدعتوں کو رواج دینے کے لئے حدیثیں گڑھتے ہیں۔ اور ان سے وہ علماء مراد نہیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے شریعت قایم کرنے کے لئے تعینات کیا ہے۔

امامانِ ہدایت حقیقت میں ارواح مقدسہ ہیں جو اپنی بشریتوں میں پلٹے کھاتے رہتے ہیں۔ اس لئے جو شخص اُن کے ظاہر کو دیکھتا ہے متحیر ہوتا ہے اور جو اُن کے نورِ باطن پر نگاہ کرتا ہے وہ بصیرت حاصل کرتا ہے۔ واللہ اعلم۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ورثا ہی ہر زمانہ میں اپنے زمانہ کے انوار ہوا کرتے ہیں۔ جن کی روشنی تخصیص کے ساتھ اُس کی سراجیت (روشنی) سے مستفاد ہوتی ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ کے قول "و سراجا منیراً" میں اشارہ ہے۔ پس جب تک یہ لوگ کلام کرتے اور ظاہر رہتے ہیں اُس وقت تک نور ظاہر اور پھیلا ہوا رہتا ہے اور آنکھوں سے محسوس ہوتا ہے اور برائیوں اور بھلائیوں کا فرق صاف معلوم ہوتا ہے۔ اور جب یہ حق کے بیان سے سکوت کرتے ہیں تو لوگ تلف ہوتے حیرت میں رہتے اور اختلاف کرتے ہیں۔ اس لئے اپنے زمانہ کے چراغ کا مقابلہ نفسانی خواہشوں سے نہ کرو۔ اور اُس کے حق کی نگہداشت کرو تو تمھارے لئے اُس کی روشنی ہمیشہ رہے گی۔

امام ہُدیٰ کے شرایط میں سے ہے کہ اپنی ہمت کے ذریعے اُن چیزوں سے ہجرت کرے جن کی نفوس بشریہ خواہش رکھتے ہیں۔ کیا تم آدم علیہ السلام کو نہیں دیکھتے کہ اُن کو خلافت نہ ملی مگر اُسی وقت جب اُنھوں نے جنت سے اور اُن چیزوں سے جو اس میں خواہش نفس کی تھیں زمین کی طرف ہجرت کی۔ اور یہی حال ہر اُس شخص کا ہے جس کی مراد حق ہے۔ کیونکہ وہ حق کے ساتھ قایم ہو نہیں سکتا جب تک کہ ہمت کرکے اُن چیزوں سے باہر نہ نکل جائے جو اُس کو حق سے باز رکھتی ہیں۔ فلا تتخذوا منھم اولیأ[1] حتی یھاجروا فی سبیل اللہ ۵ فافہم۔

پوشیدہ رہنے کی وجہ جب جمہور کسی عارف کے بارہ میں کہیں کہ کیا وجہ ہے کہ اس کے نایاب معارف الٰہیہ نہیں ظاہر ہوتے مگر خاص خاص مقاموں اور خاص خاص لوگوں میں اور اگر وہ حق ہیں جیسا کہ اُس کا زعم ہے تو اُسے عوام الناس پر کیوں ظاہر نہیں کرتا اور جمہور کے سامنے کیوں سب نہیں کھولتا تو اُن سے کہو کہ تم اس مثال کو سمجھو کہ دنیا ایک بڑا بھاری جنگل ہے

---

[1] تو جب تک یہ لوگ اللہ کے لئے ہجرت نہ کر آئیں ان میں سے کسی کو اپنا دوست نہ بنانا (پانچویں پارہ کا نواں رکوع)

اور جو لوگ کھلے ہوئے حق کے حقایق سے محجوب ہیں وہ اُس کے وحشی درندے جانور ہیں۔ اور قلب سلیم اور گوشِ شنوا والا ایک آدمی ہے جو رات کے وقت اس جنگل میں آگیا ہے۔ یہ شخص خوش بیان و خوش لہجہ دخوش آواز ہے مگر جب اس کو محسوس ہوا کہ اس میں وحشی درندوں کی کثرت ہے تو اس نے اُن سے بچنے کے لئے ایک درخت میں پناہ لی۔ اور درندوں کے ڈر سے یہاں اُس نے قرآن بلند آواز سے خوش لہجہ کے ساتھ نہ پڑھا۔ تو اب میں پوچھتا ہوں کہ کیا اس کا درندوں سے چھپنا اس کی دانائی کی دلیل ہے یا غیر انسانیت کی؟ شق ثانی تو ہرگز صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر وہ اپنے آپ کو درندوں پر ظاہر کرتا یا اُن کو اپنی خوش آوازی وقرأت سناتا تو وہ نہ راہ راست پر آتے اور نہ اُس کو سمجھتے۔ بلکہ اُس کے پھاڑ کھانے کو دوڑتے اور یہ شخص سمجھ بوجھ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے والا ہوتا۔ اس مثال پر غور کرو اور اعتراض کرنے والے سے کہو کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے

کہدیا ہے کہ" لا تجھر بصلوٰتك ولا تخافت بھا[1] (اپنی نماز کو بلند آواز سے نہ پڑھ اور نہ بہت آہستہ سے) دیکھو آنحضرت کو حکم ہوا ہے کہ قرآن کو اس قدر بلند آواز سے نہ پڑھیں کہ انکار کرنے والے جاہل سنیں تو اپنے جہل کے باعث گالیاں دیں۔ اور نہ اُس کو ایمان لانے والوں سے چھپائیں۔ تو کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس کی قرأت کو منکرین جاہلوں سے مخفی رکھنا قرأت کے باطل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ یا اُس کے حق ہونے میں کوئی حرج ڈالتا ہے؟ اور جب اُس عارف کے لئے اپنے معاملہ کو ظاہر کرنے کے ایسے سامان مہیا ہو جاتے ہیں جن سے منکرین مغلوب ہوں اور طوعاً وکرہاً اس کا اقرار کریں اُس وقت وہ اپنے عرفان کو برملا ظاہر کرتا اور اس میں قرآن کے اظہار کی پیروی واقتدار کرتا ہے کہ جب انصار و اعوان کی کثرت سے اُس کے اظہار کے اسباب مہیا ہو گئے تو وہ ظاہر کیا گیا۔ اور یہ بعینہ ویسا ہی ہے کہ جب تک کہ آدمی معاونت وقوت کے ذریعہ سے وحشیوں اور درندوں پر غالب آنے کا سامان مہیا نہ کرے اُن سے مقابلہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ پس اگر معترض کہے کہ جب تک کہ قوت وقدرت حاصل نہ ہو یہ عارف اپنے معارف کے اظہار سے دست کش کیوں نہیں ہو جاتا اور جس حالت میں جمہور ہیں اُس میں کیوں نہیں آجاتا تاکہ وہ بخوبی محفوظ رہے۔ تو اُس سے کہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث اپنے مورث کی مخالفت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ آنحضرت کا اور اُن کے نفس کا امام ہے۔ اس لئے جس طرح وہ چلے تھے یہ بھی چلتے ہیں۔ اس لئے جس طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے محض حق کو جو اُن کے ساتھ اُس وقت تک مخفی رکھا اور جاہلان منکرین سے چھپایا جس وقت تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اُس کے ظاہر کرنے کے بارہ میں نہ آیا۔

وارثین انبیا کا طرز عمل پس یہی حال اُن کے وارثوں کا بھی ہے۔ اور اُس معترض سے یہ بھی کہو کہ اگر دیوانے یا دے کسی عقل و ہوش والے کی مخالفت کریں تو کیا تمہارے نزدیک یہ مناسب

---

[1] وابتغ بين ذالك سبيلا۔ پندرھویں پارہ کا بارھواں رکوع سورہ بنی اسرائیل کا آخری رکوع ۱۲

ہے کہ وہ عقل والا اُن کی موافقت کرے اور اُن کی طرح مجنون بن جائے اور اپنی عقل کے چراغ کو گل کر دے تاکہ وہ اس سے مالوف ہو جائیں۔ حالانکہ اُس کے امکان میں ہے۔ کہ اپنی عقل کو بچا کر اُن سے الگ ہو جائے اور اُس سے یہ بھی پوچھو کہ اگر کوئی آدمی خونخوار کتوں کے بیچ میں ہو اور وہ اسے اپنے درمیان میں رہنے نہ دیں جب تک کہ یہ بھی اُن کی طرح سے چاروں ہاتھ اور پاؤں سے نہ چلے اور انھیں کی طرح سے نہ بھونکے تو جس صورت میں کہ وہ آدمی اپنی انسانی ہئیت پر رہ کر اُن سے بھاگ سکتا ہو کیا اُس کے لئے مناسب ہے کہ اُن میں ٹھہرا رہے اور اُن کو اپنے آپ سے پرچائے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ جو شخص کہ بھلائی کی قدرت رکھتا ہو واللہ اُس کو مناسب نہیں ہے کہ اہل بشر کو راضی کرنے کے لئے نیکی سے نکل جائے اور اُن کے ساتھ قیام کرے: "اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ اور اُس کے رسول زیادہ تر اس کے مستحق ہیں کہ تم اُن کو راضی رکھو"۔ ہم تو اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ بعد اس کے اللہ نے ہم کو سیدھی راہ دکھادی ہم اُلٹے پاؤں لوٹا دیے جائیں۔ اے مرید! اس کو سمجھو اور دیکھو کہ جو لوگ یقین نہیں رکھتے وہ کسی طرح تم کو ہلکا نہ سمجھیں۔ اور خبردار رہو کہ حق کھل جانے کے بعد لوگ جھگڑا کھڑا کر کے تمھارے دین کو تم پر مشتبہ نہ کر دیں اور جس نے حق کو پہچان لیا وہ اُس سے کسی حال میں جدا نہ ہو۔ واللہ اعلم۔

مرشد کے حقوق مرید کی اپنے پیر کے ساتھ سب سے کمتر حالت ایسی ہونی چاہیے جیسی ماں کی اپنے اکلوتے بچے کے ساتھ ہوا کرتی ہے۔ اُس کی راحتوں کو مقدم رکھے اُس کی شفقتوں کو اپنے اوپر اور ہر حال میں اُس کو دوست رکھے۔ اور پیر بھی باطنی امور میں اپنے مرید کے لئے ایسا ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ تمھارا امام ہدایت (پیر و مرشد) تمھارے پروردگار کے سامنے جس قدر تمھارے لئے اہتمام کرتا ہے اُس قدر خود اپنے لئے نہیں کرتا۔ پس تم بتاؤ کہ تم پر ایسی مہربانی پیر کے سوا باپ یا کوئی اور الفت والا کر سکتا ہے۔ اور موسٰی علیہ السلام کے کلام پر جو انھوں نے اپنی لاٹھی کے بارہ میں کہا تھا غور کرو انھوں نے کہا کہ "اس سے اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں"۔ اور یہ نہ کہا کہ اس سے اپنی ضرورت کے لئے پھل جھاڑتا ہوں۔ بلکہ وہی کہا جو اُن کی نگہبانی کی چیز سے متعلق تھی۔ تاکہ نعمت دہندہ کے حضور میں شکر کی یاد آئے۔ اور "اس پر سہارا لگاتا ہوں"۔ صرف کمزوری و عاجزی کے اظہار کے لئے کہا۔ "اور اس میں میرے اور بھی اغراض ہیں[1]"۔ اس جملہ میں اپنے کاموں کو جو اُس لاٹھی سے نکلتے تھے اس لئے مجمل طور پر بیان کیا کہ عددی مرتبہ اُس کو محدود نہ کرے ورنہ اُس کی امداد محصور ہو جاتی۔ علیٰ ہذا القیاس جب تمھارا پیر تمھاری خدمتوں کو نہ گنوائے تو تم سمجھو کہ وہ حصر کے نقصان کا اطلاق کے کمال سے جبر کرنا چاہتا ہے "صبر[2] کے بندوں کو تو بے حساب ہی اجر بھر دیا جائے گا"۔ اس میں غور کرو۔

حق تو وہی وجود ہے جو اپنے مرتبہ پر برابر قائم ہے اور حقایق بھلا نہیں کرتے۔ اس لئے سارے

---

[1] دیکھو سولھویں پارہ کا دسواں رکوع (سورہ طٰہٰ کی سترھویں و اٹھارھویں آیتیں) ۱۲

[2] تیئیسویں پارہ کا سولھواں رکوع (سورہ زمر کی دسویں آیت) انما یوفی الصبرون اجرھم بغیر حساب ۱۲

حقایق حق ہیں۔ یہاں تک کہ باطل بھی اس بات میں کہ وہ باطل ہے حق ہے۔ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور جو اُس کے سوا پکارے جاتے ہیں وہی باطل ہیں۔ مگر آیت فافہم۔

حجاب کے حکم سے رہائی مقصود یہ ہے کہ حجاب کے حکم سے رہائی ہو کیونکہ حجاب کی وجہ سے روشنی اصل باطن اجسام تک پہونچنے میں مانع ہیں اور جو روشنی ان کے اندر ہے اُن کے ظاہر ہونے اور اپنے اندر تک بینائی کے نفوذ کر جانے سے نہیں روکتی ہیں ان پر حجاب کا حکم نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کو دیکھو کہ "میرے لئے کل حجاب اٹھا دیئے گئے" یعنی ہر معنی کی روک اور صورت سے سوائے اُس حجاب عزت کے جو رحمان سے متصل ہے میں نے رہائی پائی۔ اور وہ حکم عبودیت کے مظہر ہیں۔ حدیث میں ہے کہ "پس حجاب سے ایک فرشتہ باہر آیا اور اُس نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا۔ اس پر پردہ سے اُس نے کہا کہ میرے بندہ نے سچ کہا میں بڑا ہوں میں بڑا ہوں"۔ دیکھو کہ کیونکر ظاہر میں حجاب رہا اور اُس سے حجاب کا حکم اٹھ گیا یہاں تک کہ پردہ کے اُس طرف سے بولنے والے کو پہچانا اسی نے حق کی رو سے کہا ہے۔ وما صاحبکم بمجنون (اور تمھارے رفیق کچھ باولے نہیں ہیں) واللہ اعلم۔

حدیث خزائن اللہ فی الکلام (اللہ کے خزانے کلام میں ہیں) کے متعلق ان کا کلام ہے کہ کلام میں نہیں ہوتے مگر معانی۔ جن میں سے ہر سمجھ اپنی وسعت کے موافق اخذ کرتی ہے اور ہر ادراک کرنے والے کی استعداد کے مطابق اُن میں سے حق الہام کرتا ہے۔ اور زلیخا کی بلائی ہوئی عورتوں کو دیکھو کہ کیونکر انھوں نے حضرت یوسف کی نسبت کہا کہ "یہ بشر تو نہیں۔ ہو نہ ہو ایک معزز فرشتہ ہے" اور جو اغیار تھیں اُن کو وہ صرف زلیخا کے غلام نظر آئے مگر زلیخا کو وہ مشاہدہ کے وقت حق ہی دکھائی دیئے۔ چنانچہ اس نے کہا کہ۔ "الآن حصحص الحق (اب تو حق ظاہر ہو گیا) یعنی اُس کے سامنے اُس قول کی جو حضرت یوسف کے پردادا ابراہیم سے اُن کے دادا اسحاق کی نسبت فرشتوں نے کہا تھا حقیقت ظاہر ہو گئی اور اُس پر اُس کی تجلی ہوئی۔ فرشتوں نے ہونے والے بچے کو "غلام علیم" کہکر کہا تھا کہ "بشرناک بالحق"[1] اور بیٹا اپنے باپ کا سِر ہوا کرتا ہے۔ اور اُن پر اور آل یعقوب پر نعمت کو پوری کرنے کے یہی معنی ہیں۔ اس کے بعد اُن کو جتلا دیا کہ اُن کے لئے ربوبیت علیم حکیم کے دائرہ سے ہے اس لئے کہا گیا کہ "ان ربک علیم حکیم"۔

پیر کا اپنے رب کے پاس ایک دن بمنزلہ اُس ہزار برس کے ہے جو مرید اپنے رب کے پاس شمار کرتے ہیں۔

انوار الٰہی مریدوں کے انوار اُن کے پیروں کے انوار کے رقایق ہیں۔ اور پیروں کے انوار اُن کے مریدوں کے انوار کے حقایق ہیں۔ پس جیسا کہ چودھویں کے چاند کے آئینہ میں نہیں ہے مگر آفتاب ہی اور اس لئے وہ رات بھر چمکتا رہتا ہے۔ اسی طرح سے مرید کامل میں نہیں ہے مگر اُس کا پیر ہی۔ اور اس لئے یہ اُس کو اپنی ساری قبولی مدد پہنچاتا ہے۔ اس کو سمجھو اور پیر کا دامن نہ چھوڑو اور اُس کو غنیمت جانو۔

ادنیٰ تقویٰ یہ ہے کہ نیکیوں کی وجہ سے بدیوں سے حجاب میں ہو اور اعلیٰ تقویٰ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی

---

[1] دیکھو سورہ حجر کی آیت ہائے ۵۱-۵۲-۵۳-۵۴ اور ۵۵ (چودھویں پارہ کا چوتھا رکوع)

وجہ سے مخلوق سے حجاب میں ہو۔ اور اُس کی پوری انتہا یہ ہے کہ خدائے یکتا کے شہود کی وجہ سے اُس کے غیر کی رویت سے حجاب میں ہو۔

حدیث ان اللہ خلق الاجسام فی ظلمۃ ثم رش علیھم من نورہ (اجسام کو اللہ نے ظلمت میں پیدا کیا اور پھر اپنے نور میں سے اُن پر چھڑکا) کے متعلق ان کا قول ہے کہ اجسام کے ظلمت میں ہونے کے معنیٰ یہ ہیں کہ وہ ابہام وایہام کے مراتب میں جن سے اُن کے جرم کی حیثیت سے بھی وہم پیدا ہوا۔ اور وہ نور جو اُن پر چھڑکا گیا وہی روح ہے۔ پس وہ اجسام جن میں اللہ کا چھڑکا ہوا نور ہے اُن ارواح پر اس طرح سے ہیں جس طرح چاند سے چمکتے ہوئے بشاش چہرہ پر کالا ملگجا نقاب ہو۔ اس لئے جس نے اُس چہرہ کے صرف نقاب ہی کو دیکھا اُس کو نہ بشاشت حاصل ہوتی اور نہ سرور ہوا۔ یہی حال اولیاء اللہ کا بھی ہے کہ جس نے ان کے اجسام کو دیکھا وہ ان سے خوش نہ ہوا بلکہ ایسے دیکھنے سے اُس کی غفلت میں اور زیادتی ہوتی اور اُن کے بارہ میں اُس کا سوء ظن اور پختہ ہوا اور سوء ادب اور زیادہ ہوا۔ اور اس کا سبب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ حجاب کی رویت کے باعث وہ احباب کی رویت سے محجوب رہا۔ اور اس کو انھوں نے طوالت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

مرشد و محقق کا درجہ

جب تم ایسے شخص کو پاؤ کہ تمھارے کمالات اُس کے سلسلہ میں ہوں اور اُن کے وسائل اُس کے حکم واحکام میں تو سمجھ لو کہ وہی تمھارا آقا اور اپنے وجود سے تمھاری تربیت کرنے والا تمھارا مرشد وامام اور اپنے موجود سے بھلا ولی ہے۔ پس دو جہتوں میں سے جس جہت سے تم اُس کا مشاہدہ کرو ہر صورت میں اپنے شہود کے کردار پر اُس سے برتاؤ کرو۔ اور ہر مقام کی ایک جداگانہ گفتگو ہوا کرتی ہے۔

جب سرِ وجود کسی مخصوص کے ذریعہ سے کسی زمانہ میں تجلی کرتا ہے تو اُس کی تخصیص کا منادی اہل علم ومعانی کے گروہوں میں ڈھنڈورا پیٹ دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے لئے ایک گھر بنا دیا ہے پس اُس کا قصد کرو۔ چنانچہ اُس صاحبِ نطق کے پاس ہر ایک نزدیک و دور کی راہ سے حاجت والے آتے ہیں تاکہ اُس کے سامنے کمال حاصل کرنے کے منافع کو دیکھیں اور اُس اللہ کا نام لیں جو اُن کو اُن نعمتوں سے اور زیادہ عطا فرمائے جو پہلے بخشی تھیں۔ اور اس کلام کو انھوں نے طول دیا ہے۔

محقق کی جو بات تم کو دکھائی دے وہ تمھاری ہی طرف لوٹتی ہے۔ پس جس شخص کو وہ زندیق نظر آئے وہ غیب ازلی میں پہلے سے زندیق قرار پا چکا ہے۔ کیونکہ محقق آئینہ وجود ہے۔ اور جس شخص کو وہ صدیق دکھائی دے۔ وہ خود پہلے سے صدیق قرار پا چکا ہے۔ اور اُس محقق کی حقیقت کو تو صرف وہی دیکھ سکتا ہے جس میں اُس کا جیسا کمال ہو یا وہ جو اُسے احاطہ کئے ہوئے ہے۔ پس سمجھو اور اہل حق کے حق کو پہچانو اور اُس کو اُس کے مظاہر میں مشاہدہ کرو اور جہاں تک تمھاری طاقت ہو اُس کے حق کی بجا آوری کو لازمی جانو۔

اسی میں تمھاری سلامتی وبہبودی ہے اور اللہ تعالیٰ برتر و دانا تر ہے۔

-ماودعک ربک وما قلٰی وللاٰخرۃ خیر لک من الاولٰی- کی تفسیر میں یہ کہتے ہیں کہ قلٰی دشمن سمجھنا اور تودیع دور کرنا ہے۔ یعنی اُس کا نہ دشمن رکھنا تم کو اُس کے نہ دور کرنے سے تم کو تمھارے لئے بہتر ہے۔ پس ما ودعک ربک دونوں جملوں میں سے پہلا جملہ اور ما قلٰی پچھلا جملہ ہے۔ اور ایسا اس لئے ہوا کہ محبت وخوشنودی کے ساتھ دُوری اُس نزدیکی سے بہتر ہے جو بغض وغضب کے ساتھ ہو۔ پس جو شخص اپنے آخر اُمر کو ہر حال میں اپنے اول امر سے بنائے وہ محمدی ہے اور " وللاٰخرۃ خیرلک من الاولٰی" کے خزانہ میں اُس کا حصہ ہے۔ اور اس میں طویل تقریر کی ہے۔

ذات ایک چیز ہے اُس میں درحقیقت نہ کثرت ہے اور نہ تعدد۔ اور ذات جو متعدد ہوتی ہے تو فقط اعتباری تعدد سے باعتبار اپنے تعین کے صفات کے ذریعہ سے اور اعتباری تعدد تحقیقی وحدت کا قادح نہیں ہے۔ جیسے درخت کی شاخیں اُس کے جڑ کی اعتبار سے فافہم۔

رضائے الٰہی کے اسباب حدیث من اغبرت قد ماہ فی سبیل اللّٰہ بعد اللّٰہ وجہہ عن النار سبعین عاما (جس کے قدم اللّٰہ کی راہ میں گرد آلود ہوں گے اللّٰہ تعالیٰ اُس کے مُنہ کو ستر برس آگ سے دور رکھے گا) کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ اس میں وہ شخص بھی داخل ہے جو کسی ولی کے ساتھ خدا کے لئے اور اُس کی خوشنودی کی خاطر چلے۔ بے شک اللّٰہ تعالیٰ اُس کے منہ کو آگ سے دور رکھے گا۔

اللّٰہ تعالیٰ کے قول منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاخرۃ[۵۲] (بعض تم میں سے دنیا چاہتے ہیں اور بعض تم میں سے آخرت چاہتے ہیں) کے متعلق ان کا قول ہے کہ یعنی تم میں سے بعض وہ ہیں جو ہم کو چاہتے ہیں اور ہمارے سوا کو نہیں چاہتے۔ اور اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ مومن کبھی دنیا چاہتا ہے اور اس سے اُس کے اصل ایمان میں حرج نہیں واقع ہوتا۔ اور جو شخص مرنے کے بعد جسمانی نعمتیں چاہتا ہے وہ دنیا کا طالب ہے۔ کیونکہ اہل اللّٰہ دونوں مقام سے خالی ہیں: وہ نہ دنیا چاہتے ہیں اور نہ آخرت۔ اس لئے کہ اُن کی ہمت لاَاین کے ساتھ متعلق ہے۔ اور جو قابل شرکت اور قابل این نہ ہو وہ دو میں تقسیم نہیں ہو سکتا۔ اس وجہ سے کہ احدیت فرد یہ اس کا ذاتی امر ہے جس کا نہ قبل ہے نہ بعد اور نہ اُس کے ساتھ کوئی عدد ہے۔ اور اس میں کلام کو طول دیا ہے۔

جس طرح بندہ کا وجود اپنے مولیٰ سے ہے اُسی طرح مولیٰ کا شہود اپنے بندہ سے ہے۔ "تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں"۔ پس جانو اور پہچانو اور الگ نہ ہو۔

بندہ سے وہ ذلت چاہی گئی ہے جو اُس سے اپنے پروردگار کی نسبت ظہور پذیر ہو۔ اسی لئے اُس کو عبادت وبندگی کا حکم دیا گیا ہے۔ پس جب تم نے وہ کام کر لیا جو تمھارا رب تم سے چاہتا ہے۔

---

[۵۱] سورہ ضحٰی تیسویں پارہ کا اٹھارھواں رکوع ۱۲

[۵۲] چوتھے پارہ کا ساتواں رکوع (سورہ آل عمران کی آیت ۱۵۲) ۱۲ مترجم۔

تو جو کچھ تم اُس سے چاہو گے اُس کو وہ بھی تمہارے لئے کرے گا۔ اس لئے تم اُس سے اُسی کو چاہو۔ "واعبد ربک حتی یاتیک الیقین" (اور اپنے رب کی عبادت میں لگے رہو۔ یہاں تک کہ تم کو یقین آئے) فافہم

حق مبین کے مظاہر

جب تم اپنے آپ کو حق مُبین کے مظاہر میں سے کسی مظہر رہنما کے ہاتھ بیچو تو اُس سے اپنے کسی عیب کو نہ چھپاؤ۔ کیونکہ بائع جب بیان کر دیتا اور سچ بولتا ہے تو اُس کی بیع میں برکت ہوتی ہے۔ اور اگر جھوٹ بولتا اور چھپاتا ہے تو اس کی بیع کی برکت اُڑ جاتی ہے۔ اور مشتری جب عیب بیان کر دینے کے بعد خریدتا ہے تو اُس کو یہ اختیار باقی نہیں رہتا کہ سودے کو واپس کر دے۔ مگر جب بغیر بیان کے لیتا ہے تو اُس کو واپس کر دینے کا اختیار رہتا ہے۔ اسی لئے صحیح حدیث میں آیا ہے کہ "جس نے اپنے گناہ کا اقرار کیا اور اس کے بعد توبہ کی تو اللہ نے اُس کی توبہ قبول کی۔"

جب تم حق مُبین کے مظاہر میں سے کسی مظہر کو اوصاف میں سے کسی وصف میں پاؤ تو اپنے قلب سے صدق و محبت کے ساتھ اُس کی طرف متوجہ ہو اور اپنے آپ کو اُس کا خالص بندہ بنا دو۔ تب اُس کی زبان حال اُس وقت فہم کے کانوں کو آواز دے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ھذا یوم ینفع الصدقین صدقھم (یہی دن ہے کہ سچے بندوں کو اُن کا سچ کام آئے گا) اور جو شخص اللہ کا بندہ ہو گیا اُس کو یہی بس کرتا ہے کہ غلام اپنے آقا میں سے شمار ہوتا ہے۔ اور جو شخص اللہ سے محبت کرنے والا ہے اُس کو یہی کافی ہے کہ "آدمی اُس کے ساتھ ہے۔ جس سے محبت رکھتا ہے۔" فافہم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ "تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔" اس کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ۔ مطلب یہ ہے کہ باعتبار وجود کے تم مجھ سے ہو یعنی وہ میں ہی ہوں۔ جو تمہارے ذریعہ سے خود میرے لئے متعین ہے اور باعتبار شہود کے میں تم سے ہوں۔ اس لئے کہ تمہیں وہ ہو جو عرفان کے ذریعہ سے تعارف والے مومنوں کے "تئیں مجھے تبلاؤ گے۔ اور اسی ذریعہ سے ان دونوں بزرگوں کے درمیان اُخوت قائم ہوئی کہ ان میں سے ہر ایک کو دوسرے سے فائدہ حاصل ہے۔

چنانچہ آنحضرتؐ نے اُن سے فرمایا تھا کہ "تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو" یعنی نبوتوں کے ختم ہونے کے زمانے میں اور ولایت کے ختم ہونے کے زمانے میں۔

نفس تعلیم پانے والے کی عقل تو وہی تعلیم دینے والے کی عقل ہے جو مفید و مستفید کے ملاحظہ کے وقت اُس نفس میں کارفرما ہوتی ہے۔

---

[1] چودھویں پارہ کا چھٹا رکوع (سورہ حجر کی اخیر آیت) ۱۲ مترجم۔

ہر مرشد کی زبانِ حال حق مبین سے گویا ہو کر ہر مرید صادق سے کہتی ہے کہ میرا قرب حاصل کرو۔ تاکہ میں تم سے محبت کروں۔ اور جب میں تم سے محبت کروں گا تو میں تم کو اپنا اہل سمجھوں گا۔ اور اس وقت میں تم میں اس چیز کے ساتھ ظاہر ہوں گا جس کی استعداد تم میں ہوگی۔

مرید صادق کا وہ وجود جس کے ذریعہ سے وہ حق ہے نہیں ہے مگر اس کے مرشد کے پاس جو حق مبین سے ناطق ہے۔ پس اگر وہ مرید اپنے مرشد کے ساتھ متحقق ہوا تو حق ہو گیا ورنہ ہمیشہ خلق رہا۔ فافہم

یہ سیدنا ہیں کہتے تھے کہ اس وقت تک مجھے کوئی مرید صادق نہیں ملا ہے جو بذریعہ نوافل کے میرے پاس اپنے حق کی حقیقت سے نزدیک ہونا چاہتا ہو تاکہ میں اُس سے محبت کروں۔ اور اگر مجھے ملتا تو میں اُسے اُس کا پورا حق دیدیتا۔ میں اُس سے محبت کرتا اور میں وہی ہو جاتا۔ اور اُس کا کیا پوچھنا ہے جو مطابقت و کمال کے ساتھ میرا مرید ہو۔

خلفاء اربعہ کے مراتب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو بکر مجھ سے بمنزلہ کان کے ہیں اور عمرؓ بمنزلہ آنکھ کے اور بیعت الرضوان میں اپنے ہی دست مبارک کے ذریعہ سے عثمان کی بیعت لی۔ اور فرمایا کہ یا خدا یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔ پس عثمان اُن کے بمنزلہ ہاتھ کے ہوئے۔ اور فرمایا کہ میری طرف سے پیغام نہ پہنچائے گا مگر میں ہی یا علی۔ اس لئے علی آنحضرتؐ کی زبان ہوئے اور ناطق کے ساتھ سب مراتب میں سے زبان کو زیادہ تر خصوصیت ہے۔ اسی لئے علی رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ میں صدیق اکبر ہوں۔ یعنی اُس محمدی حق کا جس پر یہ قول شریف صادق آتا ہے کہ "میرے بعد نہ کہے گا اس کلمہ کو مگر جھوٹا" اور چونکہ روح کشف و بیان کے شہر کا دروازہ زبان ہے۔ اس لئے حدیث میں آیا ہے۔ کہ "میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اُس کا دروازہ ہیں" اور گو اس حدیث کی سند میں کلام ہے مگر شاہد حال اس کی گواہی دیتا ہے اور یہ معتبر و امانت دار گواہ ہے۔ فافہم

ہدایت کے ذرائع اللہ تعالیٰ کے قول وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ (اور ہم اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور زیادہ لیں گے) کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ جب تم کو راہ حق میں کوئی بھائی ملے تو اُس کی حفاظت کرو۔ اُس کے ذریعہ سے تم کو وہ زیادہ دے گا جس کے لئے تم نے اُس سے بھائی چارہ کیا ہے۔

جب تم پیشوایان ہدایت کے پاس آؤ تو صرف اسی لئے آؤ کہ اُن کے ذریعہ سے تم کو ہدایت ہو اور یہ حاصل نہیں ہو سکتا مگر اُسی صورت میں کہ تم اپنے آپ کو گمراہی پر جانو اور روح ہدایت کے نور کے ذریعہ سے اُس رنج کو دور کرنے کے لئے تم بے قرار ہو۔ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ (بھلا کون ہے کہ جب کوئی شخص اُس سے فریاد کرے اور وہ اُس بے قرار کی فریاد کو پہنچے)

جس کے ساتھ علیم حکیم کی روح پورے طور سے قائم ہو وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کا اپنے زمانہ

لہ تیرھویں پارہ کا دوسرا رکوع (سورہ یوسف کی پینسٹھویں آیت)

میں آدم ہے۔ اس لئے اُس پر اُن کے مصالح کی خبرگیری ویسی ہی واجب ہے۔ جیسی باپ پر اپنی اولاد کی یہی وجہ ہے کہ قطبوں اور ہدایت کے اماموں کو لوگوں سے کنارہ کشی کی گنجایش نہیں ہوتی۔ اور وہ اپنی رحمت کی مدد اور حکمت کی رہنمائی کو لوگوں سے روک نہیں سکتے کیونکہ اس درجہ کے لوگ اُس کے کہنے کو ٹال نہیں سکتے جس نے کہا ہے کہ "وعلی المولود له رزقھن وکسوتھن بالمعروف[1] (اور جس کا وہ بچہ ہے (یعنی باپ) اس پر دستور کے مطابق ماؤں کا کھانا کپڑا دینا لازم ہے) اور اگر یہ رحمت اُن پر واجب نہ ہوتی تو وہ جھٹلاتے اور ستائے جانے پر کیوں صبر کرتے۔ لیکن "تمھارے[2] پروردگار نے مہربانی کرنا اپنے اوپر لازم کرلیا ہے"۔

اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سینہ اُن کے وہم کی غلامی سے آزاد نہ ہو جاتا تو جو تحقیق محمدی سینہ سے اُس میں پہنچی اُس کی گنجایش اُس میں نہ ہوتی۔ اور اُن کا نام جو عتیق یعنی آزاد ہوا اُس کی اصل یہی ہے۔

جو شخص اس وجود میں اپنے سردار کو چھوڑ کر ظاہر ہونا چاہے اُس کی جزا اُس کے قصد کے خلاف پوشیدگی ہے۔ اور جو شخص اپنے سردار کی بزرگی کو ظاہر کرنے کے لئے اپنی گم نامی چاہے گا اُس کی جزا ظہور اور تفرد کا ہے۔

قُلْ کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ[3] (کہو کہ ہر ایک اپنے طور پر عمل کرتا ہے) طور سے مراد اُس کا مرتبہ وجود یہ ہے۔ پس کسی موجود کے لئے ممکن نہیں ہے کہ اپنے مرتبۂ وجود یہ کے حکم سے باہر نکل جائے اب دیکھو کہ جس شخص کا طور جہل و حجاب کا مرتبہ ہے وہ جس قدر فنون علمیہ میں مشغول ہوگا اور کشوفات نظریہ میں تبحّر حاصل کرے گا۔ اُسی قدر حق میں اُس کا شک بڑھتا جائے گا اور صواب سے دور ہوتا جائے گا۔ اور جس کا طور علم وکشف کا مرتبہ ہے اُس کو جتنے شکوک واوہام پیش آئیں گے وہ سب اُس کی آنکھیں کھولتے جائیں گے جن سے وہ حق کو دیکھے گا اور صواب تک پہنچے گا۔ اور یہ یا الہام کے ذریعہ سے ہوگا یا تعلیم کے ذریعہ سے سمجھ کر۔ اور جس کا طور کمینہ پن ہے وہ جس قدر تکبر کرے گا اُسی قدر دلوں میں اُس کی ذلت وخواری بیٹھے گی اور وہ بُرا اور کمینہ سمجھا جائے گا۔ اور انسان کے طور کا آخری مرتبہ عزت ہے۔ پس فروتنی سے اُس کی عزت ہی زیادہ ہوتی جائے گی اور وہ ممدوح وماجور ہوگا۔

صوفیوں کی زبان میں حق کا رخ وہی رُخ ہے جس کو تم نے اپنے پیر میں مشاہدہ کیا ہے۔ اس لئے پیر ہی وہ رُخ ہے جو تمھاری طرف ہے اور جس سے تم حق کو پہچانو گے۔

سرکشی اور حسد کے نتائج سب سے پہلا شخص جس نے سرکشی سے حسد کینہ وری سے غرور اپنے

---

[1] دوسرے پارہ کا چودھواں رکوع (سورہ بقرہ کی دوسو تینتیسویں[۲۳۳] آیت) ۱۲ مترجم۔

[2] کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ (سورہ انعام کی چوّنویں آیت ساتویں پارہ کا بارھواں رکوع۔ ۱۲

[3] پندرھویں پارہ کا نواں رکوع (سورہ بنی اسرائیل کی چوراسویں[۸۴] آیت) ۱۲ مترجم۔

رب کے ساتھ بدگمانی اپنے آقا کے حکم پر تحکم اور اپنی خواہش و وہم سے اُس کے علم و اختیار کا معارضہ کیا ابلیس تھا۔ اس لیے اُس کے بعد جس شخص سے یہ باتیں وقوع میں آئیں وہ ابلیس کا ہم نشین ہے۔ پس اگر اُس نے اس ہم نشین کے قول پر عمل نہ کیا تو اُس سے بچ گیا ورنہ اُس کے ساتھ پٹک دیا گیا۔ اور جس قدر بُرے ہم نشینوں کی قلت ہوگی اُسی قدر اچھے ہم نشینوں کی کثرت ہوگی۔ فافہم

حق کی تلاش معانی ایمان کی روحیں ہیں۔ اس لئے کلموں کی روحیں صرف وہی ہیں جن میں احکام اور حکمتیں ظاہر ہوں۔ اور یہ معانی جس قدر بلند ہوں گے اسی قدر اُن کی عبارتوں کے کمال کی حیات ہوگی۔ پس جس شخص نے اپنے سخت انکار سے عارفوں کو اس سے روک دیا کہ جو معنی لطیف اور روح شریف اُن کو حاصل ہوئی ہے اُس کو اپنے روزمرہ میں بیان کریں وہ اپنے جہل کے سبب سے اُس کلام کا دشمن ہے چاہتا ہے کہ اس کو مُردہ چھوڑ دے اور ملیامیٹ کردے مگر وہ گمان کرتا ہے کہ عارف کو لغو و تحریف سے بچاتا ہے۔ اس لئے اے عارف جب تم اس صفت کے شخص کو دیکھو تو اُس کو ایسے لفظ کی طرف اُتار کر لاؤ جس کے سواحق میں سے اُس کے پاس کچھ نہیں ہے اور تم اپنی یافت کو بیان کرو۔ اور عارفوں کو سخت ضرورت اس بات کی ہے کہ اپنے معارف کو انھیں ظاہری نصوص کے پیرایہ میں لاکر بیان کریں جن کے سواحق سے انکار کرنے والے کا اور کوئی مبدا نہیں ہے۔ کیونکہ اکثر آدمی کے نفوس کثیف ہیں اور حق کے مشاہد شریف ہیں۔ اور مرشدوں کو انکار کے ذریعہ سے نفوس کثیفہ ہی اذیت دیتے ہیں۔ فافہم۔

پیر کی مدد اک دانہ ہے جس کو اس نے اپنے مرید کی زمین قبول میں رکھ دیا اور اپنی تفہیم و تائید سے اُس کو سینچا ہے۔ پس جو کچھ مرید سے یا مرید کی طرف سے ظاہر ہو وہ اُسی دانہ کے ثمرے ہیں۔ اور دانے کے نتیجے اور ثمرے چاہے وہ جتنے زیادہ ہوں اُس شخص کی ملکیت ہیں جو اپنے حق کی زمین میں دانہ ڈالتا ہے۔ اس لئے مرید کو جو کچھ امر نیک میں سے حاصل ہو وہ حقیقت میں اُس کے پیر ہی کا حق ہے۔ اس سبب سے مرید کو یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ اُس کو کوئی ایسی چیز حاصل ہوئی ہے جو اس کے پیر کو حاصل نہ ہوئی تھی اور جس کا ایسا گمان ہو وہ جاہل ہے۔

بادل کو دیکھو کہ کیونکر متفرق ہونا اور خاک کے لئے نیچے اُترتا ہے۔ پس اپنے آپ کو عبودیت سے خاک بناڈالو تب وہ شخص تمھاری خدمت کرے گا جس نے ریاست سے اپنے آپ کو بادل بنایا ہے فافہم

تراب (خاک) راحت کی جگہ ہے اور اُس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ تم کو اس نے تراب یعنی خاک سے پیدا کیا۔ اور اُس اشارہ پر غور کرو جو علیؑ کی کنیت ابوتراب قرار دینے میں ہے تو تم کو معلوم ہوگا کہ علو و بلندی تنزل میں ہے۔ جس نے اپنے آپ کو خاک میں ڈال دیا اُس نے آرام نہ پایا اس کو سمجھو۔

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا (پھر جب ان کا پروردگار پہاڑ پر جلوہ فرما ہوا تو اس کو ہموار کردیا) کے متعلق ان کا قول ہے کہ۔ اگر تجلی نہ پائی جاتی تو وہ ہموار نہ ہوتا۔ پس جب تم ایسے شخص کو

پاؤ جو ظاہر حق سے مڑتا ہو تو جان لو کہ یہ حق کا موحِّد ہے اسی لئے ڈرتا ہے گو خود اُسے اس کا شعور نہ ہو۔ اور اُس کی اس یافت کی حرمت کی نگہداشت کرو۔

جس کو اس کا شہود ہو کہ سارے امر اُسی ایک کے ہیں یہاں اُس کے غیر کا فعل ہی نہیں ہے اور اس کا ایجاد اُس کے معلوم و مراد کے مطابق ہے وہ عالم میں نہ دیکھے گا مگر سچائی واقع کے مطابق۔ اور اس لئے اُس کے نزدیک عالم میں نہیں ہے مگر سچائی نہ کہ اس کی ضد۔ فافہم۔

شہود حق

جس شخص کو یہ شہود ہو کہ ممکن نہیں ہے کہ وجود کے ذریعہ سے اُس کا نقیض قایم ہو۔ اور دونوں کے بیچ میں کوئی واسطہ نہیں ہے وہ نہ مشاہدہ کرے گا وجود میں مگر حق ہی کو۔ اگرچہ کسی چیز کو اُس کے ظہور کے بعد کسی وجہ سے چھپادے یا کسی چیز کو اُس کے چھپنے کے بعد کسی وجہ سے ظاہر کردے۔ اور جب ایسے شخص کا شہود پورا اور کامل ہو گیا تو وہ مشاہدہ نہ کرے گا مگر ایک ہی کو اور اس کا شاہد اُس کا شہود ہو جائے گا۔

جس نے محدود کیا اُس نے شمار کیا اور جس نے مجبور کیا اُس نے توحید کی۔ اور جس کو دونوں امر کے احکام میں حکمت کے ساتھ تصرف کرنے کی قدرت حاصل ہوئی وہ رہا بھی ہوا اور مقید بھی ہوا۔ اور یہی حق مبین ہے۔

خیر کی صورتیں فرشتوں کی سی ہیں اور مقید بھی ہوا۔ اور شر کی شیطانوں کی سی۔ پس خیر کی جس صورت میں ایسی چیز ملی ہوئی ہو جس سے وہ شر ہو جائے گی وہ شیطانی صورت ہے جو تشبیہ و تلبس سے ملکی صورت میں متشکل ہوئی ہے۔ اور شر کی جس صورت میں ایسی چیز ملی ہوئی ہو جس سے وہ خیر ہو جائے گی وہ شیطان ہے جس نے اپنے مقابلہ میں حق کی اعانت کی ہے اس لئے اُس نے اطاعت قبول کی ہے پس وہ اپنے رفیق کو حکم نہ دے گا مگر خیر ہی کا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جھوٹ کی صورت شیطانی ہے۔ مگر جب دو شخصوں میں مصالحت کرانے یا پروردگار کے کسی حق کو قایم کرنے مثلاً کسی کی جان بچانے یا مظلوم کی مدد کرنے یا ظالم کو ظلم سے باز رکھنے اور ایسے ہی دوسرے کام کرنے کو جھوٹ بولا جائے تو یہ شیطانی صورت اس وقت مسلمان ہو گئی ہے۔ حکم دے گی تو خیر ہی کا۔ اور اسی پر قیاس کر لو۔ فافہم۔

جب وجود کسی موجود میں کسی وصف کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے تو وہ موجود موافقت کو دوست رکھتا ہے اور جب اُس کی مخالفت کی جاتی ہے تو مفارقت قبول کرتا ہے۔ اسی لئے جب تم کسی موجود کے کسی کام کو عیب لگاؤ گے تو وہ ضرور اس کو ناپسند کرے گا اور تمھاری بات کو قبول نہ کرے گا۔ مگر اُسی صورت میں کہ تم اُس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرو وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ[1] (اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کی تلاش میں ہو تو اُس کا وہ دین مقبول نہیں۔ فافہم)

بہشت کے درجے

بہشت کے بہت سے درجے ہیں۔ سب سے اعلیٰ فردوس ہے جس کی چھت اُس

---

[1] تیسرے پارہ کا سترھواں رکوع (سورہ آل عمران کی پچیاسیویں آیت، ۱۲)

رحمان رب اعلیٰ کا عرش ہے جو روزی دیتا ہے اور اُس کو کوئی روزی نہیں دیتا۔ اور اسی سے ہر اہلِ جنت کے لئے وہ چیزیں آتی ہیں جن کو نہ اُن کی اور نہ اُن کے سوا اوروں کی آنکھوں نے دیکھا ہے اور نہ کانوں نے سُنا ہے اور نہ ان میں سے کسی بشر کے دل میں اُن کا خیال گذرا ہے۔ پس عرش کے پاس وہ چیز ہے جس کو صرف حقِ مجرد ہی کی رحمانیت جانتی ہے۔ اور فردوس کے پاس رحمان کے یہاں کی وہ چیز ہے جو اُس کے پاس عرش کے واسطہ سے آتی ہے۔ اس لئے اس پر نہیں مطلع ہوتے مگر عرش اور اہلِ عرش۔ اور جس جنت کی چھت فردوس ہے اُس کے رہنے والوں کے پاس رحمان کے یہاں سے فردوس والوں کے واسطہ سے وہ چیز آتی ہے۔ جس کا علم و ادراک اہل عرش اور اہلِ فردوس کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ اور اسی طرح سے آخر زمانہ تک۔ پس ان بہشتوں میں سے جو ادنیٰ ہیں اُن کی نعمتیں بھی ادنیٰ ہیں اور جو اعلیٰ ہیں اُن کی نعمتیں بھی اعلیٰ ہیں۔ اور ہر جنت والے کو اُس کی چھت رحمان کا عرش دکھائی دے گی کیونکہ وہ اپنے رب رحمٰن کو نہ دیکھیں گے مگر اُس کے مظاہر میں۔ اور اس میں انھوں نے طول طویل تقریر کی ہے۔

حق شناسی

بایزید رضی اللہ عنہ کا جو یہ قول ہے کہ:۔

"میں حجاب میں ہوا تو میں نے گھر کو دیکھا اور صاحبِ خانہ کو نہ دیکھا۔ پھر دوسری مرتبہ حجاب میں ہوا تو گھر کو بھی دیکھا اور صاحب خانہ کو بھی دیکھا پھر تیسری مرتبہ حجاب میں ہوا تو صاحب خانہ کو دیکھا اور گھر کو نہ دیکھا" اس کے بارہ میں یہ کہتے ہیں کہ اگر بایزید حقیقت کو ایسا پہچانتے کہ پہچاننے کا حق ہے تو ہر چیز کو اُس کی منزلت پر اُتار لاتے اور اُن سے پوشیدہ نہ رہتا کہ جب عدو کو دیکھتے تو کل ایک ہی تھا اور جب ایک کو دیکھتے تو عدد اُن سے پوشیدہ نہ رہتا۔ فافہم

اللہ تعالیٰ کے قول رب المشارق کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ یعنی ہر دائرہ میں اُس کا ایک مشارق (جائے طلوع) ہے کہ اُس دائرہ والے اُس کو صرف اُسی مشرق سے پہچانتے ہیں اور اُس کو سجدہ نہیں کرتا مگر اُسی جہت سے۔ پس جہمیوں کے لئے نقہا ربوبیت کے مشارق ہیں۔ اور فقہا۔ کے لئے صوفی مشارق ربوبیت ہیں۔ اور صوفیوں کے لئے ذوق باطن والے مشارق ربوبیت ہیں۔ اور اسی طرح سے اعلیٰ مشارق تک اور یہ مشارق تحقیق کے ناطقے ہیں۔ پس جو شخص عبادت کرتا ہے۔ وہ رب کے سجود کا قصد نہیں کرتا مگر اُسی حالت میں کہ وہ اس کے پاس اس کے دائرہ کے مشرق سے آئے۔ اور یہ وہ صورت ہے کہ جب اپنے مافوق میں اُس کے پاس آئے تو وہ کہے کہ میں تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں تو میرا رب نہیں ہے۔ اور جب اُس کے لئے اس صورت میں آئے تو کہے کہ تو میرا رب ہے اور اس کے لئے سجدے میں گر پڑے۔ کیونکہ اس نے اُس کے لئے اُس صورت میں تحویل کی ہے جس کے ذریعہ سے اور جس میں وہ پہچانتا ہے۔ فافہم۔

شرعی احکام

یہ کہتے ہیں کہ بعض لوگوں نے حدیث ماترکتُ شیئاً یقربکم الی اللہ الا وقد بینتہُ، الخ (تم کو اللہ سے نزدیک کر دینے والی کوئی چیز میں نے نہیں چھوڑی ہے جس کو میں نے بیان نہ کر دیا ہو) کے متعلق کہا ہے کہ "اُس بنا پر جو چیز کہ نہ کتاب اللہ میں پائی جائے

اور نہ سنت میں وہ نیک کام نہیں ہے اور اس کی تائید اس دوسری حدیث سے ہوتی ہے کہ "جس عمل کے بارہ میں ہمارا حکم نہیں ہے وہ مردود ہے" میں کہتا ہوں کہ یہ کہنا اُس صورت میں صحیح ہوتا جب کہ اس بات کی کوئی دلیل ہوتی کہ جو کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا اور جتنی چیزوں کی رہنمائی کی تھی سب اُن سے نقل کی گئی اور ہم تک پہنچی ہے۔ حالانکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ بہت سی باتیں وہ بھول گئے اور بہت سی جن میں انھوں نے مصلحت دیکھی مخفی رکھیں۔ اور اس واقعہ کے موجود رہتے کیونکر یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ جس چیز کا ذکر ہم نے اُس سنت میں نہ پایا جو ہم تک پہنچی وہ اُن باتوں میں سے نہیں ہے جن کو شرع نے بیان کیا ہے ہو سکتا ہے کہ اُن امور میں سے ہو جو بتائے گئے مگر ہم تک نہ پہنچے۔ اور جب ہم اُس بات کو نہیں جانتے تو کیونکر یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ نیک کام نہیں ہے۔ بلکہ حق یہ ہے کہ جس چیز کی ہم کو کوئی اصل مل جائے گی گو وہ دور کی کیوں نہ ہو اور کوئی چیز صریحاً اُس کی باطل کرنے والی نہ ملے تو وہ نیک کام ہے۔ اور جس چیز کی نہ ہم کو کوئی اصل ملے اور نہ کوئی مُبطل وہ موقوف ہے اُس کا حکم اللہ تعالیٰ کے حوالہ ہے اور جس چیز کا ہم کو مبطل ملے تو اس سبب سے کہ اُس کی اصل بطلان ہے تاوقتیکہ اُس کو صحیح قرار دینے کی دلیل نہ ملے۔ اور شاید جو لوگ کہ ایسی صورتوں میں جن کو بعض عام حکم یا نصوص باطل قرار دیتے ہوں الہام پر عمل کرنے کو صحیح سمجھتے ہیں وہ ان مبطلات کی تخصیص خضر علیہ السلام کے قصہ اور اسی قسم کی باتوں سے کرتے ہوں اور اُس شخص نے بے شک انصاف کو راہ دیا ہے۔ جس نے صاحبِ حال لوگوں کے لئے یہ کہا ہے کہ ہم اُن کے لئے اُن کے حال کو تسلیم کرتے اور اُن کا اقتدا ہم نہیں کرتے۔ کیونکہ ہم نہ اُس کا مبطل پاتے ہیں اور نہ مصحح۔

تکبر کے خطرات جس کو اپنی نسبت بڑائی اور عظمت کا توہم ہوا اُس میں اور انی الٰہ من دونہ کہنے والے میں کوئی فرق ہے؟ اس سے بڑھ کر اور کیا افترا ہو سکتا ہے؟

حدیث اعوذ بک ان اغتال من تحتی (میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ میں اپنے نیچے والے سے دھوکا کھاؤں) کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ۔ یعنی میں تیری پناہ اس بات سے چاہتا ہوں کہ جس کا مرتبہ میرے مرتبہ کے نیچے ہے اپنے تحکم سے مجھ پر غالب آجائے یہاں تک کہ اپنے مرتبہ کے حدود کی قیدوں میں داخل ہو کر مجھکو میرے حکم کے نافذ کرنے سے خارج کر دے۔ بس اپنے نیچے والے سے دھوکا کھانا یہی ہے۔ اور یہی اللہ تعالیٰ کے قول فجعلنا[1] عالیھا سافلھا (پھر ہم نے اُس کے اوپر کے حصہ کو اُس کے نیچے کا حصہ کر دیا) کی حقیقت ہے۔ فافہم

محقق مجرد مطلق ہر اہل مرتبہ کو اُسی کی زبان میں خطاب کرتا ہے۔ اور ہر چیز اُس کے پاس اندازہ سے ہوتی ہے۔ چنانچہ اہل خبر کو اُن کی خبرت مخاطب کرتا ہے۔ اہل نظر کو اُن کی نظر سے اور اہلِ ذوق

---

[1] چودھویں پارہ کا پانچواں رکوع ۱۲

اُن کے ذوق سے۔

ذکر بالحق ذکر بالحق کی علامت یہ ہے کہ وہ ذکر حق سے تمھارے پاس وہ چیز لائے کہ جب میں اُس کو تمھارے لئے کھول دوں تو تم اُس کو اپنے قلب میں ثابت پاؤ گویا وہ ہمیشہ تمھارے پاس موجود تھا مگر کسی عارض کے باعث تم اُس کو بھول گئے تھے۔ اور جب اُس بیان کے ذریعہ سے تمھارے لئے وہ کھول دیا گیا تو تم کو وہ یاد آگیا فذکر انما انت مذکر۔ فافہم

فان اتبعتنی فلا تسألنی عن شیٔ الا مہ (پس اگر تم کو میرے ساتھ رہنا ہی ہے تو جب تک میں تم سے کسی بات کا تذکرہ نہ کروں تم مجھ سے اُس کی بابت کچھ پوچھنا ہی نہیں) کے متعلق کہتے ہیں کہ۔ یہ اس لئے کہا گیا کہ تابع کا کمال یہ ہے کہ اپنے متبوع کے ذریعہ سے متحقق ہو۔ اور اس کا راستہ محبت و تعظیم ہے اور ان دونوں کے لوازمات میں سے عاشق کے ارادہ کا معشوق کے ارادے کے مطابق ہونا ہے۔ پس قول یا فعل میں اُس سے سبقت نہ کرے۔ اور یہ وجہ بھی ہے کہ تابع جب اپنے متبوع سے ایسی بات کو پوچھے گا جس کا اس نے اُس سے ذکر نہیں کیا ہے تو ممکن ہے کہ متبوع کی حکمت کا اقتضاء یہ ہو کہ متبوع کو اُس کا جواب نہ دے۔ ایسی صورت میں اگر متبوع جواب دے گا تو حکمت کی مخالفت سے مضر ہوگا۔ اور اگر جواب نہ دے گا تو اس کا کھٹکا لگا ہوا ہے کہ تابع کے نفس پر گراں گزرے گا اور صاف محبت مکدر ہو جائے گی اور متبوع سے فائدہ پہنچنا موقوف ہو جائے گا۔ فافہم۔

ذکر بیان ہے۔ اور یہ ایک تو الٰہی ہے جو اللہ کی طرف کا ذکر ہے۔ اور ایک رحمانی ہے جو رحمٰن کی طرف کا ذکر ہے۔ اور ایک ربانی ہے۔ جو اُن کے رب کی طرف کا ذکر ہے۔ اور ایک رحمت ہے جو تمھارے رب کی رحمت کا ذکر ہے۔ اور قرآن کی زبان میں حدوث کے ساتھ ان میں سے کسی ذکر کو موصوف نہیں کیا ہے مگر اُسی جو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا ہے۔ پس جو ذکر حدوث کے ساتھ موصوف ہے وہ ان دائروں میں سے ایک ہے۔ فافہم۔

عارفِ حق کے کلام میں تمھارا صرف اُسی قدر حصہ ہے جو تم اُس سے سمجھ لو۔ اور خود عارف میں تمھارا صرف اُسی قدر ہے جس قدر کا تم اُس میں مشاہدہ کرو۔ پس اس بات کی کوشش کرو کہ تم اپنے پیر کے ساتھ متحقق ہو اس وقت تم حق قایم ہو گے نہ خلق۔ فافہم۔

حضرت ابراہیم کے واقعہ کی توضیح واذ قال ابراہیم رب ارنی کیف تحیی الموتی الآیہ کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ اس پر دو جہتوں سے گفتگو ہو سکتی ہے۔ ایک تو ظاہر لفظ کے مقتضیٰ کے مطابق۔ اور دوسری اُس کی حقیقت کے اعتبار سے پہلی جہت کی گفتگو یہ ہے کہ اس میں کئی سوال ہیں۔ پہلا سوال یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ ابراہیم علیہ السلام کو اُن پر فضیلت تھی جو وہاں

ے حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کے قصہ میں حضرت خضر کی زبان سے یہ جملہ ہے (دیکھو پندرھویں پارہ کا اکیسواں رکوع) ۱۲

گاؤں میں سے گزرے تھے ان کے اس سوال کرنے میں کیا حکمت تھی کہ ان کا رب ان کو دکھائے کہ وہ مردہ کو کیونکر زندہ کرتا ہے۔ حالانکہ ان کو یہ معاملہ بغیر سوال کے دکھلایا گیا چنانچہ اُن سے ابتداً کہا گیا تھا کہ "وانظر الی العظام الآیۃ" (اور ہڈیوں کی طرف دیکھو کہ کیونکر بڑھاتے ہیں ہم اُن کو اور پھر اُن کو گوشت پہناتے ہیں) اس کا جواب یہ ہے کہ جو گاؤں پر سے گزرے تھے اُن کی طرف سے بھی سوال ہوا تھا مگر اُس میں مسئول منہ کی تعیین نہ تھی چنانچہ اُنھوں نے کہا تھا کہ "کیونکر زندہ کرے گا اس کو اللہ اُس کی موت کے بعد" اور یہ یا ان کی غفلت کے باعث بنا یا جہالت کے باعث اگر نبی نہ تھے یا تعجب میں مشغول ہو جانے کے باعث اگر نبی تھے یا غافل و جاہل نہ تھے اور بیان و کشف کی رو سے اس طور پہ کہ ظاہر ہو کہ اُن کے سوال کا جواب ہے اللہ نے اُن کو دکھایا جو کچھ کہ دکھایا۔ اور یہ بھی جو دکھایا تو اس کے بعد کہ سو برس تک ان کو مردہ رکھا اور اس کے بعد جلا اٹھایا۔ اس لئے اُنھوں نے اس کو نہ دیکھا مگر بحث موت کی حالت میں۔

سوالات و جوابات

اب رہے ابراہیم علیہ السلام سو وہ اپنے سوال کے ساتھ کمال حضور کے قصد سے حق کی طرف متوجہ ہوئے اور اُن کا سوال فوراً قبول ہو کر اُن کی مراد اُن کو ملی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول "فخذ" اس پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکر اُس امر کے ساتھ اعتناء کو جتلانے اور ابراہیم علیہ السلام کی بزرگی ظاہر کرنے کے لئے حرف "فا" لایا گیا ہے جو فوریت کا مقتضی ہے۔ اور اُنھوں نے مرنے اور جی اُٹھنے کے قبل وہ بات دیکھی جو اُنھوں نے موت سے اُٹھ کر دیکھی تھی پس اس سے ابراہیم علیہ السلام کی فضیلت گاؤں سے گزرنے والے پر ثابت ہوئی۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ "ولکن لیطمئن قلبی" کا استدراک کس چیز سے ہے۔ اور اطمینان قلب سے یہاں کیا مراد ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس استدراک کا مقصود عدم ایمان کے باعث سوال کرنے کی نفی اور فقط اطمینان قلب کے لئے سوال کرنے کا اثبات ہے۔ اور اطمینان سے اُس رنج و پریشانی کا دفع ہو جانا مراد ہے جو حصول مسئول عنہ کے انتظار سے لاحق ہوئی تھی نہ کہ تردد و شک کے رنج کا دفع ہو جانا۔ تیسرا سوال یہ ہے کہ جبکہ ابراہیم علیہ السلام کی نسبت پہلے یہ خبر دی جا چکی تھی کہ وہ بے شک دنیا میں برگزیدہ اور آخرت میں نیکو کاروں میں سے ہیں تو اُن کے سوال کے مقابلہ میں اُن سے "اولم تؤمن" (کیا تم کو ایمان نہیں) کہنے کی کیا توجیہ ہو سکتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ "مجھ کو دکھاؤ" کبھی تو ایسے مقام پر بولا جاتا ہے جہاں معلوم اور برہان سے ثابت شے کی کیفیت کا مشاہدہ مقصود ہوتا ہے تاکہ برہان کے ساتھ عیاں سے بھی معلوم ہو جائے۔ اور کبھی اعتقاد نہ رہنے کے باعث ساکت و عاجز کرنے کے لئے کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ اُس کمزور آدمی سے جو ایک بڑے بھاری چٹان کو اکیلے اُٹھا لینے کا دعویٰ کرے تم کہو کہ مجھے دکھا کہ تو کیونکر اُسے اٹھاتا ہے۔ حالانکہ تم کو اعتقاد ہے کہ نہ وہ اٹھا سکتا ہے اور نہ اُس کے امکان میں ہے۔ لیکن ابراہیم علیہ السلام نے اس دوسری صورت کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ اور نہ اس کا توہم تھا۔ یہ تو صرف پروردگار کی اُس حکمت کا اقتضا تھا جو اُس نے اپنے بندوں کے لئے مفید سمجھی تھی۔ جو ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا تم کو ایمان نہیں ہے؟ اُنھوں نے کہا کہ کیوں نہیں۔ اس سوال و جواب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے

ایمان والے بندوں کو اپنے ایک حبیب کی نسبت بدگمانی کرنے سے بچا دیا کیونکہ اس آیت کو سُن کر اُن کو ایسا وہم ہوتا اور وہ نادانستہ اپنی بدگمانی کے باعث ضرر اُٹھاتے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ برگزیدگی کی خبر دینے سے قبل اس سوال کا وقوع ہوا ہو واللہ اعلم۔

پرندوں کی وجہ تخصیص

چوتھا سوال یہ ہے کہ اور اعداد کو چھوڑ کر چار کی تعین میں کیا مصلحت ہے۔ اور پرندوں کے جنس کی تعین میں کیا مصلحت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چار کا عدد سب سے بڑھ کر اعداد کا جامع ہے۔ کیونکہ یہ فرد بسیط کا جو ایک ہے اور فردِ مرکب کا جو تین ہے اور جفت بسیط کا جو دو ہے اور جفت مرکب کا جو چار ہے جامع ہے۔ پس اس میں اس بات کو یاد دلانا ہے کہ خلق کو اپنے رب کے لئے دو دو اور ایک ایک کر کے کھڑا ہونا چاہئے اور دو دو بسیط بھی ہو سکتے ہیں اور مرکب بھی اور علیٰ ہذا ایک ایک بسیط بھی اور مرکب بھی۔ اور اس میں اُن لوگوں کی صنفوں کا بھی یاد دلانا ہے جو اٹھائے جائیں گے۔ کیونکہ اُن کی چار ہی قسمیں ہوں گی (۱) کافر (۲) مومن اپنے اوپر ظلم کرنے والا۔ (۳) مومن میانہ رو مخلط (۴) سابق بالخیرات۔ اور پرندوں کی تخصیص کا سبب یہ ہے کہ یہ سب جانوروں سے بڑھ کر بھڑکنے والے اور جس سے بھڑکیں اُس سے بھاگنے اور دور رہنے پر سب سے زیادہ قدرت رکھنے والے ہیں۔ پس جب اس جنس کو وہ پکاریں گے اور وہ اُن کے پاس دوڑتا چلا آئے گا تو دوسری جنس والے بطریق اولیٰ آئیں گے۔ اور اس لئے یہ باعتبار دوسروں کے بہت بڑی نشانی قدرت ہوں گے۔ اور یہ وجہ بھی ہے کہ تمام جانوروں کے اعتبار سے پرندوں میں بہت کم رطوبت ہوتی ہے اور مرنے کے بعد سب سے جلد یہ خشک ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ان کی جسمانی حیات کا ظاہر و باطن نہ رہنا متیقن ہوگا۔

دیگر سوالات کے جوابات

پانچواں سوال یہ ہے کہ "کل جبل" سے آیا سارے پہاڑ مراد ہیں یا صرف چار ہی پہاڑ یا اور کچھ۔ اور جو صورت مراد ہو اُس کی وجہ کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اُس قدر پہاڑ مراد ہیں جس قدر پرندوں کے ٹکڑے کئے جائیں۔ اگر زیادہ ہوں تو زیادہ اور کم ہوں تو کم۔ اور اس کی دلیل "اجعل علی کل جبل منھن جزءً ا" (پھر ایک ایک پہاڑی پر اُن کا ایک ایک ٹکڑا رکھدو) ہے۔ اور ٹکڑوں کی تعداد حکم میں بیان نہیں کی گئی۔ اور کُل پہاڑوں پر اس کو محمول کرنا عادتًا متعذر ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ کُل پہاڑ پر اُن میں سے ایک ایک ٹکڑا بلا تعین رکھدیا جائے کیونکہ یہی قصہ کے مناسب ہے اور اس میں امر عجیب کا معائنہ ہے۔ چھٹا سوال یہ ہے کہ "ثم ادعھن" میں لفظ ثم کیوں لایا گیا ہے؟ اور پرندوں کے آنے کو اُن کے بلانے پر کیوں معلق کیا گیا ہے؛ اور اُن کے "آنے" میں کیا حکمت ہے۔ جہاں وہ زندہ ہوتے وہاں سے اُڑ جانے پر کیوں کفایت نہ کی گئی۔ اور دوڑتے ہوئے آنے میں کیا مصلحت ہے۔ اُڑ کر یا آہستہ چل کر آنے میں کیا مضائقہ تھا۔ (یہ سوال تو اُس تقدیر پر ہے کہ دوڑنا پرندوں سے متعلق ہو۔ اور اگر ابراہیم علیہ السلام سے متعلق ہو تو) ان کے دوڑنے میں پرندوں کے جی اٹھنے کو دیکھتے یا اُن کو پکارتے وقت کیا فائدہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ثم اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ پرندوں کے پہاڑ پر پہنچنے کے بعد کچھ مہلت ہونی چاہئے تاکہ اُن کے خشک ہو جانے کی جگہ

میں پڑے رہنے کے باعث اُن کی موت میں کوئی شبہ باقی نہ رہے ۔ اور اگر اس کا لحاظ کیا جائے کہ وہ اُن پہاڑوں پر رکھے گئے تھے جن پر آفتاب کی دھوپ بے روک پہنچتی تھی اور بعض دوسری آثار کو آفتاب کی طرف منسوب کرتے تھے ۔ اور جب اُن کو تھوڑے عرصہ تک اُن پہاڑوں پر چھوڑ دیا گیا اور وہ زندہ نہ ہوئے تو معلوم ہوا کہ آفتاب میں وہ تاثیریں نہیں ہیں جو وہ سمجھے تھے ۔ لیکن جب اُن کو حق کے پکارنے والے نے پکارا تو وہ اُس کے پاس آئے اور دوڑتے ہوئے آئے ۔ پس اس میں یہ ارشاد ہے کہ احیار موتیٰ اُن کی دعا سے ہوگا" ثم اذا دعاکم دعوۃً من الارض اذا انتم تخرجون "پھر جب وہ تم کو ایک آواز دے کر زمین سے بلائے گا تو بس (تم نکل پڑوگے) لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلانا کلام نفسانی کے ذریعہ سے ہے جو اُس کی جناب کے شایان اور مراد کو مدعو تک پہنچانے میں کلام لسانی کا قایم مقام ہے ۔ پس اس مقام پر ابراہیم علیہ السلام کا کلام لسانی بلانے کے ذریعہ سے مردہ کو زندہ کرنے میں حق تعالیٰ کے کلام نفسانی کا مظہر ہے ۔ تاکہ کلام کرتے وقت اپنے نفس کی رویت میں اُن کو زندہ کرنے کی رویت حاصل ہو جائے ۔ کیونکہ ابراہیم علیہ السلام اسم محیی کے مظہر تھے ۔ پس اگر یہ قول سے نہ بلاتے تو ان کے پاس احیاء کے مظاہر میں سے کوئی ایسی چیز نہ ہوتی جس کو محسوس کر کے وہ احیار کو محسوس کر سکتے ۔ اور اس مظہر میں کھلا ہوا برہان ابراہیم علیہ السلام کے مخالفوں کے مذہب کے باطل ہونے کا موجود ہے جو مخفی نہیں ہے ۔ اور اگر یہ ان کے قول مسموع کے ذریعہ سے جو حس کے ذریعہ سے یقینی ہے نہ ہوتا تو مخالفوں کے لئے اس مکابرہ کی گنجایش تھی کہ وہ زندہ کرنا ویسا نہیں ہے جیسا لوگ ان کی طرف نسبت کیا کرتے ہیں ۔ اور پرندوں کے آنے میں اُس خبر کا یاد دلانا ہے جو مُردوں کے زندہ کرنے والے نے اپنے اس قول کے ذریعہ سے دی ہے ۔ یوم یدعوکم فتستجیبون بحمدہٖ "(جس دن کہ خدا تم کو بلائے گا تو تم اُس کے حکم کی تعمیل کروگے اس کی تعریف کرتے ہوئے) یعنی اُٹھ کر اس کی طرف جاؤگے ۔

اب رہا پرندوں کا پہاڑ پر سے دوڑ کر جانا ۔ سو اس سے اُن کی قوت، اور اُن کی حیات اور اُن کی صحت وغیرہ پورے طور سے ثابت ہوتی ہے ۔ اس لئے اُن کا دوڑنا اس امر کی دلیل ہے کہ جیسے وہ پہلے تھے ویسے ہی تمام و کمال ہو گئے ۔ اور اس میں "کما بدأکم تعودون" (جس طرح تم کو پہلے پیدا کیا تھا اسی طرح تم دوبارہ بھی پیدا ہوگے) اور دوبارہ جلائے ہوئے لوگوں کی قبروں سے دوڑ کر جانے کو یاد دلاتا ہے ۔ اس آیت پر انھوں نے بڑی طویل تقریر کی اور بہت سے سوال و جواب لکھے ہیں ۔ واللہ اعلم ۔

---

۱ اکیسویں پارہ کا چھٹا رکوع (سورہ روم کی پچیسویں آیت)

۲ پندرھویں پارہ کا پانچواں رکوع (سورہ بنی اسرائیل کی باونویں آیت ۱۲ مترجم

۳ آٹھویں پارہ کا دسواں رکوع (سورہ اعراف کی انتیسویں آیت)

۴ یہ سورہ معارج کی تینتالیسویں آیت (پارہ ۲۹ رکوع ۸) کی طرف اشارہ ہے لفظ یہ ہے یوم یخرجون من الاجداث سراعاً کانھم الی نصب یوفضون جبکہ یہ قبروں سے نکل پڑیں گے اور اس طرح دوڑتے ہوں گے کہ گویا کسی یا کسی طرف دوڑے چلے جا رہے ہیں ۔

غیر محدود خدا

وما یخفی علی اللہ من شیءٍ فی الارض ولا فی السماء (اور اللہ پر کوئی چیز چھپی نہیں رہتی نہ زمین میں اور نہ آسمان میں) کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ جہت سے پاک ہے۔ دلالت کی وجہ یہ ہے کہ ترقی کا قاعدہ چاہتا ہے کہ زمین پر کی چیز کی اطلاع زمین کے لئے آسمان پر کی چیز کی اطلاع سے قریب تر ہو۔ پس اگر آسمان اللہ تعالیٰ کی جہت ہوتا تو اس آیت میں مؤخر نہ ہوتا۔ کیونکہ یہ کہنا اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ فلاں بادشاہ پر نہ دور کے شہروں کی کوئی بات پوشیدہ ہے اور نہ اپنے محل یا اپنے شہر کی۔ کہنا تو یہ چاہیئے کہ اُس پر نہ کوئی بات اپنے شہر کی پوشیدہ ہے اور نہ دور کے شہروں کی۔ اس لئے حق تعالیٰ کی اگر کوئی جہت ہوتی تو یہ آیت اُس جہت کی ضرور مقتضی ہوتی۔ لیکن ہم سب اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ زمین کی جہت سے منزہ ہے۔ اور یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ وہ آسمان اور اُس کے اوپر کی جہت سے منزہ ہے۔ اور ان دونوں کے سوا اور کوئی جہت نہیں ہے۔ اس لئے اُس کی اصلا کوئی جہت نہیں ہے فافہم۔

غیر فانی امور

جس شخص نے کسی امر کو اپنے نفس امکانی کی طرف منسوب کیا اُس نے اُس کو محل زوال و فنا کی طرف منسوب کیا۔ اس لئے وہ معرض زوال ومحو ہے۔ اور جس نے اُس امر کو اپنے مولیٰ حق تعالیٰ کی طرف جو واجب الوجود ہے منسوب کیا اُس نے اُس کی نسبت بارگاہِ بقا، و دوام سے قایم کی۔ اس لئے وہ مراتب بقا، میں ہمیشہ باقی ہے۔ پس اے بندے جس چیز کا زوال و فنا تو پسند کرتا ہو اُس کو اپنے نفس کی طرف منسوب کر۔ اور جس چیز کا دوام و بقا تو چاہتا ہو اُس کو اپنے رب کی طرف منسوب کر۔

جس کو حق تعالیٰ اپنے آپ میں مشغول فرماتا ہے اُس کو کسی ایسی چیز کے سبب سے جس پر اُس کو خلق میں سے متعین کرتا ہے۔ اپنے آپ سے روگرداں ہونے نہیں دیتا۔ کیونکہ وہ شخص اپنے ظاہر سے اس کام میں رہتا ہے۔ اور اُس کا باطن تو اپنے رب ہی کے پاس ہوتا ہے۔ بندہ جب اپنے سجود کی حالت میں سوجاتا ہے تو اللہ عزوجل اُس کی نسبت فرماتا ہے کہ میرے بندے کو دیکھو کہ اُس کا جسم بھی ہمارے سامنے ہے اور اُس کی روح بھی۔ اور اس کے ذریعہ سے فرشتوں پر فخر کرتا ہے۔ کہ وہ اپنے سجدہ میں مشغول رہ کر بھی اپنے معبود سے غافل نہ ہوا۔ فافہم۔

جب تم اپنے رب سے دعا کرو اور وہ مقرون باجابت نہ ہو تو اس کا باعث دعا کے وقت تمھارے اضطرا کا ویسا سچا نہ ہونا ہے جیسا ہونا چاہیے۔

پیشوایان ہدایت پر واجب ہے کہ بندوں سے اپنی مدد اور اپنی حکمت کی غذا کو موقوف نہ کریں۔ کیونکہ یہ اُن کے بال بچے ہیں۔ اور شرفا، اپنے بال بچوں کو ضایع نہیں کیا کرتے۔

سترِ متکلم میں ہوا کرتا ہے نہ کہ اُس کے کلام میں۔ پس جب باتیں کرنے والا دل کھول کر سننے والے سے ملے گا تو اُس کا کلام بھی اُس سے شگفتہ ہوگا۔ گو تھوڑا ہی ہو۔ اور جب وہ سامع سے کچھ کرلے گا تو اُس کے

---

[1] سورۂ ابراہیم کی اڑتیسویں آیت رپارہ ۱۳ رکوع ۱۸

کلام کے معانی شگفتہ نہ ہوں گے۔ گو بہت زیادہ ہوں۔ اور کلام متکلم کی صفت ہے۔ اس لئے جس نے موصوف کو پالیا اس نے اُس کی صفت کو پایا اور جس نے نہیں۔ اُس نے نہیں۔ کیونکہ صفت جب اپنے موصوف سے جدا ہوئی تو اس کا مرتبہ زائل ہوگیا اور موصوف اُس سے غائب رہا فافہم۔

اعتقاد کی قوت نصیحت قبول کرنے کا سبب ہوتی ہے اور اعتقاد کا نہ ہونا اور کمزور ہونا اُس کے نہ ماننے کا باعث ہوتا ہے۔

حق و باطل کی جنگ ہر ایک امام حق کے لئے ناگزیر ہے کہ اُس کے مقابل میں امام باطل ہو۔ چنانچہ آدم علیہ السلام کے مقابلہ میں ابلیس۔ نوح علیہ السلام کے مقابلہ میں (ا) وغیرہ ابراہیم علیہ السلام کے مقابلہ میں نمرود۔ موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں فرعون۔ داؤد علیہ السلام کے مقابلہ میں جالوت اور اُس کے ہم جنس۔ سلیمان علیہ السلام کے مقابلہ میں صخر۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں پہلی زندگی میں بخت نصر دوسری زندگی میں دجال۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقۃً کوئی مقابل نہ تھا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم احاطہ حقیہ کے ساتھ آئے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ" (اور جب ہم نے تم سے کہا کہ بے شک تمہارے رب نے لوگوں کا احاطہ کرلیا ہے وہی اول و آخر ظاہر و باطن ہے) پس وہ حق ہیں جو باطل پر لاکے ڈالے گئے اس لئے وہ چلتا ہوا۔ یہاں تک کہ ابو جہل نے کہہ دیا کہ واللہ میں جانتا ہوں کہ محمدؐ سچے ہیں۔ اس لئے لوگوں نے اس کو مقابل نہ شمار کیا فافہم

ان کے کلام میں سے اس قدر کفایت کرتا ہے۔

(۳۱۷) سیدی یوسف عجمی کورانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہی پہلے شخص ہیں جنھوں نے ملک مصر میں شیخ جنید رضی اللہ عنہ کے طریقہ کو مٹ جانے کے بعد زندہ کیا۔ انقطاع و سلوک میں ان کا طریقہ تعجب انگیز تھا۔ ان کے کثرت سے مرید اور متعدد خانقاہیں تھیں اپنی خانقاہ واقع قرافہ صغریٰ میں یک شنبہ کے دن نصف جمادی الاولیٰ کو ۷۶۸ھ میں راہی کنعان جنت ہوئے اور بے شمار لوگوں نے ان کا جنازہ پڑھا۔ شیخ نجم الدین محمود اصفہانی اور شیخ بدرالدین حسن تمسیری سے بیعت کی اور خرقہ پہنا تھا۔ اور لاالٰہ الا اللہ کے ذکر کی تعلیم بھی دونوں سے پائی تھی اور یہ شیخ جنید رضی اللہ عنہ کا سلسلہ ہے۔ جب یہ ملک عجم سے مصر کی طرف آرہے تھے تو راستہ میں واردات حق ان پروارد ہوئے مگر انھوں نے اُس کی طرف التفات نہ کیا۔ دوسری مرتبہ پھر وہ حالت طاری ہوئی تب بھی انھوں نے توجہ نہ کی۔ مگر تیسری مرتبہ جب وہی کیفیت طاری ہوئی تو انھوں نے کہا کہ خداوندا اگر یہ بھی واردات ہے تو اس نہر کو میرے لئے دودھ کی بنادے تاکہ میں اپنے اس پیالہ میں لے کر نوش کروں۔ چنانچہ نہر کا پانی دودھ ہوگیا اور اُنھوں نے اُس میں سے نوش کیا۔ بعدہٗ مصر پہنچے۔ اور سیدی حسن تستری رضی اللہ عنہ ان سے پہلے سب چھوڑ چھاڑ کر شیخ کے پاس پہنچ اور نہ تعبہ میں اُن کے لگ بھگ گے

تھے - اور بعض کا قول ہے کہ یہ اسی درجہ میں بالاتر تھے - مگر یہ ان کے بعد ملک مصر میں آئے - اس پر ان سے یوسف رحمہ اللہ نے کہا کہ بھائی جان راستہ ایک ہی کا ہوا کرتا ہے - اس لئے یا تو آپ خلق کے سامنے ظاہر ہوں اور میں آپ کا خادم بن کر رہوں یا میں ظاہر ہوں اور آپ میرے خادم ہوکر رہیں تاکہ طریق کی عزت قایم رہے - سیدی حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں تمھیں خلق کے سامنے ظاہر ہو اور میں تمھارا خادم بنوں گا - چنانچہ سیدی یوسف رضی اللہ عنہ خلق پر ظاہر ہوئے اور مصر میں ان سے بہت سے کرامات اور خارق عادات وقوع میں آئے - ان کا طریقہ مجرد رہنا اور یہ تھا کہ ہر روز خانقاہ سے ایک فقیر باہر نکل کر آخر دن تک لوگوں سے سوال کرے اور جو کچھ وہ لے آئے چاہے جو کچھ ہو اُس دن اُسی پر فقراء بسر کریں - لیکن جب دوسرے فقیروں کی باری ہوتی تھی تو وہ گدھے کے بوجھ بھر روٹیاں پیاز ککڑیاں مولیاں اور گوشت لے آتے تھے اور خود سیدی یوسف رضی اللہ عنہ چند سوکھے ٹکڑے لاتے تھے جس کو ایک ہی فقیر کھا لیتا تھا - لوگوں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو کہا کہ تم میں بشریت باقی ہے اور تم میں اور لوگوں میں ایک قسم کا ارتباط ہے اس لئے وہ تمھیں بھیک دیتے ہیں اور میری بشریت فنا ہوگئی ہے - یہاں تک کہ تم کو ڈھونڈے نہ ملے اس لئے مجھ میں اور تاجروں بازاریوں اور دنیاداروں میں کسی قسم کی مجانست نہیں ہے - اور ان کے سوال کی صورت یہ تھی کہ یہ دوکان یا دروازہ پر جا کے کھڑے ہوجاتے اور اس قدر زور سے اللہ کا نعرہ مارتے کہ اپنے آپ سے غایب ہوجاتے اور زمین پر گرجانے کے قریب ہوجاتے - اس سبب سے جو شخص ان کو پہچانتا نہ تھا وہ کہتا کہ یہ عجمی بھنگ خانہ میں گیا ہوگا -

آپ کے معمولات وکرامات ان کا معمول تھا کہ اپنے زاویہ کا دروازہ دن بھر بند رکھتے تھے نماز کے سوا کسی کے لئے اُس کو کھولتے نہ تھے - اور جب کوئی شخص دروازہ کھٹکھٹاتا تو نقیب سے کہتے کہ جا اور دروازہ کے درزوں سے دیکھ اگر فقیروں کے لئے کچھ فتوح اس کے ساتھ ہوں تو دروازہ کھول دے اور نہیں تو ایسی زیارتیں عذاب جان ہیں - ایک شخص نے ان سے اس کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ فقیر کی سب سے قیمتی چیز وقت ہے اور دنیاداروں کی مال - پس اگر وہ ہمارے لئے مال خرچ کریں تو ہم ان کے لئے اپنا وقت خرچ کریں - یہ جب خلوت سے باہر آتے تھے تو اس وقت ان کی آنکھیں انگاروں کی طرح چمکتی تھیں اور جس پر ان کی نگاہ پڑتی تھی اُس کو کندن بنا دیتی تھی ایک دن ان کی نگاہ ایک کتے پر پڑی بس سارے کتے اُس کے فرمان کے تابع ہوگئے - وہ کھڑا رہتا تو سب کھڑے رہتے اور چلتا تو سب چلتے - لوگوں نے شیخ کو اس کی خبر دی - انھوں نے اُس کتے کو بلا کر کہا کہ دور ہو - بس سب کتوں نے اُسے کاٹ کھانا شروع کیا آخر وہ اُن کتوں کے پاس سے بھاگ گیا - اور ایک بار اور ان کو یہ اتفاق ہوا کہ یہ چلہ سے باہر آئے تھے کہ ان کی نظر ایک کتے پر پڑی اور سب کتے اُس کے مطیع ہوگئے اور بہت سے آدمی اپنی مرادیں لے کر اس کے پاس دوڑے جانے لگے - اور جب یہ کتا بیمار ہوا تو سارے

کتے اس کے گرد جمع ہو کر رونے اور غم و رنج کا اظہار کرنے لگے۔ اور جب وہ مرگیا تو سب نے نالہ و شیون کی آواز بلند کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو الہام بھیجا تو انھوں نے اُس کو دفن کیا اس کے بعد اُس کے ہمراہی کُتے مرتے وقت تک اُس کی قبر کی زیارت کرتے رہے۔ اس نگا نے جب کُتے کو یہاں تک پہنچا دیا تو انسان پر اگر پڑی ہوگی تو اُس کا کیا حال ہوا ہوگا۔ بادشا کے کچھ غلام خوف سے بھاگ کر ان کے پاس چلے آئے تو انھوں نے بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ ان کا قصو معاف کر دو۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر تم فقیر ہو تو سلطنت کے کام میں دخل نہ دو اور اُن کو میرے یہاں واپس بھیج دو۔ مگر اُنھوں نے نہ بھیجا۔ تب بادشاہ نے کہلا بھیجا کہ تم بادشاہی غلاموں کو تباہ کرتے ہو۔ انھوں نے کہا کہ نہیں میں تو ان کو درست کرتا ہوں آخر خود بادشاہ ان کے یہاں آ اس وقت انھوں نے اُن میں سے ایک غلام کو باہر نکالا اور اُس سے کہا کہ اس ستون سے کہہ سونا بن جا۔ چنانچہ اُس نے کہا اور ستون سونا بن گیا اور بادشاہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ تب تو اُس نے معافی چاہی اور شیخ کے قدم چومے۔ پھر شیخ نے بادشاہ سے کہا کہ آیا یہ بنانا ہے یا بگاڑ اور بادشاہ نے درخواست کی کہ میں آپ کے فقرار کے لئے کچھ وقف کرنا چاہتا ہوں۔ انھوں نے انکار کیا۔ اور کہا کہ میں اپنے یاروں کو معلوم روزی کا عادی بنانا نہیں چاہتا۔

---

(۳۱۸) شیخ حسن تستری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شیخ یوسف عجمی کے تعلیم یافتہ اور طریقت کے بھائی تھے اور اُن کے بعد مصر اور اُس کے دیہ کے سجادہ پیری پر بیٹھے۔ اور تمام اطراف و اکناف سے لوگ ان کے پاس حاضر ہوتے تھے۔ ان کا چہرہ چمکتا ہوا اور علم و عمل کامل تھا اور طریقت کی ریاست ان کو ملی تھی۔ سلطان ان کی زیار کو آیا کرتا تھا اس لئے ارکان سلطنت وغیرہ ان سے جلتے تھے۔ آخر اُن لوگوں نے سلطان کو ان بدعقیدہ کر دیا اور بادشاہ نے چاہا کہ ان کو شہر بدر یا قید کر دے۔ چنانچہ وزیر کو بھیجا کہ ان کے زاویہ کا دروازہ بند کر دے۔ اُس وقت شیخ معہ اپنے فقیروں کے مصر کے باہر مقام مطریہ کو گئے ہوئے تھے۔ جب وہاں سے واپس آئے تو دروازہ کو بند پا کر لوگوں سے پوچھا کہ کس نے دروازہ کیا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ فلاں وزیر نے سلطان کے حکم سے۔ انھوں نے کہا کہ اچھا ہم اُس بدن کے دروازوں اور طاقوں کو بند کئے دیتے ہیں۔ چنانچہ وزیر اندھا گونگا اور بہرا ہو گیا او اُس کی ناک بند ہو گئی جس سے سانس نہیں نکلتی تھی اور پیشاب و پاخانہ کے راستے بھی بند ہو اور وزیر فوراً مر گیا۔ بادشاہ کو جب یہ پرچہ لگا تو وہ ان کے پاس پہنچا۔ اور ان سے صلح کر کے اُس نے دروازہ کھلوا دیا۔ اور سلطان کی ساری فوج حسن رضی اللہ عنہ کی اس درجہ مطیع تھی کہ بادشا سے برگردہ ہو کر ان کی حلقہ بگوش ہو گئی۔ ایک مرتبہ ایک نصرانی سنار نے آکر ان سے عرض کیا کہ

سلطان نے میرے پاس بہت ہی بیش قیمت نگینہ اپنی ایک محل کی انگوٹھی میں جڑنے کو بھیجا تھا۔ وہ نگینہ مجھ سے دو ٹکڑے ہوگیا۔ اب مجھے اپنی جان کے لالے پڑے ہیں۔ اگر مجھ سے اُس کے دام لے جائیں گو دس ہزار دینار کیوں نہ ہوں تو میں سمجھوں کہ سستا چھوٹا لیکن حضرت میں سمجھتا ہوں کہ بغیر آپ کی توجہ کے سلطان سے میں جانبر نہیں ہو سکتا۔ اُس کی یہ تقریر سُن کر شیخ خلوت میں گئے اور سلطان کے دل کو انھوں نے پھیر دیا۔ چنانچہ خود اُسی نے اُس نگینہ کے دو ٹکڑے کرنے کا حکم بھیجا۔ اور اس کا سبب یہ ہوا کہ اُس کی چاہیتی حرم نے یہی نگینہ اُس سے مانگا۔ اور ہر چند سلطان نے سارے نگینے اُس کے سامنے پیش کئے مگر وہ راضی نہ ہوئی۔ آخر اس پر فیصلہ ہوا۔ کہ اُس کے دو ٹکڑے کئے جائیں اور دونوں حرموں کو نصف نصف دیا جائے۔ اس لئے سلطان نے سُنار کے پاس یہ حکم لے کر ہرکارہ بھیجا۔ سنار کے پڑوسیوں نے سنار کا ماجرا بیان کیا اور کہا کہ وہ شیخ کے پاس گیا ہوا ہے۔ آخر ہرکارہ نے شیخ کے پاس پہنچ کر سنار سے سلطان کا حکم بیان کیا۔ وہ سنار مسلمان ہوگیا۔ اور شیخ کے زاویہ میں دفن ہوا جو ابن فرج کے وسط باغ میں آرہا تھا، خادم سے کہا کہ شیخ کو کوئی دوسری جگہ دے جو میں تجھکو بتا دیتا ہوں۔ چنانچہ خادم نے اس کا ارادہ کیا۔ مگر شیخ نے اس سے خواب میں کہا کہ ابن ابی الفرج سے کہدے کہ ہم کو یہاں سے نہ ہٹائے ورنہ ہم اُسی کو منتقل کردیں گے۔ خادم نے اُس سے اس خواب کا حال کہا۔ مگر اُس نے کہا کہ یہ شیطانی خواب پریشان ہے اور شیخ کے اٹھانے کی کارروائی شروع کی۔ اتنے میں اُس کے پہلو میں درد ہوا اور فوراً اس کی روح پرواز کرگئی۔

شیخ نے ۸۰۶ھ میں اس دار ناپائدار سے انتقال کیا اور اپنے زاویہ میں دفن ہوئے جو مصر کے قطرہ موسکی میں خلیج حاکمی پر واقع ہے۔

---

(۳۱۹) سیدی شیخ محمد ابوالمواہب شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بہت بڑے زیرک و نیکوکار و علماء راسخین و ابرار میں سے تھے۔ ان کو ملی ابوالوفا کی گویائی عطا ہوئی تھی۔ بہت سے موشحات ربانیہ نظم کئے اور عمدہ و اعلیٰ کتابیں تصنیف کیں۔ جامع ازہر کے قریب میں رہا کرتے تھے اور جامع ازہر کی چھت پر سلطان غوری کے تعمیر کئے ہوئے منارہ کے قدم پر ان کا حجرہ تھا۔ اکثر ان پر سکر کی حالت طاری رہتی تھی۔ اُسی حال میں یہ نیچے اُترتے تھے جامع ازہر میں جھومتے ہوئے ٹہلا کرتے تھے۔ اور لوگ اپنے اپنے ظرف کے مطابق ان کے بارہ میں بُرا کہتے تھے۔ اس گروہ کے علوم میں ان کی تصنیف سے کتاب القانون ایسی نادر کتاب ہے کہ اس کی تصنیف نہ ہوئی یہ کتاب طریقت میں مصنف کے ذوق کامل کی شاہد ہے۔ حضرت ابوالوفاء کی اولاد ان کو محض بے حقیقت سمجھتی تھی کیونکہ انھوں نے اُنھیں کے دیوان کی نقل اڑائی تھی اور ان کے

کلام مولود کی مجلسوں دوسرے مجمعوں اور مسجدوں میں علماء و صالحین کے سامنے پڑھے جاتے تھے اور لوگ اُس کی شیرینی پر جھومتے تھے ؎

نہیں خالی جد کوئی حمد سے

یہ اُن لوگوں کے ساتھ نہایت ادب و نرمی و خدمت سے پیش آتے تھے۔ ایک مرتبہ یہ مجرہ کے اندر سادات کی زیارت کر رہے تھے کہ اُن لوگوں نے ان کو پکڑا اور اس قدر مارا کہ ان کا سر خون آلود ہو گیا۔ مگر یہ مسکراتے اور یہی کہتے رہے کہ آپ ہمارے سردار ہیں اور میں آپ کا غلام ہوں۔

آپ کے ملفوظات

ان کے کچھ کلام موعظت التیام یہ ہیں :۔

جب تم اپنے بُرے بھائیوں کو چھوڑ دینے کا ارادہ کرو تو اُن کو چھوڑنے سے پہلے اپنے بُرے اخلاق کو چھوڑ دو کیونکہ تمہارا نفس تم سے زیادہ قریب ہے اور بھلائی میں سب سے مقدم حق سب سے زیادہ قریب کا ہے۔

سارے دنیا دار دنیا پر جھکے ہوئے ہیں۔ حالانکہ ہر سانس میں وہ اُس سے کوچ کر رہے ہیں۔ مگر اس کو وہ دیکھتے نہیں کیونکہ اُن کو یہ نہیں سوجھتا کہ وہ کدھر جا رہے ہیں۔

غنا و فقر نے ایک دوسرے پر شیخی جتائی۔ غنا نے کہا کہ میں رب کریم کا وصف ہوں اور تو ذلیل کیا ہے؟ فقر نے کہا کہ اگر میں نہ ہوتا تو تیری صفت تمیز میں نہ آتی اور اگر میری فروتنی نہ ہوتی تو تو بلند رتبہ نہ ہوتا اور میں وہ وصف ہوں جو ذلت عبودیت کا شعار ہے اور تو وہ وصف ہے جو ربوبیت سے لڑنے کو تیار ہے۔

فقیہ وہ ہے جس نے سینوں کے زندہ دودھ سے پرورش پائی ہے۔ نہ کہ وہ جس نے کاغذوں کے سوکھے ہوئے گوشت سے۔

ریاکار کی ایک علامت یہ ہے کہ جب اُس کی طرف کسی نقص کو منسوب کیا جائے تو اُس کا جواب دے اور اُس کے زمانہ کے نیکوکاروں کا ذکر ہو تو اُن کا نقص بیان کرے۔

فقراء احوال میں دکھاوا کرتے ہیں اور فقہاء اقوال میں۔

جو شخص لوگوں میں شہرت چاہے گا اُس کے لئے لازم ہے کہ اُن کو ایسی باتوں سے راضی کرے جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور اللہ کے لئے نہیں بلکہ اپنی ہوا و ہوس کے لئے اُن کی صحبت اختیار کرے۔

عارف کا حال اُس کی حیات کی حالت میں بڑھتا ہے اور وہ مشہور نہیں ہوتا مگر مرنے کے بعد ہی۔

عارف کا مقام جس قدر بلند ہوگا اُسی قدر عوام کی آنکھوں میں چھوٹا نظر آئے گا۔ جیسا کہ ثریا چھوٹا دکھائی دیتا ہے ؎

آفتاب اتنا ہوا اونچا کہ تارا بن گیا

اور یہ صرف آنکھوں کا نقصان ہے۔

اگر حلاج رضی اللہ عنہ حقیقت فنا۔ کی تکمیل کئے ہوتے تو۔ میں وہی ہوں" اور "تونے اپنے آپ سے مجھے اس قدر نزدیک کیا کہ میں نے گمان کیا کہ تو میں ہی ہوں" کہنے سے جس غلطی میں وہ پڑے تھے اُس سے رہائی پاجائے۔

فنا اور بقا کے مقامات یہاں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو انبیاء کے ارث کے حکم سے فنا کے قبل مقام بقاء میں داخل ہوتے ہیں۔ لیکن اس گروہ میں اس کا وقوع قلت کے ساتھ ہے اور یہی وجہ ہے کہ لوگوں نے اس کا انکار کیا ہے۔

جب تم خزانہ کو کھولنے کا ارادہ کرو تو دیکھو رکاوٹوں سے ہرگز نہ گھبرانا اور مالک خزانہ کے پاس حاضر ہونے سے پہلے اپنے ارادہ کی نسبت غفلت نہ کرنا۔ اور جب تم خزانہ کو کھول چکو تو دیکھو بادشاہ کو چھوڑ کر کسی مال و اسباب میں مشغول نہ ہو جاؤ۔ بلکہ اپنا مقصود بادشاہ ہی کو بناؤ نہ کسی اور کو۔ یہاں تک کہ وہ اگر چاہے تو تم کو وہ انگوٹھی عطا فرمائے جس سے مؤکل تمھارے تابع ہو جائیں۔ اور اگر بادشاہ تم کو وہ انگوٹھی مرحمت نہ کرے تو یہ صرف اسی لئے ہوگا کہ وہ تم کو اپنا مصاحب بنانا چاہے گا۔ اور یہ انگوٹھی کے راز سے بہت بڑا رتبہ ہے۔ کیونکہ بادشاہ کے مصاحب کو کبھی نہ مؤکل و خادم کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ مشقت اٹھانے کی۔

صوفیوں کا جو یہ قول ہے کہ ربوبیت کا ایسا راز ہے کہ اگر وہ ظاہر ہو تو شریعت کا لوز بیکار ہو جائے۔ اس کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ اس سے فناء اور سرِ تکوین کا عطا ہونا اور یہ امر مراد ہے کہ بندہ جو چاہے وہ کرے۔ یعنی اگر بندہ کو یہ باتیں عطا ہوں تو شریعت کے کل افعال بیکار ہو جائیں اور کسب کا قول باطل اور انتظام درہم و برہم ہو جائے۔

بعض صوفیہ کا جو یہ قول ہے کہ ولی اُس حد تک پہنچتا ہے کہ اُس سے تکلیف ساقط ہو جاتی ہے اس سے یہ مراد ہے کہ اعمال کی کلفت مشقت ساقط ہو جاتی ہے ارحنا یا بلال (اے بلال مجھے راحت پہنچا) کی طرح۔

عمر بن الفارض رضی اللہ عنہ کے قول۔ ع وَكُلُّ بَلَاءَ اَيُّوبَ الْبَعْضُ بَلِيَّتِي ؎

حضرتِ ایوب کی ساری بلا
ایک شمہ ہے مرے آزار کا

کے معنیٰ میں یہ کہتے ہیں کہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایوب علیہ السلام کی مصیبتیں جسمانی تھیں روحانی نہ تھیں اور عارف کی بلائیں یک وقت دونوں قسموں کی ہوتی ہیں۔

اور بعض کا جو یہ قول ہے کہ ؎

برزخ ہی میں پاؤ گے مقامات نبی کے
اوپر ہیں رسولوں سے تو نیچے ہیں ولی سے

اس کے معنی میں یہ کہتے ہیں کہ۔ مقصود یہ ہے کہ مقام نبوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحی کے واسطے سے اللہ سے اخذ کرے۔ اور مقام رسالت یہ ہے کہ جو حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اُس کو بندوں تک پہنچا ئے۔ اور مقام ولایت یہ ہے کہ خاص طور پر اللہ کے ذریعہ سے اللہ سے اخذ کرے۔ اور یہ تینوں باتیں ساری کی ساری اُس شخص میں ہوتی ہیں جو رسول ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو سمجھو اور یہ گمان نہ کرو کہ اہل اللہ میں سے کسی کا یہ اعتقاد ہے کہ نبوت و رسالت پر ولایت کو فضیلت ہے۔

شیخ ابن عربی کے اشعار کی تشریح

شیخ محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے اشعار ذیل کے انھوں نے جو معنی بیان کئے ہیں وہ ان اشعار کے بعد لکھے جاتے ہیں ؎

توضأ بماء الغیب ان کنت ذا سر — والا تیمم بالصعید و بالصخر
وقدم اماماکنت انت امامہ — وصل صلوٰۃ الفجر فی اول العصر
فھذی صلوٰۃ العارفین بربھم — فان کنت منھم فانضح البر بالبحر

ترجمہ

صاحب سر ہے تو آب غیب سے کرے وضو — خاک کی ورنہ تیمم کے لئے کر جستجو
کر امام اس کو تھا پہلے جس کا خود تو ہی امام — ابتدائے وقت میں پڑھ لے نماز فجر تو
عارفوں کی اپنے رب کے ساتھ تو ہے یہ نماز — گر ہے عارف بحر سے بر کی تو کرے شست و شو

وضو سے صفات قلبیہ کے اعضا کو معنوی نجاستوں سے پاک کرنا مراد ہے۔ اور "آب غیب" سے توحید کا خالص کرنا۔ پس اگر تیرے لئے یہ توحید بذریعہ عیاں کے خالص نہ ہو تو برہان کی خاک سے طہارت حاصل کر۔ اور اُس کو امام بنا جو خطاب کے دن تیرا امام تھا اور حجاب واقع ہو جانے کے بعد تو اُس کا امام ہو گیا تھا۔ اور نماز فجر سے کشف شہود کے دن کی جو ظلمت وجود کے حجاب کے بعد ہوا ہے نماز مراد ہے۔ اور اول عصر سے اُس زمانہ کی ابتداء مراد ہے جس میں تم کو وہ کشف حاصل ہوا ہو اس کو اپنے آخر دور تک ملتوی نہ رکھو کیونکہ وقت کا حکم چلتا ہے اور اس میں تاخیر ناراضی کا باعث ہوتی ہے۔ پس اپنے رب کے پہچاننے والوں کی تو یہی نماز ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو سارے مشاہدہ ربوبیت میں احکام شرعیہ کی متابعت سے باہر نہیں نکلے ہیں۔ پس اگر تو ان میں سے ہے تو دریائے حقیقت کے پانی سے اُس کو دھو ڈال جو شریعت کی خشکی سے میلا ہو گیا ہے۔

صوفیوں کے اقوال کی توضیح

صوفیوں کا جو یہ قول ہے کہ نبی عموم کا مُشترع ہے اور ولی خصوص کا اس کے معنی انھوں نے کہے ہیں کہ نبی اپنی رسالت کے ذریعہ سے عوام کے سامنے احکام بیان کرتے ہیں اور اپنی ولایت کے ذریعہ سے خواص کے سامنے اور اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ولی احکام شرعیہ کا صاحب شریعت ہے۔ کیونکہ ولی کا یہ کام ہی نہیں ہے۔ اُس کا کام

اسی قدر ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ولار دوراثت کے طریق پر حقایق کشفیہ کو بیان کرتے شلاً اولیاء رضی اللہ عنہم اُس کو بیان کر دیتے ہیں جو سنت میں اجمال ہے اور نبی نے قرآن کے اجمال کو بیان کر دیا ہے۔

بعض عارفوں کے اس قول کا کہ خضر مقام کا نام ہے۔ انسان کا نہیں ہے جو بعض منکروں نے انکار کیا ہے۔ اُس کے بارہ میں یہ کہتے ہیں کہ اُس قول کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ کیونکہ ولی مجبوب کو ویسی ہی کرامات عطا ہوتی ہیں جیسے معجزات خضر کے تھے۔ اور یہ وراثت کے وقت ہوتا ہے۔ اور وراثت خضر یہ وراثت موسویہ سے پہلے ہے۔ اور بلا شبہ ایک مقام ہے۔ فافہم۔

کسی بزرگ کا قول ہے کہ "میرے قلب نے میرے رب سے سُن کر یہ بیان کیا" اس کو بعضوں نے بُرا کہا۔ اُس پر یہ کہتے ہیں کہ برائی کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ کہنے والے کا مقصود یہ ہے کہ میرے قلب نے بطریق الہام کے جو ولیوں کی وحی ہے اور نبیوں کی وحی سے کم رتبہ ہے میرے رب کی طرف سے مجھے یہ خبر دی۔ اور نہ اُس شخص کو بُرا کہا جا سکتا ہے۔ جس کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے باتیں کیں جس طرح موسیٰ سے کی تھیں۔ کیونکہ اے انکار و توہم کرنے والے خبر دینے اور کلام کرنے میں بھی تو آخر فرق ہے۔

مسئلہ کو دلیل سے ثابت کر دینا تحقیق ہے اور اُس پر ایک اور دلیل لانی تدقیق ہے۔ اور عمدہ عبارت میں اُس کو بیان کرنا ترقیق ہے۔ اور اُس کی ترکیب میں علم معانی و بیان کی رعایت کرنی تنمیق ہے۔ اور اُس میں شرع کے اعتراض کو بچانا توفیق ہے۔

ہمیشہ زندہ رہنے والے قدوس نے قسم کھائی ہے کہ اُس کی بارگاہ میں کوئی اصحاب نفوس میں سے داخل نہ ہو۔

اے وہ شخص جو طبیعت کی عادت سے باہر نہیں نکلا ہے۔ شریعت کی حدود کو توڑنے سے حذر کر۔ اور یہ کہنے سے احتراز کر کہ چونکہ میں حضرت شہود میں داخل ہوا ہوں اس لئے حدود سے باہر نکل گیا ہوں۔ کیونکہ جس نے تجھے بلایا ہے اُسی نے تجھے منع بھی کیا ہے۔

اہل خصوصیت اپنے زمانہ حیات میں ناپرساں ہوتے ہیں اور اُن کی ممات کے بعد لوگ ان کو روتے ہیں۔ اور اس وقت لوگ اُن کی قدر پہچانتے ہیں۔ جب اُن کی باتیں اوروں میں نہیں پاتے ہیں۔

یہ اپنے اصحاب سے کہا کرتے تھے کہ فقراء جن مقامات واحوال کا دعویٰ کریں اُن کو بے چون وچرا مان لیا کرو۔

خدا پر بھروسہ معارف حضرت الٰہیہ میں جس کا تحقق ہوا اور جس کا وصف اُن کے وصف سے مٹ گیا وہ اپنے علم وعمل پر اعتماد کرنے اور ہر ایسی چیز سے جو اُس کے ہست وبود کے بقایا میں سے تھی تدقیقاً وتحقیقاً باہر نکل آیا نہ کہ اپنے وہم باطل سے اپنا وجود ثابت کرنے میں فافہم۔

عمل پر تکیہ سب سے پہلی روک ہے جو اہلِ سلوک کو اُن کی ہدایت میں واقع ہوتی ہے۔ اور

اس کا باعث ان کے چہروں پر وہم کی بوچھاڑ اور ان کی عقل کے آئینوں پر خیالات کا زنگار ہے۔ اور اس سے چھٹکارا نہیں ملتا مگر اس امر کے کشف کی جلا سے کہ اللہ تعالیٰ ہی اُن کے اعمال کا پیدا کرنے والا ہے۔

بہت سے لوگوں نے آثار بشریت کے مٹ جانے کا اِدّعا کیا اور راہ بھولے۔ کیونکہ بڑے بڑے صحابہ و تابعین صفات بشریہ کے مٹا دینے میں کامیاب ہوئے مگر انھوں نے کبھی واجبات دینیہ میں سے کچھ بھی ترک نہ کیا۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ پروردگار نے ان باتوں کو اُن کے لئے پسند کیا اور جس وقت ان باتوں کا حکم دیا۔ اُس وقت ان کے بجالانے کو ان کو بلایا ہے اور جو شخص اپنے آقا کے حکم میں رہتا ہے وہ اپنے نفس کے حکم کے بغیر رہتا ہے۔ اس لئے لے شخص گرفتار رنج وعنا سمجھ کہ کیا ہے فنا۔ اور اس کو تو عالم ہی سمجھ سکتے ہیں۔

کسی چیز سے نکل آنے کی علامت اُس کی دشواری ہے۔ اور کسی چیز میں داخل ہونے کی اُس کی آسانی ہے۔ پس جو شخص دنیا سے اپنے نکل آنے میں سچا ہوگا۔ اُس پر اُس کے اسباب دشوار ہوں گے اور اس کو میسر نہ ہوگا مگر وہی جو اس کے غیر کے نام پر ہے۔

موجودات کی جستجو نہ کر کیونکہ یہ چیزیں صرف تیرے ہی لئے پیدا ہوتی ہیں اور تو اپنے رب کے لئے پیدا ہوا ہے۔ پس اگر تو نے اُس کی تلاش کی جو تیرے لئے پیدا ہوتی ہے اور جو تجھ سے مطلوب ہے اُس کو تو نے چھوڑ دیا تو تیری چال اُلٹ گئی اور اگر تو نے اپنے رب کی طرف رُخ کیا تو خود موجودات ہی تجھے ڈھونڈیں گے اور ہر چیز تیری خدمت کرے گی فافہم۔

سیدی احمد بن رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خواب میں حق تعالیٰ نے پوچھا تھا کہ اے احمد تو کیا چاہتا ہے۔ تو انھوں نے کہا کہ میں وہی چاہتا ہوں جو تو چاہتا ہے۔ حق تعالیٰ نے کہا کہ تیری مراد تجھکو ملی اور میری طرف سے ہر روز تیری سو حاجتیں پوری ہوتی رہیں گی۔

جب سالک پر کشائش اور کشایش بھی تعریف کی ہوتی تو اس کو کچھ پروا نہیں ہے عمل تھوڑے ہوں یا بہت۔

جب اہل اللہ یہ سمجھے کہ کوئی نبات جب تک کہ زمین کے نیچے نہ دبائی جائے جس کے اوپر پاؤں رہیں اُس وقت تک وہ نہ اُگتی ہے اور نہ پروان چڑھتی ہے۔ تو انھوں نے اپنے نفوس کو سب کے لئے زمین بنا دیا تاکہ جو نعمتیں اصفیاء و اولیاء کو عطا ہوئی ہیں وہ ان کو بھی عطا ہوں۔

محرمات بعضوں کا محرمات میں اس لئے پڑنا کہ اہل زمانہ سے پوشیدہ رہیں اُس شخص پر قیاس کیا جائے گا جس کو حالت اضطرار میں شراب کے سوا ایک لقمہ بھی حلق سے فرو ہونے کے قابل نہ مل سکے۔ یہ امام غزالی کا قول ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ جب یہ دُنیاوی زندگی کے لئے جائز ہے۔ تو جس سے اخروی زندگی نوت ہوتی ہو اُس کے لئے بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ اس پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا ہے کہ اس ارتکاب میں خرابی یہ ہے کہ لوگوں کو مرتکبین کی نسبت سوءظن میں مبتلا کرے گا۔ اور یہ حرام ہے۔ کیونکہ ہم کہیں گے کہ معاف کر دینا درگزر کرنا اور مواخذہ نہ کرنا فقراء کے اخلاق میں داخل

ہے بلکہ وہ تو بندوں کے لئے رحمت ہیں۔
(میں کہتا ہوں کہ) اگر بندہ درگزر کرے تو اللہ تعالیٰ کا حق اس لئے باقی رہتا ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے حدود سے تجاوز کرتا ہے۔ اس لئے اشکال باقی رہتا ہے۔ واللہ اعلم

خلوت نشینی ہمارے علماء کا قول ہے کہ گوشہ نشینی صرف اُسی شخص کو جائز ہے جو اپنے دین کی فقہ حاصل کر چکا ہو۔ اور سلف کا معمول تھا کہ پہلے چالیس برس کی عمر تک علم میں مشغول رہتے تھے اس کے بعد اس لئے گوشہ نشین ہوتے تھے کہ جو کچھ سیکھتے تھے اُس پر عمل کرنے میں عزلت نشینی سے مدد ملے۔ فافہم۔

ہم جو خلوت کے قائل ہیں اُس پر ہماری دلیل وہ خبر صحیح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں خلوت نشین ہوا کرتے تھے کہ ناگاہ آپ پر وحی نازل ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ خلوت وہ حکم ہے جس پر وحی مترتب ہوئی اور حق کے آنے اور اللہ تعالیٰ کے نور کے ظاہر ہونے کا ذریعہ ہے۔

خلوت کی شرطوں میں سے طیّ ہے اور اس میں بڑی تاثیر ہے۔ اور اس گروہ نے چلّے اس لئے پسند کئے ہیں کہ اتنے دنوں میں نطفہ خون کی پھٹکی بعدہٗ لوتھڑا بعدہٗ صورت ہو جاتا ہے اور یہی مدت صدف کے اندر موتی بننے کی اور داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ کی ہے۔

کشف حسی و کشف خیالی کے درمیان فرق یہ ہے کہ جب تم کسی شخص کی صورت یا مخلوقات کے افعال میں سے کسی فعل کو دیکھو تو اپنی آنکھوں کو بند کر لو۔ اس کے بعد اگر وہ کشف باقی رہے تو خیالی ہے۔ اور اگر تم سے غائب ہو جائے تو حسی ہے۔ کیونکہ ادراک اُس سے اُسی جگہ میں متعلق ہے جس میں تم نے اُس کو دیکھا ہے۔ جب وقت کی واردات وارد ہو تو اُس پر متوجہ ہو مگر اُس کے عاشق نہ بن جاؤ۔ کیونکہ اگر تم اُس کے عاشق ہو گئے تو ترقی سے محجوب ہو گے۔

جب تم پر کوئی وارد آئے تو اُس کو تم محفوظ رکھو۔ کیونکہ جب تمہاری تربیت ہوگی تو تم کو اس کی احتیاج ہوگی۔ کیونکہ اکثر پیروں کو تربیت میں اسی وجہ سے دقتیں پیش آتی ہیں کہ جس کو میں نے بتایا اُس کی حفاظت میں کمی اور اُس سے احتراز کیا جاتا ہے۔ محالات میں سے ہے کہ قلب میں شہوت موجود ہو اور ملکوت و عرفان کا دروازہ کھل جائے جیسا کہ محالات میں سے ہے کہ مشاہدہ کی حیثیت سے علم باللہ کا دروازہ کھل جائے اور عالم کے قلب میں ملکی و ملکوتی اثر کا شمہ بھی موجود رہے۔

واردات روحانی جب وارد خفت و لطافت کے ساتھ آئے اور اپنے پیچھے علم چھوڑ جائے تو وہ ملکی ہے۔ اور اگر بوجھ اور اعضاء میں تھکن کے ساتھ آئے تو وہ شیطانی ہے اس کو سمجھ لو تو دونوں میں فرق کر لو گے۔

جب یہ محسوس آئینہ کل زنگوں سے خالی ہوتا ہے تو اُس میں موجودات کی صورتیں نقش ہوتی ہیں یہی حال قلب کا بھی ہے کہ جب طبیعتوں اور وہموں کے نقش سے خالی ہوگا تو اُس میں نور کی شعاعیں چمکیں گی اس لئے شہوات کے گھاس پھونس کو جلا ڈالو اور اُس کو غیب کی چیزوں کے سامنے رکھو اور ماضی و مستقبل کا معائنہ

کرلو - جو روشنی تمھارے سامنے ظاہر ہو وہ تو صرف تمھارے ذکر کا نور ہے جو تمھارے دل کے آئینہ میں چمکتا ہے - معنوی ناپاکی کی طہارت حسی کی طہارت پر مقدم ہے - کیونکہ حسی جنابت والے کو بعض اوقات معافی بھی ہے - لیکن معنوی میں مطلق معافی نہیں - اسی لئے بہتیرے وسوسہ والوں کو تم دیکھتے ہو کہ اُن کو حضرت قدسیہ کی نسیم کی ہوا بھی نہیں لگی ہے - کیونکہ ان کے دل کی بصیرت اندھی ہے - فافہم -

طبیعات والے ہی دہریہ ہیں - جو اس بات کے قائل ہیں کہ وجود طبیعت کے سوا عالم کا کوئی صانع نہیں ہے - اور علت والے فلسفی ہیں جو قدم عالم کے قائل ہیں - اور یہ سب تاریکیوں میں ہیں - کوئی اوپر ہے اور کوئی نیچے - جتنی چیزیں تم کو اللہ کی راہ دکھاتیں وہ نور ہیں اور جو اُس کی راہ نہ دکھائیں وہی ظلمت ہیں - فتامل -

بعضوں کا جو یہ قول ہے کہ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کے اسمار میں سے ایک اسم ہے - اس کے معنی انھوں نے یہ بیان کئے ہیں کہ یعنی سب چیزوں کا وجود اللہ تعالیٰ کے اسمار کی طرف منسوب اُنھیں سے متعلق اور ان سے غیر خارج ہے - عام اس سے کہ وہ خیر و شر - نفع و ضرر - دنیا نہ دنیا کچھ ہی کیوں نہ ہو -

عارف ایسے مقام تک پہنچتا ہے کہ اُس کا خطاب اپنے غیر سے اُس قسم کا ہوتا ہے - جیسا صفت کا اپنے موصوف سے بس اس کے ماتحت کو سمجھ لو -

وجود میں نہیں ہے مگر وہی جو پہلے علم میں رہ چکا ہے قدرت نے اُس کو ایجاد کیا ارادہ نے اُس کو مخصوص کیا اور حکمت نے اُس کو ترتیب دیا ہے - اس لئے وجود کے ذرات اس شہود کے حکم سے خارج نہیں ہیں - پس غیر حق پر پردہ کیونکر ڈال سکتا ہے - حالانکہ اس اعتبار سے غیر منفی ہے اللہ اکبر دنیا ... اور کفار کے علی الرغم انوار روشن ہوگئے ؎

جب تجلی حق نے اپنی ذات کے پردہ سے کی | دھجیاں پھر تو اُڑیں حقا وجود غیر کی
پردۂ ہستی ہر اک مشہد سے غائب ہوگیا | شرک سے اپنے وجود حق کا اب دھبا چھڑا

موسیٰ علیہ السلام نے جب اُس نعمت سے جو کلام کرنے کی ان کو عطا ہوئی تھی بڑھ کر حق تعالیٰ سے رویت کی درخواست کی تو قبول نہ ہوئی اور کہا گیا کہ "جو کچھ میں نے تجھکو دیا ہے اُس کو لے اور شکر گزاروں میں سے ہو جا" اس نے اس آیت سے معلوم ہوا کہ بندہ کو مناسب نہیں ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے اُس سے زیادہ مانگے مگر تفویض کے ساتھ -

مرید پر کشائش چند امردں سے ہوتی ہے کبھی امتحان کے لئے کبھی مانوس کرنے کے لئے اور کبھی اُس کے قدم جما دینے کے لئے مرید کو چاہیئے کہ اس بات کی سخت کوشش کرے کہ اُس کی کوئی سانس باہر نہ نکلے مگر محمود کے ساتھ اور کوئی سانس اندر نہ جائے مگر محمود کے ساتھ - پس جب اُس کی یہ بات پوری ہو جائے - تب وہ مرید ہے (میں کہتا ہوں کہ) یہ ایسی بات ہے جو کوشش سے نہیں حاصل ہوتی یہ تو صرف اُس کی بخشش ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست | تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ذات مطلق

اللہ تعالیٰ کے حق میں "این" اسی لئے محال ہے کہ "این" دوسرے این کا محتاج ہے۔ اس لئے تسلسل لازم آتا ہے۔ اور جس میں تسلسل لازم آئے وہ پایا نہیں جا سکتا اور لفظ مجاز کے اطلاق سے یہ لازم آتا کہ وہی اس کی حقیقت بھی ہو۔ اس لئے سمجھو اور جب تم نے معانی سمجھ لئے تو الفاظ میں کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ معانی ہی کے ذریعہ سے ہم نے عبادت کی ہے نہ الفاظ کے ذریعہ سے ہر چیز اللہ کے سوا کھیل اور تماشا ہے۔ چاہے جس قدر شہود تم کو اس سے حاصل ہو پس ہر مقام کی ایک خاص گفتگو ہے۔ رابعہ عدویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک شخص کو اللہ تعالیٰ کا یہ قول پڑھتے سنا وفاکھۃ مما یتخیرون۔ ولحم طیر مما یشتھون۔ تو کہا کہ تب تو ہم بچے ہیں کہ میوے اور گوشت سے خوش ہوں گے۔ پس دیکھو کہ کیونکر یہ غیر اللہ تعالیٰ سے خوش نہ ہوئیں اور سمجھیں کہ اس کے سوا جو نعمت و بخشش ہے وہ جھنجھنا ہے جس سے بچے چپ کئے جاتے ہیں۔

دنیا میں حق تعالیٰ کو بصر (آنکھ) سے دیکھنے کا وقوع اس شخص کے لئے جس کو اللہ تعالیٰ چاہے عقلاً جائز ہے۔ اس کی تصریح شیخ ابوالحسن اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی ہے۔ اور اس پر کوئی محال لازم نہیں آتا اس لئے اے بھائی دیکھو ورطۂ انکار میں نہ گرو۔ کیونکہ جو چیز محال ہو اس کا سوال کرنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے یا پروردگار کی صفات میں سے ایک صفت کو بیکار سمجھنا یا اس کو نہ جاننا محالات میں سے ہے۔ چمگادڑ کو دن کی روشنی کے دیکھنے سے تو انوار کی کثرت و قوت ہی نے باز رکھا ہے۔ فافہم۔

موسیٰ علیہ السلام کے قول رب أرنی کے معنی میں ان کا قول ہے کہ اشارہ کی زبان میں انظر الیک (میں تجھے دیکھوں) أرنی (تو اپنے آپ کو مجھے دکھا) ہے یعنی میں اپنے آپ سے غائب ہو کر تیری ذات کے قدس کو بذریعہ تیری تنزیہ صفات کے دیکھوں۔ کیونکہ تجھے تیرے سوا کوئی دیکھ نہیں سکتا ہے اور مجھ سے سایہ کو مٹا دے۔ اور خیال کے وہم میں مجھے محجوب نہ رکھ۔

حضرت حق کا شہود حاضر کے اندازہ سے ہوتا ہے نہ حضرت کے۔ کیونکہ حقائق ربانیہ کو بجمیع وجوہ المناسبت ادراک نہیں کر سکتی۔ اس کو سمجھ لے تو تجھے معلوم ہوگا کہ توحید کے مقامات میں حقائق تجرد کا رنگ بدلنا۔

تجلیات کے کل اطوار میں جو کہنے کے قابل ہیں اور جو کہنے کے قابل نہیں ہیں۔ دیکھنے والے کے اندازہ سے ہوتا ہے نہ مرئی کے اندازہ سے۔

نفس پرستوں سے اجتناب

جو لوگ اپنے نفس سے راضی ہونے والے ہیں ان کی چکنی چپڑی باتوں سے حذر کرو خصوصاً ان لوگوں سے جنھوں نے علم کو ایک پیشہ اور لوگوں کے بڑے بن کر حرام دنیا کو پھانسنے کا جال بنا رکھا ہے۔ کیونکہ ایسے لوگ دنیا و آخرت دونوں کی بھلائیوں سے محروم ہیں۔ اور ان کے صفات ناپسندیدہ اور ان کے احوال ناشائستہ ہیں۔ لوگوں میں نہ ان کی کوئی عزت ہے اور نہ ان کی کوئی بات مانی جاتی ہے۔ خوش پوشاکی کو ان لوگوں نے اپنا شعار بنا لیا ہے اور اسی پر ان کو اس درجہ تکبر ہے۔ اور شیخ تاج الدین رضی اللہ تعالیٰ نے حکم میں کہدیا ہے کہ اس جاہل کی صحبت جو اپنے نفس سے راضی نہ ہو اس عالم کی صحبت سے بہتر ہے جو اپنے نفس سے راضی ہو۔ فافہم۔ اور جو کچھ میں نے تجربہ کیا اور اس کو درست پایا یہ ہے کہ

جو شخص اپنی حاجت روائی اور مصیبتوں سے رہائی چاہے اُس کو لازم ہے کہ لوگوں کو اُس پر مطلع کرنے سے پہلے اُس امر کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے جو شخص سب سے پہلے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرے جو شخص سب سے پہلے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرتا ہے اُس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی یہی عادت جاری ہے۔ (یعنی مطلب براری کی)، اسی پر عمل کرو۔ یہ گوگرد سرخ اور کامیابی قریب ہے اور اس میں مدد دینے والا صبر ہے۔

یونس علیہ السلام کو جب مچھلی نگل گئی تو اُن کی روح قارون کی روح سے ملی اور انھوں نے قارون کو نیچے اُترتے دیکھا، اُس نے یونس علیہ السلام سے کہا کہ اے یونس اپنے کام کے اول ہی میں اپنے رب میں لٹک جاؤ تجھے نجات دے گا۔ اس پر یونس علیہ السلام نے اُس سے پوچھا کہ "اور تو جو" اُس نے کہا کہ میں تو اپنے خالہ زاد بھائی موسیٰ میں لٹکا تھا اس لئے اللہ نے مجھے اُسی کے حوالہ کیا اور اسی لئے کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر عتاب فرمایا اور ارشاد کیا کہ میں اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر وہ مجھ سے فریاد کرتا تو میں ضرور اس کی فریاد کو پہنچتا۔

اپنے رب کے ساتھ اُس کے جمال و جلال کی محبت کی حیثیت سے حسنِ ظن رکھو کیونکہ یہ اُس کے وہ اوصاف ہیں جن میں تحول نہیں ہے اور اس وجہ سے اُس کے ساتھ حسنِ ظن نہ رکھو کہ اُس نے تم پر احسان کئے ہیں کیونکہ اکثر تم سے موقوف ہو سکتا ہے اُس وقت تم کو اُس سے بدگمانی ہوگی۔ اس لئے سالک کو اس مقام کی علت سے حذر کرنا چاہئے۔[۱]

روحانی سیر جو لوگ کہ اشباح کے ساتھ سیر کرنے والے ہیں اُن کی سیر کی غایت اللہ تک ہے اور جو لوگ ارواح کے ساتھ سیر کرنے والے ہیں اُن کی سیر کی بدایت "فی اللہ" یعنی اُس کے عجائب قدرت کے تنزہ میں ہے۔ پس اول الذکر کی سیر ختم ہو جاتی ہے اور آخر الذکر کی سیر ختم ہی نہیں ہوتی۔ ایک مرتبہ شیخ ابوالفتح واسطی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ زہد والے اماموں کے گروہ کی نسبت جو اس امت کے فلاں فلاں اور فلاں سردار تھے کیا کہتے ہیں انھوں نے کہا کہ یہ لوگ اپنی اخروی شہوات کے لئے اپنی دنیوی شہوات سے الگ ہو گئے تھے۔ مگر فنا فی اللہ اور بقاء باللہ کہاں۔ اور جب شبلی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا قول منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاخرۃ سنا تو بڑے زور سے ایک چیخ ماری اور کہا کہ پھر وہ کہاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کو چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے قول کلوا واشربوا (کھاؤ اور پیو) کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ اس کا ظاہر اگرچہ انعام لیکن اس کا باطن انتقام اور ابتلاء و امتحان ہے تاکہ اللہ تعالیٰ دیکھ لے کہ کون اُس کے ساتھ اور کون اپنے حظ نفس کے ساتھ ہے۔ پس احکام باطن کی باریکیوں کو سمجھو اور ظاہری رخصتوں کے دھوکے میں نہ آؤ۔ تب سمجھ والے عارفوں میں سے ہوگے۔

اے مرید جب تجھکو کوئی صاحب حال نہ ملے تو صاحب قال کا دامن پکڑ فان لم یصبھا وابل فطل بوٹی نہیں تو شوربا ہی سہی۔ مگر ایسے شخص کی صحبت سے حذر کرنا چاہیے جس میں نہ قال ہو نہ حال۔

آداب درویشی فقیر پر واجب ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں بھائی چارہ کرے تو اپنے حال میں اُس بھائی

---

[۱] یعنی احسان۔

کو آدھے کا شریک کرے جیسا کہ انصار نے مہاجرین کے ساتھ سلوک کیا تھا جب یہ اُن کے پاس محتاجی کی حالت میں مدینہ آئے تھے۔ پس جو شخص اللہ کی راہ میں اُخوت کا دعویٰ کرے اُس کو اسی میزان سے تولو۔

حقیقت میں تمہارا بھائی وہ ہے جو ذوق اور افہام کی مدد میں تمہاری موافقت کرے نہ کہ وہ جو ایک ماں سے پیدا ہوا ہو۔

جو شخص مرکز عالی تک ترقی کرتا ہے اُس کے معنوی ہم شکل کم اور اُس کے دقائق نفیسہ اکثر فہموں کے نزدیک بلند و مبہم ہوتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ عارفین کاملین کے پیرو بہت کم ہوتے ہیں۔

ادب یہ ہے کہ بندہ یہی کہے کہ فلاں شخص میرے اصحاب میں سے ہے گو اُس سے بدرجہا کم ہو۔ اور اگر اُس کے برابر یا اوپر ہو تو چاہیے کہ کہے کہ میں اُس کا خادم یا اُس کا مرید ہوں۔ سلف کی یہی روش تھی۔

جس نے کسی بزرگ کامل کی خدمت کی ہو اور اُس کو کھو بیٹھا ہو اُس کو لازم ہے کہ کسی اور کی خدمت نہ کرے مگر اُس صورت میں کہ یہ اُس سے زیادہ کامل ہو، اور نہ اپنی صحبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ رکھے۔

پیروں پر فقراء میں سے کسی کی خدمت گراں نہیں گذرتی ہے مگر کسی علت کی وجہ سے جس کو خادم اُن سے پوشیدہ رکھے۔ اور یہ ایسی علت ہے جس سے صرف وہی شخص بچا رہتا ہے جو اللہ کے پاس قلب سلیم لے کر آتا ہے اور اگر وہ خادم اُس علت کو اُن پر ظاہر کر دے تو اکثر یہی ہوگا کہ وہ اُسے اُس کی دوا بتا دیں گے یا اُس کی سفارش کریں گے اور اللہ تعالیٰ اُس کو لوح سے مٹا دے گا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس کے بارہ میں شفاعت کرنے کی درخواست کریں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کریں گے البتہ ایسی صورت کی میں نہیں کہتا جس میں قضا مبرم ہو جو پلٹ نہیں سکتی۔ سیدی عبدالقادر جیلی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک مرید کی نسبت لکھا کہ اُس کو ایک عورت سے ستر بار زنا کرنا ضروری ہے تو عرض کیا کہ اے پروردگار اس کا وقوع حالتِ خواب میں ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

میں نے مصاحبت و مجالست کے جو آداب پسند کئے ہیں وہ یہ ہیں کہ جب دنیادار کے ساتھ بیٹھو تو اُن سے اُن سے ایسی باتیں کرو جن سے وہ مال و متاع سے دل برداشتہ ہو جائے اور آخرت کی عظمت اُس کے دل پر بیٹھے۔ اور جب اہل آخرت کے ہم نشین ہو تو قرآن کی نصیحت اور آداب سنت اور دارالبقا کی عظمت کی باتیں کرو۔ اور جب بادشاہوں کی صحبت میں بیٹھنے کا اتفاق ہو تو اُن کا ادب ملحوظ رکھکر اور اُن کے مال و دولت سے پارسائی اختیار کر کے انصاف وروں کی سیرت اور عقلاء کی سیاست کی گفتگو کرو۔ اور جب علماء کی مجلس میں بیٹھو تو اُن سے کلام کرنے میں مذاہب معلومہ کے متعلق صحیح روایتوں اور مشہور قولوں سے کام لو اور حق پر نہ کہ ہوا و ہوس سے گفتگو کرو اور اُن کا جو قول اور اچھوتی سمجھ صواب کے موافق ہو اُس میں انصاف کو راہ دو۔ اور جب صوفیوں کی صحبت میں بیٹھو تو ایسی باتیں کرو جو اُن کے احوال حقانیہ کی شاہد ہوں اور اُن سے انکار کرنے والوں کے مقابلہ میں حجت ہوں اور اس کے ساتھ ظاہر کے قبل باطن کے آداب کا پاس کرو۔ اور جب تم عارفوں کے جلیس ہو تو جس قسم کی باتیں چاہو کرو کیونکہ ان کے پاس ہر چیز میں معرفت کا ایک رخ موجود ہے۔ لیکن اُن سے کلام کرنے کی دو شرطیں ہیں پاس حرمت اور پاس ادب۔ اور ان کی بارگاہ زنگریز کی دوکان ہے جو معنی لے کر اُن کے پاس جاؤ گے وہی لے کر اُن کے پاس سے باہر آؤ گے۔ اُن کی

نسبت جیسا شہود تم کو ہوگا وہی تمھارا پیرایہ ہوگا اور جس لباس میں تم وہاں جاؤ گے اُسی میں لوٹ آؤ گے۔ اچھا ہوگا تو اچھا اور بُرا ہوگا تو بُرا۔

اس گروہ کے لوگوں کی تعداد بڑھانے کی برابر کوشش کرتے رہو کیونکہ جس نے کسی گروہ کی تعداد بڑھائی وہ انھیں میں سے ہے۔

اولیاء کے مزارات کی زیارت میں نے اپنے پیر ابو عثمان مغربی رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ جب کوئی آدمی ولی کی قبر کی زیارت کرتا ہے تو وہ ولی اُس کو پہچانتا ہے اور جب اُس کو سلام کرتا ہے تو اُس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ اور جب اُس کی قبر پر اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ بھی اُس کے ساتھ ذکر کرتا ہے خصوصاً جبکہ لا الہ الا اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ اُٹھ بیٹھتا ہے اور چار زانو ہو کر اُس کے ساتھ ذکر کرتا ہے۔ بعدہٗ شیخ ابوالمواہب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اور عارفوں کے دل ہرگز ایسے نہیں ہوتے کہ بے سمجھے خبر دیں۔ اور معلوم ہے کہ اولیا تو صرف ایک گھر سے دوسرے کی طرف نقل کرتے ہیں اس لئے مرنے کے بعد اُن کی ویسی ہی حرمت کرنی چاہیئے جیسی زندگی کی حالت میں اور ممات کے بعد بھی اُن کا ویسا ہی ادب کرنا چاہیئے جیسا حالت حیات میں اس لئے نہ اُن سے دو قدم پر منہ پھیر لینا جائز ہے اور نہ اُن کی قبر پر پاؤں سے چلنا۔ اور ولیوں کے ساتھ برتاؤ نہ کرو مگر ادب کے ساتھ حالت حیات میں بھی اور حالتِ وفات میں بھی اور جب ولی مرتا ہے تو کل انبیاء و اولیا کی روحیں اُس پر نماز پڑھتی ہیں۔ اور اسی اصول پر جس کو ہمارے شیخ نے بیان کیا ہے۔ صاحب حقائق والدقائق[1] کا قول ہے کہ صوفی اس سے پرے ہیں کہ مرجائیں۔

بعض اولیاء اپنے سچے مرید کو اپنے مرنے کے بعد اپنی زندگی کی حالت سے زیادہ فائدہ پہنچاتے ہیں۔ اور بعض بندے ایسے ہوتے ہیں کہ خود اللہ تعالیٰ بغیر کسی واسطے کے اُن کی تعلیم کو انجام فرماتا ہے۔ اور بعض کو اپنے بعض اولیاء کے واسطہ سے تعلیم کرتا ہے گو وہ مردہ اپنی قبر میں کیوں نہ ہو مگر وہ قبر ہی سے اپنے مرید کی تعلیم کرتا ہے اور مرید قبر سے اُس کی آواز سنتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے بھی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت درود بھیجنے کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس بغیر کسی واسطہ کے اُن کو تعلیم کرتے ہیں۔

میں نے اپنے شیخ ابو عثمان رضی اللہ عنہ کو پڑھاتے وقت علیٰ رؤس الاشہاد یہ کہتے سُنا کہ اللہ تعالیٰ لعنت کرے اُس شخص پر جو اس طریق کا انکار کرے اور جس شخص کو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان ہو اُس کو چاہیئے کہ ایسے شخص پر لعنت بھیجے۔ جس نے اس طریق پر اعتراض کیا اُس کو کبھی فلاح نہ ہوگی اور میں نے اپنے شیخ ابو عثمان سے سُنا وہ کہتے تھے کہ الم نشرح واما بنعمۃ ربک فحدث کے بعد اسی اشارہ کے لئے آیا ہے کہ جس نے نعمت کو بیان کیا اللہ تعالیٰ نے اُس کے سینہ کو کھول دیا۔ گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تونے میری نعمت کا بیان کیا اور اُس کو شایع کیا تو میں نے تیرے سینہ کو کھول دیا۔ بعدہٗ شیخ ابوالمواہب نے کہا کہ اس کلام کو گرہ میں باندھ رکھو کیونکہ ایسی باتیں صرف ربانیوں سے ہی سننے میں آتی ہیں۔

خواب میں رسول اکرم کی زیارت یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کثرت سے خواب میں دیکھا کرتے تھے۔

---

[1] نام کتاب ۱۲

اور کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ لوگ مجھے جھٹلاتے ہیں کہ میرا آپ کو دیکھنا صحیح ہے اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی عزت وعظمت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو شخص اس پر ایمان نہیں لایا یا جس نے اس بارہ میں تجھکو جھٹلایا وہ مرے گا مگر یہودی یا نصرانی یا مجوسی ہو کر۔ یہ مضمون شیخ ابو المواہب رضی اللہ عنہ کی قلم کی لکھی ہوئی تحریر سے منقول ہے۔

ان کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ۸۲۵ھ میں جامع ازہر کی چھت پر دیکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دستِ مبارک میرے قلب پر رکھا اور فرمایا کہ اے میرے بیٹے غیبت حرام ہے کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا قول وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا نہیں سنا ہے۔ اور میرے پاس ایک جماعت بیٹھی تھی اُس نے بعض لوگوں کی غیبت کی تھی۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اور اگر تم کو غیبت سننے سے کوئی چارہ نہ ہو تو سورہ اخلاص اور معوذتین پڑھو اور ان کا ثواب اُس شخص کی نذر کر دو جس غیبت ہوئی ہے کیونکہ غیبت وثواب متوارث ومتوافق ہو جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

اور یہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ ہاتھ لاؤ میں تیری بیعت لے لوں میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھ میں اس کی قدرت نہیں ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ مبادا اس بیعت کے بعد مجھ سے کوئی معصیت وقوع میں آئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تو اپنا ہاتھ دے اور مجھ سے بیعت کرے اور اگر کوئی خطا ولغزش واقع بھی ہوگی اور تو اُس سے توبہ کرے گا تو تجھے ضرر نہ کرے گی گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف اشارہ فرماتے تھے کہ کبھی اللہ تعالےٰ اس لئے بندہ کے حال کو درست کر دیتا ہے کہ اُس کے ذریعہ سے اُس رخنہ کو بند کرے جو اُس کے دین میں غرور وتکبر اور اسی قسم کی باتوں سے واقع ہو۔ یہ بھی انھیں کے قلم کی تحریر سے منقول ہے۔

یہ کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک جماعت مجھ سے یہ راستہ سیکھنے کو آئی اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ مجھ سے فرمایا کہ اس جماعت کو تجھ پر اعتقاد نہیں ہے ان میں سے صرف ایک کو تھوڑا سا اعتقاد ہے وہ تجھے کانی آنکھ سے دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا خاتمہ بخیر کرے گا اور یہ اسلام پر مرے گا۔

یہ کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصوف کا خرقہ پہنایا۔

خواب میں ارشادات

میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ مجھے ارشاد فرمایا کہ سوتے وقت پانچ بار اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور پانچ بار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ لیا کر بعدہٗ کہو کہ بار خدایا بحق محمدؐ مجھے محمدؐ کا چہرہ حال ومآل میں دکھلا۔ پس جب تو سوتے وقت اس کو کہے گا تو میں تیرے پاس آؤں گا اور ہرگز اس میں تخلف نہ ہوگا۔ بعدہٗ یہ کہتے ہیں کہ جس کو اس پر ایمان واعتقاد ہو اُس کے لئے یہ کیا ہی عمدہ منتر اور کیا عمدہ معنی ہیں۔ یہ اُن کے لفظ سے منقول ہے۔

میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ آپ مجھے نہ چھوڑیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک کہ تو کوثر پر نہ جائے گا اور اُس کا پانی نہ پیئے گا ہم تجھے نہیں چھوڑیں گے۔ کیونکہ تو سورہ کوثر پڑھتا اور مجھ پر درود بھیجا کرتا ہے۔ درود کا ثواب تو میں نے تجھے بخش دیا اور کوثر کا ثواب تو اپنے لئے رہنے دے۔

اس کے بعد فرمایا کہ جب کبھی اپنے عمل کی طرف تیرا خیال جائے یا کوئی خلل تیرے کلام میں واقع ہو تو اس کا ترک کر۔ استغفر اللہ العظیم الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ واسألہ التوبۃ والمغفرۃ انہ ھو التواب الرحیم۔ یہ اُن کے لفظ سے منقول ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تو ایک لاکھ کی شفاعت کرے گا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کس بات سے میں اس کا سزاوار ہوا۔ ارشاد ہوا کہ تو نے اپنے درود کا ثواب جو مجھے بخش دیا۔

درود کا طریقہ ایک مرتبہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں اپنا وظیفہ پورا کرنے کے لئے جو ایک ہزار مرتبہ تھا جلدی کی۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ عجلت شیطان کا کام ہے۔ بعدہٗ ارشاد ہوا کہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ ٹھہر ٹھہر کر اور ترتیل کے ساتھ کہا کرو البتہ جب وقت تنگ ہو تو عجلت میں مضائقہ نہیں ہے پھر فرمایا کہ اور یہ جو تجھ سے میں نے بیان کیا افضلیت کی صورت ہے ورنہ جس طرح پر درود بھیجو وہ درود ہی ہے۔ اور سب سے بہتر یہ ہے کہ تو اپنے درود سے پہلے صلوٰۃ تامہ پڑھ لیا کرے گو ایک ہی بار کیوں نہ ہو۔ اور اسی طرح ختم بھی صلوٰۃ تامہ ہی پر کیا کر۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ صلوٰۃ تامہ یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما صلیت علی سیدنا ابراھیم وعلی آل سیدنا ابراھیم وبارک علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما بارکت علی سیدنا ابراھیم وعلی آل سیدنا ابراھیم فی العالمین انک حمید مجید السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ اُن کے لفظ سے منقول ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرا شیخ ابوسعید صغروی مجھ پر درود تامہ بھیجا کرتا ہے اور اس کی کثرت کرتا ہے اُس سے کہہ کہ جب درود ختم کرے تو اللہ عزوجل کی حمد کیا کرے۔

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے فرمایا کہ جب تجھے کوئی ضرورت پیش آئے اور تو اس کا رفع ہونا چاہیے تو نفیسہ طاہرہ کی منت کر گو ایک ہی پیسا کیوں نہ ہو بس تیرا مطلب بر آئے گا۔ سلطان کے مال میں سے لے لیا کرو مگر اُس کے حواشی کے مال میں سے نہ ہو۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں سلطان جقمق کے پاس جاؤں اور اُس سے کچھ دنیا طلب کروں۔ چنانچہ میں اُس کے پاس گیا اور اُس نے مجھے سو دینار دیئے اور مجھ سے معذرت کی کہ میرے پاس اسی قدر موجود تھے۔

گریہ وزاری یہ بہت گریہ کرنے والے غمگین رہنے والے اور خدا سے ڈرنے والے تھے بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ یہ کسی کو روتے سنیں اور اُس کے ساتھ نہ روئیں۔ یہ کہتے ہیں کہ میں نے مصر میں ایک عورت کو دربدر پھرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت گاتے ہوئے دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس کا حال پوچھا ارشاد ہوا کہ وہ بہت بڑی ولیہ ہے لیکن اپنے محبوب کے ذکر پر اُس نے پردہ ڈال رکھا ہے کیا تو نے اُس کو نہیں دیکھا ہے کہ وہ اپنے کلام میں سنجیدہ ہی ذکر لایا کرتی ہے۔

قصیدہ بردہ کے شعر پر بحث یہ کہتے ہیں کہ مجھ سے اور جامع ازہر کے ایک شخص سے صاحب بردہ رحمہ اللہ تعالیٰ

کے اس شعر میں ؎

فمبلغ العلم فیہ انہ بشر وانہ خیر خلق اللّٰہ کلھم

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں علم کی رسائی یہیں تک ہے کہ بشر اور سارے خلق اللہ سے بہتر تھے)
جھگڑا ہوا۔ اس شخص نے کہا کہ شاعر کا یہ قول دلیل محض ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ اس پر اجماع منعقد ہوا ہے۔ مگر وہ اپنے خیال سے نہ پھرا۔ اس کے بعد میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ جامع ازہر کے منبر کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ساتھ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ ہمارے حبیب کو مرحبا۔ بعدہٗ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ جانتے ہو کہ آج کیا واقعہ پیش آیا۔ انھوں نے کہا کچھ نہیں یا رسول اللہ۔ آنحضرت نے فرمایا کہ فلاں مروتی کا اعتقاد یہ ہے کہ فرشتے مجھ سے افضل ہیں۔ اس پر سب نے بیک آواز کہا کہ نہیں یا رسول اللہ روئے زمین پر کوئی بھی آپ سے افضل نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگوں سے فرمایا کہ پھر فلاں مُردتی کو کیا ہو گیا ہے جو زندہ نہیں رہنے کا اور اگر زندہ رہا بھی تو ذلت گمنامی و تنگ حالی میں رہے گا اور دنیا و آخرت میں ناپُرساں رہے گا اُس کا اعتقاد یہ ہے کہ میرے افضل ہونے پر اجماع نہیں منعقد ہوا ہے کیا وہ نہیں جانتا کہ اہل سنت سے معتزلوں کی مخالفت اجماع میں مخل نہیں ہے۔

یہ کہتے ہیں کہ ایک دوسری مرتبہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ ابوصیری کے قول ع فمبلغ العلم فیہ انہ بشر، کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی نسبت اُس شخص کے علم کا منتہیٰ جس کو آپ کی حقیقت کا علم نہیں ہے یہ ہے کہ آپ بشر ہیں ورنہ روح قدسی اور قالب نبوی کے ساتھ آپ ان سب باتوں سے پرے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا اور میں نے تیرا مطلب سمجھ لیا۔

ذکر الٰہی مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تیری مجلس کیسی عمدہ ہے جتنے لوگ اُس میں حاضر ہوتے سب کو اللہ نے بخش دیا جس کی وجہ یہ تھی کہ پڑھنے والے کے فارغ ہونے کے بعد تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا۔

ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ میرے کپڑوں کے بیچ میں کالا سانپ گھس آیا تو مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ کی زیارت ہوئی اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بارہ میں پوچھا ارشاد ہوا کہ وہ کالا سانپ تمھارا فلاں یار ہے۔ تمھارا خیال اُسے آگیا اور وہ تم کو ستانے کے لئے واپس آگیا اور اگر اُسے تمھارا خوف نہ ہوتا تو وہ کوئی دقیقہ تمھارے ستانے کا اُٹھا نہ رکھتا۔ چنانچہ جیسا آنحضرت نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔

سیدی یحییٰ بن ابی الوفاء نے میری کنیت ابو عابد رکھی تو میں نے سیدی علی رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا اور انھوں نے مجھ سے کہا کہ کنیت تیرے مناسب نہیں ہے۔ یہ کنیت تو بوجھ اٹھانے والوں کے لائق ہے۔ میں نے تمھاری کنیت ابو حامد رکھی ہے۔ اس کے بعد میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے ہاں تیری کنیت ابو حامد رکھی ہے اور ایسا ہی آسمان میں ہے اور تو بنی وفاء کے دائرہ میں داخل ہو چکا ہے اور تیرا مقام بڑا ہے اور تو ولی ہے۔

شیخ کی قدم بوسی میں نے اپنے شیخ ابو سعید صفروی رضی اللہ عنہ سے یہ درخواست کی تھی کہ مجھے اپنے قدم

چومنے دیجئے۔ مگر وہ مجھ سے اس کا وعدہ کرتے اور یہ کہتے رہے کہ وقت آنے دو لیکن جب اُنھوں نے ۹۵۱ھ میں وفات پائی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اپنے شیخ سے ایفائے وعدہ کی درخواست کر۔ چنانچہ ان کی روح قبض ہوجانے کے بعد میں نے اُن کے قدم لے اُن کو بوسے دیئے اور اُن سے کہا کہ یاسیدی یہ آپ کا ایفائے وعدہ ہے اور جیسی آپ کی حرمت حالت حیات میں تھی ویسی ہی وفات کے بعد بھی ہے۔

میں نے اپنے شیخ ابوسعید صفردی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آیا میں اپنے یاروں کو چھوڑ کر گوشہ نشین ہوجاؤں اور خاص کر اُن لوگوں سے کنارہ کش ہوجاؤں جو مجھے ایذائیں دیا کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ ان کو نہ چھوڑو اور ظاہری خوبی کے ساتھ اُن سے ملتے جلتے رہو اور اُن سے عمدہ برتاؤ کرو اور جس حالت میں تم ہو اُسی پر رہو۔ اس کے بعد مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تو میں نے اپنے پیر کے قول کی نسبت پوچھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُن کا کہنا صحیح ہے اور اپنے شیخ کے طریقہ پر چلو۔

پاس ادب

ان کا بیان ہے کہ ایک مدت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت موقوف رہی اس کا مجھے غم ہوا۔ اس لئے میں اپنے قلب سے اپنے شیخ کی طرف متوجہ ہوا کہ میرے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کریں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس جلوہ افروز ہوئے۔ انھوں نے کہا کہ لو زیارت کر لو۔ میں نے دیکھا تو مجھے نظر نہ آئے اس وجہ سے میں نے کہا کہ میں نے تو نہیں دیکھا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سبحان اللہ اس پر ظلمت چھاگئی ہے۔ اور بات یہ تھی کہ اُس زمانہ میں ایک جماعت کو میں فقہ پڑھایا کرتا تھا اور بعض علماء کے دلائل کو سست و کمزور ثابت کرنے میں مجھ سے اور اُس جماعت سے جھگڑا ہوا ہوگیا تھا۔ بالآخر میں نے فقہ کا شغل چھوڑ دیا تب مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ فقہ تو آپ کی شریعت کی چیز ہے۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہے تو سہی لیکن اس میں اس کی ضرورت ہے کہ ائمہ کے درمیان ادب کا لحاظ رکھا جائے۔

افشائے راز اور غیبت کی مذمت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں میرے منہ میں اپنا لعاب دہن دیا۔ تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اس لعاب کا فائدہ کیا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس کے بعد جس مریض کے منہ میں تم اپنا لعاب دہن دوگے وہ ضرور صحیح ہوجائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا خواب میں دیکھنا بند ہوگیا۔ اس کے بعد میں نے دیکھا تو عرض کیا کہ یارسول اللہ میرا کیا گناہ ہے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تو مجھے دیکھنے کا اہل نہیں ہے کیونکہ تو لوگوں کو ہمارے اسرار پر مطلع کر دیا کرتا ہے، اور واقعہ یہ تھا کہ میں نے اپنے ایک بھائی سے اپنا کچھ خواب بیان کیا تھا بالجملہ میں نے توبہ کی تو اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ اور یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لوگوں کے ایسے جلسوں میں بیٹھتا ہے جس میں غیبت ہوتی ہے اور اُس سے اُٹھ نہیں جاتا میں اُس سے ملا نہیں کرتا۔

تلاوت قرآن اور درود شریف

میں نے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو مجھے ارشاد ہوا کہ اے محمد یہ کیسی غفلت کیسی نیند اور کیسی روگردانی ہے!! تجھے کیا ہوگیا ہے جو تو نے

قرآن کی تلاوت چھوڑ دی ہے۔ قرآن کے مقابلہ میں یہ ذلیل وظیفے کیا چیز ہیں۔ ہرگز ایسا نہ کر۔ بلکہ ہر روز تلاوت کیا کر مگر روزانہ دو حزب سے کم نہ ہو۔ شیخ کے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ اُس دن سے شیخ نے کبھی قرآن کی تلاوت ناغہ نہ کی اور بعض آیتوں کو بار بار پڑھتے اور اس قدر روتے تھے کہ رخساروں اور ڈاڑھی پر سے آنسو بہتے تھے اور اس قدر آہ آہ کرتے تھے کہ ان کے وجد اور گریہ کی شدت کو دیکھکر کسی شخص کی جرأت نہ ہوتی تھی کہ ان کے سامنے کچھ بات کر سکے۔ اور یہ نماز نفل کے سلام و دعا کے بعد کثرت سے سجدہ شکر کیا کرتے تھے۔

اور یہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے جتنے درود آپ پر بھیجے ہیں اُن کا اور اپنے فلاں فلاں اعمال کا ثواب میں نے آپ کو بخش دیا اگر حضور کے اُس قول کا یہی مطلب ہو جو حضور نے اُس سائل سے فرمایا تھا جس نے پوچھا تھا کہ کیا میں اپنے کل درود کا ثواب آپ کے لئے کر دوں حضور نے اُس کے جواب میں فرمایا کہ "تب تمہارا غم دور ہو جائے گا اور تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں گے" اس کے جواب میں مجھے ارشاد ہوا کہ ہاں میرا یہی مطلب تھا لیکن فلاں فلاں عمل کا ثواب اپنے لئے رکھ چھوڑ کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔

میں نے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آنحضرتؐ نے میرے منہ کو بوسہ دیا اور فرمایا کہ میں اس منہ کو بوسہ دیتا ہوں جو ہزار بار دن کو اور ہزار بار رات کو مجھ پر درود بھیجتا ہے اس کے بعد مجھے ارشاد فرمایا کہ کیا اچھا ہوتا اگر انا اعطیناك الکوثر تیری رات کا وظیفہ ہوتا۔ بعدہٗ مجھ سے فرمایا کہ یہ دعا پڑھا کر اَللّٰھُمَّ فَرِّجْ کُرُبَاتِنَا اَللّٰھُمَّ اَقِلْ عَثَرَاتِنَا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ زَلَّاتِنَا (خداوندا ہماری سختیوں کو دور کر۔ خداوندا ہماری غلطیوں سے درگذر کر۔ خداوندا ہماری لغزشوں کو دور کر) اور مجھ پر درود بھیج اور وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین کہہ

اور ان کا قول ہے کہ کبھی مدد نہیں آتی ہے مگر ذلت حاصل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ[1] (اور درحالیکہ بدر میں تمہاری مدد کر ہی چکا تھا اور اُس وقت تم ذلیل تھے)

یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ یا رسول اللہ جو شخص آپ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اُس پر دس بار درود بھیجتا ہے، تو کیا یہ اُس کے لئے ہے جو حضور قلب سے درود پڑھے، تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ نہیں یہ تو اُس شخص کے لئے ہے جو غفلت کے ساتھ مجھ پر درود بھیجے اور اللہ تعالےٰ اس کو پہاڑوں کے مانند فرشتے عطا فرماتا ہے جو اس کے لئے دعا کرتے اور بخشایش چاہتے ہیں۔ اور جو حضور قلب کے ساتھ درود پڑھے اُس کے اجر کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

رسول اکرم کی ہدایات

میں نے ایک مرتبہ ایک مجلس میں کہا کہ محمد بشر ہیں مگر اور بشر کی طرح نہیں بلکہ وہ پتھروں میں یاقوت ہیں اس کے بعد مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو مجھ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھکو اور جتنے آدمی اس قول میں تیرے ہم زبان تھے سب کو بخش دیا جب سے یہ مرتے دم تک ہر مجلس میں یہ کہا کرتے تھے۔ اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے فلاں فلاں اصحاب کی یہ یہ کنیتیں قرار دے اور فلاں کی کنیت ابو الظہور رکھ کیونکہ وہ عورتوں کے کھلے ہوئے حصوں پر نگاہ ڈالتا

---

[1] چوتھے پارہ کا چوتھا رکوع (سورہ آل عمران کی ایک سو تیئسویں آیت)

ہے مگر اس کا وبال تجھ پر نہیں ہے۔

اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں علم تصوف میں طفیلی ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس گروہ کا کلام پڑھا کرو کیونکہ اس خوان نعمت کا طفیلی ہی ولی ہوا کرتا ہے اور جو اس کا عالم ہوتا ہے وہ ایسا ستارہ ہے جو ادراک میں نہیں آتا یہ اُن کے لفظ سے منقول ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجھے زیارت ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نسبت ارشاد فرمایا کہ میں مردہ نہیں ہوں میرا مرنا یہ ہے کہ جس کو اللہ کا علم نہیں ہے اُس سے میں پوشیدہ ہوں اور جس کو اللہ کا علم ہے اُس کو میں دیکھتا ہوں اور وہ مجھے دیکھتا ہے۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو اس حدیث مشہور کے معنی میں نے پوچھے "اللہ کا ذکر یہاں تک کرو کہ لوگ کہیں کہ یہ دیوانہ ہے" اور صحیح ابن حبّان میں ہے کہ "اللہ کے ذکر کی یہاں تک کثرت کرو کہ لوگ کہیں کہ دیوانہ ہے" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن حبّان اپنی روایت میں سچا ہے۔ اور پہلی روایت کا راوی بھی سچا ہے۔ کیونکہ دونوں میرے ہی قول ہیں ایک مرتبہ میں نے یہ کہا تھا اور ایک مرتبہ وہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت سے میں مشرف ہوا تو مجھ سے ارشاد ہوا کہ حاسدوں سے نہ ڈر کیونکہ اگر وہ تجھ سے مکر کریں گے تو اللہ عزوجل اُن سے مکر کرے گا۔ کیا تو نے اللہ عزوجل کا یہ قول نہیں سنا ہے۔ انھم یکیدون کیدا واکید کیدا فمھل الکافرین امھلھم رویدا[1] (بے شک یہ داؤ چل رہے ہیں اور ہم داؤ چل رہے ہیں۔ تو کافروں کو مہلت دو۔ ان کو تھوڑی ہی مہلت دو)

اور ایک عارف نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے ہیں کہ شیخ ابوالمواہب آنحضرت کے پاس حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ انھوں نے اس واقعہ کو شیخ ابوالمواہب سے بیان کیا۔ اُنھوں نے عارف موصوف سے کہا کہ اس کو پوشیدہ رکھو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وجود کی روح ہیں اور صرف اُسی کے لئے کھڑے ہو سکتے ہیں جس کے لئے وجود اُٹھ کھڑا ہو۔

صحبت اولیاء

ان کا قول ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت چاہے اُس کو لازم ہے کہ اولیاء اللہ کی محبت کے ساتھ شب و روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی کثرت کرے ورنہ اُس کے لئے رویا کا دروازہ بند ہے۔ کیونکہ وہ لوگوں کے سردار ہیں اور ان کے ناراض ہونے سے ہمارا پروردگار ناراض ہوتا ہے اور علیٰ ہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ان کا قول ہے کہ اولیاء اللہ کو بہت سے ایسے امور کی اطلاع ہوتی ہے جن پر علماء کو اطلاع نہیں ہوتی۔ اس لئے جس کو اپنا دین پیارا ہو اُس کے لئے ادب و تسلیم کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔

فقراء کی صحبت کو کبھی ہاتھ نہ دو اور کچھ نہیں تو قیامت کے دن وہ تمھارا ہاتھ ہی پکڑ لیں گے حالانکہ وہ تو دار دنیا میں اپنے اصحاب کے مصائب و آلام و رنج اپنے اوپر لے لیتے ہیں۔ اور جو برزخ میں ان کے پاس آتا ہے اُس سے فرحت و خاطرداری سے پیش آتے ہیں۔

---

[1] تیسویں پارہ کا گیارہواں رکوع (سورہ طارق کی اخیر تین آیتیں)

فقیر کو لازم ہے تاکہ اپنے بھائی سے یہ باہمی معاہدہ کرے کہ دونوں میں سے جو شخص اللہ تعالیٰ کے حضور میں پہلے پہنچے وہ دوسرے کے لئے اپنے پروردگار کے پاس وسیلہ بنے۔

مومن کو دیکھو کہ جب حق تعالیٰ کے نام المومن سے متخلق ہونے کی حیثیت سے حق تعالیٰ کا مصاحب ہوا تو آگ کو اس پر قدرت نہ رہی۔ یہ اس سے کہے گی کہ اے مومن یہاں سے آگے بڑھ جا کیونکہ تیرے نور نے میری بھبک کو ٹھنڈا کر دیا۔

ہم نے سنا ہے کہ قیامت کے دن جب ایسا شخص حاضر کیا جائے گا جس کا نام محمد ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ میری نافرمانی کرتے وقت تجھے شرم نہ آئی کہ تو میرے حبیب کا ہم نام ہے مگر مجھے تجھکو سزا دیتے شرم آتی ہے کہ تو میرے حبیب کا ہم نام ہے جا جنت میں داخل ہو جا۔

منتہی کی صحبت اس مبتدی کے لئے جو رسوم کے مراسم پر واقف نہیں ہوا ہے مضر ہے فائدہ پہنچانے والی نہیں ہے خصوصاً اگر منتہی خضری المقام ہو جس کا حکم عالم ملک وشہادت کے مُبائن ہے کیونکہ اصحاب ہدایت کے لئے اس میں ہرگز فائدہ نہیں ہے محقق ابوعبداللہ نفری نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بیابان میں ٹھہرایا بعدہ جو کچھ مجھ سے کہا اس میں سے ایک یہ تھا کہ محجوب کی صحبت اختیار کر او رموصول سے الگ ہو جا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ محجوب کے لئے غیب کے مکاشفہ والے کی صحبت سے محجوب کی صحبت زیادہ نفع بخش ہے کیونکہ مکاشفہ والے کی صحبت سے محجوب کی صحبت زیادہ نفع بخش ہے کیونکہ مکاشفہ والا اس کے مطابق عمل کرے گا جو ملکوت میں مشاہدہ کرے گا اور یہ اکثر اس کے مطابق نہیں ہوتا جو عالم ملک میں ہے کیونکہ غیب کا حکم اور ہے اور شہادت کا حکم اور۔ اور اے منکر اس قصہ سے عبرت حاصل کر جو موسیٰ علیہ السلام کو خضر علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا اس میں وہ باتیں موجود ہیں جن سے عاقل کی تسکین ہو جاتی ہے۔ فافہم

اس گروہ کے آگے سر تسلیم خم کر دینے میں سلامتی ہے لیکن ان پر اعتقاد رکھنا بہت غنیمت ہے کیونکہ ان کی صحبت میں بہتیرے فقیر مال دار و امیر ہو جاتے ہیں اکثر شکستہ حال درست ہو جاتے ہیں بہت سے کمینے شریف بن جاتے اور جانے کتنوں کے عیوب ڈھک جاتے ہیں۔ اور گمراہ مرتے ظالم ہلاک ہوتے اور مظالم دور ہو جاتے ہیں۔ اور انھیں کے بارہ میں یہ حدیث وارد ہوئی ہے کہ "انھیں کے ذریعہ سے تم کو روزی ملتی تمھارے لئے مینہ برستا اور رحم پر رحم کیا جاتا ہے"

جسمانی حالت

اکثر لوگوں نے جو اہل صلاح کا وصف صرف بدن کا گھلا دینا اور سختی سے بسر کرنا بیان کیا ہے تو غلطی کی ہے۔ اصل بات یہ نہیں ہے جو ان لوگوں نے گمان کیا ہے ان میں موٹے تازے بھی ہیں اور دبلے پتلے بھی۔ اور خوش حال بھی ہیں۔ اور بدحال بھی موٹے تازے ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ[1] (اور علم اور جسم میں اس کو فراخی دی ہے) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فربہی سے بٹیں پڑی ہوئی تھیں۔ اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھاری بدن اور عظیم البطن تھے اور ایسا ہی حافظ ابن حجر نے بہت بڑے پیر سید احمد بدوی رضی اللہ عنہ کے حال میں لکھا ہے کہ ان کی پنڈلیاں موٹی تھیں اور پیٹ بڑا تھا اب رہی خوش و بدحال کی دلیل سو وہ منت محمدیہ میں بہت ہے۔

---

[1] دوسرے پارہ کے سولھویں رکوع سورۂ بقر کی آیت ۲۴۷۔

افشائے راز کی ممانعت

اس گروہ کی صحبت میں پہنچنے کے بعد اس سے بچتے رہو کہ ان کے اسرار غیروں اور ایسے لوگوں پر افشا کرو جو ان کے ذوق و مشرب کے نہ ہوں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کو تم سے عداوت ہو جائے گی اور تم دنیا و آخرت کے خسارہ میں آجاؤ گے۔ کیونکہ یہ امر مخفی نہیں ہے کہ راز کا ظاہر کرنا گویا عیب کا ظاہر کر دینا ہے اور عیب کا ظاہر کرنا اور اُس کی طرف نگاہ کرنا اور اس کا چرچا کرنا حرام ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ جس نے اپنے بھائی کا عیب ڈھانپا اللہ نے اُس کے عیب کو ڈھانپا اور جس نے اپنے بھائی کا عیب کھول دیا اللہ نے اُس کا عیب کھول دیا تاکہ اُسے رسوا کرے۔ اور یہ ایسا امر ہے کہ جو لوگ فقراء کی صحبت میں بغیر خلوص کے داخل ہوتے ہیں اُن میں سے اکثر اس میں پڑتے اور بُری طرح اُن سے جدا ہوتے ہیں یہ کبھی اس مضمون کے شعر پڑھتے ؎

بدل گیا ہے زمانہ کے دوستوں کا حال — خلیل ایسا نہیں کوئی جس میں ہو نہ خلل
صحیح اگلے زمانہ میں ہوتے تھے احباب — پر اب جو دیکھو تو اکثر ہیں ان میں سے مُختل
حواس جب مرے برجا ہوتے تعجب سے — مطالعہ میں لگا کھنے میں کبھی باب بدل

اگر تمھارے کسی اہل صحبت کی کوئی بات کوئی شخص تم سے نقل کرے تو اُس سے کہو کہ سنو جی! مجھے اُس کی صحبت و محبت کا تو یقین ہے اور تمھاری بات سے گمان پیدا ہوتا ہے اور گمان پر یقین ہے اور تمھاری بات سے گمان پیدا ہوتا ہے اور گمان پر یقین کو ترک نہیں کیا جاتا۔ یہ اکثر اس مضمون کے شعر پڑھا کرتے تھے ؎

مشورہ لے اپنے بھائی سے جو تجھ پر آئے وقت — مشورہ دینے میں گو سب کا تو ہی سرتاج ہے
آنکھ ہی صورت دکھاتی ہے تجھے ہر چیز کی — آئینہ کی وہ ہی اپنے واسطے محتاج ہے

بعض دوستوں کے نزدیک بھی زبان کی لغزشوں سے احتراز کرنا چاہیے کیونکہ بہتیرے لوگوں کو اس سے ضرر پہنچا ہے اُنھوں نے تو اپنے دوستوں پر اعتماد کر لیا اور یہ نہیں خیال کیا کہ اسی کو وہ عداوت کے وقت اپنا ہتیار بنائیں گے۔ اس سبب سے دیکھو خوب بچے رہو۔

جو ظالم کی صحبت میں بیٹھا وہ بھی ظالم ہے۔ کیونکہ ظالم کا مشاہدہ اللہ تعالیٰ سے غافل اور نفس سے راضی کرتا ہے اور اس کا نتیجہ شیطان کی ہم نشینی ہے۔ دیکھو کم سنوں عورتوں، امیروں، بادشاہوں اور دنیاداروں کی صحبت سے بچے رہو ان میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔

نماز اور ذکر الٰہی

جب نیتیں کثیر ہوں گی تو عمل کے معنی بھی کثیر ہوں گے گو صورت ایک ہی ہو۔ اور اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص ایک ہی نماز پڑھے اور اس میں اُس کی اتنی نیتیں ہوں ادائے فرض جماعت کے طریقہ کا زندہ کرنا اس بارہ میں لوگوں کا اس کی پیروی کرنا اسلام کو رونق دینا نمازیوں کی جماعت بڑھانا اور اس کے ساتھ اس کی وجہ سے اُس شخص کی جو ستائش کی جائے اُس سے بچے رہنا اور اُس کی طرف التفات نہ کرنا وعلیٰ ہٰذا پس یہ بہت ساری نیکیاں ہیں جو ایک ہی عمل کو گھیرے ہوئے ہیں۔

دنیا کی محبت کے ساتھ عبادت قلب کا شغل اور اعضاء کا ٹھکانا ہے۔ اور ایسی عبادت گو بہت ہو تھوڑی ہے۔ یہ تو صرف عبادت کرنے والے کے وہم میں بہت ہے۔ حالانکہ یہ بے جان صورتیں اور خالی مودتیں ہیں یہی وجہ ہے کہ تم بہتیرے دنیاداروں کو کثرت سے نمازیں پڑھتے روزے رکھتے اور حج کرتے دیکھتے ہو مگر اُن میں زاہدوں جیسا نور اور عابدوں جیسا

سرور نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے حیاتِ دنیا کی اسی لیے پانی سے تمثیل دی ہے کہ پانی کو جب روک رکھا جائے تو خراب بدبو وبلائے جان ہوجاتا ہے۔ اسی طرح دنیا بھی بلائے جان ہوجاتی ہے۔

سب سے اعلیٰ زہد آدمی کا زہد مقامات بلند اور احوال ارجمند میں ہے۔

اللہ کا ذکر نماز سے بڑا اسی لئے ہے کہ گو نماز اشرف العبادات ہے۔ لیکن بعض وقتوں میں ناجائز بھی ہے بخلاف ذکر کے کہ یہ عام حالات میں دوامی ہے۔ ذکر کا انس اُسی کو حاصل ہوتا ہے جس نے غفلت کی وحشت کا مزہ چکھا ہے۔

لوگوں نے اختلاف کیا ہے کہ کونسا ذکر افضل ہے بلند آواز سے یا آہستہ سے۔ اور جس کا میں قائل ہوں وہ یہ ہے کہ جس پر سنگ دلی غالب ہو۔ یعنی مبتدی اُس کے لئے ذکر جہری افضل ہے اور جس پر جمعیت غالب ہو اُس کے لئے ذکر سری زیادہ مفید ہے۔

اہل تعریف نے جو صرف اللہ اللہ اللہ ہی کے ذکر کو ترجیح دی ہے نہ لا الہ الا اللہ کے ذکر کو تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک کہ وہ نفی نہیں کرلیتے ثبوت الٰہیہ کا وہم رہتا ہے اور جس چیز کا میں قائل ہوں وہ یہ ہے کہ جس پر خواہشوں کا غلبہ ہو اُس کے لئے لا الہ الا اللہ کا ذکر زیادہ تر نافع ہے اور جس نے خواہشوں سے چھٹکارا حاصل کرلیا ہے اُس کے لئے صرف اللہ کا ذکر زیادہ مفید ہے۔

خودنمائی اور طمع کی مذمت

جس عمل کے ساتھ اُس کا شہود ملا ہوا ہو وہ غیر مقبول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ پس جس نے اپنے عمل کو دیکھا اور یہ حالت برابر رہی تو اُس کا عمل خود اُسی کے پاس رہا نہ کہ اُس کے رب کے پاس۔ فافہم۔

طمع رکھنے والا اُس شخص کا کتا ہے جس سے طمع رکھتا ہے اس لئے اگر طمع نہ ہو تو کتوں جیسی خواری سے بچا رہے۔

اللہ اکبر عارف بنانے کے لطائف کس قدر باریک ہیں اپنے بندہ کو اپنی بارگاہ سے بھگا دیتا ہے اور پھر سختی کے ساتھ اُس کو بارگاہ مذکور کی طرف لوٹاتا ہے۔ باوصف اس کے کہ اس میں وہ رب لطیف ہے۔

حمد و شکر

ایک شب میں نے اپنے پروردگار سے درخواست کی کہ مجھے ایسی حمد کا الہام ہو جس سے میں اُس کی ستایش کیا کروں پس فوراً میری زبان پر یہ کلمات وارد ہوئے اور مجھے لکھا دیئے گئے الحمد للہ وللہ الحمد بکل المحامد بجمیع المدائح المحمودۃ فی جمیع الحمد والمدح بما یجب الحمد لہ حمدا ازلیا لا اول لہ ابدیۃ حمدہ غیر حمدہ لحمد فی جمیع المحامد الازلیۃ والابدیۃ بلسان جمیع الحمد دفارقہ فی جمیع المحمود بذاتہ لذاتہ وبصفاتہ لصفاتہ وبفعلہ علیٰ فعلہ اور اس کو انھوں نے اپنے قول حکمت "جس نے نعمتوں کا شکر نہ کیا وہ اُن کے زوال کے موقع میں آچکا" کی شرح میں طول دیا ہے۔ اگر تم چاہو تو اُس کی طرف رجوع کرو۔

اس سے حذر کرو کہ تمہارا شکر تمہارے ہی لئے ہو بلکہ اپنے شکر کو اپنے پروردگار کے حکم کی تعمیل قرار دو۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے۔ اَنِ اشْكُرْ لِيْ فرمایا ہے۔ پس سمجھو تو تم کو علم ہوگا اور اگر علم نہ ہوا تو سیکھو اور اہل معرفت کے ذوق کی قدر پہچانو

---

[۱] مترجم کہتا ہے کہ اللہ کے ذکر کا بڑا ہونا اس نص صریح سے ثابت ہے۔ لیکن اکثر علمائے ظاہر اس سے غافل ہیں۔

باعتبار ہر چیز کے جو اللہ کے لئے ہے مقام فقر زیادہ ترکامل ہے کہ اس میں زیادتی کی طلب نہیں ہے۔

امام مالک کا وردِ زبان

حضوری والوں کا ذکر الحمد للہ واستغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ہے اور میں نے اس پر کتاب اللہ کی ایک آیت اس لئے بڑھائی ہے کہ اُن کی محافظ ہو کیونکہ ہر شخص کو یہ پسند ہے کہ اُس کی نعمت ہمیشہ رہے وہ آیت یہ ہے ما شاءاللہ لا قوۃ الا باللہ اور یہ ہمہ دم امام مالک رضی اللہ عنہ کی زبان پر تھی۔ چنانچہ وہ اس کو کہے بغیر نہ اٹھتے تھے اور نہ بیٹھتے تھے غایت یہ ہے کہ انھوں نے اس کو اپنے گھر کے دروازہ پر لکھ دیا تھا اور کہتے تھے کہ آدمی کی جنت اُس کا گھر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ولولا اذ دخلت جنتك قلت ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ۔ یعنی اگر وہ شخص اس کو کہہ لیتے ہوتا تو ضرور اس کی جنت آفتوں سے محفوظ رہتی۔

استدراج کا مفہوم

سنستد رجھم من حیث لا یعلمون کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ یعنی استدراج کی حقیقت کو نہیں جانیں گے۔ اور وہ یہ ہے کہ حق کے حقائق اُن سے پوشیدہ رکھے جائیں گے اور اُن کے اوہام میں ڈال دیا جائے گا کہ وہ صواب وحق پر ہیں اور اُن کے افعال کے بارے میں اُن سے مواخذہ نہ ہوگا۔ ہم اللہ سے نرمی چاہتے ہیں۔ اس لئے جو شخص استدراج سے بچنا چاہے اس کو لازم ہے کہ نعمت ملنے کے وقت اس کو بے موقع استعمال کرنے سے خائف رہے۔

بارہا مرید زیادہ نعمت سے اس لئے روک دیا گیا ہے کہ اُس نے پیر کے مقابلہ میں لفظ "کیوں" استعمال کیا ہے۔ کیونکہ اہلِ طریق کے یہاں یہ گناہ ہے جس کو ہر شخص نہیں جانتا۔

سرتاپا ادب

طریقت سرتاپا ادب وتادیب ہے اور اہل طریقت جو مناقشہ کرتے ہیں تو حق کی جہت سے اور وہ بھی اُس قسم کا جیسا کہ ایک ہم نشین دوسرے ہم نشین سے اور ایک مصاحب دوسرے مصاحب سے کیونکہ یہ لوگ حق کے جلیس اور صاحبِ ادب ہیں ہمیشہ دنیا وآخرت میں مستور العورات رہتے ہیں اور اس کے عکس کی صورت میں برعکس ہے۔

عارفوں کی ہم نشینی نہ کرو مگر ادب کے ساتھ کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جس نے ان لوگوں کے ساتھ بے ادبی کی وہ دشمنوں میں داخل ہوا اور دیوان قرب سے اُس کا نام مٹا دیا گیا۔

جس کو صوفیوں نے ادب نہیں سکھایا ہے وہ صاحب ادب نہیں ہے۔

واردات اُس کے اعتبار سے جس پر وارد ہوتے ہیں مختلف ہوا کرتے ہیں نہ کہ خود اپنے اعتبار سے کیونکہ خود ایک ہی ہیں۔ اس لئے ان کی مثال اُس مینہ کی ہے جو ایسی زمین میں برسے جس میں انواع واقسام کے تخم ہوں پس مینہ ایک ہی ہے اور روئیدگیاں مختلف ہیں جو ایک ہی پانی سے سیراب ہوتی ہیں "اور بعض کو ہم بعض پر مزہ میں فوقیت دیتے ہیں" فافہم۔

عبادت ہی بھلائی کے دروازہ کی کنجی ہے اس لئے جس کے وظیفے آغاز میں فوت ہوئے وہ انجام میں واردات سے محروم رہا۔ کیونکہ اعمال کے انوار ہوتے ہیں جیسا کہ معارف کے اسرار ہوتے ہیں۔ اس لئے اے سالک وظیفوں کی مداومت کو لازمی سمجھ گو تو مراد کو پہنچ جائے۔

صوفیہ جو یہ کہا کرتے ہیں کہ فلاں شخص میں استعداد ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اُس نے مختلف قسم کے ایسے مجاہدوں سے اپنے آئینہ قلب کی صیقل کی ہے جو اُس جِلا کے سبب ہوتے ہیں جو قلب صافی میں صُورِ حقائق کی تجلی کی موجب ہے۔ جیساکہ بذریعہ حسن کے معلوم ہے۔ یہ تو عاشقین کے بارے میں ہے۔ اور معشوقین کا حال یہ ہے کہ اُن کے قلوب اختصاص الٰہیہ کے ذریعہ سے منور و صقیل شدہ رہتے ہیں۔

جو کچھ تجھ پر وارد ہو وہ وہی ہے جو تجھ سے تجھ پر ظاہر ہوئی ہے اور جو چیز تجھ پر جلوہ گر ہو وہ بھی تجھ سے ہی تیری طرف ہے اس کی مثال اُس گٹھلی کی ہے جو زمین میں نصب کی جائے۔ چنانچہ جو پتے اور پھل اُس میں لگے ہیں۔ وہ اُس میں بالقوہ ودیعت تھے اے انسان تو بھی ایسا ہی ہے کبھی تجھ پر کوئی چیز تجھ سے خارج سے یعنی تیرے غیر سے تجھ پر نہیں آتی ہے بلکہ جو چیز تجھ پر وارد ہوتی ہے وہ تجھ ہی میں حالت غیب میں تھی پھر شہادۃً تجھ پر ظاہر ہوئی تاکہ تجھے اُس نعمت کی مقدار معلوم ہو جو اللہ تعالیٰ نے تجھے بخشی ہے۔ اور جس کی طرف میں نے اشارہ کیا اس کے پرے بہت سے رموز اور چیستان ہیں جو خزانوں میں محفوظ ہیں۔ زہے سعادت اُس کی جس کو اُن کی اجازت ہے اور جو اُن کے سمندروں سے عبور کر جاتا ہے۔

مخفی روحانی علوم کی وجوہ بعض علوم لدنیہ ہیں جن کے متعلق نہ حقیقت سے جواب دینا ممکن ہے اور نہ شریعت سے اس کے علاوہ جو کچھ انسان مشاہدہ کرتا ہے سب کو عبارت میں لانا غیر ممکن ہے۔ جس کا سبب یہ ہے کہ بعض مشہود اس قدر وسیع ہے کہ ضیق عبارت میں اُس کی سمائی نہیں ہو سکتی اور اس قدر لطیف ہے کہ اشارت سے وہ ظاہر نہیں ہو سکتا۔ اور کل معلومات کا بیان کر دینا صاحب علم کی قلتِ علم کی دلیل ہے۔ کیونکہ بعض معلوم ایسے ہیں جو دائرہ حصر کے تحت میں نہیں آسکتے جیسا کہ علوم ملکوتیہ جو عالم غیب سے پہنچتے ہیں اور اس قسم کے ہوتے ہیں کہ نہ عقل اُن کو سمجھ سکتی ہے اور نہ وہم اُن کو ادراک کر سکتا ہے اور نہ حافظہ میں اُن کی گنجائش ہے اور وہ اُس کے عارفوں کے دلوں میں اولاً مجمل ہوتے ہیں بعدہ واقعات و حاجت کے مطابق اُن کی تفصیل ہوا کرتی ہے۔ پھر بعض معلوم ایسے ہیں جو محض غیب میں غیب ہیں اور بعض شہادت میں غیب ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں جن کے افشاء کی کبھی کسی کو اجازت نہیں ہے۔ بعض ایسے ہیں جن کے افشاء کی کسی کو اجازت ہوتی ہے اور کسی کو نہیں اسی لئے بعض نے جس پر وہ باتیں جن کی طرف ہم نے اشارہ کیا کھلی تھیں اس قسم کے کل سوالوں کے جواب میں کہا ہے کہ میں اخذ کرنے کی حالت میں بشریت سے الگ ہو کر ایسی حضوری میں ہوتا ہوں جس میں اُن فرشتوں کو مشاہدہ کرتا ہوں جو علوم لدنیہ کی گفتگو کرتے ہیں اور میں وہاں اُن کو ایسی فہم کے ذریعہ سے سمجھتا ہوں جو اُس حالت ملکیہ کے مناسب ہوتی ہے۔ پھر جب میں اپنی بشریت کی طرف لوٹ آتا ہوں تو جو کچھ میں نے جانا تھا اُس کو بھول جاتا ہوں اور جو کچھ سُنا تھا اُس میں سے کچھ بھی یاد نہیں آتا اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ میں ایک وصف سے نکل کر دوسرے کی طرف اور ایک عالم سے دوسرے کی طرف آتا ہوں اور ہر علم کے لئے ایک ایسا عالم ہے جس کے حقائق کے درک سے وہ علم موصوف ہے اسی لئے علوم کشفیہ علوم عشقیہ سے جدا ہیں۔ علوم عقلیہ علوم نقلیہ سے علیحدہ اور علم عبارت علم اشارت سے الگ ہے پس جو شخص علمِ اشارت کو عبارت سے اخذ کرنا چاہتا ہے وہ طلب محال و انکار رجال و محرومی تمام و کمال میں مبتلا ہے۔

دنیا میں درجات کا حاصل ہونا آخرت کے درجات کی دلیل ہے اور یہاں کی کرامات آخرت کی کرامات کی جیسا کہ یہاں کی دور باش آخرت میں ہکائے جانے کی دلیل ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ومن کان فی ھذہٖ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ اور اس اندھے پن سے بصیرت کا اندھا پن مراد ہے جو سیدھے راستے اور راہ حق سے بہک جانے کی وجہ سے ہو۔ اللہ اس سے محفوظ رکھے۔

باطنی علوم و اعمال

جس کا عمل ظاہر سے متعلق ہوگا اُس کی منزلت جنت میں بھی ظاہر ہی کے مناسب ہوگی۔ اور جس کا عمل باطن سے متعلق ہوگا اُس کی منزلت جنت میں بھی باطن ہی کے مناسب ہو گی اور جس کا علم دنیا کے متعلق ہوگا اُس کی منزلت آخرت میں بھی اُس کے اعمال علمیہ ہی کے مناسب ہوگی۔ اور ایسا ہی قول اُن لوگوں کے بارہ میں ہے جن کا علم قلبی یا روحی یا سری ہے۔ پس ہر حال کے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مقام ہے۔ اور سلوک طریق کے اندازہ سے تحقیق ہوا کرتی ہے۔

تم لوگ اپنے اس قول سے حذر کرو کہ فقراء میں سے بڑے بڑے اور سچے لوگ چلے گئے۔ کیونکہ حقیقۃً یہ لوگ گئے نہیں ہیں ان کا حال تو دیوار والے کے خزانہ جیسا ہے۔ اور کبھی اللہ تعالیٰ آخر زمانہ میں آنے والے کو وہ بزرگیاں عطا فرماتا ہے جو اول زمانے کے لوگوں پر ظاہر نہیں کی تھیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا وحبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نعمتیں بخشیں جو ان سے قبل کے نبیوں کو نہیں دی تھیں اور نبیوں کی ستائش میں ان کو سب سے مقدم رکھا۔ کیا خدا کی شان ہے مجھے بہتیرے مولویوں پر سخت تعجب آتا ہے کہ جس امر پر ولیوں نے اجماع کیا ہے اُس کو تو نہیں مانتے۔ اور مانتے ہیں تو ایسی بات کو جو صرف ایک فقیہ کی زبانی اُن تک پہنچی ہے۔ حالانکہ ایسے قول میں اکثر اُس کا استناد قیاسی کمزور دلیل پر ہوتا ہے یا قول شاذ پر۔ واللہ غلبہ حرمان کے سوا اس کی اور کوئی وجہ نہیں ہے۔ اور طرفہ یہ ہے کہ باوجود انکار کے جب اُس پر رنج و مصیبت آتی ہے تو انہیں کی قبروں کی طرف دوڑ کر آتا ہے اور ان پر بار ڈالتا ہے۔ اور اُس فقیہ کی طرف نہیں جاتا جس کے قول کو مانا اور جس کو فقیروں سے بہتر جانا تھا حالانکہ معاملہ اس کے برعکس تھا۔ اس لئے دیکھو بھائی اصحاب وقت کے احترام سے محروم نہ رہو۔ ورنہ ہنکائے اور دشمنوں میں شمار کئے جاؤ گے۔ کیونکہ جو اپنے اہل زمانہ کا منکر ہوا وہ اپنے زمانہ کی برکتوں سے محروم رہا۔

جاہل مرکب

جو شخص اپنے عادات و علوم پر ٹھیرا رہا اور یہ گمان نہ کیا کہ اُس کے علم سے بالاتر اور علوم ہیں وہ ساری نعمتوں سے یہاں تک کہ اپنے اہل مذہب سے بھی محروم رہا۔ اور ایسے آدمی کو جاہل مرکب کہتے ہیں۔ اس لئے دیکھو اسی قسم کے لوگوں سے اس لئے کہ وہ اپنی ضد سے پھر جائے ہرگز بحث و جدال نہ کرو، کیونکہ وہ پھرے گا نہیں اور تم دونوں کے درمیان میں بات بڑھ جائے گی اور بخوبی ممکن ہے کہ وہ تم پر فتوٰی طلب کرے اور تم کو ایسے امور کی طرف منسوب کرے۔ جس سے تم بری ہو یہاں تک کہ تم کو اندرونی رنج پہنچائے۔ پس جب تک کہ وہ اپنے آپ کو تم سے اچھا سمجھے اُس سے باز رہو۔ کیونکہ جاہل کبھی اہلِ حق کے بارے میں انصاف نہیں کرتا جس کا باعث یہ ہے کہ جاہل کو اُس کے حال کا ذوق نہیں ہے۔ البتہ میں اُس صورت کی نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ اُس کو تسلیم کی توفیق عطا فرمائے اور وہ دل سے ماننے لگے کہ ہر ذی علم

کے اوپر اس سے زیادہ علم والا ہے۔

مریدوں کو ہدایات

فقیر کو سزاوار نہیں ہے کہ تھوڑے سے اُخروی عمل کے مقابلہ میں بھی جو باقی رہنے والا ہے۔ دنیا کی کسی چیز کو زیادہ سمجھے۔ شیخ ابن ابی زید قیروانی نے اپنے بیٹے کے ادب آموز کو جب اُس نے اُسے قرآن کے دو جزو پڑھائے سو دینار دیئے تو معلم نے کہا کہ یہ بہت ہے۔ اس پر اپنے بیٹے کو اُس کے مکتب سے اٹھا لیا اور کہا کہ یہ شخص دنیا کو بڑی چیز سمجھتا ہے۔

جب تو اپنے آپ کو اہل اللہ کی دوستی سے روگرداں دیکھے تو جان لے کہ تو اللہ کے دروازے سے نکالا ہوا ہے۔

جب تم ایسے شخص کو دیکھو جس کو علوم نصیب ہوئے ہیں اور جس کے لئے فہوم کے خزانہ کھول دیئے گئے ہیں تو اُس سے کاغذی نقلوں پر مباحثہ نہ کرو اور اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر اُس سے مجادلہ نہ کرو اور نہ اُس سے یہ کہو کہ یہ تو ایسی بات ہے جو نیکوکاروں کی کتابوں میں نہیں ہے کیونکہ مکاسب سے مواہب بڑھے ہوئے ہیں جس کو جو چیز نہ ملی اور اُس نے اُس کا انکار کیا کرتا ہے وہ انوار سے بدنصیب رہتا ہے۔

صاحب جلال کی خاطر سے صاحب جمال کو دوست رکھو جس کو کلام کرنے کی اجازت عطا ہوئی ہو اُس کی علامتوں میں سے ایک لوگوں کی قبولیت ہے۔

جو نیک ہونے کا دعویٰ کرے وہ چیونٹی کو بھی نہ ستائے۔

بعض لوگ جو یہ کہا کرتے ہیں کہ میں نے فلاں کام نہیں کیا مگر اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اس کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ اجازت سے اُس کی مراد وہ نور ہے جو قلب میں آ کر سینہ کو کھول دیتا ہے۔ مگر عصمت نہ ہونے کی وجہ سے یہ حجت نہیں ہے۔ خصوصاً جب کہ قانون شرع پر نہ ہو۔ کیونکہ جو کچھ فقیر کو پیش آئے سب حق نہیں ہے۔

یہ ہستی گونجنے والا مکان ہے اس میں جو کچھ تم بولو گے وہی لوٹ کر تمھارے پاس آئے گا اور وہ آئینہ ہے جس میں وہی صورت جلوہ گر ہو کر تمھاری طرف آئے گی جو تم سے ظاہر ہوگی۔

عابد وہم و تقلید میں ہے اور مقرب فرحت و تائید میں ابنار ازل اس سے منزہ ہیں کہ علتوں کے باعث عمل پر ٹھیرے رہیں۔

اُن لوگوں میں سے نہ ہو جو پوجے جانے کے لئے عبادت کرتے ہیں اور نہ اُن میں سے جو حبِ جاہ سے پیشانی کو سیاہ کرتے ہیں بلکہ بغیر کسی غرض و عوض کے اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔

علم الیقین قطعی برہان سے حاصل ہوتا ہے اور عین الیقین شہود عیاں سے اور حق الیقین تحقیق صورت عیاں سے اس کی مثال یہ ہے کہ جو چیز علم متواتر سے حاصل ہو وہ علم یقین ہے اور اُس کے اوپر عین یقین ہے اور اُس میں حلول کر جانا حق یقین ہے۔

وارد کی مثال چھینک کی ہے کہ جب آتی ہے تو روکی نہیں جاتی اور نہ تدبیر سے لائی جاتی ہے اور اگر دفع کی جائے تو رنج و تعب و بیماری کا باعث ہو اور جو وارد کہ شرع کے موافق نہ ہو وہ ظلمت ہے۔

کاشت کار کے عمدہ ترین بیج وہ ہیں جن کو وہ زمین میں ڈال کر چھپا دے تاکہ زمین کے اندر اُگے اور بدترین بیج وہ ہیں جو زمین کے اوپر اُگیں۔ کیونکہ ان کو ثبات نہیں ہے۔

خواہش ہائے نفسانی ہی کی پیروی آدمی کو سرنگون کرتی ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ اپنے نفس کے مکروں پر مطلع فرماتا ہے وہی اپنے معکوس ومنکوس (سرنگون) ہونے سے بچتے ہیں۔

کشائش دل کی علامت یہ ہے کہ اُس میں کوئی خلل نہ آئے اور شر نفس کی علامت اُس سے تھکنا اور اُکتا جانا ہے۔

طریقۂ سالکین کشف کی حقیقت یہ ہے کہ تم ظلمت کو عین نور دیکھو اور پردوں میں رفع عطا و مشاہدہ کرو۔ اور مراتب کشف میں سب سے اعلیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کو بقدر مستودع پر مطلع کر دے۔ اور اس سے نیچے مرتبہ میں وہ شخص ہے جس کو اللہ ہدایت پر مطلع کرے نہ غایت پر۔

جس نے ظرف کے باطن کو مشاہدہ کیا اُس نے معانی کے اسرار کو پالیا۔

اخبار کا ظہور بغیر اختیار و مقدور کے ہوتا ہے۔

جس کے ساتھ ازل میں اعتنا کیا گیا ہے اُس کی علامت یہ ہے کہ اُس کو جو کشائش ہو وہ نہ سلب کی جائے اور نہ چھینی جائے اور جس نے اہل عنایت کی مزاحمت کا ارادہ کیا وہ رنج وتعب کے جال میں پھنسا اور اُس کا کوئی مطلب نہ بر آیا۔

اگر بلا رنج وتعب پہنچنا چاہتے ہو تو اہل حسب کا دامن پکڑو۔

عوام میں جس کی تعظیم کی صورت پیدا ہو اہل تحقیق کے نزدیک اُس کی تخصیص میں تیزی نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کا عاشق مشہور ہوتا ہے اور اللہ کا معشوق مستور ہوتا ہے۔

رتبہ والوں کے ساتھ بے ادبی موجب ہلاکت ہے ذکر کا چھپانا خواص کی شان ہے نہ مریدوں کی کیونکہ مرید اس لئے ذکر کرتا ہے کہ اُس کا قلب منور ہو۔ اور مراد وہ ہے جو ذکر کے قبل نور پاتا ہے۔ اور حاضر قریب کا ذکر تعجبات میں سے ہے۔ اس لئے ذکر کی کوئی وجہ نہ باقی رہی مگر تعظیم کے طور پر یا ذاکر کے مذکور سے غائب رہنے کی حالت میں۔

صوفیہ جو یہ کہا کرتے ہیں کہ شب گذشتہ مجھ سے یہ کہا گیا مثلاً اس کے بارہ میں یہ کہتے ہیں کہ ان لوگوں کی مُراد یا تو۔ ہاتفِ حقیقت سے ہے یا یہ کہ اُس نے فرشتہ سے سُنا مگر اُس کی صورت نہ دیکھی۔ یا اُس کو اُس کی غیر اصلی صورت میں دیکھا یا اُن کی مُراد وہ باتیں ہوں جن کو وہ اپنے دلوں سے سنتے ہیں یا جو باتیں کسی چیز کے حال سے اُن کے مراتب کے مطابق اُس وقت سمجھ میں آتی ہیں اور اخیر صرف مریدوں کے ساتھ مخصوص ہے۔

جو مخلوق کے سامنے بچھ جاتا ہے وہی اپنے رب کو راضی کرتا ہے۔ اور جو خلق کے پاس جاتا ہے اُس کو وہ کب بلاتا ہے۔ جب تجھے خواب میں کوئی بشارت ہو تو اپنی طرف سے تو اُس پر راضی نہ ہو جب تک کہ اُس کی نسبت اللہ کی رضامندی معلوم نہ کرلے۔

بہتیرے آدمی ایسے ہیں کہ لوگ اُن کی زیارت کو آتے ہیں اور گناہوں کے بوجھ اپنے ساتھ لاتے ہیں

اس لئے زیارت کرنے والے کی آمد کے وقت اپنے نفوس کو ٹٹول لیا کرو۔

جس نے فقیروں پر اپنی برائیوں کا بوجھ ڈال دیا اس نے گویا آنے کے ساتھ اُن پر پیشاب کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب کے وقت مرکز ہائے بلند کی طرف اس لئے لے گئے تھے کہ ملائکہ ملکوتیہ کو وہ اعلیٰ خصوصیتیں اور کامل صفتیں دکھلائیں جو نہ اُن میں ہیں اور نہ ملکوت میں۔ اس لئے معراج سے حق کی مراد یہ تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن نعمتوں کی قدر معلوم ہو جو اُن کو عطا ہوئی تھیں۔ پس اس کا ظاہر اعتبار تھا اور اس کا باطن ابتلاء۔ کیونکہ بندہ کل ربانی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کر سکتا ہے۔ فافہم۔

عالم فقیر کو چھوٹا نہ سمجھو اور نہ تحقیر سے اُس کو دیکھو کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب امتحان کا وقت آتا ہے تو وہی اہل زمانہ سے بڑھ جاتا ہے۔

امیر کا پیر بڑا نقارہ اور بادشاہ کا پیر شیطان کا پیارا ہے۔

مرشد وہ ہے جس نے دائروں کی تکمیل کی ہے اور اوائل واواخر کے علم اُس میں پیچیدہ ہیں۔ اور اس کو عالم مطلق کہتے ہیں۔ پس ہر مرشد پیر ہے اور اس کا عکس نہیں ہے۔

مرید کی ایک شرط یہ ہے کہ جو حد باندھ دی گئی ہو اُس سے باہر نہ جائے۔ جب ان کو کسی شخص کا قول بہت ہی عجیب وغریب معلوم ہوتا تھا تو اکثر شیخ محی الدین رضی اللہ عنہ کا یہ شعر تمثیلاً پڑھا کرتے تھے ؎

ترکنا البحار الزاخرات وراءنا

فمن این یدری الناس این توجھنا

ترجمہ۔ بحر زخار سے آئے ہیں ابھی تیر کے ہم　　　کس کو معلوم کہ مشتاق ہیں کس سیر کے ہم

نام محمدی کی فضیلت آدم علیہ السلام کو فرشتوں کا سجدہ کرنا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ چھوٹے کو بڑے کے سامنے فروتنی لازم ہے اور اُس بزرگی کا اظہار تھا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل اُن کی صورت سے ظاہر ہونے کی وجہ سے اُن کو حاصل تھی اور شکل مبارک کا ظہور اُن میں اس طرح سے تھا کہ آدم علیہ السلام کا آخر حرف میم، دونوں ہاتھ حرف حا تا ف میم اور دونوں پاؤں حرف د تھا اور عربی کے خط قدیم میں اسی طرح سے لکھا جاتا تھا۔ اور دوسرا ہاتھ جو ظاہر نہ ہوا کہ چپ وراست قرار پاتا تو اس لئے کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت بڑی تعریف نکلتی ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پس و پیش سے یکساں نظر آتا تھا پس خلق کا چپ آنحضرت کی اس خصوصیت کے سبب سے آنحضرتؐ کا راست تھا۔ اسی وجہ سے بعض عارفوں نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک یسار (دست چپ) نہیں کہنا چاہیئے بلکہ یمین (راست)، اول ویمین ثانی یا یمین وجہ ویمین خلف۔ اس مقام پر ایک باریک نکتہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مرسلین کی تعداد تین سو تیرہ اسی نام مبارک محمدؐ سے نکلتی ہے۔ کیونکہ پہلے میم کے بولنے میں تین حرف ہیں اور حاء کے دو یعنی حاء والف اور ہمزہ شمار میں نہیں لیا جاتا اور میم مشدد کے چھ حرف۔ اور علی ہذا دال کے ملفوظی حروف تین ہیں دال الف و لام۔ پس اگر اس مبارک نام کے کل ظاہری و باطنی (مکتوبی و ملفوظی) حروف کے اعداد لو تو تین سو چودہ ۳۱۴ ہوتے ہیں جن میں سے تین سو تیرہ رسولوں کے اعداد ہیں جن کی نبوتیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے متفرع ہیں اور ایک عدد باقی رہ جاتا ہے کہ اُس ولایت کے مقام کا ہے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ کی پیروی کرنے والے ولیوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ فافہم

جو کچھ میں نے ان کے اس تذکرہ میں نقل کیا ہے اُس کو میں نے ان کی شرح الحکم اور کتاب قانون سے انتخاب کیا ہے۔

(۳۲۰) شیخ حسین آدمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدی احمد زاہد کے پیروں میں سے ایک اور حسینیہ واقع مصر میں مقیم تھے سیدی احمد زاہد کہتے ہیں کہ ان کی اصل مراکش واقع ملک مغرب کی تھی۔ وہاں ان کی اپنی زمین تھی جس میں کاشت کرتے اور اپنی بکریوں کو چراتے تھے۔ اور جب مصر آئے تو اپنی پیاری بکریوں کو ہر روز نقیب کے ساتھ مراکش میں چرنے کو بھیجتے اور اُن کو رات کے وقت مصر میں رکھتے تھے۔ سیدی احمد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں اُن کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک یہودی آیا اور اُس نے اپنے پاؤں کو معہ جوتے کے بڑھا کر کہا کہ اے مسلمان اس جمڑے کو کاٹ دے یہ مجھے ستاتا ہے۔ حضرت نے بسم اللہ کہکر چھری لی اور اللہ اکبر کہتے ہی یہودی نے چلا کر اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ کہا اور کہنے لگا کہ اے احمد اگر میں زندہ رہا تو ایسا ہی کروں گا بھی۔

(۳۲۱) شیخ احمد بن سلیمان زاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ شیخ امام عالم ربانی و باعمل پیر طریقت و فقیہ اہل طریقت تھے۔ بہتیرے مردان خدا کی انھوں نے تربیت کی اور طریقہ صوفیہ کو مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کیا لوگ کہتے تھے کہ یہ یہاں کے جنیدؒ ہیں اور فقہ کو انھوں نے بھی ایسی مٹی بنایا تھا کہ تصوف کی باریکیوں کا ایک لفظ بھی ان سے گویا سننے میں نہیں آتا تھا اور امور دین میں بہت سے رسالے تصنیف کئے تھے۔ اور مسجدوں میں عورتوں کو نصیحت کرتے تھے اور مردوں کو چھوڑ کر بالتخصیص انھیں کو مخاطب کرتے تھے اور اُن کو دین کے احکام اور شوہروں اور پڑوسیوں کے حقوق کی تعلیم کرتے تھے۔

اور میرے پاس خاص اُن کے قلم کے لکھے ہوئے ساٹھ جز کے قریب وہ نصیحتیں ہیں جو وہ عورتوں کے سامنے بیان کیا کرتے تھے اور یہ کہا کرتے تھے کہ یہ عورتیں نہ تو عالموں کے درس میں شریک ہوتی ہیں اور نہ ان کے شوہران کو تعلیم کرتے ہیں یہ کہتے تھے کہ میں بچپن میں ایک دن مکتب کو جا رہا تھا کہ ایک ولی اللہ الجھے بال پھٹے حال میرے سامنے آئے اور میرے ساتھ جو ناشتہ کی روٹی تھی وہ مانگی۔ میں نے وہ اُن کو دیدی اور دل میں بھوکے رہ جانے کی ٹھان لی انھوں نے وہ مجھ سے لے لی اور مجھ سے کہا کہ اے احمد خط مقسم میں تیرے لئے ایک جامع مسجد بنے گی اور جامع زاہد کہلائے گی اور اُس کی تعمیر میں ایک گروہ تیرا مخالف ہوگا مگر اللہ تعالیٰ اُن کو رسوا کرے گا اور مصر میں تو مشارٌ الیہ ہوگا اور تجھ سے بہتیرے مردان خدا تربیت پائیں گے چنانچہ جیسا اُنھوں نے کہا تھا ویسا ہی ہوا اور اُس دن کے بعد میں نے اُن کو پھر نہیں دیکھا۔

(میں کہتا ہوں کہ) اور علماء میں سے ایک گروہ نے ان کی مخالفت کی جن میں شیخ الاسلام ابن حجر اور

جمال الدین مدرسہ جمالیہ کے بانی بھی تھے جو خانقاہ سعید السُّعَدَا کے قرب میں واقع تھا۔ یہاں تک کہ انھوں نے مٹی اٹھوانے والے کو بلوا بھیجا اور اس کو منع کیا کہ شیخ کی جامع کی مٹی نہ اٹھوائے۔ شیخ نے کہا کہ جس فقیر کا برہان ظاہر نہیں ہوتا اُس کے آستانے کا احترام نہیں ہوتا۔ پھر انھوں نے اپنی طوق میں سر ڈالا اور سلطان کا دل جمال الدین سے پھیر دینے کے لئے توجہ کی بس اُسی وقت سلطان نے اُن کو بلوا کر قید کر دیا اور یہ نہیں بتایا کہ اُس کا جرم کیا ہے اور جب تک شیخ کو جامع مسجد کی تعمیر سے فراغت نہ ہوئی برابر جمال الدین قید میں رہے اور شیخ نے مٹی اٹھانے والے سے کہہ دیا تھا کہ مٹی اٹھاؤ اور اطمینان رکھو جب تک تم فارغ نہ ہو جاؤ گے ہم اُس کو رہائی نہیں دینے کے۔ اور اس سے پہلے شیخ سراج الدین بلقینی نے بھی ان کا انکار کیا اور اپنے انکار میں بہت مبالغہ کیا تھا اور جب یہ خبر سیدی احمد رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انھوں نے کہا کہ ہماری کس بات کو وہ بُری سمجھتا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ آپ ویران مسجدوں کی اینٹیں لے کر اپنی مسجد کی تعمیر کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ سب تو اللہ ہی کے گھر ہیں بعدہٗ شیخ احمد رضی اللہ عنہ بلقینی کے ارادہ سے جامع الازہر پہنچے اور اُس کے صحن میں کرسی بچھوائی اور اس وقت ان پر ایسی حالت طاری تھی کہ ان کی آنکھیں شعلہ کی طرح سرخ تھیں۔ اسی حال میں وہ کرسی پر بیٹھے اور کہنے لگے کہ جتنے علم آسمان سے اُترے ہیں میں سب کے متعلق جواب دیتا ہوں جس کا جی چاہے مجھ سے سوال کرے مگر سب لوگ ہکا بکا ہو گئے کسی نے بھی کوئی سوال نہ کیا۔ مگر جب وہ حالت چلی گئی تو پوچھنے لگے کہ مجھے یہاں کون لے آیا۔ لوگوں نے کہا کہ آپ سے یہ حرکات سرزد ہوئے اور آپ نے یہ باتیں کہیں۔ پھر لوگوں سے پوچھا کہ کسی نے کوئی سوال بھی کیا تھا۔ اور جب لوگوں نے کہا کہ نہیں تو کہا کہ الحمد للہ اگر ہمارے سامنے کوئی آتا تو میں اُس کو پچھاڑ کھاتا۔ پھر جامع ازہر سے چلے آتے۔

ان سے جب کسی ایسے شخص سے سفارش کرنے کو کہا جاتا جو ان کو پہچانتا نہ ہو تو صاحبِ حاجت سے کہتے تھے کہ جاؤ اور کسی ذی وجاہت شخص کو ساتھ لے کر مجھ سے پہلے اُس شخص کے گھر پر پہنچ جاؤ۔ اور اس کے بعد جب میں وہاں پہنچوں تو تم سب میرے لئے کھڑے ہو جاؤ اور میری تعظیم و تکریم کیجیو تاکہ تمھارے ذریعہ سے مجھے سفارش کا رتبہ و موقع حاصل ہو کیونکہ میں اُن لوگوں میں گم نام آدمی ہوں۔

شفیع زمانہ ان کا قول تھا کہ جو شخص میری اس مسجد میں آکر دو رکعتیں پڑھے گا میں ضرور میدان قیامت میں اُس کی دستگیری کروں گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے زمانہ کے سب لوگوں کا شفیع بنایا ہے یہ اپنے آپ کو چھپاتے تھے اور کبھی کوئی بات کشف کی نہیں کہتے تھے مگر دوسروں کی زبان سے ایک مرتبہ انھوں نے ایک مرید کو خلوت میں بٹھلایا۔ اُس کو کشف ہوا کہ شیخ اہل نار میں سے ہیں اس پر اُس نے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کی کہ اُن کی شقاوت کا نام مٹ جائے۔ بس اُسی وقت شیخ نے مرید کا دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کہ اے فرزند مجھے تیس برس ہو گئے جب سے اس کو دیکھ رہا ہوں مگر میں نے نہ اعتراض کیا اور نہ بدل دینے کی درخواست کی اور تم ایک ہی گھنٹے میں گھبرا اٹھے۔ اس کے بعد جو اُس مرید نے توجہ کی تو اس نے دیکھا کہ شیخ کا نام اہل سعادت میں داخل ہے ان کی عادت تھی کہ بیعت لینے سے پہلے سال بھر یا اس سے زیادہ تک مرید کا امتحان لیتے تھے۔ جب سیدی محمد غمری تعلیم پانے کو ان کے پاس آئے تو اتفاق سے عشاء

کے بعد کا وقت تھا۔ اور جامع مسجد کا دروازہ بند ہو چکا تھا انھوں نے کہا کہ ہمارے لئے دروازہ کھولو۔ شیخ نے کہا کہ عشاء کے بعد ہم دروازہ نہیں کھولا کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ "ان المساجد للّٰہ" مسجدیں تو اللہ کی ملک ہیں۔ شیخ نے کہا کہ یہ شخص فقیہ معلوم ہوتا ہے جاؤ دروازہ کھول دو چنانچہ دروازہ کھلا اور انھوں نے آتے ہی پوچھا کہ شیخ کہاں ہیں۔ خود شیخ نے کہا کہ اُس سے تم کو کیا کام ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ اُن سے اللہ کی راہ پوچھوں گا۔ شیخ نے کہا کہ تم اُس کے اہل نہیں ہو۔ انھوں نے کہا کہ اگر خدا چاہے گا تو شیخ کی برکت سے اہل ہو جاؤں گا۔ آخر شیخ نے اپنے آپ کو اُن سے پہچنوایا اور ذکر کرنا سکھایا اور طہارت خانہ کا خادم بنایا۔ بعدہٗ ڈیوڑھی داری پر منتقل کیا بعدہٗ مشعل خانہ کی خدمت سپرد کی۔ چنانچہ بیس برس تک اسی خدمت پر رہے ایک دن ان کو نیند آگئی اور فجر کے وقت اُنھوں نے چراغ نہیں روشن کئے۔ اس لئے شیخ نے باہر آکر اے محمد کہکر آواز دی۔ اُنھوں نے کہا کہ حاضر۔ شیخ نے کہا کہ مسجد میں روشنی کرو۔ انھوں نے اپنے ہاتھ کو حرکت دی۔ اور مسجد پر ہاتھ سے حلقہ کھینچا بس سارے چراغ روشن ہو گئے۔ تب شیخ نے ان سے کہا کہ بلبیس جاؤ اور لوگوں کو نفع پہنچاؤ۔ اب یہاں تمھارے ٹھہرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ یہ بلبیس آئے مگر یہاں ان کے قدم نہ جمے تب محلہ ابی الہیثم میں اُٹھ گئے۔ مگر یہاں بھی نہ ٹھہر سکے تب محلہ کبریٰ میں پہنچے اور جو کچھ ہونا تھا یہاں ہوا جیسا کہ ان کے ترجمہ میں آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

خاص مریدوں کی بیعت

سیدی احمد رضی اللہ عنہ جامع مسجد سے صرف نماز جمعہ کے بعد اپنے گھر کے اندر جاتے تھے۔ ادھر انھوں نے نماز ختم کی اور گھر داخل ہوئے اور عصر تک وہاں ٹھیرا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن وہ اندر گئے تو لوگوں کو ہنستا ہوا اور بشاش پاکر انھوں نے پوچھا کہ آج کیا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ایک شخص عبد الرحمٰن بن بکتمر نام نے ہم کو گوشت ملوخیہ[1] روانہ کیا ہے کہ پکاؤ اور کھاؤ۔ شیخ نے کہا کہ تب تو ہم پر اُس کا حق واجب ہو گیا۔ چنانچہ آدمی بھیج کر اُس کو بلوایا اور اُس کی بیعت لی۔ اور اس شخص نے حد سے زیادہ مجاہدہ شروع کیا اور میں نے سیدی احمد زاہد کی جامع مسجد کے طہارت خانہ کے اوپر اُس کی خلوت کی جہت میں ایک رسی بندھی ہوئی دیکھی ہے۔ اس شخص نے برسوں تک زمین سے پہلو نہ لگایا۔ یہاں تک کہ کشائش واقع ہوئی اور جو کچھ نعمت ملتی تھی وہ ملی۔

اور سیدی مدین زمانہ تک علم میں مشغول رہنے کے بعد سیدی احمد کے پاس پہنچے۔ چنانچہ انھوں نے اُن کی بیعت لی اور اُن کو خلوت میں بٹھلایا۔ تو اُن کو تیسرے ہی دن کشائش ہوئی۔ اسی لئے سیدی احمد رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ جتنے لوگ میرے پاس پہنچے سب کے چراغ بجھے ہوئے تھے مگر مدین کہ یہ جلتا ہوا چراغ لے کر آیا تو میں نے اُس کو اور نور دار بنا دیا۔

سیدی محمد غمری نے دمیاط تک سفر کیا اور وہاں شیخ کے گھر کے لئے مٹھائی کا ایک ڈبہ خریدا لیکن کشتی میں جوزور کی ہوا چلی تو ایک رسی پلٹ کر اُس ڈبہ کی طرف آئی جس سے وہ ڈبہ دریا میں چلا گیا۔ سیدی محمد

---

[1] سابق میں اس پر حاشیہ لکھا گیا اور بیان کیا گیا ہے کہ یہ ایک قسم کا ساگ ہے جس کا پکانا عربوں کے ساتھ مخصوص تھا

قاہرہ پہنچ کر شیخ کے پاس گئے اور جب انھوں نے شیخ کو سلام کیا تو انھوں نے کہا کہ محمد تمھاری سوغات کہاں ہے اُنھوں نے عرض کیا کہ حضور وہ تو دریا میں گر گئی۔ شیخ نے خادم سے کہا کہ اس خلوت کے اندر جاؤ اور ان سے آ کر حالت بیان کرو۔ خادم نے خلوت میں جا کر دیکھا تو وہ ڈبہ الماری پر رکھا ہوا ہے اور اُس سے پانی ٹپک رہا ہے۔ چنانچہ اُس نے کہا کہ محمد تمھاری سوغات پہنچ گئی۔

اصحاب کو وصیت ان کی وفات کا وقت آیا تو بعض فقیروں نے شیخ کے بعد جامع مسجد میں سجادہ نشین ہونے کی اجازت کے لئے زبردستی شروع کی۔ اس لئے شیخ نے سب کو جمع کیا اور کہا کہ میں اپنی حیات ہی میں اپنی میراث تمھارے درمیان میں تقسیم کر دیتا ہوں تاکہ میرے بعد جھگڑا نہ کرو۔ پس سیدی محمد غمری سے کہا کہ محمد تمھاری طریقت کی نیکی تمھاری اولاد کے لئے ہے تمھارے اصحاب کے لئے اُس میں سے بچے کھچے قطروں کے سوا کچھ نہیں ہے۔ سیدی مدین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مدین! تمھاری نیکی تمھارے اصحاب کے لئے ہے تمھاری اولاد کا اُس میں کچھ نہیں ہے۔ اور سیدی عبدالرحمن بن بکتمر سے کہا کہ عبدالرحمن! تمھاری نیکی خود تمھاری ذات کے لئے ہے تمھاری اولاد اور تمھارے اصحاب کا اُس میں کچھ حصہ نہیں ہے۔ اور کہتے تھے کہ یہ طریق بخششوں پر موقوف ہے اور اگر اختیار کو دخل ہوتا تو سب سے زیادہ حق دار میرا بیٹا تھا اور کہا کرتے تھے کہ اے وہ ذات جو ہمارے بدلے ہماری اولاد کی تربیت کرتی ہے اور ہم اُس کی اولاد کی تربیت کرتے ہیں۔

آپ کے معمولات بہت تڑکے جامع مسجد کے دروازے پر نکل کر آتے اور جو مسافر مصر میں آتے تھے اُن سے برکت حاصل کرتے اور کہتے تھے کہ ان پر صبح کی ہوائے نرم کا گذر ہوا ہے۔ اور جب کوئی شخص اپنے چھوٹے بچے کو لے کر اُن سے اُس کے لئے دعا کرانے کو آتا تو یہ کہتے تھے کہ خداوندا اس دنیا میں اس بچہ کو نہ کوئی ناموری دے اور نہ کوئی عزت۔ اور فقیروں سے اکثر خدمت لیتے تھے اور بارہا فقیر کو پورے سال بھر تک طہارت خانہ میں ٹھیرنے کا حکم دیتے تھے اور وہ اُس کو بجا لاتا تھا اور جب کوئی شخص تحصیل علم کے لئے ان کے پاس رہنے کو آتا تو اُس سے کہتے کہ میاں ہمارے پاس اُس کا سامان نہیں ہے جامع ازہر چلے جاؤ۔ اور جو فقیر ان کے پاس سکونت رکھتے تھے اُن کو صرف شرع کے اُن فرائض و واجبات کے سکھانے کی اجازت دیتے تھے جو عبادات سے متعلق ہیں۔ اور جو مسائل کہ بیع، رہن، شراکت وغیرہ کے معاملات کے تصفیہ سے متعلق ہیں اُن کے سیکھنے سے منع کرتے اور کہتے تھے کہ سب سے زیادہ ضروری سے شروع کرو اور اس عالم میں اللہ تعالیٰ کی معرفت سے زیادہ ضروری کوئی چیز نہیں ہے۔ تمھاری جگہ میں فقہا، شریعت کے فروع کو لے بیٹھے ہیں۔ ہاں اگر اگر خدا نا کردہ وہ وہ مارے جائیں اور احکام معطل ہو جائیں تب ان فروعات کا سیکھنا تم پر واجب ہوگا تاکہ شریعت مٹنے نہ پائے۔

زاہد کی وجہ تسمیہ (میں کہتا ہوں کہ) میں نے شیخ محمد حریفیش ولوشری سے جنھوں نے احمد زاہد رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا ان کے "زاہد" کہلانے کی وجہ پوچھی۔ کیونکہ ہر ولی کے لئے زہد لازم ہے مگر مصر میں صرف ان کے سوا کوئی شخص زاہد کے لقب سے مشہور نہ ہوا۔ اس کے جواب میں انھوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ انھوں نے کیمیا، بنائی اور پانچ قنطار کے قریب سونا تیار کیا اور اُس کی طرف نگاہ کر کے کہا کہ تف ہے دنیا پر اور

حکم دیا کہ اس کو جامع مسجد کی موری میں پھینک دو۔ اسی دن سے اللہ تعالیٰ نے اُن کو زاہد مشہور کر دیا۔
اُنھوں نے آٹھ سو بیس ہجری کے کچھ بعد وفات پائی اور اپنی ہی جامع مسجد میں دفن ہوئے۔ ان کی قبر ظاہر ہے اور لوگ اُس کی زیارت کرتے اور اُس سے برکت حاصل کرتے ہیں۔

(۳۲۲) سیدی عمر کُردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

میدان واقع بیرون قاہرہ کے حوض پر رہا کرتے اور گرمی ہو یا جاڑا ہر فریضہ کے لئے غسل کیا کرتے تھے اُمرا و تجار و رؤسا عمدہ عمدہ کھانے اور مٹھائیاں اُن کے لئے لاتے تھے اور یہ بھنگ پینے والوں کو جو وہاں سیر کو جاتے تھے کھلا دیا کرتے اور اُن سے کہتے کہ بھائیو یہ کیا بات ہے کہ مجھے تمھاری آنکھیں سرخ نظر آتی ہیں بس اس سے زیادہ کچھ نہیں کہتے تھے۔ اور ان کے ساتھ کے فقراء ان کو ملامت کیا کرتے تھے کہ تم ان کھانوں میں سے ہم کو نہیں دیتے۔ آخر ایک دن انھوں نے ایک فقیر سے کہا کہ اس مٹھائی سے تم اپنے رکابی بھر لو اور اُس کو چھپا دو۔ اور میرے ساتھ اُس خشکی پر چل کر جو اس حوض کے بیچ میں ہے اس کو کھاؤ۔ چنانچہ یہ معہ اُس فقیر کے اُس مقام پر پہنچے اور انھوں نے کہا کہ اس رکابی کو کھولو۔ فقیر نے دیکھا کہ اس میں گبریلے بھرے ہوئے ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ کھاؤ۔ فقیر نے کہا کہ یہ گوبر کے کیڑے ہیں۔ تب انھوں نے کہا کہ اسی کے نہ کھلانے کی تم میری روزانہ شکایت کیا کرتے تھے۔ شیخ امین الدین جامع عمری کے امام کہتے ہیں کہ جب ہم نے ان کو خوش قدم کے مقبرہ میں دفن کیا تو سیدی ابراہیم متبولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حاضرین میں تھے انھوں نے اُس وقت کہا کہ میں اپنے رب کی عزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے ان سے زیادہ سہار کا آدمی نہ دیکھا یہ جہنم کے ایک قلعہ میں ڈالے گئے مگر ان کا ایک بال بھی بیکا نہ ہوا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۳۲۳) سیدی ابراہیم متبولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولایت میں صاحب دوائر کبریٰ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ان کا کوئی پیر نہ تھا۔ امیر شرف الدین کی جامع مسجد کے قریب جو قاہرہ کے محلہ حسینیہ میں ہے بھنے ہوئے چنے بیچا کرتے تھے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کثرت سے خواب میں دیکھتے اور اپنی ماں سے بیان کرتے تو وہ کہتی تھیں کہ بیٹا! مرد وہ لوگ ہیں جو بیداری میں مشرف ہوا کرتے ہیں۔ مگر جب بیداری میں باریاب ہونے اور اپنے معاملات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورے لینے لگے تو ان کی ماں نے کہا اب تمھاری رجولیت کا مقام شروع ہوا۔ جن امروں میں انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کیا تھا اُن میں سے ایک برکۃ الحاج میں زاویہ کی تعمیر تھی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ ابراہیم اسی مقام پر اس کو تعمیر کرو اور اگر خدا نے چاہا تو جو حاجی وغیرہ دنیا سے الگ ہو کر رہنا چاہیں گے اُن کی یہ جائے پناہ ہو گی نور مصر کے مشرق سے جو بلا آنے والی ہے اُس کی یہ دور کرنے والی ہو گی اور جب تک یہ زاویہ آباد رہے گا مصر بھی آباد رہے گا۔ اور جب یہ برکہ کے قریب کھجور کے درخت نصب کرنے لگے تو کسی کنوئیں کا ٹھیک موقع نظر آیا۔ تب اُنھوں نے اس بارہ میں نبی صلی اللہ

علیہ وسلم سے اجازت مانگی ارشاد ہوا کہ انشاء اللہ کل علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمہارے لئے بھیجوں گا وہ تم کو خدا کے نبی شعیب کے اُس کنوئیں کی جگہ بتائیں گے جس سے وہ اپنی بکریوں کو پانی پلایا کرتے تھے صبح ہو کر انھوں نے خط کھینچی ہوئی علامت پائی۔ اور اُس جگہ کو کھودا تو عظیم الشان کنواں نکلا جو اس وقت تک اُن کے احاطہ میں موجود ہے۔

شیخ کی کرامت

شیخ جمال الدین یوسف کردی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ سلطان قاتیبائی کے زمانہ میں قحط ہوا یہاں تک کہ پانچ سو آدمی کے قریب شیخ کے زاویہ میں آکر جمع ہو گئے۔ چنانچہ ہر روز تین اردب آٹا پکتا تھا اور لوگوں کو خالی روٹیاں بغیر سالن کے دی جاتی تھیں آخر لوگوں نے ان سے سالن طلب کیا تب انھوں نے خادم سے کہا کہ فلاں درخت خرما کے پاس جاؤ اور اُس میں جو بوریہ بندھا ہوا ہے اُس کو اٹھا کر بقدر ضرورت لے لو۔ اُس نے جا کر بوریہ جو اُٹھایا تو دیکھا کہ اُس میں سونے چاندی کا ایک چشمہ جاری ہے جو اوپر سے نیچے کی طرف بہہ رہا ہے خادم نے اُس سے مٹھی بھر لی اور اُس سے سالن خریدا اس پر داروغہ خانقاہ نے کہا کہ حضور جب ایسا معاملہ ہے تو آپ اجازت دیں کہ لوگوں کو زیادہ آرام دیا جائے شیخ نے کہا کہ اب وہاں کچھ بھی نہیں ہے۔ چنانچہ شیخ کے پیچھے پیچھے جا کر خادم نے جو دیکھا تو وہ چشمہ نہ ملا۔ تب اُس نے زمین کھودی مگر کچھ بھی نہ ملا۔ اور انھوں نے بیت المقدس کے سفر میں حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام کے روضۂ مبارک کی زیارت کی اور اُس شب میں اُس روضہ کے پاس ایک ختم پڑھا پس بعض قاریوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ وہ فرماتے ہیں کہ میری طرف سے ابراہیم کو سلام اور یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ تم کو میری اور میری والدہ کی طرف سے جزا ر خیر عطا فرمائے۔

دوسری کرامت

یہ بھی میں نے شیخ جمال الدین یوسف ہی سے سُنا وہ کہتے تھے کہ مجھے اپنے خاندان کے لوگوں سے ملنے کا شوق پیدا ہوا اور وہ سب حصن کیفا واقع ملک کردستان میں تھے۔ میں نے شیخ سے مشورہ کیا اور وہ بعد عصر کا وقت تھا۔ شیخ نے فرمایا کہ خدا نے چاہا تو ملاقات ہو جائے گی اس کے بعد میں عصر کا وظیفہ پڑھنے کو خلوت میں گیا تو میں نے اپنے آپ کو اپنے شہر میں پایا۔ لوگ مجھے سلام کرتے اور میرے آگے آگے پھریرے اڑاتے جاتے تھے۔ چنانچہ میں اپنے گھر میں داخل ہوا اور اپنے والدین کو سلام کیا۔ اور میں اُن کے یہاں ٹھیرا۔ جامع مسجد میں میں نے خطبے پڑھے اور نو مہینے تک بچوں کو پڑھاتا رہا۔ اس کے بعد شیخ سے ملنے کا شوق بھڑکا اور میں نے اپنے والدین سے اجازت مانگی۔ انھوں نے اجازت دی اور میں گھر سے نکل کر شہر کے باہر آیا تو میں نے اپنے آپ کو برکۃ الحاج والی خلوت میں پایا۔ اور میں بھائیوں سے صاحب سلامت کرنے کو باہر آیا۔ تو کسی نے بھی مجھے سلام نہ کیا تب میں نے اُن سے اپنے سفر کا حال کہا تو سب کہنے لگے کہ یوسف کو جنون ہو گیا ہے۔ آخر شیخ کو اس کی خبر ہوئی تو انھوں نے کہا کہ میاں اپنے واقعہ کو پوشیدہ رکھو۔ تین سال کے بعد ان کے والدین شیخ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ اگر آپ کی خاطر مدنظر نہ ہوتی تو ہم سال بھر تک یوسف کو آنے نہ دیتے۔

(میں کہتا ہوں کہ) یہ قصہ ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کے مسائل میں سے اور اُس جوہری کے واقعہ کے مشابہ ہے جس نے دریا میں غوطہ لگایا تو اپنے آپ کو بغداد میں پایا۔ یہاں اُس نے شادی کی اور اُس کی اولاد ہوئی بلجذہ

سر جو اٹھایا تو اپنے کپڑوں کے پاس دریائے نیل کے کنارہ پر مصر میں تھا پس جو عالم عیال میں تھا اُس کا ظہور حِس میں ہوا۔ اور یہ شیخ یوسف صالحین میں سے تھے اور ذکر کرتے تھے کہ میں خضر علیہ السلام سے بہت ملا کرتا ہوں۔ چنانچہ سچائی کے آثار اُن کے چہرے سے ظاہر تھے اور یہ سات دن میں قرآن ختم کیا کرتے تھے اور یہ قصہ اُنھوں نے مجھ سے اپنے کمال اور عقل و فہم کی حالت میں بیان کیا تھا۔

آپ کے معمولات اور کرامات

جب بنو حرام اُن کے زاویہ میں بنی وائل کے خوف سے آکر جمع ہوئے تو اُنھوں نے بنی وائل کو ایک قاصد کے ذریعہ سے حکم بھیجا کہ صلح کر لو۔ لیکن بنی وائل نے کہا کہ اس میں تبولی کو کیا دخل ہے اُس سے کہدو کہ وہ اپنے بچوں کو لے کر پہاڑ میں بیٹھا رہے واللہ جب تک ہم اپنے گھوڑوں کو مدینہ کے حوضوں سے پانی نہ پلائیں گے نہیں لوٹیں گے اس کو سن کر شیخ نے کہا کہ میں اپنے رب کی عزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ قیامت تک بنی وائل میں سے کوئی سردار نہ اٹھے گا۔ چنانچہ وہ ہمارے زمانہ تک بنی حرام کے تحت میں ہیں۔ اور سیدی ابراہیم رضی اللہ عنہ نکاح نہ کرنے کے باعث لوگوں کے انکار میں مبتلا تھے اور کہتے تھے کہ میری پشت میں اولاد ہی نہیں ہے کہ میں اُن کے قصد سے نکاح کروں۔ اور اُنھوں نے تقریباً اسّی برس کی عمر پائی۔ مگر مرتے دم تک غسل جنابت نہ کیا۔ کیونکہ ان کو کبھی احتلام نہ ہوا۔ اور جب اُن کے پاس ایسے جوان جن کی خواہش زوروں پر ہوتی آتے تھے تو اُن سے کہتے تھے کہ ایک مدت کے لئے اُس کو دبانا چاہتے ہو یا ہمیشہ کے لئے۔ اگر وہ کہتا کہ اتنی مدت تک کے لئے کہ تاہل کے خرچ کا مقدور ہو جائے تو اُس سے کہتے کہ اس دھاگے کو اپنی کمر میں باندھ لے جب تک یہ تیرے ساتھ رہے گا تیری خواہش زور نہ کرے گی اور اگر کہتا کہ میں عمر بھر کے لئے چاہتا ہوں کہ یہ خواہش زور نہ کرے تو اُس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیر دیتے تھے جس سے مرتے دم تک اُس کو نہ خواہش ہوتی تھی اور نہ استادگی۔ اور جب کسی شخص کی نسبت ان کو خبر پہنچتی کہ وہ ان کا انکار کرتا ہے تو کہتے کہ اے میرے بچو میں زہر ہلاہل ہوں، لوگوں کو مجھ سے کیا سروکار۔ جو فقیر اُن کے یہاں رہتے تھے اُن کے احوال پوچھا کرتے اور شگفتہ ہو کر اُن سے باتیں کرتے تھے چنانچہ ایک دن اُن میں سے ایک شخص کو دیکھا جو کثرت سے عبادت اور اعمال صالحہ کیا کرتا تھا مگر لوگوں کو اُس پر اعتقاد نہ تھا۔ شیخ نے اُس سے کہا کہ میرے بچے یہ کیا بات ہے کہ تم کو میں دیکھتا ہوں کہ عبادت میں بڑھے ہوئے مگر درجہ میں ناقص ہو شاید تمھارا باپ تم سے خوش نہیں ہے۔ اُس نے کہا کہ ہاں۔ پھر شیخ نے اُس سے پوچھا کہ تم اُس کی قبر پہچانتے ہو۔ اُس نے اس کا جواب بھی اثبات میں دیا۔ تب شیخ نے کہا کہ تم مجھے اُس کی قبر کے پاس لے چلو کیا عجب ہے کہ وہ راضی ہو جائے شیخ یوسف کُردی کہتے ہیں کہ جب شیخ نے اُس کے باپ کو آواز دی تو واللہ میں نے اُسے دیکھا کہ اپنے سر سے خاک جھاڑتا قبر سے باہر آیا اور جب وہ سیدھے طور سے کھڑا ہو لیا تو شیخ نے اُس سے کہا کہ فقراء سفارش کرنے کو آئے ہیں آپ اپنے اس بیٹے سے راضی ہو جائے اس پر اُس نے کہا کہ میں تم لوگوں کو گواہ رکھتا ہوں کہ میں اُس سے رضامند ہو گیا۔ تب شیخ نے اُس سے کہا کہ آپ اپنی جگہ کو لوٹ جائیں اور وہ لوٹ گیا۔ اور اُس کی قبر جامع شرف الدین کے قرب میں حسینیہ کے سرے پر واقع ہے شیخ یوسف کہتے ہیں کہ جب ہم برکہ کی طرف واپس ہوئے تو راستہ میں ایک عورت نے کہا کہ یا سیدی ذرا ٹھیر جائیے شیخ نے مادہ دراز گوش کو روکا اور پوچھا کہ تیرا

کیا کام ہے اُس نے کہا کہ میرے بیٹے کو فرنگیوں نے پکڑ لیا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ واپس آجائے شیخ نے کہا بسم اللہ اور دعا کی اور
دعا کی اور پھر کہا کہ دیکھ وہ تیرا بیٹا ہے۔ چنانچہ اُس کی نگاہ بھی اُس پر پڑی اور جب اُس کا بیٹا اُسے مل گیا تو ہم روانہ ہوئے اور شیخ نے کہا کہ دیکھ لو کہ اس زمانہ میں بھی اللہ کے ایسے مرد ہیں جن کے سوال کو وہ فوراً قبول فرماتا ہے۔ اور یہ اپنی ڈاڑھی کو پکڑتے اور کہتے تھے کہ اس ڈاڑھی کے بعد مصر پر کیا گذرے گی میں اس کے لئے امان ہوں۔ اور کہا کرتے تھے کہ قسم ہے میرے رب کی عزت کی کہ میرے بعد میرے احوال ستر مردوں پر تقسیم ہوں گے اور اُن سے نہ اُٹھیں گے۔

مظلوموں کی حمایت جب یہ کسی بڑے آدمی کے پاس جاتے تو فقراء میں سے کسی کو ساتھ نہیں لے جاتے اور اُن سے کہتے کہ تم لوٹ جاؤ میں زہر کھانے کو جارہا ہوں اور تم اُس کو برداشت نہیں کر سکتے ہو۔ اور کہا کرتے تھے کہ جب امیروں کے کھانے زہر ہیں تو بادشاہوں کے کھانے کا کیا پوچھنا ہے۔ ابن البقری نے ایک شخص پر ظلم کیا اور اُس کی گائے چھین لی جن کا دودھ وہ اور اُس کے بال بچے پیا کرتے تھے۔ وہ شخص سیدی ابراہیم رضی اللہ عنہ کے پاس آیا شیخ اپنی مادہ دراز گوش پر سوار ہو کر ابن البقری کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ اُس کے پاس پیر ابن الرفاعی بھی بیٹھے ہیں شیخ نے اُس کے پیر کے سامنے بڑی آن بان سے گفتگو کی اور اُس سے کہا کہ تیرے اس پیر کا باپ اپنے ملک میں بندر نچایا کرتا تھا۔ شیخ کا یہ کہنا تھا کہ بندر ریچھ گدھا اور کتا اُس کے مکان کے وسط میں موجود تھا یہاں تک کہ حاضرین نے دیکھ لیا اور شیخ کے کلام کی تصدیق ہو گئی اور پھر وہ سب جانور غائب ہو گئے آخر ابن البقری نے معافی چاہی اور کام نکال دیا۔

منکروں کو سزا ایک مرتبہ برکۃ الحاج میں جامع ازہر کے کئی فقیہ رات کو آ کر رہے ان لوگوں نے دیکھا کہ شیخ کے پاس امیروں کی اولاد میں سے دو امرد خادم ہیں جو اُن کے ساتھ خلوت میں سوتے ہیں فقیہوں نے اس کو بُرا سمجھا اور اس کی باضابطہ (شرع کی رو سے) نالش صالحیہ میں کی۔ چنانچہ قاضی نے شیخ کو بلوا بھیجا۔ وہ صالحیہ میں حاضر ہوئے اور پوچھنے لگے کہ ماجرا کیا ہے۔ قاضی نے کہا کہ تمہارے خلاف میں ان کا یہ دعویٰ ہے کہ تم نوجوانوں کے ساتھ خلوت میں رہتے ہو اور یہ شرع میں حرام ہے۔ شیخ نے کہا کہ ہے تو یونہی اور اپنی ڈاڑھی دانتوں سے دبائی اور فقیہوں پر چلائے۔ پس وہ سب چلاتے ہوئے وہاں سے نکلے اور پھر کچھ نہ معلوم ہوا کہ وہ کہاں گئے اور کیا ہو بعدہٗ خبر آئی کہ فرنگیوں کے ملک میں پکڑے گئے اور نصرانی ہو گئے لوگوں نے شیخ سے اُن کی سفارش کی مگر کسی کی کچھ بھی نہ سنی گئی اور پھر اُن لوگوں کی کوئی خبر نہ آئی۔ اور متبول کے ایک گھر کے لوگوں نے ان پر اپنے لڑکے کے ساتھ لواطت کرنے کی تہمت لگائی تو انھوں نے کہا کہ اللہ اُن کی ذریات کو رسوا کرے۔ چنانچہ اُس دن سے آج تک اُس خاندان کے لڑکے مخنث اور لڑکیاں حرام کار ہوتی آتی ہیں۔ اور ایک اور شخص نے ان کو حرام کاری کی تہمت لگائی تھی تو انھوں نے اُس کو کہا تھا کہ اللہ تیرے آدھے چہرہ کو سیاہ کردے۔ چنانچہ اُس کا ایک گال سیاہ ہو گیا اور ہمارے وقت تک یہی حال اُس کی ذریت کا ہے۔ یہ کہتے تھے کہ قسم ہے میرے پروردگار کی عزت کی کہ میں نے دنیوں میں سیدی احمد بدوی رضی اللہ عنہ سے زیادہ فتوت والا نہیں دیکھا۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

میرے اور اُن کے درمیان میں باہمی اخوت قایم کی ہے۔ اور اگر یہاں ان سے زیادہ فتوت والا کوئی اور رہوتا تو ضرور میرا بھائی چارہ اُسی سے قایم فرماتے۔ ایک مرتبہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور اُس کے ہمراہ ایک چھوٹا بچہ تھا۔ شیخ نے اس بچہ سے کہا کہ اس بیر کے درخت کو ہلاؤ۔ چنانچہ اُس نے ہلایا تو بہتر دانے بیر کے اُس سے گرے تب شیخ نے اُس لڑکے سے کہا کہ ان سب کو کھاجاؤ تمہاری اتنی جو روٹیں ہوں گی۔ چنانچہ اُس لڑکے نے بہتر بیبیاں کیں۔ اور کہا کرتے تھے کہ میرے یہاں کی روٹیاں میرے بھائی احمد بدوی کے یہاں کی روٹیوں سے بڑی نہ ہونے پائیں۔ اور یہ حاکموں کے حق میں زہر ہلاہل تھے جب کسی امیر یا وزیر سے یہ برہم ہوئے اور وہ اُسی وقت یا اُسی رات کو مرا۔ ایک مرتبہ ظالموں کے ایک گروہ نے ان کے احاطہ کے لوگوں سے تعرض کیا جس کا باعث یہ تھا کہ وزیر نے جس کا نام قائم تاجر تھا ان کو ستانے کا ارادہ کیا اور کہا تھا کہ اگر متبولی شیخ ہے تو مجھے سوجاوے۔ شیخ نے کہا کہ میاں میں سجاتا نہیں ہوں، میں تو چلہ چڑھاکر تیر چلاتا ہوں جو کبھی لوٹتا نہیں۔ چنانچہ وزیر بیت الخلا گیا تھا اور لوگ اُس کے باہر آنے کے منتظر تھے مگر جب وہ باہر نہ آیا تو لوگوں نے جاکر دیکھا اور اُس کی ڈاڑھی اور منہ کو قدمچہ کے اندر اور نجاست میں لتھڑا ہوا اور اُس کو مردہ پایا۔ اس لئے حکام کسی امر میں اُن سے تعرض نہیں کرتے تھے۔ یہ اپنے اصحاب سے کہا کرتے تھے کہ تم میں سے کوئی شخص جب کسی ممنوع چیز کو دور کرنا چاہے تو اُس کو لازم ہے کہ اُس کے دور کرنے میں اپنے قلب سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور اُس ممنوع کے مرتکبوں کے قلب پھیر دے تاکہ وہی اس کو دور کر دیں۔

دیگر واقعات

شیخ یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ایک دن ہم سب مسلہ فرعون کی گڑہی واقع مطریہ میں تھے کہ سپاہیوں کا ایک گروہ شراب کے گھڑے لئے ہوئے پہنچا اور وہاں بیٹھکر شراب پینے لگا اس پر سیدی ابراہیم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس بُرائی کو کون دور کرتا ہے۔ ایک فقیر نے کہا کہ میں چنانچہ اُس نے اپنی طوق میں سر ڈالا اور فوراً ہی سپاہیوں نے ڈنڈوں اور جوتوں سے آپس ہی میں لڑنا شروع کیا اور خود ہی گھڑوں کو توڑ ڈالا اور پھر معافی چاہتے ہوئے شیخ کے پاس آئے اور شیخ کے ہاتھ پر توبہ کی اور سب نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے بخشایش چاہتے ہیں۔ شیخ محمد نامولی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم اُن کے ہمراہ طندتا کے اطراف میں سفر کرتے تھے تو یہ ہم سے کہتے تھے کہ شب باشی شیخ علی ابن جعیدی یعنی مولف کے دادا کے پاس ہونی چاہیئے کیونکہ اُن کے یہاں کا کھانا حلال ہے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ مولف کے دادا رحمہ اللہ پرہیز گاری میں موشگافی کرتے تھے جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اُن کے ترجمہ میں آئے گا۔ اور میں نے شیخ عبدالقادر دشطوطی رحمہ اللہ کی زبان سے سنا کہ اولیاء اللہ میں کوئی ایسا نہیں ہے جس کا دسترخوان ہر سال سکندر ذوالقرنین کی دیوار کے اوپر بچھتا ہو مگر سیدی ابراہیم متبولی رضی اللہ عنہ اور نبیوں اور ولیوں میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو اُس دعوت میں حاضر نہ ہوتا ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دسترخوان کے صدر میں رونق افروز ہوتے ہیں اور داہنے بائیں بہ تفاوت مدارج انبیاء علیہم السلام بیٹھتے ہیں اور علیٰ ہذا اولیاء رضی اللہ عنہم اور اس دسترخوان کے مہتمین مقداد ابن اسود رضی اللہ عنہ ابو ہریرہ رضی اللہ اور ایک جماعت ہے۔ میں نے سیدی عبدالقادر سے ایسا ہی سنا ہے اور وہ یہ بھی کہتے تھے کہ میں چند سال اس میں شریک ہوا ہوں۔ اور بہت سے چرواہے مطریہ کے قرب وجوار میں ان کے احاطے کے اندر اپنی بکریوں کو چرایا کرتے تھے اس لئے شیخ کے لوگوں نے اُن پر تشدد کیا۔ اس وجہ سے ایک دن جبکہ شیخ مصر سے برکہ کی طرف سواری پر

واپس آرہے تھے اور اُن کے ہم رکاب فقرا کی ایک جماعت تھی چرواہوں نے دس خونخوار کتے جن کی گردنوں میں آہنی حلقے پڑے تھے اس غرض سے چھوڑے کہ شیخ اور اُن کے ہمراہیوں کو کاٹ کھائیں۔ مگر جب وہ شیخ کے پاس پہنچے تو دم ہلانے اور شیخ کے پاس گویا برکت حاصل کرنے کو پناہ لینے لگے۔ اور جب اُن کے مالک اُن کی طرف آئے تو اُن پر اُلٹ پڑے اور اُن کو کاٹ کھایا۔ اور پھر شیخ رضی اللہ عنہ کی طرف چلے گئے اور اُن کی خدمت میں رہنے لگے۔ اور جب مجاوروں کے آپس میں قصہ قضیہ ہوتا تو شیخ باورچی خانہ میں جاکر رفیدہ پر اپنے ڈنڈے سے مارتے اور کہتے کہ تو ہی نے ہمارے پاس ان گم نام لوگوں کو جمع کر رکھا ہے۔ پس دن بھی نکلنے نہ پاتا کہ وہ لوگ خود بخود بغیر اس کے کہ کوئی اُن کو نکالے اس مکان سے متفرق جگہوں میں چلے جاتے تھے۔ اور کبھی ان کو کسی نے مصر میں ظہر کی نماز پڑھتے نہ دیکھا اور ایک مولوی ان کو بُرا سمجھتا تھا۔ وہ سفر کرتا ہوا ملک شام پہنچا تو اُس نے سیدی ابراہیم کو رملہ کی جامع ابیض میں پایا اور ان کو سلام کیا اور مسجد کے مہتمم سے ان کو پوچھا کہ کیا سیدی ابراہیم ظہر کی نماز ظہر کی نماز ہمیشہ تمہارے ہی ہاں پڑھا کرتے ہیں اُس نے اس کا جواب اثبات میں دیا تب وہ اپنے انکار سے باز آیا۔

آپ کے ملفوظات

ان کا قول ہے کہ تکبر نہ کرو تو بڑے ہو جاؤ گے۔

اپنے دل کو دنیا کی محبت سے پاک و صاف کرو تو آبِ ایمان سے تمہارے دل میں نہریں جاری ہوں گی اور جس نے اپنے دل کو اس سے اچھی طرح صاف نہ کیا اُس کے قلب میں آبِ ایمان جاری نہ ہوگا۔

میں فقیر کو دوست نہیں رکھتا مگر اُسی صورت میں کہ وہ کوئی پیشہ کرتا ہو جو اُس کو سوال سے باز رکھے۔

جب بقاعی وغیرہ نے حضرت عمر بن الفارض کی شان میں گفتگو کی تو لوگ ان کے پاس آکر کہنے لگے کہ سلطان العشاق جیسے بزرگوں کی شان میں گفتگو کی جاتی ہے۔ تب انھوں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ سلطان العشاق کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ حضرت عمر بن الفارض۔ اس پر سیدی ابراہیم نے کہا کہ یہ اور اُن کے مماثل وہ لوگ ہیں جن کی چیخ سے روئے زمین معمور ہے مگر ان میں سے کسی کو اللہ عزوجل کے اسرار میں سے اتنا بھی نہ ملا جس سے نیولے کی مونچھ ڈھک سکے علیٰ ہذا القیاس یہ ایسے لوگوں کو کم رتبہ سمجھتے تھے جو بُوٹی وغیرہ جیسی ریاضتیں کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ قسم ہے میرے پروردگار کی عزت کی کہ بت پوجنے والوں کا حال ان لوگوں سے بہتر ہے۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے بُت پرستوں کی نسبت خبر دی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ "ہم[1] تو ان کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ خدا سے ہم کو نزدیک کردیں" اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے بزرگ ناموں کو اغراض خسیسہ یعنی دنیا کے ایسے رتبوں کے حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا ہے کہ اگر کسی عقل والے کو بغیر سوال کے دیئے جائیں تو مقتضائے ادب یہ ہے کہ اُن سے انکار کردے پھر اُس کو کیا کہا جائے جو اُن کی طلب میں رات دن زبردستی توجہ کرتے اور بھوکے رہتے ہیں یہاں تک کہ اُس کا دماغ خشک ہو جاتا ہے اور بعضوں کو مالیخولیا و جنون ہو جاتا ہے۔

---

[1] مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى
(سورہ زمر کی تیسری آیت تئیسویں پارہ کا پندرھواں رکوع)

دیگر معمولات اور واقعات

یہ صوف پہنتے اور اُسی کا عمامہ باندھتے تھے اور سرخ صدری پہنتے اور کہتے تھے کہ میں احمدی ہوں۔ اور اپنے احاطہ میں مزدوروں کے کام کرتے درختوں میں پانی پہنچاتے اور پانی کے حوضوں کو گھاس پھونس سے صاف کرتے تھے۔

یہ جب کسی آدمی کو دیکھتے تو جو کچھ اُس کے دل میں ہوتا اور جن بے حیائیوں کا ارتکاب کرنے والا وہ ہوتا سب ان کو معلوم ہو جاتا تھا۔ ایک عورت اپنے بچہ کو اس لئے لے کر آئی کہ ان کے یہاں برکۃ الحاج میں پڑھا کرے، تو شیخ نے کہا کہ میں اپنے ہاں چوروں کو جن کے ہاتھ کٹے ہوں جمع نہیں کرتا۔ اُس کی ماں نے کہا خدا میرے بچے کے ہاتھ پاؤں سلامت رکھے اور لڑ گئے گو اُس نے پڑھنے کے لئے خانقاہ میں بٹھلا دیا۔ یہاں اُس نے چوری کی اور اُس کا ہاتھ کاٹا گیا اور شیخ کی بات سچ نکلی۔ اور آن کا معمول تھا کہ جب ان کے پاس کوئی قیمتی جبہ یا عبا، آتی تو اُس کو پہن کر اوپر سے رسی لپیٹ لیتے اور اُس کو پہنے ہوئے زمین کھودتے اور کہتے کہ دنیاوی پوشاکوں کی ہمارے یہاں کیا قدر! اور ان کے مریدوں میں سے جب کوئی شخص خلوت میں بیٹھنے اور ریاضت کرنے کو ان سے جدا ہوتا تو اُس کو بالکل چھوڑ دیتے اور اُس سے کہتے کہ میاں میں تو تم کو مرد بنانا چاہتا ہوں مگر تم اندھے آلو جیسے ہو جانا چاہتے ہو کہ کسی کو تم سے نفع نہ پہنچے اور ان کے واقعات حکام وغیرہم کے ساتھ مشہور ہیں اور ان کا قول تھا کہ جو فقیر اپنے سر کے بالوں کی تعداد میں ظالموں کو قتل نہ کرے وہ فقیر نہیں ہے اور سلطان قایتبائی کو بہت سے معاملات میں روک دیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک دن سلطان نے ان سے کہا کہ یا میں ہی مصر میں رہوں یا تم ہی رہو۔

بیت المقدس میں وفات

آخر سیدی ابراہیم رضی اللہ عنہ بیت المقدس کی سمت روانہ ہوئے۔ لوگوں نے پوچھا کہ کہاں تک کا ارادہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ جہاں میری گدھی جا کر ٹھیر جائے چنانچہ وہ مقام اسدود میں سیدی سلیمان رضی اللہ عنہ کی قبر کے سامنے ٹھیر گئی اور وہیں کچھ اوپر آٹھ سو آٹھ میں وفات پائی اور سیدی سلیمان رضی اللہ عنہ نے اپنی شہرت اُن کو بخش دی۔ چنانچہ اُسی دن سے اُن کا نام مٹ گیا اور سیدی ابراہیم رضی اللہ عنہ کے نام کو شہرت ہوئی۔ اور لوگوں میں مشہور ہے کہ قایتبائی سے غصہ ہو کر چلے گئے مگر یہ امر شیخ کے مقام کے مناسب نہیں ہے کیونکہ کاملین اپنی ذات کے لئے غصہ نہیں ہوا کرتے وہ جو ایک مقام سے دوسرے مقام کو اٹھ جاتے ہیں تو اُن کی مٹی لے جاتی ہے یا کوئی اچھی نیت یا امد کوئی امر واللہ اعلم۔ ایک شخص ایک امرد پر عاشق ہوا۔ وہ امرد بھاگ کر سیدی ابراہیم کے پاس چلا آیا انھوں نے اس کو اپنی خلوت میں رکھا۔ یہ خبر جو عاشق کو معلوم ہوئی تو اُس نے اپنی ہیئت بدلی اور فقیر کی صورت میں فقیری سیکھنے کے بہانے سے سیدی ابراہیم کے پاس پہنچا انھوں نے اس کو بھی اُسی خلوت میں رکھا جہاں امرد کو رکھا تھا۔ چنانچہ بعض لوگوں نے سیدی ابراہیم کے اس فعل کو ناپسند کیا۔ مگر صبح ہو کر فقیر باہر آیا اور کہنے لگا کہ حضرت میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ آخر کیوں؟ اُس نے کہا کہ حضرت جو نہیں میں نے اس نوجوان پر ہاتھ رکھا کہ مجھے اس قدر تپ چڑھی کہ صبح تک بیٹھ نہ سکا۔ بس میں نے اللہ سے توبہ کر لی شیخ نے کہا کہ اچھا میں تم کو اُس کی سزا بھی دے لوں۔ چنانچہ وہ چھ مہینے تک دبیں بیمار پڑا رہا یہاں تک کہ دنیا و مافیہا کی ساری خواہشیں اس سے نکل گئیں۔

(۳۲۴) شیخ حسین ابو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ بزرگ بڑے کامل عارفوں اور اصحاب دوائر کبریٰ میں سے تھے کثرت سے اپنی حالت بدلا کرتے تھے کبھی ان کے پاس جاؤ تو تم کو سپاہی دکھائی دیں۔ کبھی درندے۔ کبھی ہاتھی اور کبھی شیر خوارہ بچہ وعلی ہذا۔ چالیس برس تک یہ خلوت میں رہے جس کا ہر طرف سے دروازہ بند اور صرف ایک روزن کھلا ہوا تھا جس سے ہوا جاتی تھی۔ یہ زمین سے ایک مٹھی خاک اُٹھا لیتے اور لوگوں کو دیتے تھے جو اُن کے ہاتھ میں جاکر سونا چاندی ہو جاتی تھی۔ اور جو لوگ فقراء کے احوال سے ناواقف تھے وہ ان کو کیمیا وسیمیا جاننے والا کہتے تھے۔ اور جب خواجہ ابن القنیش برسی نے ان کے زاویہ کی تعمیر شروع کی تو ان کے دشمنوں نے کہا کہ یہ بھاری خرچ ہونہ ہو شیخ حسین کی کیمیا ہی سے ہوتا ہے۔ چنانچہ بعض اوباشوں نے شیخ کے قتل کا ارادہ کیا۔ اور اُن کے پاس پہنچ کر تلواروں سے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور اُن کی لاش کو لے جاکر گھورے پر پھینک دیا اور ہزار دینار ان کے قتل کی اجرت لی لیکن صبح کو جو دیکھتے ہیں تو شیخ حسین بیٹھے ہیں۔ اور کہہ رہے ہیں کہ تم کو چاند سے دھوکا ہوا۔ یہ جہاں جاتے تھے چاہے سڑکوں پر اور چاہے کہیں اور نیولے ان کے پیچھے پیچھے چلتے تھے اسی لئے ان کے اصحاب کو لوگ نموسیہ (نیولے والے) کہتے تھے۔ اور جو کچھ شطح کہ ان کے اصحاب سے سرزد ہوئے جس سے شریعت کی رو سے ان کی گردنیں ماری گئیں سب سے یہ بری تھے ان کے اصحاب میں سے ایک شیخ عبید تھے جو اب ان کے پاس مدفون ہیں۔ یہ کثرت سے ایسی باتیں کرتے تھے جن کی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی! اس لئے ان کی زبان چھید دی گئی تھی بعض ثقات نے مجھے خبر دی کہ وہ شیخ عبید کے ساتھ ایک کشتی میں سوار تھے۔ وہ کشتی دلدل میں پھنس گئی مگر کوئی شخص اس کو اس مقام سے ہٹا نہ سکا۔ تب شیخ عبید نے کہا کہ ایک رسی لگا کر اسے میرے انثیین سے باندھ دو اور میں اتر کر اُسے کھینچتا ہوں۔ چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا اور انھوں نے اپنے اُنثیین سے اُس کو کھینچا یہاں تک کہ وہ دلدل سے نکل کر دریا میں آگئی۔ شیخ حسین رضی اللہ عنہ کچھ اوپر آٹھ سو نوے ہجری میں فوت ہوئے اور اپنے زاویہ میں جو مصر کے محلہ لولاق میں دریائے نیل کے کنارہ پر ہے دفن ہوئے

(۳۲۵) سیدی شیخ محمد غمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدی احمد زاہد رضی اللہ عنہ کے ممتاز اصحاب میں سے ایک علماء عاملین اور فقراء زاہدین و محققین میں سے تھے اور اس راستہ میں سیرت صالحہ پر چلتے تھے۔ ان کی جماعت محلہ کبرٹی وغیرہ میں ادب و مجاہدت میں ضرب المثل تھی جب سیدی احمد زاہد نے ان کو محلہ کبرٹی میں جانے کی اجازت دی اور کہا کہ تمہارا ٹھکانا وہیں ہے تو شیخ ابو بکر طرینی نے مزاحمت کی اس لئے یہ لوٹ کر ایک عرصہ تک محلہ ابی الہیثم میں رہے بعدہ مصر کو واپس آئے۔ تب سیدی احمد نے سیدی مدین سے کہا کہ جاؤ اور اپنے بھائی کو اُس محلہ میں جماؤ۔ چنانچہ سیدی مدین اُن کے ہمراہ گئے اور جب تک کہ ان کے اور طرینیہ کے درمیان عمدہ تعلقات قایم نہ ہو لئے وہاں سے نہ آئے اور طرینی کے پیروؤں نے ان کے لئے مجلس میلاد کی اور اُس میں اپنا مال خرچ کیا یہ کہتے تھے کہ میں نے سیدی احمد رضی اللہ عنہ کے پاس مدتوں پاسبانی کی۔

مدتوں مشعل خانہ کی خدمت انجام دی اور مدتوں داروغگی کی۔ انھوں نے فقرار کو تین قسموں میں تقسیم کر رکھا تھا ادھیڑ جوان۔ اور لڑکے۔ اور ہر قسم کے لئے خاص جگہ مقرر کر دی تھی جس میں دوسرا آنے نہیں پاتا تھا۔ اور یہ سب صرف ایک ہی دن یعنی جمعہ کو ایک جا ہوتے اور ہفتہ بھر میں جو کچھ واقع ہوتا اُس کا قصہ چکاتے تھے۔ کیونکہ انھوں نے اُن سے عہد کرا لیا تھا کہ کوئی شخص کبھی اپنی نسبت کسی کو جواب نہ دے بلکہ ظلم کرنے والے کو معاف کر دے۔ یا شیخ سے اُس کی شکایت کرے اور شیخ جو چاہیں کریں اس لئے کہ یہ سب اپنی جانوں کو شیخ کی ملکیت جانتے تھے کہ جیسا تصرف چاہیں اُن میں کریں اور اپنے آپ کو اپنے جسموں کا نگہبان سمجھتے اور اس حیثیت سے اُن کی مدد کرتے تھے کہ حق کی طرف اُن کی نسبت ہے۔ اور شیخ جو کچھ سزا یعنی دل سے اُتار دینے۔ نکال دینے۔ مارنے بھوکا رکھنے اور امثال ذلک کی دیتے تھے اُس سے کوئی شخص کبھی رنجیدہ نہ ہوتا تھا بلکہ اُس کو شیخ کا فضل جانتا تھا اور جو شخص ایسے معاملہ میں شیخ سے اُن کی چغلی کھاتا تھا اُس سے بھی مکدر نہیں ہوتے تھے کیونکہ وہ سب ادب کی طلب میں سچے تھے یہ کہا کرتے تھے کہ سیدی احمد رضی اللہ عنہ کبھی کسی فقیر کو سجادہ پر بیٹھنے کی اجازت نہ دیتے تھے مگر اُسی صورت میں کہ اُس سے کرامت کا ظہور ہو اور میری یہ کرامت ظاہر ہوئی تھی کہ میں سو گیا اور قندیلیں نہ جلائی گئیں آخر میں نے اشارہ کیا اور سب کی سب روشن ہو گئیں۔ اور میرے نیکوکار بھائی شیخ شمس الدین طینی نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دن فقیروں نے مجھے تازہ کھجوریں لانے کو باغ بھیجا وہاں میں نے غلبۂ نفس سے تین کھجوریں کھا لیں۔ داروغۂ خانقاہ نے اس کو دیکھ لیا اور کہا کہ اس شخص نے فقرار کے پیچھے میں کھجوریں کھائی ہیں میں نے اُن لوگوں سے کہا کہ میں نے تین کھجوریں کھائی ہیں۔ اس پر شیخ نے حکم دیا کہ ایک دن کے لئے ہر قسم کی کھجوروں سے محروم رکھا جائے۔ اور انھیں نے یہ بھی مجھ سے بیان کیا کہ اگر اُن کے کسی فقیر کے پاس اُس کے وطن سے اُس کا باپ یا بھائی آتا اور اُس پر اُس کی نظر کبھی پڑتی تو جب تک کہ داروغہ سے اجازت نہ لے لیتا اُس کو سلام نہیں کرتا تھا۔ اور ایک دن سیدی محمد بن شعیب حیسی ان کی خلوت کے اندر چلے گئے تو دیکھا کہ یہ ہوا میں بیٹھے ہیں اور ان کی سات آنکھیں ہیں اور انھوں نے کہا کہ مردانِ کامل ابوالعیون کہلاتے ہیں۔ ایک سال قحط واقع ہوا تو جو کچھ گیہوں انبار خانہ میں تھا شیخ نے سب کو نکال کر لوگوں کے ہاتھ بیچ ڈالا اور پھر اوروں کی طرح خرید کر خرچ کرنا شروع کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ اُس شخص کو ناپسند کرتا ہے جو اپنے بھائی سے متمیز ہو کر رہے۔

آپ کے معمولات اور واقعات

جب انھوں نے امیر الجیوش کے چھوٹے بازار واقع مصر میں اپنی جامع مسجد کی تعمیر کا ارادہ کیا تو ایک شخص کو جو مصر میں بکریاں چرایا کرتے باب نصر میں رہتے اور ولایت میں مشہور تھے کہلا بھیجا کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعمیر کی اجازت حاصل کر دیں۔ انھوں نے کہا کہ میں تم کو کل جواب دوں گا۔ اور دوسرے دن کہلا بھیجا کہ تعمیر کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو اجازت دی ہے۔ یہ سفارشوں کے لئے چل کر جانے کو پسند کرتے تھے حالانکہ اپنی دلی توجہ سے حاجت براری کر سکتے تھے اور کہتے تھے کہ جو شخص کسی کا کام نکالنے کو چل کر جائے اُس کے حق میں حدیث وارد ہے نہ اُس کے حق میں جو اپنے قلب کے ذریعہ سے کام نکال دے۔ اور جب سلطان جقمق نے ابن عمر حاکم صعید پر دوڑ بھیجی، تو

سپاہی اُس بیچارہ کو پابزنجیر کر کے لے چلے اور صعید ہی میں سیدی محمد رضی اللہ عنہ کا ایک فقیر گدھے پر مولیاں لادے ہوتے بیچنے کو لئے جارہا تھا کہ اُس کے گدھے نے ٹھوکر کھائی تو اُس نے کہا "یا سیدی محمد یا غمری" ابن عمر نے اس کو سُن لیا اور پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ فقیر نے کہا کہ میرے شیخ ہیں تب ابن عمر نے کہا کہ تب میں بھی "یا سیدی محمد یا غمری میری خبر لیجئے" کہتا ہوں۔ سیدی محمد رضی اللہ عنہ نے اس کو سُن لیا۔ حالانکہ وہ محلہ کبریٰ واقع مصر میں تھے۔ مجھ سے اس قصہ کے بیان کرنے والے شیخ شہاب الدین بن نخال کہتے ہیں کہ اُسی وقت شیخ نے تین گدھے منگوائے اور حکم دیا کہ سوار ہوتے جاؤ۔ چنانچہ ہم سوار ہو کر شیخ کے ہمراہ قاہرہ کی طرف روانہ ہوتے۔ یہاں پہنچ کر شیخ لحظہ بھر سلطان حسن کے گنبد کے نیچے بیٹھے تھے کہ ہم نے دیکھا کہ سپاہی ابن عمر کو پابزنجیر قلعہ کی جانب لئے آرہے ہیں۔ شیخ نے ابن النخال سے کہا کہ اس شخص کے پیچھے پیچھے جاؤ اور جب تم سلطان کو دیکھو کہ اس پر گرم ہوا اور اس کے مارڈالنے کا حکم دیا تو تم اپنے کلمہ کی انگلی کو انگوٹھے پر رکھکر اُس پر حملہ کرنا۔ جتنے لوگ اُس کے ہمراہ ہوں گے سب کے، یہاں تک کہ خود سلطان کے دم بند ہو جائیں گے۔ چنانچہ جب ابن النخال اُس کے پیچھے پیچھے وہاں پہنچے تو سلطان اُس پر غضب ناک ہوا اور انھوں نے شیخ کے کہنے کی تعمیل کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان چلا اُٹھا کہ اس کو رہا کر دو اور خلعت لاکر اس کو پہناؤ۔ بعدہ ساری جماعت کے منہ پر زعفران مل گئی اور ابن النخال نے وہاں سے آکر شیخ کو خبر دی۔ شیخ نے کہا کہ سوار ہو جاؤ کام نکل گیا اور کسی شخص نے ابن عمر کو نہ اس واقعہ کی اور نہ شیخ کے آنے کی خبر کی اور شیخ اپنے محلہ کو لوٹ گئے اور کہنے لگے کہ معاملہ تو اللہ تعالیٰ سے ہے اور تم میں سے کسی کو اجازت نہیں ہے کہ جب تک میں نہ مروں اُس کو کسی شخص سے بیان کرے ابن النخال نے مجھ سے کہا کہ میں نے تم سے پہلے کسی شخص سے اس واقعہ کو بیان نہیں کیا ہے۔ آٹھ سو پچاس سے کچھ اوپر میں وفات پائی اور محلہ کبریٰ کی جامع مسجد میں دفن ہوتے۔ رضی اللہ عنہ

بہ تاریخ بست و پنجم رجب المرجب ۱۳۲۲ھ نبوی صلعم مطابق یکم آذر ۱۳۱۴ف موافق
۶ر اکتوبر ۱۹۰۴ء روز پنج شنبہ ایں حصہ باتمام رسید ثمّہٗ و کرمہٖ۔